زندگی آمیز اور زندگی آموز ادب کا نمائندہ

نقوش قرآن نمبر

شمارہ نمبر ۱۴۳

۱۹۹۸ء

بانی : محمد طفیل

مدیر : جاوید طفیل

خط و کتابت کا پتا

نقوش ○ اُردو بازار ○ لاہور

فون: ۷۲۳۶۵۱۶ - ۷۳۵۳۵۲۵
۷۳۱۱۲۹۱
فیکس: ۷۲۲۹۳۸۹-۴۲-۹۲

قیمت فی جلد = ۲۵۰/ روپے

جاوید طفیل نے نقوش پریس لاہور سے چھپوا کر ادارہ فروغِ اُردو لاہور سے شائع کیا۔

التماس
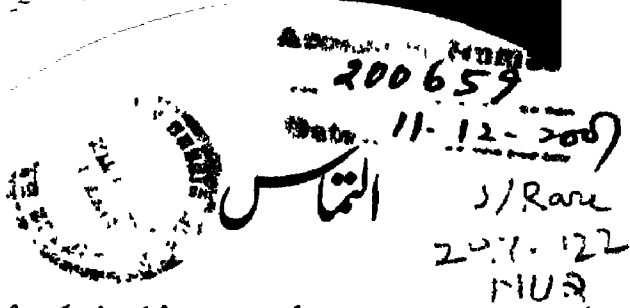
۱۹۸۲ء کی بات ہے کہ جناب محمد طفیل نے نقوش کے رسول نمبر کے بارے میں پوری دردمندی کے ساتھ اپیل کی تھی۔

"جو خواہش مولانا محمود حسن صاحب کی تفسیر کے بارے میں تھی ویسی ہی خواہش میری اِس نمبر کے بارے میں ہے۔ وہ عالم سہی، میں طالب علم سہی، وہ برگزیدہ سہی، میں گنہگار سہی، اِس کے باوجود خواہش میری بھی وہی ہے کہ اِس کام کو بہتر سے بہتر بنایا جائے۔ لہٰذا اِس نیکی میں آپ کو بھی میرا ساتھ دینا ہوگا۔ نئے مضامین لکھ کر بھی، موجودہ شماروں سے متعلق اپنی رائے سے نواز کر بھی۔ تاکہ آیندہ ایڈیشن میں اصلاح کی جا سکے۔ جیسا کہ سیرۃ النبیؐ کے سلسلہ میں علامہ شبلی نعمانی اور سید سلیمان ندوی کا ساتھ دیا تھا۔"

اور اب ۱۹۹۸ء کی بات:

میرا اپنی اہلیت کے بارے میں کوئی دعویٰ نہیں۔ شاید میری علمی سطح قرآن مجید کے طالب علم والی بھی نہ ہو۔ لیکن خواہش اپنے کئے ہوئے کام کو بہتر سے بہتر بنانے کی ہے۔ جو میرا کام تھا میں نے کر دیا۔ جو آپ کا کام ہے اُس کے لئے میں آپ سے ملتمس ہوں۔ اِس نیکی میں آپ کو میرا ساتھ دینا ہوگا۔

(جاوید طفیل)

طلوع

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ
رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ
رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ○ سورۃ الکہف ۱۰۹

کہہ دو کہ اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں کے (لکھنے کے) لئے سیاہی ہو تو قبل اِس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں سمندر ختم ہو جاتے اگرچہ ویسا ہی اَور (سمندر) اُس کی مدد کو لائیں۔

○

صفاتِ خالق کی ایک ناختم ہونے والی فہرست اور اللہؒ کو زیادہ سے زیادہ جاننے کی اِنسانی خواہش اُس وقت اور بھی معصوم اور بھلی لگتی ہے جب خواہش کرنے والا یہ بھی جانتا ہو کہ اُس کی خواہش کبھی پوری نہیں ہوگی۔ حضرتِ انسان اپنی کم علمی اور کم فہمی کے باوجود اَپنے عجز اور اُس کی رحمت کے سہارے اَپنے کام میں مگن ہے اور رہے گا حتیٰ کہ صور پھونک دیا جائے اور دُنیا کا کھیل ختم ہو جائے۔

(جاوید طفیل)

فہرست

جلد اوّل

حمدِ الٰہی بہ کلامِ الٰہی

الٰہیات

محمّد فارس برکات

ترجمہ :مولانا فتح محمّد خان جالندھری

ہم اللہ تعالیٰ کو اُس کی صفات عالیہ کے مظاہر کے حوالے سے جاننے کی کوشش کرتے ہیں۔ قرآن مجید میں جن صفات الٰہیہ کا مختلف آیات میں ذکر ہے اُن کو محمد فارس برکات نے مختلف عنوانات کے تحت اکٹھا کیا ہے، ادارہ نقوش نے اُسی ترتیب کو قائم رکھتے ہوئے، فتح محمد خان جالندھری صاحب کے ترجمے اور اردو عنوانات کے ساتھ اکٹھا کر دیا ہے۔

نوٹ:

اِس مضمون میں مولانا فتح محمد خان جالندھری مرحوم کا ترجمہ مرتب نے استعمال کیا ہے، انہوں نے اِس ترجمے میں لفظ خدا کو اللہ سے بدل دیا ہے، اُن کے خیال میں لفظ خدا کے معنی میں وہ وسعت نہیں جو لفظ اللہ کے معنی میں ہے۔

ادارہ

الٰہیات

محمد فارس برکات

ترجمہ: مولانا فتح محمد خان جالندھری

حمد و ثناء و تسبیح الٰہی:

شمار سورہ نام سورہ شمار آیت

۱ ۱ الفاتحہ ۱ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ، ٦ الانعام ٤٥ ، ٣٧ الصّٰفّٰت ١٨٢ ،
٣٩ الزمر ٧٥ ، ٤٠ المومن ٦٥ .

۱۔ سب طرح کی تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے۔

٢ ٣ آل عمران ١٩١ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ○

۲۔ (اور کہتے ہیں) کہ اے پروردگار! تو نے اس (مخلوق) کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔ تو پاک ہے تو (قیامت کے دن) ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچائیو۔

٣ ٥ المائدہ ١١٦ سُبْحٰنَكَ مَا يَكُوْنُ لِيْٓ اَنْ اَقُوْلَ مَا لَيْسَ لِيْ ۚ بِحَقٍّ ؕ

۳۔ تو پاک ہے مجھے کب شایاں تھا کہ میں ایسی بات کہتا جس کا مجھے کچھ حق نہیں۔

٤ ٦ الانعام ١ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ

۴۔ ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔

٥ ٧ الاعراف ٥٤ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ، ٤٠ المومن ٦٤

۵۔ یہ اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے۔

٦ ٧ الاعراف ١٤٣ سُبْحٰنَكَ تُبْتُ اِلَيْكَ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

۶۔ تیری ذات پاک ہے اور میں تیرے حضور میں توبہ کرتا ہوں اور جو ایمان لانے والے ہیں ان میں سب سے اوّل ہوں۔

٧ ٨ الانفال ٤٠ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَ نِعْمَ النَّصِيْرُ ○ ٢٢ الحج ٧٨

۷۔ وہ خوب حمایتی اور خوب مددگار ہے۔

۸ ۱۰ یونس ۱۰ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

۸۔ (جب وہ) ان میں (اُن کی نعمتوں کو دیکھیں گے تو بے ساختہ) کہیں گے سبحان اللہ۔ اور آپس میں اُن کی دعا سلامٌ علیکم ہوگی اور اُن کا آخری قول یہ (ہوگا) کہ اللہ رب العالمین کی حمد (اور اُس کا شکر) ہے۔

۹ ۱۰ یونس ۱۸ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ، ۱۶ النحل ۱ ، ۲۸ القصص ۶۸ ، ۳۰ الروم ۴۰ ، ۳۹ الزمر ۶۷

۹۔ وہ پاک ہے اور (اُس کی شان) اُن کے شرک کرنے سے بہت بلند ہے۔

۱۰ ۱۲ یوسف ۱۰۸ وَ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَآ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

۱۰۔ اور اللہ پاک ہے۔ اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

۱۱ ۱۵ الحجر ۹۸ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ ، ۱۱۰ النصر ۳

۱۱۔ تم اپنے پروردگار کی تسبیح کہتے اور (اُس کی) خوبیاں بیان کرتے رہو۔

۱۲ ۱۷ الاسراء ۱ سُبْحٰنَ الَّذِيْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَيْلًا

۱۲۔ وہ (ذات) پاک ہے جس نے سیر کرائی ایک رات اپنے بندے کو رات کے قلیل حصہ میں۔

۱۳ ۱۷ الاسراء ۴۳ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ۴۴ تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ

۱۳۔ وہ پاک ہے اور جو کچھ یہ بکواس کرتے ہیں اس سے (اس کا رتبہ) بہت عالی ہے۔ ساتوں آسمان اور زمین اور جو لوگ ان میں ہیں سب اسی کی تسبیح کرتے ہیں۔ اور (مخلوقات میں سے) کوئی چیز نہیں مگر اس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتی ہے۔

۱۴ ۱۷ الاسراء ۱۱۱ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ، ۲۷ النمل ۵۹ ، ۹۳ ، ۲۹ العنکبوت ۶۳ ، ۳۱ لقمان ۲۵

۱۴۔ اور کہو کہ سب تعریف اللہ ہی کو ہے۔

۱۵ ۱۷ الاسراء ۱۱۱ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا .

۱۵۔ اور اس کو بڑا جان کر اس کی بڑائی کرتے رہو۔

۱۶ ۱۸ الکهف ۱ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ .

۱۶۔ سب تعریف اللہ ہی کو ہے جس نے اپنے بندے (محمدؐ) پر (یہ) کتاب نازل کی۔

۱۷ ۲۰ طٰهٰ ۱۱۴ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ .

۱۷۔ تو اللہ جو سچا بادشاہ ہے عالی قدر ہے۔

۱۸ ۲۰ طٰهٰ ۱۳۰ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى .

۱۸۔ اور سورج کے نکلنے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی تسبیح و تحمید کیا کرو۔ اور رات کی ساعات (اوّلین) میں بھی اُس کی تسبیح کیا کرو اور دن کی اطراف (یعنی دوپہر کے قریب ظہر کے وقت بھی)۔ تاکہ آپ خوش رہیں۔

۱۹ ۲۲ الحج ۳۷ لِتُكَبِّرُوا اللّٰهَ عَلٰى مَا هَدٰىكُمْ ۗ وَ بَشِّرِ الْمُحْسِنِيْنَ .

۱۹۔ تاکہ اس بات کے بدلے کہ اُس نے تم کو ہدایت بخشی ہے اسے بزرگی سے یاد کرو اور (اے پیغمبرؐ) نیکوکاروں کو خوشخبری سنا دو۔

۲۰ ۲۳ المؤمن ۱۴ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ .

۲۰۔ تو اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا بڑا بابرکت ہے۔

۲۱ ۲۳ المؤمن ۱۱۶ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ .

۲۱۔ تو اللہ جو سچا بادشاہ ہے (اس کی شان) اس سے اونچی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہی عرش بزرگ کا مالک ہے۔

۲۲ ۲۵ الفرقان ۱ تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰى عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا .

۲۲۔ وہ (اللہ عزوجل) بہت ہی بابرکت ہے جس نے اپنے بندے پر قرآن نازل فرمایا۔ تاکہ سارے جہان والوں کو ہدایت کرے۔

۲۳ ۲۵ الفرقان ۱۰ تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَ يَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝

۲۳۔ وہ (اللہ) بہت بابرکت ہے جو اگر چاہے تو تمہارے لئے اس سے بہتر (چیزیں) بنادے (یعنی) باغات جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں۔ نیز تمہارے لئے محل بنادے۔

۲۴ ۲۵ الفرقان ۵۸ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِهٖ .

۲۴۔ اور اس (اللہ) زندہ پر بھروسا رکھو جو (کبھی) نہیں مرے گا اور اُس کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو۔

۲۵ ۲۵ الفرقان ۶۱ تَبٰرَكَ الَّذِىْ جَعَلَ فِى السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ جَعَلَ فِيْهَا سِرٰجًا وَّ قَمَرًا مُّنِيْرًا ۔

۲۵۔ اور (اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے آسمانوں میں بُرج بنائے اور اُن میں (آفتاب کا نہایت روشن) چراغ اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا۔

۲۶ ۲۸ القصص ۷۰ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۔

۲۶۔ اور وہی اللہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے۔

۲۷ ۳۰ الروم ۱۷ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ۱۸ وَلَهُ الْحَمْدُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَعَشِيًّا وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ۔

۲۷۔ تو جس وقت تم کو شام ہو اور جس وقت صبح ہو اللہ کی تسبیح کرو (یعنی نماز پڑھو) اور آسمانوں اور زمین میں اُسی کی تعریف ہے۔ اور تیسرے پہر بھی اور جب دوپہر ہو (اس وقت بھی نماز پڑھا کرو)۔

۲۸ ۳۳ الاحزاب ۴۲ وَّسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِيْلًا ۔

۲۸۔ اور صبح اور شام اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔

۲۹ ۳۴ سبأ ۱ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِى الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۔

۲۹۔ سب تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے۔ (جو سب چیزوں کا مالک ہے یعنی) وہ کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اُسی کا ہے۔ اور آخرت میں بھی اُسی کی تعریف ہے اور وہ حکمت والا اور خبردار ہے۔

۳۰ ۳۵ فاطر ۱ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔

۳۰۔ سب تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔

۳۱ ۳۶ یٰسٓ ۳۶ سُبْحٰنَ الَّذِىْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا يَعْلَمُوْنَ ۔

۳۱۔ وہ اللہ پاک ہے جس نے زمین کی نباتات کے اور خود اِن کے اور جن چیزوں کی ان کو خبر نہیں سب کے جوڑے بنائے۔

۳۲ ۳۶ یٰسٓ ۸۳ فَسُبْحٰنَ الَّذِىْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَىْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۔

۳۲۔ وہ (ذات) پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اُسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔

۳۳ ۳۷ الصّٰٓفّٰت ۱۸۰ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۔

۳۳۔ یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں تمہارا پروردگار جو صاحبِ عزّت ہے اس سے (پاک ہے)۔

٣٤ ٣٩ الزمر ٤ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ .

۳۴۔ وہ پاک ہے وہی تو اللہ یکتا (اور) غالب ہے۔

٣٥ ٣٩ الزمر ٧٤ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ .

۳۵۔ وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے وعدے کو ہم سے سچا کر دیا۔

٣٦ ٤٠ المؤمن ٥٥ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِیِّ وَالْاِبْكَارِ .

۳۶۔ اور صبح و شام اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو۔

٣٧ ٤٣ الزخرف ٨٢ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ .

۳۷۔ یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کا مالک (اور) عرش کا مالک اس سے پاک ہے۔

٣٨ ٤٣ الزخرف ٨٥ وَتَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ .

۳۸۔ اور وہ بہت بابرکت ہے جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کی بادشاہت ہے اور اُسی کو قیامت کا علم ہے اور اُسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

٣٩ ٤٥ الجاثیة ٣٦ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَرَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ٣٧ وَلَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۪ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ .

۳۹۔ پس اللہ ہی کو ہر طرح کی تعریف (سزاوار) ہے جو آسمانوں کا مالک اور زمین کا مالک اور تمام جہان کا پروردگار ہے۔ اور آسمانوں اور زمین میں اُسی کے لئے بڑائی ہے۔ اور وہ غالب اور دانا ہے۔

٤٠ ٤٨ الفتح ٩ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ وَتُعَزِّرُوْهُ وَتُوَقِّرُوْهُ ؕ وَتُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّاَصِیْلًا .

۴۰۔ تاکہ (مسلمانو) تم لوگ اللہ پر اور اس کے پیغمبر پر ایمان لاؤ اور اس کی مدد کرو اور اس کو بزرگ سمجھو۔ اور صبح و شام اُس کی تسبیح کرتے رہو۔

٤١ ٥٠ ق ٣٩ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ الْغُرُوْبِ ۝ ٤٠ وَمِنَ الَّیْلِ فَسَبِّحْهُ وَاَدْبَارَ السُّجُوْدِ .

۴۱۔ اور آفتاب کے طلوع ہونے سے پہلے اور اس کے غروب ہونے سے پہلے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہو اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور نماز کے بعد بھی اس (کے نام) کی تنزیہ کیا کرو۔

٤٢ ٥٢ الطور ٤٨ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ لا ٤٩ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَاِدْبَارَ النُّجُوْمِ .

۴۲۔ اور جب اٹھا کرو تو اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کیا کرو۔ اور رات کے بعض اوقات میں بھی اور ستاروں کے غروب ہونے کے بعد بھی اس کی تنزیہ کیا کرو۔

٤٣ ٥٥ الرحمٰن ٢٧ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ .

۴۳۔ اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات (بابرکات) جو صاحبِ جلال و عظمت ہے باقی رہے گی۔

٤٤ ٥٥ الرحمٰن ٧٨ تَبٰرَكَ اسْمُ رَبِّكَ ذِى الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ .

۴۴۔ (اے محمدؐ) تمہارا پروردگار جو صاحب جلال و عظمت ہے اس کا نام بڑا بابرکت ہے۔

٤٥ ٥٦ الواقعة ٧٤ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ٥٦ الواقعة ٩٦ ، ٦٩ الحآقّة ٥٢

۴۵۔ تو تم اپنے پروردگار بزرگ کے نام کی تسبیح کرو۔

٤٦ ٥٧ الحديد ١ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ .

۴۶۔ جو مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ کی تسبیح کرتی ہے اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

٤٧ ٥٩ الحشر ١ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ٦١ الصف ١ .

۴۷۔ جو چیزیں آسمانوں میں ہیں اور جو چیزیں زمین میں ہیں (سب) اللہ کی تسبیح کرتی ہیں۔ اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

٤٨ ٥٩ الحشر ٢٤ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ .

۴۸۔ جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اس کی تسبیح کرتی ہیں۔

٤٩ ٦٢ الجمعة ١ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ .

۴۹۔ جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے سب اللہ کی تسبیح کرتی ہے جو بادشاہ حقیقی پاک ذات زبردست حکمت والا ہے۔

٥٠ ٦٤ التغابن ١ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ز .

۵۰۔ جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے (سب) اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ اُسی کی سچی بادشاہی ہے اور

اُسی کی تعریف (لامتناہی) ہے۔

۵۱ ٦٧ الملك ١ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ ۔

۵۱۔ وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے بڑی برکت والا ہے۔

۵۲ ٦٨ القلم ٢٨ قَالَ اَوْسَطُهُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْلَا تُسَبِّحُوْنَ ٢٩ قَالُوْا سُبْحٰنَ رَبِّنَآ اِنَّا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ۔

۵۲۔ ایک جو اُن میں فرزانہ تھا بولا کیا میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ تم تسبیح کیوں نہیں کرتے؟ (تب) وہ کہنے لگے کہ ہمارا پروردگار پاک ہے بیشک ہم ہی قصور وار تھے۔

۵۳ ٧٤ المدّثّر ٣ وَرَبَّكَ فَكَبِّرْ ○

۵۳۔ اور اپنے پروردگار کی بڑائی کرو۔

۵٤ ٧٦ الدهر ٢٦ وَسَبِّحْهُ لَيْلًا طَوِيْلًا ۔

۵۴۔ اور رات کافی وقت اس کی پاکی بیان کرتے رہو۔

۵۵ ٨٧ الاعلٰى ١ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ۔

۵۵۔ (اے پیغمبر) اپنے پروردگار جلیل الشان کے نام کی تسبیح کرو۔

شرک سے ممانعت اور ظلم سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ، قدرت، توحید و دلائل توحید، مشیت علم، ارادہ اور عدل کے باب میں بہت سی آیات ہیں جو اللہ تعالیٰ کی حمد و شکر اور ثناء و تسبیح بیان کرتی ہیں۔ جس کو مزید کی خواہش ہو ان کی طرف رجوع کرے۔

۲ ۔ شرک کی ممانعت اور شریک و زوجہ اور والدہ و اولاد سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ

٥٦ ٢ البقرة ٢٢ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

۵۶۔ پس کسی کو اللہ کا ہمسر نہ بناؤ اور تم جانتے تو ہو۔

٥٧ ٢ البقرة ١١٦ وَقَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ لَّهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ○

۵۷۔ اور یہ لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ اولاد رکھتا ہے (نہیں) وہ پاک ہے بلکہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے سب اُسی کا ہے اور سب اُس کے فرمانبردار ہیں۔

۵۸ ۲ البقرة ۱۶۵ وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ؕ وَلَوْيَرَى الَّذِيْنَ ظَلَمُوْٓا اِذْيَرَوْنَ الْعَذَابَ ۙ اَنَّ الْقُوَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعَذَابِ ○

۵۸۔ اور بعض لوگ ایسے ہیں جو غیر اللہ کو شریکِ (اللہ) بناتے اور اُن سے اللہ کی سی محبت کرتے ہیں۔ لیکن جو ایمان والے ہیں وہ تو اللہ ہی کے سب سے زیادہ دوستدار ہیں اور اے کاش ظالم لوگ جو بات عذاب کے وقت دیکھیں گے اب دیکھ لیتے۔ کہ سب طرح کی طاقت اللہ ہی کو ہے اور یہ کہ اللہ سخت عذاب کرنے والا ہے۔

۵۹ ۳ اٰل عمران ٦٤ قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ تَعَالَوْا اِلٰى كَلِمَةٍ سَوَآءٍۢ بَيْنَنَا وَبَيْنَكُمْ اَلَّا نَعْبُدَ اِلَّا اللّٰهَ وَلَا نُشْرِكَ بِهٖ شَيْئًا وَّلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ

۵۹۔ کہہ دو کہ اے اہلِ کتاب جو بات ہمارے اور تمہارے درمیان یکساں (تسلیم کی گئی) ہے اس کی طرف آؤ وہ یہ کہ اللہ کے سوا ہم کسی کی عبادت نہ کریں اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بنائیں اور ہم میں سے کوئی کسی کو اللہ کے سوا اپنا کارساز نہ سمجھے۔

٦٠ ٤ النسآء ٣٦ وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا ۔

٦٠۔ اور اللہ ہی کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی چیز کو شریک نہ بناؤ۔

٦١ ٤ النسآء ٤٨ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدِ افْتَرٰٓى اِثْمًا عَظِيْمًا ○

٦١۔ اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔ اور جس نے اللہ کا شریک مقرر کیا۔ اُس نے بڑا بُہتان باندھا۔

٦٢ ٤ النسآء ١١٦ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ لِمَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ ضَلَّ ضَلٰلًاۢ بَعِيْدًا ۔

٦٢۔ اللہ اُس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا (اور گناہ) جس کو چاہے گا بخش دے گا۔ اور جس نے اللہ کے ساتھ شریک بنایا۔ وہ رستے سے دور جا پڑا۔

٦٣ ٤ النسآء ١٧١ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِيْ دِيْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ ؕ اِنَّمَا الْمَسِيْحُ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ وَ كَلِمَتُهٗ ۚ اَلْقٰهَآ اِلٰى مَرْيَمَ

وَ رُوْحٌ مِّنْهُ فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَلَا تَقُوْلُوْا ثَلٰثَةٌ اِنْتَهُوْا خَيْرًا لَّكُمْ اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ ۔

۶۳۔ اے اہلِ کتاب اپنے دین (کی بات) میں حد سے نہ بڑھو اور اللہ کے بارے میں حق کے سوا کچھ نہ کہو۔ مسیح (یعنی) مریم کے بیٹے عیسیٰ (نہ اللہ تھے نہ اللہ کے بیٹے بلکہ) اللہ کے رسول اور اس کا کلمۂ (بشارت) تھے۔ جو اس نے مریم کی طرف بھیجا تھا اور اس کی طرف سے ایک روح تھے تو اللہ اور اس کے رسولوں پر ایمان لاؤ۔ اور (یہ) نہ کہو (کہ اللہ) تین (ہیں۔ اس اعتقاد سے) باز آؤ کہ یہ تمہارے حق میں بہتر ہے۔ اللہ ہی معبود واحد ہے اور اس سے پاک ہے کہ اس کے اولاد ہو۔

٦٤ ٥ المائدہ ۷۲-۷۳ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِيْحُ ابْنُ مَرْيَمَ وَقَالَ الْمَسِيْحُ يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اعْبُدُوا اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبَّكُمْ اِنَّهٗ مَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَقَدْ حَرَّمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ الْجَنَّةَ وَمَاْوٰىهُ النَّارُ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ اَنْصَارٍ ۷۳ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَاِنْ لَّمْ يَنْتَهُوْا عَمَّا يَقُوْلُوْنَ لَيَمَسَّنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْهُمْ عَذَابٌ اَلِيْمٌ ○

۶۴۔ وہ لوگ بے شبہہ کافر ہیں جو کہتے ہیں کہ مریم کے بیٹے (عیسیٰ) مسیح اللہ ہیں۔ حالانکہ مسیح یہود سے یہ کہا کرتے تھے کہ اے بنی اسرائیل اللہ ہی کی عبادت کرو جو میرا بھی پروردگار ہے اور تمہارا بھی (اور جان رکھو کہ) جو شخص اللہ کے ساتھ شرک کرے گا اللہ اس پر بہشت کو حرام کر دے گا اور اس کا ٹھکانہ دوزخ ہے۔ اور ظالموں کا کوئی مددگار نہیں۔ وہ لوگ (بھی) کافر ہیں جو اس بات کے قائل ہیں کہ اللہ تین میں کا تیسرا ہے۔ حالانکہ اس معبود یکتا کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ اگر یہ لوگ ایسے اقوال (وعقائد) سے باز نہیں آئیں گے تو ان میں جو کافر ہوئے ہیں وہ تکلیف دینے والا عذاب پائیں گے۔

٦٥ ٥ المائدہ ٧٦ قُلْ اَتَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَاللّٰهُ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○

۶۵۔ کہو تم اللہ کے سوا ایسی چیز کی کیوں پرستش کرتے ہو جس کو تمہارے نفع اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں اور اللہ ہی (سب کچھ) سنتا جانتا ہے۔

٦٦ ٦ الانعام ١٤ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَتَّخِذُ وَلِيًّا فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ يُطْعِمُ وَلَا يُطْعَمُ قُلْ اِنِّيْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ اَوَّلَ مَنْ اَسْلَمَ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ○

۶۶۔ کہو۔ کیا میں اللہ کو چھوڑ کر کسی اور کو مددگار بناؤں کہ (وہی تو) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی (سب کو) کھانا دیتا ہے۔ اور خود کسی سے کھانا نہیں لیتا (یہ بھی) کہہ دو کہ مجھے یہ حکم ہوا ہے کہ میں سب سے پہلے اسلام لانے والا ہوں۔ اور یہ کہ تم (اے پیغمبرؐ) مشرکوں میں نہ ہونا۔

۶۷ ۶ الانعام ۱۹ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّآ اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّ اِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ۝

۶۷۔ کیا تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں۔ (اے محمدؐ!) کہہ دو کہ میں تو (ایسی) شہادت نہیں دیتا۔ کہہ دو کہ صرف وہی ایک معبود ہے اور جن کو تم شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔

۶۸ ۶ الانعام ۴۰ قُلْ اَرَءَيْتَكُمْ اِنْ اَتٰىكُمْ عَذَابُ اللّٰهِ اَوْ اَتَتْكُمُ السَّاعَةُ اَغَيْرَ اللّٰهِ تَدْعُوْنَ ۚ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۴۱ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَ تَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ۝

۶۸۔ کہو (کافرو) بھلا دیکھو تو اگر تم پر اللہ کا عذاب آجائے یا قیامت آموجود ہو تو کیا تم (ایسی حالت میں) اللہ کے سوا کسی اور کو پکارو گے؟ اگر سچے ہو (تو بتاؤ) (نہیں) بلکہ (مصیبت کے وقت تم) اسی کو پکارتے ہو تو جس دکھ کے لئے اُسے پکارتے ہو وہ اگر چاہتا ہے تو اس کو دور کر دیتا ہے اور جن کو تم شریک بناتے ہو (اُس وقت) انھیں بھول جاتے ہو۔

۶۹ ۶ الانعام ۵۶ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ؕ قُلْ لَّآ اَتَّبِعُ اَهْوَآءَكُمْ ۙ قَدْ ضَلَلْتُ اِذًا وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُهْتَدِيْنَ ۝

۶۹۔ (اے پیغمبرؐ! کفار سے) کہہ دو کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ مجھے ان کی عبادت سے منع کیا گیا ہے۔ (یہ بھی) کہہ دو کہ میں تمہاری خواہشوں کی پیروی نہیں کروں گا ایسا کروں تو گمراہ ہو جاؤں اور ہدایت یافتہ لوگوں میں نہ رہوں۔

۷۰ ۶ الانعام ۷۱ قُلْ اَنَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَنْفَعُنَا وَلَا يَضُرُّنَا وَنُرَدُّ عَلٰٓى اَعْقَابِنَا بَعْدَ اِذْ هَدٰىنَا اللّٰهُ .

۷۰۔ کہو۔ کیا ہم اللہ کے سوا ایسی چیز کو پکاریں جو نہ ہمارا بھلا کر سکے نہ بُرا۔ اور جب ہم کو اللہ نے سیدھا رستہ دکھا دیا تو (کیا) ہم اُلٹے پاؤں پھر جائیں!

۷۱ ۶ الانعام ۸۲ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَمْ يَلْبِسُوْٓا اِيْمَانَهُمْ بِظُلْمٍ اُولٰٓئِكَ لَهُمُ الْاَمْنُ وَهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

۷۱۔ جو لوگ ایمان لائے اور اپنے ایمان کو (شرک کے) ظلم سے مخلوط نہیں کیا اُن کے لئے امن (اور جمعیت خاطر) ہے اور وہی ہدایت پانے والے ہیں۔

۷۲ ٦ الانعام ۸۸ وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○

۷۲۔ اور اگر وہ لوگ شرک کرتے تو جو عمل وہ کرتے تھے سب ضائع ہو جاتے۔

۷۳ ٦ الانعام ۱۰۰ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَ خَلَقَهُمْ وَ خَرَقُوْا لَهٗ بَنِيْنَ وَ بَنٰتٍ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يَصِفُوْنَ ۱۰۱ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰى يَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○

۷۳۔ اور اُن لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہرایا۔ حالانکہ اُن کو اسی نے پیدا کیا اور بے سمجھے (جھوٹ بہتان) اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا کھڑی کیں وہ ان باتوں سے جو اس کی نسبت بیان کرتے ہیں پاک ہے اور (اس کی شان اُن سے) بلند ہے (وہی) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا (ہے) اُس کے اولاد کہاں سے ہو جب کہ اُس کی بیوی ہی نہیں۔ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

۷٤ ٦ الانعام ۱۰٦ اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ○

۷٤۔ اور جو حکم تمہارے پروردگار کی طرف سے تمہارے پاس آتا ہے اسی کی پیروی کرو۔ اس (پروردگار) کے سوا کوئی معبود نہیں اور مشرکوں سے کنارہ کر لو۔

۷۵ ٦ الانعام ۱۵۱ قُلْ تَعَالَوْا اَتْلُ مَا حَرَّمَ رَبُّكُمْ عَلَيْكُمْ اَلَّا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا .

۷۵۔ کہہ کہ (لوگو) آؤ میں تمہیں وہ چیزیں پڑھ کر سناؤں جو تمہارے پروردگار نے تم پر حرام کی ہیں۔ (اس کی نسبت اس نے اس طرح ارشاد فرمایا ہے) کہ کسی چیز کو اللہ کا شریک نہ بنانا۔

۷٦ ٦ الانعام ۱٦۲ قُلْ اِنَّ صَلَاتِيْ وَ نُسُكِيْ وَمَحْيَايَ وَ مَمَاتِيْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۱٦۳ لَا شَرِيْكَ لَهٗ ۚ وَ بِذٰلِكَ اُمِرْتُ وَاَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِيْنَ ○ ۱٦٤ قُلْ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْ رَبًّا وَّ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ ؕ

۷٦۔ (یہ بھی) کہہ دو کہ میری نماز اور میری عبادت اور میرا جینا اور میرا مرنا سب اللہ رب العالمین ہی کے لئے ہے۔ جس کا کوئی شریک نہیں اور مجھ کو اسی بات کا حکم ملا ہے اور میں سب سے اول فرمانبردار ہوں۔ کہو کیا میں اللہ کے سوا اور پروردگار تلاش کروں اور وہی تو ہر چیز کا مالک ہے۔

۷۷ ۷ الاعراف ۳ اِتَّبِعُوْا مَآ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلَا تَتَّبِعُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝

۷۷۔ (لوگو) جو (کتاب) تم پر تمہارے پروردگار کے ہاں سے نازل ہوئی ہے اس کی پیروی کرو اور اس کے سوا اور رفیقوں کی پیروی نہ کرو۔ (اور) تم کم ہی نصیحت قبول کرتے ہو۔

۷۸ ۷ ۰ الاعراف ۳۰ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّيٰطِيْنَ اَوْلِيَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَيَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ۝

۷۸۔ ان لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر شیطانوں کو رفیق بنالیا اور سمجھتے (یہ) ہیں کہ ہدایت یاب ہیں۔

۷۹ ۷ الاعراف ۳۳ قُلْ اِنَّمَا حَرَّمَ رَبِّيَ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَالْاِثْمَ وَالْبَغْيَ بِغَيْرِ الْحَقِّ وَاَنْ تُشْرِكُوْا بِاللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّاَنْ تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

۷۹۔ کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو بے حیائی کی باتوں کو، ظاہر ہوں یا پوشیدہ اور گناہ کو اور ناحق زیادتی کرنے کو حرام کیا ہے۔ اور اس کو بھی کہ تم کسی کو اللہ کا شریک بناؤ جس کی اس نے کوئی سند نازل نہیں کی اور اس کو بھی کہ اللہ کے بارے میں ایسی باتیں کہو جن کا تمہیں کچھ علم نہیں۔

۸۰ ۷ الاعراف ۱۹۰ فَلَمَّآ اٰتٰىهُمَا صَالِحًا جَعَلَا لَهٗ شُرَكَآءَ فِيْمَآ اٰتٰىهُمَا ۚ فَتَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ ۱۹۱ اَيُشْرِكُوْنَ مَا لَا يَخْلُقُ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ۱۹۲ وَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ لَهُمْ نَصْرًا وَّلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۱۹۳ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَتَّبِعُوْكُمْ ؕ سَوَآءٌ عَلَيْكُمْ اَدَعَوْتُمُوْهُمْ اَمْ اَنْتُمْ صَامِتُوْنَ ۝ ۱۹۴ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ عِبَادٌ اَمْثَالُكُمْ فَادْعُوْهُمْ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ ۱۹۵ اَلَهُمْ اَرْجُلٌ يَّمْشُوْنَ بِهَآ ۫ اَمْ لَهُمْ اَيْدٍ يَّبْطِشُوْنَ بِهَآ ۫ اَمْ لَهُمْ اَعْيُنٌ يُّبْصِرُوْنَ بِهَآ ۫ اَمْ لَهُمْ اٰذَانٌ يَّسْمَعُوْنَ بِهَا قُلِ ادْعُوْا شُرَكَآءَكُمْ ثُمَّ كِيْدُوْنِ فَلَا تُنْظِرُوْنِ ۝ ۱۹۶ اِنَّ وَلِيِّ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۫ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ ۝ ۱۹۷ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَكُمْ وَلَآ اَنْفُسَهُمْ يَنْصُرُوْنَ ۝ ۱۹۸ وَاِنْ تَدْعُوْهُمْ اِلَى الْهُدٰى لَا يَسْمَعُوْا ؕ وَتَرٰىهُمْ يَنْظُرُوْنَ اِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُوْنَ ۝

۱۰۔ جب وہ ان کو صحیح و سالم (بچہ) دیتا ہے تو اُس (بچے) میں جو وہ ان کو دیتا ہے اس کا شریک مقرر کرتے ہیں۔ جو وہ شرک کرتے ہیں (اللہ کا رتبہ) اس سے بلند ہے کیا وہ ایسوں کو شریک بناتے ہیں جو کچھ بھی پیدا نہیں کر سکتے اور خود پیدا کئے جاتے ہیں۔ اور نہ اُن کی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں۔ اگر تم ان کو سیدھے رستے کی طرف بلاؤ تو تمہارا کہنا نہ مانیں۔ تمہارے لئے برابر ہے کہ تم ان کو بلاؤ یا چپکے ہو رہو۔ (مشرکو) جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ تمہاری طرح کے بندے ہی ہیں (اچھا) تم ان کو پکارو اگر سچے ہو تو چاہیے کہ وہ تم کو جواب بھی دیں۔ بھلا ان کے پاؤں ہیں جن سے چلیں یا ہاتھ ہیں جن سے پکڑیں یا آنکھیں ہیں جن سے دیکھیں یا کان ہیں جن سے سنیں؟ کہہ دو کہ اپنے شریکوں کو بلا لو اور میرے بارے میں (جو) تدبیر (کرنی ہو) کر لو اور مجھے کچھ مہلت بھی نہ دو (پھر دیکھو کہ وہ میرا کیا کر سکتے ہیں) میرا مددگار تو اللہ ہی ہے جس نے کتاب (برحق) نازل کی۔ اور نیک لوگوں کا وہی دوستدار ہے۔ اور جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ نہ تمہاری ہی مدد کی طاقت رکھتے ہیں اور نہ خود اپنی ہی مدد کر سکتے ہیں۔ اور اگر تم ان کو سیدھے رستے کی طرف بلاؤ تو سن نہ سکیں اور تم انہیں دیکھتے ہو کہ (بہ ظاہر) آنکھیں کھولے تمہاری طرف دیکھ رہے ہیں مگر (فی الواقع) کچھ نہیں دیکھتے۔

۸۱ ۱۰ یونس ٦٦ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ ؕ وَمَا یَتَّبِعُ الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ اِنْ یَّتَّبِعُوْنَ اِلَّا الظَّنَّ وَاِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ○

۸۱۔ سُن رکھو کہ جو مخلوق آسمانوں میں ہے اور جو لوگ زمین میں ہیں سب اللہ کے (بندے اور اس کے مملوک) ہیں۔ اور یہ جو اللہ کے سوا (اپنے بنائے ہوئے) شریکوں کو پکارتے ہیں۔ وہ (کسی اور چیز کے) پیچھے نہیں چلتے۔ صرف ظن کے پیچھے چلتے ہیں اور محض اٹکلیں دوڑا رہے ہیں۔

۸۲ ۱۰ یونس ٦۸ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ الْغَنِیُّ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ اِنْ عِنْدَكُمْ مِّنْ سُلْطٰنٍۭ بِهٰذَا ؕ اَتَقُوْلُوْنَ عَلَی اللّٰهِ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

۹۲۔ (بعض لوگ) کہتے ہیں کہ اللہ نے بیٹا بنالیا ہے۔ اُس کی ذات (اولاد سے) پاک ہے (اور) وہ بے نیاز ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اُسی کا ہے (اے افترا پردازو) تمہارے پاس اس (قول باطل) کی کوئی دلیل نہیں ہے۔ تم اللہ کی نسبت ایسی بات کیوں کہتے ہو جو جانتے نہیں۔

۸۳ ۱۰ یونس ۱۰۵ وَاَنْ اَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ۚ وَلَا تَكُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○ ۱۰٦ وَلَا تَدْعُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَنْفَعُكَ وَلَا یَضُرُّكَ ۚ فَاِنْ فَعَلْتَ فَاِنَّكَ اِذًا مِّنَ الظّٰلِمِیْنَ ○

۸۳۔ اور یہ کہ (اے محمدؐ سب سے) یکسو ہو کر دین (اسلام) کی پیروی کئے جاؤ۔ اور مشرکوں میں ہرگز نہ ہونا۔ اور اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کو نہ پکارنا جو نہ تمہارا کچھ بھلا کر سکے اور نہ کچھ بگاڑ سکے۔ اگر ایسا کرو گے تو ظالموں میں ہو جاؤ گے۔

۸٤ ۱۲ یوسف ۳۹ يٰصَاحِبَیِ السِّجْنِ ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ؕ ٤٠ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِلَّاۤ اَسْمَآءً سَمَّيْتُمُوْهَاۤ اَنْتُمْ وَاٰبَآؤُكُمْ مَّاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ؕ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ اَمَرَ اَلَّا تَعْبُدُوْۤا اِلَّاۤ اِيَّاهُ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

۸۴۔ میرے جیل خانے کے رفیقو! بھلا کئی جُدا جُدا آقا اچھے یا (ایک) اللہ یکتا و غالب۔ جن چیزوں کی تم اللہ کے سوا پرستش کرتے ہو وہ صرف نام ہی نام ہیں جو تم نے اور تمہارے باپ دادا نے رکھ لئے ہیں اللہ نے اُن کی کوئی سند نازل نہیں کی۔ (سُن رکھو کہ) اللہ کے سوا کسی کی حکومت نہیں ہے۔ اس نے ارشاد فرمایا کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔ یہی سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۸۵ ۱۲ یوسف ۱۰۸ قُلْ هٰذِهٖ سَبِيْلِيْۤ اَدْعُوْۤا اِلَى اللّٰهِ ۫ عَلٰى بَصِيْرَةٍ اَنَا وَمَنِ اتَّبَعَنِيْ ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ وَمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

۸۵۔ کہہ دو میرا رستہ تو یہ ہے میں اللہ کی طرف بلاتا ہوں۔ (از روئے یقین و بُرہان) سمجھ بُوجھ کر میں بھی (لوگوں کو اللہ کی طرف بلاتا ہوں) اور میرے پیرو بھی۔ اور اللہ پاک ہے۔ اور میں شرک کرنے والوں میں سے نہیں ہوں۔

۸٦ ۱۳ الرعد ۱٤ لَهٗ دَعْوَةُ الْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَسْتَجِيْبُوْنَ لَهُمْ بِشَىْءٍ اِلَّا كَبَاسِطِ كَفَّيْهِ اِلَى الْمَآءِ لِيَبْلُغَ فَاهُ وَمَا هُوَ بِبَالِغِهٖ ؕ وَمَا دُعَآءُ الْكٰفِرِيْنَ اِلَّا فِىْ ضَلٰلٍ ۝

۸٦۔ سود مند پکارنا تو اسی کا ہے اور جن کو یہ لوگ اس کے سوا پکارتے ہیں وہ ان کی پکار کو کسی طرح قبول نہیں کرتے مگر اس شخص کی طرح جو اپنے دونوں ہاتھ پانی کی طرف پھیلا دے تاکہ (دُور ہی سے) اس کے منہ تک آ پہنچے۔ حالانکہ وہ (اس تک کبھی بھی) نہیں آسکتا اور (اسی طرح) کافروں کی پکار بیکار ہے۔

۸۷ ۱۳ الرعد ۱٦ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِى الْاَعْمٰى

وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ
خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ
الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○

۸۷۔ اُن سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کا پروردگار کون ہے؟ (تم ہی ان کی طرف سے) کہہ دو کہ اللہ۔ پھر (اُن سے) کہو کہ تم نے اللہ کو چھوڑ کر ایسے لوگوں کو کیوں کارساز بنایا ہے جو خود اپنے نفع و نقصان کا بھی کچھ اختیار نہیں رکھتے۔ (یہ بھی) پوچھو کیا اندھا اور آنکھوں والا برابر ہیں؟ یا اندھیرا یا اُجالا برابر ہو سکتا ہے؟ بھلا اِن لوگوں نے جن کو اللہ کا شریک مقرر کیا ہے۔ کیا انہوں نے اللہ کی مخلوقات پیدا کی ہے جس کے سبب اُن کو مخلوقات مشتبہ ہو گئی ہے۔ کہہ دو کہ اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہ یکتا (اور) زبردست ہے۔

۸۸ ۱۳ الرعد ۳۳ اَفَمَنْ هُوَ قَآئِمٌ عَلٰى كُلِّ نَفْسٍ ۢ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ ؕ قُلْ
سَمُّوْهُمْ ؕ اَمْ تُنَبِّئُوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ ؕ بَلْ
زُيِّنَ لِلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مَكْرُهُمْ وَ صُدُّوْا عَنِ السَّبِيْلِ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ
فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ○

۸۸۔ تو کیا جو (اللہ) ہر متنفس کے اعمال کا نگران (و نگہبان) ہے (وہ بتوں کی طرح بے علم و بے خبر ہو سکتا ہے!) اور اُن لوگوں نے اللہ کے شریک مقرر کر رکھے ہیں۔ اُن سے کہو کہ (ذرا) اُن کے نام تو لو۔ کیا تم اسے ایسی چیزیں بتاتے ہو جس کو وہ زمین میں (کہیں بھی) معلوم نہیں کرتا یا (محض) ظاہری (باطل اور جھوٹی) بات کی (تقلید کرتے ہو) اصل یہ ہے کہ کافروں کو اُن کے فریب خوبصورت معلوم ہوتے ہیں۔ اور وہ (ہدایت کے) رستے سے روک لئے گئے ہیں۔ اور جسے اللہ گمراہ کرے اُسے کوئی ہدایت کرنیوالا نہیں۔

۸۹ ۱۳ الرعد ۳۶ قُلْ اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ وَلَآ اُشْرِكَ بِهٖ ؕ اِلَيْهِ اَدْعُوْا وَ اِلَيْهِ مَاٰبِ ○

۸۹۔ کہہ دو کہ مجھ کو یہی حکم ہوا ہے کہ اللہ ہی کی عبادت کروں اور اس کے ساتھ (کسی کو) شریک نہ بناؤں میں اُسی کی طرف بلاتا ہوں اور اُسی کی طرف مجھے لوٹنا ہے۔

۹۰ ۱٤ ابراهيم ۲۸ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ بَدَّلُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ كُفْرًا وَّاَحَلُّوْا قَوْمَهُمْ
دَارَ الْبَوَارِ ○ ۲۹ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلَوْنَهَا ؕ وَ بِئْسَ الْقَرَارُ ○ ۳۰ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ
اَنْدَادًا لِّيُضِلُّوْا عَنْ سَبِيْلِهٖ ؕ قُلْ تَمَتَّعُوْا فَاِنَّ مَصِيْرَكُمْ اِلَى النَّارِ ○

۹۰۔ کیا تم نے ان لوگوں کو نہیں دیکھا جنہوں نے اللہ کے احسان کو ناشکری سے بدل دیا۔ اور اپنی قوم کو تباہی کے

گھر میں اتارا۔ (وہ گھر) دوزخ ہے (سب ناشکرے) اس میں داخل ہوں گے۔ اور وہ بُرا ٹھکانا ہے۔ اور اُن لوگوں نے اللہ کے شریک مقرر کئے کہ (لوگوں کو) اُس کے رستے سے گمراہ کریں۔ کہہ دو کہ (چند روز) فائدے اٹھالو آخر کار تم کو دوزخ کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۹۱ ۱٦ النحل ۲۷ ثُمَّ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يُخْزِيْهِمْ وَيَقُوْلُ اَيْنَ شُرَكَآءِيَ الَّذِيْنَ كُنْتُمْ تُشَآقُّوْنَ فِيْهِمْ ط

۹۱۔ پھر وہ ان کو قیامت کے دن بھی ذلیل کرے گا اور کہے گا کہ میرے وہ شریک کہاں ہیں جن کے بارے میں تم جھگڑا کرتے تھے۔

۹۲ ۱٦ - النحل ۵۱ وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ج اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ج فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝

۹۲۔ اور اللہ نے فرمایا ہے کہ دو دو معبود نہ بناؤ۔ معبود وہی ایک ہے۔ تو مجھی سے ڈرتے رہو۔

۹۳ ۱٦ النحل ۷۱ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ج فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَامَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ط اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ ۷۲ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ط اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝ ۷۳ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا يَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَيْئًا وَّلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ ۷٤ فَلَا تَضْرِبُوْا لِلّٰهِ الْاَمْثَالَ ط اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ۷۵ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ط هَلْ يَسْتَوٗنَ ط اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ط بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ۷٦ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ لا اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ط هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ لا وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ لا وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝

۹۳۔ اور اللہ نے رزق (و دولت) میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ تو جن لوگوں کو فضیلت دی ہے وہ اپنا رزق اپنے مملوکوں کو تو دے ڈالنے والے ہیں نہیں کہ سب اس میں برابر ہو جائیں۔ تو کیا یہ لوگ نعمتِ الٰہی کے منکر ہیں۔ اور اللہ ہی نے تم میں سے تمہارے لئے عورتیں پیدا کیں اور عورتوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے اور کھانے کو تمہیں پاکیزہ چیزیں دیں۔ تو کیا یہ بے اصل چیزوں پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں سے انکار کرتے ہیں۔ اور اللہ کے سوا ایسوں کو پوجتے ہیں جو اُن کو آسمانوں اور زمین میں روزی دینے کا ذرا بھی اختیار نہیں رکھتے اور نہ (کسی اور طرح کا) مقدور رکھتے ہیں۔ تو (لوگو) اللہ کے بارے میں (غلط) مثالیں نہ بناؤ۔ (صحیح مثالوں کا طریقہ) اللہ ہی جانتا ہے اور تم نہیں جانتے اللہ ایک اور مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک غلام ہے جو (بالکل) دوسرے کے اختیار میں ہے اور کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا اور ایک ایسا شخص ہے جس کو ہم نے اپنے ہاں سے (بہت سا) مال طیب عطا فرمایا ہے اور وہ اس میں سے (رات دن) پوشیدہ اور ظاہر خرچ کرتا رہتا ہے تو کیا یہ دونوں شخص برابر ہیں؟ (ہرگز نہیں) الحمد للہ لیکن اُن میں سے اکثر لوگ نہیں سمجھ رکھتے۔ اور اللہ ایک اور مثال بیان فرماتا ہے کہ دو آدمی ہیں ایک اُن میں سے گونگا (اور دوسرے کی مِلک) ہے (بے اختیار و ناتواں) کہ کسی چیز پر قدرت نہیں رکھتا۔ اور اپنے مالک کو دوبھر ہو رہا ہے وہ جہاں اُسے بھیجتا ہے (خیر سے کبھی) بھلائی نہیں لاتا۔ کیا ایسا (گونگا بہرا) اور وہ شخص جو (سنتا بولتا اور) لوگوں کو انصاف کرنے کا حکم دیتا ہے اور خود سیدھے رستے پر چل رہا ہے۔ دونوں برابر ہیں!

۹٤ ١٧ الاسراء ٢٢ لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ○ ٢٣ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ .

۹۴۔ اور اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بنانا کہ ملامتیں سُن کر اور بے کس ہو کر بیٹھے رہ جاؤ گے۔ اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

٩٥ ١٧ الاسراء ٣٩ وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِىْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ٤٠ اَفَاَصْفٰىكُمْ رَبُّكُمْ بِالْبَنِيْنَ وَاتَّخَذَ مِنَ الْمَلٰٓئِكَةِ اِنَاثًا ؕ اِنَّكُمْ لَتَقُوْلُوْنَ قَوْلًا عَظِيْمًا ○

۹۵۔ اور اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود نہ بنانا کہ (ایسا کرنے سے) ملامت زدہ اور (درگاہ اللہ سے) راندہ بنا کر جہنم میں ڈال دیے جاؤ گے۔ (مشرکو!) کیا تمہارے پروردگار نے تم کو لڑکے دیے اور خود فرشتوں کو بیٹیاں بنایا۔ کچھ شک نہیں کہ (یہ) تم بڑی (نامعقول بات) کہتے ہو۔

٩٦ ١٧ الاسراء ٤٢ قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗٓ اٰلِهَةٌ كَمَا يَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰى ذِى الْعَرْشِ سَبِيْلًا ○ ٤٣ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِيْرًا ○

۹۶۔ کہہ دو کہ اگر اللہ کے ساتھ اور معبود ہوتے جیسا کہ یہ کہتے ہیں تو وہ ضرور (اللہ) مالک عرش کی طرف (لڑنے بھڑنے کے لیے) رستہ نکالتے۔ وہ پاک ہے اور جو کچھ یہ بکواس کرتے ہیں اس سے (اس کا رتبہ) بہت عالی ہے۔

۹۷ ۱۷ الاسراء ۵٦ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ فَلَا يَمْلِكُوْنَ كَشْفَ الضُّرِّ عَنْكُمْ وَلَا تَحْوِيْلًا ۝ ۵۷ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ يَبْتَغُوْنَ اِلٰى رَبِّهِمُ الْوَسِيْلَةَ اَيُّهُمْ اَقْرَبُ وَيَرْجُوْنَ رَحْمَتَهٗ وَيَخَافُوْنَ عَذَابَهٗ ؕ اِنَّ عَذَابَ رَبِّكَ كَانَ مَحْذُوْرًا ۝

۹۷۔ کہو (کہ مشرکو) جن لوگوں کی نسبت تمہیں (معبود ہونے کا) گمان ہے اُن کو بُلا دیکھو۔ وہ تم سے تکلیف کے دور کرنے یا اس کو بدل دینے کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتے۔ یہ لوگ جن کو (اللہ کے سوا) پکارتے ہیں وہ خود اپنے پروردگار کے ہاں ذریعہ (تقرب) تلاش کرتے رہتے ہیں کہ کون اُن میں (اللہ کا) زیادہ مقرب (ہوتا) ہے اور اس کی رحمت کے امیدوار رہتے ہیں اور اس کے عذاب سے خوف رکھتے ہیں بیشک تمہارے پروردگار کا عذاب ڈرنے کی چیز ہے۔

۹۸ ۱۷ الاسراء ۱۱۱ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ۝

۹۸۔ اور کہو کہ سب تعریف اللہ ہی کو ہے جس نے نہ تو کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ اُس کی بادشاہی میں کوئی شریک ہے اور نہ اس وجہ سے کہ وہ عاجز و ناتواں ہے کوئی اس کا مددگار ہے اور اُس کو بڑا جان کر اُس کی بڑائی کرتے رہو۔

۹۹ ۱۸ الکهف ٤ وَّيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا ۙ مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ وَّلَا لِاٰبَآئِهِمْ ؕ كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ ؕ اِنْ يَّقُوْلُوْنَ اِلَّا كَذِبًا ۝

۹۹۔ اور اُن لوگوں کو بھی ڈرائے جو کہتے ہیں کہ اللہ نے (کسی کو) بیٹا بنالیا ہے۔ اُن کو اس بات کا کچھ بھی علم نہیں اور نہ اُن کے باپ دادا ہی کو تھا۔ (یہ) بڑی سخت بات ہے جو اُن کے منہ سے نکلتی ہے (اور کچھ شک نہیں کہ) یہ جو کچھ کہتے ہیں محض جھوٹ ہے۔

۱۰۰ ۱۸ الکهف ۲٦ مَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّلِیٍّ ؗ وَّلَا يُشْرِكُ فِیْ حُكْمِهٖۤ اَحَدًا ۝

۱۰۰۔ اس کے سوا اُن کا کوئی کارساز نہیں اور نہ وہ اپنے حکم میں کسی کو شریک کرتا ہے۔

۱۰۱ ۱۸ الکهف ۵۲ وَيَوْمَ يَقُوْلُ نَادُوْا شُرَكَآءِیَ الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ فَدَعَوْهُمْ فَلَمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَهُمْ وَجَعَلْنَا بَيْنَهُمْ مَّوْبِقًا ۝

۱۰۱۔ اور جس دن اللہ فرمائے گا کہ (اب) میرے شریکوں کو جن کی نسبت تم گمان (اُلوہیت) رکھتے تھے بلاؤ تو وہ اُن کو بلائیں گے مگر وہ اُن کو کچھ جواب نہ دیں گے۔ اور ہم اُن کے بیچ میں ایک ہلاکت کی جگہ بنا دیں گے۔

۱۸ ۱۰۲ الکھف ۱۱۰ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰىٓ اِلَيَّ اَنَّمَآ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّلَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖٓ اَحَدًا ۝

۱۰۲۔ کہ دو کہ میں تمہاری طرح کا ایک بشر ہوں (البتہ) میری طرف وحی آتی ہے کہ تمہارا معبود (وہی) ایک معبود ہے۔ تو جو شخص اپنے پروردگار سے ملنے کی امید رکھے چاہیے کہ عمل نیک کرے اور اپنے پروردگار کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بنائے۔

۱۹ ۱۰۳ مریم ۳۵ مَا كَانَ لِلّٰهِ اَنْ يَّتَّخِذَ مِنْ وَّلَدٍ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ

۱۰۳۔ اللہ کو سزاوار نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے۔ وہ پاک ہے۔

۱۹ ۱۰۴ مریم ۸۱ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لِّيَكُوْنُوْا لَهُمْ عِزًّا ۝ ۸۲ كَلَّا ۭ سَيَكْفُرُوْنَ بِعِبَادَتِهِمْ وَيَكُوْنُوْنَ عَلَيْهِمْ ضِدًّا ۝

۱۰۴۔ اور اُن لوگوں نے اللہ کے سوا اور معبود بنا لئے ہیں تاکہ وہ اُن کے لئے (موجب عزت و) مدد ہوں۔ ہرگز نہیں وہ (معبودان باطل) اُن کی پرستش سے انکار کریں گے اور اُن کے دشمن (و مخالف) ہوں گے۔

۱۹ ۱۰۵ مریم ۸۸ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ۝ ۸۹ لَقَدْ جِئْتُمْ شَيْـًٔا اِدًّا ۝ ۹۰ تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَتَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ۝ ۹۱ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ۝ ۹۲ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا ۝ ۹۳ اِنْ كُلُّ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِي الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ۝

۱۰۵۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ بیٹا رکھتا ہے۔ (ایسا کہنے والو یہ تو) تم بُری بات (زبان پر) لائے ہو۔ قریب ہے کہ اِس (افترا) سے آسمان پھٹ پڑیں اور زمین شق ہو جائے اور پہاڑ پارہ پارہ ہو کر گر پڑیں کہ انہوں نے اللہ کے لئے بیٹا تجویز کیا۔ اور اللہ کو شایاں نہیں کہ کسی کو بیٹا بنائے۔ تمام شخص جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اللہ کے روبرو بندے ہو کر آئیں گے۔

۲۱ ۱۰۶ الانبیآء ۲۱ اَمِ اتَّخَذُوْٓا اٰلِهَةً مِّنَ الْاَرْضِ هُمْ يُنْشِرُوْنَ ۝ ۲۲ لَوْ كَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ ۲۳ لَا يُسْـَٔلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْـَٔلُوْنَ ۝ ۲۴ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً ۭ قُلْ هَاتُوْا

بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَ ذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ ۲۵ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ○ ۲٦ وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ○ ۲۷ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَهُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ○ ۲۸ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ○ ۲۹ وَمَنْ يَّقُلْ مِنْهُمْ اِنِّيْٓ اِلٰهٌ مِّنْ دُوْنِهٖ فَذٰلِكَ نَجْزِيْهِ جَهَنَّمَ ؕ كَذٰلِكَ نَجْزِي الظّٰلِمِيْنَ ○

۱۰۶۔ بھلا لوگوں نے جو زمین کی چیزوں سے (بعض کو) معبود بنالیا ہے (تو کیا) وہ اُن کو (مرنے کے بعد) اُٹھا کھڑا کریں گے؟ اگر آسمان اور زمین میں اللہ کے سوا اور معبود ہوتے تو زمین و آسمان درہم برہم ہو جاتے۔ جو باتیں یہ لوگ بتاتے ہیں اللہ مالک عرش اُن سے پاک ہے۔ وہ جو کام کرتا ہے اُس کی پرسش نہیں ہوگی اور (جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اُس کی) اُن سے پرسش ہوگی۔ کیا لوگوں نے اللہ کو چھوڑ کر اور معبود بنا لئے ہیں۔ کہہ دو کہ (اس بات پر) اپنی دلیل پیش کرو۔ یہ (میری اور) میرے ساتھ والوں کی کتاب بھی ہے اور جو مجھ سے پہلے (پیغمبر) ہوئے ہیں اُن کی کتابیں بھی ہیں۔ بلکہ (بات یہ ہے کہ) اُن میں اکثر حق بات کو نہیں جانتے۔ اور اس لئے اس سے منہ پھیر لیتے ہیں۔ اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے اُن کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔ اور کہتے ہیں کہ اللہ بیٹا رکھتا ہے۔ وہ پاک ہے (اس کے نہ بیٹا ہے نہ بیٹی) بلکہ (جن کو یہ لوگ اس کے بیٹے اور بیٹیاں سمجھتے ہیں) وہ اس کے عزت والے بندے ہیں۔ اُس کے آگے بڑھ کر بول نہیں سکتے اور اُس کے حکم پر عمل کرتے ہیں۔ جو کچھ اُن کے آگے ہو چکا ہے۔ اور جو پیچھے ہوگا وہ سب سے واقف ہے اور وہ (اس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے مگر اس شخص کی جس سے اللہ خوش ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔ اور جو شخص اُن میں سے یہ کہے کہ اللہ کے سوا میں معبود ہوں تو اُسے ہم دوزخ کی سزا دیں گے۔ اور ظالموں کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں۔

۱۰۷ ۲۱ الانبیآء ۴۳ اَمْ لَهُمْ اٰلِهَةٌ تَمْنَعُهُمْ مِّنْ دُوْنِنَا ؕ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَ اَنْفُسِهِمْ وَلَا هُمْ مِّنَّا يُصْحَبُوْنَ ○

۱۰۷۔ کیا ہمارے سوا اُن کے اور معبود ہیں کہ اُن کو (مصائب سے) بچا سکیں۔ وہ آپ اپنی مدد تو کر ہی نہیں سکتے

اور نہ ہم سے پناہ ہی دیے جائیں گے۔

۱۰۸ ۲۱ الآنبیآء ۹۸ اِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ حَصَبُ جَهَنَّمَ ؕ اَنْتُمْ لَهَا وٰرِدُوْنَ ○ ۹۹ لَوْ كَانَ هٰؤُلَآءِ اٰلِهَةً مَّا وَرَدُوْهَا ؕ وَ كُلٌّ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○

۱۰۸۔ (کافرو اُس روز) تم اور جن کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو دوزخ کا ایندھن ہو گے اور تم سب اس میں داخل ہو کر رہو گے۔ اگر یہ لوگ (درحقیقت) معبود ہوتے تو اس میں داخل نہ ہوتے۔ اور سب اُس میں ہمیشہ (جلتے) رہیں گے۔

۱۰۹ ۲۲ الحج ۱۲ يَدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَالَا يَضُرُّهٗ وَمَا لَا يَنْفَعُهٗ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الضَّلٰلُ الْبَعِيْدُ ○ ۱۳ يَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّهٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِهٖ ؕ لَبِئْسَ الْمَوْلٰى وَلَبِئْسَ الْعَشِيْرُ ○

۱۰۹۔ یہ اللہ کے سوا ایسی چیز کو پکارتا ہے جو نہ اُسے نقصان پہنچائے اور نہ فائدہ دے سکے۔ یہی تو پرلے درجے کی گمراہی ہے۔ (بلکہ) ایسے شخص کو پکارتا ہے جس کا نقصان فائدہ سے زیادہ قریب ہے۔ ایسا دوست بھی بُرا اور ایسا ہم صحبت بھی بُرا۔

۱۱۰ ۲۲ الحج ۳۰ فَاجْتَنِبُوا الرِّجْسَ مِنَ الْاَوْثَانِ وَاجْتَنِبُوْا قَوْلَ الزُّوْرِ ○ ۳۱ حُنَفَآءَ لِلّٰهِ غَيْرَ مُشْرِكِيْنَ بِهٖ ؕ وَمَنْ يُّشْرِكْ بِاللّٰهِ فَكَاَنَّمَا خَرَّ مِنَ السَّمَآءِ فَتَخْطَفُهُ الطَّيْرُ اَوْ تَهْوِيْ بِهِ الرِّيْحُ فِيْ مَكَانٍ سَحِيْقٍ ○

۱۱۰۔ تو بتوں کی پلیدی سے بچو اور جھوٹی بات سے اجتناب کرو۔ صرف ایک اللہ کے ہو کر اور اس کے ساتھ شریک نہ ٹھہرا کر۔ اور جو شخص (کسی کو) اللہ کے ساتھ شریک مقرر کرے تو وہ گویا ایسا ہے جیسے آسمان سے گر پڑے پھر اُس کو پرندے اُچک لے جائیں یا ہوا کسی دور جگہ اُڑا کر پھینک دے۔

۱۱۱ ۲۲ الحج ۶۲ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ هُوَ الْبَاطِلُ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ○

۱۱۱۔ یہ اس لئے کہ اللہ ہی برحق ہے اور جس چیز کو (کافر) اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ باطل ہے اور اس لئے کہ اللہ رفیع الشان اور بڑا ہے۔

۱۱۲ ۲۲ الحج ۷۱ وَيَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَمْ يُنَزِّلْ بِهٖ سُلْطٰنًا وَّمَا لَيْسَ لَهُمْ بِهٖ عِلْمٌ ؕ وَمَا لِلظّٰلِمِيْنَ مِنْ نَّصِيْرٍ ○

۱۱۲۔ اور (یہ لوگ) اللہ کے سوا ایسی چیزوں کی عبادت کرتے ہیں جن کی اُس نے کوئی سند نازل نہیں فرمائی اور نہ اُن کے پاس اس کی کوئی دلیل ہے۔ اور ظالموں کا کوئی بھی مددگار نہیں ہو گا۔

۱۱۳ ۲۲ الحج ۷۳ يٰاَيُّهَا النَّاسُ ضُرِبَ مَثَلٌ فَاسْتَمِعُوْا لَهٗ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَنْ يَّخْلُقُوْا ذُبَابًا وَّلَوِ اجْتَمَعُوْا لَهٗ ؕ وَاِنْ يَّسْلُبْهُمُ الذُّبَابُ شَيْئًا لَّا يَسْتَنْقِذُوْهُ مِنْهُ ؕ ضَعُفَ الطَّالِبُ وَالْمَطْلُوْبُ ۝

۱۱۳۔ لوگو! ایک مثال بیان کی جاتی ہے اُسے غور سے سنو کہ جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ ایک مکھی بھی نہیں بنا سکتے اگرچہ اس کے لئے سب مجتمع ہو جائیں۔ اور اگر اُن سے مکھی کوئی چیز چھین لے جائے تو اُسے اُس سے چھڑا نہیں سکتے۔ طالب اور مطلوب (یعنی عابد اور معبود دونوں) گئے گزرے ہیں۔

۱۱٤ ۲۳ المؤمنون ۹۱ مَا اتَّخَذَ اللّٰهُ مِنْ وَّلَدٍ وَّمَا كَانَ مَعَهٗ مِنْ اِلٰهٍ اِذًا لَّذَهَبَ كُلُّ اِلٰهٍۢ بِمَا خَلَقَ وَ لَعَلَا بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۝ ۹۲ عٰلِمِ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ فَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

۱۱۴۔ اللہ نے نہ تو (اپنا) کسی کو بیٹا بنایا ہے اور نہ اُس کے ساتھ کوئی اور معبود ہے۔ ایسا ہوتا تو ہر معبود اپنی اپنی مخلوقات کو لے کر چل دیتا اور ایک دوسرے پر غالب آجاتا۔ یہ لوگ جو کچھ (اللہ کے بارے میں) بیان کرتے ہیں اللہ اُس سے پاک ہے وہ پوشیدہ اور ظاہر کو جانتا ہے اور (مشرک) جو اُس کے ساتھ شریک کرتے ہیں اُس کی شان اُس سے اونچی ہے۔

۱۱۵ ۲۳ المؤمنون ۱۱۷ وَمَنْ يَّدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۙ لَا بُرْهَانَ لَهٗ بِهٖ ۙ فَاِنَّمَا حِسَابُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ؕ اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْكٰفِرُوْنَ ۝

۱۱۵۔ اور جو شخص اللہ کے ساتھ کسی اور معبود کو پکارتا ہے جس کی اُس کے پاس کچھ سند نہیں، تو اس کا حساب اللہ ہی کے ہاں ہو گا، کچھ شک نہیں کہ کافر رستگاری نہیں پائیں گے۔

۱۱٦ ۲۵ الفرقان ۲ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِي الْمُلْكِ وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ۝ ۳ وَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً لَّا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ وَلَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا وَّلَا يَمْلِكُوْنَ مَوْتًا وَّلَا حَيٰوةً وَّلَا نُشُوْرًا ۝

۱۱٦۔ وہی کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اس کی ہے اور جس نے (کسی کو) بیٹا نہیں بنایا جس کا بادشاہی میں کوئی

شریک نہیں اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا۔ پھر اس کا ایک اندازہ ٹھہرایا اور (لوگوں نے) اس کے سوا اور معبود بنا لئے ہیں۔ جو کوئی چیز بھی پیدا نہیں کر سکتے اور خود پیدا کئے گئے ہیں اور نہ اپنے نقصان اور نفع کا کچھ اختیار رکھتے ہیں اور نہ مرنا ان کے اختیار میں ہے اور نہ جینا اور نہ مر کر اٹھ کھڑے ہونا۔

۱۱۷ ۲۵ الفرقان ۵۵ ویعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مالا ینْفعُھُمْ وَلاَ یضُرُّھُمْ ط وَکَانَ الْکَافِرُ عَلٰی رَبّہٖ ظَھِیْرًا ○

۱۱۰۔ اور یہ لوگ اللہ کو چھوڑ کر ایسی چیز کی پرستش کرتے ہیں کہ جو نہ اُن کو فائدہ پہنچا سکے اور نہ ضرر۔ اور کافر اپنے پروردگار کی مخالفت میں بڑا زور مارتا ہے۔

۱۱۸ ۲۶ الشعراء ۲۱۳ فلا تدْعُ مع اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخرَ فتکُوْنَ مِنَ الْمُعذَّبِیْنَ ○

۱۱۱۔ تو اللہ کے سوا کسی اور معبود کو مت پکارنا۔ ورنہ تو ان لوگوں میں سے ہو جاتے کا جنہیں عذاب دیا گیا ہے۔

۱۱۹ ۲۸ القصص ۸۷ وَادْعُ اِلٰی رَبِّکَ وَلاَ تکُوْنَنَّ مِنَ الْمُشْرِکِیْنَ ○ ۸۸ وَلاَ تَدْعُ مَعَ اللّٰہِ اِلٰھًا اٰخر ۘ لآ اِلٰہ اِلاَّ ھُوَ قف کُلُّ شیْءٍ ھَالِكٌ اِلاَّ وَجْھَهٗ ط لَهُ الْحُکْمُ وَاِلَیْہِ تُرْجعُوْنَ ○

۱۱۹۔ اور اپنے پروردگار کو پکارتے رہو اور مشرکوں میں ہرگز نہ ہو جیو۔ اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود (سمجھ کر) نہ پکارنا۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اُس کی ذات (پاک) کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اُسی کا حکم ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔

۱۲۰ ۲۹ العنکبوت ۸ وَوَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوالِدَیْہِ حُسْنًا ط وَاِنْ جٰھدٰكَ لِتُشْرِكَ بِیْ مَالَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ فَلاَ تُطِعْھُمَا ط

۱۲۰۔ اور ہم نے انسانوں کو اپنے ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کا حکم دیا ہے۔ (اے مخاطب) اگر تیرے ماں باپ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی کو شریک بنائے جس کی حقیقت سے تجھے واقفیت نہیں تو اُن کا کہنا نہ مانیو۔

۱۲۱ ۲۹ العنکبوت ۱۷ اِنَّمَا تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَوْثَانًا وَّ تَخْلُقُوْنَ اِفْکًا ط اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ لاَیَمْلِکُوْنَ لَکُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰہِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْہُ وَاشْکُرُوْا لَهٗ ط اِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ ○

۱۲۱۔ تم تو اللہ کو چھوڑ کر بتوں کو پوجتے اور طوفان باندھتے ہو۔ تو جن لوگوں کو تم اللہ کے سوا پوجتے ہو وہ تم کو رزق

دینے کا اختیار نہیں رکھتے پس اللہ ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو اور اُسی کی عبادت کرو اور اُسی کا شکر کرو۔ اُسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔

۱۲۲ ۲۹ العنکبوت ۴۱ مَثَلُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَوْلِيَآءَ كَمَثَلِ الْعَنْكَبُوْتِ ۚ اِتَّخَذَتْ بَيْتًا ۖ وَاِنَّ اَوْهَنَ الْبُيُوْتِ لَبَيْتُ الْعَنْكَبُوْتِ ۘ لَوْ كَانُوْا يَعْلَمُوْنَ ۝

۱۲۲۔ جن لوگوں نے اللہ کے سوا (اَوروں کو) کارساز بنا رکھا ہے اُن کی مثال مکڑی کی سی ہے کہ وہ بھی ایک (طرح کا) گھر بناتی ہے۔ اور کچھ شک نہیں کہ تمام گھروں سے کمزور مکڑی کا گھر ہے۔ کاش یہ (اس بات کو) جانتے۔

۱۲۳ ۳۰ الروم ۲۸ ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ۖ هَلْ لَّكُمْ مِّنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْ مَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ تَخَافُوْنَهُمْ كَخِيْفَتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ ۚ كَذٰلِكَ نُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

۱۲۳۔ وہ تمہارے لئے تمہارے ہی حال کی ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ بھلا جن (لونڈی غلاموں) کے تم مالک ہو وہ اُس (مال) میں جو ہم نے تم کو عطا فرمایا ہے تمہارے شریک ہیں؟ اور (کیا) تم اِس میں (اُن کو اپنے) برابر (مالک سمجھتے) ہو (اور کیا) تم اُن سے اس طرح ڈرتے ہو جس طرح اپنوں سے ڈرتے ہو؟ اسی طرح ہم عقل والوں کے لئے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کرتے ہیں۔

۱۲۴ ۳۰ الروم ۳۱ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ ۳۲ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ۖ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝

۱۲۴۔ اور مشرکوں میں نہ ہونا۔ (اور نہ) اُن لوگوں میں (ہونا) جنہوں نے اپنے دین کو ٹکڑے ٹکڑے کر دیا اور (خود) فرقے فرقے ہو گئے۔ سب فرقے اُسی سے خوش ہیں جو اُن کے پاس ہے۔

۱۲۵ ۳۰ الروم ۴۰ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ ثُمَّ رَزَقَكُمْ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ۖ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّفْعَلُ مِنْ ذٰلِكُمْ مِّنْ شَيْءٍ ۖ سُبْحٰنَهٗ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

۱۲۵۔ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا۔ پھر تم کو رزق دیا پھر تمہیں مارے گا پھر زندہ کرے گا۔ بھلا تمہارے (بنائے ہوئے) شریکوں میں بھی کوئی ایسا ہے جو ان کاموں میں سے کچھ کر سکے۔ وہ پاک ہے اور (اُس کی شان) ان کے شرک سے بلند ہے۔

۱۲۶ ۳۱ لقمان ۱۱ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖ ۖ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ۝

۱۲٦۔ یہ تو اللہ کی پیدائش ہے تو مجھے دکھاؤ کہ اللہ کے سوا جو لوگ ہیں اُنہوں نے کیا پیدا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ظالم صریح گمراہی میں ہیں۔

۱۲۷ ۳۱ لقمان ۱۳ وَاِذْ قَالَ لُقْمٰنُ لِابْنِهٖ وَهُوَ يَعِظُهٗ يٰبُنَىَّ لَاتُشْرِكْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّ الشِّرْكَ لَظُلْمٌ عَظِيْمٌ ○

۱۲۷۔ اور (اُس وقت کو یاد کرو) جب لقمان نے اپنے بیٹے کو نصیحت کرتے ہوئے کہا کہ بیٹا اللہ کے ساتھ شرک نہ کرنا۔ شرک تو بڑا (بھاری) ظلم ہے۔

۱۲۸ ۳۱ لقمان ۱۵ وَاِنْ جَاهَدٰكَ عَلٰٓى اَنْ تُشْرِكَ بِىْ مَالَيْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ ۙ فَلَاتُطِعْهُمَا

۱۲۸۔ اور اگر وہ تیرے درپے ہوں کہ تو میرے ساتھ کسی ایسی چیز کو شریک کرے جس کا تجھے کچھ بھی علم نہیں تو اُن کا کہنا نہ ماننا۔

۱۲۹ ۳۱ لقمان ۳۰ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَايَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِىُّ الْكَبِيْرُ ○

۱۲۹۔ یہ اس لئے کہ اللہ کی ذات برحق ہے۔ اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ لغو ہیں۔ اور یہ کہ اللہ ہی عالی رُتبہ اور گرامی قدر ہے۔

۱۳۰ ۳٤ سبأ ۲۲ قُلِ ادْعُوا الَّذِيْنَ زَعَمْتُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ وَمَالَهُمْ فِيْهِمَا مِنْ شِرْكٍ وَّمَالَهٗ مِنْهُمْ مِّنْ ظَهِيْرٍ ○

۱۳۰۔ کہہ دو کہ جن کو تم اللہ کے سوا (معبود) خیال کرتے ہو اُن کو بلاؤ۔ وہ آسمانوں اور زمین میں ذرہ بھر چیز کے بھی مالک نہیں ہیں اور نہ اُن میں اُن کی شرکت ہے اور نہ اُن میں سے کوئی اللہ کا مددگار ہے۔

۱۳۱ ۳٤ سبأ ۲۷ قُلْ اَرُوْنِىَ الَّذِيْنَ اَلْحَقْتُمْ بِهٖ شُرَكَآءَ كَلَّا ؕ بَلْ هُوَ اللّٰهُ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

۱۳۱۔ کہو کہ مجھے وہ لوگ تو دکھاؤ جن کو تم نے شریکِ (اللہ) بنا کر اس کے ساتھ ملا رکھا ہے۔ کوئی نہیں بلکہ وہی (اکیلا) اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

۱۳۲ ۳۵ فاطر ۱۳ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَايَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ ○ ۱٤ اِنْ تَدْعُوْهُمْ لَايَسْمَعُوْا دُعَآءَكُمْ ۚ وَلَوْ سَمِعُوْا مَا

اسْتَجَابُوْا لَكُمْ ۚ وَ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ يَكْفُرُوْنَ بِشِرْكِكُمْ ۚ وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍ ○

۱۳۲۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے اُسی کی بادشاہی ہے۔ اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی تو (کسی چیز کے) مالک نہیں۔ اگر تم اُن کو پکارو تو وہ تمہاری پکار نہ سنیں۔ اور اگر سُن بھی لیں تو تمہاری بات کو قبول نہ کر سکیں۔ اور قیامت کے دن تمہارے شرک سے انکار کر دیں گے۔ اور (اللہ) باخبر کی طرح تم کو کوئی خبر نہیں دے گا۔

۱۳۳ ۳۵ فاطر ۴۰ قُلْ اَرَءَيْتُمْ شُرَكَآءَكُمُ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ ۚ اَرُوْنِيْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِي السَّمٰوٰتِ ۚ اَمْ اٰتَيْنٰهُمْ كِتٰبًا فَهُمْ عَلٰى بَيِّنَتٍ مِّنْهُ ۚ بَلْ اِنْ يَّعِدُ الظّٰلِمُوْنَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا اِلَّا غُرُوْرًا ○

۱۳۳۔ بھلا تم نے اپنے شریکوں کو دیکھا جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو۔ مجھے دکھاؤ کہ انہوں نے زمین سے کونسی چیز پیدا کی ہے یا (بتاؤ کہ) آسمانوں میں اُن کی شرکت ہے۔ یا ہم نے اُن کو کتاب دی ہے تو وہ اس کی سند رکھتے ہیں۔ (ان میں سے کوئی بات بھی نہیں) بلکہ ظالم جو ایک دوسرے کو وعدہ دیتے ہیں محض فریب ہے۔

۱۳۴ ۳۶ یٰسٓ ۲۲ وَمَالِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ ۲۳ ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖٓ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّا تُغْنِ عَنِّيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ○ ۲۴ اِنِّيْٓ اِذًا لَّفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○

۱۳۴۔ اور مجھے کیا ہے کہ میں اُس کی پرستش نہ کروں جس نے مجھے پیدا کیا اور اُسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔ کیا میں ان کو چھوڑ کر اوروں کو معبود بناؤں اگر اللہ میرے حق میں نقصان کرنا چاہے تو اُن کی سفارش مجھے کچھ بھی فائدہ نہ دے سکے اور نہ وہ مجھ کو چھڑا ہی سکیں۔ تب تو میں صریح گمراہی میں مبتلا ہو گیا۔

۱۳۵ ۳۶ یٰسٓ ۷۴ وَاتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اٰلِهَةً لَّعَلَّهُمْ يُنْصَرُوْنَ ○ ۷۵ لَا يَسْتَطِيْعُوْنَ نَصْرَهُمْ ۙ وَهُمْ لَهُمْ جُنْدٌ مُّحْضَرُوْنَ ○

۱۳۵۔ اور انہوں نے اللہ کے سوا (اور) معبود بنالئے ہیں کہ شاید (اُن سے) ان کو مدد پہنچے۔ (مگر) وہ ان کی مدد کی (ہرگز) طاقت نہیں رکھتے اور وہ اُن کی فوج ہو کر حاضر کئے جائیں گے۔

۱۳۶ ۳۷ الصّٰفّٰت ۱۵۱ اَلَآ اِنَّهُمْ مِّنْ اِفْكِهِمْ لَيَقُوْلُوْنَ ○ ۱۵۲ وَلَدَ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ○

۱۳۶۔ دیکھو یہ اپنی جھوٹ بنائی ہوئی (بات) کہتے ہیں۔ کہ اللہ کے اولاد ہے کچھ شک نہیں کہ یہ جھوٹے ہیں۔

۱۳۷ ۳۷ الصّٰفّٰت ۱۵۸ وَجَعَلُوْا بَيْنَهٗ وَبَيْنَ الْجِنَّةِ نَسَبًا ۭ وَلَقَدْ عَلِمَتِ الْجِنَّةُ اِنَّهُمْ لَمُحْضَرُوْنَ O
۱۵۹ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يَصِفُوْنَ .

۱۳۷۔ اور انہوں نے اللہ میں اور جنوں میں رشتہ مقرر کیا حالانکہ جنات جانتے ہیں کہ وہ (اللہ کے سامنے) حاضر کئے جائیں گے۔ یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں اللہ اُس سے پاک ہے۔

۱۳۸ ۳۷ الصّٰفّٰت ۱۶۱ فَاِنَّكُمْ وَمَا تَعْبُدُوْنَ ۙ ۱۶۲ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ بِفٰتِنِيْنَ O ۱۶۳ اِلَّا مَنْ هُوَ
صَالِ الْجَحِيْمِ O

۱۳۸۔ سو تم اور جن کو تم پوجتے ہو۔ اللہ کے خلاف بہکا نہیں سکتے۔ مگر اُس کو جو جہنم میں جانے والا ہے۔

۱۳۹ ۳۹ الزمر ۳ اَلَا لِلّٰهِ الدِّيْنُ الْخَالِصُ ۭ وَالَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَاۗءَ ۘ مَا نَعْبُدُهُمْ
اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى ۭ اِنَّ اللّٰهَ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ فِيْ مَا هُمْ فِيْهِ
يَخْتَلِفُوْنَ ۥ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِيْ مَنْ هُوَ كٰذِبٌ كَفَّارٌ O ۴ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ
يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ۭ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ
الْقَهَّارُ O

۱۳۹۔ دیکھو خالص عبادت اللہ ہی کے لئے (زیبا ہے) اور جن لوگوں نے اس کے سوا اور دوست بنائے ہیں۔ (وہ کہتے ہیں کہ) ہم اُن کو اس لئے پوجتے ہیں کہ ہم کو اللہ کا مقرب بنا دیں۔ تو جن باتوں میں یہ اختلاف کرتے ہیں اللہ اُن میں اُن کا فیصلہ کر دے گا۔ بے شک اللہ اُس شخص کو جو جھوٹا ناشکرا ہے ہدایت نہیں دیتا۔ اگر اللہ کسی کو اپنا بیٹا بنانا چاہتا تو اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا انتخاب کر لیتا۔ وہ پاک ہے وہی تو اللہ یکتا (اور) غالب ہے۔

۱۴۰ ۳۹ الزمر ۸ وَجَعَلَ لِلّٰهِ اَنْدَادًا لِّيُضِلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ قُلْ تَمَتَّعْ بِكُفْرِكَ قَلِيْلًا ڰ اِنَّكَ مِنْ
اَصْحٰبِ النَّارِ O

۱۴۰۔ اور اللہ کا شریک بنانے لگتا ہے۔ تاکہ (لوگوں کو) اُس کے رستے سے گمراہ کرے۔ کہہ دو کہ (اے کافر نعمت) اپنی ناشکری سے تھوڑا سا فائدہ اٹھا لے۔ پھر تو تو دوزخیوں میں ہو گا۔

۱۴۱ ۳۹ الزمر ۱۷ وَالَّذِيْنَ اجْتَنَبُوا الطَّاغُوْتَ اَنْ يَّعْبُدُوْهَا وَاَنَابُوْٓا اِلَى اللّٰهِ لَهُمُ الْبُشْرٰى ۚ
فَبَشِّرْ عِبَادِ .

۱۴۱۔ اور جنہوں نے اس سے اجتناب کیا کہ بتوں کو پوجیں اور اللہ کی طرف رجوع کیا تو ان کے لئے بشارت ہے تو میرے بندوں کو بشارت سنا دو۔

۱۴۲ ۳۹ الزمر ۲۹ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ؕ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۚ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

۱۴۲۔ اللہ ایک مثال بیان فرماتا ہے کہ ایک شخص ہے جس میں کئی (آدمی) شریک ہیں (مختلف المزاج اور) بد خُو اور ایک آدمی خاص ایک شخص کا (غلام) ہے بھلا دونوں کی حالت برابر ہے۔ (نہیں) الحمد للہ۔ بلکہ اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۱۴۳ ۳۹ الزمر ۳۸ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۔

۱۴۳۔ اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا تو کہہ دیں کہ اللہ نے۔ کہو کہ بھلا دیکھو تو جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اگر اللہ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانی چاہے تو کیا وہ اس تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اگر مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟

۱۴۴ ۳۹ الزمر ۴۳ اَمِ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ شُفَعَآءَ ؕ قُلْ اَوَلَوْ كَانُوْا لَا يَمْلِكُوْنَ شَيْئًا وَّلَا يَعْقِلُوْنَ ○

۱۴۴۔ کیا انہوں نے اللہ کے سوا اور سفارشی بنا لئے ہیں۔ کہو کہ خواہ وہ کسی چیز کا بھی اختیار نہ رکھتے ہوں اور نہ (کچھ) سمجھتے ہوں۔

۱۴۵ ۳۹ الزمر ۶۴ قُلْ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَاْمُرُوْٓنِّيْٓ اَعْبُدُ اَيُّهَا الْجٰهِلُوْنَ ○ ۶۵ وَلَقَدْ اُوْحِيَ اِلَيْكَ وَاِلَى الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ لَئِنْ اَشْرَكْتَ لَيَحْبَطَنَّ عَمَلُكَ وَلَتَكُوْنَنَّ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○

۱۴۵۔ کہہ دو کہ اے نادانو! تم مجھ سے یہ کہتے ہو کہ میں غیر اللہ کی پرستش کرنے لگوں۔ اور (اے محمدؐ) تمہاری طرف اور ان (پیغمبروں) کی طرف جو تم سے پہلے ہو چکے ہیں۔یہی وحی بھیجی گئی ہے کہ اگر تم نے شرک کیا تو تمہارے عمل برباد ہو جائیں گے اور تم زیاں کاروں میں ہو جاؤ گے۔

۱۴۶ ۴۰ المؤمن ۲۰ وَاللّٰهُ يَقْضِيْ بِالْحَقِّ ؕ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا يَقْضُوْنَ بِشَيْءٍ ؕ

۱۴۶۔ اور اللہ سچائی کے ساتھ حکم فرماتا ہے اور جن کو یہ لوگ پکارتے ہیں وہ کچھ بھی حکم نہیں دے سکتے۔

۱۴۷ ۴۰ المؤمن ۶۶ قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ ز وَ اُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○

۱۴۷۔ (اے محمدؐ ان سے) کہہ دو کہ مجھے اس بات کی ممانعت کی گئی ہے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اُن کی پرستش کروں (اور میں اُن کی کیونکر پرستش کروں) جبکہ میرے پاس پروردگار (کی طرف) سے کھلی دلیلیں آچکی ہیں اور مجھ کو حکم یہ ہوا ہے کہ پروردگارِ عالم ہی کا تابع فرمان ہوں۔

۱۴۸ ۴۳ الزخرف ۴۵ وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ ○

۱۴۸۔ اور (اے محمدؐ) جو اپنے پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے ہیں ان سے دریافت کر لو کیا ہم نے (اللہ) رحمٰن کے سوا اور معبود بنائے تھے کہ اُن کی عبادت کی جائے۔

۱۴۹ ۴۳ الزخرف ۸۱ قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ ق فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِیْنَ ○ ۸۲ سُبْحٰنَ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ○

۱۴۹۔ کہہ دو کہ اگر اللہ کے اولاد ہو تو میں (سب سے) پہلے (اُس کی) عبادت کرنے والا ہوں۔ یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں آسمانوں اور زمین کا مالک (اور) عرش کا مالک اس سے پاک ہے۔

۱۵۰ ۴۶ الاحقاف ۴ قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَهُمْ شِرْكٌ فِی السَّمٰوٰتِ ط اِیْتُوْنِیْ بِكِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ هٰذَآ اَوْ اَثٰرَةٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ ○ ۵ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَهٗۤ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ وَهُمْ عَنْ دُعَآئِهِمْ غٰفِلُوْنَ ○ ۶ وَاِذَا حُشِرَ النَّاسُ كَانُوْا لَهُمْ اَعْدَآءً وَّ كَانُوْا بِعِبَادَتِهِمْ كٰفِرِیْنَ ○

۱۵۰۔ کہو کہ بھلا تم نے اُن چیزوں کو دیکھا ہے۔ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو (ذرا) مجھے بھی تو دکھاؤ کہ انہوں نے زمین میں کون سی چیز پیدا کی ہے یا آسمانوں میں اُن کی شرکت ہے۔ اگر سچے ہو تو اس سے پہلے کی کوئی کتاب میرے پاس لاؤ یا علم (انبیاء میں) سے کچھ (منقول) چلا آتا ہو (تو اُسے پیش کرو)۔ اور اُس شخص سے بڑھ کر کون گمراہ ہو سکتا ہے جو ایسے کو پکارے جو قیامت تک اُسے جواب نہ دے سکے۔ اور اُن کو اُن کے پکارنے ہی کی خبر نہ ہو۔ اور جب لوگ جمع کئے جائیں گے تو وہ اُن کے دشمن ہوں گے اور اُن کی پرستش سے انکار کریں گے۔

۱۵۱ ٤٦ الاحقاف ۲۷ وَلَقَدْ اَهْلَكْنَا مَاحَوْلَكُمْ مِّنَ الْقُرٰى وَصَرَّفْنَا الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ۝ ۲۸ فَلَوْلَا نَصَرَهُمُ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ قُرْبَانًا اٰلِهَةً بَلْ ضَلُّوْا عَنْهُمْ ۚ وَذٰلِكَ اِفْكُهُمْ وَمَا كَانُوْا يَفْتَرُوْنَ ۝

۱۵۱۔ اور تمہارے اردگرد کی بستیوں کو ہم نے ہلاک کر دیا۔ اور بار بار (اپنی) نشانیاں ظاہر کر دیں تاکہ وہ رجوع کریں۔ تو جن کو اُن لوگوں نے تقرب (اللہ) کے سوا معبود بنایا تھا اُنہوں نے اُن کی کیوں مدد نہ کی۔ بلکہ وہ اُن (کے سامنے) سے گُم ہو گئے۔ اور یہ اُن کا جھوٹ تھا اور یہی وہ افترا کیا کرتے تھے۔

۱۵۲ ۵۱ الذّٰرِيٰت ۵۱ وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ۭ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ۝

۱۵۲۔ اور اللہ کے ساتھ کسی اور کو معبود نہ بناؤ میں اُس کی طرف سے تم کو صریح راستہ بتانے والا ہوں۔

۱۵۳ ۵۲ الطور ٤۳ اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

۱۵۳۔ کیا اللہ کے سوا اُن کا کوئی اور معبود ہے۔ اللہ اُن کے شریک بنانے سے پاک ہے۔

۱۵٤ ٦٠ الممتحنة ۱۲ يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰٓى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔

۱۵٤۔ اے پیغمبرؐ! جب تمہارے پاس مومن عورتیں اس بات پر بیعت کرنے کو آئیں کہ اللہ کے ساتھ نہ تو شرک کریں گی، نہ چوری کریں گی، نہ بدکاری کریں گی، نہ اپنی اولاد کو قتل کریں گی، نہ اپنے ہاتھ پاؤں میں کوئی بہتان باندھ لائیں گی اور نہ نیک کاموں میں تمہاری نافرمانی کریں گی تو اُن سے بیعت لے لو اور اُن کے لئے اللہ سے بخشش مانگو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۱۵۵ ۷۲ الجن ۱ قُلْ اُوْحِيَ اِلَيَّ اَنَّهُ اسْتَمَعَ نَفَرٌ مِّنَ الْجِنِّ فَقَالُوْٓا اِنَّا سَمِعْنَا قُرْاٰنًا عَجَبًا ۝ ۲ يَّهْدِيْٓ اِلَى الرُّشْدِ فَاٰمَنَّا بِهٖ ۭ وَلَنْ نُّشْرِكَ بِرَبِّنَآ اَحَدًا ۝ ۳ وَّاَنَّهٗ تَعٰلٰى جَدُّ رَبِّنَا مَا اتَّخَذَ صَاحِبَةً وَّلَا وَلَدًا ۔

۱۵۵۔ (اے پیغمبرؐ لوگوں سے) کہہ دو کہ میرے پاس وحی آئی ہے کہ جنّوں کی ایک جماعت نے (اس کتاب کو) سُنا تو کہنے لگے کہ ہم نے ایک عجیب قرآن سنا۔ جو بھلائی کا رستہ بتاتا ہے سو ہم اس پر ایمان لے آئے۔ اور ہم اپنے پروردگار کے ساتھ کسی کو شریک نہیں بنائیں گے۔ اور یہ کہ ہمارے پروردگار کی عظمت (شان) بہت بڑی ہے وہ نہ بیوی رکھتا ہے نہ اولاد۔

۱۵۶ ۷۲ الجن ۱۸ وَّاَنَّ الْمَسٰجِدَ لِلّٰهِ فَلَا تَدْعُوْا مَعَ اللّٰهِ اَحَدًا ○

۱۵۶۔ اور یہ کہ مسجدیں (خاص) اللہ کی ہیں تو اللہ کے ساتھ کسی اور کی عبادت نہ کرو۔

۱۵۷ ۷۲ الجن ۲۰ قُلْ اِنَّمَآ اَدْعُوْا رَبِّیْ وَلَآ اُشْرِكُ بِهٖٓ اَحَدًا ○

۱۵۷۔ کہہ دو کہ میں تو اپنے پروردگار ہی کی عبادت کرتا ہوں اور کسی کو اُس کا شریک نہیں بناتا۔

۱۵۸ ۱۱۲ الاخلاص ۳ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ ۵ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

۱۵۸۔ نہ کسی کا باپ ہے۔ اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

ظلم اور بساط سے زیادہ تکلیف دینے سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ

۱۵۹ ۲ البقرة ۲۷۲ وَمَا تُنْفِقُوْا مِنْ خَیْرٍ یُّوَفَّ اِلَیْكُمْ وَاَنْتُمْ لَا تُظْلَمُوْنَ ○ ۸ الانفال ٦

۱۵۹۔ اور جو مال تم خرچ کرو گے وہ تمہیں پورا پورا دے دیا جائے گا اور تمہارا کچھ نقصان نہیں کیا جائے گا۔

۱۶۰ ۲ البقرة ۲۸۱ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ○ ۳ آل عمران ۱۶۱

۱۶۰۔ اور ہر شخص اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور کسی کا کچھ نقصان نہ ہو گا۔

۱۶۱ ۲ البقرة ۲۸٦ لَا یُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ؕ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَیْهَا مَا اكْتَسَبَتْ

۱۶۱۔ اللہ کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتا (اچھے کام) کرے گا تو اس کو ان کا فائدہ ملے گا (برے کرے) گا تو اُسے ان کا نقصان پہنچے گا۔

۱۶۲ ۳ آل عمران ۲۵ وَوُفِّیَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ○

۱۶۲۔ اور ہر نفس اپنے اعمال کا پورا پورا بدلہ پائے گا اور ان پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۱۶۳ ۳ آل عمران ۱۰۸ وَمَا اللّٰهُ یُرِیْدُ ظُلْمًا لِّلْعٰلَمِیْنَ ○

۱۶۳۔ اور اللہ اہل عالم پر ظلم نہیں کرنا چاہتا۔

۱٦٤ ۳ آل عمران ۱۱۷ وَمَا ظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ اَنْفُسَهُمْ یَظْلِمُوْنَ ○

۱۶۴۔ اور اللہ نے ان پر کچھ ظلم نہیں کیا بلکہ یہ خود اپنے اوپر ظلم کر رہے ہیں۔

۱۶۵ ۳ آل عمران ۱۶۱ ثُمَّ تُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ ○

۱۶۵۔ پھر ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا اور بے انصافی نہیں کی جائیگی۔

۱۶۶ ۳ آل عمران ۱۸۱ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ اَیْدِیْكُمْ وَاَنَّ اللّٰهَ لَیْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِیْدِ ○

۱۶۶۔ یہ ان کاموں کی سزا ہے جو تمہارے ہاتھ آگے بھیجتے رہے ہیں اور اللہ تو بندوں پر مطلق ظلم نہیں کرتا۔

۱۶۷ ٤ النسآء ٤٠ اِنَّ اللّٰهَ لَايَظْلِمُ مِثْقَالَ ذَرَّةٍ ۚ

۱۶۷۔ اللہ کسی کی ذرا بھی حق تلفی نہیں کرتا۔

۱٦٨ ٤ النسآء ٤٩ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ۔

۱۶۸۔ اور اُن پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں ہوگا۔

۱٦٩ ٤ النسآء ۱۲٤ وَلَا يُظْلَمُوْنَ نَقِيْرًا ۔

۱۶۹۔ اور اُن کی تِل برابر بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔

۱۷۰ ٦ الانعام ۱۳۲ ذٰلِكَ اَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّ اَهْلُهَا غٰفِلُوْنَ ○

۱۷۰۔ (اے محمدؐ!) یہ (جو پیغمبر آتے رہے اور کتابیں نازل ہوتی رہیں تو) اس لئے کہ تمہارا پروردگار ایسا نہیں کہ بستیوں کو ظلم سے ہلاک کر دے اور وہاں کے رہنے والوں کو (کچھ بھی) خبر نہ ہو۔

۱۷۱ ٦ الانعام ۱۵۲ وَاَوْفُوا الْكَيْلَ وَالْمِيْزَانَ بِالْقِسْطِ ۚ لَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا ۚ

۱۷۱۔ اور ماپ اور تول انصاف کے ساتھ پوری پوری کیا کرو ہم کسی کو تکلیف نہیں دیتے مگر اس کی طاقت کے مطابق

۱۷۲ ٦ الانعام ۱٦٠ وَمَنْ جَآءَ بِالسَّيِّئَةِ فَلَا يُجْزٰى اِلَّا مِثْلَهَا وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

۱۷۲۔ اور جو برائی لائے گا اس کو سزا ویسی ہی ملے گی اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۱۷۳ ۹ التوبة ۷۱ فَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيَظْلِمَهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ

۲۹ العنکبوت ٤٠ ، ۳٠ الروم ۹

۱۷۳۔ اور اللہ تو ایسا نہ تھا کہ ان پر ظلم کرتا لیکن وہی اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔

۱۷٤ ۱٠ یونس ٤٤ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَظْلِمُ النَّاسَ شَيْـًٔا وَّلٰكِنَّ النَّاسَ اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ ○

۱۷۴۔ اللہ تو لوگوں پر کچھ ظلم نہیں کرتا لیکن لوگ ہی اپنے آپ پر ظلم کرتے ہیں۔

۱۷۵ ۱٠ یونس ٤۷ فَاِذَا جَآءَ رَسُوْلُهُمْ قُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

۱۷۵۔ جب اُن کا پیغمبر آتا ہے تو اُن میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جاتا ہے اور اُن پر کچھ ظلم نہیں کیا جاتا۔

۱۷٦ ۱٠ یونس ٥٤ وَاَسَرُّوا النَّدَامَةَ لَمَّا رَاَوُا الْعَذَابَ وَ قُضِىَ بَيْنَهُمْ بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

۱۷۶۔ اور جب وہ عذاب کو دیکھیں گے تو (پچھتائیں گے اور) ندامت کو چھپائیں گے اور اُن میں انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دیا جائے گا اور (کسی طرح کا) اُن پر ظلم نہیں ہو گا۔

۱۷۷ ۱۱ هود ۱۰۱ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ ظَلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ .

۱۷۷۔ اور ہم نے اُن لوگوں پر ظلم نہیں کیا بلکہ انہوں نے خود اپنے اوپر ظلم کیا۔

۱۷۸ ۱۱ هود ۱۱۷ وَمَا كَانَ رَبُّكَ لِيُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّاَهْلُهَا مُصْلِحُوْنَ ○

۱۷۸۔ اور تمہارا پروردگار ایسا نہیں ہے کہ بستیوں کو جبکہ وہاں کے باشندے نیکو کار ہوں ازراہِ ظلم تباہ کر دے۔

۱۷۹ ۱۶ النحل ۳۳ وَمَاظَلَمَهُمُ اللّٰهُ وَلٰكِنْ كَانُوْٓا اَنْفُسَهُمْ يَظْلِمُوْنَ .

۱۷۹۔ اور اللہ نے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہ خود اپنے آپ پر ظلم کرتے تھے۔

۱۸۰ ۱۶ النحل ۱۱۱ يَوْمَ تَاْتِىْ كُلُّ نَفْسٍ تُجَادِلُ عَنْ نَّفْسِهَا وَتُوَفّٰى كُلُّ نَفْسٍ مَّاعَمِلَتْ وَهُمْ لَايُظْلَمُوْنَ ○

۱۸۰/ النحل۔ جس دن ہر متنفس اپنی طرف سے جھگڑا کرنے آئے گا اور ہر شخص کو اس کے اعمال کا پورا پورا بدلہ دیا جائے گا۔ اور کسی کا نقصان نہیں کیا جائے گا۔

۱۸۱ ۱۸ الكهف ۴۹ وَوَجَدُوْا مَاعَمِلُوْا حَاضِرًا ؕ وَلَا يَظْلِمُ رَبُّكَ اَحَدًا ○

۱۸۱۔ اور جو عمل کئے ہوں گے سب کو حاضر پائیں گے اور تمہارا پروردگار کسی پر ظلم نہیں کرے گا۔

۱۸۲ ۱۹ مريم ۶۰ وَلَا يُظْلَمُوْنَ شَيْئًا .

۱۸۲۔ اور اُن کا ذرا نقصان نہ کیا جائے گا۔

۱۸۳ ۲۰ طٰهٰ ۱۱۲ وَمَنْ يَّعْمَلْ مِنَ الصّٰلِحٰتِ وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَلَا يَخٰفُ ظُلْمًا وَّلَا هَضْمًا ○

۱۸۳۔ اور جو نیک کام کرے گا اور مومن بھی ہو گا تو اس کو نہ ظلم کا خوف ہو گا اور نہ نقصان کا۔

۱۸۴ ۲۱ الانبيأ ۴۷ وَنَضَعُ الْمَوَازِيْنَ الْقِسْطَ لِيَوْمِ الْقِيٰمَةِ فَلَاتُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا ؕ وَاِنْ كَانَ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ اَتَيْنَا بِهَا ؕ وَكَفٰى بِنَا حٰسِبِيْنَ ○

۱۸۴۔ اور ہم قیامت کے دن انصاف کی ترازو کھڑی کریں گے تو کسی شخص کی ذرا بھی حق تلفی نہ کی جائے گی۔ اور اگر رائی کے دانے کے برابر بھی (کسی کا عمل) ہو گا تو ہم اُس کو لا حاضر کریں گے اور ہم حساب کرنے کو کافی ہیں۔

۱۸۵ ۲۲ الحج ۱۰ ذٰلِكَ بِمَا قَدَّمَتْ يَدٰكَ وَاَنَّ اللّٰهَ لَيْسَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ○

۱۸۵۔ (اے سرکش) یہ اُس (کفر) کی سزا ہے جو تیرے ہاتھوں نے آگے بھیجا تھا اور اللہ اپنے بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

۱۸٦ ۲۳ المؤمنون ٦۲ وَلَا نُكَلِّفُ نَفْسًا اِلَّا وُسْعَهَا وَلَدَيْنَا كِتٰبٌ يَّنْطِقُ بِالْحَقِّ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

۱۸٦۔ اور ہم کسی شخص کو اس کی طاقت سے زیادہ تکلیف نہیں دیتے اور ہمارے پاس کتاب ہے جو سچ سچ کہہ دیتی ہے۔ اور لوگوں پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۱۸۷ ۲٦ الشعرآء ۲۰۸ وَمَآ اَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ اِلَّا لَهَا مُنْذِرُوْنَ ○ ذِكْرٰى ۛ وَمَا كُنَّا ظٰلِمِيْنَ ○

۱۸۷۔ اور ہم نے کوئی بستی ہلاک نہیں کی مگر اس کے لئے نصیحت کرنے والے (پہلے بھیج دیتے) تھے (تاکہ) نصیحت کر دیں اور ہم ظالم نہیں ہیں۔

۱۸۸ ۲۸ القصص ۵۹ وَمَا كَانَ رَبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى حَتّٰى يَبْعَثَ فِيْٓ اُمِّهَا رَسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِنَا ۚ وَمَا كُنَّا مُهْلِكِي الْقُرٰٓى اِلَّا وَاَهْلُهَا ظٰلِمُوْنَ ○

۱۸۸۔ اور تمہارا پروردگار بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتا جب تک اُن کے بڑے شہر میں پیغمبر نہ بھیج لے جو اُن کو ہماری آیتیں پڑھ پڑھ کر سنا دے اور ہم بستیوں کو ہلاک نہیں کیا کرتے مگر اُس حالت میں کہ وہاں کے باشندے ظالم ہوں۔

۱۸۹ ۳٦ یٰس ۵٤ فَالْيَوْمَ لَا تُظْلَمُ نَفْسٌ شَيْئًا وَّ لَا تُجْزَوْنَ اِلَّا مَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

۱۸۹۔ اُس روز کسی شخص پر کچھ ظلم نہیں کیا جائے گا اور تم کو بدلہ ویسا ہی ملے گا جیسے تم کام کرتے تھے۔

۱۹۰ ٤۰ المؤمن ۱۷ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○

۱۹۰۔ آج کے دن ہر شخص کو اُس کے اعمال کا بدلہ دیا جائے گا آج (کسی کے حق میں) بے انصافی نہیں ہوگی۔ بے شک اللہ جلد حساب لینے والا ہے۔

۱۹۱ ٤۱ حٰمٓ السجدۃ ٤٦ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَاۗءَ فَعَلَيْهَا ۭ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ○

۱۹۱۔ جو نیک کام کرے گا تو اپنے لئے۔ اور جو بُرے کام کرے گا تو اُن کا ضرر اُسی کو ہوگا۔ اور تمہارا پروردگار بندوں پر ظلم کرنے والا نہیں۔

۱۹۲ ۴۳ الزخرف ۷۶ وَمَا ظَلَمْنٰهُمْ وَلٰكِنْ كَانُوْا هُمُ الظّٰلِمِيْنَ ○

۱۹۲۔ اور ہم نے اُن پر ظلم نہیں کیا بلکہ وہی (اپنے آپ پر) ظلم کرتے تھے۔

۱۹۳ ۴۵ الجاثیة ۲۲ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۔

۱۹۳۔ اور تاکہ ہر شخص اپنے اعمال کا بدلہ پائے اور اُن پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

۱۹۴ ۴۶ الاحقاف ۱۹ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا وَلِيُوَفِّيَهُمْ اَعْمَالَهُمْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ○

۱۹۴۔ اور لوگوں نے جیسے کام کئے ہوں گے اُن کے مطابق سب کے درجے ہوں گے۔ غرض یہ ہے کہ اُن کو اُن کے اعمال کا پورا بدلہ دے اور اُن کا نقصان نہ کیا جائے۔

۱۹۵ ۵۰ قٓ ۲۹ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ○

۱۹۵۔ ہمارے ہاں بات بدلا نہیں کرتی اور ہم بندوں پر ظلم نہیں کیا کرتے۔

۱۹۶ ۶۵ الطلاق ۷ لِيُنْفِقْ ذُوْ سَعَةٍ مِّنْ سَعَتِهٖ ؕ وَمَنْ قُدِرَ عَلَيْهِ رِزْقُهٗ فَلْيُنْفِقْ مِمَّآ اٰتٰهُ اللّٰهُ لَا يُكَلِّفُ اللّٰهُ نَفْسًا اِلَّا مَآ اٰتٰهَا ؕ

۱۹۶۔ صاحب وُسعت کو اپنی وسعت کے مطابق خرچ کرنا چاہیے۔ اور جس کے رزق میں تنگی ہو وہ جتنا اللہ نے اُس کو دیا ہے اُس کے موافق خرچ کرے۔ اللہ کسی کو تکلیف نہیں دیتا مگر اُسی کے مطابق جو اُس کو دیا ہے۔

آیات و کلمات قرآنی کی رہبری

۱۹۷ ۱ الفاتحہ ۱ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۳ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔

۱۹۷۔ جو تمام مخلوقات کا پروردگار ہے۔ انصاف کے دن کا حاکم۔

۱۹۸ ۲ البقرة ۱۰۵ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۱۱۷ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ۱۶۵ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۱۹۶ شَدِيْدُ الْعِقَابِ ۲۰۲ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ۔

۱۹۸۔ بڑے فضل کا مالک ہے۔ (وہی) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ سخت عذاب کرنے والا ہے۔ سخت عذاب دینے والا ہے۔ جلد حساب لینے والا

۱۹۹ ۳ اٰل عمران ۴ ذُو انْتِقَامٍ ۲۶ مٰلِكَ الْمُلْكِ ۵۴ خَيْرُ الْمٰكِرِيْنَ ۱۵۰ خَيْرُ النّٰصِرِيْنَ ۔

۱۹۹۔ بدلہ لینے والا ہے۔ بادشاہی کے مالک۔ خوب چال چلنے والا ہے۔ سب سے بہتر مدد گار ہے۔

۲۰۰ ۵ المآئدة ۱۱۶ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۱۱۴ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ۔

۲۰۰۔ تو ہی غیب کی باتوں سے واقف ہے --- بہتر رزق دینے والا ہے۔

۲۰۱ ۶ الانعام ۱۳ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۵۷ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ۶۲ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ۷۴ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۹۵ فٰلِقُ الْحَبِّ وَ النَّوٰى ۹۶ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۱۳۳ ذُو الرَّحْمَةِ ۱۶۵ سَرِيْعُ الْعِقَابِ .

۲۰۱۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے --- سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے --- نہایت جلد حساب لینے والا ہے --- وہی پوشیدہ اور ظاہر (سب) کا جاننے والا ہے --- بیشک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑ (کر اُن سے درخت وغیرہ) اُگاتا ہے --- وہی (رات کے اندھیرے سے) صبح کی روشنی پھاڑ نکالتا ہے --- صاحب رحمت ہے --- جلد عذاب دینے والا ہے۔

۲۰۲ ۷ الاعراف ۸۶ خَيْرُ الْحٰكِمِيْنَ ۸۸ خَيْرُ الْفٰتِحِيْنَ ۱۵۵ خَيْرُ الْغٰفِرِيْنَ .

۲۰۲۔ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے --- سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے --- سب سے بہتر بخشنے والا ہے۔

۲۰۳ ۱۳ الرعد ۱۳ شَدِيْدُ الْمِحَالِ

۲۰۳۔ بڑی قوت والا ہے۔

۲۰۴ ۱۸ الكهف ۵۸ ذُوالرَّحْمَةِ ط

۲۰۴۔ صاحب رحمت ہے۔

۲۰۵ ۲۳ المؤمنون ۸۶ رَبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۱۱۶ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ .

۲۰۵۔ سات آسمانوں کا مالک کون ہے اور عرش عظیم کا (کون) مالک (ہے) --- وہی عرش بزرگ کا مالک ہے۔

۲۰۶ ۲۴ النور ۳۵ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط

۲۰۶۔ آسمانوں اور زمین کا نور ہے۔

۲۰۷ ۳۷ الصّٰفّٰت ۱۸۰ رَبِّ الْعِزَّةِ .

۲۰۷۔ پروردگار جو صاحب عزت ہے۔

۲۰۸ ۴۰ المؤمن ۳ غَافِرِ الذَّنْبِ وَقَابِلِ التَّوْبِ شَدِيْدِ الْعِقَابِ ذِى الطَّوْلِ ۱۵ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُوالْعَرْشِ ج

۲۰۸۔ جو گناہ بخشنے والا اور توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اور سخت عذاب دینے والا اور صاحب کرم ہے (وہ) مالکِ درجات عالی اور صاحب عرش ہے۔

۲۰۹ ۴۱ السجدة ۴۳ لَذُوْ مَغْفِرَةٍ وَّ ذُوْ عِقَابٍ اَلِيْمٍ ۔

۲۰۹۔ بخش دینے والا بھی ہے اور عذاب الیم دینے والا بھی ہے۔

۲۱۰ ۵۱ الذّٰريٰت ۵۸ ذُوالْقُوَّةِ ۔

۲۱۰۔ اور مضبوط ہے۔

۲۱۱ ۵۳ النجم ۳۲ وَاسِعُ الْمَغْفِرَةِ ۔

۲۱۱۔ بڑی بخشش والا ہے۔

۲۱۲ ۵۵ الرحمٰن ۲۷ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ۔

۲۱۲۔ صاحب جلال و عظمت ہے۔

۲۱۳ ۷۰ المعارج ۳ ذِی الْمَعَارِجِ ۔

۲۱۳۔ صاحب درجات کی طرف سے (نازل ہوگا)

۲۱۴ ۷۴ المدثر ۵۶ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ○

۲۱۴۔ وہی ڈرنے کے لائق اور بخشش کا مالک ہے۔

۲۱۵ ۹۵ التين ۸ اَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ○

۲۱۵۔ بڑا حاکم نہیں ہے؟

۲۱۶ ۱۱۳ الفلق ۱ رَبِّ الْفَلَقِ ۔

۲۱۶۔ صبح کے پروردگار۔

۲۱۷ ۱۱۴ النّاس ۱ رَبِّ النَّاسِ ۲ مَلِكِ النَّاسِ ۳ اِلٰهِ النَّاسِ ۔

۲۱۷۔ لوگوں کے پروردگار — لوگوں کے حقیقی بادشاہ۔ لوگوں کے معبودِ برحق۔

مفرد صفاتِ الٰہی

۲۱۸ ۱ الفاتحہ ۲ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

۲۱۸۔ بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

۲۱۹ ۲ البقرة ۱۹ مُحِيْطٌ ۲۰ قَدِيْرٌ ۲۹ عَلِيْمٌ ۳۲ الْحَكِيْمُ ۳۷ تَوَّابٌ ۹۶ بَصِيْرٌ ۱۱۶ وَاسِعٌ ۔

۲۱۹۔ ہر طرف سے گھیرے ہوئے ------ قادر ہے ------ خبردار ہے ------ حکمت والا ہے ------ معاف کرنے والا ------ دیکھ رہا ہے ------ صاحب وسعت۔

۲ ۲۲۰ البقرة ۱۲۷ السَّمِيْعُ ۱۲۹ الْعَزِيْزُ ۱۵۸ شَاكِرٌ ۱۸۲ غَفُوْرٌ ۱۸۶ قَرِيْبٌ ۲۰۷ رَءُوْفٌ ۲۲۵ حَلِيْمٌ ۲۳٤ خَبِيْرٌ ۲۵۵ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ۲٦۷ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ .

۲۲۰۔ سننے والا ------ غالب ------ قدر شناس ------ بخشنے والا ------ پاس ------ بہت مہربان ------ بُردبار ------ واقف ہے ------ زندہ ہمیشہ رہنے والا ------ عالی رتبہ جلیل القدر ------ قابل ستائش ہے۔

٤ ۲۲۱ النسآء ۱ رَقِيْبًا ۳٤ كَبِيْرًا ٤۳ عَفُوٌّ ۸۵ مُقِيْتًا ۸٦ حَسِيْبٌ .

۲۲۱۔ دیکھنے والا ------ جلیل القدر ------ معاف کرنے والا، قدرت والا ------ حساب لینے والا۔

٦ ۲۲۲ الانعام ۱۸ اَلْقَاهِرُ ۱۰۳ اَللَّطِيْفُ .

۲۲۲۔ غالب ہے ------ بھید جاننے والا۔

۱۱ ۲۲۳ هود ۵۷ حَفِيْظٌ .

۲۲۳۔ نگہبان

۱۳ ۲۲٤ الرعد ۹ اَلْمُتَعَالِ ۱٦ اَلْوَاحِدُ اَلْقَهَّارُ .

۲۲۴۔ عالی رتبہ ------ یکتا ------ زبردست۔

۱۵ ۲۲۵ الحجر ۸٦ اَلْخَلّٰقُ .

۲۲۵۔ پیدا کرنے والا

۲۰ ۲۲٦ طٰهٰ ۱۱٤ اَلْمَلِكُ اَلْحَقُّ .

۲۲۶۔ سچا بادشاہ

۲۲ ۲۲۷ الحج ٤۰ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ .

۲۲۷۔ توانا اور غالب

۳٤ ۲۲۸ سبأ ۲٦ اَلْفَتَّاحُ .

۲۲۸۔ فیصلہ کرنے والا

۳۵ ۲۲۹ فاطر ۳۰ شَكُوْرٌ .

۲۲۹۔ قدردان

۲۳۰ ۴۲ الشوری ۲۸ اَلْوَلِیُّ الْحَمِیْدُ .

۲۳۰۔ کارساز تعریف کے لائق

۲۳۱ ۵۱ الذّٰریٰت ۵۸ الرَّزَّاقُ الْمَتِیْنُ .

۲۳۱۔ رزق دینے والا مضبوط

۲۳۲ ۵۲ الطور ۲۸ الْبَرُّ .

۲۳۲۔ احسان کرنے والا

۲۳۳ ۵۴ القمر ۵۵ ملیْكٍ مُقْتَدِرٌ .

۲۳۳۔ بادشاہ کی بارگاہ

۲۳۴ ۵۷ الحدید ۳ الْاَوَّلُ والْاٰخِرُ والظَّاهِرُ والْبَاطِنُ .

۲۳۴۔ پہلا اور پچھلا اور ظاہر اور پوشیدہ

۲۳۵ ۵۹ الحشر ۲۳ اَلْقُدُّوْسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۲۴ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ .

۲۳۵۔ پاک ذات ۔ سالم ـــ امن دینے والا ـــ نگہبان ـــ غالب ـــ زبردست ـــ بڑائی والا ـــ خالق ـــ ایجاد کرنے والا ـــ اختراع کرنے والا۔

۲۳۶ ۹۶ العلق ۳ الْاَكْرَمُ .

۲۳۶۔ بڑا کریم

۲۳۷ ۱۱۲۔ الاخلاص۔ ۱۔ اَحَدٌ ۲۔ الصَّمَدُ

۲۳۷۔ یکتا۔ بے نیاز

علم الٰہی کی انفرادیت:

بعض انبیائے کرام کی معانی غیب سے آگاہی

مندرجہ ذیل سورتوں کے اوائل میں وارد ہونے والے الفاظ کے معانی:

۲۳۷ ۱ البقرة ۱ (الم) ۳ آل عمران ۲۹ العنکبوت ۳۰ الروم ۳۱ لقمان و ۳۲ السجدة .

۲۳۷۔ الم ـــ ۳ ـــ آل عمران ـــ ۲۹ ـــ العنکبوت ـــ ۳۰ ـــ الروم ـــ ۳۱ ـــ لقمان ـــ ۳۲ ـــ السجدة ـــ

۲۳۸ ۷ الاعراف ۱ (المص)

۲۳۸۔ المص

۲۳۹ ۱۰ یونس ۱ (الٓرٰ) ۱۱ هود ۱۲ يوسف ۱۳ الرعد ۱٤ إبراهيم ۱٥ الحجر .

۲۳۹۔ (الر) — ۱۱ — ہود — ۱۲ — یوسف — ۱۳ — الرعد — ۱۴ — ابراہیم — ۱۵ — الحجر

۲٤۰ ۱۹ مريم ۱ (كٓهٰيٰعٓصٓ)

۲۴۰۔ (کھیعص)

۲٤۱ ۲۰ طٰهٰ ۱ (طٰهٰ)

۲۴۱۔ (طٰہٰ)

۲٤۲ ۲٦ الشعراء ۱ (طسم) ۲۸ القصص .

۲۴۲۔ (طسم) ۲۸ — القصص

۲٤۳ ۲۷ النمل ۱ (طس)

۲۴۳۔ (طس)

۲٤٤ ۳٦ يٰسٓ ۱ (يٰسٓ)

۲۴۴۔ یٰسٓ

۲٤٥ ۳۸ صٓ ۱ (صٓ)

۲۴۵۔ (ص)

۲٤٦ ٤۰ المؤمن ۱ (حٰمٓ) ٤۱ السجدة ٤۳ الزخرف ٤٤ الدخان ٤٥ الجاثية ٤٦ الأحقاف .

۲۴۶۔ (حم) — ۴۱ — السجدہ — ۴۳ — الزخرف — ۴۴ — الدخان — ۴۵ — الجاثیہ — ۴۶ — الاحقاف

۲٤۷ ٤۲ الشورىٰ ۱ (حٰمٓ عٓسٓقٓ)

۲۴۷۔ (حم عسق)

۲٤۸ ٥۰ قٓ ۱ (قٓ)

۲۴۸۔ (ق)

۲٤۹ ٦۸ القلم ۱ (نٓ)

۲۴۹۔ (ن)

۲٥۰ ۳ آل عمران ۱۷۹ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُطْلِعَكُمْ عَلَى الْغَيْبِ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَجْتَبِيْ مِنْ رُّسُلِهٖ

۲۵۰۔ اور اللہ تم کو غیب کی باتوں سے بھی مطلع نہیں کرے گا البتہ اللہ اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے انتخاب کر لیتا ہے۔

۶ ۲۵۱ الانعام ۵۹ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَا إِلَّا هُوَ ۭ

۲۵۱۔ اور اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۶ ۲۵۲ الانعام ۷۳ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ۭ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ۔

۲۵۲۔ اور جس دن صُور پھونکا جائے گا (اُس دن) اسی کی بادشاہت ہوگی۔ وہی پوشیدہ اور ظاہر (سب) کا جاننے والا ہے اور وہی دانا اور خبر دار ہے۔

۷ ۲۵۳ الاعراف ۱۸۷ يَسْئَلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ رَبِّيْ ۚ لَا يُجَلِّيْهَا لِوَقْتِهَآ اِلَّا هُوَ ۭ ثَقُلَتْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ لَا تَاْتِيْكُمْ اِلَّا بَغْتَةً ۭ يَسْئَلُوْنَكَ كَاَنَّكَ حَفِيٌّ عَنْهَا ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

۲۵۳۔ (یہ لوگ) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اس کے واقع ہونے کا وقت کب ہے۔ کہہ دو کہ اس کا علم تو میرے پروردگار ہی کو ہے۔ وہی اُسے اُس کے وقت پر ظاہر کر دے گا۔ وہ آسمان اور زمین میں ایک بھاری بات ہوگی۔ اور ناگہاں تم پر آ جائے گی۔ یہ تم سے اس طرح دریافت کرتے ہیں کہ گویا تم اس سے بخوبی واقف ہو۔ کہو کہ اس کا علم تو اللہ ہی کو ہے۔ لیکن اکثر لوگ یہ نہیں جانتے۔

۱۰ ۲۵۴ یونس ۲۰ وَيَقُوْلُوْنَ لَوْلَآ اُنْزِلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ۚ فَقُلْ اِنَّمَا الْغَيْبُ لِلّٰهِ فَانْتَظِرُوْا ۚ اِنِّيْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ۝

۲۵۴۔ اور کہتے ہیں کہ اس پر اس کے پروردگار کی طرف سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی۔ کہہ دو کہ غیب (کا علم) تو اللہ ہی کو ہے۔ سو تم انتظار کرو۔ میں بھی تمہارے ساتھ انتظار کرتا ہوں۔

۱۱ ۲۵۵ هود ۱۲۳ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ ۔

۲۵۵۔ اور آسمانوں اور زمین کی چھپی ہوئی چیزوں کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اور تمام اُمور کا رجوع اُسی کی طرف ہے۔

۲۵۶ ۱۶ النحل ۷۷ لِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَآ اَمْرُ السَّاعَةِ اِلَّا كَلَمْحِ الْبَصَرِ اَوْهُوَ اَقْرَبُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○

۲۵۶۔ اور آسمانوں اور زمین کا علم اللہ ہی کو ہے اور (اللہ کے نزدیک) قیامت کا آنا یوں ہے جیسے آنکھ کا جھپکنا بلکہ (اس سے بھی) جلد تر۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۲۵۷ ۱۷ الاسراء ۸۵ وَيَسْئَلُوْنَكَ عَنِ الرُّوْحِ ؕ قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّىْ وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا ○

۲۵۷۔ اور تم سے روح کے بارے میں سوال کرتے ہیں۔ کہہ دو کہ وہ میرے پروردگار کی ایک شان ہے اور تم لوگوں کو (بہت ہی) کم علم دیا گیا ہے۔

۲۵۸ ۱۸ ۔ الکهف ۲۶ قُلِ اللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا لَبِثُوْا ۚ لَهٗ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَبْصِرْ بِهٖ وَاَسْمِعْ ؕ

۲۵۸۔ کہہ دو کہ جتنی مدت وہ رہے اُسے اللہ ہی خوب جانتا ہے اُس کو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتیں (معلوم) ہیں وہ کیا خوب دیکھنے والا اور کیا خوب سننے والا ہے۔

۲۵۹ ۲۷ ۔ النمل ۶۵ قُلْ لَّا يَعْلَمُ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الْغَيْبَ اِلَّا اللّٰهُ وَمَا يَشْعُرُوْنَ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○

۲۵۹۔ کہہ دو کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ کے سوا غیب کی باتیں نہیں جانتے۔ اور نہ یہ جانتے ہیں کہ کب (زندہ کر کے) اُٹھائے جائیں گے۔

۲۶۰ ۳۱ لقمان ۳۴ اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْاَرْحَامِ ؕ وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ؕ وَمَا تَدْرِىْ نَفْسٌۢ بِاَىِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ ○

۲۶۰۔ اللہ ہی کو قیامت کا علم ہے۔ اور وہی مینہ برساتا ہے۔ اور وہی (حاملہ کے) پیٹ کی چیزوں کو جانتا ہے (کہ نر ہے یا مادہ) اور کوئی شخص نہیں جانتا کہ وہ کل کو کیا کام کرے گا۔ اور کوئی متنفس نہیں جانتا کہ کس سر زمین میں اُسے موت آئے گی۔ بیشک اللہ ہی جاننے والا (اور) خبردار ہے۔

۲۶۱ ۳۲ السجدة ۶ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ

۲۶۱۔ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا (اور) غالب (اور) رحم والا (اللہ) ہے۔

۲٦۲ ۳۳ الاحزاب ٦۳ يَسْئَلُكَ النَّاسُ عَنِ السَّاعَةِ ۭ قُلْ اِنَّمَا عِلْمُهَا عِنْدَ اللّٰهِ ۭ وَمَا يُدْرِيْكَ لَعَلَّ السَّاعَةَ تَكُوْنُ قَرِيْبًا ○

۲٦۲۔ لوگ تم سے قیامت کی نسبت دریافت کرتے ہیں (کہ کب آئے گی) کہہ دو کہ اس کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اور تمہیں کیا معلوم ہے شاید قیامت قریب ہی آگئی ہو۔

۲٦۳ ۳٤ سبأ ٤۸ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ۔

۲٦۳۔ کہہ دو کہ میرا پروردگار اوپر سے حق اتارتا ہے (اور وہ) غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔

۲٦٤ ۳۵ فاطر ۳۸ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۔

۲٦٤۔ بے شک اللہ ہی آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ وہ تو دل کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔

۲٦۵ ۳۹ الزمر ٤٦ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۔

۲٦۵۔ کہو کہ اے اللہ (اے) آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے (اور) پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے۔

۲٦٦ ٤١ حٰمٓ السجدة ٤۷ اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ۭ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ۭ

۲٦٦۔ قیامت کے علم کا حوالہ اُسی کی طرف دیا جاتا ہے (یعنی قیامت کا علم اُسی کو ہے) اور نہ تو پھل گابھوں سے نکلتے ہیں اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی اور نہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے۔

۲٦۷ ٤۳ الزخرف ۸۵ وَتَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○

۲٦۷۔ اور وہ بہت بابرکت ہے جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب کی بادشاہت ہے۔ اور اُسی کو قیامت کا علم ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔

۲٦۸ ٤٤ الحجرت ۱۸ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○

۲٦۸۔ بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو اُسے دیکھتا ہے۔

۲٦۸۔ ا۔٦٤۔التغابن ۱۸ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا (اور) غالب اور حکمت والا۔

۲٦۹ ۷۲ الجن ۲٦ عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ○ ۲۷ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ فَاِنَّهٗ يَسْلُكُ مِنْۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَمِنْ خَلْفِهٖ رَصَدًا ○

۲۶۹۔ (وہی) غیب (کی بات) جاننے والا ہے اور کسی پر اپنے غیب کو ظاہر نہیں کرتا ہاں جس پیغمبر کو پسند فرمائے تو اس (کو غیب کی باتیں بتا دیتا ہے اور اُس) کے آگے اور پیچھے نگہبان مقرر کر دیتا ہے۔

۲۷۰ ۷۹ النّٰزعٰت ۴۲ يَسْـَٔلُوْنَكَ عَنِ السَّاعَةِ اَيَّانَ مُرْسٰهَا ۞ ٤٣ فِيْمَ اَنْتَ مِنْ ذِكْرٰهَا ٤٤ اِلٰى رَبِّكَ مُنْتَهٰهَا ٤٥ اِنَّمَآ اَنْتَ مُنْذِرُ مَنْ يَّخْشٰهَا ۞ ٤٦ كَاَنَّهُمْ يَوْمَ يَرَوْنَهَا لَمْ يَلْبَثُوْٓا اِلَّا عَشِيَّةً اَوْ ضُحٰهَا ۞

۲۷۰۔ (اے پیغمبر، لوگ) تم سے قیامت کے بارے میں پوچھتے ہیں کہ اُسکا وقوع کب ہوگا؟ سو تم اُس کے ذکر سے کس فکر میں ہو؟ اُس کا منتہا (یعنی واقع ہونے کا وقت) تمہارے پروردگار ہی کو (معلوم ہے) جو شخص اُس سے ڈر رکھتا ہے تم تو اسی کو ڈر سنانے والے ہو۔ جب وہ اس کو دیکھیں گے (تو ایسا خیال کریں گے) کہ گویا (دنیا میں صرف) ایک شام یا صبح رہے تھے۔

قدرت و پادشاہی الٰہی: نفع و ضرر کی منفرد صفت:

۲۷۱ ۲ البقرة ۲۰ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۞

۲۷۱۔ اور اگر اللہ چاہتا تو اُن کے کانوں (کی شنوائی) اور آنکھوں (کی بینائی دونوں) کو زائل کر دیتا۔ بلاشبہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۲۷۲ ۲ البقرة ۱٤۸ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۞

۲۷۲۔ تم جہاں ہوگے اللہ تم سب کو جمع کر لے گا بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۲۷۳ ٤ النسآء ۱۳۳ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ۞

۲۷۳۔ لوگو! اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور (تمہاری جگہ) اور لوگوں کو پیدا کر دے اور اللہ اس بات پر قادر ہے۔

۲۷٤ ٦ الانعام ۱۷ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ۞

۲۷۴۔ اور اگر اللہ تم کو کوئی سختی پہنچائے تو اُس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر نعمت (و راحت) عطا کرے تو (کوئی اُس کو روکنے والا نہیں) وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۲۷۵ ۶ ۰ الانعام ۳۷ وَقَالُوْا لَوْلَا نُزِّلَ عَلَيْهِ اٰيَةٌ مِّنْ رَّبِّهٖ ؕ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يُّنَزِّلَ اٰيَةً وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

۲۷۵۔ اور کہتے ہیں کہ اُن پر اُن کے پروردگار کے پاس سے کوئی نشانی کیوں نازل نہیں ہوئی۔ کہہ دو کہ اللہ نشانی اتارنے پر قادر ہے لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۲۷۶ ۶ الانعام ۶۵ قُلْ هُوَ الْقَادِرُ عَلٰٓى اَنْ يَّبْعَثَ عَلَيْكُمْ عَذَابًا مِّنْ فَوْقِكُمْ اَوْ مِنْ تَحْتِ اَرْجُلِكُمْ اَوْ يَلْبِسَكُمْ شِيَعًا وَّيُذِيْقَ بَعْضَكُمْ بَاْسَ بَعْضٍ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّهُمْ يَفْقَهُوْنَ ۝

۲۷۶۔ کہہ دو کہ وہ (اس پر بھی) قدرت رکھتا ہے کہ تم پر اوپر کی طرف سے یا تمہارے پاؤں کے نیچے سے عذاب بھیجے یا تمہیں فرقہ فرقہ کر دے اور ایک کو دوسرے (سے لڑا کر آپس) کی لڑائی کا مزہ چکھا دے۔ دیکھو ہم اپنی آیتوں کو کس کس طرح بیان کرتے ہیں، تاکہ یہ لوگ سمجھیں۔

۲۷۷ ۱۰ یونس ۱۰۷ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ

۲۷۷۔ اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اُس کے سوا اُس کا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تم سے بھلائی کرنی چاہے تو اُس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔

۲۷۸ ۱۳ الرعد ۱۱ وَاِذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِقَوْمٍ سُوْٓءًا فَلَا مَرَدَّ لَهٗ ۚ وَمَا لَهُمْ مِّنْ دُوْنِهٖ مِنْ وَّالٍ ۝

۲۷۸۔ اور جب اللہ کسی قوم کے ساتھ برائی کا ارادہ کرتا ہے تو پھر وہ پھر نہیں سکتی۔ اور اللہ کے سوا اُن کا کوئی مددگار نہیں ہوتا۔

۲۷۹ ۱۷ الاسراء ۹۹ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ قَادِرٌ عَلٰٓى اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ وَجَعَلَ لَهُمْ اَجَلًا لَّا رَيْبَ فِيْهِ ؕ فَاَبَى الظّٰلِمُوْنَ اِلَّا كُفُوْرًا ۝

۲۷۹۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا ہے اس بات پر قادر ہے کہ اُن جیسے (لوگ) پیدا کر دے۔ اور اُس نے اُن کے لئے ایک وقت مقرر کر دیا ہے جس میں کچھ بھی شک نہیں۔ تو ظالموں نے انکار کرنے کے سوا (اُسے) قبول نہ کیا۔

۲۸۰ ۱۸ الکہف ۴۵ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا كَمَآءٍ اَنْزَلْنٰهُ مِنَ السَّمَآءِ فَاخْتَلَطَ بِهٖ نَبَاتُ الْاَرْضِ فَاَصْبَحَ هَشِيْمًا تَذْرُوْهُ الرِّيٰحُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ

مُّقْتَدِرًا ○

۲۸۰۔ اور اُن سے دنیا کی زندگی کی مثال بھی بیان کر دو (وہ ایسی ہے) جیسے پانی جسے ہم نے آسمان سے برسایا تو اس کے ساتھ زمین کی روئیدگی مِل گئی۔ پھر وہ چُورا چُورا ہو گئی کہ ہوائیں اُسے اڑاتی پھرتی ہیں اور اللہ تو ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

۲۸۱ ۲۳ المؤمنون ۱۸ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۭ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۔

۲۸۱۔ اور ہم ہی نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ پانی نازل کیا۔ پھر اُس کو زمین میں ٹھہرایا۔ اور ہم اُس کے نابود کر دینے پر بھی قادر ہیں۔

۲۸۲ ۲۳ المؤمنون ۱۵ وَ اِنَّا عَلٰٓى اَنْ نُّرِيَكَ مَا نَعِدُهُمْ لَقٰدِرُوْنَ ○

۲۸۲۔ اور جو وعدہ ہم ان سے کر رہے ہیں ہم تم کو دکھا کر اُن پر نازل کرنے پر قادر ہیں۔

۲۸۳ ۳۱ لقمان ۲۸ مَا خَلْقُكُمْ وَلَا بَعْثُكُمْ اِلَّا كَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ

۲۸۳۔ (اللہ کو) تمہارا پیدا کرنا اور جِلا اٹھانا ایک شخص (کے پیدا کرنے اور جِلا اُٹھانے) کی طرح ہے۔ بیشک اللہ سننے والا دیکھنے والا ہے۔

۲۸۴ ۳۵ فاطر ۲ مَا يَفْتَحِ اللّٰهُ لِلنَّاسِ مِنْ رَّحْمَةٍ فَلَا مُمْسِكَ لَهَا ۚ وَمَا يُمْسِكْ ۙ فَلَا مُرْسِلَ لَهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

۲۸۴۔ اللہ جو اپنی رحمت (کا دروازہ) کھول دے تو کوئی اس کو بند کرنے والا نہیں۔ اور جو بند کر دے تو اس کے بعد کوئی اُس کو کھولنے والا نہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

۲۸۵ ۳۵ فاطر ۱۶ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ○ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ○

۲۸۵۔ اگر چاہے تو تم کو نابود کر دے اور نئی مخلوقات لا آباد کرے۔ اور یہ اللہ کو کچھ مشکل نہیں۔

۲۸۶ ۳۵ فاطر ۴۴ اَوَلَمْ يَسِيْرُوْا فِى الْاَرْضِ فَيَنْظُرُوْا كَيْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ وَكَانُوْٓا اَشَدَّ مِنْهُمْ قُوَّةً ۭ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَيْءٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ عَلِيْمًا قَدِيْرًا

۲۸۶۔ کیا انہوں نے زمین میں سیر نہیں کی تاکہ دیکھتے کہ جو لوگ اِن سے پہلے تھے اُن کا انجام کیا ہوا حالانکہ وہ اِن

سے قوت میں بہت زیادہ تھے۔ اور اللہ ایسا نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اس کو عاجز کر سکے۔ وہ علم والا (اور) قدرت والا ہے۔

۲۸۷ ۳۶ یٰسٓ ۸۱ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۭ بَلٰى ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۸۲ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَـيْـــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۸۳ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

۲۸۷۔ بھلا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا، کیا وہ اِس بات پر قادر نہیں کہ (اُن کو پھر) ویسے ہی پیدا کر دے۔ کیوں نہیں۔ اور وہ تو بڑا پیدا کرنے والا اور علم والا ہے۔ اُس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ وہ (ذات) پاک ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے اور اُسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔

۲۸۸ ۳۹ الزمر ۳۸ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖٓ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ۭ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ۭ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ

۲۸۸۔ اگر اللہ مجھ کو کوئی تکلیف پہنچانی چاہے تو کیا وہ اس تکلیف کو دور کر سکتے ہیں یا اگر مجھ پر مہربانی کرنا چاہے تو وہ اس کی مہربانی کو روک سکتے ہیں؟ کہہ دو کہ مجھے اللہ ہی کافی ہے بھروسا رکھنے والے اُسی پر بھروسا رکھتے ہیں۔

۲۸۹ ۴۶ الاحقاف ۳۳ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ يَعْيَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يُّـحْيِۦ الْمَوْتٰى ۭ بَلٰٓي اِنَّهٗ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ .

۲۸۹۔ کیا انہوں نے نہیں سمجھا کہ جس اللہ نے آسمانوں اور زمین کو پیدا اور اُن کے پیدا کرنے سے تھکا نہیں وہ اس (بات) پر بھی قادر ہے کہ مُردوں کو زندہ کر دے۔ ہاں ہاں وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۲۹۰ ۴۸ الفتح ۱۱ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَـيْـــًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ۭ بَلْ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِيْرًا

۲۹۰۔ کہہ دو کہ اگر اللہ تم (لوگوں) کو نقصان پہنچانا چاہے یا فائدہ پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو کون ہے جو اُس کے سامنے تمہارے لئے کسی بات کا کچھ اختیار رکھے (کوئی نہیں) بلکہ جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس سے واقف ہے۔

۲۹۱ ۵۵ الرحمٰن ۳۱ سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَيُّهَ الثَّقَلٰنِ

۲۹۱۔ اے دونو جماعتو! ہم عنقریب تمہاری طرف متوجہ ہوتے ہیں۔

۲۹۲ ۵۵ الرحمٰن ۳۳ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ فَانْفُذُوْا ؕ لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ ○

۲۹۲۔ اے گروہ جن و اِنس اگر تمہیں قدرت ہو کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاؤ تو نکل جاؤ اور زور کے سوا تو تم نکل سکنے ہی کے نہیں۔

۲۹۳ ٦٥ الطلاق ۳ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ○

۲۹۳۔ اللہ اپنے کام کو (جو وہ کرنا چاہتا ہے) پورا کر دیتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

۲۹٤ ۷۰ المعارج ٤۰ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ○ لا عَلٰٓی اَنْ نُّبَدِّلَ خَیْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِیْنَ ○

۲۹۴۔ ہمیں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم کہ ہم طاقت رکھتے ہیں (یعنی) اس بات پر (قادر ہیں) کہ اُن سے بہتر لوگ بدل لائیں۔ اور ہم عاجز نہیں ہیں۔

۲۹۵ ۷۲ الجن ۲۱ قُلْ اِنِّیْ لَآ اَمْلِكُ لَكُمْ ضَرًّا وَّلَا رَشَدًا ○ ۲۲ قُلْ اِنِّیْ لَنْ یُّجِیْرَنِیْ مِنَ اللّٰهِ اَحَدٌ ۵ وَّلَنْ اَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ○

۲۹۵۔ (یہ بھی) کہہ دو کہ میں تمہارے حق میں نقصان اور نفع کا کچھ اختیار نہیں رکھتا۔ (یہ بھی) کہہ دو کہ اللہ (کے عذاب) سے مجھے کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ اور میں اس کے سوا کہیں جائے پناہ نہیں دیکھتا۔

۲۹٦ ۸۵ البروج ۱۲ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِیْدٌ ․

۲۹٦۔ بے شک تمہارے پروردگار کی پکڑ بڑی سخت ہے۔

۲۹۷ ۸٦ الطارق ۸ اِنَّهٗ عَلٰی رَجْعِهٖ لَقَادِرٌ ․

۲۹۷۔ بے شک اللہ اس کے اعادے (یعنی پھر پیدا کرنے) پر قادر ہے۔

توحید اور دلائل توحید: قدرت الٰہی کے شاہد

۲۲۹۸ البقرۃ ۲۱ يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ ۲۲ الَّذِىْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ فِرَاشًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً ۪ وَّاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

۲۹۸۔ لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم (اس کے عذاب سے) بچو۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا اور آسمان کو چھت بنایا۔ اور آسمان سے مینہ برسا کر تمہارے کھانے کے لئے انواع و اقسام کے میوے پیدا کئے۔ پس کسی کو اللہ کا ہمسر نہ بناؤ۔ اور تم جانتے تو ہو۔

۲۲۹۹ البقرۃ ۲۸ كَيْفَ تَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَكُنْتُمْ اَمْوَاتًا فَاَحْيَاكُمْ ۚ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ ۲۹ هُوَ الَّذِىْ خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۗ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ۝

۲۹۹۔ (کافرو) تم اللہ سے کیونکر منکر ہو سکتے ہو جس حال میں کہ تم بے جان تھے تو اس نے تم کو جان بخشی پھر وہی تم کو مارتا ہے۔ پھر وہی تم کو زندہ کرے گا۔ پھر اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے وہی تو ہے جس نے سب چیزیں جو زمین میں ہیں تمہارے لئے پیدا کیں پھر آسمانوں کی طرف متوجہ ہوا تو ان کو ٹھیک سات آسمان بنا دیا اور وہ ہر چیز سے خبردار ہے۔

۲۳۰۰ البقرۃ ۱۰۷ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِىٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

۳۰۰۔ تمہیں معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین کی بادشاہت اللہ ہی کی ہے۔ اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں۔

۲۳۰۱ البقرۃ ۱۱۵ وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ۚ فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝

۳۰۱۔ اور مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کا ہے۔ تو جدھر تم رخ کرو ادھر اللہ کی ذات ہے۔ بے شک اللہ صاحب وسعت اور باخبر ہے۔

۲۳۰۲ ۱۸ البقرۃ ۱۱۷ بَدِيْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○

۳۰۲۔ (وہی) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا ہے۔ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

۲۳۰۳ البقرۃ ۱۳۳ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَاۗىِٕكَ اِبْرٰھٖمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰـهًا وَّاحِدًا ۚ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○

۳۰۳۔ تو انہوں نے کہا کہ آپ کے معبود اور آپ کے باپ دادا ابراہیم اور اسمٰعیل اور اسحٰق کے معبود کی عبادت کریں گے جو معبود یکتا ہے۔ اور ہم اسی کے حکم بردار ہیں۔

۲۳۰۴ البقرۃ ۱۳۸ صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَمَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۡ وَّنَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ○ ۱۳۹ قُلْ اَتُحَاۗجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَھُوَ رَبُّنَا وَ رَبُّكُمْ ۚ وَ لَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ وَ نَحْنُ لَهٗ مُخْلِصُوْنَ ○

۳۰۴۔ (کہدو کہ ہم نے) اللہ کا رنگ (اختیار کر لیا ہے) اور اللہ سے بہتر رنگ کس کا ہو سکتا ہے۔ اور ہم اسی کی عبادت کرنے والے ہیں (ان سے) کہو کیا تم اللہ کے بارے میں ہم سے جھگڑتے ہو حالانکہ وہی ہمارا اور تمہارا پروردگار ہے اور ہم کو ہمارے اعمال (کا بدلہ ملے گا) اور تم کو تمہارے اعمال (کا) اور ہم خاص اسی کی عبادت کرنے والے ہیں۔

۲۳۰۵ البقرۃ ۱۶۳ وَاِلٰـهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا ھُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ○ ۱۶۴ اِنَّ فِيْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَالْفُلْكِ الَّتِىْ تَجْرِيْ فِي الْبَحْرِ بِمَا يَنْفَعُ النَّاسَ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ مِنْ مَّاۗءٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَبَثَّ فِيْهَا مِنْ كُلِّ دَاۗبَّةٍ ۠ وَّتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ وَالسَّحَابِ الْمُسَخَّرِ بَيْنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○

۳۰۵۔ اور (لوگو) تمہارا معبود اللہ واحد ہے۔ اس بڑے مہربان (اور) رحم والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں بے شک آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے میں اور رات اور دن کے ایک دوسرے کے پیچھے آنے

جانے میں اور کشتیوں اور جہازوں میں جو دریا میں لوگوں کے فائدے کی چیزیں لے کر رواں ہیں اور مینہ میں جس کو اللہ آسمان سے برساتا اور اس سے زمین کو مرنے کے بعد زندہ (یعنی خشک ہوئے پیچھے سر سبز) کر دیتا ہے اور زمین پر ہر قسم کے جانور پھیلانے میں اور ہواؤں کے چلانے میں اور بادلوں میں جو آسمان اور زمین کے درمیان گھرے رہتے ہیں عقلمندوں کے لئے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔

۲۳۰۶ البقرة ۲۵۵ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗٓ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا يَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْعَظِيْمُ ○

۳۰۶۔ اللہ (وہ معبود برحق ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ زندہ ہمیشہ رہنے والا۔ اُسے نہ اونگھ آتی ہے اور نہ نیند۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ کون ہے کہ اس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے۔ جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ ان کے پیچھے ہو چکا ہے۔ اسے سب معلوم ہے اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے ہاں جس قدر وہ چاہتا ہے (اسی قدر معلوم کرا دیتا ہے) اس کی بادشاہی (اور علم) آسمان اور زمین سب پر حاوی ہے اور اسے ان کی حفاظت کچھ بھی دشوار نہیں وہ بڑا عالی رتبہ اور جلیل القدر ہے۔

۲۳۰۷ البقرة ۲۸۴ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَاِنْ تُبْدُوْا مَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اَوْ تُخْفُوْهُ يُحَاسِبْكُمْ بِهِ اللّٰهُ ؕ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

۳۰۷۔ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ تم اپنے دلوں کی بات کو ظاہر کرو گے تو اور چھپاؤ گے تو اللہ تم سے اس کا حساب لے گا پھر وہ جسے چاہے مغفرت کرے اور جسے چاہے عذاب دے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۳۳۰۸ اٰل عمران ۲ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ○

۳۰۸۔ اللہ (جو معبود برحق ہے) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں زندہ ہمیشہ رہنے والا۔

۳۳۰۹ اٰل عمران ۵ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَخْفٰى عَلَيْهِ شَيْءٌ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ ○ ۶ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

ـ اللہ (ایسا خبیر و بصیر ہے کہ) کوئی چیز اس سے پوشیدہ نہیں نہ زمین میں اور نہ آسمان میں۔ وہی تو ہے جو (ماں کے پیٹ میں) جیسی چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے۔ اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

۳۱ • ال عمران ۱۸ شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۙ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ ۭ
لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

ـ اللہ تو اس بات کی گواہی دیتا ہے کہ اس کے سوا کوئی معبود نہیں اور فرشتے اور علم والے لوگ جو انصاف پر قائم ہیں وہ بھی (گواہی دیتے ہیں کہ) اُس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

۳۲ ال عمران ۲۶ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ
تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ
قَدِيْرٌ ○ ۲۷ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّيْلِ ۡ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ
مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَیِّ ۡ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

۲ـ کہو کہ اے اللہ (اے) بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے۔ اور جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے اور بے شک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو ہی رات کو دن میں داخل کرتا اور تو ہی دن کو رات میں داخل کرتا ہے تو ہی بے جان سے جاندار پیدا کرتا اور تو ہی جاندار سے بے جان پیدا کرتا ہے۔ اور تو ہی جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق بخشتا ہے۔

۳۳ ال عمران ٦٢ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

۳ـ اور اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اور بے شک اللہ غالب اور صاحب حکمت ہے۔

۳۳ ال عمران ۸۳ اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗٓ اَسْلَمَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا
وَّكَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ○

۳ـ کیا یہ (کافر) اللہ کے دین کے سوا کسی اور دین کے طالب ہیں۔ حالانکہ سب اہل آسمان و زمین خوشی یا زبردستی سے اللہ کے فرمانبردار ہیں۔ اور اسی کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

۳۳ ال عمران ۱۰۹ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۭ وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○

۳ـ اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ اور سب کاموں کا رجوع (اور انجام) اللہ ہی کی طرف ہے۔

۳ ۳۱۵ ال عمران ۱۲۹ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۝

۳۱۵۔ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۳ ۳۱۶ ال عمران ۱۸۹ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ ۱۹۰ اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ۝ ۱۹۱ الَّذِیْنَ یَذْكُرُوْنَ اللّٰهَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِهِمْ وَ یَتَفَكَّرُوْنَ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ سُبْحٰنَكَ فَقِنَا عَذَابَ النَّارِ ۝

۳۱۶۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کو ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ بیشک آسمانوں اور زمین کی پیدائش اور رات اور دن کے بدل بدل کر آنے جانے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ جو کھڑے اور بیٹھے اور لیٹے (ہر حال میں) اللہ کو یاد کرتے اور آسمان اور زمین کی پیدائش میں غور کرتے (اور کہتے ہیں) کہ اے پروردگار! تو نے اس (مخلوق) کو بے فائدہ نہیں پیدا کیا۔ تو پاک ہے تو (قیامت کے دن) ہمیں دوزخ کے عذاب سے بچائیو۔

۴ ۳۱۷ النسآء ۱ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ بَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِیْرًا وَّ نِسَآءً ۚ وَاتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْ تَسَآءَلُوْنَ بِهٖ وَالْاَرْحَامَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَیْكُمْ رَقِیْبًا ۝

۳۱۷۔ لوگو! اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اول) اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر اُن دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیے اور اللہ سے جس کے نام کو تم اپنی حاجت بر آری کا ذریعہ بناتے ہو ڈرو اور (قطع مودت) ارحام سے (بچو) کچھ شک نہیں کہ اللہ تمہیں دیکھ رہا ہے۔

۴ ۳۱۸ النسآء ۸۷ اَللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَیَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ لَا رَیْبَ فِیْهِ ؕ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِیْثًا ۝

۳۱۸۔ اللہ (وہ معبود برحق ہے کہ) اس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں، وہ قیامت کے دن تم سب کو ضرور جمع کرے گا۔ نہیں ذرا شک اس کے آنے میں۔ اور اللہ سے بڑھ کر بات کا سچا کون ہے

۴ ۳۱۹ النسآء ۱۲۶ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ بِكُلِّ شَیْءٍ مُّحِیْطًا ○

۳۱۹۔ اور آسمان و زمین میں جو کچھ ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ اور اللہ ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

۴ ۳۲۰ النسآء ۱۳۱ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَلَقَدْ وَصَّیْنَا الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِیَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِیًّا حَمِیْدًا ○ ۱۳۲ وَلِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَكِیْلًا ○

۳۲۰۔ اور جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ اور جن لوگوں کو تم سے پہلے کتاب دی گئی تھی ان کو بھی اور (اے محمدؐ) تم کو بھی ہم نے حکم تاکیدی کیا ہے کہ اللہ سے ڈرتے رہو اور اگر کفر کرو گے تو (سمجھ رکھو کہ) جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ اور اللہ بے پروا اور سزاوار حمد و ثنا ہے۔ اور (پھر سن رکھو کہ) جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ اور اللہ کارساز کافی ہے۔

۵ ۳۲۱ المائدة ۱۷ لَقَدْ كَفَرَ الَّذِیْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْمَسِیْحُ ابْنُ مَرْیَمَ ؕ قُلْ فَمَنْ یَّمْلِكُ مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّهْلِكَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَاُمَّهٗ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

۳۲۱۔ جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ عیسیٰ بن مریم اللہ ہیں وہ بے شک کافر ہیں۔ (اُن سے) کہہ دو کہ اگر اللہ عیسیٰ بن مریم اور ان کی والدہ کو اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہلاک کرنا چاہے تو اُس کے آگے کس کی پیش چل سکتی ہے؟ اور آسمان اور زمین اور جو کچھ ان دونوں میں ہے سب پر اللہ ہی کی بادشاہی ہے وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۵ ۳۲۲ المائدة ۱۲۵ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا فِیْهِنَّ ؕ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○

۳۲۲۔ آسمان اور زمین اور جو کچھ ان میں (دونوں) میں ہے سب پر اللہ ہی کی بادشاہی ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۶ ۳۲۳ الانعام ۱ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۵

ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ○ ٢ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ طِيْنٍ ثُمَّ قَضٰى اَجَلًا ؕ وَاَجَلٌ مُّسَمًّى عِنْدَهٗ ثُمَّ اَنْتُمْ تَمْتَرُوْنَ ○

۳۲۳۔ ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور اندھیرا اور روشنی بنائی پھر بھی کافر (اور چیزوں کو) اللہ کے برابر ٹھہراتے ہیں۔ وہی تو ہے جس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر (مرنے کا) ایک وقت مقرر کر دیا۔ اور ایک مدت اس کے ہاں اور مقرر ہے پھر بھی تم (اے کافرو اللہ کے بارے میں) شک کرتے ہو۔

٦٣٢٤ الانعام ١٢ قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ؕ اَلَّذِيْنَ خَسِرُوْا اَنْفُسَهُمْ فَهُمْ لَا يُؤْمِنُوْنَ ○ ١٣ وَلَهٗ مَا سَكَنَ فِي الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ؕ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○

۳۲۴۔ (ان سے) پوچھو کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے کس کا ہے کہہ دو اللہ کا۔ اُس نے اپنی ذات (پاک) پر رحمت کو لازم کر لیا ہے۔ وہ تم سب کو قیامت کے دن جس میں کچھ بھی شک نہیں۔ ضرور جمع کرے گا۔ جن لوگوں نے اپنے تئیں نقصان میں ڈال رکھا ہے وہ ایمان نہیں لاتے۔ اور جو مخلوق رات اور دن میں بستی ہے سب اُسی کی ہے۔ اور وہ سنتا جانتا ہے۔

٦٣٢٥ الانعام ١٧ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗ اِلَّا هُوَ ؕ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ بِخَيْرٍ فَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ ١٨ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ○ ١٩ قُلْ اَيُّ شَيْءٍ اَكْبَرُ شَهَادَةً ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ شَهِيْدٌۢ بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۙ وَاُوْحِيَ اِلَيَّ هٰذَا الْقُرْاٰنُ لِاُنْذِرَكُمْ بِهٖ وَمَنْۢ بَلَغَ ؕ اَئِنَّكُمْ لَتَشْهَدُوْنَ اَنَّ مَعَ اللّٰهِ اٰلِهَةً اُخْرٰى ؕ قُلْ لَّا اَشْهَدُ ۚ قُلْ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ وَّاِنَّنِيْ بَرِيْٓءٌ مِّمَّا تُشْرِكُوْنَ ○

۳۲۵۔ اور اگر اللہ تم کو کوئی سختی پہنچائے تو اس کے سوا کوئی دور کرنے والا نہیں۔ اور اگر نعمت (و راحت) عطا کرے تو (کوئی اس کو روکنے والا نہیں) وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔ اور وہ دانا اور خبردار ہے۔ ان سے پوچھو کہ سب سے بڑھ کر (قرینِ انصاف) کس کی شہادت ہے؟ کہہ دو کہ اللہ ہی مجھ میں اور تم میں گواہ ہے۔ اور یہ قرآن مجھ پر اس لئے اتارا گیا ہے کہ اس کے ذریعے سے تم کو اور جس شخص

تک وہ پہنچ سکے اس کو آگاہ کر دوں۔ کیا تم اس بات کی شہادت دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ اور بھی معبود ہیں۔ (اے محمدؐ) کہہ دو کہ میں تو (ایسی) شہادت نہیں دیتا۔ کہہ دو کہ صرف وہی ایک معبود ہے اور جن کو تم لوگ شریک بناتے ہو میں ان سے بیزار ہوں۔

۶ ۳۲۶ الانعام ۴۶ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَخَذَ اللّٰهُ سَمْعَكُمْ وَاَبْصَارَكُمْ وَخَتَمَ عَلٰى قُلُوْبِكُمْ مَّنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِهٖ ؕ اُنْظُرْ كَيْفَ نُصَرِّفُ الْاٰيٰتِ ثُمَّ هُمْ يَصْدِفُوْنَ ○

۳۲۶۔ (ان کافروں سے) کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر اللہ تمہارے کان اور آنکھیں چھین لے اور تمہارے دلوں پر مُہر لگا دے تو اللہ کے سوا کونسا معبود ہے جو تمہیں یہ نعمتیں پھر بخشے؟ دیکھو ہم کس کس طرح اپنی آیتیں بیان کرتے ہیں۔ پھر بھی یہ لوگ روگردانی کرتے ہیں۔

۶ ۳۲۷ الانعام ۵۹ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ ۶۰ وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ ۶۱ وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَيُرْسِلُ عَلَيْكُمْ حَفَظَةً ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءَ اَحَدَكُمُ الْمَوْتُ تَوَفَّتْهُ رُسُلُنَا وَهُمْ لَا يُفَرِّطُوْنَ ○

۳۲۷۔ اور اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اُسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے۔ اور کوئی پتہ نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری اور سوکھی چیز نہیں ہے مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔ اور وہی تو ہے جو رات کو (سونے کی حالت میں) تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس سے خبر رکھتا ہے پھر تمہیں دن کو اٹھا دیتا ہے تاکہ (یہی سلسلہ جاری رکھ کر زندگی کی) معین مدت پوری کر دی جائے پھر تم (سب) کو اُسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (اس روز) وہ تم کو تمہارے عمل جو تم کرتے ہو (ایک ایک کر کے) بتائے گا۔ اور وہ اپنے بندوں پر غالب ہے۔ اور تم پر نگہبان مقرر کئے رکھتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم میں سے کسی کی موت آتی ہے تو ہمارے فرشتے اُس کی روح قبض کر لیتے ہیں اور وہ کسی طرح کی کوتاہی نہیں کرتے۔

٦ ٣٢٨ الانعام ٧٣ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ وَ یَوْمَ یَقُوْلُ كُنْ فَیَكُوْنُ ۬ؕ قَوْلُهُ الْحَقُّ ؕ وَلَهُ الْمُلْكُ یَوْمَ یُنْفَخُ فِی الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ۝

۳۲۸۔ اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر سے پیدا کیا ہے۔ اور جس دن وہ فرمائیگا کہ ہو جا تو (حشر برپا) ہو جائے گا۔ اس کا ارشاد برحق ہے۔ اور جس دن صُور پھونکا جائے گا (اُس دن) اسی کی بادشاہت ہو گی۔ وہی پوشیدہ اور ظاہر (سب) کا جاننے والا ہے۔ اور وہی دانا اور خبردار ہے۔

٦ ٣٢٩ الانعام ٧٩ اِنِّیْ وَجَّهْتُ وَجْهِیَ لِلَّذِیْ فَطَرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ حَنِیْفًا وَّمَاۤ اَنَا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ۝

۳۲۹۔ میں نے سب سے یکسو ہو کر اپنے تئیں اسی ذات کی طرف متوجہ کیا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور میں مشرکوں میں سے نہیں ہوں۔

٦ ٣٣٠ الانعام ٩٥ اِنَّ اللّٰهَ فَالِقُ الْحَبِّ وَالنَّوٰی ؕ یُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ مُخْرِجُ الْمَیِّتِ مِنَ الْحَیِّ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ فَاَنّٰی تُؤْفَكُوْنَ ۝ ٩٦ فَالِقُ الْاِصْبَاحِ ۚ وَجَعَلَ الَّیْلَ سَكَنًا وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ حُسْبَانًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ٩٧ وَهُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَكُمُ النُّجُوْمَ لِتَهْتَدُوْا بِهَا فِیْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ٩٨ وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّفْقَهُوْنَ ۝ ٩٩ وَهُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَیْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِیَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّیْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَیْرَ مُتَشَابِهٍ ؕ اُنْظُرُوْۤا اِلٰی ثَمَرِهٖۤ اِذَاۤ اَثْمَرَ وَ یَنْعِهٖ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكُمْ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ ۝ ١٠٠ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ الْجِنَّ وَخَلَقَهُمْ وَخَرَقُوْا لَهٗ بَنِیْنَ وَ بَنٰتٍۭ بِغَیْرِ عِلْمٍ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝ ١٠١ بَدِیْعُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَنّٰی یَكُوْنُ لَهٗ وَلَدٌ وَّلَمْ تَكُنْ لَّهٗ صَاحِبَةٌ ؕ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ ١٠٢ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَیْءٍ

فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ○

۱۰۳ لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ۫ وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ

۱۰۴ قَدْ جَآءَكُمْ بَصَآئِرُ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنْ اَبْصَرَ فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ عَمِيَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِحَفِيْظٍ ○

۳۳۰۔ بے شک اللہ ہی دانے اور گٹھلی کو پھاڑ (کر اُن سے درخت وغیرہ اُگاتا) ہے۔ وہی جاندار کو بے جان سے نکالتا ہے اور وہی بے جان کا جاندار سے نکالنے والا ہے۔ یہی تو اللہ ہے۔ پھر تم کہاں بہکے پھرتے ہو۔ وہی (رات کے اندھیرے سے) صبح کی روشنی پھاڑ نکالتا ہے اور اُسی نے رات کو (موجب) آرام (ٹھہرایا) اور سورج اور چاند کو (ذرائع) شمار بنایا ہے۔ یہ اللہ کے (مقرر کئے ہوئے) اندازے ہیں جو غالب (اور) علم والا ہے۔ اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے ستارے بنائے تاکہ جنگلوں اور دریاؤں کے اندھیروں میں اُن سے رستے معلوم کرو۔ عقل والوں کے لئے ہم نے اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔ اور وہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔ پھر (تمہارے لئے) ایک ٹھہرنے کی جگہ ہے اور سپرد ہونے کی۔ سمجھنے والوں کے لئے ہم نے (اپنی) آیتیں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔ اور وہی تو ہے جو آسمان سے مینہ برساتا ہے پھر ہم ہی (جو مینہ برساتے ہیں) اس سے ہر طرح کی روئیدگی اُگاتے ہیں۔ پھر اس میں سے سبز سبز کونپلیں نکالتے ہیں۔ اور ان کونپلوں میں سے ایک دوسرے کے ساتھ جڑے ہوئے دانے نکالتے ہیں اور کھجور کے گابھے میں سے لٹکتے ہوئے گچھے اور انگوروں کے باغ اور زیتون اور انار جو ایک دوسرے سے ملتے جلتے بھی ہیں اور نہیں بھی ملتے۔ یہ چیزیں جب پھلتی ہیں تو ان کے پھلوں پر اور (جب پکتی ہیں تو) ان کے پکنے پر نظر کرو۔ ان میں ان لوگوں کے لئے جو ایمان لاتے ہیں (قدرت کی بہت سی) نشانیاں ہیں۔ اور ان لوگوں نے جنوں کو اللہ کا شریک ٹھہرایا۔ حالانکہ ان کو اسی نے پیدا کیا اور بے سمجھے (جھوٹ بہتان) اس کے لئے بیٹے اور بیٹیاں بنا کھڑی کیں وہ ان باتوں سے جو اس کی نسبت بیان کرتے ہیں پاک ہے۔ اور (اس کی شان اُن سے) بلند ہے۔ (وہی) آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا (ہے)۔ اس کے اولاد کہاں سے ہو جب کہ اس کی بیوی ہی نہیں۔ اور اس نے ہر چیز کو پیدا کیا ہے۔ اور وہ ہر چیز سے باخبر ہے۔ یہی (اوصاف رکھنے والا) اللہ تمہارا پروردگار ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ (وہی) ہر چیز کا پیدا کرنے والا (ہے) تو اسی کی عبادت کرو۔ اور وہ ہر چیز کا نگراں ہے۔ (وہ ایسا ہے کہ) نگاہیں اس کا ادراک نہیں کر سکتیں۔ اور وہ نگاہوں کا ادراک کر سکتا ہے۔ اور وہ بھید جانتے والا خبردار ہے۔ (اے محمدؐ۔ ان سے کہہ دو کہ) تمہارے (پاس) پروردگار تمہارے کی طرف سے (روشن) دلیلیں پہنچ چکی ہیں تو جس نے (انکھ آنکھ کھول کر)

دیکھا اس نے اپنا بھلا کیا اور جو اندھا بنا رہا اس نے اپنے حق میں برا کیا۔ اور میں تمہارا نگہبان نہیں ہوں۔

۷ ۳۳۱ الاعراف ۵۴ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۔ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ وَّالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍۭ بِاَمْرِهٖ ؕ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ۗ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○

۳۳۱۔ کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار اللہ ہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جا ٹھہرا۔ وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے کہ وہ اس کے پیچھے دوڑتا چلا آتا ہے۔ اور اسی نے سورج اور چاند اور ستاروں کو پیدا کیا سب اسی کے حکم کے مطابق کام میں لگے ہوئے ہیں۔ دیکھو سب مخلوق بھی اسی کی ہے اور حکم بھی (اسی کا ہے) یہ اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے۔

۷ ۳۳۲ الاعراف ۱۵۸ قُلْ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعَاﰳ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۖ

۳۳۲۔ (اے محمدؐ) کہہ دو کہ لوگوں میں تم سب کی طرف اللہ کا بھیجا ہوا (یعنی اس کا رسولؐ) ہوں (وہ) جو آسمانوں اور زمین کا بادشاہ ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں وہی زندگانی بخشتا اور وہی موت دیتا ہے۔

۷ ۳۳۳ الاعراف ۱۸۵ اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِيْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ ۙ وَّاَنْ عَسٰۤى اَنْ يَّكُوْنَ قَدِ اقْتَرَبَ اَجَلُهُمْ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۭ بَعْدَهٗ يُؤْمِنُوْنَ ○

۳۳۳۔ کیا انہوں نے آسمان اور زمین کی بادشاہت میں اور جو چیزیں اللہ نے پیدا کی ہیں اُن پر نظر نہیں کی اور اس بات پر (خیال نہیں کیا) کہ عجب نہیں اُن (کی موت) کا وقت نزدیک پہنچ گیا ہو۔ تو اس کے بعد وہ اور کس بات پر ایمان لائیں گے۔

۷ ۳۳۴ الاعراف ۱۸۹ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّجَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ

۳۳۴۔ وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے راحت حاصل کرے۔

۹ ۳۳۵ التوبة ۱۱۶ اِنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○

۳۳۵۔ اللہ ہی ہے جس کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ وہی زندگانی بخشتا اور (وہی) موت دیتا ہے۔ اور اللہ کے سوا تمہارا کوئی دوست اور مددگار نہیں ہے۔

۱۰ ۳۳٦ یونس ۳ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ مَامِنْ شَفِیْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝

۳۳٦۔ تمہارا پروردگار تو اللہ ہی ہے۔ جس نے آسمان اور زمین چھ دن میں بنائے۔ پھر (تختِ شاہی) پر قائم ہوا وہی ہر ایک کام کا انتظام کرتا ہے۔ کوئی (اس کے پاس) اس کا اِذن حاصل کئے بغیر (کسی کی) سفارش نہیں کر سکتا۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے تو اِسی کی عبادت کرو۔ بھلا تم غور کیوں نہیں کرتے۔

۱۰ ۳۳۷ یونس ۵ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّالْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَالْحِسَابَ ؕ مَاخَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ ٦ اِنَّ فِی اخْتِلَافِ الَّیْلِ وَ النَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَّقُوْنَ ۝

۳۳۷۔ وہی تو ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور بنایا اور چاند کی منزلیں مقرر کیں تاکہ تم برسوں کا شمار اور (کاموں کا) حساب معلوم کرو۔ یہ (سب کچھ) اللہ نے تدبیر سے پیدا کیا ہے۔ سمجھنے والوں کے لئے وہ اپنی آیتیں کھول کھول کر بیان فرماتا ہے۔ بے شک رات اور دن کے (ایک دوسرے کے پیچھے) آنے جانے میں اور جو چیزیں اللہ نے آسمان اور زمین میں پیدا کی ہیں (سب میں) ڈرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

۱۰ ۳۳۸ یونس ۲۲ هُوَ الَّذِیْ یُسَیِّرُكُمْ فِی الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤی اِذَا كُنْتُمْ فِی الْفُلْكِ ۚ وَجَرَیْنَ بِهِمْ بِرِیْحٍ طَیِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِیْحٌ عَاصِفٌ وَّجَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّ ظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِیْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِیْنَ لَهُ الدِّیْنَ ۚ

۳۳۸۔ وہی تو ہے جو تم کو جنگل اور دریا میں چلنے پھرنے اور سیر کرنے کی توفیق دیتا ہے۔ یہاں تک کہ جب تم کشتیوں میں (سوار) ہوتے ہو اور کشتیاں پاکیزہ ہوا (کے نرم نرم جھونکوں سے) سواروں کو لے کر چلنے لگتی ہیں اور وہ اُن سے خوش ہوتے ہیں تو ناگہاں زناٹے کی ہوا چل پڑتی ہے۔ اور لہریں ہر طرف سے اُن پر (جوش مارتی ہوئی) آنے لگتی ہیں اور وہ خیال کرتے ہیں کہ (اب تو) لہروں میں گھر گئے تو اُس وقت خالص اللہ ہی کی عبادت کر کے اس سے دعا مانگنے لگتے ہیں۔

١٠٣٣٩ یونس ٣١ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَمَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَيُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَمَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ ٣٢ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ○

٣٣٩۔ (اُن سے) پوچھو کہ تم کو آسمان اور زمین میں رزق کون دیتا ہے یا (تمہارے) کانوں اور آنکھوں کا مالک کون ہے۔ اور بے جان سے جاندار کون پیدا کرتا ہے۔ اور جاندار سے بے جان کون پیدا کرتا ہے۔ اور دنیا کے کاموں کا انتظام کون کرتا ہے۔ جھٹ کہہ دیں گے کہ اللہ۔ تو کہو کہ پھر تم (اللہ سے) ڈرتے کیوں نہیں؟ یہی اللہ تو تمہارا پروردگار برحق ہے۔ اور حق بات کے ظاہر ہونے کے بعد گمراہی کے سوا ہے ہی کیا؟ تو تم کہاں پھرے جاتے ہو۔

١٠٣٤٠ یونس ٣٤ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ○ ٣٥ قُلْ هَلْ مِنْ شُرَكَآئِكُمْ مَّنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ ؕ قُلِ اللّٰهُ يَهْدِيْ لِلْحَقِّ ؕ اَفَمَنْ يَّهْدِيْٓ اِلَى الْحَقِّ اَحَقُّ اَنْ يُّتَّبَعَ اَمَّنْ لَّا يَهِدِّيْٓ اِلَّآ اَنْ يُّهْدٰى ۚ فَمَا لَكُمْ ۟ كَيْفَ تَحْكُمُوْنَ ○

٣٤٠۔ (اُن سے) پوچھو کہ بھلا تمہارے شریکوں میں کوئی ایسا ہے کہ مخلوقات کو ابتداءً پیدا کرے (اور) پھر اُس کو دوبارہ بنائے؟ کہہ دو کہ اللہ ہی پہلی بار پیدا کرتا ہے۔ پھر وہی اس کو دوبارہ پیدا کرے گا۔ تو تم کہاں اُلٹے جا رہے ہو۔ پوچھو کہ بھلا تمہارے شریکوں میں کون ایسا ہے۔ کہ حق کا رستہ دکھادے۔ کہہ دو کہ اللہ ہی حق کا راستہ دکھاتا ہے۔ بھلا جو حق کا رستہ دکھائے وہ اِس قابل ہے کہ اُس کی پیروی کی جائے یا وہ کہ جب تک کوئی اُسے رستہ نہ بتائے رستہ نہ پائے تو تم کو کیا ہوا ہے۔ کیسا انصاف کرتے ہو۔

١٠٣٤١ یونس ٥٥ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ ٥٦ هُوَ يُحْىٖ وَيُمِيْتُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ .

٣٤١۔ سُن رکھو کہ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ سب اللہ ہی کا ہے۔ اور یہ بھی سُن رکھو کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ وہی جان بخشتا اور (وہی) موت دیتا ہے۔ اور تم لوگ اُسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

١٠٣٤٢ یونس ٦٧ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ○

۳۴۲۔ وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی تاکہ اُس میں آرام کرو اور روز روشن بنایا (تاکہ اس میں کام کرو) جو لوگ (مادہ) سماعت رکھتے ہیں ان کے لئے ان میں نشانیاں ہیں۔

۱۰۳۴۳ یونس ۱۰۱ قُلِ انْظُرُوْا مَاذَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمَا تُغْنِي الْاٰيٰتُ وَالنُّذُرُ عَنْ قَوْمٍ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۝

۳۴۳۔ (اِن کفار سے) کہو کہ دیکھو تو آسمانوں اور زمین میں کیا کچھ ہے۔ مگر جو لوگ ایمان نہیں رکھتے۔ اُن کے نشانیاں اور ڈراوے کچھ کام نہیں آتے۔

۱۱۳۴۴ ہود ۷ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ وَّكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ

۳۴۴۔ اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا اور (اس وقت) اس کا عرش پانی پر تھا (تمہارے پیدا کرنے سے مقصود یہ ہے) کہ وہ تم کو آزمائے کہ تم میں عمل کے لحاظ سے کون بہتر ہے۔

۱۳۳۴۵ الرعد ۲ اَللّٰهُ الَّذِيْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِيْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ يُفَصِّلُ الْاٰيٰتِ لَعَلَّكُمْ بِلِقَآءِ رَبِّكُمْ تُوْقِنُوْنَ ۝ ۳ وَهُوَ الَّذِيْ مَدَّ الْاَرْضَ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ وَاَنْهٰرًا ؕ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ۴ وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّغَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۫ وَنُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝

۳۴۵۔ اللہ وہی تو ہے جس نے ستونوں کے بغیر آسمان جیساکہ تم دیکھتے ہو (اتنے) اونچے بنائے پھر عرش پر جا ٹھہرا اور سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا۔ ہر ایک ایک میعاد معین تک گردش کر رہا ہے۔ وہی (دنیا کے) کاموں کا انتظام کرتا ہے۔ (اس طرح) وہ آیتیں کھول کھول کر بیان کرتا ہے کہ تم اپنے پروردگار کے روبرو جانے کا یقین کرو اور وہی ہے جس نے زمین کو پھیلایا اور اس میں پہاڑ اور دریا پیدا کئے۔ اور ہر طرح کے میووں کی دو دو قسمیں بنائیں۔ وہی رات کو دن کا لباس پہناتا ہے۔ غور کرنے والوں کے لئے اِس میں بہت سی نشانیاں ہیں اور زمین میں کئی طرح کے قطعات ہیں۔ ایک دوسرے سے ملے ہوئے اور انگور کے باغ اور

کھیتی اور کھجور کے درخت۔ بعض کی بہت سی شاخیں ہوتی ہیں اور بعض کی اتنی نہیں ہوتیں (باوجودیکہ) پانی سب کو ایک ہی ملتا ہے اور بعض میوؤں کو بعض پر لذت میں فضیلت دیتے ہیں۔ اس میں سمجھنے والوں کے لئے بہت سی نشانیاں ہیں۔

۱۳ ۳۴۶ الرعد ۱۲ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ يُنْشِئُ السَّحَابَ الثِّقَالَ ۝ ۱۳ وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِي اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝

۳۴۶۔ اور وہی تو ہے جو تم کو ڈرانے اور اُمید دلانے کے لئے بجلی دکھاتا اور بھاری بھاری بادل پیدا کرتا ہے۔ اور رعد اور فرشتے سب اس کے خوف سے اُس کی تسبیح و تحمید کرتے رہتے ہیں۔ اور وہی بجلیاں بھیجتا ہے۔ پھر جس پر چاہتا ہے گرا بھی دیتا ہے۔ اور وہ اللہ کے بارے میں جھگڑتے ہیں۔ اور وہ بڑی قوت والا ہے۔

۱۳ ۳۴۷ الرعد ۱۵ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ۝ السجدة

۳۴۷۔ اور جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں ہے۔ خوشی سے یا زبردستی سے اللہ کے آگے سجدہ کرتی ہے۔ اور اُن کے سائے بھی صبح و شام (سجدے کرتے ہیں)

۱۳ ۳۴۸ الرعد ۱۷ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ ۢ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ۗ وَمِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِي النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ۗ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَالْبَاطِلَ ۵ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَاَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِي الْاَرْضِ ۗ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْاَمْثَالَ ۝

۳۴۸۔ اُسی نے آسمان سے مینہ برسایا پھر اس سے اپنے اپنے اندازے کے مطابق نالے بہ نکلے پھر نالے پر پھولا ہوا جھاگ آگیا۔ اور جس چیز کو زیور یا کوئی اور سامان بنانے کے لئے آگ میں تپاتے ہیں اس میں بھی ایسا ہی جھاگ ہوتا ہے۔ اس طرح اللہ حق اور باطل کی مثال بیان فرماتا ہے۔ سو جھاگ تو سوکھ کر زائل ہو جاتا ہے۔ اور (پانی) جو لوگوں کو فائدہ پہنچاتا ہے وہ زمین میں ٹھہرا رہتا ہے۔ اِس طرح اللہ (صحیح اور غلط کی) مثالیں بیان فرماتا ہے (تاکہ تم سمجھو)

۱۴ ۳۴۹ ابراهيم ۱۹ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۗ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ ۲۰ وَّمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝

۳۴۹۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر سے پیدا کیا ہے۔ اگر وہ چاہے تو تم کو نابود کر دے اور (تمہاری جگہ) نئی مخلوق پیدا کر دے۔ اور یہ اللہ کو کچھ بھی مشکل نہیں۔

۱٤ ۳٥۰ ابراهیم ۔ ۳۲ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ
الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِیَ فِی الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ۚ
وَسَخَّرَ لَكُمُ الْاَنْهٰرَ ○ ۳۳ وَسَخَّرَ لَكُمُ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ دَآئِبَیْنِ ۚ
وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ ○ ۳٤ وَاٰتٰىكُمْ مِّنْ كُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْهُ ؕ وَاِنْ
تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ كَفَّارٌ ○

۳٥۰۔ اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور آسمان سے مینہ برسایا پھر اُس سے تمہارے کھانے کے لئے پھل پیدا کئے اور کشتیوں (اور جہازوں) کو تمہارے زیر فرمان کیا تاکہ دریا (اور سمندر) میں اس کے حکم سے چلیں۔ اور نہروں کو بھی تمہارے زیر فرمان کیا اور سورج اور چاند کو تمہارے لئے کام میں لگا دیا کہ دونوں (دن رات) ایک دستور پر چل رہے ہیں اور رات اور دن کو بھی تمہاری خاطر کام میں لگا دیا۔ اور جو کچھ تم نے مانگا سب میں سے تم کو عنایت کیا اور اگر اللہ کے احسان گننے لگو تو شمار نہ کر سکو۔ (مگر لوگ نعمتوں کا شکر نہیں کرتے) کچھ شک نہیں کہ انسان بڑا بے انصاف اور ناشکرا ہے۔

۱٥ ۳٥۱ الحجر ۱٦ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّزَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ ○ ۱۷ وَحَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ
شَیْطٰنٍ رَّجِیْمٍ ○ ۱۸ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِیْنٌ ○ ۱۹
وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ شَیْءٍ
مَّوْزُوْنٍ ○ ۲۰ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِیْهَا مَعَایِشَ وَمَنْ لَّسْتُمْ لَهٗ بِرٰزِقِیْنَ ○ ۲۱
وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ۫ وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ○ ۲۲
وَاَرْسَلْنَا الرِّیٰحَ لَوَاقِحَ فَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَسْقَیْنٰكُمُوْهُ ۚ وَمَاۤ اَنْتُمْ لَهٗ
بِخٰزِنِیْنَ ○ ۲۳ وَاِنَّا لَنَحْنُ نُحْیٖ وَنُمِیْتُ وَنَحْنُ الْوٰرِثُوْنَ ○

۳٥۱۔ اور ہم ہی نے آسمان میں برج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے اس کو سجا دیا۔ اور ہر شیطان راندۂ درگاہ سے اُسے محفوظ کر دیا۔ ہاں اگر کوئی چوری سے سننا چاہے تو چمکتا ہوا انگارہ اس کے پیچھے لپکتا ہے۔ اور زمین کو بھی ہم ہی نے پھیلایا اور اس پر پہاڑ (بنا کر) رکھ دیے اور اس میں ہر ایک سنجیدہ چیز اُگائی۔ اور ہم ہی نے تمہارے لئے اور ان لوگوں کے لئے جن کو تم روزی نہیں دیتے اس میں معاش کے سامان پیدا کئے۔ اور ہمارے ہاں ہر چیز کے خزانے ہیں اور ہم اُن کو بمقدار مناسب اتارتے رہتے ہیں اور ہم ہی ہوائیں چلاتے

ہیں۔ (جو بادلوں کے پانی سے) بھری ہوئی ہیں اور ہم ہی آسمان سے مینہ برساتے ہیں اور ہم ہی تم کو اس کا پانی پلاتے ہیں۔ اور تم تو اس کا خزانہ نہیں رکھتے۔ اور ہم ہی حیات بخشتے اور ہم ہی موت دیتے ہیں اور ہم ہی سب کے وارث (مالک) ہیں۔

١٥ ٣٥٢ الحجر ٢٦ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ ۝ ٢٧ وَالْجَآنَّ خَلَقْنٰهُ مِنْ قَبْلُ مِنْ نَّارِ السَّمُوْمِ ۝

٣٥٢۔ اور ہم نے انسان کو کھنکھناتے سڑے ہوئے گارے سے پیدا کیا ہے۔ اور جنوں کو اس سے بھی پہلے بے دھوئیں کی آگ سے پیدا کیا تھا۔

١٦ ٣٥٣ النحل ٢ يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝ ٣ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ ٤ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ ٥ وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا ۚ لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ ٦ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ۝ ٧ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۝ ٨ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ؕ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ ٩ وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ۝ ١٠ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً لَّكُمْ مِّنْهُ شَرَابٌ وَّمِنْهُ شَجَرٌ فِيْهِ تُسِيْمُوْنَ ۝ ١١ يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَالزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ١٢ وَسَخَّرَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ۙ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ وَالنُّجُوْمُ مُسَخَّرٰتٌ ۢ بِاَمْرِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ ١٣ وَمَا ذَرَاَ لَكُمْ فِي الْاَرْضِ مُخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ ١٤ وَهُوَ الَّذِيْ سَخَّرَ الْبَحْرَ لِتَاْكُلُوْا مِنْهُ لَحْمًا طَرِيًّا وَّتَسْتَخْرِجُوْا مِنْهُ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَتَرَى الْفُلْكَ مَوَاخِرَ فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ ١٥ وَاَلْقٰى فِي الْاَرْضِ رَوَاسِيَ اَنْ تَمِيْدَ بِكُمْ وَاَنْهٰرًا وَّسُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ ١٦

وَعَلٰمٰتٍ ؕ وَبِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ ○ ١٧ اَفَمَنْ يَّخْلُقُ كَمَنْ لَّا يَخْلُقُ ؕ
اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ ١٨ وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَا تُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ
رَّحِيْمٌ ○ ١٩ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ○ ٢٠ وَالَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ
مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا يَخْلُقُوْنَ شَيْئًا وَّهُمْ يُخْلَقُوْنَ ○ ٢١ اَمْوَاتٌ غَيْرُ
اَحْيَآءٍ ۚ وَمَا يَشْعُرُوْنَ ۙ اَيَّانَ يُبْعَثُوْنَ ○ ٢٢ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَالَّذِيْنَ
لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ قُلُوْبُهُمْ مُّنْكِرَةٌ وَّهُمْ مُّسْتَكْبِرُوْنَ ○ ٢٣ لَا جَرَمَ
اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ○

۳۵۳۔ وہی فرشتوں کو پیغام دے کر اپنے حکم سے اپنے بندوں میں سے جس کے پاس چاہتا ہے بھیجتا ہے کہ (لوگوں کو) بتا دو کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں۔ تو مجھی سے ڈرو۔ اسی نے آسمانوں اور زمین کو مبنی بر حکمت پیدا کیا۔ اس کی ذات ان (کافروں) کے شرک سے اونچی ہے۔ اُس نے انسان کو نطفے سے بنایا۔ مگر وہ اُس (خالق) کے بارے میں علانیہ جھگڑنے لگا۔ اور چار پایوں کو بھی اُسی نے پیدا کیا۔ ان میں تمہارے لئے جڑاول اور بہت سے فائدے ہیں اور ان میں سے بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔ اور جب شام کو انہیں (جنگل سے) لاتے ہو اور جب صبح کو (جنگل) چرانے لے جاتے ہو تو اُن سے تمہاری عزت و شان ہے۔ اور (دور دراز) شہروں میں جہاں تم زحمت شاقہ کے بغیر پہنچ نہیں سکتے وہ تمہارے بوجھ اٹھا کر لے جاتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار نہایت شفقت والا مہربان ہے۔ اور اُسی نے گھوڑے اور خچر اور گدھے پیدا کئے تاکہ تم اُن پر سوار ہو اور (وہ تمہارے لئے) رونق و زینت (بھی ہیں) اور وہ (اور چیزیں بھی) پیدا کرتا ہے جن کی تم کو خبر نہیں اور سیدھا رستہ تو اللہ تک جا پہنچتا ہے اور بعض رستے ٹیڑھے ہیں (وہ اُس تک نہیں پہنچتے) اور اگر وہ چاہتا تو تم سب کو سیدھے رستے پر چلا دیتا۔ وہی تو ہے جس نے آسمان سے پانی برسایا جسے تم پیتے ہو۔ اور اس سے درخت بھی (شاداب ہوتے ہیں) جن میں تم اپنے چارپایوں کو چراتے ہو۔ اسی پانی سے وہ تمہارے لئے کھیتی اور زیتون اور کھجور اور انگور (اور بے شمار درخت) اُگاتا ہے۔ اور ہر طرح کے پھل (پیدا کرتا ہے) غور کرنے والوں کے لئے اس میں (قدرت اللہ کی بڑی) نشانی ہے۔ اور اُس نے تمہارے لئے رات اور دن اور سورج اور چاند کو کام میں لگایا۔ اور اُسی کے حکم سے ستارے بھی کام میں لگے ہوئے ہیں۔ سمجھنے والوں کے لئے اس میں (قدرت اللہ کی بہت سی) نشانیاں ہیں۔ اور جو طرح طرح کے رنگوں کی چیزیں اس نے زمین میں پیدا کیں (سب تمہارے زیر فرمان کر دیں) نصیحت پکڑنے والوں کے لئے اس میں نشانی ہے۔ اور وہی تو ہے جس نے دریا کو تمہارے اختیار میں کیا تاکہ اُس میں سے تازہ

گوشت کھاؤ اور اس سے زیور (موتی وغیرہ) نکالو جسے تم پہنتے ہو۔ اور تم دیکھتے ہو کہ کشتیاں دریا میں پانی کو پھاڑتی چلی جاتی ہیں۔ اور اس لئے بھی (دریا کو تمہارے اختیار میں کیا) کہ تم اللہ کے فضل سے (معاش) تلاش کرو۔ اور تاکہ اس کا شکر کرو۔ اور اس نے زمین پر پہاڑ (بنا کر) رکھ دیئے کہ تم کو لے کر کہیں جھک نہ جائے۔ اور نہریں اور رستے بنا دیئے تاکہ ایک مقام سے دوسرے مقام تک (آسانی سے) جاسکو اور (راستوں میں) نشانات بنا دیئے اور لوگ ستاروں سے بھی رستے معلوم کرتے ہیں تو جو (اتنی مخلوقات) پیدا کرے، کیا وہ ویسا ہے جو کچھ بھی پیدا نہ کر سکے تو پھر تم غور کیوں نہیں کرتے اور اگر تم اللہ کی نعمتوں کو شمار کرنا چاہو تو گن نہ سکو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے اور جو کچھ تم چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو سب سے اللہ واقف ہے۔ اور جن لوگوں کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں۔ وہ کوئی چیز بھی تو نہیں بنا سکتے بلکہ خود اُن کو اور بناتے ہیں۔ (وہ) لاشیں ہیں بے جان۔ ان کو یہ بھی تو معلوم نہیں کہ اُٹھائے کب جائیں گے۔ تمہارا معبود تو اکیلا اللہ ہے۔ تو جو آخرت پر ایمان نہیں رکھتے اُن کے دل انکار کر رہے ہیں اور وہ سرکش ہو رہے ہیں۔ یہ جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں اللہ ضرور اس کو جانتا ہے۔ وہ سرکشوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

١٦٣٥٤ النحل ٤٨ اَوَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَيْءٍ يَّتَفَيَّؤُا ظِلٰلُهٗ عَنِ الْيَمِيْنِ وَالشَّمَآئِلِ سُجَّدًا لِّلّٰهِ وَهُمْ دٰخِرُوْنَ ○ ٤٩ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ مِنْ دَآبَّةٍ وَّالْمَلٰٓئِكَةُ وَهُمْ لَا يَسْتَكْبِرُوْنَ ○ ٥٠ يَخَافُوْنَ رَبَّهُمْ مِّنْ فَوْقِهِمْ وَيَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ ○ ٥١ وَقَالَ اللّٰهُ لَا تَتَّخِذُوْٓا اِلٰهَيْنِ اثْنَيْنِ ۚ اِنَّمَا هُوَ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ فَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ○ ٥٢ وَلَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَهُ الدِّيْنُ وَاصِبًا ۭ اَفَغَيْرَ اللّٰهِ تَتَّقُوْنَ ○

٣٥٤۔ کیا اُن لوگوں نے اللہ کی مخلوقات میں سے ایسی چیزیں نہیں دیکھیں جن کے سائے دائیں سے (بائیں کو) اور بائیں سے (دائیں کو) لوٹتے رہتے ہیں (یعنی) اللہ کے آگے عاجز ہو کر سجدے میں پڑے رہتے ہیں۔ اور تمام جاندار جو آسمانوں میں ہیں اور جو زمین میں ہیں سب اللہ کے آگے سجدہ کرتے ہیں اور فرشتے بھی اور وہ ذرا غرور نہیں کرتے اور اپنے پروردگار سے جو اُن کے اوپر ہے ڈرتے ہیں اور جو اُن کو ارشاد ہوتا ہے۔ اس پر عمل کرتے ہیں اور اللہ نے فرمایا ہے کہ دو دو معبود نہ بناؤ۔ معبود وہی ایک ہے۔ تو مجھی سے ڈرتے رہو۔ اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے۔ سب اُسی کا ہے اور اُسی کی عبادت لازم ہے۔ تو تم اللہ کے سوا اوروں سے کیوں ڈرتے ہو۔

١٦٣٥٥ النحل ٦٥ وَاللّٰهُ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً

لِقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ۝ ٦٥ وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَاۗىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ۝ ٦٦ وَمِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّرِزْقًا حَسَنًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ۝ ٦٧ وَاَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِيْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّمِنَ الشَّجَرِ وَمِمَّا يَعْرِشُوْنَ ۝ ٦٨ ثُمَّ كُلِيْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِيْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ۭ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَاۗءٌ لِّلنَّاسِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ ٦٩ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ ثُمَّ يَتَوَفّٰىكُمْ ڗ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْ لَا يَعْلَمَ بَعْدَ عِلْمٍ شَيْــــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝ ٧٠ وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰي بَعْضٍ فِي الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَاۗدِّيْ رِزْقِهِمْ عَلٰي مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَاۗءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ ۝ ٧١ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَزْوَاجِكُمْ بَنِيْنَ وَحَفَدَةً وَّرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ۭ اَفَبِالْبَاطِلِ يُؤْمِنُوْنَ وَبِنِعْمَتِ اللّٰهِ هُمْ يَكْفُرُوْنَ ۝

۳۵۵۔ اور اللہ ہی نے آسمان سے پانی برسایا پھر اُس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کیا۔ بے شک اس میں سننے والوں کے لئے نشانی ہے۔ اور تمہارے لئے چار پایوں میں بھی (مقام) عبرت (و غور) ہے۔ کہ اُن کے پیٹوں میں جو گوبر اور لہو ہے۔ اس سے ہم تم کو خالص دودھ پلاتے ہیں۔ جو پینے والوں کے لئے خوش گوار ہے۔ اور کھجور اور انگور کے میووں سے بھی (تم پینے کی چیزیں تیار کرتے ہو) کہ اُن سے شراب بناتے ہو اور عمدہ رزق (کھاتے ہو) جو لوگ سمجھ رکھتے ہیں اُن کے لئے اِن (چیزوں) میں (قدرت اللہ کی) نشانی ہے۔ اور تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھیوں کو ارشاد فرمایا کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور اونچی اونچی چھتریوں میں جو لوگ بناتے ہیں گھر بنا۔ اور ہر قسم کے میوے کھا اور اپنے پروردگار کے صاف رستوں پر چلی جا۔ اس کے پیٹ سے پینے کی چیز نکلتی ہے۔ جس کے مختلف رنگ ہوتے ہیں۔ اس میں لوگوں (کے کئی امراض) کی شفا ہے۔ بے شک سوچنے والوں کے لئے اس میں بھی نشانی ہے۔ اور اللہ ہی نے تم کو پیدا کیا پھر وہی تم کو موت دیتا ہے۔ اور تم میں بعض ایسے ہوتے ہیں کہ نہایت خراب عمر کو پہنچ جاتے ہیں اور (بہت کچھ) جانتے کے بعد ہر چیز سے بے علم ہو جاتے ہیں۔ بیشک اللہ (سب کچھ) جاننے والا (اور) قدرت والا ہے۔ اور اللہ نے رزق (و دولت) میں بعض کو بعض پر فضیلت دی ہے۔ تو جن لوگوں کو

فضیلت دی ہے۔ وہ اپنا رزق اپنے مملوکوں کو تو دے ڈالنے والے ہیں نہیں کہ سب اس میں برابر ہو جائیں۔ تو کیا یہ لوگ نعمت الٰہی کے منکر ہیں۔ اور اللہ ہی نے تم میں سے تمہارے لئے عورتیں پیدا کیں۔ اور عورتوں سے تمہارے بیٹے اور پوتے پیدا کئے۔ اور کھانے کو تمہیں پاکیزہ چیزیں دیں۔ تو کیا یہ بے اصل چیزوں پر اعتقاد رکھتے ہیں اور اللہ کی نعمتوں سے انکار کرتے ہیں۔

۱۶ ۳۵۶ النحل ۷۸ وَاللّٰهُ اَخْرَجَكُمْ مِّنْۢ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ شَيْئًا ۙ وَّجَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۙ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ ۷۹ اَلَمْ يَرَوْا اِلَى الطَّيْرِ مُسَخَّرٰتٍ فِيْ جَوِّ السَّمَآءِ ۭ مَا يُمْسِكُهُنَّ اِلَّا اللّٰهُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝ ۸۰ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۸۱ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّمَّا خَلَقَ ظِلٰلًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْجِبَالِ اَكْنَانًا وَّجَعَلَ لَكُمْ سَرَابِيْلَ تَقِيْكُمُ الْحَرَّ وَسَرَابِيْلَ تَقِيْكُمْ بَاْسَكُمْ ۭ كَذٰلِكَ يُتِمُّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تُسْلِمُوْنَ ۝

۳۵۶۔ اور اللہ ہی نے تم کو تمہاری ماؤں کے شکم سے پیدا کیا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے اور اُس نے تم کو کان اور آنکھیں اور دل (اور ان کے علاوہ اور) اعضا بخشے تاکہ تم شکر کرو۔ کیا ان لوگوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا کہ آسمان کی ہوا میں گھرے ہوئے (اُڑتے رہتے) ہیں۔ اُن کو اللہ ہی تھامے رکھتا ہے۔ ایمان والوں کے لئے اس میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔ اور اللہ ہی نے تمہارے لئے گھروں کو رہنے کی جگہ بنایا اور اُس نے چوپایوں کی کھالوں سے تمہارے لئے ڈیرے بنائے۔ جن کو تم سبک دیکھ کر سفر اور حضر میں کام میں لاتے ہو۔ اور اُن کی اُون اور پشم اور بالوں سے تم اسباب اور برتنے کی چیزیں (بناتے ہو جو) مدت تک (کام دیتی ہیں) اور اللہ ہی نے تمہارے (آرام کے) لئے اپنی پیدا کی ہوئی چیزوں کے سائے بنائے اور پہاڑوں میں غاریں بنائیں۔ اور کرتے بنائے۔ جو تم کو گرمی سے بچائیں۔ اور (ایسے) کرتے (بھی) جو تم کو (اسلحہ جنگ (کے ضرر) سے محفوظ رکھیں۔ اسی طرح اللہ اپنا احسان تم پر پورا کرتا ہے۔ تاکہ تم فرماں بردار بنو۔

۱۷ ۳۵۷ الاسراء ۱۲ وَجَعَلْنَا الَّيْلَ وَالنَّهَارَ اٰيَتَيْنِ فَمَحَوْنَآ اٰيَةَ الَّيْلِ وَجَعَلْنَآ اٰيَةَ النَّهَارِ مُبْصِرَةً لِّتَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ وَلِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ ۭ وَكُلَّ شَيْءٍ فَصَّلْنٰهُ تَفْصِيْلًا ۝

۳۵۷۔ اور ہم نے دن اور رات کو دو نشانیاں بنایا ہے۔ رات کی نشانی کو تاریک بنایا اور دن کی نشانی کو روشن تاکہ تم اپنے پروردگار کا فضل (یعنی) روزی تلاش کرو۔ اور برسوں کا شمار اور حساب جانو۔ اور ہم نے ہر چیز کی (بخوبی) تفصیل کر دی ہے۔

۳۵۸ ۲۱ الانبیآء ۲۵ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِیْٓ اِلَیْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ○

۳۵۸۔ اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے، اُن کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری ہی عبادت کرو۔

۳۵۹ ۲۱ الانبیآء ۳۰ اَوَلَمْ یَرَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْٓا اَنَّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ كَانَتَا رَتْقًا فَفَتَقْنٰهُمَا ؕ وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ○ ۳۱ وَجَعَلْنَا فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ بِهِمْ ۪ وَجَعَلْنَا فِیْهَا فِجَاجًا سُبُلًا لَّعَلَّهُمْ یَهْتَدُوْنَ ○ ۳۲ وَجَعَلْنَا السَّمَآءَ سَقْفًا مَّحْفُوْظًا ۚۖ وَّهُمْ عَنْ اٰیٰتِهَا مُعْرِضُوْنَ ○ ۳۳ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ وَالشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ○

۳۵۹۔ کیا کافروں نے نہیں دیکھا کہ آسمان اور زمین دونوں ملے ہوئے تھے تو ہم نے اُن کو جدا جدا کر دیا۔ اور تمام جاندار چیزیں ہم نے پانی سے بنائیں۔ پھر یہ لوگ ایمان کیوں نہیں لاتے۔ اور ہم نے زمین میں پہاڑ بنائے تاکہ لوگوں (کے بوجھ) سے ہلنے (اور جھکنے) نہ لگے۔ اور اس میں کشادہ رستے بنائے تاکہ لوگ ان پر چلیں۔ اور آسمان کو محفوظ چھت بنایا۔ اس پر بھی وہ ہماری نشانیوں سے منہ پھیر رہے ہیں۔ اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن اور سورج اور چاند کو بنایا (یہ) سب (یعنی سورج اور چاند اور ستارے) آسمان میں (اس طرح چلتے ہیں گویا) تیر رہے ہیں۔

۳۶۰ ۲۲ الحج ۱۸ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ یَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَالنُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِیْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ وَكَثِیْرٌ حَقَّ عَلَیْهِ الْعَذَابُ ؕ وَمَنْ یُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ یَفْعَلُ مَا یَشَآءُ ○ السجدة

۳۶۰۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو (مخلوق) آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور ستارے اور پہاڑ اور درخت اور چار پائے اور بہت سے انسان اللہ کو سجدہ کرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جن پر

عذاب ثابت ہو چکا ہے۔ اور جس شخص کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۲۲ ۳۶۱ الحج ۶۱ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ يُوْلِجُ الَّيْلَ فِى النَّهَارِ وَيُوْلِجُ النَّهَارَ فِى الَّيْلِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ۝

۳۶۱۔ یہ اس لئے کہ اللہ رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور اللہ تو سننے والا دیکھنے والا ہے۔

۲۲ ۳۶۲ الحج ۶۳ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۡ فَتُصْبِحُ الْاَرْضُ مُخْضَرَّةً ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ۝ ۶۴ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِىُّ الْحَمِيْدُ ۝ ۶۵ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِى الْاَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِىْ فِى الْبَحْرِ بِاَمْرِهٖ ؕ وَيُمْسِكُ السَّمَآءَ اَنْ تَقَعَ عَلَى الْاَرْضِ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۶۶ وَهُوَ الَّذِىْ اَحْيَاكُمْ ۡ ثُمَّ يُمِيْتُكُمْ ثُمَّ يُحْيِيْكُمْ ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ ۝

۳۶۲۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ آسمان سے مینہ برساتا ہے۔ تو زمین سرسبز ہو جاتی ہے۔ بیشک اللہ باریک بین اور خبردار ہے۔ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے اسی کا ہے۔ اور بے شک اللہ بے نیاز اور قابل ستائش ہے۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ جتنی چیزیں زمین میں ہیں (سب) اللہ نے تمہارے زیر فرمان کر رکھی ہیں اور کشتیاں (بھی) جو اسی کے حکم سے دریا میں چلتی ہیں اور وہ آسمان کو تھامے رہتا ہے کہ زمین پر (نہ) گر پڑے مگر اس کے حکم سے۔ بے شک اللہ لوگوں پر نہایت شفقت کرنے والا مہربان ہے۔ اور وہی تو ہے جس نے تم کو حیات بخشی پھر تم کو مارتا ہے۔ پھر تمہیں زندہ بھی کرے گا۔ اور انسان تو بڑا ناشکرا ہے۔

۲۳ ۳۶۳ المؤمنون ۱۷ وَلَقَدْ خَلَقْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعَ طَرَآئِقَ ۖ وَمَا كُنَّا عَنِ الْخَلْقِ غٰفِلِيْنَ ۝ ۱۸ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِى الْاَرْضِ ۖ وَاِنَّا عَلٰى ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۝ ۱۹ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِيْلٍ وَّاَعْنَابٍ لَكُمْ فِيْهَا فَوَاكِهُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ ۲۰ وَشَجَرَةً تَخْرُجُ مِنْ طُوْرِ سَيْنَآءَ تَنْۢبُتُ بِالدُّهْنِ وَصِبْغٍ لِّلْاٰكِلِيْنَ ۲۱ وَاِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۚ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهَا وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ كَثِيْرَةٌ وَّمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۝ ۲۲ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۝

۳۶۳۔ اور ہم نے تمہارے اوپر (کی جانب) سات آسمان پیدا کئے۔ اور ہم خلقت سے غافل نہیں ہیں۔ اور ہم ہی نے آسمان سے ایک انداز ے کے ساتھ پانی نازل کیا۔ پھر اس کو زمین میں ٹھہرا دیا اور ہم اس کے نابود کر دینے پر بھی قادر ہیں۔ پھر ہم نے اُس سے تمہارے لئے کھجوروں کے باغ بنائے۔ اُن میں تمہارے لئے بہت سے میوے پیدا ہوتے ہیں۔ اور اُن میں سے تم کھاتے بھی ہو اور وہ درخت بھی (ہم ہی نے پیدا کیا) جو طور سینا میں پیدا ہوتا ہے (یعنی زیتون کا درخت کہ) کھانے والوں کے لئے روغن اور سالن لئے ہوئے اُگتا ہے۔ اور تمہارے چارپایوں میں عبرت (اور نشانی) ہے کہ جو اُن کے پیٹوں میں ہے اس سے ہم تمہیں (دودھ) پلاتے ہیں اور تمہارے لئے اُن میں اور بھی بہت سے فائدے ہیں اور بعض کو تم کھاتے بھی ہو۔ اور اُن پر اور کشتیوں پر تم سوار ہوتے ہو۔

۲۳ ۳٦٤ المؤمنون ۷۸ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ لَكُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَةَ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۝ ۷۹ وَهُوَ الَّذِيْ ذَرَاَكُمْ فِي الْاَرْضِ وَاِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ ۝ ۸۰ وَهُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ ۭ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝

۳۶۴۔ اور وہی تو ہے جس نے تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے (لیکن) تم کم شکر گزاری کرتے ہو۔ اور وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پیدا کیا اور اُسی کی طرف تم سب جمع ہو کر جاؤ گے اور وہی ہے جو زندگی بخشتا ہے اور موت دیتا ہے۔ اور رات اور دن کا بدلتے رہنا اُسی کا تصرف ہے۔ کیا تم سمجھتے نہیں!

۲۳ ۳٦٥ المؤمنون ۸٤ قُلْ لِّمَنِ الْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهَآ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ۸۵ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ۸٦ قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَرَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ ۸۷ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ ۸۸ قُلْ مَنْۢ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ يُجِيْرُ وَلَا يُجَارُ عَلَيْهِ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝ ۸۹ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۭ قُلْ فَاَنّٰى تُسْحَرُوْنَ ۝ ۹۰ بَلْ اَتَيْنٰهُمْ بِالْحَقِّ وَاِنَّهُمْ لَكٰذِبُوْنَ ۝

۳۶۵۔ کہو کہ اگر تم جانتے ہو تو بتاؤ کہ زمین اور جو کچھ زمین میں ہے سب کس کا مال ہے۔ جھٹ بول اٹھیں گے کہ اللہ کا۔ کہو پھر تم سوچتے کیوں نہیں؟ (اُن سے) پوچھو کہ سات آسمانوں کا مالک کون ہے۔ اور عرش عظیم کا (کون) مالک (ہے) بیساختہ کہہ دیں گے کہ یہ (چیزیں) اللہ ہی کی ہیں۔ کہو کہ پھر تم ڈرتے کیوں نہیں۔ کہو کہ اگر تم جانتے ہو۔ تو بتاؤ کہ وہ کون ہے جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہی ہے اور وہ پناہ دیتا ہے۔ اور اس کے مقابل کوئی پناہ نہیں دے سکتا۔ فوراً کہہ دیں گے کہ (ایسی بادشاہی تو) اللہ ہی کی ہے تو کہو پھر تم

پر جادو کہاں سے پڑ جاتا ہے۔ بات یہ ہے کہ ہم نے اُن کے پاس حق پہنچا دیا ہے اور یہ جو (بت پرستی کئے جاتے ہیں) بے شک جھوٹے ہیں۔

۳٦٦ ٢٤ النور ٤١ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُسَبِّحُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالطَّيْرُ صٰٓفّٰتٍ ؕ كُلٌّ قَدْ عَلِمَ صَلَاتَهٗ وَتَسْبِيْحَهٗ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ○ ٤٢ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَاِلَى اللّٰهِ الْمَصِيْرُ ○ ٤٣ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يُزْجِىْ سَحَابًا ثُمَّ يُؤَلِّفُ بَيْنَهٗ ثُمَّ يَجْعَلُهٗ رُكَامًا فَتَرَى الْوَدْقَ يَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَيَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ يَكَادُ سَنَا بَرْقِهٖ يَذْهَبُ بِالْاَبْصَارِ ○ ٤٤ يُقَلِّبُ اللّٰهُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِى الْاَبْصَارِ ○ ٤٥ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِىْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ ○

۳٦٦۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں اللہ کی تسبیح کرتے ہیں اور پر پھیلائے ہوئے جانور بھی اور سب اپنی نماز اور تسبیح کے طریقے سے واقف ہیں اور جو کچھ وہ کرتے ہیں۔ (سب) اللہ کو معلوم ہے۔ اور آسمان اور زمین کی بادشاہی اللہ کے لئے ہے۔ اور اللہ ہی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی بادلوں کو چلاتا ہے۔ پھر اُن کو آپس میں ملا دیتا ہے۔ اور اُن کو تہ بہ تہ کر دیتا ہے۔ پھر تم دیکھتے ہو کہ بادل سے مینہ نکل (کر برس) رہا ہے۔ اور آسمان میں جو (اولوں کے) پہاڑ ہیں۔ اُن سے اولے نازل کرتا ہے۔ تو جس پر چاہتا ہے اُس کو برسا دیتا ہے۔ اور جس سے چاہتا ہے ہٹا دیتا ہے۔ اور بادل میں جو بجلی ہوتی ہے اُس کی چمک آنکھوں کو خیرہ کر کے بینائی کو اُچکے لئے جاتی ہے اور اللہ ہی رات اور دن کو بدلتا رہتا ہے۔ اہل بصارت کے لئے اس میں بڑی عبرت ہے۔ اور اللہ ہی نے ہر چلنے پھرنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا تو ان میں سے بعض ایسے ہیں کہ پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو دو پاؤں سے چلتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۳٦٧ ٢٥ الفرقان ٤٥ اَلَمْ تَرَ اِلٰى رَبِّكَ كَيْفَ مَدَّ الظِّلَّ ۚ وَلَوْ شَآءَ لَجَعَلَهٗ سَاكِنًا ۚ ثُمَّ جَعَلْنَا الشَّمْسَ عَلَيْهِ دَلِيْلًا ○ ٤٦ ثُمَّ قَبَضْنٰهُ اِلَيْنَا قَبْضًا يَّسِيْرًا ○ ٤٧ وَهُوَ

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِبَاسًا وَّالنَّوْمَ سُبَاتًا وَّجَعَلَ النَّهَارَ نُشُوْرًا ○ ٤٨ وَهُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ الرِّیٰحَ بُشْرًاۢ بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ۚ وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً طَهُوْرًا ○ ٤٩ لِّنُحْیِۦَ بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا وَّ نُسْقِیَهٗ مِمَّا خَلَقْنَآ اَنْعَامًا وَّاَنَاسِیَّ كَثِیْرًا ○ ٥٠ وَلَقَدْ صَرَّفْنٰهُ بَیْنَهُمْ لِیَذَّكَّرُوْا ۫ فَاَبٰٓى اَكْثَرُ النَّاسِ اِلَّا كُفُوْرًا ○

۳۶۷۔ بلکہ تم نے اپنے پروردگار (کی قدرت) کو نہیں دیکھاکہ وہ سائے کو کس طرح دراز کر (کے پھیلا) دیتا ہے۔ اور اگر وہ چاہتا تو اس کو (بے حرکت) ٹھہرا رکھتا پھر سورج کو اُس کا رہنما بنا دیتا ہے۔ پھر ہم اُس کو آہستہ آہستہ اپنی طرف سمیٹ لیتے ہیں۔ اور وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات کو پردہ اور نیند کو آرام بنایا اور دن کو اُٹھ کھڑے ہونے کا وقت ٹھہرایا۔ اور وہی تو ہے جو اپنی رحمت کے مینہ کے آگے ہواؤں کو خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے اور ہم آسمان سے پاک (اور ستھرا ہوا) پانی برساتے ہیں۔ تاکہ اس سے شہر مردہ (یعنی زمین افتادہ) کو زندہ کر دیں اور پھر ہم اُسے بہت سے چوپایوں اور آدمیوں کو جو ہم نے پیدا کئے ہیں پلاتے ہیں اور ہم نے اس (قرآن کی آیتوں) کو طرح طرح کے لوگوں میں بیان کیا تاکہ نصیحت پکڑیں مگر بہت سے لوگوں نے انکار کے سوا قبول نہ کیا۔

۳٦٨ ۲٥ الفرقان ٥٣ وَهُوَ الَّذِیْ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّ هٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَیْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ٥٤ وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا ۗ وَكَانَ رَبُّكَ قَدِیْرًا ۔

۳۶۸۔ اور وہی تو ہے جس نے دو دریاؤں کو ملا دیا ایک کا پانی شیریں ہے پیاس بجھانے والا اور دوسرے کا کھاری، چھاتی جلانے والا اور دونوں کے درمیان ایک آڑ اور مضبوط اوٹ بنا دی۔ اور وہی تو ہے جس نے پانی سے آدمی پیدا کیا پھر اس کو صاحب نسب اور صاحب قرابت دامادی بنایا۔ اور تمہارا پروردگار (ہر طرح کی) قدرت رکھتا ہے۔

۳٦٩ ۲٥ الفرقان ٥٩ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِیْرًا ○

۳۶۹۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اِن دونوں کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جا ٹھہرا وہ (جس کا نام) رحمٰن (یعنی بڑا مہربان) ہے تو اس کا حال کسی باخبر سے دریافت کر لو۔

۳۷۰ ۲۵ الفرقان ۶۱ تبٰرک الّذی جعل فی السّمآء بروجا وّجعل فیھا سراجا وّ قمرا منیرا ○ ۶۲ وھو الّذی جعل الّیل والنّھار خلفۃ لّمن اراد ان یذّکّر اواراد شکورا ○

۳۰۰۔ اور (اللہ) بڑی برکت والا ہے جس نے آسمانوں میں برج بنائے اور اُن میں آفتاب کا نہایت روشن چراغ اور چمکتا ہوا چاند بھی بنایا۔ اور وہی تو ہے جس نے رات اور دن کو ایک دوسرے کے پیچھے آنے جانے والا بنایا۔ (یہ باتیں) اس شخص کے لئے جو غور کرنا چاہے یا شکر گزاری کا ارادہ کرے (سوچنے اور سمجھنے کی ہیں)۔

۳۷۱ ۲۶ الشعراء ۷ اولم یروا الی الارض کم انبتنا فیھا من کلّ زوج کریم ○ ۸ انّ فی ذلک لاٰیۃ ؕ وما کان اکثرھم مّؤمنین ○ ۹ وانّ ربّک لھو العزیز الرّحیم ○

۳۰۱۔ کیا انہوں نے زمین کی طرف نہیں دیکھا کہ ہم نے اس پر ہر قسم کی کتنی نفیس چیزیں اُگائی ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ اس میں (قدرت اللہ کی) نشانی ہے۔ مگر یہ اکثر ایمان والے نہیں ہیں اور تمہارا پروردگار غالب (اور) مہربان ہے۔

۳۷۲ ۲۷ النمل ۲۵ الّا یسجدوا للّٰہ الّذی یخرج الخبء فی السّمٰوٰت والارض ویعلم ما تخفون وما تعلنون ○ ۲۶ اللّٰہ لا الٰہ الّا ھو ربّ العرش العظیم ○

۳۰۲۔ (اور نہیں سمجھتے) کہ اللہ کو جو آسمانوں اور زمین میں چھپی چیزوں کو ظاہر کر دیتا اور تمہارے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو جانتا ہے۔ کیوں سجدہ نہ کریں۔ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔ وہی عرش عظیم کا مالک ہے۔

۳۷۳ ۲۷ النمل ۵۹ قل الحمد للّٰہ وسلٰم علی عبادہ الّذین اصطفٰی ؕ ءآللّٰہ خیر امّا یشرکون ○ ۶۰ امّن خلق السّمٰوٰت والارض وانزل لکم مّن السّمآء مآء ۚ فانبتنا بہ حدآئق ذات بھجۃ ۚ ما کان لکم ان تنبتوا شجرھا ؕ ءالٰہ مّع اللّٰہ ؕ بل ھم قوم یّعدلون ○ ۶۱ امّن جعل الارض قرارا وّجعل خللھا انھرا وّجعل لھا رواسی وجعل بین البحرین

حَاجِزًا ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ ٦٢ اَمَّنْ يُّجِيْبُ
الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْۗءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَاۗءَ الْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ
اللّٰهِ ۭ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ ٦٣ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَمَنْ
يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًۢا بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا
يُشْرِكُوْنَ ۝ ٦٤ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ
وَالْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

۳۷۳۔ کہہ دو کہ سب تعریف اللہ ہی کو سزاوار ہے اور اس کے بندوں پر سلام ہے۔ جن کو اس نے منتخب فرمایا۔ بھلا اللہ بہتر ہے یا وہ جن کو یہ (اُس کا) شریک ٹھہراتے ہیں۔ بھلا کس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور (کس نے) تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا۔ (ہم نے) پھر ہم ہی نے اس سے سرسبز باغ اگائے۔ تمہارا کام تو نہ تھا کہ تم ان کے درختوں کو اُگاتے۔ تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ (ہرگز نہیں) بلکہ یہ لوگ رستے سے الگ ہو رہے ہیں۔ بھلا کس نے زمین کو قرار گاہ بنایا اور اس کے بیچ نہریں بنائیں اور اس کے لئے پہاڑ بنائے اور (کس نے) دو دریاؤں کے بیچ اوٹ بنائی (یہ سب کچھ اللہ نے بنایا) تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ (ہرگز نہیں) بلکہ اُن میں اکثر دانش نہیں رکھتے۔ بھلا کون بے قرار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اس سے دعا کرتا ہے اور (کون اُس کی) تکلیف کو دور کرتا ہے اور (کون) تم کو زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے (یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے) تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے (ہرگز نہیں مگر) تم بہت کم غور کرتے ہو۔ بھلا کون تم کو جنگل اور دریا کے اندھیروں میں رستہ بتاتا ہے۔ اور (کون) ہواؤں کو اپنی رحمت کے آگے خوش خبری بنا کر بھیجتا ہے (یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے) تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے؟ (ہرگز نہیں) یہ لوگ جو شرک کرتے ہیں اللہ (کی شان) اس سے بلند ہے۔ بھلا کون خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا۔ پھر اس کو بار بار پیدا کرتا رہتا ہے۔ اور (کون) تم کو آسمان اور زمین سے رزق دیتا ہے (یہ سب کچھ اللہ کرتا ہے) تو کیا اللہ کے ساتھ کوئی اور معبود بھی ہے۔ (ہرگز نہیں) کہہ دو کہ (مشرکو) اگر تم سچے ہو تو دلیل پیش کرو۔

۳۷۴ ۲۷ النمل ۸۶ اَلَمْ يَرَوْا اَنَّا جَعَلْنَا الَّيْلَ لِيَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ۝

۳۷۴۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم نے رات کو (اس لئے) بنایا ہے کہ اس میں آرام کریں اور دن کو روشن (بنایا ہے کہ اس میں کام کریں) بے شک اس میں مومن لوگوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

۲۷ ۳۷۵ النمل ۸۸ وَتَرَى الْجِبَالَ تَحْسَبُهَا جَامِدَةً وَّهِيَ تَمُرُّ مَرَّ السَّحَابِ ۚ صُنْعَ اللّٰهِ الَّذِيْٓ اَتْقَنَ كُلَّ شَيْءٍ ۚ اِنَّهٗ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَفْعَلُوْنَ ۝

۳۷۵۔ اور تم پہاڑوں کو دیکھتے ہو تو خیال کرتے ہو کہ (اپنی جگہ پر) کھڑے ہیں مگر وہ (اُس روز) اس طرح اڑے پھریں گے جیسے بادل (یہ) اللہ کی کاریگری ہے جس نے ہر چیز کو مضبوط بنایا۔ بیشک وہ تمہارے سب افعال سے باخبر ہے۔

۲۷ ۳۷۶ النمل ۹۳ وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ۝

۳۷۶۔ اور کہو کہ اللہ کا شکر ہے وہ تم کو عنقریب اپنی نشانیاں دکھائے گا تو تم ان کو پہچان لو گے۔ اور جو کام تم کرتے ہو تمہارا پروردگار ان سے بے خبر نہیں ہے۔

۲۸ ۳۷۷ القصص ۷۰ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ لَهُ الْحَمْدُ فِي الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ۫ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ ۷۱ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ ۭ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ۝ ۷۲ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ۭ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ۝ ۷۳ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

۳۷۷۔ اور وہی اللہ ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ دنیا اور آخرت میں اسی کی تعریف ہے۔ اور اسی کا حکم اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔ کہو بھلا دیکھو تو اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت کے دن تک رات (کی تاریکی) کئے رہے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے جو تم کو روشنی لا دے۔ تو کیا تم سنتے نہیں؟ کہو تو بھلا، دیکھو تو اگر اللہ تم پر ہمیشہ قیامت تک دن کئے رہے تو اللہ کے سوا کون معبود ہے کہ تم کو رات لا دے جس میں تم آرام کرو۔ تو کیا تم دیکھتے نہیں؟ اور اُس نے اپنی رحمت سے تمہارے لئے رات کو اور دن کو بنایا تاکہ تم اس میں آرام کرو اور اس میں اس کا فضل تلاش کرو۔ اور تاکہ شکر کرو۔

۲۹ ۳۷۸ العنکبوت ۱۹ اَوَلَمْ يَرَوْا كَيْفَ يُبْدِئُ اللّٰهُ الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

۳۷۸۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ کس طرح خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا پھر (کس طرح) اس کو بار بار پیدا کرتا رہتا ہے۔ یہ اللہ کو آسان ہے۔

۲۹ ۳۷۹ العنکبوت ۶۱ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ فَاَنّٰى يُؤْفَكُوْنَ ○

۳۷۹۔ اور اگر اُن سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا اور سورج اور چاند کو کس نے (تمہارے) زیرِ فرمان کیا تو کہہ دیں گے اللہ نے۔ تو پھر یہ کہاں اُلٹے جا رہے ہیں۔

۲۹ ۳۸۰ العنکبوت ۶۳ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْ بَعْدِ مَوْتِهَا لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ ○

۳۸۰۔ اور اگر تم ان سے پوچھو کہ آسمان سے پانی کس نے نازل فرمایا پھر اس سے زمین کو اس کے مرنے کے بعد (کس نے) زندہ کیا تو کہہ دیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ دو کہ اللہ کا شکر ہے۔ لیکن اُن میں اکثر نہیں سمجھتے۔

۳۰ ۳۸۱ الروم ۸ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۗ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ○

۳۸۱۔ کیا انہوں نے اپنے دل میں غور نہیں کیا۔ کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان دونوں کے درمیان ہے ان کو حکمت سے اور ایک وقتِ مقرر تک کے لئے پیدا کیا ہے۔ اور بہت سے لوگ اپنے پروردگار سے ملنے کے قائل ہی نہیں۔

۳۰ ۳۸۲ الروم ۱۱ اَللّٰهُ يَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○

۳۸۲۔ اللہ ہی خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے وہی اس کو پھر پیدا کرے گا پھر تم اس کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

۳۰ ۳۸۳ الروم ۲۰ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ اِذَآ اَنْتُمْ بَشَرٌ تَنْتَشِرُوْنَ ۲۱ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنْ خَلَقَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْكُنُوْٓا اِلَيْهَا وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّرَحْمَةً ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ ۲۲ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ ○ ۲۳ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ مَنَامُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَابْتِغَآؤُكُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّسْمَعُوْنَ ○ ۲۴ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّطَمَعًا وَّيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ

الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّعْقِلُوْنَ ۝ ۲۵ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ تَقُوْمَ السَّمَآءُ وَالْاَرْضُ بِاَمْرِهٖ ؕ ثُمَّ اِذَا دَعَاكُمْ دَعْوَةً ۖ مِّنَ الْاَرْضِ ۖ اِذَاۤ اَنْتُمْ تَخْرُجُوْنَ ۝ ۲۶ وَلَهٗ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ كُلٌّ لَّهٗ قٰنِتُوْنَ ۝ ۲۷ وَهُوَ الَّذِیْ یَبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ یُعِیْدُهٗ وَهُوَ اَهْوَنُ عَلَیْهِ ؕ وَلَهُ الْمَثَلُ الْاَعْلٰی فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝

۳۱۳۔ اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اب تم انسان ہو کر جابجا پھیل رہے ہو اور اُسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ ان کی طرف (مائل ہو کر) آرام حاصل کرو اور تم میں محبت اور مہربانی پیدا کر دی۔ جو لوگ غور کرتے ہیں اُن کے لئے ان باتوں میں (بہت سی) نشانیاں ہیں اور اُسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا۔ اور تمہاری زبانوں اور رنگوں کا جدا جدا ہونا۔ اہلِ دانش کے لئے ان (باتوں) میں (بہت سی) نشانیاں ہیں اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے تمہارا رات میں اور دن میں سونا اور اس کے فضل کا تلاش کرنا۔ جو لوگ سنتے ہیں اُن کے لئے اِن باتوں میں (بہت سی) نشانیاں ہیں اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ تم کو خوف اور امید دلانے کے لئے بجلی دکھاتا ہے اور آسمان سے مینھ برساتا ہے پھر زمین کو اس کے مرجانے کے بعد زندہ (و شاداب) کر دیتا ہے۔ عقل والوں کے لئے ان (باتوں) میں (بہت سی) نشانیاں ہیں اور اُسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ آسمان اور زمین اس کے حکم سے قائم ہیں۔ پھر جب وہ تم کو زمین میں سے (نکلنے کے لئے) آواز دے گا۔ تو تم جھٹ نکل پڑو گے۔ اور آسمانوں اور زمین میں (جتنے فرشتے اور انسان وغیرہ ہیں) اُسی کے (مملوک) ہیں۔ (اور) تمام اُس کے فرمانبردار ہیں۔ اور وہی تو ہے جو خلقت کو پہلی بار پیدا کرتا ہے پھر اُسے دوبارہ پیدا کرے گا اور یہ اُسے بہت آسان ہے اور آسمانوں اور زمین میں اُس کی شان بہت بلند ہے اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

۳۸۴ ۳۰ الروم ۴۶ وَمِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ یُّرْسِلَ الرِّیَاحَ مُبَشِّرٰتٍ وَّلِیُذِیْقَكُمْ مِّنْ رَّحْمَتِهٖ وَلِتَجْرِیَ الْفُلْكُ بِاَمْرِهٖ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝

۳۱۴۔ اور اسی کی نشانیوں میں سے ہے کہ ہواؤں کو بھیجتا ہے کہ خوش خبری دیتی ہیں تاکہ تم کو اپنی رحمت کے مزے چکھائے اور تاکہ اُس کے حکم سے کشتیاں چلیں۔ اور تاکہ تم اُس کے فضل سے (روزی) طلب کرو۔ عجب نہیں تم شکر کرو۔

۳۰ ۳۸۵ الروم ۴۸ اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ كَیْفَ یَشَآءُ
وَیَجْعَلُهٗ كِسَفًا فَتَرَى الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ
مِنْ عِبَادِهٖۤ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ۝ ۴۹ وَاِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ یُّنَزَّلَ عَلَیْهِمْ
مِّنْ قَبْلِهٖ لَمُبْلِسِیْنَ ۝ ۵۰ فَانْظُرْ اِلٰۤى اٰثٰرِ رَحْمَتِ اللّٰهِ كَیْفَ یُحْیِ الْاَرْضَ
بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ لَمُحْیِ الْمَوْتٰى ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

۳۸۵۔ اللہ ہی تو ہے جو ہواؤں کو چلاتا ہے تو وہ بادل کو اُبھارتی ہیں۔ پھر اللہ اس کو جس طرح چاہتا ہے آسمان پر پھیلا دیتا اور تہ بہ تہ کر دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ اُس کے بیچ میں سے مینھ نکلنے لگتا ہے۔ پھر جب وہ اپنے بندوں میں سے جن پر چاہتا ہے اُسے برسا دیتا ہے تو وہ خوش ہو جاتے ہیں۔ اور بیشتر تو وہ مینھ کے اُترنے سے پہلے نا امید ہو رہے تھے۔ تو (اے دیکھنے والے) اللہ کی رحمت کی نشانیوں کی طرف دیکھ کہ وہ کس طرح زمین کو اس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ بے شک وہ مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۳۰ ۳۸۶ الروم ۵۴ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ
مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ ۝

۳۸۶۔ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو (ابتدا میں) کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد طاقت عنایت کی پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور وہ صاحب دانش اور صاحبِ قدرت ہے۔

۳۱ ۳۸۷ لقمان ۱۰ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَیْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا وَاَلْقٰى فِی الْاَرْضِ رَوَاسِیَ اَنْ تَمِیْدَ
بِكُمْ وَبَثَّ فِیْهَا مِنْ كُلِّ دَآبَّةٍ ؕ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ
كُلِّ زَوْجٍ كَرِیْمٍ ۝ ۱۱ هٰذَا خَلْقُ اللّٰهِ فَاَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقَ الَّذِیْنَ
مِنْ دُوْنِهٖ ؕ بَلِ الظّٰلِمُوْنَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ۝

۳۸۷۔ اسی نے آسمانوں کو ستونوں کے بغیر پیدا کیا جیسا کہ تم دیکھتے ہو اور زمین پر پہاڑ (بنا کر) رکھ دیے۔ تاکہ تم کو ہلا نہ دے اور اس میں ہر طرح کے جانور پھیلا دیے اور ہم ہی نے آسمان سے پانی نازل کیا پھر (اُس سے) اس میں ہر قسم کی نفیس چیزیں اُگائیں۔ یہ تو اللہ کی پیدائش ہے تو مجھے دکھاؤ کہ اللہ کے سوا جو لوگ ہیں اُنہوں نے کیا پیدا کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ یہ ظالم صریح گمراہی میں ہیں۔

۳۱ ۳۸۸ لقمان ۲۵ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ

لِلّٰہِ ؕ بَلْ اَکْثَرُھُمْ لَایَعْلَمُوْنَ ○ ۲۶ لِلّٰہِ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ
اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْغَنِیُّ الْحَمِیْدُ ○

۳۸۸۔ اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو بول اُٹھیں گے کہ اللہ نے۔ کہہ دو کہ اللہ کا شکر ہے، لیکن اُن میں اکثر سمجھ نہیں رکھتے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے (سب) اللہ ہی کا ہے۔ بے شک اللہ بے پروا اور سزاوار حمد (وثنا) ہے۔

۳۸۹ ۳۱ لقمان ۲۹ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰہَ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَیُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وَسَخَّرَ
الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْ اِلٰی اَجَلٍ مُّسَمًّی وَّاَنَّ اللّٰہَ بِمَا تَعْمَلُوْنَ
خَبِیْرٌ ○ ۳۰ ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْحَقُّ وَاَنَّ مَایَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہِ
الْبَاطِلُ ۙ وَاَنَّ اللّٰہَ ھُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ ○ ۳۱ اَلَمْ تَرَ اَنَّ الْفُلْکَ تَجْرِیْ فِی
الْبَحْرِ بِنِعْمَتِ اللّٰہِ لِیُرِیَکُمْ مِّنْ اٰیٰتِہٖ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ
صَبَّارٍ شَکُوْرٍ ○

۳۸۹۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور (وہی) دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اُسی نے سورج اور چاند کو (تمہارے) زیر فرمان کر رکھا ہے ہر ایک، ایک وقتِ مقرر تک چل رہا ہے۔ اور یہ کہ اللہ تمہارے سب اعمال سے خبردار ہے، یہ اِس لئے کہ اللہ کی ذات برحق ہے۔ اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ لغو ہیں۔ اور یہ کہ اللہ ہی عالی رُتبہ اور گرامی قدر ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی کی مہربانی سے کشتیاں دریا میں چلتی ہیں تاکہ وہ تم کو اپنی کچھ نشانیاں دکھائے۔ بے شک اس میں ہر صبر کرنے والے (اور) شکر کرنے والے کے لئے نشانیاں ہیں۔

۳۹۰ ۳۲ السجدۃ ۴ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَھُمَا فِیْ سِتَّۃِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی
عَلَی الْعَرْشِ ؕ مَالَکُمْ مِّنْ دُوْنِہٖ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَاشَفِیْعٍ ؕ اَفَلَا
تَتَذَکَّرُوْنَ ○ ۵ یُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَی الْاَرْضِ ثُمَّ یَعْرُجُ اِلَیْہِ فِیْ
یَوْمٍ کَانَ مِقْدَارُہٗٓ اَلْفَ سَنَۃٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ○ ۶ ذٰلِکَ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّھَادَۃِ
الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ ○ ۷ الَّذِیْٓ اَحْسَنَ کُلَّ شَیْءٍ خَلَقَہٗ وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ
مِنْ طِیْنٍ ○ ۸ ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَہٗ مِنْ سُلٰلَۃٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّھِیْنٍ ○ ۹ ثُمَّ سَوّٰىہُ
وَنَفَخَ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِہٖ وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْئِدَۃَ ؕ قَلِیْلًا

مَّاتَشْكُرُوْنَ ○

۳۹۰۔ اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو چیزیں ان دونوں میں ہیں سب کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جا ٹھیرا۔ اُس کے سوا تمہارا نہ کوئی دوست ہے اور نہ سفارش کرنے والا۔ کیا تم نصیحت نہیں پکڑتے۔ وہی آسمان سے زمین تک (کے) ہر کام کا انتظام کرتا ہے۔ پھر وہ ایک روز جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ہزار برس ہوگا اس کی طرف صعود (اور رجوع) کرے گا۔ یہی تو پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا (اور) غالب (اور) رحم والا (اللہ) ہے جس نے ہر چیز کو بہت اچھی طرح بنایا (یعنی) اُس کو پیدا کیا۔ اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا، پھر اُس کی نسل خلاصے سے (یعنی) حقیر پانی سے پیدا کی۔ پھر اُس کو درست کیا پھر اُس میں اپنی (طرف سے) روح پھونکی اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ (مگر) تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

۳۲ ۳۹۱ السجدة ۲۷ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا نَسُوْقُ الْمَآءَ اِلَى الْاَرْضِ الْجُرُزِ فَنُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا تَاْكُلُ مِنْهُ اَنْعَامُهُمْ وَاَنْفُسُهُمْ ؕ اَفَلَا يُبْصِرُوْنَ ○

۳۹۱۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ ہم بنجر زمین کی طرف پانی رواں کرتے ہیں۔ پھر اُس سے کھیتی پیدا کرتے ہیں جس میں سے اُن کے چوپائے بھی کھاتے ہیں اور وہ خود بھی (کھاتے ہیں) تو یہ دیکھتے کیوں نہیں۔

۳۵ ۳۹۲ فاطر ۳ يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ○

۳۹۲۔ لوگو! اللہ کے جو تم پر احسانات ہیں اُن کو یاد کرو کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق (اور رازق) ہے۔ جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں پس تم کہاں بہکے پھرتے ہو۔

۳۵ ۳۹۳ فاطر ۹ وَاللّٰهُ الَّذِيْۤ اَرْسَلَ الرِّيٰحَ فَتُثِيْرُ سَحَابًا فَسُقْنٰهُ اِلٰى بَلَدٍ مَّيِّتٍ فَاَحْيَيْنَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ كَذٰلِكَ النُّشُوْرُ ○

۳۹۳۔ اور اللہ ہی تو ہے جو ہوائیں چلاتا ہے اور وہ بادل کو اُبھارتی ہیں پھر ہم اُن کو ایک بے جان شہر کی طرف چلاتے ہیں۔ پھر اُس سے زمین کو اُس کے مرنے کے بعد زندہ کر دیتے ہیں۔ اِسی طرح مُردوں کو جی اُٹھنا ہو گا۔

۳۵ ۳۹٤ فاطر ۱۱ وَاللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○ ۱۲ وَمَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ؕ وَمِنْ كُلٍّ

تاکلون لحما طریا و تستخرجون حلیۃ تلبسونہا ج وتری الفلک فیہ
مواخر لتبتغوا من فضلہ ولعلکم تشکرون ○ ۱۳ یولج الیل فی النہار
ویولج النہار فی الیل لا وسخر الشمس والقمر ز کل یجری لاجل
مسمی ط ذلکم اللہ ربکم لہ الملک ط والذین تدعون من دونہ
مایملکون من قطمیر ○

۳۹۴۔ اور اللہ ہی نے تم کو مٹی سے پیدا کیا۔ پھر نطفے سے پھر تمکو جوڑا جوڑا بنادیااور کوئی عورت نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ جنتی ہے مگر اس کے علم سے۔ اور نہ کسی بڑی عمر والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ اس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔ بے شک یہ اللہ کو آسان ہے۔ اور دونوں دریا (ملکر) یکساں نہیں ہو جاتے۔ یہ تو میٹھا ہے پیاس بجھانے والا جس کا پانی خوشگوار ہے اور ایک کھاری ہے کڑوا۔ اور سب سے تم تازہ گوشت کھاتے ہو اور زیور نکالتے ہو جسے پہنتے ہو۔ اور تم دریا میں کشتیوں کو دیکھتے ہو کہ (پانی کو) پھاڑتی چلی آتی ہیں تاکہ تم اس کے فضل سے (معاش) تلاش کرو اور تاکہ شکر کرو۔ وہی رات کو دن میں داخل کرتا ہے اور (وہی) دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور اسی نے سورج اور چاند کو کام میں لگا دیا ہے۔ ہر ایک ایک وقت مقرر تک چل رہا ہے۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے اسی کی بادشاہی ہے۔ اور جن لوگوں کو تم اس کے سوا پکارتے ہو وہ کھجور کی گٹھلی کے چھلکے کے برابر بھی تو (کسی چیز کے) مالک نہیں۔

۳۹۵ ۳۵ فاطر ۲۷ الم تر ان اللہ انزل من السماء ماء ج فاخرجنا بہ ثمرت مختلفا الوانہا ط
ومن الجبال جدد بیض و حمر مختلف الوانہا وغرابیب سود ○ ۲۸
ومن الناس والدواب والانعام مختلف الوانہ کذلک ط انما یخشی اللہ
من عبادہ العلمؤا ط ان اللہ عزیز غفور ○

۳۹۵۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے آسمان سے مینھ برسایا۔ تو ہم نے اس سے طرح طرح کے رنگوں کے میوے پیدا کئے۔ اور پہاڑوں میں سفید اور سرخ رنگوں کے قطعات ہیں اور (بعض) کالے سیاہ ہیں۔ انسانوں اور جانوروں اور چارپایوں کے بھی کئی طرح کے رنگ ہیں۔ اللہ سے تو اس کے بندوں میں سے وہی ڈرتے ہیں جو صاحب علم ہیں۔ بے شک اللہ غالب (اور) بخشنے والا ہے۔

۳۹۶ ۳۵ فاطر ۴۱ ان اللہ یمسک السموت والارض ان تزولا ج ولئن زالتا ان امسکہما
من احد من بعدہ ط انہ کان حلیما غفورا ○

۳۹۶۔ اللہ ہی آسمانوں اور زمین کو تھامے رکھتا ہے کہ ٹل نہ جائیں۔ اگر وہ ٹل جائیں تو اللہ کے سوا کوئی ایسا نہیں جو اُن کو تھام سکے۔ بے شک وہ بُردبار (اور) بخشنے والا ہے۔

۳۹۷ ۳۶ یٰسٓ ۱۲ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ؕ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ ○

۳۹۷۔ بے شک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور جو کچھ وہ آگے بھیج چکے اور (جو) اُن کے نشان پیچھے رہ گئے ہم اُن کو قلمبند کر لیتے ہیں اور ہر چیز کو ہم نے کتاب روشن (یعنی لوح محفوظ) میں لکھ رکھا ہے۔

۳۹۸ ۳۶ یٰسٓ ۳۳ وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَةُ ۚ اَحْیَیْنٰهَا وَاَخْرَجْنَا مِنْهَا حَبًّا فَمِنْهُ یَاْكُلُوْنَ ○ ۳۴ وَجَعَلْنَا فِیْهَا جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ وَّفَجَّرْنَا فِیْهَا مِنَ الْعُیُوْنِ ○ ۳۵ لِیَاْكُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖ ۙ وَمَا عَمِلَتْهُ اَیْدِیْهِمْ ؕ اَفَلَا یَشْكُرُوْنَ ○ ۳۶ سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِهِمْ وَمِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ○ ۳۶ وَاٰیَةٌ لَّهُمُ الَّیْلُ ۚ نَسْلَخُ مِنْهُ النَّهَارَ فَاِذَا هُمْ مُّظْلِمُوْنَ ○ ۳۸ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ○ ۳۹ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ○ ۴۰ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَلَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَكُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ○ ۴۱ وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ○ ۴۲ وَخَلَقْنَا لَهُمْ مِّنْ مِّثْلِهٖ مَا یَرْكَبُوْنَ ○ ۴۳ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ ○ ۴۴ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰی حِیْنٍ ○

۳۹۸۔ اور ایک نشانی اُن کے لئے زمین مُردہ ہے۔ کہ ہم نے اُس کو زندہ کیا اور اُس میں سے اناج اُگایا پھر یہ اُس میں سے کھاتے ہیں اور اُس میں کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کئے اور اس میں چشمے جاری کر دیئے۔ تاکہ یہ اُن کے پھل کھائیں اور اِن کے ہاتھوں نے تو اُن کو نہیں بنایا پھر یہ شکر کیوں نہیں کرتے۔ وہ اللہ پاک ہے جس نے زمین کی نباتات کے اور خود اِن کے اور جن چیزوں کی ان کو خبر نہیں سب کے جوڑے بنائے۔ اور ایک نشانی اُن کے لئے رات ہے کہ اس میں سے ہم دن کو کھینچ لیتے ہیں تو اُس وقت اُن پر اندھیرا چھا جاتا ہے اور سورج اپنے مقرر رستے پر چلتا رہتا ہے۔ یہ (اللہ) غالب اور دانا کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے۔ اور چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں یہاں تک کہ (گھٹتے گھٹتے) کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا

ہے۔ نہ تو سورج ہی سے ہو سکتا ہے کہ چاند کو پکڑے۔ اور نہ رات ہی دن سے پہلے آ سکتی ہے۔ سب اپنے اپنے دائرے میں تیر رہے ہیں۔ اور ایک نشانی اُن کے لئے یہ ہے کہ ہم نے اُن کی اولاد کو بھری ہوئی کشتی میں سوار کیا۔ اور اُن کے لئے ویسی ہی چیزیں پیدا کیں جن پر وہ سوار ہوتے ہیں۔ اور اگر ہم چاہیں تو اُن کو غرق کر دیں۔ پھر نہ تو اُن کا کوئی فریاد رس ہو اور نہ اُن کو رہائی ملے۔ مگر یہ ہماری رحمت اور ایک مدت تک کے فائدے ہیں۔

۳۹۹ ۳٦ یسٓ ۷۱ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ۝ ۷۲ وَذَلَّلْنٰهَا لَهُمْ فَمِنْهَا رَكُوْبُهُمْ وَمِنْهَا يَاْكُلُوْنَ ۝ ۷۳ وَلَهُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَمَشَارِبُ ۭ اَفَلَا يَشْكُرُوْنَ ۝

۳۹۹۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ جو چیزیں ہم نے اپنے ہاتھوں سے بنائیں اُن میں سے ہم نے اُن کے لئے چار پائے پیدا کر دیے اور یہ اُن کے مالک ہیں اور اُن کو اِن کے قابو میں کر دیا تو کوئی تو ان میں سے ان کی سواری ہے اور کسی کو یہ کھاتے ہیں۔ اور اُن میں اُن کے لئے (اور) فائدے اور پینے کی چیزیں ہیں۔ تو یہ شکر کیوں نہیں کرتے۔

۴۰۰ ۳٦ یسٓ ۷۷ اَوَلَمْ يَرَ الْاِنْسَانُ اَنَّا خَلَقْنٰهُ مِنْ نُّطْفَةٍ فَاِذَا هُوَ خَصِيْمٌ مُّبِيْنٌ ۝ ۷۸ وَضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّنَسِيَ خَلْقَهٗ ۭ قَالَ مَنْ يُّحْيِ الْعِظَامَ وَهِيَ رَمِيْمٌ ۷۹ قُلْ يُحْيِيْهَا الَّذِيْٓ اَنْشَاَهَآ اَوَّلَ مَرَّةٍ ۭ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِيْمُۨ ۝ ۸۰ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الشَّجَرِ الْاَخْضَرِ نَارًا فَاِذَآ اَنْتُمْ مِّنْهُ تُوْقِدُوْنَ ۝ ۸۱ اَوَلَيْسَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِقٰدِرٍ عَلٰٓي اَنْ يَّخْلُقَ مِثْلَهُمْ ۭ بَلٰي ۤ وَهُوَ الْخَلّٰقُ الْعَلِيْمُ ۝ ۸۲ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَـيْـــًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ۝ ۸۳ فَسُبْحٰنَ الَّذِيْ بِيَدِهٖ مَلَكُوْتُ كُلِّ شَيْءٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

۴۰۰۔ کیا انسان نے نہیں دیکھا کہ ہم نے اُس کو نطفے سے پیدا کیا۔ پھر وہ تڑاق پڑاق جھگڑنے لگا۔ اور ہمارے بارے میں مثالیں بیان کرنے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔ کہنے لگا کہ (جب) ہڈیاں بوسیدہ ہو جائیں گی تو اُن کو کون زندہ کرے گا۔ کہہ دو کہ اُن کو وہ زندہ کرے گا جس نے اُن کو پہلی بار پیدا کیا تھا۔ اور وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔ (وہی) جس نے تمہارے لئے سبز درخت سے آگ پیدا کی پھر تم اُس (کی ٹہنیوں کو رگڑ کر اُن) سے آگ نکالتے ہو۔ بھلا جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا۔ کیا وہ اس بات پر قادر

نہیں کہ (ان کو پھر) ویسے ہی پیدا کر دے۔ کیوں نہیں۔ اور وہ تو بڑا پیدا کرنے والا اور علم والا ہے۔ اُس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اُس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔ وہ (ذات) پاک ہے۔ جس کے ہاتھ میں ہر چیز کی بادشاہت ہے۔ اور اُسی کی طرف تم کو لوٹ کر جانا ہے۔

۴۰۱ ۳۷ الصّٰٓفّٰت ۴ اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ۵ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَ رَبُّ الْمَشَارِقِ ۝ ۶ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ نِ الْكَوَاكِبِ ۝ ۷ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ ۸ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ ۹ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۝ ۱۰ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝ ۱۱ فَاسْتَفْتِهِمْ اَهُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمْ مَّنْ خَلَقْنَا ؕ اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ ۝

۴۰۱۔ کہ تمہارا معبود ایک ہے۔ جو آسمانوں اور زمین اور جو چیزیں اُن میں ہیں سب کا مالک ہے۔ اور سورج کے طلوع ہونے کے مقامات کا بھی مالک ہے۔ بے شک ہم ہی نے آسمان دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا اور ہر شیطان سرکش سے اس کی حفاظت کی۔ کہ اوپر کی مجلس کی طرف کان نہ لگا سکیں اور ہر طرف سے (اُن پر انگارے) پھینکے جاتے ہیں۔ (یعنی وہاں سے) نکال دینے کو اور اُن کے لئے دائمی عذاب ہے۔ ہاں جو کوئی (فرشتوں کی کسی بات کو) چوری سے جھپٹ لینا چاہتا ہے تو جلتا ہوا انگارا اُن کے پیچھے لگتا ہے۔ تو اُن سے پوچھو کہ اُن کا بنانا مشکل ہے یا جتنی خلقت ہم نے بنائی ہے۔ اُنہیں ہم نے چپکتے گارے سے بنایا ہے۔

۴۰۲ ۳۸ صٓ ۶۵ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۚ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ ۶۶ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝

۴۰۲۔ کہہ دو کہ میں تو صرف ہدایت کرنے والا ہوں اور اللہ یکتا اور غالب کے سوا کوئی معبود نہیں۔ جو آسمانوں اور زمین اور جو مخلوق اُن میں ہے سب کا مالک ہے غالب (اور) بخشنے والا۔

۴۰۳ ۳۹ الزمر ۵ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ يُكَوِّرُ الَّيْلَ عَلَى النَّهَارِ وَيُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَى الَّيْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ يَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اَلَا هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ۝ ۶ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝

۴۰۳۔ اسی نے آسمانوں اور زمین کو تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے (اور) وہی رات کو دن پر لپیٹتا ہے اور دن کو رات پر لپیٹتا ہے۔ اور اسی نے سورج اور چاند کو بس میں کر رکھا ہے۔ سب ایک وقت مقرر تک چلتے رہیں گے۔ دیکھو وہی غالب (اور) بخشنے والا ہے اسی نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر اس سے اس کا جوڑا بنایا اور اسی نے تمہارے لئے چارپایوں میں سے آٹھ جوڑے بنائے۔ وہی تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ میں (پہلے) ایک طرح پھر دوسری طرح تین اندھیروں میں بناتا ہے۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے۔ اسی کی بادشاہی ہے۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں پھر تم کہاں پھرے جاتے ہو؟

۴۰۴ ۳۹ الزمر ۲۱ الم تر ان اللّٰہ انزل من السمآء مآء فسلکہ ینابیع فی الارض ثم یخرج بہ زرعا مختلفا الوانہ ثم یھیج فترٰہ مصفرا ثم یجعلہ حطاما ط ان فی ذلک لذکری لاولی الالباب ○

۴۰۴۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ آسمان سے پانی نازل کرتا پھر اس کو زمین میں چشمے بنا کر جاری کرتا پھر اس سے کھیتی اگاتا ہے۔ جس کے طرح طرح کے رنگ ہوتے ہیں پھر وہ خشک ہو جاتی ہے تو تم اس کو دیکھتے ہو (کہ) زرد (ہو گئی ہے) پھر اسے چورا چورا کر دیتا ہے۔ بیشک اس میں عقل والوں کے لئے نصیحت ہے۔

۴۰۵ ۳۹ الزمر ۴۲ اللّٰہ یتوفی الانفس حین موتھا والتی لم تمت فی منامھا ج فیمسک التی قضی علیھا الموت ویرسل الاخری الی اجل مسمی ط ان فی ذلک لایت لقوم یتفکرون ○

۴۰۵۔ اللہ لوگوں کے مرنے کے وقت ان کی روحیں قبض کر لیتا ہے۔ اور جو مرے نہیں (ان کی روحیں) سوتے میں (قبض کر لیتا ہے) پھر جن پر موت کا حکم کر چکتا ہے ان کو روک رکھتا ہے اور باقی روحوں کو ایک وقت مقرر تک کے لئے چھوڑ دیتا ہے۔ جو لوگ فکر کرتے ہیں ان کے لئے اس میں نشانیاں ہیں۔

۴۰۶ ۳۹ الزمر ۴۶ قل اللّٰھم فاطر السمٰوت والارض علم الغیب والشھادۃ انت تحکم بین عبادک فی ما کانوا فیہ یختلفون ○

۴۰۶۔ کہو کہ اے اللہ (اے) آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے (اور) پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں میں ان باتوں کا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں، فیصلہ کرے گا۔

۴۰۷ ۳۹ الزمر ۶۲ اللّٰہ خالق کل شیء وھو علی کل شیء وکیل○۶۳ لہ مقالید السمٰوت والارض ○

۴۰۷۔ اللہ ہی ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے اور وہی ہر چیز کا نگراں ہے۔ اسی کے پاس آسمانوں اور زمین کی کنجیاں ہیں۔

۴۰۸ ۳۹ الزمر ٦٧ وَمَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖ ۝ وَالْاَرْضُ جَمِيْعًا قَبْضَتُهٗ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ وَالسَّمٰوٰتُ مَطْوِيّٰتٌۢ بِيَمِيْنِهٖ ؕ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

۴۰۸۔ اور انہوں نے اللہ کی قدر شناسی جیسی کرنی چاہیے تھی نہیں کی۔ اور قیامت کے دن تمام زمین اُس کی مٹھی میں ہو گی اور آسمان اس کے داہنے ہاتھ میں لپٹے ہوں گے۔ اور وہ اُن لوگوں کے شرک سے پاک اور عالی شان ہے۔

۴۰۹ ۴۰ المؤمن ۱۳ هُوَ الَّذِيْ يُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ وَيُنَزِّلُ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ رِزْقًا ؕ وَمَا يَتَذَكَّرُ اِلَّا مَنْ يُّنِيْبُ ۝

۴۰۹۔ وہی تو ہے جو تم کو اپنی نشانیاں دکھاتا ہے۔ اور تم پر آسمان سے رزق اُتارتا ہے۔ اور نصیحت تو وہی پکڑتا ہے جو (اُس کی طرف) رجوع کرتا ہے۔

۴۱۰ ۴۰ المؤمن ۱۵ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِى الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۝

۴۱۰۔ (وہ) مالک درجات عالی اور صاحب عرش ہے اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنے حکم سے وحی بھیجتا ہے تاکہ ملاقات کے دن سے ڈراوے۔

۴۱۱ ۴۰ المؤمن ۵۷ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝

۴۱۱۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا لوگوں کے پیدا کرنے سے بڑا (کام) ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۴۱۲ ۴۰ المؤمن ٦١ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الَّيْلَ لِتَسْكُنُوْا فِيْهِ وَالنَّهَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ ٦٢ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۫ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝

۴۱۲۔ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے رات بنائی کہ اُس میں آرام کرو اور دن کو روشن بنایا (کہ اُس میں کام کرو) بے شک اللہ لوگوں پر فضل کرنے والا ہے لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے جو ہر چیز کا پیدا کرنے والا ہے۔ اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پھر تم کہاں بھٹک رہے ہو۔

۴۱۳ ۴۰ المؤمن ٦٤ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ

الْعٰلَمِيْنَ ○ ٦٥ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

۴۱۳۔ اللہ ہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے ٹھیرنے کی جگہ اور آسمان کو چھت بنایا اور تمہاری صورتیں بنائیں اور صورتیں بھی خوب بنائیں اور تمہیں پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں۔ یہی اللہ تمہارا پروردگار ہے پس اللہ پروردگار عالم بہت ہی بابرکت ہے۔ وہ زندہ ہے (جسے موت نہیں) اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو اس کی عبادت کو خالص کر کر اُسی کو پکارو ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے۔

٤١٤ ٤٠ المؤمن ٦٨ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ فَاِذَا قَضٰٓى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○

۴۱۴۔ وہی تو ہے جو جلاتا اور مارتا ہے۔ پھر جب کوئی کام کرنا (اور کسی کو پیدا کرنا) چاہتا ہے تو اُس سے کہہ دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

٤١٥ ٤٠ المؤمن ٧٩ اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَنْعَامَ لِتَرْكَبُوْا مِنْهَا وَ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ○ ٨٠ وَلَكُمْ فِيْهَا مَنَافِعُ وَلِتَبْلُغُوْا عَلَيْهَا حَاجَةً فِيْ صُدُوْرِكُمْ وَعَلَيْهَا وَعَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ○ ٨١ وَيُرِيْكُمْ اٰيٰتِهٖ ۖ فَاَيَّ اٰيٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ○

۴۱۵۔ اللہ ہی تو ہے جس نے تمہارے لئے چارپائے بنائے تاکہ اُن میں سے بعض پر سوار ہو اور بعض کو تم کھاتے ہو۔ اور تمہارے لئے اُن میں (اور بھی) فائدے ہیں۔ اور اس لئے بھی کہ (کہیں جانے کی) تمہارے دلوں میں جو حاجت ہو اُن پر (چڑھ کر وہاں) پہنچ جاؤ اور اُن پر اور کشتیوں پر تم سوار ہوتے ہو اور وہ تمہیں اپنی نشانیاں دکھاتا ہے تو تم اللہ کی کن کن نشانیوں کو نہ مانو گے۔

٤١٦ ٤١ حٰمٓ السجدة ٩ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ١٠ وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ○ ١١ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ○ ١٢ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَحِفْظًا ۭ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ○

۴۱۶۔ کہو کیا تم اس سے انکار کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا۔ اور (بتوں کو) اُس کا مدِّ مقابل بناتے ہو۔ وہی تو سارے جہان کا مالک ہے۔ اور اُسی نے زمین میں اُس کے اوپر پہاڑ بنائے اور زمین میں برکت رکھی اور اُس میں سب سامانِ معیشت مقرر کیا۔ (سب) چار دن میں (اور تمام) طلبگاروں کے لئے یکساں۔ پھر آسمان کی طرف متوجہ ہوا اور وہ دھواں تھا تو اُس نے اُس سے اور زمین سے فرمایا کہ دونوں آؤ (خواہ) خوشی سے خواہ ناخوشی سے۔ اُنہوں نے کہا کہ ہم خوشی سے آتے ہیں۔ پھر دو دن میں سات آسمان بنائے اور ہر آسمان میں اس (کے کام) کا حکم بھیجا۔ اور ہم نے آسمان دنیا کو چراغوں (یعنی ستاروں) سے مزین کیا اور (شیطانوں سے) محفوظ رکھا۔ یہ زبردست (اور) خبردار کے (مقرر کئے ہوئے) اندازے ہیں۔

٤١٧ ٤١ حٰمٓ السجدة ٣٧ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الَّيْلُ وَالنَّهَارُ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ ۚ لَاتَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَلَا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۞ ٣٨ فَاِنِ اسْتَكْبَرُوْا فَالَّذِيْنَ عِنْدَ رَبِّكَ يُسَبِّحُوْنَ لَهٗ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَهُمْ لَايَسْئَمُوْنَ ۞ ٣٩ وَمِنْ اٰيٰتِهٖٓ اَنَّكَ تَرَى الْاَرْضَ خَاشِعَةً فَاِذَآ اَنْزَلْنَا عَلَيْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَ رَبَتْ ۚ اِنَّ الَّذِيْٓ اَحْيَاهَا لَمُحْيِ الْمَوْتٰى ۚ اِنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۞

۴۱۷۔ اور رات اور دن اور سورج اور چاند اُس کی نشانیوں میں سے ہیں۔ تم لوگ نہ تو سورج کو سجدہ کرو اور نہ چاند کو بلکہ اللہ ہی کو سجدہ کرو جس نے اِن چیزوں کو پیدا کیا ہے اگر تم کو اس کی عبادت منظور ہے۔ اگر یہ لوگ سرکشی کریں تو (اللہ کو بھی ان کی پروا نہیں) جو (فرشتے) تمہارے پروردگار کے پاس ہیں وہ رات دن اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور (کبھی) تھکتے ہی نہیں۔ اور (اے بندے یہ) اسی کے قدرت کے نمونے ہیں کہ تو زمین کو دبی ہوئی (یعنی خشک) دیکھتا ہے جب ہم اُس پر پانی برسا دیتے ہیں تو شاداب ہو جاتی اور پھولنے لگتی ہے۔ تو جس نے زمین کو زندہ کیا وہی مُردوں کو زندہ کرنے والا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

٤١٨ ٤١ حٰمٓ السجدة ٥٣ سَنُرِيْهِمْ اٰيٰتِنَا فِي الْاٰفَاقِ وَ فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ۚ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ۞ ٥٤ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ۚ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۞

۴۱۸۔ ہم عنقریب اُن کو اطراف (عالم) میں بھی اور خود اُن کی ذات میں بھی نشانیاں دکھائیں گے یہاں تک کہ اُن پر ظاہر ہو جائے گا کہ (قرآن) حق ہے۔ کیا تم کو یہ کافی نہیں کہ تمہارا پروردگار ہر چیز سے خبردار ہے۔ دیکھو

یہ اپنے پروردگار کے روبرو حاضر ہونے سے شک میں ہیں۔ سن رکھو کہ وہ ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

٤٢٤١٩ الشوریٰ ۳ كذٰلك يُوْحِيْ اليك والى الّذين من قبلك اللّٰهُ العزيزُ الحكيمُ ○ ٤ لهٗ ما في السّمٰوت وما في الارض ۔ وهو العليُّ العظيمُ ○ ٥ تكادُ السّمٰوتُ يتفطّرن من فوقهنّ والملٰٓئكةُ يسبّحون بحمد ربّهم ويستغفرون لمن في الارض ۔ الا انّ اللّٰه هو الغفورُ الرّحيمُ ○

۴۱۹۔ اللہ غالب و دانا اسی طرح تمہاری طرف مضامین اور (براہین) بھیجتا ہے۔ جس طرح تم سے پہلے لوگوں کی طرف وحی بھیجتا رہا ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور جو کچھ زمین میں ہے سب اسی کا ہے۔ اور وہ عالی رتبہ اور گرامی قدر ہے۔ قریب ہے کہ آسمان اوپر سے پھٹ پڑیں اور فرشتے اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ اس کی تسبیح کرتے رہتے ہیں اور جو لوگ زمین میں ہیں۔ ان کے لئے معافی مانگتے رہتے ہیں۔ سن رکھو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

٤٢٤٢٠ الشوریٰ ۹ ام اتّخذوا من دونهٖ اولياء ۚ فاللّٰهُ هو الوليُّ وهو يحي الموتٰى وهو على كلّ شيءٍ قديرٌ ○

۴۲۰۔ کیا انہوں نے اس کے سوا کارساز بنائے ہیں۔ کارساز تو اللہ ہی ہے اور وہی مُردوں کو زندہ کرے گا۔ اور وہ ہر چیز پر قدرت رکھتا ہے۔

٤٢٤٢١ الشوریٰ ۱۱ فاطرُ السّمٰوت والارض ۔ جعل لكم من انفسكم ازواجًا ومن الانعام ازواجًا ۚ يذرؤكم فيه ۔ ليس كمثله شيءٌ ۚ وهو السّميعُ البصيرُ ○ ۱۲ لهٗ مقاليدُ السّمٰوت والارض ۚ يبسطُ الرّزق لمن يّشآء ويقدرُ ۔ انّهٗ بكلّ شيءٍ عليمٌ ○

۴۲۱۔ آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا (وہی ہے)۔ اسی نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کے جوڑے بنائے اور چارپایوں کے بھی جوڑے (بنائے اور) اسی طریق پر تم کو پھیلاتا رہتا ہے۔ اس جیسی کوئی چیز نہیں۔ اور وہ دیکھتا سنتا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی کنجیاں اسی کے ہاتھ میں ہیں۔ وہ جس کے لئے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے (اور جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک وہ ہر چیز سے واقف ہے۔

٤٢٤٢٢ الشوریٰ ۲۸ وهو الّذي ينزّلُ الغيث من بعد ما قنطوا وينشرُ رحمتهٗ ۔ وهو الوليُّ الحميدُ ○ ۲۹ ومن اٰيٰته خلقُ السّمٰوت والارض وما بثّ فيهما من دآبّةٍ ۔ وهو على جمعهم اذا يشآءُ قديرٌ ○

۴۲۲۔ اور وہی تو ہے جو لوگوں کے نااُمید ہو جانے کے بعد مینھ برساتا اور اپنی رحمت (یعنی بارش) کی برکت کو پھیلا دیتا ہے۔ اور وہ کارساز سزاوارِ تعریف ہے۔ اور اُسی کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور اُن جانوروں کا جو اُس نے اُن میں پھیلا رکھے ہیں۔ اور وہ جب چاہے اُن کے جمع کر لینے پر قادر ہے۔

۴۲۳ ۴۲ الشوریٰ ۳۲ وَمِنْ اٰيٰتِهِ الْجَوَارِ فِي الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ○ ۳۳ اِنْ يَّشَاْ يُسْكِنِ الرِّيْحَ فَيَظْلَلْنَ رَوَاكِدَ عَلٰى ظَهْرِهٖ ۚ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّكُلِّ صَبَّارٍ شَكُوْرٍ ○ اَوْ يُوْبِقْهُنَّ بِمَا كَسَبُوْا وَيَعْفُ عَنْ كَثِيْرٍ ○

۴۲۳۔ اور اُسی کی نشانیوں میں سے سمندر کے جہاز ہیں (جو) گویا پہاڑ (ہیں)۔ اگر اللہ چاہے تو ہوا کو ٹھیرا دے اور جہاز اس کی سطح پر کھڑے رہ جائیں۔ تمام صبر اور شکر کرنے والوں کے لئے اِن (باتوں) میں قدرت اللہ کے نمونے ہیں۔ یا اُن کے اعمال کے سبب اُن کو تباہ کر دے اور بہت سے قصور معاف کر دے۔

۴۲۴ ۴۲ الشوریٰ ۴۹ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ يَخْلُقُ مَا يَشَاۗءُ ۚ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ اِنَاثًا ○ وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَاۗءُ الذُّكُوْرَ ○ ۵۰ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَاۗءُ عَقِيْمًا ○ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ○

۴۲۴۔ (تمام) بادشاہت اللہ کی ہی ہے آسمانوں کی بھی اور زمین کی بھی۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے۔ یا اُن کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عنایت فرماتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے۔ وہ تو جاننے والا (اور) قدرت والا ہے۔

۴۲۵ ۴۳ الزخرف ۹ وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ خَلَقَهُنَّ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ○ ۱۰ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّجَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ ۱۱ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَاۗءِ مَاۗءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ ○ ۱۲ وَالَّذِيْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ كُلَّهَا وَجَعَلَ لَكُمْ مِّنَ الْفُلْكِ وَالْاَنْعَامِ مَا تَرْكَبُوْنَ ○ ۱۳ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَتَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَمَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ ○ ۱۴ وَاِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ ○

۴۲۵۔ اور اگر تم اُن سے پوچھو کہ آسمانوں اور زمین کو کس نے پیدا کیا ہے تو کہہ دیں گے کہ اُن کو غالب اور علم

والے (اللہ) نے پیدا کیا ہے۔ جس نے تمہارے لئے زمین کو بچھونا بنایا اور اس میں تمہارے لئے رستے بنائے تاکہ تم راہ معلوم کرو۔ اور جس نے ایک اندازے کے ساتھ آسمان سے پانی نازل کیا۔ پھر ہم نے اُس سے شہر مُردہ کو زندہ کر دیا۔ اسی طرح تم زمین سے نکالے جاؤ گے۔ اور جس نے تمام قسم کے حیوانات پیدا کئے اور تمہارے لئے کشتیاں اور چارپائے بنائے جن پر تم سوار ہوتے ہو تاکہ تم اُن کی پیٹھ پر چڑھ بیٹھو۔ اور جب اُس پر بیٹھ جاؤ پھر اپنے پروردگار کے احسان کو یاد کرو۔ اور کہو کہ وہ (ذات) پاک ہے جس نے اس کو ہمارے زیر فرمان کر دیا اور ہم میں طاقت نہ تھی کہ اس کو بس میں کر لیتے۔ اور ہم اپنے پروردگار کی طرف لوٹ کر جانے والے ہیں۔

۴۲۶ ۴۳ الزخرف ۸۴ وَهُوَ الَّذِيْ فِي السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِي الْاَرْضِ اِلٰهٌ ۭ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْعَلِيْمُ ○

۴۲۶۔ اور وہی (ایک) آسمانوں میں معبود ہے اور (وہی) زمین میں معبود ہے۔ اور وہ دانا (اور) علم والا ہے۔

۴۲۷ ۴۴ الدخان ۶ رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ ۭ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○ ۷ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۘ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ○ ۸ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَاۗىِٕكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ○

۴۲۷۔ (یہ) تمہارے پروردگار کی رحمت ہے۔ وہ تو سننے والا جاننے والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کا اور جو کچھ اُن دونوں میں ہے سب کا مالک، بشرطیکہ تم لوگ یقین کرنے والے ہو۔ اس کے سوا کوئی معبود نہیں (وہی) جلاتا ہے اور (وہی) مارتا ہے۔ وہی تمہارا اور تمہارے پہلے باپ دادا کا پروردگار ہے۔

۴۲۸ ۴۵ الجاثیة ۳ اِنَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○ ۴ وَفِيْ خَلْقِكُمْ وَمَا يَبُثُّ مِنْ دَاۗبَّةٍ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يُّوْقِنُوْنَ ○ ۵ وَاخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ مِنَ السَّمَاۗءِ مِنْ رِّزْقٍ فَاَحْيَا بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا وَتَصْرِيْفِ الرِّيٰحِ اٰيٰتٌ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ ۶ تِلْكَ اٰيٰتُ اللّٰهِ نَتْلُوْهَا عَلَيْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَيِّ حَدِيْثٍۢ بَعْدَ اللّٰهِ وَاٰيٰتِهٖ يُؤْمِنُوْنَ ○

۴۲۸۔ بے شک آسمانوں اور زمین میں ایمان والوں کے لئے (اللہ کی قدرت کی) نشانیاں ہیں۔ اور تمہاری پیدائش میں بھی اور جانوروں میں بھی جن کو وہ پھیلاتا ہے یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ اور رات اور دن کے آگے پیچھے آنے جانے میں اور وہ جو اللہ نے آسمان سے (ذریعہ) رزق نازل فرمایا پھر اُس سے زمین کو اُس کے مر جانے کے بعد زندہ کیا اس میں اور ہواؤں کے بدلنے میں عقل والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔ یہ اللہ کی آیتیں ہیں جو ہم تم کو سچائی کے ساتھ پڑھ کر سناتے ہیں۔ تو یہ اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کس بات پر ایمان لائیں گے۔

۴۲۹ ۴۵ الجاثیۃ ۱۲ اَللّٰهُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۝ ۱۳ وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَكَّرُوْنَ ۝

۴۲۹ـ اللہ ہی تو ہے جس نے دریا کو تمہارے قابو کر دیا تاکہ اُس کے حکم سے اُس میں کشتیاں چلیں اور تاکہ تم اُس کے فضل سے (معاش) تلاش کرو اور تاکہ شکر کرو۔ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اپنے (حکم) سے تمہارے کام میں لگا دیا۔ جو لوگ غور کرتے ہیں اُن کے لئے اِس میں (قدرت اللہ کی) نشانیاں ہیں۔

۴۳۰ ۴۷ محمد ۱۹ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِیْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ یَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَ مَثْوٰىكُمْ ۝

۴۳۰ـ پس جان رکھو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں اور اپنے گناہوں کی معافی مانگو (اور) مومن مردوں اور مومن عورتوں کے لئے بھی۔ اور اللہ تم لوگوں کے چلنے پھرنے اور ٹھیرنے سے واقف ہے۔

۴۳۱ ۴۸ الفتح ۴ هُوَ الَّذِیْۤ اَنْزَلَ السَّكِیْنَةَ فِیْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِیْنَ لِیَزْدَادُوْۤا اِیْمَانًا مَّعَ اِیْمَانِهِمْ ؕ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَلِیْمًا حَكِیْمًا ۝

۴۳۱ـ وہی تو ہے جس نے مومنوں کے دلوں پر تسلی نازل فرمائی تاکہ اُن کے ایمان کے ساتھ اور ایمان بڑھے۔ اور آسمانوں اور زمین کے لشکر (سب) اللہ ہی کے ہیں۔ اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔

۴۳۲ ۴۸ الفتح ۷ وَلِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا ۝

۴۳۲ـ اور آسمانوں اور زمین کے لشکر اللہ ہی کے ہیں اور اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

۴۳۳ ۵۰ قٓ ۶ اَفَلَمْ یَنْظُرُوْۤا اِلَى السَّمَآءِ فَوْقَهُمْ كَیْفَ بَنَیْنٰهَا وَ زَیَّنّٰهَا وَمَا لَهَا مِنْ فُرُوْجٍ ۷ وَالْاَرْضَ مَدَدْنٰهَا وَاَلْقَیْنَا فِیْهَا رَوَاسِیَ وَاَنْۢبَتْنَا فِیْهَا مِنْ كُلِّ زَوْجٍۭ بَهِیْجٍ ۝ ۸ تَبْصِرَةً وَّ ذِكْرٰى لِكُلِّ عَبْدٍ مُّنِیْبٍ ۝ ۹ وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَكًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِیْدِ ۝ ۱۰ وَالنَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ ۝ ۱۱ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَاَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا ؕ كَذٰلِكَ الْخُرُوْجُ ۝

۴۳۳ـ کیا اُنہوں نے اپنے اوپر آسمان کی طرف نگاہ نہیں کی کہ ہم نے اس کو کیونکر بنایا اور (کیونکر) سجایا۔ اور اس میں کہیں شگاف تک نہیں۔ اور زمین کو (دیکھو اسے) ہم نے پھیلایا اور اس میں پہاڑ رکھ دیے اور اس ..

ہر طرح کی خوشنما چیزیں اُگائیں۔ تاکہ رجوع لانے والے بندے ہدایت اور نصیحت حاصل کریں۔ اور آسمان سے برکت والا پانی اُتارا۔ اور اُس سے باغ و بُستان اُگائے اور کھیتی کا اناج۔ اور لمبی لمبی کھجوریں جن کا گابھا تہ بہ تہ ہوتا ہے۔ (یہ سب کچھ) بندوں کو روزی دینے کے لئے (کیا ہے) اور اس (پانی) سے ہم نے شہر مُردہ (یعنی زمین افتادہ) کو زندہ کیا۔ (بس) اسی طرح (قیامت کے روز) نکل پڑنا ہے۔

۴۳۴ ۵۰ ق ۳۸ ولقد خلقنا السمٰوت والارض وما بینھما فی ستۃ ایام وما مسنا من لغوب ○

۴۳۴۔ اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو (مخلوقات) اُن میں ہے سب کو چھ دن میں بنایا۔ اور ہم کو ذرا بھی تکان نہیں ہوئی۔

۴۳۵ ۵۱ الذٰریٰت ۲۰ وفی الارض ایٰت للموقنین ○ ۲۱ وفی انفسکم افلا تبصرون ○ ۲۲ وفی السماء رزقکم وما توعدون ۲۳ فورب السماء والارض انہ لحق مثل ما انکم تنطقون ○

۴۳۵۔ اور یقین کرنے والوں کے لیے زمین میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔ اور خود تمہارے نفوس میں۔ تو کیا تم دیکھتے نہیں؟ اور تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے۔ تو آسمانوں اور زمین کے مالک کی قسم۔ یہ (اسی طرح) قابل یقین ہے جس طرح تم بات کرتے ہو۔

۴۳۶ ۵۱ الذٰریٰت ۴۷ والسماء بنینھا بایید وانا لموسعون ○ ۴۸ والارض فرشنھا فنعم الماھدون ○ ۴۹ ومن کل شیء خلقنا زوجین لعلکم تذکرون ○ ۵۰ ففروا الی اللہ انی لکم منہ نذیر مبین ○

۴۳۶۔ اور آسمانوں کو ہم ہی نے ہاتھوں سے بنایا اور ہم کو سب مقدور ہے۔ اور زمین کو ہم ہی نے بچھایا تو (دیکھو) ہم کیا خوب بچھانے والے ہیں۔ اور ہر چیز کی ہم نے دو قسمیں بنائیں تاکہ تم نصیحت پکڑو۔ تو تم لوگ اللہ کی طرف بھاگ چلو میں اس کی طرف سے تم کو صریح رستہ بتانے والا ہوں۔

۴۳۷ ۵۳ النجم ۴۲ وان الی ربک المنتھی ○ ۴۳ وانہ ھو اضحک وابکی ○ ۴۴ وانہ ھو امات واحیا ○ ۴۵ وانہ خلق الزوجین الذکر والانثی ○ ۴۶ من نطفۃ اذا تمنی ○ ۴۷ وان علیہ النشاۃ الاخری ○ ۴۸ وانہ ھو اغنی واقنی ○ ۴۹ وانہ ھو رب الشعری ○ ۵۰

۴۳۷۔ اور یہ کہ تمہارے پروردگار ہی کے پاس پہنچنا ہے۔ اور یہ کہ وہ ہنساتا اور رُلاتا ہے۔ اور یہ کہ وہی مارتا اور جلاتا ہے۔ اور یہ کہ وہی نر اور مادہ دو قسم (کے حیوان) پیدا کرتا ہے۔ (یعنی نطفے سے جو (رحم میں) ڈالا جاتا ہے۔ اور یہ کہ (قیامت کو) اُسی پر دوبارہ اُٹھانا لازم ہے۔ اور یہ کہ وہی دولتمند بناتا اور مفلس کرتا ہے۔ اور یہ کہ وہی شعریٰ کا مالک ہے۔

۴۳۸ ۵۵ الرحمٰن ۱ اَلرَّحْمٰنُ ○ ۲ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ○ ۳ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ○ ۴ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○ ۵ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ○ ۶ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ○ ۷ وَالسَّمَآءَ رَفَعَهَا وَ وَضَعَ الْمِيْزَانَ ○ ۸ اَلَّا تَطْغَوْا فِى الْمِيْزَانِ ○

۴۳۸۔ (اللہ جو) نہایت مہربان۔ اُسی نے قرآن کی تعلیم فرمائی۔ اُسی نے انسان کو پیدا کیا۔ اُسی نے اُس کو بولنا سکھایا۔ سورج اور چاند ایک حسابِ مقرر سے چل رہے ہیں۔ اور بوٹیاں اور درخت سجدہ کر رہے ہیں۔ اور اُسی نے آسمان کو بلند کیا اور ترازو قائم کی کہ ترازو (سے تولنے) میں حد سے تجاوز نہ کرو۔

۴۳۹ ۵۵ الرحمٰن ۱۰ وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ ○ ۱۱ فِيْهَا فَاكِهَةٌ وَّالنَّخْلُ ذَاتُ الْاَكْمَامِ ○ ۱۲ وَالْحَبُّ ذُوالْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ ○

۴۳۹۔ اور اُسی نے خلقت کے لئے زمین بچھائی اس میں میوے اور کھجور کے درخت ہیں جن کے خوشوں پر غلاف ہوتے ہیں۔ اور اناج جس کے ساتھ بُھس ہوتا ہے۔ اور خوشبودار پھول۔

۴۴۰ ۵۵ الرحمٰن ۱۴ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ ○ ۱۵ وَخَلَقَ الْجَآنَّ مِنْ مَّارِجٍ مِّنْ نَّارٍ ○

۴۴۰۔ اُسی نے انسان کو ٹھیکرے کی طرح کھنکھناتی مٹی سے بنایا۔ اور جنات کو آگ کے شعلے سے پیدا کیا۔

۴۴۱ ۵۵ الرحمٰن ۱۷ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ○

۴۴۱۔ وہی دونوں مشرقوں اور دونوں مغربوں کا مالک (ہے)۔

۴۴۲ ۵۵ الرحمٰن ۱۹ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ○ ۲۰ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ○

۴۴۲۔ اُسی نے دو دریا رواں کئے جو آپس میں ملتے ہیں۔ دونوں میں ایک آڑ ہے کہ (اُس سے) تجاوز نہیں کر سکتے۔

۴۴۳ ۵۵ الرحمٰن ۲۲ يَخْرُجُ مِنْهُمَا اللُّؤْلُؤُ وَ الْمَرْجَانُ ○

۴۴۳۔ دونوں دریاؤں سے موتی اور مونگے نکلتے ہیں۔

۴۴۴ ۵۵ الرحمٰن ۲۴ وَلَهُ الْجَوَارِ الْمُنْشَئٰتُ فِى الْبَحْرِ كَالْاَعْلَامِ ○

۴۴۴۔ اور جہاز بھی اسی کے ہیں جو دریا میں پہاڑوں کی طرح اونچے کھڑے ہوتے ہیں۔

۴۴۵ ۵۵ الرحمن ۲۶ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ ۲۷ وَّيَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ○ ۲۸ فَبِاَيِّ اٰلَاۤءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○

۴۴۵۔ جو (مخلوق) زمین پر ہے سب کو فنا ہونا ہے۔ اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات (بابرکات) جو صاحبِ جلال و عظمت ہے باقی رہے گی۔ تو تم اپنے پروردگار کی کون کون سی نعمت کو جھٹلاؤ گے۔

۴۴۶ ۵۶ الواقعة ۵۷۔ نَحْنُ خَلَقْنٰكُمْ فَلَوْلَا تُصَدِّقُوْنَ ○ ۵۸ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ○ ۵۹ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ○ ۶۰ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ○ ۶۱ عَلٰۤى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِيْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○ ۶۲ وَلَقَدْ عَلِمْتُمُ النَّشْاَةَ الْاُوْلٰى فَلَوْلَا تَذَكَّرُوْنَ ○ ۶۳ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ○ ۶۴ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ○ ۶۵ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ○ ۶۶ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ○ ۶۷ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ○ ۶۸ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ○ ۶۹ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ○ ۷۰ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ○ ۷۱ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ○ ۷۲ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَاۤ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ ○ ۷۳ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّمَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ ○ ۷۳ فَسَبِّحْ بِاسْمِ رَبِّكَ الْعَظِيْمِ ○

۴۴۶۔ ہم نے تم کو (پہلی بار بھی تو) پیدا کیا ہے تو تم (دوبارہ اُٹھنے کو) کیوں سچ نہیں سمجھتے؟ دیکھو تو کہ (نطفے) کو تم (عورتوں کے رحم میں) ڈالتے ہو۔ کیا تم اُس (سے انسان) کو بناتے ہو یا ہم بناتے ہیں ہم نے تم میں مرنا ٹھیرا دیا ہے۔ اور ہم اس بات سے عاجز نہیں کہ تمہاری طرح کے اور لوگ تمہاری جگہ لے آئیں اور تم کو ایسے جہان میں جس کو تم نہیں جانتے پیدا کر دیں۔ اور تم نے پہلی پیدائش تو جان لی ہے۔ پھر تم سوچتے کیوں نہیں؟ بھلا دیکھو تو کہ جو کچھ تم بوتے ہو۔ تو کیا تم اُسے اُگاتے ہو یا ہم اُگاتے ہیں؟ اگر ہم چاہیں تو اُسے چُورا چُورا کر دیں اور تم باتیں بناتے رہ جاؤ (کہ ہائے) ہم تو مفت تاوان میں پھنس گئے بلکہ ہم ہیں ہی بد نصیب۔ بھلا دیکھو تو کہ جو پانی تم پیتے ہو۔ کیا تم نے اُس کو بادل سے نازل کیا ہے یا ہم نازل کرتے ہیں۔ اگر ہم چاہیں تو ہم اُسے کھاری کر دیں پھر تم شکر کیوں نہیں کرتے؟ بھلا دیکھو تو جو آگ تم درخت سے نکالتے ہو۔ کیا تم نے اُس کے درخت کو پیدا کیا ہے یا ہم پیدا کرتے ہیں؟ ہم نے اُسے یاد دلانے اور مسافروں کے برتنے کو بنایا ہے۔ تو تم اپنے پروردگار بزرگ کے نام کی تسبیح کرو۔

۴۴۷ ۵۷ الحدید ۱ سَبَّحَ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ ۝ ۲ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ یُحْیٖ وَ یُمِیْتُ ۚ وَهُوَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ ۳ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَیْءٍ عَلِیْمٌ ۝ ۴ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ؕ یَعْلَمُ مَا یَلِجُ فِی الْاَرْضِ وَمَا یَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا یَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا یَعْرُجُ فِیْهَا ؕ وَهُوَ مَعَكُمْ اَیْنَ مَا كُنْتُمْ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ۝ ۵ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاِلَی اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝ ۶ یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ یُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ ؕ وَهُوَ عَلِیْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

۴۴۷۔ جو مخلوق آسمانوں اور زمین میں ہے اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ اور وہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اُسی کی ہے۔ (وہی) زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہ (سب سے) پہلا اور (سب سے) پچھلا اور (اپنی قدرتوں سے سب پر) ظاہر اور (اپنی ذات سے) پوشیدہ ہے۔ اور وہ تمام چیزوں کو جانتا ہے۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا پھر عرش پر جا ٹھہرا۔ جو چیز زمین میں داخل ہوتی اور جو اُس سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اُترتی اور جو اُس کی طرف چڑھتی ہے سب اُس کو معلوم ہے۔ اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس کو دیکھ رہا ہے۔ آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اُسی کی ہے۔ اور سب اُمور اُسی کی طرف رُجوع ہوتے ہیں۔ (وہی) رات کو دن میں داخل کرتا اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے۔ اور وہ دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔

۴۴۸ ۵۷ الحدید ۱۷ اِعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ یُحْیِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ قَدْ بَیَّنَّا لَكُمُ الْاٰیٰتِ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ۝

۴۴۸۔ جان رکھو کہ اللہ ہی زمین کو اُس کے مرنے کے بعد زندہ کرتا ہے۔ ہم نے اپنی نشانیاں تم سے کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔ تاکہ تم سمجھو۔

۴۴۹ ۵۹ الحشر ۲۲ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۝ ۲۳ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۝ ۲۴ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ

الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○

۴۴۹۔ وہی اللہ ہے۔ جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا۔ وہ بڑا مہربان نہایت رحم والا ہے۔ وہی اللہ ہے۔ جس کے سوا کوئی لائق عبادت نہیں۔ بادشاہ (حقیقی) پاک ذات (ہر عیب سے) سلامتی امن دینے والا۔ نگہبان، غالب، زبردست، بڑائی والا۔ اللہ اُن لوگوں کے شریک مقرر کرنے سے پاک ہے۔ وہی اللہ (تمام مخلوقات کا) خالق، ایجاد و اختراع کرنے والا صورتیں بنانے والا اُس کے سب اچھے سے اچھے نام ہیں۔ جتنی چیزیں آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اسکی تسبیح کرتی ہیں اور وہ غالب حکمت والا ہے۔

۴۵۰ ۶۳ المنفقون ۷ . وَلِلّٰهِ خَزَآئِنُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلٰکِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَفْقَهُوْنَ ○

۴۵۰۔ حالانکہ آسمانوں اور زمین کے خزانے اللہ ہی کے ہیں لیکن منافق نہیں سمجھتے۔

۴۵۱ ۶۴ التغابن ۱ یُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْکُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۫ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ ۲ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَکُمْ فَمِنْکُمْ کَافِرٌ وَّ مِنْکُمْ مُّؤْمِنٌ ؕ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ ○ ۳ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَصَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ وَاِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ○ ۴ یَعْلَمُ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَیَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ؕ وَاللّٰهُ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○

۴۵۱۔ جو چیز آسمانوں میں ہے اور جو چیز زمین میں ہے (سب) اللہ کی تسبیح کرتی ہے۔ اُسی کی سچی بادشاہی ہے اور اُسی کی تعریف (لامتناہی) ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ وہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر کوئی تم میں کافر ہے اور کوئی مومن اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اس کو دیکھتا ہے۔ اُسی نے آسمانوں اور زمین کو مبنی بر حکمت پیدا کیا اور اُسی نے تمہاری صورتیں بنائیں اور صورتیں بھی پاکیزہ بنائیں۔ اور اُسی کی طرف (تمہیں) لوٹ کر جانا ہے۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب جانتا ہے اور جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کھلم کھلا کرتے ہو۔ اُس سے بھی آگاہ ہے اور اللہ دل کے بھیدوں سے واقف ہے۔

۴۵۲ ۶۴ التغابن ۱۳ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَعَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ○

۴۵۲۔ اللہ (جو معبود برحق ہے اُس) کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسہ رکھیں۔

۴۵۳ ۶۴ التغابن ۱۸ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ○

۴۵۳۔ پوشیدہ اور ظاہر کا جاننے والا غالب اور حکمت والا ہے۔

۴۵۴ ۶۵ الطلاق ۱۲ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّمِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ ۔ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۵ وَّاَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ۝

۴۵۴۔ اللہ ہی تو ہے جس نے سات آسمان پیدا کئے اور ویسی ہی زمینیں۔ اُن میں (اللہ کے) حکم اُترتے رہتے ہیں تاکہ تم لوگ جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اور یہ کہ اللہ اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کیے ہوئے ہے۔

۴۵۵ ۶۷ الملک ۱ تَبٰرَکَ الَّذِیْ بِیَدِہِ الْمُلْکُ ۔ وَھُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرُ نِ ۝ ۲ الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۔ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝ ۳ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۔ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۔ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۔ ھَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝ ۴ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ کَرَّتَیْنِ یَنْقَلِبْ اِلَیْکَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّھُوَ حَسِیْرٌ ۝ ۵ وَلَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَجَعَلْنٰھَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَاَعْتَدْنَا لَھُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ ۝

۴۵۵۔ وہ (اللہ) جس کے ہاتھ میں بادشاہی ہے بڑی برکت والا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اُسی نے موت اور زندگی کو پیدا کیا تاکہ تمہاری آزمائش کرے کہ تم میں کون اچھے عمل کرتا ہے۔ اور وہ زبردست (اور) بخشنے والا ہے۔ اُس نے سات آسمان اُوپر تلے بنائے۔ (اے دیکھنے والے) کیا تو (اللہ) رحمٰن کی آفرینش میں کچھ نقص دیکھتا ہے؟ ذرا آنکھ اُٹھا کر دیکھ بھلا تجھ کو (آسمان میں) کوئی شگاف نظر آتا ہے۔ پھر دوبارہ (سہ بارہ) نظر کر تو نظر (ہر بار) تیرے پاس ناکام اور تھک کر لوٹ آئے گی۔ اور ہم نے قریب کے آسمان کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی۔ اور اُن کو شیطان کے مارنے کا آلہ بنایا اور اُن کے لئے دہکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۴۵۶ ۶۷ الملک ۱۵ ھُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاکِبِھَا وَکُلُوْا مِنْ رِّزْقِہٖ ۔ وَاِلَیْہِ النُّشُوْرُ ۝ ۱۶ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یَّخْسِفَ بِکُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا ھِیَ تَمُوْرُ ۝ ۱۷ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا ۔ فَسَتَعْلَمُوْنَ کَیْفَ نَذِیْرِ ۝

۴۵۶۔ وہی تو ہے جس نے تمہارے لئے زمین کو نرم کیا تو اس کی راہوں میں چلو پھرو اور اللہ کا (دیا ہوا) رزق کھاؤ

اور (تم کو) اسی کے پاس (قبروں سے) نکل کر جانا ہے۔ کیا تم اُس سے جو آسمان میں ہے بے خوف ہو۔ کہ تم کو زمین میں دھنسا دے اور وہ اُس وقت حرکت کرنے لگے۔ کیا تم اُس سے جو آسمان میں ہے نڈر ہو کہ تم پر کنکر بھری ہوا چھوڑ دے۔ سو تم عنقریب جان لو گے کہ میرا ڈرانا کیسا ہے۔

۴۵۷ ۶۷ الملک ۱۹ اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَھُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّ یَقْبِضْنَ ؕ مَا یُمْسِکُھُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّہٗ بِکُلِّ شَیْءٍۢ بَصِیْرٌ ○ ۲۰ اَمَّنْ ھٰذَا الَّذِیْ ھُوَ جُنْدٌ لَّکُمْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْکٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ○ ۲۱ اَمَّنْ ھٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُکُمْ اِنْ اَمْسَکَ رِزْقَہٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ○

۴۵۷۔ کیا انہوں نے اپنے سروں پر اُڑتے جانوروں کو نہیں دیکھا جو پروں کو پھیلاتے رہتے ہیں اور اُن کو سکیڑ بھی لیتے ہیں اللہ کے سوا انہیں کوئی تھام نہیں سکتا۔ بیشک وہ ہر چیز کو دیکھ رہا ہے۔ بھلا کون ایسا ہے جو تمہاری فوج ہو کر اللہ کے سوا تمہاری مدد کر سکے۔ کافر تو دھوکے میں ہیں۔ بھلا اگر وہ اپنا رزق بند کرے تو کون ہے جو تم کو رزق دے؟ لیکن یہ سرکشی اور نفرت میں پھنسے ہوئے ہیں۔

۴۵۸ ۶۷ الملک ۲۳ قُلْ ھُوَ الَّذِیْٓ اَنْشَاَکُمْ وَجَعَلَ لَکُمُ السَّمْعَ وَالْاَبْصَارَ وَالْاَفْـِٕدَۃَ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَشْکُرُوْنَ ○ ۲۴ قُلْ ھُوَ الَّذِیْ ذَرَاَکُمْ فِی الْاَرْضِ وَاِلَیْہِ تُحْشَرُوْنَ ○

۴۵۸۔ کہو وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ (مگر) تم کم احسان مانتے ہو۔ کہہ دو کہ وہی ہے جس نے تم کو زمین میں پھیلایا اور اُسی کے روبرو تم جمع کئے جاؤ گے۔

۴۵۹ ۶۷ الملک ۲۸ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَھْلَکَنِیَ اللّٰہُ وَمَنْ مَّعِیَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ یُّجِیْرُ الْکٰفِرِیْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ ○ ۲۹ قُلْ ھُوَ الرَّحْمٰنُ اٰمَنَّا بِہٖ وَ عَلَیْہِ تَوَکَّلْنَا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ ھُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ ۳۰ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُکُمْ غَوْرًا فَمَنْ یَّاْتِیْکُمْ بِمَآءٍ مَّعِیْنٍ ○

۴۵۹۔ کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر اللہ مجھ کو اور میرے ساتھیوں کو ہلاک کر دے یا ہم پر مہربانی کرے تو کون ہے جو کافروں کو دُکھ دینے والے عذاب سے پناہ دے؟ کہہ دو کہ وہ جو (اللہ) رحمٰن (ہے) ہم اُسی پر ایمان لائے اور اُسی پر بھروسا رکھتے ہیں۔ تم کو جلد معلوم ہو جائے گا کہ صریح گمراہی میں کون پڑ رہا تھا۔ کہو کہ بھلا دیکھو تو اگر تمہارا پانی (جو تم پیتے ہو اور برتتے ہو) خشک ہو جائے تو (اللہ کے سوا) کون ہے جو تمہارے لئے شیریں پانی کا چشمہ بہا لائے۔

٤٦٠ ٧١ نوح ١٣ مالَكُمْ لاتَرْجُوْنَ لِلّٰهِ وَقارًا ○ ١٤ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوارًا ○ ١٥ اَلَمْ تَرَوْا كَيْفَ خَلَقَ اللّٰهُ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِباقًا ○ ١٦ وَّجَعَلَ الْقَمَرَ فِيْهِنَّ نُوْرًا وَّجَعَلَ الشَّمْسَ سِراجًا ○ ١٧ وَاللّٰهُ اَنْبَتَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ نَباتًا ○ ١٨ ثُمَّ يُعِيْدُكُمْ فِيْها وَيُخْرِجُكُمْ اِخْراجًا ○ ١٩ وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ بِساطًا ○ ٢٠ لِتَسْلُكُوْا مِنْها سُبُلًا فِجاجًا ○

۴۶۰۔ تم کو کیا ہوا ہے کہ تم اللہ کی عظمت کا اعتقاد نہیں رکھتے۔ حالانکہ اُس نے تم کو طرح طرح (کی حالتوں) کا پیدا کیا ہے۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے سات آسمان کیسے اوپر تلے بنائے ہیں اور چاند کو اُن میں (زمین کا) نور بنایا ہے۔ اور سورج کو چراغ ٹھیرایا ہے۔ اور اللہ ہی نے تم کو زمین سے پیدا کیا ہے۔ پھر اسی میں تمہیں لوٹا دے گا اور (اس سے) تم کو نکال کھڑا کرے گا۔ اور اللہ ہی نے زمین کو تمہارے لئے فرش بنایا۔ تاکہ اُس کے بڑے بڑے کشادہ رستوں میں چلو پھرو۔

٤٦١ ٧٣ المزمل ٩ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ○

۴۶۱۔ (وہی) مشرق اور مغرب کا مالک (ہے اور) اُس کے سوا کوئی معبود نہیں تو اسی کو اپنا کارساز بناؤ۔

٤٦٢ ٧٦ الدهر ١ هَلْ اَتٰى عَلَى الْاِنْسانِ حِيْنٌ مِّنَ الدَّهْرِ لَمْ يَكُنْ شَيْئًا مَّذْكُوْرًا ○ ٢ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشاجٍ ۖ نَّبْتَلِيْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِيْعًا بَصِيْرًا ○ ٣ اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا ○

۴۶۲۔ بے شک انسان پر زمانے میں ایک ایسا وقت بھی آچکا ہے کہ وہ کوئی چیز قابلِ ذکر نہ تھا۔ ہم نے انسان کو نطفۂ مخلوط سے پیدا کیا تاکہ اُسے آزمائیں تو ہم نے اس کو سنتا دیکھتا بنایا۔ (اور) اُسے رستہ بھی دکھا دیا (اب) خواہ وہ شکر گزار ہو خواہ ناشکرا۔

٤٦٣ ٧٣ الدهر ٢٨ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَآ اَسْرَهُمْ وَاِذا شِئْنا بَدَّلْنَآ اَمْثالَهُمْ تَبْدِيْلًا ٢٩ اِنَّ هٰذِهٖ تَذْكِرَةٌ فَمَنْ شَآءَ اتَّخَذَ اِلٰى رَبِّهٖ سَبِيْلًا .

۴۶۳۔ ہم نے اُن کو پیدا کیا اور اُن کے مفاصل کو مضبوط بنایا۔ اور اگر ہم چاہیں تو اُن کے بدلے اُنہی کی طرح اور لوگ لے آئیں۔ یہ تو نصیحت ہے۔ سو جو چاہے اپنے پروردگار کی طرف پہنچنے کا راستہ اختیار کرے۔

٤٦٤ ٧٧ المرسلت ٢٠ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِيْنٍ ○ ٢١ فَجَعَلْنٰهُ فِيْ قَرارٍ مَّكِيْنٍ ○ ٢٢ اِلٰى قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ○ ٢٣ فَقَدَرْنا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ○ ٢٤ وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ

لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ○ ۲۵ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا ○ ۲۶ اَحْيَآءً وَّ اَمْوَاتًا ○ ۲۷
وَّجَعَلْنَا فِيْهَا رَوَاسِيَ شٰمِخٰتٍ وَّاَسْقَيْنٰكُمْ مَّآءً فُرَاتًا ○

۴۶۴۔ کیا ہم نے تم کو حقیر پانی سے نہیں پیدا کیا؟ (پہلے) اس کو ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔ ایک معین وقت تک۔ پھر اندازہ مقرر کیا اور ہم کیا ہی خوب اندازہ مقرر کرنے والے ہیں۔ اُس دن جھٹلانے والوں کی خرابی ہے۔ کیا ہم نے زمین کو سمیٹنے والی نہیں بنایا۔ (یعنی) زندوں اور مُردوں کو (بنایا) اور اُس پر اونچے اونچے پہاڑ رکھ دیئے۔ اور تم لوگوں کو میٹھا پانی پلایا۔

۴۶۵ ۷۸ النبا ۶ اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ○ ۷ وَّالْجِبَالَ اَوْتَادًا ○ ۸ وَّ خَلَقْنٰكُمْ
اَزْوَاجًا ○ ۹ وَّجَعَلْنَا نَوْمَكُمْ سُبَاتًا ○ ۱۰ وَّجَعَلْنَا الَّيْلَ لِبَاسًا ○ ۱۱
وَّجَعَلْنَا النَّهَارَ مَعَاشًا ○ ۱۲ وَ بَنَيْنَا فَوْقَكُمْ سَبْعًا شِدَادًا ○ ۱۳ وَّجَعَلْنَا
سِرَاجًا وَّهَّاجًا ○ ۱۴ وَّاَنْزَلْنَا مِنَ الْمُعْصِرٰتِ مَآءً ثَجَّاجًا ○ ۱۵ لِّنُخْرِجَ بِهٖ
حَبًّا وَّ نَبَاتًا ○ ۱۶ وَّ جَنّٰتٍ اَلْفَافًا ○

۴۶۵۔ کیا ہم نے زمین کو بچھونا نہیں بنایا؟ اور پہاڑوں کو (اُس کی) میخیں (نہیں ٹھیرایا؟) (بیشک بنایا) اور تم کو جوڑا جوڑا بھی پیدا کیا۔ اور نیند کو تمہارے لئے (موجب) آرام بنایا۔ اور رات کو پردہ مقرر کیا۔ اور دن کو معاش (کا وقت) قرار دیا۔ اور تمہارے اوپر سات مضبوط (آسمان) بنائے۔ اور (آفتاب کا) روشن چراغ بنایا۔ اور نچڑتے بادلوں سے موسلا دھار مینہ برسایا۔ تاکہ اُس سے اناج اور سبزہ پیدا کریں اور گھنے گھنے باغ۔

۴۶۶ ۷۸ النبا ۳۷ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا يَمْلِكُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ○

۴۶۶۔ وہ جو آسمانوں اور زمین اور جو اُن دونوں میں ہے سب کا مالک ہے۔ بڑا مہربان کسی کو اُس سے بات کرنے کا یارا نہ ہوگا۔

۴۶۷ ۷۹ النّٰزعٰت ۲۷ ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ۚ بَنٰهَا ○ ۲۸ رَفَعَ سَمْكَهَا فَسَوّٰىهَا ○ ۲۹
وَاَغْطَشَ لَيْلَهَا وَاَخْرَجَ ضُحٰىهَا ○ ۳۰ وَالْاَرْضَ بَعْدَ ذٰلِكَ دَحٰىهَا ○ ۳۱
اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَمَرْعٰىهَا ○ ۳۲ وَالْجِبَالَ اَرْسٰىهَا ○ ۳۳ مَتَاعًا لَّكُمْ
وَلِاَنْعَامِكُمْ ○

۴۶۷۔ بھلا تمہارا بنانا آسان ہے یا آسمان کا؟ اُسی نے اس کو بنایا۔ اس کی چھت کو اونچا کیا پھر اُسے برابر کر دیا۔ اور اُسی نے رات کو تاریک بنایا اور (دن کو) دھوپ نکالی۔ اور اُس کے بعد زمین کو پھیلا دیا۔ اُسی نے اس میں سے اس کا پانی نکالا اور چارا اُگایا۔ اور اس پر پہاڑوں کا بوجھ رکھ دیا۔ یہ سب کچھ تمہارے اور تمہارے

چارپایوں کے فائدے کے لیے (کیا)

٤٦٨ ٨٠ عبس ٢٤ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖۤ ○ ٢٥ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ○ ٢٦ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ○ ٢٧ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ○ ٢٨ وَّ عِنَبًا وَّ قَضْبًا ○ ٢٩ وَّ زَيْتُوْنًا وَّ نَخْلًا ○ ٣٠ وَّ حَدَآئِقَ غُلْبًا ○ ٣١ وَّ فَاكِهَةً وَّاَبًّا ○ ٣٢ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ○

۴۶۸۔ تو انسان کو چاہیے کہ اپنے کھانے کی طرف نظر کرے۔ بے شک ہم ہی نے پانی برسایا پھر ہم ہی نے زمین کو چیرا پھاڑا۔ پھر ہم ہی نے اس میں اناج اُگایا اور انگور اور ترکاری اور زیتون اور کھجوریں۔ اور گھنے گھنے باغ اور میوے اور چارا (یہ سب کچھ) تمہارے اور تمہارے چارپایوں کے لئے بنایا۔

٤٦٩ ٨٢ الانفطار ٦ يٰۤاَيُّهَا الْاِنْسَانُ مَا غَرَّكَ بِرَبِّكَ الْكَرِيْمِ ○ ٧ الَّذِيْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ○ ٨ فِيْۤ اَيِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ○

۴۶۹۔ اے انسان تجھ کو اپنے پروردگار کرم گستر کے باب میں کس چیز نے دھوکا دیا۔ (وہی تو ہے) جس نے تجھے بنایا۔ اور (تیرے اعضا کو) ٹھیک کیا اور (تیرے قامت کو) معتدل رکھا۔ اور جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔

٤٧٠ ٨٥ البروج ١٢ اِنَّ بَطْشَ رَبِّكَ لَشَدِيْدٌ ○ ١٣ اِنَّهٗ هُوَ يُبْدِئُ وَيُعِيْدُ ○ ١٤ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ○ ١٥ ذُو الْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ○ ١٦ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ○

۴۷۰۔ بے شک تمہارے پروردگار کی پکڑ بڑی سخت ہے۔ وہی پہلی دفعہ پیدا کرتا ہے۔ اور وہی دوبارہ (زندہ) کرے گا۔ اور وہ بخشنے والا اور محبت کرنے والا ہے۔ عرش کا مالک بڑی شان والا۔ جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔

٤٧١ ٨٧ الاعلی ١ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلَى ○ ٢ الَّذِيْ خَلَقَ فَسَوّٰى ○ ٣ وَالَّذِيْ قَدَّرَ فَهَدٰى ○ ٤ وَالَّذِيْۤ اَخْرَجَ الْمَرْعٰى ○ ٥ فَجَعَلَهٗ غُثَآءً اَحْوٰى ○

۴۷۱۔ (اے پیغمبرؐ) اپنے پروردگار جلیل الشان کے نام کی تسبیح کرو۔ جس نے (انسان کو) بنایا پھر (اس کے اعضا کو) درست کیا۔ اور جس نے (اُس کا) اندازہ ٹھیرایا (پھر اُس کو) رستہ بتایا۔ اور جس نے چارا اُگایا۔ پھر اُس کو سیاہ رنگ کا کوڑا کر دیا۔

٤٧٢ ٨٨ الغاشیة ١٧ اَفَلَا يَنْظُرُوْنَ اِلَى الْاِبِلِ كَيْفَ خُلِقَتْ ○ ١٨ وَاِلَى السَّمَآءِ كَيْفَ رُفِعَتْ ○ ١٩ وَاِلَى الْجِبَالِ كَيْفَ نُصِبَتْ ○ ٢٠ وَاِلَى الْاَرْضِ كَيْفَ سُطِحَتْ ○

۴۰۲۔ کیا یہ لوگ اونٹوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے (عجیب) پیدا کئے گئے ہیں اور آسمان کی طرف کہ کیسا بلند کیا گیا ہے۔ اور پہاڑوں کی طرف کہ کس طرح کھڑے کیے گئے ہیں۔ اور زمین کی طرف کہ کس طرح بچھائی گئی۔

٤٧٣ ٩٠ البلد ٨ اَلَمْ نَجْعَلْ لَّهٗ عَيْنَيْنِ ○ ٩ وَلِسَانًا وَّشَفَتَيْنِ ○ ١٠ وَهَدَيْنٰهُ النَّجْدَيْنِ ○

۴۰۳۔ بھلا ہم نے اُس کو دو آنکھیں نہیں دیں؟ اور زبان اور دو ہونٹ (نہیں دیے) (یہ چیزیں بھی دیں) اور اُس کو (خیر و شر کے) دونوں رستے بھی دکھا دیے۔

٤٧٤ ١١٢ الاخلاص ١ قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ○ ٢ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ○ ٣ لَمْ يَلِدْ ○ وَلَمْ يُوْلَدْ ○ ٤ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ○

۴۷۴۔ کہو کہ وہ (ذات پاک جس کا نام) اللہ (ہے) ایک ہے۔ (وہ) معبود برحق جو بے نیاز ہے۔ نہ کسی کا باپ ہے اور نہ کسی کا بیٹا اور کوئی اس کا ہمسر نہیں۔

۹ ۔ مشيئة الله تعالیٰ

٤٧٥ ٢ البقرة ٢٠ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَذَهَبَ بِسَمْعِهِمْ وَاَبْصَارِهِمْ ○

۴۷۵۔ اور اگر اللہ چاہتا تو اُن کے کانوں (کی شنوائی) اور آنکھوں (کی بینائی دونوں) کو زائل کر دیتا۔

٤٧٦ ٢ البقرة ٩٠ اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ

۴۷۶۔ اللہ اپنے بندوں میں سے جس پر چاہتا ہے اپنی مہربانی سے نازل فرماتا ہے۔

٤٧٧ ٢ البقرة ١٠٥ وَاللّٰهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

۴۷۷۔ اور اللہ تو جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ خاص کر لیتا ہے۔

٤٧٨ ٢ البقرة ١٤٢ لِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ ؕ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

۴۷۸۔ مشرق اور مغرب سب اللہ ہی کا ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے۔ سیدھے رستے پر چلاتا ہے۔

٤٧٩ ٢ البقرة ٢١٢ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

۴۷۹۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔

٤٨٠ ٢ البقرة ٢٢٠ وَاللّٰهُ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

۴۸۰۔ اور اللہ جس کو چاہتا ہے سیدھا رستہ دکھا دیتا ہے۔

٤٨١ ٢ البقرة ٢٢٠ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَاَعْنَتَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○

۴۸۱۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم کو تکلیف میں ڈال دیتا۔ بے شک اللہ غالب (اور) حکمت والا ہے۔

۲ ٤٨٢ البقرة ٢٤٧ وَاللّٰهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

۴۸۲۔ اور اللہ (کو اختیار ہے) جسے چاہے بادشاہی بخشے۔ وہ بڑا کشائش والا اور دانا ہے۔

۲ ٤٨٣ البقرة ٢٥١ وَاٰتٰىهُ اللّٰهُ الْمُلْكَ وَالْحِكْمَةَ وَعَلَّمَهٗ مِمَّا يَشَآءُ ۭ

۴۸۳۔ اور اللہ نے اس کو بادشاہی اور دانائی بخشی اور جو کچھ چاہا سکھایا۔

۲ ٤٨٤ البقرة ٢٥٣ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا اقْتَتَلُوْا ۣ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ○

۴۸۴۔ اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ باہم جنگ و قتال نہ کرتے لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۲ ٤٨٥ البقرة ٢٥٥ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ

۴۸۵۔ اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے۔ ہاں وہ جس قدر چاہتا ہے

۲ ٤٨٦ البقرة ٢٦١ وَاللّٰهُ يُضٰعِفُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَاللّٰهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ○

۴۸۶۔ اور اللہ جس (کے مال) کو چاہتا ہے زیادہ کرتا ہے۔ وہ بڑی کشائش والا اور سب کچھ جاننے والا ہے۔

۲ ٤٨٧ البقرة ٢٦٩ يُّؤْتِي الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِيَ خَيْرًا كَثِيْرًا ۭ

۴۸۷۔ وہ جس کو چاہتا ہے دانائی بخشتا ہے۔ اور جس کو دانائی ملی بے شک اس کو بڑی نعمت ملی۔

۲ ٤٨٨ البقرة ٢٧٢ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۭ

۴۸۸۔ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت بخشتا ہے۔

۲ ٤٨٩ البقرة ٢٨٤ فَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ ۭ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

۴۸۹۔ پھر وہ جسے چاہے مغفرت کرے اور جسے چاہے عذاب دے۔ اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۳ ٤٩٠ اٰل عمران ٦ هُوَ الَّذِيْ يُصَوِّرُكُمْ فِي الْاَرْحَامِ كَيْفَ يَشَآءُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

۴۹۰۔ وہی تو ہے جو (ماں کے پیٹ میں) جیسی چاہتا ہے تمہاری صورتیں بناتا ہے اس غالب حکمت والے کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں۔

۳ ٤٩١ اٰل عمران ١٣ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ○

۴۹۱۔ اور اللہ اپنی نصرت سے جس کو چاہتا ہے۔ مدد دیتا ہے جو اہلِ بصارت ہیں اُن کے لئے اس (واقعے) میں بڑی عبرت ہے۔

۳ ٤٩٢ اٰل عمران ٢٦ قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِي الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ ۡ وَتُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَتُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ

قدیرٌ ○

۴۹۲۔ کہو کہ اے اللہ (اے) بادشاہی کے مالک تو جس کو چاہے بادشاہی بخشے اور جس سے چاہے بادشاہی چھین لے۔ اور جس کو چاہے عزت دے اور جسے چاہے ذلیل کرے۔ ہر طرح کی بھلائی تیرے ہی ہاتھ ہے۔ اور بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔

۳ ٤۹۳ ال عمران ۳۷ انَّ اللّٰہ یرْزُقُ منْ یّشاۤءُ بغیْر حساب ○

۴۹۳۔ بے شک اللہ جسے چاہتا ہے بے شمار رزق دیتا ہے۔

۳ ٤۹٤ ال عمران ٤٠ قال کذلك اللّٰهُ یفعلُ مایشاۤءُ ○

۴۹۴۔ اللہ نے فرمایا اسی طرح اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۳ ٤۹۵ ال عمران ٤۷ قال کذلك اللّٰهُ یخلُقُ مایشاۤءُ ۭ اذا قضی امْرًا فانّما یقُوْلُ لهٗ کُنْ فیکُوْنُ ○

۴۹۵۔ فرمایا کہ اللہ اسی طرح جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جب وہ کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

۳ ٤۹٦ ال عمران ۷۳ قلْ انَّ الْفضْلَ بید اللّٰه یُؤْتیْه منْ یّشاۤءُ ۭ واللّٰهُ وَاسعٌ علیْمٌ ○ ۷٤ یّخْتصُّ برحْمته منْ یّشاۤءُ ۭ واللّٰهُ ذُوالْفضْل الْعظیْم ○

۴۹۶۔ یہ بھی کہہ دو کہ بزرگی اللہ ہی کے ہاتھ ہے۔ وہ جسے چاہتا ہے۔ دیتا ہے۔ اور اللہ کشائش والا (اور) علم والا ہے۔ وہ اپنی رحمت سے جس کو چاہتا ہے خاص کر لیتا ہے۔ اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔

۳ ٤۹۷ ال عمران ۱۲۹ وللّٰه ما فی السّموت وَما فی الْارْض ۭ یغْفرُ لمنْ یّشاۤءُ وَ یُعذّبُ منْ یّشاۤءُ ۭ واللّٰهُ غفُوْرٌ رّحیْمٌ ○

۴۹۷۔ اور جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ وہ جسے چاہے بخش دے اور جسے چاہے عذاب کرے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۳ ٤۹۸ ال عمران ۱۷۹ ولکنَّ اللّٰهَ یجْتبیْ منْ رُّسُله منْ یّشاۤءُ

۴۹۸۔ البتہ اللہ اپنے پیغمبروں میں سے جسے چاہتا ہے انتخاب کر لیتا ہے۔

٤ ٤۹۹ النسآء ٤۸ انَّ اللّٰه لایغْفرُ انْ یُّشْرك به وَیغْفرُ ما دُوْنَ ذلك لمنْ یّشاۤءُ ۚ

۴۹۹۔ اللہ اس گناہ کو نہیں بخشے گا کہ کسی کو اس کا شریک بنایا جائے اور اس کے سوا اور گناہ جس کو چاہے معاف کر دے۔

٤ ٥٠٠ النسآء ٤٨ بَلِ اللّٰهُ يُزَكِّيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَا يُظْلَمُوْنَ فَتِيْلًا ○

۵۰۰۔ (نہیں) بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے پاکیزہ کرتا ہے۔ اور اُن پر دھاگے برابر بھی ظلم نہیں ہو گا۔

٤ ٥٠١ النسآء ١٣٣ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ اَيُّهَا النَّاسُ وَيَاْتِ بِاٰخَرِيْنَ وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى ذٰلِكَ قَدِيْرًا ○

۵۰۱۔ لوگو! اگر وہ چاہے تو تم کو فنا کر دے اور (تمہاری جگہ) اور لوگوں کو پیدا کر دے اور اللہ اس بات پر قادر ہے۔

٥ ٥٠٢ المآئدة ١٨ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ۭ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ۭ

۵۰۲۔ (نہیں) بلکہ تم اس کی مخلوقات میں (دوسروں کی طرح کے) انسان ہو۔ وہ جسے چاہے بخشے اور جسے چاہے عذاب دے۔

٥ ٥٠٣ المآئدة ٤٠ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○

۵۰۳۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں اللہ ہی کی سلطنت ہے؟ جس کو چاہے عذاب کرے اور جسے چاہے بخش دے اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

٥ ٥٠٤ المآئدة ٤٨ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ○

۵۰۴۔ اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی شریعت پر کر دیتا مگر جو حکم اس نے تم کو دیے ہیں ان میں وہ تمہاری آزمائش کرنی چاہتا ہے۔

٥ ٥٠٥ المآئدة ٦٤ بَلْ يَدٰهُ مَبْسُوْطَتٰنِ ۙ يُنْفِقُ كَيْفَ يَشَآءُ ۭ

۵۰۵۔ بلکہ اس کے تو دونوں ہاتھ کھلے ہوتے ہیں خرچ کرتا ہے جیسے چاہتا ہے۔

٦ ٥٠٦ الانعام ٣٩ مَنْ يَّشَاِ اللّٰهُ يُضْلِلْهُ ۭ وَمَنْ يَّشَاْ يَجْعَلْهُ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

۵۰۶۔ جس کو اللہ چاہے گمراہ کر دے اور جسے چاہے سیدھے رستے پر چلا دے۔

٦ ٥٠٧ الانعام ٤١ بَلْ اِيَّاهُ تَدْعُوْنَ فَيَكْشِفُ مَا تَدْعُوْنَ اِلَيْهِ اِنْ شَآءَ وَتَنْسَوْنَ مَا تُشْرِكُوْنَ ○

۵۰۷۔ (نہیں) بلکہ (مصیبت کے وقت تم) اُسی کو پکارتے ہو تو جس دکھ کے لئے اُسے پکارتے ہو۔ وہ اگر چاہتا ہے تو اُس کو دور کر دیتا ہے۔ اور تم بھلا دو گے انہیں جن کو تم شریک بناتے ہو۔

٦ ٥٠٨ الانعام ١٠٧ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَآ اَشْرَكُوْا ۭ وَمَا جَعَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ حَفِيْظًا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ○

۵۰۸۔ اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ شرک نہ کرتے۔ اور (اے پیغمبرؐ) ہم نے تم کو اُن پر نگہبان مقرر نہیں کیا۔ اور نہ تم اُن کے داروغہ ہو۔

۶ ۵۰۹ الانعام ۱۱۱ وَلَوْ اَنَّنَا نَزَّلْنَآ اِلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةَ وَكَلَّمَهُمُ الْمَوْتٰى وَحَشَرْنَا عَلَيْهِمْ كُلَّ شَیْءٍ قُبُلًا مَّا كَانُوْا لِيُؤْمِنُوْٓا اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ يَجْهَلُوْنَ ○

۵۰۹۔ اور اگر ہم اُن پر فرشتے بھی اتار دیتے اور مُردے بھی اُن سے گفتگو کرنے لگتے اور ہم سب چیزوں کو اُن کے سامنے لاموجود بھی کر دیتے تو بھی یہ ایمان لانے والے نہ تھے۔ الاماشاءاللہ بات یہ ہے کہ یہ اکثر نادان ہیں۔

۶ ۵۱۰ الانعام ۱۳۳ وَرَبُّكَ الْغَنِیُّ ذُوالرَّحْمَةِ ؕ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْۢ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ○

۵۱۰۔ اور تمہارا پروردگار بے پروا (اور) صاحبِ رحمت ہے۔ اگر چاہے (تو اے بندو) تمہیں نابود کر دے اور تمہارے بعد جن لوگوں کو چاہے تمہارا جانشین بنا دے۔ جیسا تم کو بھی دوسرے لوگوں کی نسل سے پیدا کیا ہے۔

۶ ۵۱۱ الانعام ۱۳۷ وَكَذٰلِكَ زَيَّنَ لِكَثِيْرٍ مِّنَ الْمُشْرِكِيْنَ قَتْلَ اَوْلَادِهِمْ شُرَكَآؤُهُمْ لِيُرْدُوْهُمْ وَلِيَلْبِسُوْا عَلَيْهِمْ دِيْنَهُمْ ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ مَا فَعَلُوْهُ فَذَرْهُمْ وَمَا يَفْتَرُوْنَ ○

۵۱۱۔ اِسی طرح بہت سے مشرکوں کو اُن کے شریکوں نے اُن کے بچوں کو جان سے مار ڈالنا اچھا کر دکھایا ہے۔ تاکہ انہیں ہلاکت میں ڈال دیں اور اُن کے دین کو اُن پر خلط ملط کر دیں۔ اور اگر اللہ چاہتا تو وہ ایسا نہ کرتے تو اُن کو چھوڑ دو کہ وہ جانیں اور اُن کا جھوٹ۔

۶ ۵۱۲ الانعام ۱۴۹ قُلْ فَلِلّٰهِ الْحُجَّةُ الْبَالِغَةُ ۚ فَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ○

۵۱۲۔ کہہ دو کہ اللہ ہی کی حجت غالب ہے اگر وہ چاہتا تو تم سب کو ہدایت دے دیتا۔

۷ ۵۱۳ الاعراف ۸۹ قَدِ افْتَرَيْنَا عَلَى اللّٰهِ كَذِبًا اِنْ عُدْنَا فِیْ مِلَّتِكُمْ بَعْدَ اِذْ نَجّٰنَا اللّٰهُ مِنْهَا ؕ وَمَا يَكُوْنُ لَنَآ اَنْ نَّعُوْدَ فِيْهَآ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّنَا ؕ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَیْءٍ عِلْمًا ؕ

۵۱۳۔ اگر ہم اس کے بعد کہ اللہ ہمیں اس سے نجات بخش چکا ہے تمہارے مذہب میں لوٹ جائیں تو بے شک ہم نے اللہ پر جھوٹ افترا باندھا۔ اور ہمیں شایاں نہیں کہ ہم اس میں لوٹ جائیں ہاں اللہ جو ہمارا پروردگار ہے وہ چاہے تو (ہم مجبور ہیں)۔ ہمارے پروردگار کا علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

۷ ۵۱۴ الاعراف ۱۷۵ وَاتْلُ عَلَيْهِمْ نَبَاَ الَّذِیْٓ اٰتَيْنٰهُ اٰيٰتِنَا فَانْسَلَخَ مِنْهَا فَاَتْبَعَهُ الشَّيْطٰنُ فَكَانَ مِنَ

الْغٰوِیْنَ ۱۷۶ وَلَوْ شِئْنَا لَرَفَعْنٰهُ بِهَا وَلٰكِنَّهٗٓ اَخْلَدَ اِلَى الْاَرْضِ وَاتَّبَعَ هَوٰىهُ ○

۵۱۴۔ اور اُن کو اس شخص کا حال پڑھ کر سنا دو جس کو ہم نے اپنی آیتیں عطا فرمائیں۔ (اور ہفت پارچۂ علم شرائع سے مزین کیا) تو اس نے ان کو اتار دیا پھر شیطان اس کے پیچھے لگا تو وہ گمراہوں میں ہوگیا۔ اور اگر ہم چاہتے تو ان آیتوں سے اس (کے درجے) کو بلند کر دیتے۔ مگر وہ تو پستی کی طرف مائل ہوگیا۔ اور اپنی خواہش کے پیچھے چل پڑا۔

۵۱۵ ۷ الاعراف ۱۸۸ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ○

۵۱۵۔ کہہ دو کہ میں اپنے فائدے اور نقصان کا کچھ بھی اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے۔

۱۰ ۵۱۶ یونس ۲۵ وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ؕ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ○

۵۱۶۔ اور اللہ سلامتی کے گھر کی طرف بلاتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے سیدھا رستہ دکھاتا ہے۔

۱۰ ۵۱۷ یونس ۴۹ قُلْ لَّآ اَمْلِكُ لِنَفْسِيْ ضَرًّا وَّلَا نَفْعًا اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ ؕ

۵۱۷۔ کہہ دو کہ میں تو اپنے نقصان اور فائدے کا بھی کچھ اختیار نہیں رکھتا مگر جو اللہ چاہے۔

۱۰ ۵۱۸ یونس ۹۹ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِي الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ ○ ۱۰۰ وَمَا كَانَ لِنَفْسٍ اَنْ تُؤْمِنَ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَيَجْعَلُ الرِّجْسَ عَلَى الَّذِيْنَ لَا يَعْقِلُوْنَ ○

۵۱۸۔ اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو جتنے لوگ زمین پر ہیں سب کے سب ایمان لے آتے۔ تو کیا تم لوگوں پر زبردستی کرنا چاہتے ہو کہ وہ مومن ہو جائیں۔ حالانکہ کسی شخص کو قدرت نہیں ہے کہ اللہ کے حکم کے بغیر ایمان لائے اور جو لوگ بے عقل ہیں اُن پر وہ (کفر و ذلت کی) نجاست ڈالتا ہے۔

۱۰ ۵۱۹ یونس ۱۰۷ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۔

۵۱۹۔ اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تم سے بھلائی کرنی چاہے تو اس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔ وہ اپنے بندوں میں سے جسے چاہتا ہے فائدہ پہنچاتا ہے۔ اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۱۱ ۵۲۰ ھود ۱۱۸ وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَجَعَلَ النَّاسَ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلَا يَزَالُوْنَ مُخْتَلِفِيْنَ ○ ۱۱۹ اِلَّا مَنْ رَّحِمَ رَبُّكَ ؕ وَلِذٰلِكَ خَلَقَهُمْ ؕ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ

مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○

۵۲۰۔ اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو تمام لوگوں کو ایک ہی جماعت کر دیتا۔ لیکن وہ ہمیشہ اختلاف کرتے رہیں گے۔ مگر جن پر تمہارا پروردگار رحم کرے اور اسی لئے اس نے ان کو پیدا کیا ہے اور تمہارے پروردگار کا قول پورا ہوگیا، کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سے بھر دوں گا۔

۵۲۱ ۱۳ الرعد ۲۷ قُلْ اِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ اَنَابَ ○

۵۲۱۔ کہہ دو کہ اللہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جو (اس کی طرف) رجوع ہوتا ہے اس کو اپنی طرف کا رستہ دکھاتا ہے۔

۵۲۱/۱ ۱۳ الرعد ۳۱ اَفَلَمْ يَايْـَٔسِ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَنْ لَّوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَهَدَى النَّاسَ جَمِيْعًا ○

۵۲۱(الف) تو کیا مومنوں کو اس سے اطمینان نہیں ہوا کہ اگر اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ہدایت کے رستے پر چلا دیتا۔

۵۲۲ ۱۶ النحل ۹۳ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ وَلَتُسْـَٔلُنَّ عَمَّا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

۵۲۲۔ اور اگر اللہ چاہتا تو تم (سب) کو ایک ہی جماعت بنا دیتا۔ لیکن وہ جسے چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔ اور جو عمل تم کرتے ہو (اُس دن) ان کے بارے میں تم سے ضرور پوچھا جائے گا۔

۵۲۳ ۱۷ الاسراء ۵۴ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ○

۵۲۳۔ تمہارا پروردگار تم سے خوب واقف ہے۔ اگر چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے اور ہم نے تم کو اُن پر داروغہ (بناکر) نہیں بھیجا۔

۵۲۳/۱ ۱۷ الاسراء ۸۶ وَلَئِنْ شِئْنَا لَنَذْهَبَنَّ بِالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ ثُمَّ لَا تَجِدُ لَكَ بِهٖ عَلَيْنَا وَكِيْلًا ○
۸۷ اِلَّا رَحْمَةً مِّنْ رَّبِّكَ اِنَّ فَضْلَهٗ كَانَ عَلَيْكَ كَبِيْرًا ○

۵۲۳(الف) اور اگر ہم چاہیں تو جو (کتاب) ہم تمہاری طرف بھیجتے ہیں اُسے (دلوں سے) محو کر دیں۔ پھر تم اس کے لیے ہمارے مقابلے میں کسی کو مددگار نہ پاؤ۔ مگر (اس کا قائم رہنا) تمہارے پروردگار کی رحمت ہے۔ کچھ شک نہیں کہ تم پر اس کا بڑا فضل ہے۔

۵۲۴ ۲۲ الحج ۱۸ مَنْ يُّهِنِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ مُّكْرِمٍ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يَشَآءُ ○

۵۲۴۔ اور جس شخص کو اللہ ذلیل کرے اس کو کوئی عزت دینے والا نہیں۔ بے شک اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۵۲۵ ۲٤ النور ۳۵ يَهْدِي اللّٰهُ لِنُوْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ

۵۲۵۔ اللہ اپنے نور سے جس کو چاہتا ہے سیدھی راہ دکھاتا ہے

۵۲۵/۱ ۲٤ النور ۴۳ وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيْهَا مِنْۢ بَرَدٍ فَيُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ ؕ

۵۲۵(الف) اور آسمان میں جو (اولوں کے) پہاڑ ہیں اُن سے اولے نازل کرتا ہے تو جس پر چاہتا ہے اُس کو برسا دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے ہٹا دیتا ہے۔

۵۲۶ ۲٤ النور ۴۵ وَاللّٰهُ خَلَقَ كُلَّ دَآبَّةٍ مِّنْ مَّآءٍ ۚ فَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى بَطْنِهٖ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰى رِجْلَيْنِ ۚ وَمِنْهُمْ مَّنْ يَّمْشِيْ عَلٰٓى اَرْبَعٍ ؕ يَخْلُقُ اللّٰهُ مَا يَشَآءُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

۵۲۶۔ اور اللہ ہی نے ہر چلنے پھرنے والے جاندار کو پانی سے پیدا کیا تو اُن میں سے بعضے ایسے ہیں کہ پیٹ کے بل چلتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو دو پاؤں سے چلتے ہیں اور بعض ایسے ہیں جو چار پاؤں پر چلتے ہیں۔ اللہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۵۲۷ ۲۵ الفرقان ۱۰ تَبٰرَكَ الَّذِيْٓ اِنْ شَآءَ جَعَلَ لَكَ خَيْرًا مِّنْ ذٰلِكَ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ وَيَجْعَلْ لَّكَ قُصُوْرًا ۝

۵۲۷۔ وہ (اللہ) بہت بابرکت ہے جو اگر چاہے تو تمہارے لئے اس سے بہتر (چیزیں) بنا دے (یعنی) باغات جن کے نیچے نہریں بہ رہی ہوں نیز تمہارے لئے محل بنا دے۔

۵۲۷/۱ ۲۵ الفرقان ۵۱ وَلَوْ شِئْنَا لَبَعَثْنَا فِيْ كُلِّ قَرْيَةٍ نَّذِيْرًا ۝

اور اگر ہم چاہتے تو بھیجتے ہر گاؤں میں ایک ڈرانے والا

۵۲۸ ۲۶ الشعراء ۴ اِنْ نَّشَاْ نُنَزِّلْ عَلَيْهِمْ مِّنَ السَّمَآءِ اٰيَةً فَظَلَّتْ اَعْنَاقُهُمْ لَهَا خٰضِعِيْنَ ۝

۵۲۸۔ اگر ہم چاہیں تو اُن پر آسمان سے نشانی اتار دیں پھر اُن کی گردنیں اُس کے آگے جھک جائیں۔

۵۲۹ ۲۸ القصص ۵۶ اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝

۵۲۹۔ (اے محمدؐ) تم جس کو دوست رکھتے ہو اُسے ہدایت نہیں کر سکتے بلکہ اللہ ہی جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے اور وہ ہدایت پانے والوں کو خوب جانتا ہے۔

۵۳۰ ۲۸ القصص ۶۸ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

۵۳۰۔ اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) برگزیدہ کر لیتا ہے اُن کو اس کا اختیار نہیں ہے۔ یہ جو شرک کرتے ہیں اللہ اُس سے پاک و بالاتر ہے۔

۵۳۱ ۲۹ العنکبوت ۲۱ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَرْحَمُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَاِلَيْهِ تُقْلَبُوْنَ ۝

۵۳۱۔ وہ جسے چاہے عذاب دے اور جس پر چاہے رحم کرے۔ اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

۵۳۲ ۳۰ الروم ۵٤ اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّشَيْبَةً ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ۝

۵۳۲۔ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو (ابتدا میں) کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد طاقت عنایت کی پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور وہ صاحب دانش اور صاحب قدرت ہے۔

۵۳۳ ۳۲ السجدة ۱۳ وَلَوْ شِئْنَا لَاٰتَيْنَا كُلَّ نَفْسٍ هُدٰىهَا وَلٰكِنْ حَقَّ الْقَوْلُ مِنِّيْ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ۝

۵۳۳۔ اور اگر ہم چاہتے تو ہر شخص کو ہدایت دے دیتے۔ لیکن میری طرف سے یہ بات قرار پا چکی ہے کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا۔

۵۳٤ ۳٤ سبا ۹ اَفَلَمْ يَرَوْا اِلٰى مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنْ نَّشَاْ نَخْسِفْ بِهِمُ الْاَرْضَ اَوْ نُسْقِطْ عَلَيْهِمْ كِسَفًا مِّنَ السَّمَآءِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّكُلِّ عَبْدٍ مُّنِيْبٍ ۝

۵۳٤۔ کیا اُنہوں نے اُس کو نہیں دیکھا جو اُن کے آگے اور پیچھے ہے یعنی آسمان اور زمین اگر ہم چاہیں تو اُن کو زمین میں دھنسا دیں یا اُن پر آسمان کے ٹکڑے گرا دیں۔ اِس میں ہر بندے کے لئے جو رجوع کرنے والا ہے ایک نشانی ہے۔

۵۳۵ ۳۵ فاطر ۱ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَآءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

۵۳۵۔ سب تعریف اللہ ہی کو (سزاوار ہے) جو آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنے والا (اور) فرشتوں کو قاصد بنانے والا ہے۔ جن کے دو دو اور تین تین اور چار چار پر ہیں۔ وہ (اپنی) مخلوقات میں جو چاہتا ہے بڑھا دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۵۳۶ ۳۵ فاطر ۸ اَفَمَنْ زُيِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۖ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَيْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا يَصْنَعُوْنَ ۝

۵۳۶۔ بھلا جس شخص کو اُس کے اعمال بد آراستہ کرکے دکھائے جائیں اور وہ اُن کو عمدہ سمجھنے لگے تو (کیا وہ نیکو کار آدمی جیسا ہو سکتا ہے) بے شک اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے اور جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے تو اُن لوگوں پر افسوس کرکے تمہارا دم نہ نکل جائے۔ یہ جو کچھ کرتے ہیں اللہ اُس سے واقف ہے۔

۵۳۷ ۳۵ فاطر ۱۶ اِنْ يَّشَاْ يُذْهِبْكُمْ وَيَاْتِ بِخَلْقٍ جَدِيْدٍ ۝ وَمَا ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ بِعَزِيْزٍ ۝

۵۳۷۔ اگر چاہے تو تم کو نابود کر دے اور نئی مخلوقات لا آباد کرے۔ اور یہ اللہ کو کچھ مشکل نہیں۔

۵۳۸ ۳۵ فاطر ۲۲ وَمَا يَسْتَوِي الْاَحْيَآءُ وَلَا الْاَمْوَاتُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُسْمِعُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَمَآ اَنْتَ بِمُسْمِعٍ مَّنْ فِي الْقُبُوْرِ ۔

۵۳۸۔ اور نہ زندے اور مُردے برابر ہو سکتے ہیں۔ اللہ جس کو چاہتا ہے سنا دیتا ہے۔ اور تم اُن کو جو قبروں میں مدفون ہیں نہیں سنا سکتے۔

۵۳۹ ۳۶ یٰسٓ ۴۳ وَاِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِيْخَ لَهُمْ وَلَا هُمْ يُنْقَذُوْنَ ۝ ۴۴ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝

۵۳۹۔ اور اگر ہم چاہیں تو اُن کو غرق کر دیں۔ پھر نہ تو اُن کا کوئی فریاد رس ہو اور نہ اُن کو رہائی ملے۔ مگر یہ ہماری رحمت اور ایک مدت تک کے فائدے ہیں۔

۵۴۰ ۳۶ یٰسٓ ۶۶ وَلَوْ نَشَآءُ لَطَمَسْنَا عَلٰٓى اَعْيُنِهِمْ فَاسْتَبَقُوا الصِّرَاطَ فَاَنّٰى يُبْصِرُوْنَ ۝ ۶۷ وَلَوْ نَشَآءُ لَمَسَخْنٰهُمْ عَلٰى مَكَانَتِهِمْ فَمَا اسْتَطَاعُوْا مُضِيًّا وَّلَا يَرْجِعُوْنَ ۝

۵۴۰۔ اور اگر ہم چاہیں تو اُن کی آنکھوں کو مٹا (کر اندھا کر) دیں۔ پھر یہ رستے کو دوڑیں تو کہاں دیکھ سکیں گے۔ اور اگر ہم چاہیں تو اُن کی جگہ پر اُن کی صورتیں بدل دیں۔ پھر وہاں سے نہ آگے جا سکیں اور نہ لوٹ سکیں۔

۵۴۱ ۴۲ الشوریٰ ۸ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَهُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِيْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمُوْنَ مَا لَهُمْ مِّنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ۝

۵۴۱۔ اور اگر اللہ چاہتا تو اُن کو ایک ہی جماعت کر دیتا۔ لیکن وہ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے اور ظالموں کا نہ کوئی یار ہے اور نہ مددگار۔

۴۲ ۵۴۲ الشوریٰ ۱۳ اَللّٰهُ يَجْتَبِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْٓ اِلَيْهِ مَنْ يُّنِيْبُ ۝

۵۴۲۔ اللہ جس کو چاہتا ہے۔ اپنی بارگاہ کا برگزیدہ کر لیتا ہے اور جو اُس کی طرف رجوع کرے اُسے اپنی طرف رستہ دکھاتا ہے۔

۴۲ ۵۴۳ الشوریٰ ۲۷ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ۝

۵۴۳۔ اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لئے رزق میں فراخی کر دیتا تو زمین میں فساد کرنے لگتے لیکن وہ جو چیز چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا اور دیکھتا ہے۔

۴۲ ۵۴۴ الشوریٰ ۲۹ وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَثَّ فِيْهِمَا مِنْ دَآبَّةٍ ۭ وَهُوَ عَلٰي جَمْعِهِمْ اِذَا يَشَآءُ قَدِيْرٌ ۝

۵۴۴۔ اور اُسی کی نشانیوں میں سے ہے آسمانوں اور زمین کا پیدا کرنا اور اُن جانوروں کا جو اُس نے اُن میں پھیلا رکھے ہیں۔ اور وہ جب چاہے اُن کے جمع کر لینے پر قادر ہے۔

۴۲ ۵۴۵ الشوریٰ ۴۹ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۭ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ ۵۰ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّاِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ ۝

۵۴۵۔ (تمام) بادشاہت اللہ ہی کی ہے آسمانوں کی بھی اور زمین کی بھی وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ جسے چاہتا ہے بیٹیاں عطا کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے بیٹے بخشتا ہے۔ یا اُن کو بیٹے اور بیٹیاں دونوں عنایت فرماتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے بے اولاد رکھتا ہے وہ تو جاننے والا (اور) قدرت والا ہے۔

۴۳ ۵۴۶ الزخرف ۶۰ وَلَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْكُمْ مَّلٰۗىِٕكَةً فِي الْاَرْضِ يَخْلُفُوْنَ ۔

۵۴۶۔ اور اگر ہم چاہتے تو تم میں سے فرشتے بنا دیتے جو تمہاری جگہ زمین میں رہتے۔

۴۷ ۵۴۷ محمد ۴ وَلَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَلٰكِنْ لِّيَبْلُوَا۟ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ۝

۵۴۷۔ اگر اللہ چاہتا تو (اور طرح) اُن سے انتقام لے لیتا۔ لیکن اُس نے چاہا کہ تمہاری آزمائش ایک (کو) دوسرے سے (لڑوا کر) کرے۔

۵۴۷/۱ ۴۷ محمد ۳۰ وَلَوْ نَشَآءُ لَاَرَيْنٰكَهُمْ فَلَعَرَفْتَهُمْ بِسِيْمٰهُمْ ؕ وَلَتَعْرِفَنَّهُمْ فِیْ لَحْنِ الْقَوْلِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ○

۵۴۷ (الف) اور اگر ہم چاہتے تو وہ لوگ تم کو دکھا بھی دیتے اور تم اُن کو اُن کے چہروں ہی سے پہچان لیتے۔ اور تم انہیں (اُن کے) انداز گفتگو ہی سے پہچان لو گے۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے واقف ہے۔

۵۴۸ ۴۸ الفتح ۱۴ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○

۵۴۸۔ اور آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اللہ ہی کی ہے۔ وہ جسے چاہے بخشے۔ اور جسے چاہے سزا دے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۵۴۹ ۵۷ الحدید ۲۱ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○ ۶۲ الجمعة ۴

۵۴۹۔ یہ اللہ کا فضل ہے۔ جسے چاہے عطا فرمائے۔ اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔

۵۴۹/۱ ۵۷ الحدید ۲۹ وَاَنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ○

۵۴۹ (الف) فضل تو اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔

۵۵۰ ۷۴ المدثر ۳۱ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ يَّشَآءُ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ

۵۵۰۔ اسی طرح اللہ جس کو چاہتا ہے گمراہ کرتا ہے۔ اور جس کو چاہتا ہے ہدایت کرتا ہے۔ اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۵۵۰/۱ ۷۴ المدثر ۵۶ وَمَا يَذْكُرُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ هُوَ اَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ ○

۵۵۰ (الف) اور یاد بھی تب ہی رکھیں گے جب اللہ چاہے۔ وہی ڈرنے کے لائق اور بخشش کا مالک ہے۔

۵۵۱ ۷۶ الدهر ۲۸ نَحْنُ خَلَقْنٰهُمْ وَشَدَدْنَاۤ اَسْرَهُمْ ۚ وَاِذَا شِئْنَا بَدَّلْنَاۤ اَمْثَالَهُمْ تَبْدِيْلًا ○

۵۵۱۔ ہم نے اُن کو پیدا کیا اور اُن کے مفاصل کو مضبوط بنایا۔ اور اگر ہم چاہیں تو اُن کے بدلے اُنہی کی طرح اور لوگ لے آئیں۔

۵۵۲ ۷۶ الدهر ۳۰ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّاۤ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلِيْمًا حَكِيْمًا ○ ۳۱ يُّدْخِلُ مَنْ يَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ وَالظّٰلِمِيْنَ اَعَدَّ لَهُمْ عَذَابًا اَلِيْمًا ○

۵۵۲۔ اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے مگر جو اللہ کو منظور ہو۔ بے شک اللہ جانتے والا حکمت والا ہے۔ جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں داخل کر لیتا ہے۔ اور ظالموں کے لئے اُس نے دکھ دینے والا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۵۵۳ ۸۱ التکویر ۲۹ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○

۵۵۳۔ اور تم کچھ بھی نہیں چاہ سکتے۔ مگر وہی جو اللہ رب العالمین چاہے۔

۵۵۴ ۸۷ الاعلیٰ ۶ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰٓى ○ ۷ اِلَّا مَاشَآءَ اللّٰهُ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ○

۵۵۴۔ ہم تمہیں پڑھائیں گے کہ تم فراموش نہ کرو گے۔ مگر جو اللہ چاہے۔ وہ کھلی بات کو بھی جانتا ہے اور چھپی کو بھی۔

حق اور مثال حق دینے میں حیاء و شرم کی نفی

۵۵۵ ۲ البقرۃ ۲۶ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَسْتَحْيٖٓ اَنْ يَّضْرِبَ مَثَلًا مَّا بَعُوْضَةً فَمَا فَوْقَهَا ۭ فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فَيَعْلَمُوْنَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّهِمْ ۚ وَاَمَّا الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَيَقُوْلُوْنَ مَاذَآ اَرَادَ اللّٰهُ بِهٰذَا مَثَلًا ۘ يُضِلُّ بِهٖ كَثِيْرًا ۙ وَّيَهْدِىْ بِهٖ كَثِيْرًا ۭ وَمَا يُضِلُّ بِهٖٓ اِلَّا الْفٰسِقِيْنَ ○

۵۵۵۔ اللہ اس بات سے عار نہیں کرتا کہ مچھر یا اس سے بڑھ کر کسی چیز (مثلاً مکھی، مکڑی وغیرہ) کی مثال بیان فرمائے جو مومن ہیں وہ یقین کرتے ہیں کہ وہ اُن کے پروردگار کی طرف سے سچ ہے اور جو کافر ہیں وہ کہتے ہیں کہ اس مثال سے اللہ کی مراد ہی کیا ہے۔ اس سے (اللہ) بہتوں کو گمراہ کرتا ہے۔ اور بہتوں کو ہدایت بخشتا ہے اور گمراہ بھی کرتا ہے۔ تو نافرمانوں ہی کو۔

۵۵۶ ۳۳ الاحزاب ۵۳۔ وَاللّٰهُ لَا يَسْتَحْيٖ مِنَ الْحَقِّ ○

۵۵۶۔ لیکن اللہ سچی بات کہنے سے شرم نہیں کرتا۔

علم الٰہی

۵۵۷ ۲ البقرۃ ۳۰ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ○

۵۵۷۔ (اللہ نے) فرمایا میں وہ باتیں جانتا ہوں جو تم نہیں جانتے۔

۵۵۸ ۲ البقرۃ ۷۷ اَوَلَا يَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ○

۵۵۸۔ کیا لوگ یہ نہیں جانتے کہ جو کچھ یہ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں اللہ کو (سب) معلوم ہے۔

۵۵۹ ۲ البقرۃ ۱۹۷ وَمَا تَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ يَّعْلَمْهُ اللّٰهُ ○

۵۵۹۔ اور جو نیک کام تم کرو گے وہ اللہ کو معلوم ہو جائے گا۔

۵۶۰ ۲ البقرة ۲۱۶ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ وَاَنْتُمْ لَاتَعْلَمُوْنَ ○

۵۶۰۔ اور (اِن باتوں کو) اللہ ہی بہتر جانتا ہے اور تم نہیں جانتے۔

۵۶۱ ۲ البقرة ۲۵۵ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِشَيْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖٓ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ

۵۶۱۔ جو کچھ لوگوں کے روبرو ہو رہا ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے ہو چکا ہے اُسے سب معلوم ہے اور وہ اس کی معلومات میں سے کسی چیز پر دسترس حاصل نہیں کر سکتے۔

۵۶۲ ۳ اٰل عمران ۲۹ قُلْ اِنْ تُخْفُوْا مَا فِيْ صُدُوْرِكُمْ اَوْتُبْدُوْهُ يَعْلَمْهُ اللّٰهُ ۭ وَيَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ

۵۶۲۔ (اے پیغمبرؐ لوگوں سے) کہہ دو کہ کوئی بات تم اپنے دلوں میں مخفی رکھو یا اُسے ظاہر کرو اللہ اس کو جانتا ہے۔ اور جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اس کو سب کی خبر ہے۔

۵۶۳ ۳ اٰل عمران ۱۱۹ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ ۢبِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ ۵ المائدة ۷، ۳۱ لقمان ۲۳

۵۶۳۔ اللہ تمہارے دلوں کی باتوں سے خوب واقف ہے۔

۵۶۴ ۴ النسآء ۴۵ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ بِاَعْدَآئِكُمْ ۭ وَكَفٰى بِاللّٰهِ وَلِيًّا ۡ وَّكَفٰى بِاللّٰهِ نَصِيْرًا ○

۵۶۴۔ اور اللہ تمہارے دشمنوں سے خوب واقف ہے۔ اور اللہ ہی کافی کارساز ہے اور اللہ ہی کافی مددگار ہے۔

۵۶۵ ۴ النسآء ۷۰ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ وَكَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا ○

۵۶۵۔ یہ اللہ کا فضل ہے اور اللہ جاننے والا کافی ہے۔

۵۶۶ ۴ النسآء ۱۰۸ يَّسْتَخْفُوْنَ مِنَ النَّاسِ وَلَا يَسْتَخْفُوْنَ مِنَ اللّٰهِ وَهُوَ مَعَهُمْ اِذْ يُبَيِّتُوْنَ مَالَا يَرْضٰى مِنَ الْقَوْلِ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ بِمَا يَعْمَلُوْنَ مُحِيْطًا ○

۵۶۶۔ یہ لوگوں سے تو چھپتے ہیں اور اللہ سے نہیں چھپتے حالانکہ جب وہ راتوں کو ایسی باتوں کے مشورے کیا کرتے ہیں جن کو وہ پسند نہیں کرتا تو وہ اُن کے ساتھ ہوا کرتا ہے۔ اور اللہ اُن کے (تمام) کاموں پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

۵۶۷ ۵ المآئدة ۹۷ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○

۵۶۷۔ یہ اِس لئے کہ تم جان لو کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے اللہ سب کو جانتا ہے اور یہ کہ اللہ کو ہر چیز کا علم ہے۔

۵۶۸ ۵ المآئدۃ ۹۹ مَا عَلَى الرَّسُوْلِ اِلَّا الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تُبْدُوْنَ وَمَا تَكْتُمُوْنَ ○

۵۶۸۔ پیغمبرؐ کے ذمے تو صرف پیغام اللہ کا پہنچا دینا ہے۔ اور جو کچھ تم ظاہر کرتے ہو اور جو کچھ مخفی کرتے ہو اللہ کو سب معلوم ہے۔

۵۶۹ ۵ المائدۃ ۱۰۹ قَالُوْا لَا عِلْمَ لَنَا ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○

۵۶۹۔ وہ عرض کریں گے کہ ہمیں کچھ معلوم نہیں۔ تو ہی غیب کی باتوں سے واقف ہے۔

۵۷۰ ۵ المائدۃ ۱۱۶ اِنْ كُنْتُ قُلْتُهٗ فَقَدْ عَلِمْتَهٗ ؕ تَعْلَمُ مَا فِىْ نَفْسِىْ وَلَاۤ اَعْلَمُ مَا فِىْ نَفْسِكَ ؕ اِنَّكَ اَنْتَ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○

۵۷۰۔ اگر میں نے ایسا کہا ہوگا تو تجھ کو معلوم ہوگا۔ (کیونکہ) جو بات میرے دل میں ہے تو اُسے جانتا ہے۔ اور جو تیرے ضمیر میں ہے۔ اُسے میں نہیں جانتا۔ بے شک تو علام الغیوب ہے۔

۵۷۱ ۶ الانعام ۳ وَهُوَ اللّٰهُ فِى السَّمٰوٰتِ وَفِى الْاَرْضِ ؕ يَعْلَمُ سِرَّكُمْ وَجَهْرَكُمْ وَيَعْلَمُ مَا تَكْسِبُوْنَ ○

۵۷۱۔ اور آسمان اور زمین میں وہی (ایک) اللہ ہے۔ تمہاری پوشیدہ اور ظاہر سب باتیں جانتا ہے۔ اور تم جو عمل کرتے ہو سب سے واقف ہے۔

۵۷۲ ۶ الانعام ۵۳ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِالشّٰكِرِيْنَ ○

۵۷۲۔ (اللہ نے فرمایا) بھلا اللہ شکر کرنے والوں سے واقف نہیں؟

۵۷۳ ۶ الانعام ۵۹ وَعِنْدَهٗ مَفَاتِحُ الْغَيْبِ لَا يَعْلَمُهَاۤ اِلَّا هُوَ ؕ وَيَعْلَمُ مَا فِى الْبَرِّ وَالْبَحْرِ ؕ وَمَا تَسْقُطُ مِنْ وَّرَقَةٍ اِلَّا يَعْلَمُهَا وَلَا حَبَّةٍ فِىْ ظُلُمٰتِ الْاَرْضِ وَلَا رَطْبٍ وَّلَا يَابِسٍ اِلَّا فِىْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○ ۶۰ وَهُوَ الَّذِىْ يَتَوَفّٰىكُمْ بِالَّيْلِ وَيَعْلَمُ مَا جَرَحْتُمْ بِالنَّهَارِ ثُمَّ يَبْعَثُكُمْ فِيْهِ لِيُقْضٰۤى اَجَلٌ مُّسَمًّى ۚ ثُمَّ اِلَيْهِ مَرْجِعُكُمْ ثُمَّ يُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

۵۷۳۔ اور اُسی کے پاس غیب کی کنجیاں ہیں جن کو اس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ اور اُسے جنگلوں اور دریاؤں کی سب چیزوں کا علم ہے۔ اور کوئی پتہ نہیں جھڑتا مگر وہ اس کو جانتا ہے۔ اور زمین کے اندھیروں میں کوئی دانہ اور کوئی ہری اور سوکھی چیز نہیں ہے۔ مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔ اور وہ ہی تو ہے جو رات کو (سونے کی حالت میں) تمہاری روح قبض کر لیتا ہے اور جو کچھ تم دن میں کرتے ہو اس سے خبر رکھتا ہے پھر

تمہیں دن کو اُٹھا دیتا ہے تاکہ (یہی سلسلہ جاری رکھ کر زندگی میں) معین مدت پوری کر دی جائے پھر تم (سب) کو اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے (اس روز) وہ تم کو تمہارے عمل جو تم کرتے ہو (ایک ایک کر کے) بتائے گا۔

٥٧٤ ٦ الانعام ١١٧ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ مَنْ يَّضِلُّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ

۵۷۴۔ تمہارا پروردگار ان لوگوں کو خوب جانتا ہے جو اس کے رستے سے بھٹکے ہوئے ہیں اور اُن سے بھی خوب واقف ہے جو رستے پر چل رہے ہیں۔

٥٧٥ ٦ الانعام ١١٩ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِالْمُعْتَدِيْنَ ○

۵۷۵۔ کچھ شک نہیں کہ ایسے لوگوں کو جو (اللہ کی مقرر کی ہوئی) حدوں سے باہر نکل جاتے ہیں تمہارا پروردگار خوب جانتا ہے۔

٥٧٦ ٦ الانعام ١٢٤ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسٰلَتَهٗ ؕ

۵۷۶۔ اُس کو اللہ ہی خوب جانتا ہے کہ (رسالت کا کون سا محل ہے اور) وہ اپنی پیغمبری کسے عنایت فرمائے۔

٥٧٧ ٧ الاعراف ٦ فَلَنَقُصَّنَّ عَلَيْهِمْ بِعِلْمٍ وَّمَا كُنَّا غَآئِبِيْنَ ○

۵۷۷۔ پھر اپنے علم سے اُن کے حالات بیان کریں گے اور ہم کہیں غائب تو نہیں تھے۔

٥٧٨ ٧ الاعراف ٥٢ وَلَقَدْ جِئْنٰهُمْ بِكِتٰبٍ فَصَّلْنٰهُ عَلٰى عِلْمٍ هُدًى وَّرَحْمَةً لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○

۵۷۸۔ اور ہم نے ان کے پاس کتاب پہنچا دی ہے جس کو علم و دانش کے ساتھ کھول کھول کر بیان کر دیا ہے۔ (اور) وہ مومن لوگوں کے لئے ہدایت اور رحمت ہے۔

٥٧٩ ٧ الاعراف ٨٩ وَسِعَ رَبُّنَا كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ؕ

۵۷۹۔ ہمارے پروردگار کا علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

٥٨٠ ١٠ يونس ٣٦ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ○

۵۸۰۔ بے شک اللہ تمہارے (سب) افعال سے واقف ہے۔

٥٨١ ١٠ يونس ٦١ وَمَا تَكُوْنُ فِيْ شَاْنٍ وَّمَا تَتْلُوْا مِنْهُ مِنْ قُرْاٰنٍ وَّلَا تَعْمَلُوْنَ مِنْ عَمَلٍ اِلَّا كُنَّا عَلَيْكُمْ شُهُوْدًا اِذْ تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ وَمَا يَعْزُبُ عَنْ رَّبِّكَ مِنْ مِّثْقَالِ ذَرَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِي السَّمَآءِ وَلَآ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرَ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ○

۵۸۱۔ اور تم جس حال میں ہوتے ہو یا قرآن میں سے کچھ پڑھتے ہو یا تم لوگ کوئی (اور) کام کرتے ہو جب اس میں مصروف ہوتے ہو ہم تمہارے سامنے ہوتے ہیں۔ اور تمہارے پروردگار سے ذرہ برابر بھی کوئی چیز پوشیدہ نہیں ہے۔ نہ زمین میں اور نہ آسمان میں اور نہ کوئی چیز اس سے چھوٹی ہے یا بڑی مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔

۵۸۲ ۱۱ هود ۵ اَلَآ اِنَّهُمْ يَثْنُوْنَ صُدُوْرَهُمْ لِيَسْتَخْفُوْا مِنْهُ ۭ اَلَا حِيْنَ يَسْتَغْشُوْنَ ثِيَابَهُمْ ۙ يَعْلَمُ مَا يُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ۚ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝ ٦ وَمَا مِنْ دَاۗبَّةٍ فِي الْاَرْضِ اِلَّا عَلَي اللّٰهِ رِزْقُهَا وَيَعْلَمُ مُسْتَقَرَّهَا وَمُسْتَوْدَعَهَا ۭ كُلٌّ فِيْ كِتٰبٍ مُّبِيْنٍ ۝

۵۸۲۔ دیکھو یہ اپنے سینوں کو دوہرا کرتے ہیں۔ تاکہ اللہ سے پردہ کریں۔ سن رکھو جس وقت یہ کپڑوں میں لپٹ کر پڑتے ہیں (تب بھی) وہ اُن کی چھپی اور کھلی باتوں کو جانتا ہے۔ وہ تو دلوں تک کی باتوں سے آگاہ ہے۔ اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اُس کا رزق اللہ کے ذمے ہے وہ جہاں رہتا ہے اُسے بھی جانتا ہے اور جہاں سونپا جاتا ہے اُسے بھی۔ یہ سب کچھ کتاب روشن میں (لکھا ہوا) ہے۔

۵۸۳ ۱۳ الرعد ۸ اَللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَحْمِلُ كُلُّ اُنْثٰى وَمَا تَغِيْضُ الْاَرْحَامُ وَمَا تَزْدَادُ ۭ وَكُلُّ شَيْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ ٩ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِيْرُ الْمُتَعَالِ ۝ ١٠ سَوَاۗءٌ مِّنْكُمْ مَّنْ اَسَرَّ الْقَوْلَ وَمَنْ جَهَرَ بِهٖ وَمَنْ هُوَ مُسْتَخْفٍۢ بِالَّيْلِ وَسَارِبٌۢ بِالنَّهَارِ ۝

۵۸۳۔ اللہ ہی اُس بچے سے واقف ہے جو عورت کے پیٹ میں ہوتا ہے اور پیٹ کے سکڑنے اور بڑھنے سے بھی (واقف ہے) اور ہر چیز کا اُس کے ہاں ایک اندازہ مقرر ہے۔ وہ دانائے نہاں و آشکار ہے۔ سب سے بزرگ (اور) عالی رُتبہ ہے۔ کوئی تم میں سے چپکے سے بات کہے یا پکار کر یا رات کو کہیں چھپ جائے یا دن (کی روشنی) میں کھلم کھلا چلے پھرے (اُس کے نزدیک) برابر ہے۔

۵۸۴ ۱۳ الرعد ۳۳ اَفَمَنْ هُوَ قَاۗىِٕمٌ عَلٰي كُلِّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ ۚ وَجَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَاۗءَ ۭ قُلْ سَمُّوْهُمْ ۭ اَمْ تُنَبِّــــُٔـوْنَهٗ بِمَا لَا يَعْلَمُ فِي الْاَرْضِ اَمْ بِظَاهِرٍ مِّنَ الْقَوْلِ

۵۸۴۔ تو کیا جو (اللہ) ہر متنفس کے اعمال کا نگران (و نگہبان) ہے (وہ بتوں کی طرح بے علم و بے خبر ہو سکتا ہے) اور ان لوگوں نے اللہ کے شریک مقرر کر رکھے ہیں۔ اُن سے کہو کہ (ذرا) اُن کے نام تو لو۔ کیا تم اُسے ایسی

چیزیں بتاتے ہو جس کو وہ زمین میں (کہیں بھی) معلوم نہیں کرتا یا (محض) ظاہری (باطل اور جھوٹی) بات کی (تقلید کرتے ہو)۔

۵۸۵ ۱۳ الرعد ۴۲ وَقَدْ مَكَرَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ فَلِلّٰهِ الْمَكْرُ جَمِيْعًا ؕ يَعْلَمُ مَاتَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ ؕ وَ سَيَعْلَمُ الْكُفّٰرُ لِمَنْ عُقْبَى الدَّارِ ○

۵۸۵۔ جو لوگ اُن سے پہلے تھے وہ بھی (بہتیری) چالیں چلتے رہے ہیں سو چال تو سب اللہ ہی کی ہے۔ ہر متنفس جو کچھ کر رہا ہے وہ اُسے جانتا ہے اور کافر جلد معلوم کریں گے کہ عاقبت کا گھر (یعنی انجام محمود) کس کے لئے ہے۔

۵۸۶ ۱۵ الحجر ۲۴ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَقْدِمِيْنَ مِنْكُمْ وَلَقَدْ عَلِمْنَا الْمُسْتَاْخِرِيْنَ ○

۵۸۶۔ اور جو لوگ تم میں پہلے گزر چکے ہیں ہم کو معلوم ہیں اور جو پیچھے آنے والے ہیں وہ بھی ہم کو معلوم ہیں۔

۵۸۷ ۱۶ النحل ۱۹ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَاتُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ○

۵۸۷۔ اور جو کچھ تم چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہو سب سے اللہ واقف ہے۔

۵۸۸ ۱۶ النحل ۲۳ لَاجَرَمَ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَايُسِرُّوْنَ وَمَا يُعْلِنُوْنَ ؕ اِنَّهٗ لَايُحِبُّ الْمُسْتَكْبِرِيْنَ ○

۵۸۸۔ یہ جو کچھ چھپاتے ہیں اور جو ظاہر کرتے ہیں۔ اللہ ضرور اُس کو جانتا ہے۔ وہ سرکشوں کو ہرگز پسند نہیں کرتا۔

۵۸۹ ۱۶ النحل ۲۸ اَلَّذِيْنَ تَتَوَفّٰهُمُ الْمَلٰٓئِكَةُ ظَالِمِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۪ فَاَلْقَوُا السَّلَمَ مَاكُنَّا نَعْمَلُ مِنْ سُوْٓءٍ ؕ بَلٰٓى اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌۢ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○

۵۸۹۔ (اُن کا حال یہ ہے کہ) جب فرشتے اُن کی روحیں قبض کرنے لگتے ہیں (اور یہ) اپنے ہی حق میں ظلم کرنے والے (ہوتے ہیں) تو مطیع و منقاد ہو جاتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہم کوئی برا کام نہیں کرتے تھے۔ ہاں جو کچھ تم کیا کرتے تھے اللہ اُسے خوب جانتا ہے۔

۵۹۰ ۱۶ النحل ۱۲۵ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ○ ۵۳ النجم ۳۰ ، ۶۷ القلم ۷۔

۵۹۰۔ جو اُس کے رستے سے بھٹک گیا تمہارا پروردگار اُسے بھی خوب جانتا ہے۔ اور جو رستے پر چلنے والے ہیں اُن سے بھی خوب واقف ہے۔

۵۹۱ ۱۷ الاسرا ۲۵ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ؕ اِنْ تَكُوْنُوْا صٰلِحِيْنَ فَاِنَّهٗ كَانَ لِلْاَوَّابِيْنَ غَفُوْرًا ○

۵۹۱۔ جو کچھ تمہارے دلوں میں ہے تمہارا پروردگار اُس سے بخوبی واقف ہے اگر تم نیک ہو گے تو وہ رجوع لانے والوں کو بخش دینے والا ہے۔

۵۹۲ ۱۷ الاسرا ۴۷ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَسْتَمِعُوْنَ بِهٖٓ اِذْ يَسْتَمِعُوْنَ اِلَيْكَ وَاِذْ هُمْ نَجْوٰٓى اِذْ يَقُوْلُ الظّٰلِمُوْنَ اِنْ تَتَّبِعُوْنَ اِلَّا رَجُلًا مَّسْحُوْرًا ○

۵۹۲۔ یہ لوگ جب تمہاری طرف کان لگاتے ہیں تو جس نیت سے یہ سنتے ہیں ہم اُسے خوب جانتے ہیں اور جب یہ سرگوشیاں کرتے ہیں (یعنی) جب ظالم کہتے ہیں کہ تم تو ایک ایسے شخص کی پیروی کرتے ہو جس پر جادو کیا گیا ہے۔

۵۹۳ ۱۷ الاسرا ۵۴ رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِكُمْ ؕ اِنْ يَّشَاْ يَرْحَمْكُمْ اَوْ اِنْ يَّشَاْ يُعَذِّبْكُمْ ؕ وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ عَلَيْهِمْ وَكِيْلًا ○ ۵۵ وَرَبُّكَ اَعْلَمُ بِمَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ

۵۹۳۔ تمہارا پروردگار تم سے خوب واقف ہے۔ اگر چاہے تو تم پر رحم کرے یا اگر چاہے تو تمہیں عذاب دے۔ اور ہم نے تم کو اُن پر داروغہ (بنا کر) نہیں بھیجا اور جو لوگ آسمانوں اور زمین میں ہیں تمہارا پروردگار اُن سے خوب واقف ہے۔

۵۹۴ ۱۷ الاسرا ۸۴ قُلْ كُلٌّ يَّعْمَلُ عَلٰى شَاكِلَتِهٖ ؕ فَرَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَنْ هُوَ اَهْدٰى سَبِيْلًا ○

۵۹۴۔ کہہ دو کہ ہر شخص اپنے طریق کے مطابق عمل کرتا ہے۔ سو تمہارا پروردگار اُس شخص سے خوب واقف ہے جو سب سے زیادہ سیدھے رستے پر ہے۔

۵۹۵ ۱۹ مریم ۹۳ اِنْ كُلُّ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّآ اٰتِى الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ○ ۹۴ لَقَدْ اَحْصٰىهُمْ وَعَدَّهُمْ عَدًّا ○

۵۹۵۔ تمام شخص جو آسمانوں اور زمین میں ہیں سب اللہ کے روبرو بندے ہو کر آئیں گے اُس نے اُن (سب) کو (اپنے علم سے) گھیر رکھا اور (ایک ایک کو) شمار کر رکھا ہے۔

۵۹۶ ۲۰ طٰہٰ ۷ وَاِنْ تَجْهَرْ بِالْقَوْلِ فَاِنَّهٗ يَعْلَمُ السِّرَّ وَاَخْفٰى ○

۵۹۶۔ اور اگر تم پکار کر بات کہو تو وہ تو چھپے بھید اور نہایت پوشیدہ بات تک کو جانتا ہے۔

۵۹۷ ۲۰ طٰہٰ ۹۸ اِنَّمَآ اِلٰهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ وَسِعَ كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا ○

۵۹۷۔ تمہارا معبود اللہ ہی ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ اُس کا علم ہر چیز پر محیط ہے۔

۵۹۸ ۲۰ طٰہٰ ۱۱۰ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يُحِيْطُوْنَ بِهٖ عِلْمًا ○

۵۹۸۔ جو کچھ اُن کے آگے ہے اور جو کچھ اُن کے پیچھے ہے وہ اُس کو جانتا ہے اور وہ (اپنے) علم سے اللہ (کے علم) پر احاطہ نہیں کر سکتے۔

۵۹۹ ۲۱ الانبیآء ٤ قٰلَ رَبِّيْ يَعْلَمُ الْقَوْلَ فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۡ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ۝

۵۹۹۔ (پیغمبرؐ نے) کہا کہ جو بات آسمان اور زمین میں (کہی جاتی) ہے میرا پروردگار اُسے جانتا ہے اور وہ سننے والا (اور) جاننے والا ہے۔

۶۰۰ ۲۱ الانبیآء ۲۸ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ۝

۶۰۰۔ جو کچھ اُن کے آگے ہو چکا ہے اور جو پیچھے ہو گا وہ سب سے واقف ہے اور وہ (اس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے مگر اُس شخص کی جس سے اللہ خوش ہو اور وہ اس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔

۶۰۱ ۲۱ الانبیآء ۸۱ وَكُنَّا بِكُلِّ شَيْءٍ عٰلِمِيْنَ ۝

۶۰۱۔ اور ہم ہر چیز سے خبردار ہیں۔

۶۰۲ ۲۱ الانبیآء ۱۱۰ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ مِنَ الْقَوْلِ وَيَعْلَمُ مَا تَكْتُمُوْنَ ۝

۶۰۲۔ جو بات پکار کر کی جائے وہ اُسے بھی جانتا ہے اور جو تم پوشیدہ کرتے ہو اُس سے بھی واقف ہے۔

۶۰۳ ۲۲ الحج ۷۰ اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ فِيْ كِتٰبٍ ۭ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝

۶۰۳۔ کیا تم نہیں جانتے کہ جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اللہ اس کو جانتا ہے۔ یہ (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔ بے شک یہ سب اللہ کو آسان ہے۔

۶۰۴ ۲۲ الحج ۷٦ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۭ وَاِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ۝

۶۰۴۔ جو اُن کے آگے ہے اور جو اُن کے پیچھے ہے وہ اُس سے واقف ہے۔ اور سب کاموں کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔

۶۰۵ ۲۳ المؤمنون ۵۲ يٰٓاَيُّهَا الرُّسُلُ كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَاعْمَلُوْا صَالِحًا ۭ اِنِّيْ بِمَا تَعْمَلُوْنَ عَلِيْمٌ ۝

۶۰۵۔ اے پیغمبرو! پاکیزہ چیزیں کھاؤ اور نیک عمل کرو۔ جو عمل تم کرتے ہو میں اُن سے واقف ہوں۔

۶۰۶ ۲۳ المؤمنون ۹٦ اِدْفَعْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ السَّيِّئَةَ ۭ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَصِفُوْنَ ۝

۶۰۶۔ اور بُری بات کے جواب میں ایسی بات کہو جو نہایت اچھی ہو۔ اور یہ جو کچھ بیان کرتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے۔

۶۰۷ ۲٤ النور ٦٤ اَلَآ اِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قَدْ يَعْلَمُ مَآ اَنْتُمْ عَلَيْهِ ۭ وَيَوْمَ يُرْجَعُوْنَ اِلَيْهِ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا ۭ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

۶۰۰۔ دیکھو جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ہے سب اللہ ہی کا ہے۔ جس (طریق) پر تم ہو وہ اُسے جانتا ہے۔ اور جس روز لوگ اُس کی طرف لوٹائے جائیں گے تو جو لوگ عمل کرتے رہے وہ اُن کو بتا دے گا اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۶۰۸ ۲۵ الفرقان ۶ قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِیْ یَعْلَمُ السِّرَّ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ کَانَ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ○

۶۰۸۔ کہہ دو کہ اس نے اُس کو اتارا ہے جو آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے۔ بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

۶۰۹ ۲۶ الشعراء ۲۱۷ وَتَوَکَّلْ عَلَی الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ ○ ۲۱۸ الَّذِیْ یَرٰىكَ حِیْنَ تَقُوْمُ ○ ۲۱۹ وَتَقَلُّبَكَ فِی السّٰجِدِیْنَ ○ ۲۲۰ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ○

۶۰۹۔ اور (اللہ) غالب اور مہربان پر بھروسا رکھو۔ جو تم کو جب تم (تہجد) کے وقت اُٹھتے ہو دیکھتا ہے اور نمازیوں میں تمہارے پھرنے کو بھی وہ بے شک سننے والا اور جاننے والا ہے۔

۶۱۰ ۲۷ النمل ۲۵ اَلَّا یَسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِیْ یُخْرِجُ الْخَبْءَ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَیَعْلَمُ مَا تُخْفُوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ○ السجدۃ

۶۱۰۔ (اور نہیں سمجھتے) کہ اللہ کو جو آسمانوں اور زمین میں چھپی ہوئی چیزوں کو ظاہر کر دیتا اور تمہارے پوشیدہ اور ظاہر اعمال کو جانتا ہے۔ کیوں سجدہ نہ کریں۔

۶۱۱ ۲۷ النمل ۷۴ وَاِنَّ رَبَّكَ لَیَعْلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ○ ۷۵ وَمَا مِنْ غَآئِبَةٍ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِلَّا فِیْ کِتٰبٍ مُّبِیْنٍ ○

۶۱۱۔ اور جو باتیں اُن کے سینوں میں پوشیدہ ہوتی ہیں اور جو کام وہ ظاہر کرتے ہیں تمہارا پروردگار ان (سب) کو جانتا ہے اور آسمانوں اور زمین میں کوئی پوشیدہ چیز نہیں ہے۔ مگر (وہ) کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔

۶۱۲ ۲۸ القصص ۶۹ وَرَبُّكَ یَعْلَمُ مَا تُکِنُّ صُدُوْرُهُمْ وَمَا یُعْلِنُوْنَ ○

۶۱۲۔ اور اُن کے سینے جو کچھ مخفی کرتے اور جو یہ ظاہر کرتے ہیں تمہارا پروردگار اُس کو جانتا ہے۔

۶۱۳ ۲۸ القصص ۸۵ قُلْ رَّبِّیْۤ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی وَمَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○

۶۱۳۔ کہہ دو کہ میرا پروردگار اُس شخص کو بھی خوب جانتا ہے جو ہدایت لے کر آیا اور (اُس کو بھی) جو صریح گمراہی میں ہے۔

٦١٤ ٢٩ العنكبوت ١٠ اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِىْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ ○ ١١ وَلَيَعْلَمَنَّ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَلَيَعْلَمَنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ ○

۶۱۴۔ کیا جو اہل عالم کے سینوں میں ہے اللہ اُس سے واقف نہیں؟ اور اللہ اُن کو ضرور معلوم کرے گا جو (سچے) مومن ہیں اور منافقوں کو بھی معلوم کر کے رہے گا۔

٦١٥ ٢٩ العنكبوت ٤٢ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مِنْ شَىْءٍ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○

۶۱۵۔ یہ جس چیز کو اللہ کے سوا پکارتے ہیں (خواہ) وہ کچھ ہی ہو اللہ اُسے جانتا ہے۔ اور وہ غالب اور حکمت والا ہے۔

٦١٦ ٢٩ العنكبوت ٤٥ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا تَصْنَعُوْنَ ○

۶۱۶۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو۔ اللہ اُسے جانتا ہے۔

٦١٧ ٢٩ العنكبوت ٥٢ قُلْ كَفٰى بِاللّٰهِ بَيْنِىْ وَبَيْنَكُمْ شَهِيْدًا ۚ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ○

۶۱۷۔ کہہ دو کہ میرے اور تمہارے درمیان اللہ ہی گواہ کافی ہے۔ جو چیز آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب کو جانتا ہے۔

٦١٨ ٢٩ العنكبوت ٦٢ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ○

۶۱۸۔ اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لئے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔ بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

٦١٩ ٣١ لقمان ١٦ يٰبُنَىَّ اِنَّهَآ اِنْ تَكُ مِثْقَالَ حَبَّةٍ مِّنْ خَرْدَلٍ فَتَكُنْ فِىْ صَخْرَةٍ اَوْ فِى السَّمٰوٰتِ اَوْ فِى الْاَرْضِ يَاْتِ بِهَا اللّٰهُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ لَطِيْفٌ خَبِيْرٌ ○

۶۱۹۔ (لقمانؑ نے یہ بھی کہا کہ) بیٹا اگر کوئی عمل (بالفرض) رائی کے دانے کے برابر بھی (چھوٹا) ہو اور ہو بھی کسی پتھر کے اندر یا آسمانوں میں (مخفی ہو) یا زمین میں۔ اللہ اُس کو قیامت کے دن لاموجود کرے گا۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ باریک بین (اور) خبردار ہے۔

٦٢٠ ٣٣ الاحزاب ٥٤ اِنْ تُبْدُوْا شَيْئًا اَوْ تُخْفُوْهُ فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمًا ○

۶۲۰۔ اگر تم کسی چیز کو ظاہر کرو یا اس کو مخفی رکھو تو (یاد رکھو کہ) اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

٦٢١ ٣٤ سبا ٢ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِى الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ○ ٣ وَقَالَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَا تَاْتِيْنَا السَّاعَةُ ۭ قُلْ بَلٰى وَرَبِّىْ لَتَاْتِيَنَّكُمْ ۙ عٰلِمِ الْغَيْبِ ۚ لَا يَعْزُبُ عَنْهُ مِثْقَالُ

ذَرَّةٍ فِی السَّمٰوٰتِ وَلَا فِی الْاَرْضِ وَلَآ اَصْغَرُ مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ اَكْبَرُ اِلَّا
فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ O

۶۲۱۔ جو کچھ زمین میں داخل ہوتا ہے اور جو اُس میں سے نکلتا ہے اور جو آسمان سے اترتا ہے اور جو اس پر چڑھتا ہے سب اس کو معلوم ہے اور وہ مہربان (اور) بخشنے والا ہے۔ اور کافر کہتے ہیں کہ (قیامت کی) گھڑی ہم پر نہیں آئے گی۔ کہہ دو کیوں نہیں (آئے گی) میرے پروردگار کی قسم وہ تم پر ضرور آکر رہے گی (وہ پروردگار) غیب کا جاننے والا ہے ذرہ بھر چیز بھی اس سے پوشیدہ نہیں (نہ) آسمانوں میں اور نہ زمین میں اور کوئی چیز ذرے سے چھوٹی یا بڑی ایسی نہیں مگر کتاب روشن میں (لکھی ہوئی) ہے۔

۶۲۲ ۳۵ فاطر ۱۱ وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰی وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَمَا یُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّلَا یُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَی اللّٰهِ یَسِیْرٌ O

۶۲۲۔ اور کوئی عورت نہ حاملہ ہوتی ہے اور نہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے اور نہ کسی بڑی عمر والے کو عمر زیادہ دی جاتی ہے اور نہ اُس کی عمر کم کی جاتی ہے مگر (سب کچھ) کتاب میں (لکھا ہوا) ہے۔ بے شک یہ اللہ کو آسان ہے۔

۶۲۳ ۳۵ فاطر ۳۸ اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ O

۶۲۳۔ بے شک اللہ ہی آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کا جاننے والا ہے۔ وہ تو دل کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔

۶۲۴ ۳۶ یٰسٓ ۱۲ اِنَّا نَحْنُ نُحْیِ الْمَوْتٰی وَنَكْتُبُ مَا قَدَّمُوْا وَاٰثَارَهُمْ ؕ وَكُلَّ شَیْءٍ اَحْصَیْنٰهُ فِیْۤ اِمَامٍ مُّبِیْنٍ O

۶۲۴۔ بے شک ہم مُردوں کو زندہ کریں گے اور جو کچھ وہ آگے بھیج چکے اور (جو) اُن کے نشان پیچھے رہ گئے ہم اُن کو قلمبند کر لیتے ہیں۔ اور ہر چیز کو ہم نے کتاب روشن (یعنی لوح محفوظ) میں لکھ رکھا ہے۔

۶۲۵ ۳۶ یٰسٓ ۷۶ فَلَا یَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ ۘ اِنَّا نَعْلَمُ مَا یُسِرُّوْنَ وَمَا یُعْلِنُوْنَ O

۶۲۵۔ تو اِن کی باتیں تمہیں غمناک نہ کر دیں۔ یہ جو کچھ چھپاتے اور جو کچھ ظاہر کرتے ہیں۔ ہمیں سب معلوم ہے۔

۶۲۶ ۳۶ یٰسٓ ۷۹ قُلْ یُحْیِیْهَا الَّذِیْۤ اَنْشَاَهَاۤ اَوَّلَ مَرَّةٍ ؕ وَهُوَ بِكُلِّ خَلْقٍ عَلِیْمُ O

۶۲۶۔ کہہ دو کہ ان کو وہ زندہ کرے گا جس نے اُن کو پہلی بار پیدا کیا تھا اور وہ سب قسم کا پیدا کرنا جانتا ہے۔

۶۲۷ ۳۹ الزمر ۷ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ؕ اِنَّهٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ O

۶۲۷۔ پھر تم کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے۔ پھر جو کچھ تم کرتے رہے وہ تم کو بتائے گا۔ وہ تو دلوں کی پوشیدہ باتوں تک سے آگاہ ہے۔

۳۹ ۶۲۸ الزمر ۷۰ وَوُفِّيَتْ كُلُّ نَفْسٍ مَّا عَمِلَتْ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَا يَفْعَلُوْنَ ۝

۶۲۸۔ اور جس شخص نے جو عمل کیا ہوگا اُس کو اُس کا پورا پورا بدلا مل جائے گا اور جو کچھ یہ کرتے ہیں۔ اس کو سب کی خبر ہے۔

۴۰ ۶۲۹ المؤمن ۱۶ يَوْمَ هُمْ بٰرِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۝

۶۲۹۔ جس روز وہ نکل پڑیں گے اُن کی کوئی چیز اللہ سے مخفی نہ رہے گی۔

۴۰ ۶۳۰ المؤمن ۱۹ يَعْلَمُ خَآئِنَةَ الْاَعْيُنِ وَمَا تُخْفِي الصُّدُوْرُ ۝

۶۳۰۔ وہ آنکھوں کی خیانت کو جانتا ہے اور جو (باتیں) سینوں میں پوشیدہ ہیں (اُن کو بھی)۔

۴۱ ۶۳۱ فُصِّلَتْ ۴۰ اِنَّ الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْ اٰيٰتِنَا لَا يَخْفَوْنَ عَلَيْنَا ؕ

۶۳۱۔ جو لوگ ہماری آیتوں میں کج راہی کرتے ہیں وہ ہم سے پوشیدہ نہیں ہیں۔

۴۱ ۶۳۲ فُصِّلَتْ ۴۷ اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ

۶۳۲۔ قیامت کے علم کا حوالہ اُسی کی جانب دیا جاتا ہے۔ (یعنی قیامت کا علم اُسی کو ہے) اور نہ تو پھل گابھوں سے نکلتے ہیں اور نہ کوئی مادہ حاملہ ہوتی اور نہ جنتی ہے مگر اُس کے علم سے۔

۴۱ ۶۳۳ فُصِّلَتْ ۵۰ فَلَنُنَبِّئَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِمَا عَمِلُوْا ؗ

۶۳۳۔ پس کافر جو عمل کیا کرتے ہیں وہ ہم اُن کو ضرور جتائیں گے۔

۴۱ ۶۳۴ فُصِّلَتْ ۵۴ اَلَآ اِنَّهُمْ فِيْ مِرْيَةٍ مِّنْ لِّقَآءِ رَبِّهِمْ ؕ اَلَآ اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ ۝

۶۳۴۔ دیکھو یہ اپنے پروردگار کے روبرو حاضر ہونے سے شک میں ہیں سن رکھو کہ وہ ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

۴۲ ۶۳۵ الشورٰی ۲۴ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ۝

۶۳۵۔ بے شک وہ سینے تک کی باتوں سے واقف ہے۔

۴۲ ۶۳۶ الشورٰی ۲۵ وَيَعْلَمُ مَا تَفْعَلُوْنَ ۝

۶۳۶۔ اور جو تم کرتے ہو (سب) جانتا ہے۔

۴۲ ۶۳۷ الشورٰی ۵۰ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ

۶۳۷۔ وہ تو جانتے والا (اور) قدرت والا ہے۔

۴۳ ۶۳۸ الزخرف ۸۰ اَمْ يَحْسَبُوْنَ اَنَّا لَا نَسْمَعُ سِرَّهُمْ وَنَجْوٰىهُمْ ؕ بَلٰى وَرُسُلُنَا لَدَيْهِمْ يَكْتُبُوْنَ ○

۶۳۸۔ کیا یہ لوگ یہ خیال کرتے ہیں کہ ہم اُن کی پوشیدہ باتوں اور سرگوشیوں کو سنتے نہیں۔ ہاں ہاں (سب سنتے ہیں) اور ہمارے فرشتے اُن کے پاس (ان کی سب باتیں) لکھ لیتے ہیں۔

۴۷ ۶۳۹ محمد ۱۹ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَمَثْوٰىكُمْ ○

۶۳۹۔ اور اللہ تم لوگوں کے چلنے پھرنے اور ٹھیرنے سے واقف ہے۔

۴۷ ۶۴۰ محمد ۳۰ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ اَعْمَالَكُمْ ○

۶۴۰۔ اور اللہ تمہارے اعمال سے واقف ہے۔

۴۹ ۶۴۱ الحجرت ۱۶ قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَىْءٍ عَلِيْمٌ ○

۶۴۱۔ اُن سے کہو کیا تم اللہ کو اپنی دینداری جتلاتے ہو۔ اور اللہ تو آسمانوں اور زمین کی سب چیزوں سے واقف ہے اور اللہ ہر شے کو جانتا ہے۔

۴۹ ۶۴۲ الحجرت ۱۸ اِنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ غَيْبَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ○

۶۴۲۔ بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کی پوشیدہ باتوں کو جانتا ہے اور جو کچھ تم کرتے ہو اُسے اللہ دیکھتا ہے۔

۵۰ ۶۴۳ قٓ ۴ قَدْ عَلِمْنَا مَا تَنْقُصُ الْاَرْضُ مِنْهُمْ ۚ وَعِنْدَنَا كِتٰبٌ حَفِيْظٌ ○

۶۴۳۔ اُن کے جسموں کو زمین جتنا (کھا کھا کر) کم کرتی جاتی ہے۔ ہمیں معلوم ہے۔ اور ہمارے پاس تحریری یادداشت بھی ہے۔

۵۰ ۶۴۴ قٓ ۱۶ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ وَنَعْلَمُ مَا تُوَسْوِسُ بِهٖ نَفْسُهٗ ۚ وَنَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ○

۶۴۴۔ اور ہم ہی نے انسان کو پیدا کیا اور جو خیالات اس کے دل میں گزرتے ہیں ہم اُن کو جانتے ہیں۔ اور ہم اس کی رگِ جان سے بھی اُس سے زیادہ قریب ہیں۔

۵۰ ۶۴۵ قٓ ۴۵ نَحْنُ اَعْلَمُ بِمَا يَقُوْلُوْنَ .

۶۴۵۔ یہ لوگ جو کچھ کہتے ہیں ہمیں خوب معلوم ہے۔

۵۳ ۶۴۶ النجم ۳۲ هُوَ اَعْلَمُ بِكُمْ اِذْ اَنْشَاَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ وَاِذْ اَنْتُمْ اَجِنَّةٌ فِىْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ ۚ فَلَا تُزَكُّوْٓا اَنْفُسَكُمْ ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اتَّقٰى ○

۶۴۶۔ وہ تم کو خوب جانتا ہے۔ جب اُس نے تم کو مٹی سے پیدا کیا اور جب تم اپنی ماؤں کے پیٹ میں بچے تھے۔ تو اپنے آپ کو پاک صاف نہ جتاؤ۔ جو پرہیزگار ہے وہ اُس سے خوب واقف ہے۔

٥٧ ٦٤٧ الحديد ٤ يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْأَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيهَا ۚ وَهُوَ مَعَكُمْ أَيْنَ مَا كُنْتُمْ ۚ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ ○

۶۴۷۔ جو چیز زمین میں داخل ہوتی اور جو اُس سے نکلتی ہے اور جو آسمان سے اُترتی اور جو اُس کی طرف چڑھتی ہے سب اُس کو معلوم ہے۔ اور تم جہاں کہیں ہو وہ تمہارے ساتھ ہے۔ اور جو کچھ تم کرتے ہو اللہ اُس کو دیکھ رہا ہے۔

٥٧ ٦٤٨ الحديد ٦ وَهُوَ عَلِيْمٌ ۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○

۶۴۸۔ اور وہ دلوں کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔

٥٧ ٦٤٩ الحديد ٢٢ مَآ أَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْأَرْضِ وَلَا فِيْٓ أَنْفُسِكُمْ إِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ أَنْ نَّبْرَأَهَا ۚ إِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ○

۶۴۹۔ کوئی مصیبت ملک پر اور خود تم پر نہیں پڑتی مگر پیشتر اس کے کہ ہم اس کو پیدا کریں ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔ (اور) یہ (کام) اللہ کو آسان ہے۔

٥٨ ٦٥٠ المجادلة ٧ أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللّٰهَ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ مَا يَكُوْنُ مِنْ نَّجْوٰى ثَلٰثَةٍ إِلَّا هُوَ رَابِعُهُمْ وَلَا خَمْسَةٍ إِلَّا هُوَ سَادِسُهُمْ وَلَآ أَدْنٰى مِنْ ذٰلِكَ وَلَآ أَكْثَرَ إِلَّا هُوَ مَعَهُمْ أَيْنَ مَا كَانُوْا ۚ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا عَمِلُوْا يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ۚ إِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ○

۶۵۰۔ کیا تم کو معلوم نہیں کہ جو کچھ آسمانوں میں ہے اور جو کچھ زمین میں ہے۔ اللہ کو سب معلوم ہے۔ (کسی جگہ) تین (شخصوں) کا (مجمع اور) کانوں میں صلاح و مشورہ نہیں ہوتا مگر وہ اُن میں چوتھا ہوتا ہے اور نہ کہیں پانچ کا مگر وہ اُن میں چھٹا ہوتا ہے۔ اور نہ اس سے کم یا زیادہ مگر وہ اُن کے ساتھ ہوتا ہے۔ خواہ وہ کہیں ہوں پھر جو جو کام یہ کرتے رہتے ہیں قیامت کے دن وہ (ایک ایک) اُن کو بتائے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز سے واقف ہے۔

٦٠ ٦٥١ الممتحنة ١ تُسِرُّوْنَ إِلَيْهِمْ بِالْمَوَدَّةِ ۖ وَأَنَا أَعْلَمُ بِمَآ أَخْفَيْتُمْ وَمَآ أَعْلَنْتُمْ ۚ

۶۵۱۔ جو کچھ تم مخفی طور پر اور جو علی الاعلان کرتے ہو وہ مجھے معلوم ہے۔

٦٤ ٦٥٢ التغابن ٤ يَعْلَمُ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْأَرْضِ وَيَعْلَمُ مَا تُسِرُّوْنَ وَمَا تُعْلِنُوْنَ ۚ وَاللّٰهُ

عَلِيْمٌ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○

۶۵۲۔ جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے وہ سب جانتا ہے۔ اور جو کچھ تم چھپا کر کرتے ہو اور جو کھلم کھلا کرتے ہو اُس سے بھی آگاہ ہے۔ اور اللہ دل کے بھیدوں سے واقف ہے۔

۶۵۳ ۶۵ الطلاق ۱۲ لِتَعْلَمُوْا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۙ وَّاَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَيْءٍ عِلْمًا ○

۶۵۳۔ تاکہ تم لوگ جان لو کہ اللہ ہر چیز پر قادر ہے اور یہ کہ اللہ اپنے علم سے ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

۶۵٤ ۶٦ التحریم ۳ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ ○

۶۵۴۔ انہوں نے کہا کہ مجھے اُس نے بتایا ہے جو جاننے والا خبردار ہے۔

۶۵۵ ٦۷ الملك ۱۳ وَاَسِرُّوْا قَوْلَكُمْ اَوِ اجْهَرُوْا بِهٖ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○ ۱٤ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۭ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ○

۶۵۵۔ اور تم (لوگ) بات پوشیدہ کہو یا ظاہر۔ وہ دل کے بھیدوں تک سے واقف ہے۔ بھلا جس نے پیدا کیا وہ بے خبر ہے؟ وہ تو پوشیدہ باتوں کا جاننے والا اور (ہر چیز سے) آگاہ ہے۔

۶۵٦ ۷۲ الجن ۲۸ لِّيَعْلَمَ اَنْ قَدْ اَبْلَغُوْا رِسٰلٰتِ رَبِّهِمْ وَاَحَاطَ بِمَا لَدَيْهِمْ وَاَحْصٰى كُلَّ شَيْءٍ عَدَدًا ○

۶۵۶۔ تاکہ معلوم فرمائے کہ انہوں نے اپنے پروردگار کے پیغام پہنچا دیے ہیں اور (یوں تو) اُس نے اُن کی سب چیزوں کو ہر طرف سے قابو کر رکھا اور ایک ایک چیز گن رکھی ہے۔

۶۵۷ ۷٤ المدثر ۳۱ وَمَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ۭ

۶۵۷۔ اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

۶۵۸ ۷۵ القیامة ۱۳ يُنَبَّؤُا الْاِنْسَانُ يَوْمَىِٕذٍۢ بِمَا قَدَّمَ وَاَخَّرَ ○

۶۵۸۔ اُس دن انسان کو جو (عمل) اُس نے آگے بھیجے اور جو پیچھے چھوڑے ہوں گے سب بتا دیے جائیں گے۔

۶۵۹ ۸۵ البروج ۲۰ وَّاللّٰهُ مِنْ وَّرَاۗىِٕهِمْ مُّحِيْطٌ ○

۶۵۹۔ اور اللہ (بھی) اُن کو گرداگرد سے گھیرے ہوئے ہے۔

۶٦۰ ۸۷ الاعلیٰ ۷ اِنَّهٗ يَعْلَمُ الْجَهْرَ وَمَا يَخْفٰى ○

۶٦۰۔ بیشک وہ کھلی بات کو بھی جانتا ہے اور چھپی کو بھی۔

۶٦۱ ۱۰۰ العٰدیٰت ۱۱ اِنَّ رَبَّهُمْ بِهِمْ يَوْمَىِٕذٍ لَّخَبِيْرٌ ○

۶٦۱۔ بے شک اُن کا پروردگار اُس روز اُن سے خوب واقف ہوگا۔

اللہ واحد کی مطلق حاکمیت

٦٦٢ ٢ البقرة ١١٣ وَقَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ وَّقَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○

۶۶۲۔ اور یہودی کہتے ہیں کہ عیسائی رستے پر نہیں اور عیسائی کہتے ہیں کہ یہودی رستے پر نہیں حالانکہ وہ کتاب (الٰہی) پڑھتے ہیں۔ اِسی طرح بالکل انہی کی سی بات وہ لوگ کہتے ہیں جو (کچھ) نہیں جانتے (یعنی مشرک) تو جس بات میں یہ لوگ اختلاف کر رہے ہیں اللہ قیامت کے دن اس کا ان میں فیصلہ کر دیگا۔

٦٦٣ ٢ البقرة ٢١٠ وَ اِلَى اللّٰهِ تُرْجَعُ الْاُمُوْرُ ○ ٣ اٰل عمران ١٠٩ ، ٨ الانفال ٤٤ ، ٢٢ الحج ٧٦ ، ٣٥ فاطر ٤

۶۶۳۔ اور سب کاموں کا رجوع اللہ ہی کی طرف ہے۔

٦٦٤ ٣ اٰل عمران ١٢٨ لَيْسَ لَكَ مِنَ الْاَمْرِ شَيْءٌ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ اَوْ يُعَذِّبَهُمْ فَاِنَّهُمْ ظٰلِمُوْنَ ○

۶۶۴۔ (اے پیغمبرؐ) اس کام میں تمہارا کچھ اختیار نہیں (اب دو صورتیں ہیں) یا اللہ اُن کے حال پر مہربانی کرے یا انہیں عذاب دے کہ یہ ظالم لوگ ہیں۔

٦٦٥ ٣ اٰل عمران ١٥٤ يَقُوْلُوْنَ هَلْ لَّنَا مِنَ الْاَمْرِ مِنْ شَيْءٍ قُلْ اِنَّ الْاَمْرَ كُلَّهٗ لِلّٰهِ

۶۶۵۔ کہتے تھے بھلا ہمارے اختیار کی کچھ بات ہے؟ تم کہہ دو کہ بے شک سب باتیں اللہ ہی کے اختیار میں ہیں۔

٦٦٦ ٦ الانعام ٥٧ قُلْ اِنِّيْ عَلٰى بَيِّنَةٍ مِّنْ رَّبِّيْ وَكَذَّبْتُمْ بِهٖ مَا عِنْدِيْ مَا تَسْتَعْجِلُوْنَ بِهٖ اِنِ الْحُكْمُ اِلَّا لِلّٰهِ يَقُصُّ الْحَقَّ وَهُوَ خَيْرُ الْفٰصِلِيْنَ ○

۶۶۶۔ کہہ دو کہ میں تو اپنے پروردگار کی دلیل روشن پر ہوں۔ اور تم اس کی تکذیب کرتے ہو۔ جس چیز (یعنی عذاب) کے لئے تم جلدی کر رہے ہو وہ میرے پاس نہیں ہے۔ (ایسا) حکم اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ وہ سچی بات بیان فرماتا ہے اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا ہے۔

٦٦٧ ٦ الانعام ٦٢ ثُمَّ رُدُّوْا اِلَى اللّٰهِ مَوْلٰىهُمُ الْحَقِّ اَلَا لَهُ الْحُكْمُ وَهُوَ اَسْرَعُ الْحٰسِبِيْنَ ○

۶۶۷۔ پھر (قیامت کے دن تمام) لوگ اپنے مالک برحق اللہ تعالیٰ کے پاس واپس بلائے جائیں گے۔ سُن لو کہ حکم اُسی کا ہے اور وہ نہایت جلد حساب لینے والا ہے۔

٦٦٨ ١١ هود ١٢٣ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ

۶۶۸۔ اور آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم اللہ ہی کو ہے اور تمام امور کا رجوع اُسی کی طرف ہے۔

٦٦٩ ١٣ الرعد ٣١ وَلَوْ اَنَّ قُرْاٰنًا سُيِّرَتْ بِهِ الْجِبَالُ اَوْ قُطِّعَتْ بِهِ الْاَرْضُ اَوْ كُلِّمَ بِهِ الْمَوْتٰى ؕ بَلْ لِّلّٰهِ الْاَمْرُ جَمِيْعًا ○

۶۶۹۔ اور اگر کوئی قرآن ایسا ہوتا کہ اس (کی تاثیر) سے پہاڑ چل پڑتے یا زمین پھٹ جاتی یا مُردوں سے کلام کر سکتے۔ (تو یہی قرآن اِن اوصاف سے متصف ہوتا) مگر بات یہ ہے کہ سب باتیں خدا کے اختیار میں ہیں۔

٦٧٠ ١٦ النحل ٩٢ وَلَيُبَيِّنَنَّ لَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ مَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○

۶۷۰۔ اور جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو قیامت کو اس کی حقیقت تم پر ظاہر کر دے گا۔

٦٧١ ١٦ النحل ١٢٤ اِنَّمَا جُعِلَ السَّبْتُ عَلَى الَّذِيْنَ اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ وَاِنَّ رَبَّكَ لَيَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○

۶۷۱۔ ہفتے کا دن تو انہی لوگوں کے لئے مقرر کیا گیا تھا جنہوں نے اس میں اختلاف کیا۔ اور تمہارا پروردگار قیامت کے دن اُن میں اُن باتوں کا فیصلہ کر دے گا جن میں وہ اختلاف کرتے تھے۔

٦٧٢ ١٩ مريم ٦٤ وَمَا نَتَنَزَّلُ اِلَّا بِاَمْرِ رَبِّكَ ۚ لَهٗ مَا بَيْنَ اَيْدِيْنَا وَمَا خَلْفَنَا وَمَا بَيْنَ ذٰلِكَ ۚ وَمَا كَانَ رَبُّكَ نَسِيًّا ○

۶۷۲۔ اور (فرشتوں نے پیغمبر کو جواب دیا کہ) ہم تمہارے پروردگار کے حکم کے سوا اُتر نہیں سکتے۔ جو کچھ ہمارے آگے ہے۔ اور جو پیچھے ہے اور جو اُن کے درمیان ہے سب اُسی کا ہے۔ اور تمہارا پروردگار بھولنے والا نہیں۔

٦٧٣ ٢١ الانبيآء ٢٣ لَا يُسْئَلُ عَمَّا يَفْعَلُ وَهُمْ يُسْئَلُوْنَ ○

۶۷۳۔ وہ جو کام کرتا ہے اُس کی پرسش نہیں ہوگی اور (جو کام یہ لوگ کرتے ہیں اس کی) اُن سے پرسش ہوگی۔

٦٧٤ ٢٢ الحج ١٧ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَالصّٰبِئِيْنَ وَالنَّصٰرٰى وَالْمَجُوْسَ وَالَّذِيْنَ اَشْرَكُوْا ۖ اِنَّ اللّٰهَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○

۶۷۴۔ جو لوگ مومن (یعنی مسلمان) ہیں اور جو یہودی ہیں اور ستارہ پرست اور عیسائی اور مجوسی اور مشرک اللہ اُن (سب) میں قیامت کے دن فیصلہ کر دے گا۔ بے شک اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

٦٧٥ ٢٢ الحج ٦٩ اَللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَكُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كُنْتُمْ فِيْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○

۶۷۵۔ جن باتوں میں تم اختلاف کرتے ہو اللہ تم میں قیامت کے روز اُن کا فیصلہ کر دے گا۔

٦٧٦ ٢٧ النمل ٧١ اِنَّ رَبَّكَ يَقْضِيْ بَيْنَهُمْ بِحُكْمِهٖ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْعَلِيْمُ ○

۶۷۶۔ تمہارا پروردگار (قیامت کے روز) اُن میں اپنے حکم سے فیصلہ کر دے گا۔ اور وہ غالب (اور) علم والا ہے۔

۶۷۷ ۲۸ القصص ۶۸ وَرَبُّكَ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ وَيَخْتَارُ ؕ مَا كَانَ لَهُمُ الْخِيَرَةُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ وَتَعٰلٰى عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝

۶۷۷۔ اور تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے اور (جسے چاہتا ہے) برگزیدہ کر لیتا ہے اُن کو اس کا اختیار نہیں ہے۔ یہ جو شرک کرتے ہیں اللہ اس سے پاک و بالاتر ہے۔

۶۷۸ ۲۸ القصص ۷۰ وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ؕ لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ

۶۷۸۔ اور وہی اللہ ہے اُس کے سوا کوئی معبود نہیں۔ دنیا اور آخرت میں اُسی کی تعریف ہے۔ اور اُسی کا حکم اور اُسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

۶۷۹ ۲۸ القصص ۸۸ كُلُّ شَىْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝

۶۷۹۔ اُس کی ذات (پاک) کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔ اُسی کا حکم ہے اور اُسی کی طرف تم لوٹ کر جاؤ گے۔

۶۸۰ ۳۰ الروم ۴ لِلّٰهِ الْاَمْرُ مِنْ قَبْلُ وَمِنْۢ بَعْدُ ؕ

۶۸۰۔ پہلے بھی اور پیچھے بھی اللہ ہی کا حکم ہے۔

۶۸۱ ۳۲ السجدۃ ۲۵ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ يَفْصِلُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

۶۸۱۔ بلاشبہہ تمہارا پروردگار اِن میں جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے تھے قیامت کے روز فیصلہ کر دے گا۔

۶۸۲ ۳۴ سبا ۲۶ قُلْ يَجْمَعُ بَيْنَنَا رَبُّنَا ثُمَّ يَفْتَحُ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ ؕ وَهُوَ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ ۝

۶۸۲۔ کہہ دو کہ ہمارا پروردگار ہم کو جمع کرے گا پھر ہمارے درمیان انصاف کے ساتھ فیصلہ کر دے گا۔ اور وہ خوب فیصلہ کرنے والا اور صاحب علم ہے۔

۶۸۳ ۳۹ الزمر ۴۶ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِىْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ۝

۶۸۳۔ کہو کہ اے اللہ (اے) آسمانوں اور زمین کے پیدا کرنے والے (اور) پوشیدہ اور ظاہر کے جاننے والے تو ہی اپنے بندوں میں اُن باتوں کا جن میں وہ اختلاف کرتے رہے ہیں فیصلہ کرے گا۔

۶۸۴ ۴۲ الشورٰی ۱۰ وَمَا اخْتَلَفْتُمْ فِيْهِ مِنْ شَىْءٍ فَحُكْمُهٗۤ اِلَى اللّٰهِ ۝

۶۸۴۔ اور تم جس بات میں اختلاف کرتے ہو اُس کا فیصلہ اللہ کی طرف (سے ہو گا)۔

۶۸۵ ۸۲ الانفطار ۱۹ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝

۶۸۵۔ جس روز کوئی کسی کا کچھ بھلا نہ کر سکے گا۔ اور حکم اُس روز صرف اللہ ہی کا ہو گا۔

ارادۂ الٰہی اور "کن فیکون" کا قول الٰہی

۶۸۶ ۲ البقرۃ ۱۱۷ وَاِذَا قَضٰٓی اَمْرًا فَاِنَّمَا یَقُوْلُ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ ۔

۶۸۶۔ جب کوئی کام کرنا چاہتا ہے تو اس کو ارشاد فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

۶۸۷ ۲ البقرۃ ۱۸۵ یُرِیْدُ اللّٰہُ بِکُمُ الْیُسْرَ وَلَا یُرِیْدُ بِکُمُ الْعُسْرَ ،

۶۸۷۔ اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا۔

۶۸۸ ۲ البقرۃ ۲۵۳ وَلَوْشَآءَ اللّٰہُ مَا اقْتَتَلُوْا ۔ وَلٰکِنَّ اللّٰہَ یَفْعَلُ مَا یُرِیْدُ ○

۶۸۸۔ اور اگر اللہ چاہتا تو یہ لوگ باہم جنگ و قتال نہ کرتے۔ لیکن اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۶۸۹ ٤ النسآء ۲۶ یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیُبَیِّنَ لَکُمْ وَیَھْدِیَکُمْ سُنَنَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِکُمْ وَیَتُوْبَ عَلَیْکُمْ ط وَاللّٰہُ عَلِیْمٌ حَکِیْمٌ ○ ۲۷ وَاللّٰہُ یُرِیْدُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْکُمْ ۔ وَیُرِیْدُ الَّذِیْنَ یَتَّبِعُوْنَ الشَّھَوٰتِ اَنْ تَمِیْلُوْا مَیْلًا عَظِیْمًا ○ ۲۸ یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّخَفِّفَ عَنْکُمْ ج وَخُلِقَ الْاِنْسَانُ ضَعِیْفًا ○

۶۸۹۔ اللہ چاہتا ہے کہ (اپنی آیتیں) تم سے کھول کھول کر بیان فرمائے اور تم کو اگلے لوگوں کے طریقے بتائے اور تم پر مہربانی کرے۔ اور اللہ جانتے والا (اور) حکمت والا ہے۔ اور اللہ تو چاہتا ہے کہ تم پر مہربانی کرے۔ اور جو لوگ اپنی خواہشوں کے پیچھے چلتے ہیں وہ چاہتے ہیں کہ تم سیدھے رستے سے بھٹک کر دور جا پڑو۔ اللہ چاہتا ہے کہ تم پر سے بوجھ ہلکا کرے اور انسان (طبعاً) کمزور پیدا ہوا ہے۔

۶۹۰ ٥ المآئدۃ ٦ مَا یُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰکِنْ یُّرِیْدُ لِیُطَھِّرَکُمْ وَلِیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکُمْ لَعَلَّکُمْ تَشْکُرُوْنَ ○

۶۹۰۔ اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنی چاہتا بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کرے۔ تاکہ تم شکر کرو۔

۶۹۱ ٥ المآئدۃ ۱۷ قُلْ فَمَنْ یَّمْلِکُ مِنَ اللّٰہِ شَیْـًٔا اِنْ اَرَادَ اَنْ یُّھْلِکَ الْمَسِیْحَ ابْنَ مَرْیَمَ وَ اُمَّہٗ وَمَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیْعًا ط

۶۹۱۔ (اُن سے) کہہ دو کہ اگر اللہ عیسیٰؑ بن مریم اور اُن کی والدہ کو اور جتنے لوگ زمین میں ہیں سب کو ہلاک کرنا چاہے تو اُس کے آگے کس کی پیش چل سکتی ہے۔

۶۹۲ ٥ المآئدۃ ٤۹ فَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمْ اَنَّمَا یُرِیْدُ اللّٰہُ اَنْ یُّصِیْبَھُمْ بِبَعْضِ ذُنُوْبِھِمْ ط وَاِنَّ کَثِیْرًا مِّنَ النَّاسِ لَفٰسِقُوْنَ ○

۶۹۲۔ اگر یہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ چاہتا ہے کہ اُن کے بعض گناہوں کے سبب اُن پر مصیبت نازل کرے اور اکثر لوگ تو نافرمان ہیں۔

۶ ۶۹۳ الانعام ۷۳ وَيَوْمَ يَقُوْلُ كُنْ فَيَكُوْنُ ۵ قَوْلُهُ الْحَقُّ ط

۶۹۳۔ اور جس دن وہ فرمائے گا کہ ہو جا تو (حشر برپا) ہو جائے گا۔ اس کا ارشاد برحق ہے۔

۶ ۶۹۴ الانعام ۱۲۵ فَمَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ اَنْ يَّهْدِيَهٗ يَشْرَحْ صَدْرَهٗ لِلْاِسْلَامِ ۚ وَمَنْ يُّرِدْ اَنْ يُّضِلَّهٗ يَجْعَلْ صَدْرَهٗ ضَيِّقًا حَرَجًا كَاَنَّمَا يَصَّعَّدُ فِي السَّمَآءِ ط

۶۹۴۔ تو جس شخص کو اللہ چاہتا ہے کہ ہدایت بخشے اس کا سینہ اسلام کے لئے کھول دیتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے کہ گمراہ کرے اس کا سینہ تنگ اور گھٹا ہوا کر دیتا ہے گویا وہ آسمان پر چڑھ رہا ہے۔

۸ ۶۹۵ الانفال ۷ وَيُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّحِقَّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ وَيَقْطَعَ دَابِرَ الْكٰفِرِيْنَ ۝

۶۹۵۔ اور اللہ چاہتا تھا کہ اپنے فرمان سے حق کو قائم رکھے اور کافروں کی جڑ کاٹ کر (پھینک) دے۔

۸ ۶۹۶ الانفال ۶۷ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ط وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

۶۹۶۔ تم لوگ دنیا کے مال کے طالب ہو۔ اور اللہ آخرت (کی بھلائی) چاہتا ہے اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔

۹ ۶۹۷ التوبة ۵۵ فَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَلَاۤ اَوْلَادُهُمْ ط اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

۶۹۷۔ تم اُن کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کرنا۔ اللہ چاہتا ہے کہ اِن چیزوں سے دنیا کی زندگی میں اُن کو عذاب دے اور (جب) اُن کی جان نکلے تو (اُس وقت بھی) وہ کافر ہی ہوں۔

۹ ۶۹۸ التوبة ۸۵ وَلَا تُعْجِبْكَ اَمْوَالُهُمْ وَاَوْلَادُهُمْ ط اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ اَنْ يُّعَذِّبَهُمْ بِهَا فِي الدُّنْيَا وَتَزْهَقَ اَنْفُسُهُمْ وَهُمْ كٰفِرُوْنَ ۝

۶۹۸۔ اور ان کے مال اور اولاد سے تعجب نہ کرنا۔ ان چیزوں سے اللہ یہ چاہتا ہے کہ اُن کو دنیا میں عذاب کرے۔ اور (جب) ان کی جان نکلے تو (اس وقت بھی) یہ کافر ہی ہوں۔

۱۰ ۶۹۹ یُونس ۱۰۷ وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗۤ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ط

۶۹۹۔ اور اگر اللہ تم کو کوئی تکلیف پہنچائے تو اس کے سوا اس کا کوئی دور کرنے والا نہیں اور اگر تم سے بھلائی کرنی چاہے تو اُس کے فضل کو کوئی روکنے والا نہیں۔

۱۱ ۷۰۰ هود ۳٤ وَلَا يَنْفَعُكُمْ نُصْحِيْٓ اِنْ اَرَدْتُّ اَنْ اَنْصَحَ لَكُمْ اِنْ كَانَ اللّٰهُ يُرِيْدُ اَنْ يُّغْوِيَكُمْ هُوَ رَبُّكُمْ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○

۰۰۰۔ اور اگر میں یہ چاہوں کہ تمہاری خیر خواہی کروں اور اللہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں گمراہ کرے تو میری خیر خواہی تم کو کچھ فائدہ نہیں دے سکتی۔ وہی تمہارا پروردگار ہے۔ اور تمہیں اسی کی طرف لوٹ کر جانا ہے۔

۱۱ ۷۰۱ هود ۱۰۷ اِنَّ رَبَّكَ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ○

۰۰۱۔ بیشک تمہارا پروردگار جو چاہتا ہے کر دیتا ہے۔

۱٦ ۷۰۲ النحل ٤۰ اِنَّمَا قَوْلُنَا لِشَیْءٍ اِذَآ اَرَدْنٰهُ اَنْ نَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○

۰۰۲۔ جب ہم کسی چیز کا ارادہ کرتے ہیں تو ہماری بات یہی ہے کہ اس کو کہہ دیتے ہیں کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

۱۷ ۷۰۳ الاسراء ۱٦ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ○

۰۰۳۔ اور جب ہمارا ارادہ کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ہوا تو وہاں کے آسودہ لوگوں کو (خواہش پر) مامور کر دیا تو وہ نافرمانیاں کرتے رہے۔ (پھر اُس پر عذاب کا) حکم ثابت ہو گیا اور ہم نے اُسے ہلاک کر ڈالا۔

۲۲ ۷۰٤ الحج ۱٤ اِنَّ اللّٰهَ يَفْعَلُ مَا يُرِيْدُ ○

۰۰٤۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

۲۲ ۷۰۵ الحج ۱٦ وَاَنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يُّرِيْدُ ○

۰۰۵۔ اور یہ (یاد رکھو) کہ اللہ جس کو چاہتا ہے ہدایت دیتا ہے۔

۲۸ ۷۰٦ القصص ۵ وَنُرِيْدُ اَنْ نَّمُنَّ عَلَى الَّذِيْنَ اسْتُضْعِفُوْا فِى الْاَرْضِ وَنَجْعَلَهُمْ اَئِمَّةً وَّنَجْعَلَهُمُ الْوٰرِثِيْنَ ○

۰۰٦۔ اور ہم چاہتے تھے کہ جو لوگ ملک میں کمزور کر دئے گئے ہیں اُن پر احسان کریں اور اُن کو پیشوا بنائیں اور انہیں (ملک کا) وارث کریں۔

۳۳ ۷۰۷ الاحزاب ۱۷ قُلْ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَعْصِمُكُمْ مِّنَ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَ بِكُمْ سُوْٓءًا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ رَحْمَةً ط

۰۰۷۔ کہہ دو کہ اگر اللہ تمہارے ساتھ برائی کا ارادہ کرے تو کون تم کو اُس سے بچا سکتا ہے یا اگر تم پر مہربانی کرنی چاہے (تو کون اُسکو ہٹا سکتا ہے)

۳۳ ۷۰۸ الاحزاب ۳۳ اِنَّمَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيُذْهِبَ عَنْكُمُ الرِّجْسَ اَهْلَ الْبَيْتِ وَيُطَهِّرَكُمْ تَطْهِيْرًا ○

۰۰۸۔ (اے پیغمبرؐ کے) اہل بیت اللہ چاہتا ہے کہ تم سے ناپاکی (کا میل کچیل) دور کر دے اور تمہیں بالکل پاک صاف کر دے۔

۳۶ ۷۰۹ یٰسٓ ۸۲ اِنَّمَآ اَمْرُهٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَيْـًٔا اَنْ يَّقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ ○

۷۰۹۔ اُس کی شان یہ ہے کہ جب وہ کسی چیز کا ارادہ کرتا ہے تو اُس سے فرما دیتا ہے کہ ہو جا تو وہ ہو جاتی ہے۔

۴۸ ۷۱۰ الفتح ۱۱ قُلْ فَمَنْ يَّمْلِكُ لَكُمْ مِّنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا اِنْ اَرَادَ بِكُمْ ضَرًّا اَوْ اَرَادَ بِكُمْ نَفْعًا ○

۷۱۰۔ کہہ دو کہ اگر اللہ تم (لوگوں) کو نقصان پہنچانا چاہے یا فائدہ پہنچانے کا ارادہ فرمائے تو کون ہے جو اُس کے سامنے تمہارے لئے کسی بات کا کچھ اختیار رکھے۔

۵۴ ۷۱۱ القمر ۵۰ وَمَآ اَمْرُنَآ اِلَّا وَاحِدَةٌ كَلَمْحٍ بِالْبَصَرِ ○

۷۱۱۔ اور ہمارا حکم تو آنکھ کے جھپکنے کی طرح ایک بات ہوتی ہے۔

انسانی اختلاف کی سنت الٰہی اور دفع مضرت

۲ ۷۱۲ البقرة ۲۵۱ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○

۷۱۲۔ اور اللہ لوگوں کو ایک دوسرے (پر چڑھائی اور حملہ کرنے) سے ہٹاتا نہ رہتا تو ملک تباہ ہو جاتا۔ لیکن اللہ اہل عالم پر بڑا مہربان ہے۔

۵ ۷۱۳ المائدة ۴۸ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ۭ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۭ

۷۱۳۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک (فرقے) کے لئے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی شریعت پر کر دیتا۔ مگر جو حکم اس نے تم کو دیے ہیں اُن میں وہ تمہاری آزمائش کرنی چاہتا ہے سو نیک کاموں میں جلدی کرو۔

۲۲ ۷۱۴ الحج ۳۴ وَلِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللّٰهِ عَلٰي مَا رَزَقَهُمْ مِّنْۢ بَهِيْمَةِ الْاَنْعَامِ ۭ

۷۱۴۔ اور ہم نے ہر ایک اُمت کے لئے قربانی کا طریق مقرر کر دیا ہے۔ تاکہ جو مویشی چار پائے اللہ نے اُن کو دیے ہیں (اُن کے ذبح کرنے کے وقت) اُن پر اللہ کا نام لیں۔

۲۲ ۷۱۵ الحج ۴۰ وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَبِيَعٌ وَّصَلَوٰتٌ وَّمَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ۭ

۷۱۵۔ اور اگر اللہ لوگوں کو ایک دوسرے سے نہ ہٹاتا رہتا تو (راہبوں کے) صومعے اور (عیسائیوں کے) گرجے اور

(یہودیوں کے) عبادت خانے اور (مسلمانوں کی) مسجدیں جن میں اللہ کا بہت سا ذکر کیا جاتا ہے، ویران ہو چکی ہوتیں۔

۲۲ ۷۱۶ الحج ۶۷ لِكُلِّ اُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ .

۷۱۶۔ ہم نے ہر ایک امت کے لئے ایک شریعت مقرر کر دی ہے جس پر وہ چلتے ہیں۔

۴۹ ۷۱۷ الحجرٰت ۱۳ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَجَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ

۷۱۷۔ لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے۔ تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔

شفاعت دربار الٰہی میں

۲ ۷۱۸ البقرة ۲۵۵ مَنْ ذَا الَّذِيْ يَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ○

۷۱۸۔ کون ہے کہ اُس کی اجازت کے بغیر اس سے (کسی کی) سفارش کر سکے۔

۱۰ ۷۱۹ یونس ۳ مَا مِنْ شَفِيْعٍ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِ اِذْنِهٖ ؕ

۷۱۹۔ اس کا اذن حاصل کئے بغیر (کسی کی) سفارش نہیں کر سکتا۔

۲۰ ۷۲۰ طٰه ۱۰۹ يَوْمَئِذٍ لَّا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَرَضِيَ لَهٗ قَوْلًا ○

۷۲۰۔ اس روز (کسی کی) سفارش کچھ فائدہ نہ دے گی مگر اس شخص کی جسے اللہ اجازت دے اور اس کی بات کو پسند فرمائے۔

۲۱ ۷۲۱ الانبیآء ۲۸ يَعْلَمُ مَا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ وَلَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى وَهُمْ مِّنْ خَشْيَتِهٖ مُشْفِقُوْنَ ○

۷۲۱۔ جو کچھ اُن کے آگے ہو چکا ہے اور جو پیچھے ہو گا وہ سب سے واقف ہے اور وہ (اس کے پاس کسی کی) سفارش نہیں کر سکتے مگر اُس شخص کی جس سے اللہ خوش ہو اور وہ اُس کی ہیبت سے ڈرتے رہتے ہیں۔

۳۴ ۷۲۲ سبا ۲۳ وَلَا تَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا لِمَنْ اَذِنَ لَهٗ ؕ حَتّٰۤى اِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا ۙ قَالَ رَبُّكُمْ ؕ قَالُوا الْحَقَّ ۚ وَهُوَ الْعَلِيُّ الْكَبِيْرُ ○

۷۲۲۔ اور اللہ کے ہاں (کسی کے لئے) سفارش فائدہ نہ دے گی مگر اس کے لئے جس کے بارے میں وہ اجازت بخشے۔ یہاں تک کہ جب اُن کے دلوں سے اضطراب دور کر دیا جائے گا تو کہیں گے کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے (فرشتے) کہیں گے حق (فرمایا ہے) اور وہ عالی رتبہ اور گرامی قدر ہے۔

۳۹ ۷۲۳ الزمر ۴۴ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○

۷۲۳۔ کہہ دو کہ سفارش تو سب اللہ ہی کے اختیار میں ہے۔ اُسی کے لئے آسمانوں اور زمین کی بادشاہت ہے۔ پھر تم اُسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔

۴۳ ۷۲۴ الزخرف ۸۶ وَلَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○

۷۲۴۔ اور جن کو یہ لوگ اللہ کے سوا پکارتے ہیں وہ سفارش کا کچھ اختیار نہیں رکھتے ہاں جو علم و یقین کے ساتھ حق کی گواہی دیں (وہ سفارش کر سکتے ہیں)۔

۵۳ ۷۲۵ النجم ۲۶ وَكَمْ مِّنْ مَّلَكٍ فِي السَّمٰوٰتِ لَا تُغْنِيْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْئًا اِلَّا مِنْ بَعْدِ اَنْ يَّاْذَنَ اللّٰهُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَرْضٰى ○

۷۲۵۔ اور آسمانوں میں بہت سے فرشتے ہیں جن کی سفارش کچھ بھی فائدہ نہیں دیتی مگر اُس وقت کہ اللہ جس کے لئے چاہے اجازت بخشے اور (سفارش) پسند کرے۔

۷۸ ۷۲۶ النبا ۳۸ يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ؕ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَقَالَ صَوَابًا ○

۷۲۶۔ جس دن روح (الامین) اور (اور) فرشتے صف باندھ کر کھڑے ہوں گے۔ تو کوئی بول نہ سکے گا مگر جس کو (اللہ رحمٰن) اجازت بخشے اور اُس نے بات بھی درست کہی ہو۔

۸۲ ۷۲۷ الانفطار ۱۹ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْئًا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ○

۷۲۷۔ جس روز کوئی کسی کا کچھ بھلا نہ کر سکے گا۔ اور حکم اس روز صرف اللہ ہی کا ہو گا۔

نصرت الٰہی اور حق مسلم

۲ ۷۲۸ البقرۃ ۲۴۹ قَالَ الَّذِيْنَ يَظُنُّوْنَ اَنَّهُمْ مُّلٰقُوا اللّٰهِ كَمْ مِّنْ فِئَةٍ قَلِيْلَةٍ غَلَبَتْ فِئَةً كَثِيْرَةً ۢ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ○

۷۲۸۔ جو لوگ یقین رکھتے تھے کہ اُن کو اللہ کے روبرو حاضر ہونا ہے۔ وہ کہنے لگے کہ بسا اوقات تھوڑی سی جماعت نے اللہ کے حکم سے بڑی جماعت پر فتح حاصل کی ہے اور اللہ استقلال رکھنے والوں کے ساتھ ہے۔

۳ ۷۲۹ اٰل عمران ۱۳ قَدْ كَانَ لَكُمْ اٰيَةٌ فِيْ فِئَتَيْنِ الْتَقَتَا ؕ فِئَةٌ تُقَاتِلُ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وَاُخْرٰى كَافِرَةٌ يَّرَوْنَهُمْ مِّثْلَيْهِمْ رَاْيَ الْعَيْنِ ؕ وَاللّٰهُ يُؤَيِّدُ بِنَصْرِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَعِبْرَةً لِّاُولِي الْاَبْصَارِ ○

۷۲۹۔ تمہارے لئے دو گروہوں میں جو (جنگ بدر کے دن) آپس میں بھڑ گئے (قدرت اللہ کی عظیم الشان) نشانی تھی۔ ایک گروہ (مسلمانوں کا تھا وہ) اللہ کی راہ میں لڑ رہا تھا۔ اور دوسرا گروہ (کافروں کا تھا وہ) اُن کو اپنی آنکھوں سے اپنے سے دگنا مشاہدہ کر رہا تھا۔ اور اللہ اپنی نصرت سے جس کو چاہتا ہے۔ مدد دیتا ہے جو اہل بصارت ہیں اُن کے لئے اس (واقعہ) میں بڑی عبرت ہے۔

۳ ۷۳۰ اٰل عمران ۱۲٦ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝

۷۳۰۔ ورنہ مدد تو اللہ ہی کی ہے۔ جو غالب (اور) حکمت والا ہے۔

۳ ۷۳۱ اٰل عمران ۱٦۰ اِنْ يَّنْصُرْكُمُ اللّٰهُ فَلَا غَالِبَ لَكُمْ ۚ وَاِنْ يَّخْذُلْكُمْ فَمَنْ ذَا الَّذِيْ يَنْصُرُكُمْ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝

۷۳۱۔ اگر اللہ تمہارا مددگار ہے تو تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا۔ اور اگر وہ تمہیں چھوڑ دے تو پھر کون ہے کہ تمہاری مدد کرے اس کے بعد اور مومنوں کو چاہیے کہ اللہ ہی پر بھروسا رکھیں۔

۸ ۷۳۲ الانفال ۱۰ وَمَا النَّصْرُ اِلَّا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

۷۳۲۔ اور مدد تو اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

۸ ۷۳۳ الانفال ٦۲ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِيْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ۝ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝

۷۳۳۔ اور اگر یہ چاہیں کہ تم کو فریب دیں تو اللہ تمہیں کفایت کرے گا۔ وہی تو ہے جس نے تم کو اپنی مدد سے اور مسلمانوں (کی جمعیت) سے تقویت بخشی۔ اور اُن کے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ اگر تم دنیا بھر کی دولت خرچ کرتے تب بھی اُن کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے۔ مگر اللہ ہی نے اُن میں اُلفت ڈال دی۔ بے شک وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

۹ ۷۳٤ التوبة ۲۵ لَقَدْ نَصَرَكُمُ اللّٰهُ فِيْ مَوَاطِنَ كَثِيْرَةٍ ۙ وَّيَوْمَ حُنَيْنٍ ۙ اِذْ اَعْجَبَتْكُمْ كَثْرَتُكُمْ فَلَمْ تُغْنِ عَنْكُمْ شَيْئًا وَّضَاقَتْ عَلَيْكُمُ الْاَرْضُ بِمَا رَحُبَتْ ثُمَّ وَلَّيْتُمْ مُّدْبِرِيْنَ ۝ ۲۷ ثُمَّ اَنْزَلَ اللّٰهُ سَكِيْنَتَهٗ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَعَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَاَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا وَعَذَّبَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا ؕ وَذٰلِكَ جَزَآءُ الْكٰفِرِيْنَ ۝

۷۳۴۔ اللہ نے بہت سے موقعوں پر تم کو مدد دی ہے۔ اور (جنگ) حنین کے دن جب کہ تم کو اپنی (جماعت کی) کثرت پر غرہ تھا۔ تو وہ تمہارے کچھ بھی کام نہ آئی۔ اور زمین باوجود (اتنی بڑی) فراخی کے تم پر تنگ ہو

گئی۔ پھر تم پیٹھ پھیر کر پھر گئے۔ پھر اللہ نے اپنے پیغمبر پر اور مومنوں پر اپنی طرف سے تسکین نازل فرمائی (اور تمہاری مدد کو فرشتوں کے) لشکر جو تمہیں نظر نہیں آتے تھے (آسمان سے) اُتارے اور کافروں کو عذاب دیا۔ اور کفر کرنے والوں کی یہی سزا ہے۔

۷۳۵ ۱۰ یونس ۱۰۳ ثُمَّ نُنَجِّيْ رُسُلَنَا وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا كَذٰلِكَ ۚ حَقًّا عَلَيْنَا نُنْجِ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

۷۳۵۔ اور ہم اپنے پیغمبروں کو اور مومنوں کو نجات دیتے رہتے ہیں۔ اِسی طرح ہمارا ذمہ ہے کہ مسلمانوں کو نجات دیں۔

۷۳۶ ۳۰ الروم ۴ وَيَوْمَئِذٍ يَّفْرَحُ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ ۵ بِنَصْرِ اللّٰهِ ۭ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَاۗءُ ۭ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۝

۷۳۶۔ اور اُس روز مومن خوش ہو جائیں گے۔ (یعنی) اللہ کی مدد سے وہ جسے چاہتا ہے مدد دیتا ہے اور وہ غالب (اور) مہربان ہے۔

۷۳۷ ۳۰ الروم ۴۷ وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ رُسُلًا اِلٰى قَوْمِهِمْ فَجَاۗءُوْهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَانْتَقَمْنَا مِنَ الَّذِيْنَ اَجْرَمُوْا ۭ وَكَانَ حَقًّا عَلَيْنَا نَصْرُ الْمُؤْمِنِيْنَ ۝

۷۳۷۔ اور ہم نے تم سے پہلے بھی پیغمبر اُن کی قوم کی طرف بھیجے تو وہ اُن کے پاس نشانیاں لے کر آئے۔ سو جو لوگ نافرمانی کرتے تھے ہم نے اُن سے بدلا لے کر چھوڑا اور مومنوں کی مدد ہم پر لازم تھی۔

تخلیق و ایجاد خیر و شر اللہ تعالیٰ کی جانب سے اور ان کا اکتساب عمل انسانی

۷۳۸ ۳ اٰل عمران ۱۶۵ اَوَلَمَّآ اَصَابَتْكُمْ مُّصِيْبَةٌ قَدْ اَصَبْتُمْ مِّثْلَيْهَا ۙ قُلْتُمْ اَنّٰى هٰذَا ۭ قُلْ هُوَ مِنْ عِنْدِ اَنْفُسِكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۝

۷۳۸۔ (بھلا یہ) کیا (بات ہے کہ) جب (احد کے دن کفار کے ہاتھ سے) تم پر مصیبت واقع ہوئی حالانکہ (جنگ بدر میں) اس سے دو چند مصیبت تمہارے ہاتھ سے اُن پر پڑ چکی ہے تو تم چلا اُٹھے کہ (ہائے) آفت (ہم پر) کہاں سے آ پڑی کہہ دو کہ یہ تمہاری ہی شامتِ اعمال ہے۔ (کہ تم نے پیغمبرؐ کے حکم کے خلاف کیا) بے شک اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

۷۳۹ ۴ النسآء ۷۸ وَاِنْ تُصِبْهُمْ حَسَنَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۚ وَاِنْ تُصِبْهُمْ سَيِّئَةٌ يَّقُوْلُوْا هٰذِهٖ مِنْ عِنْدِكَ ۭ قُلْ كُلٌّ مِّنْ عِنْدِ اللّٰهِ ۭ فَمَالِ هٰٓؤُلَاۗءِ الْقَوْمِ لَا يَكَادُوْنَ

يَفْقَهُوْنَ حَدِيْثًا ٧٩ مَآ اَصَابَكَ مِنْ حَسَنَةٍ فَمِنَ اللّٰهِ ؗ وَمَآ اَصَابَكَ مِنْ سَيِّئَةٍ فَمِنْ نَّفْسِكَ ؕ

۷۳۹۔ اور اُن لوگوں کو اگر کوئی فائدہ پہنچتا ہے تو کہتے ہیں کہ یہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور اگر کوئی گزند پہنچتا ہے تو (اے محمدؐ تم سے) کہتے ہیں کہ یہ (گزند) آپ کی وجہ سے (ہمیں پہنچا) ہے۔ کہہ دو کہ (رنج و راحت) سب اللہ ہی کی طرف سے ہے۔ ان لوگوں کو کیا ہو گیا ہے۔ کہ بات بھی نہیں سمجھ سکتے؟ (اے آدم زاد) تجھ کو جو فائدہ پہنچے وہ اللہ کی طرف سے ہے۔ اور جو نقصان پہنچے وہ تیری ہی (شامتِ اعمال کی) وجہ سے ہے۔

٤٢٧٤٠ الشورٰی ٣٠ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ وَيَعْفُوْا عَنْ كَثِيْرٍ ۝

۷۴۰۔ اور جو مصیبت تم پر واقع ہوتی ہے سو تمہارے اپنے فعلوں سے اور وہ بہت سے گناہ تو معاف ہی کر دیتا ہے۔

٥٧٧٤١ الحدید ٢٢ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا فِيْٓ اَنْفُسِكُمْ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ نَّبْرَاَهَا ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۝ ٢٣ لِّكَيْلَا تَاْسَوْا عَلٰى مَافَاتَكُمْ وَلَا تَفْرَحُوْا بِمَآ اٰتٰىكُمْ وَاللّٰهُ لَا يُحِبُّ كُلَّ مُخْتَالٍ فَخُوْرٍ ۝

۷۴۱۔ کوئی مصیبت ملک پر اور خود تم پر نہیں پڑتی مگر پیشتر اس کے کہ ہم اس کو پیدا کریں ایک کتاب میں (لکھی ہوئی) ہے۔ (اور) یہ (کام) اللہ کو آسان ہے۔ تاکہ جو (مطلب) تم سے فوت ہو گیا ہے اُس کا غم نہ کھایا کرو اور جو تم کو اس نے دیا ہو اس پر اِترایا نہ کرو۔ اور اللہ کسی اِترانے اور شیخی بگھارنے والے کو دوست نہیں رکھتا۔

٦٤٧٤٢ التغابن ١١ مَآ اَصَابَ مِنْ مُّصِيْبَةٍ اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ وَمَنْ يُّؤْمِنْ بِاللّٰهِ يَهْدِ قَلْبَهٗ ؕ وَاللّٰهُ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝

۷۴۲۔ کوئی مصیبت نازل نہیں ہوتی مگر اللہ کے حکم سے۔ اور جو شخص اللہ پر ایمان لاتا ہے وہ اُس کے دل کو ہدایت دیتا ہے۔ اور اللہ ہر چیز سے باخبر ہے۔

انسانی قبائل و طبقات کی تقسیم اور ہر ایک کی تعیین شریعت و منہاج

٥٧٤٣ المآئدة ٤٨ لِكُلٍّ جَعَلْنَا مِنْكُمْ شِرْعَةً وَّمِنْهَاجًا ؕ وَلَوْ شَآءَ اللّٰهُ لَجَعَلَكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّلٰكِنْ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ۝

۷۴۳۔ ہم نے تم میں سے ہر ایک (فرقے) کے لئے ایک دستور اور طریقہ مقرر کیا ہے۔ اور اگر اللہ چاہتا تو سب کو ایک ہی شریعت پر کر دیتا مگر جو حکم اُس نے تم کو دیے ان میں وہ تمہاری آزمائش کرنی چاہتا ہے۔

۲۲ ۷۴۴ الحج ۳۴ وَلِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا لِّيَذْكُرُوا اسْمَ اللَّهِ عَلَىٰ مَا رَزَقَهُم مِّن بَهِيمَةِ الْأَنْعَامِ

۷۴۴۔ اور ہم نے ہر ایک امت کے لئے قربانی کا طریق مقرر کر دیا ہے۔ تاکہ جو مویشی چار پائے اللہ نے اُن کو دیے ہیں (اُن کے ذبح کرنے کے وقت) اُن پر اللہ کا نام لیں۔

۲۲ ۷۴۵ الحج ۶۷ لِّكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنسَكًا هُمْ نَاسِكُوهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ ○

۷۴۵۔ ہم نے ہر ایک امت کے لئے ایک شریعت مقرر کر دی ہے جس پر وہ چلتے ہیں تو یہ لوگ تم سے اس امر میں جھگڑا نہ کریں اور تم (لوگوں کو) اپنے پروردگار کی طرف بلاتے ہو۔ بے شک تم سیدھے رستے پر ہو۔

۴۹ ۷۴۶ الحجرات ۱۳ يَا أَيُّهَا النَّاسُ إِنَّا خَلَقْنَاكُم مِّن ذَكَرٍ وَأُنثَىٰ وَجَعَلْنَاكُمْ شُعُوبًا وَقَبَائِلَ لِتَعَارَفُوا ۚ إِنَّ أَكْرَمَكُمْ عِندَ اللَّهِ أَتْقَاكُمْ ۚ إِنَّ اللَّهَ عَلِيمٌ خَبِيرٌ ○

۷۴۶۔ لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تمہاری قومیں اور قبیلے بنائے۔ تاکہ ایک دوسرے کو شناخت کرو۔ بیشک اللہ کے نزدیک تم میں زیادہ عزت والا وہ ہے جو زیادہ پرہیزگار ہے۔ بے شک اللہ سب کچھ جانتے والا (اور) سب سے خبردار ہے۔

طبقات انسانی کی تقسیم و تفصیل

۶ ۷۴۷ الانعام ۱۶۵ وَهُوَ الَّذِي جَعَلَكُمْ خَلَائِفَ الْأَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجَاتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِي مَا آتَاكُمْ ۗ

۷۴۷۔ اور وہی تو ہے جس نے زمین میں تم کو اپنا نائب بنایا۔ اور ایک دوسرے پر درجے بلند کئے تاکہ جو کچھ اس نے تمہیں بخشا ہے اس میں تمہاری آزمائش ہے۔

۷ ۷۴۸ الاعراف ۶۹ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ قَوْمِ نُوحٍ وَزَادَكُمْ فِي الْخَلْقِ بَصْطَةً ۚ

۷۴۸۔ اور یاد کرو جب اس نے تم کو قوم نوح کے بعد سردار بنایا اور بڑھا دیا تمہیں جسمانی لحاظ سے قد و قامت میں۔

۷ ۷۴۹ الاعراف ۷۴ وَاذْكُرُوا إِذْ جَعَلَكُمْ خُلَفَاءَ مِن بَعْدِ عَادٍ وَبَوَّأَكُمْ فِي الْأَرْضِ تَتَّخِذُونَ مِن سُهُولِهَا قُصُورًا وَتَنْحِتُونَ الْجِبَالَ بُيُوتًا ۖ فَاذْكُرُوا آلَاءَ اللَّهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْأَرْضِ مُفْسِدِينَ ○

۷۴۹۔ اور یاد تو کرو جب اس نے تم کو قوم عاد کے بعد سردار بنایا اور زمین پر آباد کیا کہ نرم زمین سے (مٹی لے لے

کر) محل تعمیر کرتے ہو اور پہاڑوں کو تراش تراش کر گھر بناتے ہیں۔ پس اللہ کی نعمتوں کو یاد کرو اور زمین میں فساد نہ کرتے پھرو۔

۱۰ ۷۵۰ یونس ۱۴ ثُمَّ جَعَلْنٰكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ مِنْ بَعْدِهِمْ لِنَنْظُرَ كَيْفَ تَعْمَلُوْنَ ○

۷۵۰۔ پھر ہم نے اُن کے بعد تم لوگوں کو ملک میں خلیفہ بنایا تاکہ دیکھیں کہ تم کیسے کام کرتے ہو۔

۱۰ ۷۵۱ یونس ۷۳ فَكَذَّبُوْهُ فَنَجَّيْنٰهُ وَمَنْ مَّعَهٗ فِي الْفُلْكِ وَجَعَلْنٰهُمْ خَلٰٓئِفَ ○

۷۵۱۔ لیکن اُن لوگوں نے اُن کی تکذیب کی تو ہم نے اُن کو اور جو لوگ اُن کے ساتھ کشتی میں سوار تھے سب کو (طوفان سے) بچا لیا اور انہیں (زمین میں) خلیفہ بنا دیا۔

۲۷ ۷۵۲ النمل ۶۲ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ

۷۵۲۔ بھلا کون بے قرار کی التجا قبول کرتا ہے جب وہ اُس سے دعا کرتا ہے اور (کون اُس کی) تکلیف کو دور کرتا ہے اور (کون) تم کو زمین میں (اگلوں کا) جانشین بناتا ہے۔

۳۵ ۷۵۳ فاطر ۳۹ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ فِي الْاَرْضِ ؕ

۷۵۳۔ وہی تو ہے جس نے تم کو زمین میں (پہلوں کا) جانشین بنایا۔

۴۳ ۷۵۴ الزخرف ۳۲ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَرَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَرَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ ○

۷۵۴۔ کیا یہ لوگ تمہارے پروردگار کی رحمت کو بانٹتے ہیں۔ ہم نے اِن میں ان کی معیشت کو دنیا کی زندگی میں تقسیم کر دیا اور ایک کے دوسرے پر درجے بلند کئے تاکہ ایک دوسرے سے خدمت لے۔ اور جو کچھ یہ جمع کرتے ہیں تمہارے پروردگار کی رحمت اس سے کہیں بہتر ہے۔

نفسِ واحدہ سے تخلیق انسان

۵ ۷۵۵ النسآء ۱ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ

۷۵۵۔ لوگو اپنے پروردگار سے ڈرو جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا (یعنی اوّل) اس سے اس کا جوڑا بنایا۔ پھر اُن دونوں سے کثرت سے مرد و عورت (پیدا کر کے روئے زمین پر) پھیلا دیے۔

۶ ۷۵۶ الانعام ۹۸ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ فَمُسْتَقَرٌّ وَّ مُسْتَوْدَعٌ ؕ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّفْقَهُوْنَ ○

۷۵۶۔ اور وہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا۔ پھر (تمہارے لئے) ایک ٹھیرنے کی جگہ ہے اور ایک سپرد ہونے کی۔ سمجھنے والوں کے لئے ہم نے (اپنی) آیتیں کھول کھول کر بیان کر دی ہیں۔

۷ ۷۵۷ الاعراف ۱۸۹ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا لِيَسْكُنَ اِلَيْهَا ۚ

۷۵۷۔ وہ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا اور اُس سے اس کا جوڑا بنایا تاکہ اس سے راحت حاصل کرے۔

۲۲ ۷۵۸ الحج ۵ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَيْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَيِّنَ لَكُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ثُمَّ نُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّرَدُّ اِلٰٓى اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِكَيْلَا يَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَيْـًٔا ؕ

۷۵۸۔ لوگو اگر تم کو مرنے کے بعد جی اٹھنے میں کچھ شک ہو تو ہم نے تم کو (پہلی بار بھی تو) پیدا کیا تھا (یعنی ابتدا میں) مٹی سے پھر اُس سے نطفہ بنا کر۔ پھر اُس سے خون کا لوتھڑا بنا کر۔ پھر اُس سے بوٹی بنا کر جس کی بناوٹ کامل بھی ہوتی ہے اور ناقص بھی تاکہ تم پر (اپنی خالقیت) ظاہر کر دیں اور ہم جس کو چاہتے ہیں ایک معیار مقرر تک پیٹ میں ٹھیرائے رکھتے ہیں۔ پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتے ہیں پھر تم جوانی کو پہنچتے ہو۔ اور بعض (قبل از پیری) مر جاتے ہیں اور بعض (شیخ فانی ہو جاتے ہیں اور بڑھاپے کی) نہایت خراب عمر کی طرف لوٹائے جاتے ہیں کہ بہت کچھ جاننے کے بعد بالکل بے علم ہو جاتے ہیں۔

۲۳ ۷۵۹ المؤمنون ۱۲ وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ ○ ۱۳ ثُمَّ جَعَلْنٰهُ نُطْفَةً فِيْ قَرَارٍ مَّكِيْنٍ ○ ۱۴ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فَخَلَقْنَا الْعَلَقَةَ مُضْغَةً فَخَلَقْنَا الْمُضْغَةَ عِظٰمًا فَكَسَوْنَا الْعِظٰمَ لَحْمًا ۗ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخَرَ ؕ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ○

۷۵۹۔ اور ہم نے انسان کو مٹی کے خلاصے سے پیدا کیا۔ پھر اُس کو ایک مضبوط (اور محفوظ) جگہ میں نطفہ بنا کر رکھا۔ پھر نطفے کا لوتھڑا بنایا پھر لوتھڑے کی بوٹی بنائی پھر بوٹی کی ہڈیاں بنائیں پھر ہڈیوں پر گوشت (پوست) چڑھایا پھر اُس کو نئی صورت میں بنا دیا۔ تو اللہ جو سب سے بہتر بنانے والا بڑا بابرکت ہے۔

۷۶۰ ۳۰ الروم ۲۰ ومنْ اٰیٰتِہٖ انْ خلقکُمْ مّنْ تُرابٍ ثُمّ اذآ اَنْتُمْ بشرٌ تنْتشِرُوْن ○ ۲۱ ومنْ اٰیٰتِہٖ انْ خلق لکُمْ مّنْ انْفُسِکُمْ ازْواجًا لّتسْکُنُوْٓا اِلیْھا

۷۶۰۔ اور اسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اس نے تمہیں مٹی سے پیدا کیا۔ پھر اب تم انسان ہو کر جابجا پھیل رہے ہو۔ اور اُسی کے نشانات (اور تصرفات) میں سے ہے کہ اُس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کی عورتیں پیدا کیں تاکہ اُن کی طرف (مائل ہو کر) آرام حاصل کرو۔

۷۶۱ ۳۰ الروم ۵۴ اللّٰہُ الّذِیْ خلقکُمْ مّنْ ضُعْفٍ ثُمّ جعل مِنْ ٭بعْدِ ضُعْفٍ قُوّۃً ثُمّ جعل مِنْ٭بعْد قُوّۃٍ ضُعْفًا وّ شیْبۃً ؕ یخْلُقُ مایشآءُ ج وھُو الْعلِیْمُ الْقدِیْرُ ○

۷۶۱۔ اللہ ہی تو ہے جس نے تم کو (ابتدا میں) کمزور حالت میں پیدا کیا پھر کمزوری کے بعد طاقت عنایت کی پھر طاقت کے بعد کمزوری اور بڑھاپا دیا۔ وہ جو چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ اور وہ صاحب دانش اور صاحب قدرت ہے۔

۷۶۲ ۳۲ السجدۃ ۷ الّذِیْٓ اَحْسن کُلّ شیْءٍ خلقہٗ وبدا خلْق الْاِنْسانِ مِنْ طِیْنٍ ○ ثُمّ جعل نسْلہٗ مِنْ سُللۃٍ مّنْ مّآءٍ مّھِیْنٍ ○ ۹ ثُمّ سوّٰہُ و نفخ فِیْہِ مِنْ رُّوْحِہٖ و جعل لکُمُ السّمْع والْاَبْصار والْاَفْـِٕدۃ ؕ قلِیْلًا مّا تشْکُرُوْن ○

۷۶۲۔ جس نے ہر چیز کو بہت اچھی طرح بنایا (یعنی) اُس کو پیدا کیا۔ اور انسان کی پیدائش کو مٹی سے شروع کیا۔ پھر اُس کی نسل خلاصے سے (یعنی) حقیر پانی سے پیدا کی۔ پھر اُس کو درست کیا پھر اُس میں اپنی (طرف سے) روح پھونکی اور تمہارے کان اور آنکھیں اور دل بنائے۔ (مگر) تم بہت کم شکر کرتے ہو۔

۷۶۳ ۳۵ فاطر ۱۱ وَ اللّٰہُ خلقکُمْ مّنْ تُرابٍ ثُمّ مِنْ نُّطْفۃٍ ثُمّ جعلکُمْ اَزْواجًا ؕ

۷۶۳۔ اور اللہ ہی نے تم کو مٹی سے پیدا کیا پھر نطفے سے پھر تم کو جوڑا جوڑا بنا دیا۔

۷۶۴ ۳۹ الزمر ۶ خلقکُمْ مّنْ نّفْسٍ وّاحِدۃٍ ثُمّ جعل مِنْھا زوْجھا و اَنْزل لکُمْ مّن الْاَنْعامِ ثمٰنِیۃ ازْواجٍ ؕ یخْلُقُکُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمّھٰتِکُمْ خلْقًا مّنْۢ بعْدِ خلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثلٰثٍ ؕ

۷۶۴۔ اُسی نے تم کو ایک شخص سے پیدا کیا پھر اُس سے اس کا جوڑا بنایا اور اُسی نے تمہارے لئے چارپایوں میں سے آٹھ جوڑے بنائے۔ وہی تم کو تمہاری ماؤں کے پیٹ سے (پہلے) ایک طرح پھر دوسری طرح تین اندھیروں میں بناتا ہے۔

٧٦٥ ٤٠ المؤمن ٦٧ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ یُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُیُوْخًا ۚ وَمِنْكُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی مِنْ قَبْلُ وَلِتَبْلُغُوْٓا اَجَلًا مُّسَمًّی وَّلَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ ○

۷۶۵۔ وہی تو ہے جس نے تم کو (پہلے) مٹی سے پیدا کیا پھر نطفہ بنا کر پھر لوتھڑا بنا کر پھر تم کو نکالتا ہے (کہ تم) بچے (ہوتے ہو) پھر تم اپنی جوانی کو پہنچتے ہو پھر بوڑھے ہو جاتے ہو اور کوئی تو تم میں سے پہلے ہی مر جاتا ہے۔ اور تم (موت کے) وقت مقرر تک پہنچ جاتے ہو اور تاکہ تم سمجھو۔

٧٦٦ ٤٢ الشوریٰ ١١ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّمِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ یَذْرَؤُكُمْ فِیْهِ ؕ

۷۶۶۔ اُسی نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس کے جوڑے بنائے اور چارپایوں کے بھی جوڑے (بنائے اور) اسی طریق پر تم کو پھیلاتا رہتا ہے۔

٧٦٧ ٥٣ النجم ٤٥ وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ○ ٤٦ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰی ○

۷۶۷۔ اور یہ کہ وہی نر اور مادہ دو قسم (کے حیوان) پیدا کرتا ہے۔ (یعنی) نطفے سے جو (رحم میں) ڈالا جاتا ہے۔

٧٦٨ ٧١ نوح ١٤ وَقَدْ خَلَقَكُمْ اَطْوَارًا ○

۷۶۸۔ حالانکہ اس نے تم کو طرح طرح (کی حالتوں) کا پیدا کیا ہے۔

٧٦٩ ٧٥ القیامة ٣٦ اَیَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ یُّتْرَكَ سُدًی ○ ٣٧ اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی ○ ٣٨ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰی ○ ٣٩ فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ○

۷۶۹۔ کیا انسان خیال کرتا ہے کہ یونہی چھوڑ دیا جائے گا۔ کیا وہ منی کا جو رحم میں ڈالی جاتی ہے ایک قطرہ نہ تھا؟ پھر لوتھڑا ہوا پھر (اللہ نے) اُس کو بنایا پھر (اس کے اعضا کو) درست کیا۔ پھر اُس کی دو قسمیں بنائیں (ایک) مرد اور (ایک) عورت۔

٧٧٠ ٧٦ الدھر ٢ اِنَّا خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ اَمْشَاجٍ ۖ نَّبْتَلِیْهِ فَجَعَلْنٰهُ سَمِیْعًۢا بَصِیْرًا ○

۷۷۰۔ ہم نے انسان کو نطفہ مخلوط سے پیدا کیا۔ تاکہ اُسے آزمائیں تو ہم نے اُس کو سنتا دیکھتا بنایا۔

٧٧١ ٧٧ المرسلٰت ٢٠ اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ○ ٢١ فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ ○ ٢٢ اِلٰی قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ○ ٢٣ فَقَدَرْنَا ۖ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ○

۷۷۱۔ کیا ہم نے تم کو حقیر پانی سے نہیں پیدا کیا؟ (پہلے) اس کو ایک محفوظ جگہ میں رکھا۔ ایک معین وقت تک۔ پھر اندازہ مقرر کیا اور ہم کیا ہی خوب اندازہ مقرر کرنے والے ہیں۔

۸۰ ۷۷۲ عبس ۱۸ مِنْ اَیِّ شَیْءٍ خَلَقَهٗ ۝ ۱۹ مِنْ نُّطْفَةٍ ؕ خَلَقَهٗ فَقَدَّرَهٗ ۝

۷۷۲۔ اسے (اللہ نے) کس چیز سے اسے بنایا؟ نطفے سے بنایا۔ پھر اس کا اندازہ مقرر کیا۔

۸۲ ۷۷۳ الانفطار ۷ الَّذِیْ خَلَقَكَ فَسَوّٰىكَ فَعَدَلَكَ ۝ ۸ فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ ۝

۷۷۳۔ (وہی تو ہے) جس نے تجھے بنایا اور (تیرے اعضا کو) ٹھیک کیا اور (تیرے قامت کو) معتدل رکھا اور جس صورت میں چاہا تجھے جوڑ دیا۔

۸۶ ۷۷۴ الطارق ۵ فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ۝ ۶ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ۝ ۷ يَّخْرُجُ مِنْۢ بَيْنِ الصُّلْبِ وَ التَّرَآئِبِ ۝

۷۷۴۔ تو انسان کو دیکھنا چاہیے کہ وہ کاہے سے پیدا ہوا ہے۔ وہ اُچھلتے ہوئے پانی سے پیدا ہوا ہے۔ جو پیٹھ اور سینے کے بیچ میں سے نکلتا ہے۔

۹۵ ۷۷۵ التین ٤ لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِيْمٍ ۝ ۵ ثُمَّ رَدَدْنٰهُ اَسْفَلَ سٰفِلِيْنَ ۝

۷۷۵۔ کہ ہم نے انسان کو بہت اچھی صورت میں پیدا کیا ہے۔ پھر (رفتہ رفتہ) اس (کی حالت) کو (بدل کر) پست سے پست کر دیا۔

۹۶ ۷۷۶ العلق ۲ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝

۷۷۶۔ جس نے انسان کو خون کی پھٹکی سے بنایا۔

عبادت و استعانت کی تخصیص برائے ذات الٰہی: صبر و اخلاص انسانی

۱ ۷۷۷ الفاتحۃ ٤ اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَاِيَّاكَ نَسْتَعِيْنُ ۝

۷۷۷۔ (اے پروردگار) ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور تجھی سے مدد مانگتے ہیں۔

۲ ۷۸۸ البقرۃ ۲۱ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝

۷۷۸۔ اے لوگو! اپنے پروردگار کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تم سے پہلے لوگوں کو پیدا کیا تاکہ تم (اس کے عذاب سے) بچو۔

۷ ۷۷۹ الاعراف ۲۹ قُلْ اَمَرَ رَبِّیْ بِالْقِسْطِ ۨ وَاَقِيْمُوْا وُجُوْهَكُمْ عِنْدَ كُلِّ مَسْجِدٍ وَّادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ

۷۷۹۔ کہہ دو کہ میرے پروردگار نے تو انصاف کرنے کا حکم دیا ہے۔ اور یہ کہ ہر نماز کے وقت سیدھا (قبلے کی

طرف) رخ کیا کرو اور خاص اسی کی عبادت کرو اور اُسی کو پکارو۔

۷ ۹۸۰ الاعراف ۱۲۸ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَاصْبِرُوْا ۚ

۷۸۰۔ موسیٰؑ نے اپنی قوم سے کہا کہ اللہ سے مدد مانگو اور ثابت قدم رہو۔

۱۰ ۷۸۱ یونس ۱۰۴ قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّنْ دِيْنِيْ فَلَآ اَعْبُدُ الَّذِيْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ اَعْبُدُ اللّٰهَ الَّذِيْ يَتَوَفّٰىكُمْ ۚ وَاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُؤْمِنِيْنَ ○

۷۸۱۔ (اے پیغمبرؐ) کہہ دو کہ لوگو اگر تم کو میرے دین میں کسی طرح کا شک ہو تو (سن رکھو کہ) جن لوگوں کی تم اللہ کے سوا عبادت کرتے ہو میں اُن کی عبادت نہیں کرتا۔ بلکہ میں اللہ کی عبادت کرتا ہوں جو تمہاری روحیں قبض کر لیتا ہے اور مجھ کو یہی حکم ہوا ہے۔ کہ ایمان لانے والوں میں ہوں۔

۱۱ ۱۰ ۷۸۲ ھود ۲ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّا اللّٰهَ ۭ اِنَّنِيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ وَّبَشِيْرٌ ○

۷۸۲۔ (وہ یہ) کہ اللہ کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو اور میں اُس کی طرف سے تم کو ڈر سنانے والا اور خوش خبری دینے والا ہوں۔

۱۰ ۷۸۳ ھود ۱۲۳ وَلِلّٰهِ غَيْبُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاِلَيْهِ يُرْجَعُ الْاَمْرُ كُلُّهٗ فَاعْبُدْهُ وَتَوَكَّلْ عَلَيْهِ ۭ

۷۸۳۔ اور آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا علم اللہ ہی کو ہے۔ اور تمام امور کا رجوع اُسی کی طرف ہے۔ تو اُسی کی عبادت کرو۔ اور اسی پر بھروسا رکھو۔

۱۳ ۷۸۴ الرعد ۱۵ وَلِلّٰهِ يَسْجُدُ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ طَوْعًا وَّكَرْهًا وَّظِلٰلُهُمْ بِالْغُدُوِّ وَالْاٰصَالِ ○

۷۸۴۔ اور جتنی مخلوقات آسمانوں اور زمین میں ہے۔ خوشی سے یا زبردستی سے اللہ کے آگے سجدہ کرتی ہے۔ اور اُن کے سائے بھی صبح و شام (سجدے کرتے ہیں)۔

۱۵ ۷۸۵ الحجر ۹۹ وَاعْبُدْ رَبَّكَ حَتّٰى يَاْتِيَكَ الْيَقِيْنُ ○

۷۸۵۔ اور اپنے پروردگار کی عبادت کئے جاؤ یہاں تک کہ تمہاری موت (کا وقت) آجائے۔

۱۷ ۷۸۶ الاسراء ۲۳ وَقَضٰى رَبُّكَ اَلَّا تَعْبُدُوْٓا اِلَّآ اِيَّاهُ

۷۸۶۔ اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ اُس کے سوا کسی کی عبادت نہ کرو۔

۱۹ ۷۸۷ مریم ۳٦ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّىْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○

۷۸۷۔ اور بے شک اللہ ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے۔ تو اُسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔

۱۹ ۷۸۸ مریم ٦٥ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ؕ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ○

۷۸۸۔ (یعنی) آسمانوں اور زمین کا اور جو اُن دونوں کے درمیان ہے۔ سب کا پروردگار۔ تو اُس کی عبادت کرو۔ اور اُسی کی عبادت پر ثابت قدم رہو۔ بھلا تم کوئی اس کا ہمنام جانتے ہو۔

۲۰ ۷۸۹ طٰه ١٤ اِنَّنِىْۤ اَنَا اللّٰهُ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدْنِىْ ۙ وَاَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِىْ ○

۷۸۹۔ بے شک میں ہی اللہ ہوں۔ میرے سوا کوئی معبود نہیں تو میری عبادت کرو۔ اور میری یاد کے لئے نماز پڑھا کرو۔

۲۱ ۷۹۰ الانبیآء ۲۵ وَمَاۤ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِىْۤ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّاۤ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ○

۷۹۰۔ اور جو پیغمبر ہم نے تم سے پہلے بھیجے اُن کی طرف یہی وحی بھیجی کہ میرے سوا کوئی معبود نہیں، تو میری ہی عبادت کرو۔

۲۱ ۷۹۱ الانبیآء ۹۲ اِنَّ هٰذِهٖۤ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْنِ ○

۷۹۱۔ یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے۔ اور میں تمہارا پروردگار ہوں تو میری ہی عبادت کیا کرو۔

۷۹۲ الانبیآء ۱۱۲ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ○

۷۹۲۔ اور ہمارا پروردگار بڑا مہربان ہے۔ اُس سے اُن باتوں میں جو تم بیان کرتے ہو مدد مانگی جاتی ہے۔

۲۲ ۷۹۳ الحج ۷۷ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَاسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○

۷۹۳۔ مومنو! رکوع کرتے اور سجدے کرتے اور اپنے پروردگار کی عبادت کرتے رہو اور نیک کام کرو تاکہ فلاح پاؤ۔

۲٤ ۷۹٤ النور ۵۵ يَعْبُدُوْنَنِىْ لَا يُشْرِكُوْنَ بِىْ شَيْـًٔا ○

۷۹٤۔ وہ میری عبادت کریں گے اور میرے ساتھ کسی اور کو شریک نہ بنائیں گے۔

۲۷ ۷۹۵ النمل ۹۱ اِنَّمَاۤ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِىْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَىْءٍ ۫ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○

۷۹۵۔ (کہہ دو) کہ مجھ کو یہی ارشاد ہوا ہے کہ اس شہر (مکہ) کے مالک کی عبادت کروں جس نے اُس کو محترم (اور

مقامِ ادب) بنایا ہے۔ اور سب چیز اُسی کی ہے۔ اور یہ بھی حکم ہوا ہے کہ اُس کا حکم بردار رہوں۔

۷۹۶ ۲۸ العنکبوت ۵۶ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ اَرْضِیْ وَاسِعَةٌ فَاِیَّایَ فَاعْبُدُوْنِ ○

۷۹۶۔ اے میرے بندو جو ایمان لائے ہو میری زمین فراخ ہے۔ تو میری ہی عبادت کرو۔

۷۹۷ ۳۰ الروم ۳۰ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ حَنِیْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِیْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَیْهَا ؕ لَا تَبْدِیْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ذٰلِكَ الدِّیْنُ الْقَیِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ○ ۳۱ مُنِیْبِیْنَ اِلَیْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِیْنَ ○

۷۹۷۔ تو تم ایک طرف کے ہو کر دین (اللہ کے رستے) پر سیدھا منہ کئے چلے جاؤ۔ (اور) اللہ کی فطرت کو جس پر اُس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے۔ (اختیار کئے رہو) اللہ کی بنائی ہوئی (فطرت) میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ یہی سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔ (مومنو) اُسی (اللہ) کی طرف رجوع کئے رہو اور اُس سے ڈرتے رہو اور نماز پڑھتے رہو اور مشرکوں میں نہ ہونا۔

۷۹۸ ۳۰ الروم ۴۳ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّیْنِ الْقَیِّمِ ○

۷۹۸۔ دین (کے رستے) پر سیدھا منہ کئے چلے چلو۔

۷۹۹ ۳۱ لقمان ۲۲ وَمَنْ یُّسْلِمْ وَجْهَهٗٓ اِلَى اللّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَقَدِ اسْتَمْسَكَ بِالْعُرْوَةِ الْوُثْقٰى ؕ وَاِلَى اللّٰهِ عَاقِبَةُ الْاُمُوْرِ ○

۷۹۹۔ اور جو شخص اپنے تئیں اللہ کا فرماں بردار کر دے اور نیکو کار بھی ہو تو اُس نے مضبوط دست آویز ہاتھ میں لے لی۔ اور (سب) کاموں کا انجام اللہ ہی کی طرف ہے۔

۸۰۰ ۳۶ یٰسٓ ۶۱ وَّاَنِ اعْبُدُوْنِیْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ○

۸۰۰۔ اور یہ کہ میری ہی عبادت کرنا۔ یہی سیدھا رستہ ہے۔

۸۰۱ ۳۹ الزمر ۲ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ○ ۳ اَلَا لِلّٰهِ الدِّیْنُ الْخَالِصُ ○

۸۰۱۔ (اے پیغمبرؐ) ہم نے یہ کتاب تمہاری طرف سچائی کے ساتھ نازل کی ہے تو اللہ کی عبادت کرو (یعنی) اُس کی عبادت کو (شرک سے) خالص کر کے۔ دیکھو خالص عبادت اللہ ہی کے لئے (زیبا ہے)۔

۸۰۲ ۳۹ الزمر ۱۱ قُلْ اِنِّیْٓ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ اللّٰهَ مُخْلِصًا لَّهُ الدِّیْنَ ○

۸۰۲۔ کہہ دو کہ مجھ سے ارشاد ہوا ہے کہ اللہ کی عبادت کو خالص کر کے اُس کی بندگی کروں۔

۳۹ ۸۰۳ الزمر ۱۴ قُلِ اللّٰهَ اَعْبُدُ مُخْلِصًا لَّهٗ دِيْنِيْ ○

۸۰۳۔ کہہ دو کہ میں اپنے دین کو (شرک سے) خالص کر کے اللہ کی عبادت کرتا ہوں۔

۳۹ ۸۰۴ الزمر ۶۶ بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ○

۸۰۴۔ بلکہ اللہ ہی کی عبادت کرو اور شکر گزاروں میں ہو۔

۴۰ ۸۰۵ المؤمن ۱۴ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ○

۸۰۵۔ تو اللہ کی عبادت کو خالص کر کے اُسی کو پکارو اگرچہ کافر بُرا ہی مانیں۔

۴۰ ۸۰۶ المؤمن ۶۰ وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ ○

۸۰۶۔ اور تمہارے پروردگار نے ارشاد فرمایا ہے کہ تم مجھ سے دعا کرو میں تمہاری (دعا) قبول کروں گا۔ جو لوگ میری عبادت سے ازراہ تکبر کنیاتے ہیں۔ عنقریب جہنم میں ذلیل ہو کر داخل ہوں گے۔

۴۰ ۸۰۷ المؤمن ۶۵ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ ۶۶ قُلْ اِنِّيْ نُهِيْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِيَ الْبَيِّنٰتُ مِنْ رَّبِّيْ ؗ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

۸۰۷۔ وہ زندہ ہے (جسے موت نہیں) اُس کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں تو اُس کی عبادت کو خالص کر کے اُسی کو پکارو ہر طرح کی تعریف اللہ ہی کو (سزاوار) ہے جو تمام جہان کا پروردگار ہے۔ (اے محمدؐ اِن سے) کہہ دو کہ مجھے اِس بات کی ممانعت کی گئی ہے کہ جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو اُن کی پرستش کروں۔ (اور میں اُن کی کیونکر پرستش کروں) جبکہ میرے پاس میرے پروردگار (کی طرف) سے کھلی دلیلیں آچکی ہیں اور مجھ کو حکم یہ ہوا ہے۔ کہ پروردگارِ عالم ہی کا تابع فرمان ہوں۔

۵۱ ۸۰۸ الذّٰریٰت ۵۶ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ○

۸۰۸۔ اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔

۵۳ ۸۰۹ النجم ۶۲ فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ○ سجدہ

۸۰۹۔ تو اللہ کے آگے سجدہ کرو اور (اُسی کی) عبادت کرو۔

۷۱ ۸۱۰ نوح ۳ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاتَّقُوْهُ وَاَطِيْعُوْنِ ○ ۴ يَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَيُؤَخِّرْكُمْ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

۸۱۰۔ کہ اللہ کی عبادت کرو اور اُس سے ڈرو اور میرا کہا مانو۔ وہ تمہارے گناہ بخش دے گا اور (موت کے) وقت

مقرر تک تم کو مہلت عطا کرے گا۔

۸۱۱ ۷۳ المزمل ۸ وَاذْكُرِ اسْمَ رَبِّكَ وَتَبَتَّلْ إِلَيْهِ تَبْتِيلًا ۝

۸۱۱۔ تو اپنے پروردگار کے نام کا ذکر کرو اور ہر طرف سے بے تعلق ہو کر اُس کی طرف متوجہ ہو جاؤ۔

۸۱۲ ۷۴ المدثر ۷ وَلِرَبِّكَ فَاصْبِرْ ۝

۸۱۲۔ اور اپنے پروردگار کے لئے صبر کرو۔

۸۱۳ ۹۴ الانشراح ۷ فَإِذَا فَرَغْتَ فَانْصَبْ ۝ ۸ وَإِلَىٰ رَبِّكَ فَارْغَبْ ۝

۸۱۳۔ تو جب فارغ ہوا کرو تو (عبادت میں) محنت کیا کرو۔ اور اپنے پروردگار کی طرف متوجہ ہو جایا کرو۔

۸۱۴ ۹۸ البینہ ۵ وَمَا أُمِرُوا إِلَّا لِيَعْبُدُوا اللَّهَ مُخْلِصِينَ لَهُ الدِّينَ ۵

۸۱۴۔ اور اُن کو حکم تو یہی ہوا تھا کہ اخلاص کے ساتھ اللہ کی عبادت کریں۔

۸۱۵ ۱۰۶ قریش ۳ فَلْيَعْبُدُوا رَبَّ هَٰذَا الْبَيْتِ ۝ ٤ الَّذِي أَطْعَمَهُمْ مِنْ جُوعٍ ۵ وَآمَنَهُمْ مِنْ خَوْفٍ ۝

۸۱۵۔ لوگوں کو چاہیے کہ (اس نعمت کے شکر میں) اس گھر کے مالک کی عبادت کریں جس نے اُن کو بھوک میں کھانا کھلایا اور خوف سے امن بخشا۔

۸۱۶ ۱۰۹ الکافرون ۱ قُلْ يَا أَيُّهَا الْكَافِرُونَ ۝ ۲ لَا أَعْبُدُ مَا تَعْبُدُونَ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ۝ وَلَا أَنَا عَابِدٌ مَا عَبَدْتُمْ ۝ وَلَا أَنْتُمْ عَابِدُونَ مَا أَعْبُدُ ۝ لَكُمْ دِينُكُمْ وَلِيَ دِينِ ۝

۸۱۶۔ (اے پیغمبرؐ ان منکرانِ اسلام سے) کہہ دو کہ اے کافرو۔ جن (بتوں) کو تم پوجتے ہو اُن کو میں نہیں پوجتا۔ اور جس (اللہ) کی میں عبادت کرتا ہوں اُس کی تم عبادت نہیں کرتے۔ اور (میں پھر کہتا ہوں کہ) جن کی تم پرستش کرتے ہو اُن کی میں پرستش کرنے والا نہیں ہوں اور نہ تم اُس کی بندگی کرنے والے (معلوم ہوتے) ہو جسکی میں بندگی کرتا ہوں تم اپنے دین پر میں اپنے دین پر۔

انعاماتِ الٰہی اور ان کی تحدیثِ انسانی

۸۱۷ ۵ المآئدۃ ٤ الْيَوْمَ أَكْمَلْتُ لَكُمْ دِينَكُمْ وَأَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِي وَرَضِيتُ لَكُمُ الْإِسْلَامَ دِينًا ط

۸۱۷۔ (اور) آج ہم نے تمہارے لئے تمہارا دین کامل کر دیا اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کر دیں۔ اور تمہارے لئے

اسلام کو دین پسند کیا۔

۵ ۸۱۸ المآئدۃ ۶ مَا يُرِيْدُ اللّٰهُ لِيَجْعَلَ عَلَيْكُمْ مِّنْ حَرَجٍ وَّلٰكِنْ يُّرِيْدُ لِيُطَهِّرَكُمْ وَلِيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكُمْ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ۞ ۷ وَاذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ وَمِيْثَاقَهُ الَّذِيْ وَاثَقَكُمْ بِهٖٓ ۙ اِذْ قُلْتُمْ سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۫

۸۱۸۔ اللہ تم پر کسی طرح کی تنگی نہیں کرنی چاہتا۔ بلکہ یہ چاہتا ہے کہ تمہیں پاک کرے اور اپنی نعمتیں تم پر پوری کرے تاکہ تم شکر کرو اور اللہ نے جو تم پر احسان کئے ہیں ان کو یاد کرو اور اُس عہد کو بھی جس کا تم سے قول لیا تھا (یعنی) جب تم نے کہا تھا کہ ہم نے (اللہ کا حکم) سن لیا اور قبول کیا۔

۵ ۸۱۹ المآئدۃ ۱۱ يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ هَمَّ قَوْمٌ اَنْ يَّبْسُطُوْٓا اِلَيْكُمْ اَيْدِيَهُمْ فَكَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۚ

۸۱۹۔ اے ایمان والو! اللہ نے جو تم پر احسان کیا ہے۔ اس کو یاد کرو جب ایک جماعت نے ارادہ کیا کہ تم پر دست درازی کریں تو اس نے ان کے ہاتھ تم سے روک دیے۔

۶ ۸۲۰ الانعام ۱۴۱ وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَ جَنّٰتٍ مَّعْرُوْشٰتٍ وَّغَيْرَ مَعْرُوْشٰتٍ وَّالنَّخْلَ وَالزَّرْعَ مُخْتَلِفًا اُكُلُهٗ وَالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُتَشَابِهًا وَّغَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ كُلُوْا مِنْ ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَاٰتُوْا حَقَّهٗ يَوْمَ حَصَادِهٖ ۡ وَلَا تُسْرِفُوْا ۭ اِنَّهٗ لَا يُحِبُّ الْمُسْرِفِيْنَ ۞ ۱۴۲ وَمِنَ الْاَنْعَامِ حَمُوْلَةً وَّفَرْشًا ۭ كُلُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ وَلَا تَتَّبِعُوْا خُطُوٰتِ الشَّيْطٰنِ ۭ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ ۞ ۱۴۳ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَيْنِ ۭ قُلْ ءٰۗالذَّكَرَيْنِ حَرَّمَ اَمِ الْاُنْثَيَيْنِ اَمَّا اشْتَمَلَتْ عَلَيْهِ اَرْحَامُ الْاُنْثَيَيْنِ ۭ نَبِّـــُٔوْنِيْ بِعِلْمٍ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۞ ۱۴۴ وَمِنَ الْاِبِلِ اثْنَيْنِ وَمِنَ الْبَقَرِ اثْنَيْنِ ۞

۸۲۰۔ اور اللہ ہی تو ہے جس نے باغ پیدا کئے چھتریوں پر چڑھائے ہوئے بھی اور جو چھتریوں پر نہیں چڑھائے ہوئے وہ بھی اور کھجور اور کھیتی جن کے طرح طرح کے پھل ہوتے ہیں اور زیتون اور انار جو (بعض باتوں میں) ایک دوسرے سے ملتے جلتے ہیں اور (بعض) باتوں میں نہیں ملتے جب یہ چیزیں پھلیں تو اُن کے پھل کھاؤ اور جس دن (پھل توڑو اور کھیتی) کاٹو تو اللہ کا حق بھی اس میں سے ادا کرو اور بیجانہ اُڑاؤ کہ اللہ بے جا اُڑانے والوں کو دوست نہیں رکھتا۔ اور چارپایوں میں بوجھ اُٹھانے والے (یعنی بڑے بڑے) بھی پیدا کئے اور زمین سے لگے ہوئے (یعنی چھوٹے چھوٹے) بھی (پس) اللہ کا دیا ہوا رزق کھاؤ اور شیطان کے قدموں پر نہ چلو۔ وہ تمہارا صریح دشمن ہے۔ (یہ بڑے چھوٹے چارپائے) آٹھ قسم کے (ہیں) دو (دو)

بھیڑوں میں سے اور دو (دو) بکریوں میں سے (یعنی ایک ایک نر اور ایک ایک مادہ) (اے پیغمبرؐ ان سے) پوچھو کہ (اللہ نے) دونوں (کے) نروں کو حرام کیا ہے یا دونوں (کی) مادنیوں کو یا جو بچہ مادنیوں کے پیٹ میں لپٹ رہا ہو اُسے۔ اگر سچے ہو تو مجھے سند سے بتاؤ اور دو (دو) اونٹوں میں سے اور دو (دو) گایوں میں سے (انکے بارے میں بھی اُن سے) پوچھو۔

۷ ۸۲۱ الاعراف ۹ وَلَقَدْ مَكَّنّٰكُمْ فِى الْاَرْضِ وَجَعَلْنَا لَكُمْ فِيْهَا مَعَايِشَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ○

۸۲۱۔ اور ہمیں نے زمین میں تمہارا ٹھکانا بنایا۔ اور اس میں تمہارے لئے سامان معیشت پیدا کئے۔ (مگر) تم کم ہی شکر کرتے ہو۔

۷ ۸۲۲ الاعراف ۲۶ يٰبَنِىْٓ اٰدَمَ قَدْ اَنْزَلْنَا عَلَيْكُمْ لِبَاسًا يُّوَارِىْ سَوْاٰتِكُمْ وَرِيْشًا ؕ وَلِبَاسُ التَّقْوٰى ذٰلِكَ خَيْرٌ ○

۸۲۲۔ اے بنی آدم! ہم نے تم پر پوشاک اتاری کہ تمہارا ستر ڈھانکے اور (تمہارے بدن کو) زینت (دے) اور (جو) پرہیزگاری کا لباس (ہے) وہ سب سے اچھا ہے۔

۸ ۸۲۳ الانفال ۲۶ وَاذْكُرُوْٓا اِذْ اَنْتُمْ قَلِيْلٌ مُّسْتَضْعَفُوْنَ فِى الْاَرْضِ تَخَافُوْنَ اَنْ يَّتَخَطَّفَكُمُ النَّاسُ فَاٰوٰىكُمْ وَاَيَّدَكُمْ بِنَصْرِهٖ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○

۸۲۳۔ اور (اُس وقت کو) یاد کرو۔ جب تم زمین (مکہ) میں قلیل اور ضعیف سمجھے جاتے تھے اور ڈرتے رہتے تھے کہ لوگ تمہیں اُڑا (نہ) لے جائیں۔ (یعنی بے خان و ماں نہ کر دیں) تو اُس نے تم کو جگہ دی اور اپنی مدد سے تم کو تقویت بخشی اور پاکیزہ چیزیں کھانے کو دیں تاکہ تم (اس کا) شکر کرو۔

۸ ۸۲۴ الانفال ۶۲ وَاِنْ يُّرِيْدُوْٓا اَنْ يَّخْدَعُوْكَ فَاِنَّ حَسْبَكَ اللّٰهُ ؕ هُوَ الَّذِىْٓ اَيَّدَكَ بِنَصْرِهٖ وَبِالْمُؤْمِنِيْنَ ○ وَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ ؕ لَوْ اَنْفَقْتَ مَا فِى الْاَرْضِ جَمِيْعًا مَّآ اَلَّفْتَ بَيْنَ قُلُوْبِهِمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ اَلَّفَ بَيْنَهُمْ ؕ اِنَّهٗ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ

۸۲۴۔ اور اگر یہ چاہیں کہ تم کو فریب دیں تو اللہ تمہیں کفایت کرے گا۔ وہی تو ہے جس نے تم کو اپنی مدد سے اور مسلمانوں (کی جمعیت) سے تقویت بخشی۔ اور اُن کے دلوں میں الفت پیدا کر دی۔ اگر تم دنیا بھر کی دولت خرچ کرتے تب بھی اُن کے دلوں میں الفت پیدا نہ کر سکتے۔ مگر اللہ ہی نے اُن میں اُلفت ڈال دی۔ بے شک وہ زبردست (اور) حکمت والا ہے۔

۱۷ ۸۲۵ الاسراء ۶۶ رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○

۸۲۵۔ تمہارا پروردگار وہ ہے جو تمہارے لئے دریا میں کشتیاں چلاتا ہے تاکہ تم اس کے فضل سے (روزی) تلاش کرو۔ بے شک وہ تم پر مہربان ہے۔

۱۷ ۸۲۶ الاسراء ۷۰ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰى كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ۔

۸۲۶۔ اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور اُن کو جنگل اور دریا میں سواری دی اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔

۲۱ ۸۲۷ الانبیآء ۴۲ قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ○

۸۲۷۔ کہو کہ رات اور دن میں اللہ سے تمہاری کون حفاظت کر سکتا ہے۔ بات یہ ہے کہ یہ اپنے پروردگار کی یاد سے منہ پھیرے ہوئے ہیں۔

۲۱ ۸۲۸ الانبیآء ۸۰ وَعَلَّمْنٰهُ صَنْعَةَ لَبُوْسٍ لَّكُمْ لِتُحْصِنَكُمْ مِّنْۢ بَاْسِكُمْ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ شٰكِرُوْنَ ○

۸۲۸۔ اور ہم نے تمہارے لئے اُن کو ایک (طرح کا) لباس بنانا بھی سکھا دیا تاکہ تم کو لڑائی (کے ضرر) سے بچائے۔ پس تم کو شکر گزار ہونا چاہیے۔

۲۷ ۸۲۹ النمل ۷۳ وَاِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ○

۸۲۹۔ اور تمہارا پروردگار تو لوگوں پر فضل کرنے والا ہے۔ لیکن اُن میں سے اکثر شکر نہیں کرتے۔

۳۱ ۸۳۰ لقمان ۲۰ اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ؕ

۸۳۰۔ کیا تم نے نہیں دیکھا کہ جو کچھ آسمانوں میں اور جو کچھ زمین میں ہے سب کو اللہ نے تمہارے قابو میں کر دیا ہے اور تم پر اپنی ظاہری اور باطنی نعمتیں پوری کر دی ہیں۔

۳۳ ۸۳۱ الاحزاب ۴۳ هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ○

۸۳۱۔ وہی تو ہے جو تم پر رحمت بھیجتا ہے اور اُس کے فرشتے بھی۔ تاکہ تمکو اندھیروں سے نکال کر روشنی کی طرف لے جائے اور اللہ مومنوں پر مہربان ہے۔

۸۳۲ ۴۹ الحجرٰت ۷ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ فِيْكُمْ رَسُوْلَ اللّٰهِ ؕ لَوْ يُطِيْعُكُمْ فِيْ كَثِيْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ حَبَّبَ اِلَيْكُمُ الْاِيْمَانَ وَ زَيَّنَهٗ فِيْ قُلُوْبِكُمْ وَ كَرَّهَ اِلَيْكُمُ الْكُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَالْعِصْيَانَ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الرّٰشِدُوْنَ ۝ ۸ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَنِعْمَةً ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌ حَكِيْمٌ ۝

۸۳۲۔ اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کے پیغمبرؐ ہیں۔ اگر بہت سی باتوں میں وہ تمہارا کہا مان لیا کریں تو تم مشکل میں پڑ جاؤ۔ لیکن اللہ نے تم کو ایمان عزیز بنا دیا۔ اور اس کو تمہارے دلوں میں سجا دیا۔ اور کفر اور گناہ اور نافرمانی سے تم کو بیزار کر دیا۔ یہی لوگ راہ ہدایت پر ہیں۔ (یعنی) اللہ کے فضل اور احسان سے۔ اور اللہ جاننے والا (اور) حکمت والا ہے۔

۸۳۳ ۴۹ الحجرٰت ۱۷ يَمُنُّوْنَ عَلَيْكَ اَنْ اَسْلَمُوْا ؕ قُلْ لَّا تَمُنُّوْا عَلَيَّ اِسْلَامَكُمْ ۚ بَلِ اللّٰهُ يَمُنُّ عَلَيْكُمْ اَنْ هَدٰىكُمْ لِلْاِيْمَانِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝

۸۳۳۔ یہ لوگ تم پر احسان رکھتے ہیں کہ مسلمان ہو گئے ہیں۔ کہہ دو کہ اپنے مسلمان ہونے کا مجھ پر احسان نہ رکھو۔ بلکہ اللہ تمپر احسان رکھتا ہے۔ کہ اُس نے تمہیں ایمان کا راستہ دکھایا بشرطیکہ تم سچے (مسلمان) ہو۔

۸۳۴ ۸۰ عبس ۲۱ ثُمَّ اَمَاتَهٗ فَاَقْبَرَهٗ ۝

۸۳۴۔ پھر اُس کو موت دی پھر قبر میں دفن کرایا۔

۸۳۵ ۹۳ الضحٰی ۱۱ وَاَمَّا بِنِعْمَةِ رَبِّكَ فَحَدِّثْ ۝

۸۳۵۔ اور اپنے پروردگار کی نعمتوں کا بیان کرتے رہنا۔

۸۳۶ ۹۶ العلق ۴ الَّذِيْ عَلَّمَ بِالْقَلَمِ ۝ ۵ عَلَّمَ الْاِنْسَانَ مَا لَمْ يَعْلَمْ ۝

۸۳۶۔ جس نے قلم کے ذریعے علم سکھایا اور انسان کو وہ باتیں سکھائیں جن کا اس کو علم نہ تھا۔

غیر فانی اور غیر مبدل کلماتِ الٰہی

۸۳۷ ۶ الانعام ۳۴ وَلَقَدْ كُذِّبَتْ رُسُلٌ مِّنْ قَبْلِكَ فَصَبَرُوْا عَلٰى مَا كُذِّبُوْا وَ اُوْذُوْا حَتّٰٓى اَتٰىهُمْ نَصْرُنَا ۚ وَلَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ

۸۳۷۔ اور تم سے پہلے بھی پیغمبر جھٹلائے جاتے رہے تو وہ تکذیب اور ایذا پر صبر کرتے رہے۔ یہاں تک کہ اُن کے پاس ہماری مدد پہنچتی رہی اور اللہ کی باتوں کو کوئی بھی بدلنے والا نہیں۔

۸۳۸ ۶ الانعام ۱۱۵ وَتَمَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ صِدْقًا وَّعَدْلًا ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ․

۸۳۸۔ اور تمہارے پروردگار کی باتیں سچائی اور انصاف میں پوری ہیں۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں اور وہ سنتا جانتا ہے۔

۸۳۹ ۱۰ یونس ۱۹ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَقُضِيَ بَيْنَهُمْ فِيْمَا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○

۸۳۹۔ اور اگر ایک بات جو تمہارے پروردگار کی طرف سے پہلے ہو چکی ہے۔ نہ ہوتی تو جن باتوں میں وہ اختلاف کرتے ہیں اُن میں فیصلہ کر دیا جاتا۔

۸۴۰ ۱۰ یونس ٦٤ لَهُمُ الْبُشْرٰى فِى الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَفِى الْاٰخِرَةِ ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِكَلِمٰتِ اللّٰهِ ۚ

۸۴۰۔ اُن کے لئے دنیا کی زندگی میں بھی بشارت ہے۔ اور آخرت میں بھی۔ اللہ کی باتیں بدلتی نہیں۔

۸۴۱ ۱۱ هود ۱۱۹ وَتَمَّتْ كَلِمَةُ رَبِّكَ لَاَمْلَئَنَّ جَهَنَّمَ مِنَ الْجِنَّةِ وَالنَّاسِ اَجْمَعِيْنَ ○

۸۴۱۔ اور تمہارے پروردگار کا قول پورا ہو گیا کہ میں دوزخ کو جنوں اور انسانوں سب سے بھر دوں گا۔

۸۴۲ ۱۸ الكهف ۲۷ وَاتْلُ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ كِتَابِ رَبِّكَ ۚ لَا مُبَدِّلَ لِكَلِمٰتِهٖ ۚ وَلَنْ تَجِدَ مِنْ دُوْنِهٖ مُلْتَحَدًا ○

۸۴۲۔ اور اپنے پروردگار کی کتاب کو جو تمہارے پاس بھیجی جاتی ہے پڑھتے رہا کرو۔ اس کی باتوں کو کوئی بدلنے والا نہیں۔ اور اس کے سوا تم کہیں پناہ کی جگہ بھی نہیں پاؤ گے۔

۸۴۳ ۱۸ الكهف ۱۰۹ قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّيْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّيْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ○

۸۴۳۔ کہہ دو کہ اگر سمندر میرے پروردگار کی باتوں کے (لکھنے کے) لئے سیاہی ہو تو قبل اس کے کہ میرے پروردگار کی باتیں تمام ہوں سمندر ختم ہو جائے اگرچہ ہم ویسا ہی اور (سمندر) اُس کی مدد کو لائیں۔

۸۴۴ ۲۰ طه ۱۲۹ وَلَوْ لَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ لَكَانَ لِزَامًا وَّاَجَلٌ مُّسَمًّى ○

۸۴۴۔ اور ایک بات تمہارے پروردگار کی طرف سے پہلے صادر اور (اجزائے اعمال کے لیے) ایک میعاد مقرر نہ ہو چکی ہوتی تو (نزولِ) عذاب لازم ہو جاتا۔

۸۴۵ ۳۰ الروم ۳۰ فَاَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ۚ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ۚ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ۚ ذٰلِكَ الدِّيْنُ الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

۸۴۵۔ تو تم ایک طرف کے ہو کر دین (اللہ کے رستے) پر سیدھا منہ کیے چلے جاؤ۔ (اور) اللہ کی فطرت کو جس پر اس نے لوگوں کو پیدا کیا ہے (اختیار کئے رہو) اللہ کی بنائی ہوئی (فطرت) میں تغیر و تبدل نہیں ہو سکتا۔ یہی سیدھا دین ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۸۴۶ ۳۱ لقمان ۲۷ وَلَوْ اَنَّ مَا فِی الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ یَمُدُّهٗ مِنْ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِیْزٌ حَكِیْمٌ ۝

۸۴۶۔ اور اگر یوں ہو کہ زمین میں جتنے درخت ہیں (سب کے سب) قلم ہوں اور سمندر (کا تمام پانی) سیاہی ہو (اور) اس کے بعد سات سمندر اور (سیاہی ہو جائیں) تو اللہ کی باتیں (یعنی اس کی صفتیں) ختم نہ ہوں۔ بے شک اللہ غالب حکمت والا ہے۔

۸۴۷ ۳۳ الاحزاب ۶۲ سُنَّةَ اللّٰهِ فِی الَّذِیْنَ خَلَوْا مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ۝

۸۴۷۔ جو لوگ پہلے گزر چکے ہیں اُن کے بارے میں بھی اللہ کی یہی عادت رہی ہے۔ اور تم اللہ کی عادت میں تغیر و تبدل نہ پاؤ گے۔

۸۴۸ ۳۵ فاطر ۴۳ اِسْتِكْبَارًا فِی الْاَرْضِ وَمَكْرَ السَّیِّئِ ؕ وَلَا یَحِیْقُ الْمَكْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِیْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ۝ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِیْلًا ۝

۸۴۸۔ یعنی (انہوں نے) ملک میں غرور کرنا اور بُری چال چلنا (اختیار کیا) اور بری چال کا وبال اس کے چلنے والے ہی پر پڑتا ہے۔ یہ اگلے لوگوں کی روش کے سوا اور کسی چیز کے منتظر نہیں۔ سو تم اللہ کی عادت میں ہرگز تبدل نہ پاؤ گے۔ اور اللہ کے طریقے میں کبھی تغیر نہ دیکھو گے۔

۸۴۹ ۴۰ المؤمن ۸۵ فَلَمْ یَكُ یَنْفَعُهُمْ اِیْمَانُهُمْ لَمَّا رَاَوْا بَاْسَنَا ؕ سُنَّتَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ فِیْ عِبَادِهٖ ۚ وَخَسِرَ هُنَالِكَ الْكٰفِرُوْنَ ۝

۸۴۹۔ لیکن جب وہ ہمارا عذاب دیکھ چکے (اُس وقت) ان کے ایمان نے اُن کو کچھ بھی فائدہ نہ دیا۔ (یہ) اللہ کی عادت (ہے) جو اُس کے بندوں (کے بارے) میں چلی آتی ہے۔ اور وہاں کافر گھاٹے میں پڑ گئے۔

۸۵۰ ۴۲ الشوریٰ ۱۴ وَلَوْلَا كَلِمَةٌ سَبَقَتْ مِنْ رَّبِّكَ اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى لَّقُضِیَ بَیْنَهُمْ ۝

۸۵۰۔ اور اگر تمہارے پروردگار کی طرف سے ایک وقت مقرر تک کے لئے بات نہ ٹھہر چکی ہوتی تو اُن میں فیصلہ کر دیا جاتا۔

۸۵۱ ۴۲ الشوریٰ ۲۱ وَلَوْلَا كَلِمَةُ الْفَصْلِ لَقُضِیَ بَیْنَهُمْ ؕ

۸۵۱۔ اور اگر فیصلے (کے دن) کا وعدہ نہ ہوتا تو اُن میں فیصلہ کر دیا جاتا۔

۴۸ ۸۵۲ الفتح ۲۳ سُنَّةَ اللّٰهِ الَّتِیْ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلُ ۚ وَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّةِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ۝

۸۵۲۔ (یہی) اللہ کی عادت ہے۔ جو پہلے سے چلی آتی ہے اور تم اللہ کی عادت کبھی بدلتی نہ دیکھو گے۔

رزق الٰہی: عطاء و تقدیر

۱۱ ۸۵۳ ھود ۶ وَمَا مِنْ دَآبَّةٍ فِی الْاَرْضِ اِلَّا عَلَی اللّٰهِ رِزْقُهَا .

۸۵۳۔ اور زمین پر کوئی چلنے پھرنے والا نہیں مگر اُس کا رزق اللہ کے ذمے ہے۔

۱۳ ۸۵۴ الرعد ۹ وَكُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ .

۸۵۴۔ اور ہر چیز کا اُس کے ہاں ایک اندازہ مقرر ہے۔

۸۵۵ الرعد ۲۷ اَللّٰهُ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ

۸۵۵۔ اللہ جس کا چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے اور (جس کا چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔

۱۵ ۸۵۶ الحجر ۲۱ وَاِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآئِنُهٗ ز وَمَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝

۸۵۶۔ اور ہمارے ہاں ہر چیز کے خزانے ہیں۔ اور ہم اُن کو بمقدارِ مناسب اتارتے رہتے ہیں۔

۱۷ ۸۵۷ الاسرا ۳۰ اِنَّ رَبَّكَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِعِبَادِهٖ خَبِیْرًۢا بَصِیْرًا ۝

۳۱ وَلَا تَقْتُلُوْۤا اَوْلَادَكُمْ خَشْیَةَ اِمْلَاقٍ ؕ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِیَّاكُمْ ؕ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِیْرًا ۝

۸۵۷۔ بے شک تمہارا پروردگار جس کی روزی چاہتا ہے فراخ کر دیتا ہے اور (جس کی روزی چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔ بیشک وہ اپنے بندوں سے خبردار ہے اور (اُن کو) دیکھ رہا ہے۔ اور اپنی اولاد کو مفلسی کے خوف سے قتل نہ کرنا۔ (کیونکہ) اُن کو اور تم کو ہم ہی رزق دیتے ہیں۔ کچھ شک نہیں کہ اُن کا مار ڈالنا بڑا سخت گناہ ہے۔

۲۰ ۸۵۸ طٰهٰ ۱۳۲ لَا نَسْـَٔلُكَ رِزْقًا ؕ نَحْنُ نَرْزُقُكَ ؕ وَالْعَاقِبَةُ لِلتَّقْوٰی ۝

۸۵۸۔ ہم تم سے روزی کے خواستگار نہیں۔ بلکہ تمہیں ہم روزی دیتے ہیں اور (نیک) انجام (اہل) تقویٰ کا ہے۔

۲۳ ۸۵۹ المؤمنون ۱۸ وَاَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ ۙ

۸۵۹۔ اور ہم ہی نے آسمان سے ایک اندازے کے ساتھ پانی نازل کیا پھر اُس کو زمین میں ٹھہرا دیا۔

۲۳ ۸۶۰ المؤمنون ۷۲ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ خَرْجًا فَخَرَاجُ رَبِّكَ خَیْرٌ ۖ وَّهُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ ۝

۸۶۰۔ کیا تم اُن سے (تبلیغ کے صلے میں) کچھ مال مانگتے ہو تو تمہارے پروردگار کا مال بہت اچھا ہے۔ اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

٨٦١ ٢٤ النور ٣٨ وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

۸۶۱۔ اور جس کو چاہتا ہے اللہ بے شمار رزق دیتا ہے۔

٨٦٢ ٢٥ الفرقان ٢ وَخَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا ○

۸۶۲۔ اور جس نے ہر چیز کو پیدا کیا پھر اُس کا ایک اندازہ ٹھیرایا۔

٨٦٣ ٢٨ القصص ٨٢ وَيْكَاَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ ○

۸۶۳۔ ہائے شامت، اللہ ہی تو اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے رزق فراخ کر دیتا ہے۔ اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔

٨٦٤ ٢٩ العنكبوت ١٧ فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ .

۸۶۴۔ پس اللہ ہی کے ہاں سے رزق طلب کرو۔

٨٦٥ ٢٩ العنكبوت ٦٠ وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○

۸۶۵۔ اور بہت سے جانور ہیں جو اپنا رزق اٹھائے نہیں پھرتے۔ اللہ ہی اُن کو رزق دیتا ہے اور تم کو بھی۔ اور وہ سننے والا اور جاننے والا ہے۔

٨٦٦ ٢٩ العنكبوت ٦٢ اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۖ

۸۶۶۔ اللہ ہی اپنے بندوں میں سے جس کے لئے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور جس کے لیے چاہتا ہے تنگ کر دیتا ہے۔

٨٦٧ ٣٠ الروم ٣٧ اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيَقْدِرُ ۖ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○

۸۶۷۔ کیا انہوں نے نہیں دیکھا کہ اللہ ہی جس کے لئے چاہتا ہے رزق فراخ کرتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کرتا ہے۔ بے شک اس میں ایمان لانے والوں کے لئے نشانیاں ہیں۔

٨٦٨ ٣٣ الاحزاب ٣٨ وَكَانَ اَمْرُ اللّٰهِ قَدَرًا مَّقْدُوْرًا ○

۸۶۸۔ اور اللہ کا حکم ٹھیر چکا ہے۔

٨٦٩ ٣٤ سبا ٢٤ قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۖ قُلِ اللّٰهُ ۙ

۸۶۹۔ پوچھو کہ تم کو آسمانوں اور زمین سے کون رزق دیتا ہے۔ کہو کہ اللہ۔

۸۷۰ ۳۴ سبا ۳۶ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَ یَقْدِرُ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَایَعْلَمُوْنَ O

۸۷۰۔ کہہ دو کہ میرا رب جس کے لئے چاہتا ہے۔ روزی فراخ کر دیتا ہے (اور جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۸۷۱ ۳۴ سبا ۳۹ قُلْ اِنَّ رَبِّیْ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِہٖ وَ یَقْدِرُ لَہٗ ؕ وَمَآ اَنْفَقْتُمْ مِّنْ شَیْءٍ فَھُوَ یُخْلِفُہٗ ۚ وَھُوَ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ O

۸۷۱۔ کہہ دو کہ میرا پروردگار اپنے بندوں میں سے جس کے لیے چاہتا ہے روزی فراخ کر دیتا ہے اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے اور تم جو چیز خرچ کرو گے۔ وہ اس کا (تمہیں) عوض دے گا۔ اور وہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

۸۷۲ ۳۵ فاطر ۳ یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اذْکُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰہِ عَلَیْکُمْ ؕ ھَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰہِ یَرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ؕ

۸۷۲۔ لوگو اللہ کے جو تم پر احسانات ہیں اُن کو یاد کرو۔ کیا اللہ کے سوا کوئی اور خالق (اور رازق) ہے جو تم کو آسمان اور زمین سے رزق دے۔

۸۷۳ ۳۶ یٰسٓ ۳۸ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّھَا ؕ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۳۸ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰہُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ کَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ

۸۷۳۔ اور سورج اپنے مقرر رستے پر چلتا رہتا ہے۔ یہ (اللہ) غالب اور دانا کا (مقرر کیا ہوا) اندازہ ہے۔ اور چاند کی بھی ہم نے منزلیں مقرر کر دیں۔ یہاں تک کہ (گھٹتے گھٹتے) کھجور کی پرانی شاخ کی طرح ہو جاتا ہے۔

۸۷۴ ۳۹ الزمر ۵۲ اَوَلَمْ یَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ یَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیَقْدِرُ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یُّؤْمِنُوْنَ O

۸۷۴۔ کیا اُن کو معلوم نہیں کہ اللہ ہی جس کے لئے چاہتا ہے رزق کو فراخ کر دیتا ہے۔ اور (جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔ جو لوگ ایمان لاتے ہیں اُن کے لیے اس میں (بہت سی) نشانیاں ہیں۔

۸۷۵ ۴۱ حٰمٓ السجدۃ ۱۰ وَبٰرَکَ فِیْھَا وَقَدَّرَ فِیْھَآ اَقْوَاتَھَا .

۸۷۵۔ اور زمین میں برکت رکھی اور اُس میں سب سامانِ معیشت مقرر کیا۔

۸۷۶ ۴۱ حٰمٓ السجدۃ ۱۲ ذٰلِکَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ .

۸۷۶۔ یہ زبردست (اور) خبردار کے (مقرر کیے ہوئے) اندازے ہیں۔

۸۷۷ ۴۲ الشوریٰ ۱۲ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَآءُ وَيَقْدِرُ ؕ

۸۷۷۔ وہ جس کے لئے چاہتا ہے۔ رزق فراخ کر دیتا ہے (اور جس کے لئے چاہتا ہے) تنگ کر دیتا ہے۔

۸۷۸ ۴۲ الشوریٰ ۱۹ اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ○

۸۷۸۔ اللہ اپنے بندوں پر مہربان ہے۔ وہ جس کو چاہتا ہے رزق دیتا ہے اور وہ زور والا (اور) زبردست ہے۔

۸۷۹ ۴۲ الشوریٰ ۲۷ وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ؕ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ ○

۸۷۹۔ اور اگر اللہ اپنے بندوں کے لئے رزق میں فراخی کر دیتا تو زمین میں فساد کرنے لگتے لیکن وہ جو چیز چاہتا ہے اندازے کے ساتھ نازل کرتا ہے۔ بے شک وہ اپنے بندوں کو جانتا اور دیکھتا ہے۔

۸۸۰ ۴۳ الزخرف ۱۱ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ

۸۸۰۔ اور جس نے ایک اندازے کے ساتھ آسمان سے پانی نازل کیا۔

۸۸۱ ۵۱ الذّٰریٰت ۲۲ وَفِي السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَمَا تُوْعَدُوْنَ ○ ۲۳ فَوَرَبِّ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ اِنَّهٗ لَحَقٌّ مِّثْلَ مَآ اَنَّكُمْ تَنْطِقُوْنَ ○

۸۸۱۔ اور تمہارا رزق اور جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے آسمان میں ہے۔ تو آسمانوں اور زمین کے مالک کی قسم ! یہ (اسی طرح) قابلِ یقین ہے جس طرح تم بات کرتے ہو۔

۸۸۲ ۵۱ الذّٰریٰت ۵۸ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ○

۸۸۲۔ اللہ ہی تو رزق دینے والا زور آور اور مضبوط ہے۔

۸۸۳ ۵۴ القمر ۱۲ وَّفَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُيُوْنًا فَالْتَقَى الْمَآءُ عَلٰٓى اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ ○

۸۸۳۔ اور زمین میں چشمے جاری کر دیے تو پانی ایک کام کے لئے جو مقدر ہو چکا تھا جمع ہو گیا۔

۸۸۴ ۵۴ القمر ۴۹ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ○

۸۸۴۔ ہم نے ہر چیز اندازۂ مقرر کے ساتھ پیدا کی ہے۔

۸۸۵ ۵۶ الواقعة ۶۰ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ○

۸۸۵۔ ہم نے تم میں مرنا ٹھہرا دیا ہے۔ اور ہم اس بات سے عاجز نہیں۔

۸۸۶ ۶۲ الجمعة ۱۱ وَاللّٰهُ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ ○

۸۸۶۔ اور اللہ سب سے بہتر رزق دینے والا ہے۔

۸۸۷ ۶۵ الطلاق ۳ وَّيَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ ؕ وَمَنْ يَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ

اللّٰہَ بَالِغُ اَمْرِہٖ ۭ قَدْ جَعَلَ اللّٰہُ لِکُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ۝

۸۸۷۔ اور اُس کو ایسی جگہ سے رزق دے گا جہاں سے (وہم و) گمان بھی نہ ہو۔ اور جو اللہ پر بھروسا رکھے گا۔ تو وہ اس کو کفایت کرے گا۔ اللہ اپنے کام کو (جو وہ کرنا چاہتا ہے) پورا کر دیتا ہے۔ اللہ نے ہر چیز کا اندازہ مقرر کر رکھا ہے۔

۸۸۸ ۶۷ الملك ۲۱ اَمَّنْ ھٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُکُمْ اِنْ اَمْسَکَ رِزْقَہٗ ۚ

۸۸۸۔ بھلا اگر وہ اپنا رزق بند کر لے تو کون ہے جو تم کو رزق دے؟

۸۸۹ ۷۳ المزمل ۲۰ وَاللّٰہُ یُقَدِّرُ الَّیْلَ وَالنَّھَارَ ۭ

۸۸۹۔ اور اللہ تو رات اور دن کا اندازہ رکھتا ہے۔

۸۹۰ ۷۷ المرسلٰت ۲۲ اِلٰی قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ ۲۳ فَقَدَرْنَا ڰ فَنِعْمَ الْقٰدِرُوْنَ ۝

۸۹۰۔ ایک معیّن وقت تک پھر اندازہ مقرر کیا اور ہم کیا ہی خوب اندازہ مقرر کرنے والے ہیں۔

۸۹۱ ۸۰ عبس ۱۹ مِنْ نُّطْفَۃٍ ۭ خَلَقَہٗ فَقَدَّرَہٗ ۝

۸۹۱۔ نطفے سے بنایا۔ پھر اُس کا اندازہ مقرر کیا۔

۸۹۲ ۸۷ الاعلیٰ ۳ وَالَّذِیْ قَدَّرَ فَھَدٰی ۝

۸۹۲۔ اور جس نے (اُس کا) اندازہ ٹھیرایا (پھر اُس کو) رستہ بتایا۔

ذاتِ الٰہی سے عجز کی نفی

۸۹۳ ۲ البقرة ۲۵۵ وَسِعَ کُرْسِیُّہُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَئُوْدُہٗ حِفْظُھُمَا ۚ وَھُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ۝

۸۹۳۔ اُس کی بادشاہی (اور علم) آسمان اور زمین سب پر حاوی ہے۔ اور اُسے ان کی حفاظت کچھ بھی دشوار نہیں اور وہ بڑا عالی رتبہ اور جلیل القدر ہے۔

۸۹۴ ۶ الانعام ۱۳۴ اِنَّ مَا تُوْعَدُوْنَ لَاٰتٍ ۙ وَّمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِیْنَ ۝

۸۹۴۔ کچھ شک نہیں کہ جو وعدہ تم سے کیا جاتا ہے وہ (وقوع میں) آنیوالا ہے۔ اور تم (اللہ کو) مغلوب نہیں کر سکتے۔

۸۹۵ ۸ الانفال ۵۹ وَلَا یَحْسَبَنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا سَبَقُوْا ۭ اِنَّھُمْ لَا یُعْجِزُوْنَ ۝

۸۹۵۔ اور کافر یہ نہ خیال کریں کہ وہ بھاگ نکلے ہیں۔ وہ (اپنی چالوں سے ہم کو) ہرگز عاجز نہیں کر سکتے۔

۹ ۸۹۶ التوبہ ۲ وَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ

۸۹۶۔ اور جان رکھو کہ تم اللہ کو عاجز نہ کر سکو گے۔

۹ ۸۹۷ التوبہ ۳ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّكُمْ غَيْرُ مُعْجِزِی اللّٰهِ ؕ

۸۹۷۔ تو جان رکھو کہ تم اللہ کو ہرا نہیں سکو گے۔

۱۰ ۸۹۸ یونس ۵۳ وَيَسْتَنْۢبِـُٔوْنَكَ اَحَقٌّ هُوَ ؕ قُلْ اِىْ وَرَبِّىْٓ اِنَّهٗ لَحَقٌّ ؔ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝

۸۹۸۔ اور تم سے دریافت کرتے ہیں کہ آیا یہ سچ ہے۔ کہہ دو ہاں اللہ کی قسم سچ ہے۔ اور تم (بھاگ کر اللہ کو) عاجز نہیں کر سکو گے۔

۱۱ ۸۹۹ ہود ۲۰ اُولٰٓئِكَ لَمْ يَكُوْنُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ

۸۹۹۔ یہ لوگ زمین میں (کہیں بھاگ کر اللہ کو) ہرا نہیں سکتے۔

۱۶ ۹۰۰ النحل ۴۶ اَوْ يَاْخُذَهُمْ فِىْ تَقَلُّبِهِمْ فَمَا هُمْ بِمُعْجِزِيْنَ ۝

۹۰۰۔ یا اُن کو چلتے پھرتے پکڑے وہ (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔

۲۴ ۹۰۱ النور ۵۷ لَا تَحْسَبَنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ ؔ

۹۰۱۔ اور ایسا خیال نہ کرنا کہ تم پر کافر لوگ غالب آجائیں گے زمین میں (وہ جا ہی کہاں سکتے ہیں)۔

۲۹ ۹۰۲ العنکبوت ۴ اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ يَعْمَلُوْنَ السَّيِّاٰتِ اَنْ يَّسْبِقُوْنَا ؕ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝

۹۰۲۔ کیا وہ لوگ جو بُرے کام کرتے ہیں یہ سمجھے ہوئے ہیں کہ ہمارے قابو سے نکل جائیں گے جو خیال یہ کرتے ہیں بُرا ہے۔

۲۹ ۹۰۳ العنکبوت ۲۲ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ وَلَا فِى السَّمَآءِ

۹۰۳۔ اور تم (اُس کو) نہ زمین میں عاجز کر سکتے ہو نہ آسمان میں۔

۳۵ ۹۰۴ فاطر ۴۴ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِيُعْجِزَهٗ مِنْ شَىْءٍ فِى السَّمٰوٰتِ وَلَا فِى الْاَرْضِ ؕ

۹۰۴۔ اور اللہ ایسا نہیں کہ آسمانوں اور زمین میں کوئی چیز اُس کو عاجز کر سکے۔

۴۲ ۹۰۵ الشوریٰ ۳۱ وَمَآ اَنْتُمْ بِمُعْجِزِيْنَ فِى الْاَرْضِ

۹۰۵۔ اور تم زمین میں (اللہ کو) عاجز نہیں کر سکتے۔

۵۶ ۹۰۶ الواقعۃ ۶۰ نَحْنُ قَدَّرْنَا بَيْنَكُمُ الْمَوْتَ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝ ۶۱ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ اَمْثَالَكُمْ وَنُنْشِئَكُمْ فِىْ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝

۹۰۶۔ ہم نے تم میں مرنا ٹھیرادیا ہے۔ اور ہم اس بات سے عاجز نہیں کہ تمہاری طرح کے اور لوگ تمہاری جگہ لے آئیں اور ہم کو ایسے جہان میں جس کو تم نہیں جانتے پیدا کر دیں۔

۷۰ ۹۰۷ المعارج ۴۰ فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَ الْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۝ ۴۱ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝

۹۰۷۔ ہمیں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی قسم کہ ہم طاقت رکھتے ہیں۔ (یعنی) اس بات پر (قادر ہیں) کہ اُن سے بہتر لوگ بدل لائیں۔ اور ہم عاجز نہیں ہیں۔

۷۲ ۹۰۸ الجن ۱۲ وَّاَنَّا ظَنَنَّآ اَنْ لَّنْ نُّعْجِزَ اللّٰهَ فِى الْاَرْضِ وَلَنْ نُّعْجِزَهٗ هَرَبًا ۝

۹۰۸۔ اور یہ کہ ہم نے یقین کر لیا ہے کہ ہم زمین میں (خواہ کہیں ہوں) اللہ کو ہرا نہیں سکتے اور نہ بھاگ کر اُس کو تھکا سکتے ہیں۔

رحمتِ الٰہی کی وسعت اور مایوسی کی ممانعت

۶ ۹۰۹ الانعام ۱۴۷ فَاِنْ كَذَّبُوْكَ فَقُلْ رَّبُّكُمْ ذُوْ رَحْمَةٍ وَّاسِعَةٍ ۚ

۹۰۹۔ اور اگر یہ لوگ تمہاری تکذیب کریں تو کہہ دو تمہارا پروردگار صاحب رحمت وسیع ہے۔

۷ ۹۱۰ الاعراف ۱۵۶ وَرَحْمَتِىْ وَسِعَتْ كُلَّ شَىْءٍ ۚ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِيْنَ يَتَّقُوْنَ وَيُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِيْنَ هُمْ بِاٰيٰتِنَا يُؤْمِنُوْنَ ۝

۹۱۰۔ اور جو میری رحمت ہے۔ وہ ہر چیز کو شامل ہے۔ میں اُس کو اُن لوگوں کے لئے لکھ دوں گا جو پرہیز گاری کرتے اور زکوٰۃ دیتے اور ہماری آیتوں پر ایمان رکھتے ہیں۔

۱۵ ۹۱۱ الحجر ۵۶ قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ۝

۹۱۱۔ (ابراہیمؑ نے) کہا کہ اللہ کی رحمت سے (میں مایوس کیوں ہونے لگا اس سے) مایوس ہونا گمراہوں کا کام ہے۔

۳۹ ۹۱۲ الزمر ۵۳ قُلْ يٰعِبَادِىَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ۚ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝

۹۱۲۔ (اے پیغمبرؐ میری طرف سے لوگوں سے) کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنھوں نے اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے۔ اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہونا۔ اللہ تو سب گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ (اور) وہ تو بخشنے والا مہربان ہے۔

۴۰ ۹۱۳ المؤمن ۷ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا ۔

۹۱۳۔ اور مومنوں کے لئے بخشش مانگتے رہتے ہیں کہ اے ہمارے پروردگار تیری رحمت اور تیرا علم ہر چیز پر احاطہ کئے ہوئے ہے۔

تخلیق ارض و سماء

۷ ۹۱۴ الاعراف ۵۴ اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۔

۹۱۴۔ کچھ شک نہیں کہ تمہارا پروردگار اللہ ہی ہے۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔

۱۱ ۹۱۵ هود ۷ وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ○

۹۱۵۔ اور وہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں بنایا۔

۱۵ ۹۱۶ الحجر ۸۵ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ○

۹۱۶۔ اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو (مخلوقات) اُن دونوں کے درمیان میں ہے اُس کو تدبیر کے ساتھ پیدا کیا ہے۔

۲۱ ۹۱۷ الانبيآء ۱۶ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ ○ ۱۷ لَوْ اَرَدْنَا اَنْ نَّتَّخِذَ لَهْوًا لَّاتَّخَذْنٰهُ مِنْ لَّدُنَّآ اِنْ كُنَّا فٰعِلِيْنَ ○

۹۱۷۔ اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو (مخلوقات) ان دونوں کے درمیان ہے اس کو لہو و لعب کے لئے پیدا نہیں کیا۔ اگر ہم چاہتے کہ کھیل (کی چیزیں یعنی زن و فرزند) بنائیں تو اگر ہم کو کرنا ہی ہوتا تو ہم اپنے پاس سے بنا لیتے۔

۲۵ ۹۱۸ الفرقان ۵۹ اَلَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ○

۹۱۸۔ جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اِن دونوں کے درمیان ہے چھ دن میں پیدا کیا۔

۲۹ ۹۱۹ العنكبوت ۴۴ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ ○

۹۱۹۔ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت کے ساتھ پیدا کیا ہے۔ کچھ شک نہیں کہ ایمان والوں کے لئے اس میں نشانی ہے۔

۳۰ ۹۲۰ الروم ۸ اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ

۹۲۰۔ کیا انہوں نے اپنے دل میں غور نہیں کیا۔ کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُن دونوں کے درمیان

ہے اُن کو حکمت سے اور ایک وقتِ مقرر تک کے لیے پیدا کیا ہے۔

۹۲۱ ۳۲ حٰمٓ السجدۃ ٤ اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ○

۹۲۱۔ اللہ ہی تو ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو اور جو چیزیں اِن دونوں میں ہیں سب کو چھ دن میں پیدا کیا۔

۹۲۲ ص ۲۷ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا بَاطِلًا ○

۹۲۲۔ اور ہم نے آسمان اور زمین کو اور جو کائنات اُن میں ہے اُس کو خالی از مصلحت نہیں پیدا کیا۔

۹۲۳ ٤٤ الدخان ۳۸ وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا لٰعِبِیْنَ ○ ۳۹ وَمَا خَلَقْنٰهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ ○

۹۲۳۔ اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اُن میں ہے اُن کو کھیلتے ہوئے نہیں بنایا۔ اِن کو ہم نے تدبیر سے پیدا کیا ہے۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۹۲٤ ٤٥ الجاثیة ۲۲ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ○

۹۲۴۔ اور اللہ نے آسمانوں اور زمین کو حکمت سے پیدا کیا ہے۔

۹۲٥ ٤٦ الاحقاف ۳ مَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَاَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ

۹۲۵۔ ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ اِن دونوں میں ہے مبنی بر حکمت اور ایک وقت مقرر تک کے لئے پیدا کیا ہے۔

۹۲٦ ٥٠ قٓ ۳۸ وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ○

۹۲۶۔ اور ہم نے آسمانوں اور زمین کو اور جو (مخلوقات) اُن میں ہے سب کو چھ دن میں بنا دیا۔ اور ہم کو ذرا بھی تکان نہیں ہوئی۔

۹۲۷ ٥۷ الحدید ٤ هُوَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ .

۹۲۷۔ وہی ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو چھ دن میں پیدا کیا۔

ربوبیتِ الٰہی پر اولادِ آدم کی شہادت

۹۲۸ ۷ الاعراف ۱۷۲ وَاِذْ اَخَذَ رَبُّكَ مِنْۢ بَنِیْٓ اٰدَمَ مِنْ ظُهُوْرِهِمْ ذُرِّیَّتَهُمْ وَاَشْهَدَهُمْ عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ ۚ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ؕ قَالُوْا بَلٰى ۚ شَهِدْنَا ۚ اَنْ تَقُوْلُوْا یَوْمَ الْقِیٰمَةِ اِنَّا

كُنَّا عَنْ هٰذَا غٰفِلِيْنَ ۝ ١٧٣ اَوْ تَقُوْلُوْٓا اِنَّمَآ اَشْرَكَ اٰبَآؤُنَا مِنْ قَبْلُ وَكُنَّا ذُرِّيَّةً مِّنْۢ بَعْدِهِمْ ۚ اَفَتُهْلِكُنَا بِمَا فَعَلَ الْمُبْطِلُوْنَ ۝

۹۲۸۔ اور جب تمہارے پروردگار نے بنی آدم سے یعنی اُن کی پیٹھوں سے اُن کی اولاد نکالی تو اُن سے خود اُن کے مقابلے میں اقرار کرالیا (یعنی اُن سے پوچھا کہ) کیامیں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ وہ کہنے لگے کیوں نہیں۔ ہم گواہ ہیں (کہ تو ہمارا پروردگار ہے) (یہ اقرار اس لئے کرایا تھا) کہ قیامت کے دن (کہیں یوں نہ) کہنے لگو کہ ہم کو تو اس کی خبر ہی نہ تھی یا یہ (نہ) کہو کہ شرک تو پہلے ہمارے بڑوں نے کیا تھا۔ اور ہم تو اُن کی اولاد تھے (جو) اُن کے بعد (پیدا ہوئے) تو کیا جو کام اہلِ باطل کرتے رہے اس کے بدلے تو ہمیں ہلاک کرتا ہے۔

اسماء حسنٰی سے پکارنے کا وجوب اور الحاد سے ممانعت

۷ ۹۲۹ الاعراف ۱۸۰ وَلِلّٰهِ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى فَادْعُوْهُ بِهَا ۪ وَذَرُوا الَّذِيْنَ يُلْحِدُوْنَ فِيْٓ اَسْمَآئِهٖ ۭ سَيُجْزَوْنَ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

۹۲۹۔ اور اللہ کے سب نام اچھے ہی اچھے ہیں تو اُس کو اس کے ناموں سے پکارا کرو۔ اور جو لوگ اُس کے ناموں میں کجی (اختیار) کرتے ہیں اُن کو چھوڑ دو۔ وہ جو کچھ کر رہے ہیں عنقریب اس کی سزا پائیں گے۔

۱۲ ۹۳۰ الاسراء ۱۱۰ قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ۭ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ

۹۳۰۔ کہہ دو کہ تم (اللہ کو) اللہ (کے نام سے) پکارو یا رحمٰن (کے نام سے) جس نام سے پکارو اُس کے سب نام اچھے ہیں۔

۲۰ ۹۳۱ طٰهٰ ۸ اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝

۹۳۱۔ (وہ معبود برحق ہے کہ) اُس کے سوا کوئی معبود نہیں ہے اُس کے (سب) نام اچھے ہیں۔

۵۹ ۹۳۲ الحشر ۲۴ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝

۹۳۲۔ وہی اللہ (تمام مخلوقات کا) خالق، ایجاد و اختراع کرنے والا، صورتیں بنانے والا اس کے سب اچھے سے اچھے نام ہیں۔

تقدیر انسانی کی تبدیلی کا انحصار عمل پر

۸ ۹۳۳ الانفال ۵۳ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا

بِاَنْفُسِهِمْ ۙ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ○

۹۳۳۔ یہ اس لئے کہ جو نعمت اللہ کسی قوم کو دیا کرتا ہے جب تک وہ خود اپنے دلوں کی حالت نہ بدل ڈالیں اللہ اسے نہیں بدلا کرتا اور اس لئے کہ اللہ سنتا جانتا ہے۔

۱۳ ۹۳۴ الرعد ۱۱ اِنَّ اللّٰهَ لَا يُغَيِّرُ مَا بِقَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ ؕ

۹۳۴۔ اللہ اُس (نعمت) کو جو کسی قوم کو (حاصل) ہے نہیں بدلتا جب تک کہ وہ اپنی حالت کو نہ بدلے۔

۱۶ ۹۳۵ النحل ۱۱۲ وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا قَرْيَةً كَانَتْ اٰمِنَةً مُّطْمَئِنَّةً يَّاْتِيْهَا رِزْقُهَا رَغَدًا مِّنْ كُلِّ مَكَانٍ فَكَفَرَتْ بِاَنْعُمِ اللّٰهِ فَاَذَاقَهَا اللّٰهُ لِبَاسَ الْجُوْعِ وَالْخَوْفِ بِمَا كَانُوْا يَصْنَعُوْنَ ○

۹۳۵۔ اور اللہ ایک بستی کی مثال بیان فرماتا ہے۔ کہ (ہر طرح) امن چین سے بستی تھی ہر طرف سے رزق بافراغت چلا آتا تھا۔ مگر اُن لوگوں نے اللہ کی نعمتوں کی ناشکری کی تو اللہ نے اُن کے اعمال کے سبب اُن کو بھوک اور خوف کا لباس پہنا کر (ناشکری کا) مزہ چکھا دیا۔

حلم الٰہی اور مواخذۂ الٰہی

۱۰ ۹۳۶ یونس ۱۱ وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِيَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ؕ فَنَذَرُ الَّذِيْنَ لَا يَرْجُوْنَ لِقَآءَنَا فِيْ طُغْيَانِهِمْ يَعْمَهُوْنَ ○

۹۳۶۔ اور اگر اللہ لوگوں کی برائی میں جلدی کرتا جس طرح وہ طلبِ خیر میں جلدی کرتے ہیں تو اُن کی (عمر کی) میعاد پوری ہو چکی ہوتی سو جن لوگوں کو ہم سے ملنے کی توقع نہیں اُنہیں ہم چھوڑے رکھتے ہیں کہ اپنی سرکشی میں بہکتے رہیں۔

۱۶ ۹۳۷ النحل ۶۱ وَلَوْ يُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِظُلْمِهِمْ مَّا تَرَكَ عَلَيْهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى ۚ

۹۳۷۔ اور اگر اللہ لوگوں کو اُن کے ظلم کے سبب پکڑنے لگے تو ایک جاندار کو زمین پر نہ چھوڑے لیکن اُن کو ایک وقت مقرر تک مہلت دیئے جاتا ہے۔

۱۸ ۹۳۸ الکہف ۵۸ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُو الرَّحْمَةِ ؕ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ○

۹۳۸۔ اور تمہارا پروردگار بخشنے والا صاحبِ رحمت ہے۔ اور اگر وہ اُن کے کرتوتوں پر اُن کو پکڑنے لگے تو اُن پر جھٹ عذاب بھیج دے۔ مگر اُن کے لیے ایک وقت (مقرر کر رکھا) ہے۔ کہ اُس کے عذاب سے کوئی پناہ کی جگہ نہ پائیں گے۔

۳۵ ۹۳۹ فاطر ۴۵ وَلَوْيُؤَاخِذُ اللّٰهُ النَّاسَ بِمَا كَسَبُوْا مَاتَرَكَ عَلٰى ظَهْرِهَا مِنْ دَآبَّةٍ وَّلٰكِنْ يُّؤَخِّرُهُمْ اِلٰى اَجَلٍ مُّسَمًّى

۹۳۹۔ اور اگر اللہ لوگوں کو اُن کے اعمال کے سبب پکڑنے لگتا۔ تو روئے زمین پر ایک چلنے پھرنے والے کو نہ چھوڑتا۔ لیکن وہ اُن کو ایک وقتِ مقرر تک مہلت دیئے جاتا ہے۔

۴۳ ۹۴۰ الزخرف ۵ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا اَنْ كُنْتُمْ قَوْمًا مُّسْرِفِيْنَ ○

۹۴۰۔ بھلا اس لئے کہ تم حد سے نکلے ہوئے لوگ ہو۔ ہم تم کو نصیحت کرنے سے باز رہیں گے۔

۸۹ ۹۴۱ الفجر ۱۴ اِنَّ رَبَّكَ لَبِالْمِرْصَادِ ○

۹۴۱۔ بے شک تمہارا پروردگار تاک میں ہے۔

عزت و بزرگی اللہ و رسول اور مسلم کا حق ہے

۱۰ ۹۴۲ یونس ۶۵ وَلَا يَحْزُنْكَ قَوْلُهُمْ اِنَّ الْعِزَّةَ لِلّٰهِ جَمِيْعًا ؕ هُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ ○

۹۴۲۔ اور (اے پیغمبرؐ) اِن لوگوں کی باتوں سے آزردہ نہ ہونا (کیونکہ) عِزت سب اللہ ہی کی ہے۔ وہ (سب کچھ) سنتا (اور) جانتا ہے۔

۱۷ ۹۴۳ الاسراء ۸۱ وَقُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ○

۹۴۳۔ اور کہہ دو کہ حق آگیا اور باطل نابود ہو گیا۔ بے شک باطل نابود ہونے والا ہے۔

۲۱ ۹۴۴ الانبیآء ۱۸ بَلْ نَقْذِفُ بِالْحَقِّ عَلَى الْبَاطِلِ فَيَدْمَغُهٗ فَاِذَا هُوَ زَاهِقٌ ؕ

۹۴۴۔ (نہیں) بلکہ ہم سچ کو جھوٹ پر کھینچ مارتے ہیں تو وہ اُس کا سر توڑ دیتا ہے۔ اور جھوٹ اسی وقت نابود ہو جاتا ہے۔

۳۴ ۹۴۵ سباء ۴۸ قُلْ اِنَّ رَبِّيْ يَقْذِفُ بِالْحَقِّ ۚ عَلَّامُ الْغُيُوْبِ ○

۹۴۵۔ کہہ دو کہ میرا پروردگار اوپر سے حق اتارتا ہے۔ (اور وہ) غیب کی باتوں کا جاننے والا ہے۔

۳۵ ۹۴۶ فاطر ۱۰ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ

وَالْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَالَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ مَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ○

۹۴۶۔ جو شخص عزت کا طلبگار ہے تو عزت تو سب اللہ ہی کی ہے۔ اسی کی طرف پاکیزہ کلمات چڑھتے ہیں اور نیک عمل اُس کو بلند کرتے ہیں۔ اور جو لوگ بُرے بُرے مکر کرتے ہیں اُن کے لئے سخت عذاب ہے۔ اور اُن کا مکر نابود ہو جائے گا۔

۴۲ ۹۴۷ الشورٰی ۲۴ وَيَمْحُ اللّٰهُ الْبَاطِلَ وَيُحِقُّ الْحَقَّ بِكَلِمٰتِهٖ ؕ

۹۴۷۔ اور اللہ جھوٹ کو نابود کرتا اور اپنی باتوں سے حق کو ثابت کرتا ہے۔

۵۸ ۹۴۸ المجادلة ۲۱ كَتَبَ اللّٰهُ لَاَغْلِبَنَّ اَنَا وَرُسُلِيْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ○

۹۴۸۔ اللہ کا حکم ناطق ہے کہ میں اور میرے پیغمبرؑ ضرور غالب رہیں گے۔ بے شک اللہ زور آور (اور) زبردست ہے۔

۶۱ ۹۴۹ الممتحنه ۸ يُرِيْدُوْنَ لِيُطْفِـُٔوْا نُوْرَ اللّٰهِ بِاَفْوَاهِهِمْ وَاللّٰهُ مُتِمُّ نُوْرِهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ ۹ هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَ دِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ وَلَوْ كَرِهَ الْمُشْرِكُوْنَ ○

۹۴۹۔ یہ چاہتے ہیں کہ اللہ (کے چراغ) کی روشنی کو منہ سے (پھونک مار کر) بجھا دیں حالانکہ اللہ اپنی روشنی کو پورا کر کے رہے گا خواہ کافر ناخوش ہی ہوں۔ وہی تو ہے جس نے اپنے پیغمبرؑ کو ہدایت اور دین حق دے کر بھیجا۔ تاکہ اُسے اور سب دینوں پر غالب کرے۔ خواہ مشرکوں کو بُرا ہی لگے۔

۶۳ ۹۵۰ المنٰفقون ۸ وَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَلِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَلٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ ○

۹۵۰۔ حالانکہ عزت اللہ کی ہے اور اُس کے رسولؐ کی اور مومنوں کی لیکن منافق نہیں جانتے۔

اللہ تعالیٰ کی غناء اور انسانوں کی فقیری

۱۴ ۹۵۱ ابرٰهيم ۸ وَقَالَ مُوْسٰٓى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○

۹۵۱۔ اور موسیٰؑ نے (صاف صاف) کہہ دیا کہ اگر تم اور جتنے اور لوگ زمین میں ہیں سب کے سب ناشکری کرو تو اللہ بھی بے نیاز (اور) قابلِ تعریف ہے۔

۱۶ ۹۵۲ النحل ۹۶ مَا عِنْدَكُمْ يَنْفَدُ وَمَا عِنْدَ اللّٰهِ بَاقٍ ۗ وَلَنَجْزِيَنَّ الَّذِيْنَ صَبَرُوْٓا اَجْرَهُمْ بِاَحْسَنِ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

۹۵۲۔ جو کچھ تمہارے پاس ہے وہ ختم ہو جاتا ہے اور جو اللہ کے پاس ہے وہ باقی ہے (کہ کبھی ختم نہیں ہو گا) اور جن لوگوں نے صبر کیا ہم اُن کو اُن کے اعمال کا نہایت اچھا بدلہ دیں گے۔

۲۹ ۹۵۳ العنکبوت ۶ وَمَنْ جَاهَدَ فَاِنَّمَا يُجَاهِدُ لِنَفْسِهٖ ۗ اِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ عَنِ الْعٰلَمِيْنَ ۝

۹۵۳۔ اور جو شخص محنت کرتا ہے تو اپنے ہی فائدے کے لئے محنت کرتا ہے۔ اور اللہ تو سارے جہان سے بے پرواہ ہے۔

۳۵ ۹۵۴ فاطر ۱۵ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَاللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ۝

۹۵۴۔ لوگو تم (سب) اللہ کے محتاج ہو۔ اور اللہ بے پرواہ سزاوار (حمد و ثنا) ہے۔

۳۹ ۹۵۵ الزمر ۷ اِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ عَنْكُمْ ۟ وَلَا يَرْضٰى لِعِبَادِهِ الْكُفْرَ ۚ

۹۵۵۔ اگر ناشکری کرو گے تو اللہ تم سے بے پرواہ ہے۔ اور وہ اپنے بندوں کے لئے ناشکری پسند نہیں کرتا۔

۵۱ ۹۵۶ الذٰریٰت ۵۶ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ ۝ ۵۷ مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ۝

۹۵۶۔ اور میں نے جنوں اور انسانوں کو اس لئے پیدا کیا ہے کہ میری عبادت کریں۔ میں اُن سے طالبِ رزق نہیں اور نہ یہ چاہتا ہوں کہ مجھے (کھانا) کھلائیں۔

۵۵ ۹۵۷ الرحمٰن ۲۹ يَسْـَٔلُهٗ مَنْ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۗ كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ ۝

۹۵۷۔ آسمان اور زمین میں جتنے لوگ ہیں سب اُس سے مانگتے ہیں۔ وہ ہر روز کام میں مصروف رہتا ہے۔

وعدۂ الٰہی کی صداقت

۱۴ ۹۵۸ ابرٰهیم ۴۷ فَلَا تَحْسَبَنَّ اللّٰهَ مُخْلِفَ وَعْدِهٖ رُسُلَهٗ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ ذُو انْتِقَامٍ ۝

۹۵۸۔ تو ایسا خیال نہ کرنا کہ اللہ نے جو اپنے پیغمبروں سے وعدہ کیا ہے اس کے خلاف کرے گا بے شک اللہ زبردست (اور) بدلہ لینے والا ہے۔

۱۸ ۹۵۹ الکهف ۲۱ لِيَعْلَمُوْٓا اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاَنَّ السَّاعَةَ لَا رَيْبَ فِيْهَا ۚ

۹۵۹۔ خبردار کر دیا تاکہ وہ جانیں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے اور یہ کہ قیامت (جس کا وعدہ کیا جاتا ہے) اس میں کچھ بھی شک نہیں۔

۱۹ ۹۶۰ مریم ۶۱ جَنّٰتِ عَدْنِ ن الَّتِیْ وَعَدَ الرَّحْمٰنُ عِبَادَهٗ بِالْغَیْبِ ؕ اِنَّهٗ كَانَ وَعْدُهٗ مَاْتِیًّا ۝

۹۶۰۔ (یعنی) بہشت جاودانی (میں) جس کا اللہ نے اپنے بندوں سے وعدہ کیا ہے (اور جو اُن کی آنکھوں سے) پوشیدہ (ہے) بے شک اُس کا وعدہ (نیکو کاروں کے سامنے) آنے والا ہے۔

۲۱ ۹۶۱ الانبیآ ۹ ثُمَّ صَدَقْنٰهُمُ الْوَعْدَ فَاَنْجَیْنٰهُمْ وَمَنْ نَّشَآءُ وَاَهْلَكْنَا الْمُسْرِفِیْنَ ۝

۹۶۱۔ پھر ہم نے اُن کے بارے میں (اپنا) وعدہ سچا کر دیا تو اُن کو اور جس کو چاہا نجات دی اور حد سے نکل جانے والوں کو ہلاک کر دیا۔

۲۲ ۹۶۲ الحج ۴۷ وَیَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ یُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ؕ وَاِنَّ یَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ۝

۹۶۲۔ اور (یہ لوگ) تم سے عذاب کے لئے جلدی کر رہے ہیں اور اللہ اپنا وعدہ ہرگز خلاف نہیں کرے گا۔ اور بے شک تمہارے پروردگار کے نزدیک ایک روز تمہارے حساب کے رُو سے ہزار برس کے برابر ہے۔

۲۸ ۹۶۳ القصص ۱۳ فَرَدَدْنٰهُ اِلٰۤى اُمِّهٖ كَیْ تَقَرَّ عَیْنُهَا وَلَا تَحْزَنَ وَلِتَعْلَمَ اَنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ

۹۶۳۔ تو ہم نے (اس طریق سے) اُن کو اُن کی ماں کے پاس واپس پہنچا دیا تاکہ اُن کی آنکھیں ٹھنڈی ہوں اور وہ غم نہ کھائیں۔ اور معلوم کریں کہ اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

۲۸ ۹۶۴ القصص ۶۱ اَفَمَنْ وَّعَدْنٰهُ وَعْدًا حَسَنًا فَهُوَ لَاقِیْهِ كَمَنْ مَّتَّعْنٰهُ مَتَاعَ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ثُمَّ هُوَ یَوْمَ الْقِیٰمَةِ مِنَ الْمُحْضَرِیْنَ ۝

۹۶۴۔ بھلا جس شخص سے ہم نے نیک وعدہ کیا۔ اور اُس نے اُسے حاصل کر لیا تو کیا وہ اس شخص کا سا ہے جس کو ہم نے دنیا کی زندگی کے فائدے سے بہرہ مند کیا پھر وہ قیامت کے روز ان لوگوں میں ہو جو (ہمارے روبرو) حاضر کیے جائیں گے۔

۳۰ ۹۶۵ الروم ۶ وَعْدَ اللّٰهِ ؕ لَا یُخْلِفُ اللّٰهُ وَعْدَهٗ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا یَعْلَمُوْنَ ۝

۹۶۵۔ (یہ) اللہ کا وعدہ (ہے) اللہ اپنے وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔ لیکن اکثر لوگ نہیں جانتے۔

۳۰ ۹۶۶ الروم ۶۰ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّلَا یَسْتَخِفَّنَّكَ الَّذِیْنَ لَا یُوْقِنُوْنَ ۝

۹۶۶۔ پس تم صبر کرو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور (دیکھو) جو لوگ یقین نہیں رکھتے وہ تمہیں اوچھا نہ بنا دیں۔

۳۱ ۹۶۷ لقمان ۳۳ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَیٰوةُ الدُّنْیَا ٙ وَلَا یَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ۝

۹۶۷۔ بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے پس دنیا کی زندگی تم کو دھوکے میں نہ ڈال دے۔ اور نہ فریب دینے والا (شیطان) تمہیں اللہ کے بارے میں کسی طرح کا فریب دے۔

۹۶۸ ۳۵ فاطر ۵ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَلَا تَغُرَّنَّكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا وَلَا يَغُرَّنَّكُمْ بِاللّٰهِ الْغَرُوْرُ ○

۹۶۸۔ اے لوگو اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ تو تم کو دنیا کی زندگی دھوکے میں نہ ڈال دے۔ اور نہ (شیطان) فریب دینے والا تمہیں فریب دے، اللہ کے بارے میں۔

۹۶۹ ۳۹ الزمر ۲۰ لٰكِنِ الَّذِيْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ لَهُمْ غُرَفٌ مِّنْ فَوْقِهَا غُرَفٌ مَّبْنِيَّةٌ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۵ وَعْدَ اللّٰهِ لَا يُخْلِفُ اللّٰهُ الْمِيْعَادَ ○

۹۶۹۔ لیکن جو لوگ اپنے پروردگار سے ڈرتے ہیں اُن کے لئے اونچے اونچے محل ہیں جن کے اوپر بالا خانے بنے ہوئے ہیں (اور) ان کے نیچے نہریں بہ رہی ہیں (یہ) اللہ کا وعدہ ہے۔ اللہ وعدے کے خلاف نہیں کرتا۔

۹۷۰ ۳۹ الزمر ۷۴ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ ○

۹۷۰۔ وہ کہیں گے کہ اللہ کا شکر ہے جس نے اپنے وعدے کو ہم سے سچا کر دیا۔

۹۷۱ ۴۰ المؤمن ۵۵ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ .

۹۷۱۔ تو صبر کرو بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے۔

۹۷۲ ۴۰ المؤمن ۷۷ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ فَاِمَّا نُرِيَنَّكَ بَعْضَ الَّذِيْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّيَنَّكَ فَاِلَيْنَا يُرْجَعُوْنَ ○

۹۷۲۔ تو (اے پیغمبرؐ) صبر کرو اللہ کا وعدہ سچا ہے۔ اگر ہم تم کو کچھ اس میں سے دکھا دیں جس کا ہم تم سے وعدہ کرتے ہیں (یعنی کافروں پر عذاب نازل کریں) یا تمہاری مدتِ حیات پوری کر دیں۔ تو ان کو ہماری طرف ہی لوٹ کر آنا ہے۔

۹۷۳ ۴۶ الاحقاف ۱۶ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ نَتَقَبَّلُ عَنْهُمْ اَحْسَنَ مَا عَمِلُوْا وَنَتَجَاوَزُ عَنْ سَيِّاٰتِهِمْ فِيْٓ اَصْحٰبِ الْجَنَّةِ وَعْدَ الصِّدْقِ الَّذِيْ كَانُوْا يُوْعَدُوْنَ ○

۹۷۳۔ یہی لوگ ہیں جن کے اعمالِ نیک ہم قبول کریں گے اور اُن کے گناہوں سے درگزر فرمائیں گے۔ اور (یہی) اہلِ جنت میں (ہوں گے) (یہ) سچا وعدہ (ہے) جو ان سے کیا جاتا ہے۔

۹۷۴ ۵۱ الذّٰرِيٰت ۵ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ○

۹۷۴۔ کہ جس چیز کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ سچا ہے۔

۹۷۵ ۷۳ المزمل ۱۸ السَّمَآءُ مُنْفَطِرٌۢ بِهٖ كَانَ وَعْدُهٗ مَفْعُوْلًا ○

۹۷۵۔ (اور) جس سے آسمان پھٹ جائے گا۔ یہ اس کا وعدہ (پورا) ہو کر رہے گا۔

۹۷۶ ۷۷ المرسلٰت ۷ اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَوَاقِعٌ .

۹۷۶۔ کہ جس بات کا تم سے وعدہ کیا جاتا ہے وہ ہو کر رہے گی۔

آسمان دنیا کی ستاروں سے آراستگی اور شیاطین سے حفاظت

۹۷۷ ۱۵ الحجر ۱۶ وَلَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ ۝ ۱۷ وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ ۝ ۱۸ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ ۝

۹۷۷۔ اور ہم ہی نے آسمان میں بُرج بنائے اور دیکھنے والوں کے لئے اس کو سجا دیا۔ اور ہر شیطان راندۂ درگاہ سے اُسے محفوظ کر دیا۔ ہاں اگر کوئی چوری سے سننا چاہے تو چمکتا ہوا انگارا اُس کے پیچھے لپکتا ہے۔

۹۷۸ ۲۶ الشعراء ۲۱۰ وَمَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ ۝ ۲۱۱ وَمَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَمَا يَسْتَطِيْعُوْنَ ۝ ۲۱۲ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ ۝

۹۷۸۔ اور اس (قرآن) کو شیطان لے کر نازل نہیں ہوئے۔ یہ کام نہ تو اُن کو سزاوار ہے۔ اور نہ وہ اس کی طاقت رکھتے ہیں۔ وہ (آسمانی باتوں کے) سننے (کے مقامات) سے الگ کر دیے گئے ہیں۔

۹۷۹ ۳۷ الصّٰفّٰت ۶ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ۨالْكَوَاكِبِ ۝ ۷ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ ۝ ۸ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ ۝ ۹ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ ۙ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ ۝

۹۷۹۔ بے شک ہم ہی نے آسمانِ دنیا کو ستاروں کی زینت سے مزین کیا۔ اور ہر شیطان سرکش سے اس کی حفاظت کی کہ اوپر کی مجلس کی طرف کان نہ لگا سکیں اور ہر طرف سے (اُن پر انگارے) پھینکے جاتے ہیں۔ (یعنی وہاں سے) نکال دینے کو اور اُن کے لئے دائمی عذاب ہے۔ ہاں جو کوئی (فرشتوں کی کسی بات کو) چوری سے جھپٹ لینا چاہتا ہے۔ تو جلتا ہوا انگارا ان کے پیچھے لگتا ہے۔

۹۸۰ ۶۷ الملك ۵ وَلَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَجَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَاَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۝

۹۸۰۔ اور ہم نے قریب کے آسمان کو (تاروں کے) چراغوں سے زینت دی اور اُن کو شیطان کے مارنے کا آلہ بنایا۔ اور اُن کے لیے دہکتی آگ کا عذاب تیار کر رکھا ہے۔

۹۸۱ ۷۲ الجن ۸ وَّاَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ فَوَجَدْنٰهَا مُلِئَتْ حَرَسًا شَدِيْدًا وَّ شُهُبًا ۝ ۹ وَّاَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ۭ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا ۝

۹۸۱۔ اور یہ کہ ہم نے آسمان کو ٹٹولا تو اُس کو مضبوط چوکیداروں اور انگاروں سے بھرا ہوا پایا۔ اور یہ کہ پہلے ہم وہاں بہت سے مقامات میں (خبریں) سننے کے لئے بیٹھا کرتے تھے۔ اب کوئی سننا چاہے تو اپنے لئے انگارا تیار پائے۔

امتوں کی ہلاکت کی سنت الٰہی

۱۷ ۹۸۲ الاسراء ۱۶ وَاِذَآ اَرَدْنَآ اَنْ نُّهْلِكَ قَرْيَةً اَمَرْنَا مُتْرَفِيْهَا فَفَسَقُوْا فِيْهَا فَحَقَّ عَلَيْهَا الْقَوْلُ فَدَمَّرْنٰهَا تَدْمِيْرًا ○

۹۸۲۔ اور جب ہمارا ارادہ کسی بستی کے ہلاک کرنے کا ہوا تو وہاں کے آسودہ لوگوں کو (خواہش پر) مامور کر دیا۔ تو وہ نافرمانیاں کرتے رہے۔ پھر اُس پر (عذاب کا) حکم ثابت ہو گیا اور ہم نے اُسے ہلاک کر ڈالا۔

۳۴ ۹۸۳ سبا ۳۴ وَمَآ اَرْسَلْنَا فِيْ قَرْيَةٍ مِّنْ نَّذِيْرٍ اِلَّا قَالَ مُتْرَفُوْهَآ ۙ اِنَّا بِمَآ اُرْسِلْتُمْ بِهٖ كٰفِرُوْنَ ○

۹۸۳۔ اور ہم نے کسی بستی میں کوئی ڈرانے والا نہیں بھیجا مگر وہاں کے خوشحال لوگوں نے کہا کہ جو چیز تم دے کر بھیجے گئے ہو ہم اس کے قائل نہیں۔

شرفِ آدمیت

۱۷ ۹۸۴ الاسراء ۷۰ وَلَقَدْ كَرَّمْنَا بَنِيْٓ اٰدَمَ وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلٰي كَثِيْرٍ مِّمَّنْ خَلَقْنَا تَفْضِيْلًا ○

۹۸۴۔ اور ہم نے بنی آدم کو عزت بخشی اور اُن کو جنگل اور دریا میں سواری دی۔ اور پاکیزہ روزی عطا کی اور اپنی بہت سی مخلوقات پر فضیلت دی۔

امتوں کی وحدت دین اور احزاب و طبقات کی کثرت

۱۹ ۹۸۵ مریم ۳۶ وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۳۷ فَاخْتَلَفَ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَيْنِهِمْ ۚ

۹۸۵۔ اور بے شک اللہ ہی میرا اور تمہارا پروردگار ہے تو اُسی کی عبادت کرو۔ یہی سیدھا راستہ ہے۔ پھر (اہلِ کتاب کے) فرقوں نے باہم اختلاف کیا۔

۲۱ ۹۸۶ الانبیاء ۹۲ اِنَّ ھٰذِہٖٓ اُمَّتُکُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۖ وَّاَنَا رَبُّکُمْ فَاعْبُدُوْنِ ۝ ۹۳ وَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَھُمْ بَیْنَھُمْ ۭ کُلٌّ اِلَیْنَا رٰجِعُوْنَ ۝

۹۸۶۔ یہ تمہاری جماعت ایک ہی جماعت ہے۔ اور میں تمہارا پروردگار ہوں تو میری ہی عبادت کیا کرو اور یہ لوگ اپنے معاملے میں باہم متفرق ہو گئے۔ (مگر) سب ہماری طرف رجوع کرنے والے ہیں۔

۲۳ ۹۸۷ المؤمنون ۵۳ وَاِنَّ ھٰذِہٖٓ اُمَّتُکُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّکُمْ فَاتَّقُوْنِ ۝ ۵۴ فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَھُمْ بَیْنَھُمْ زُبُرًا ۭ کُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَیْھِمْ فَرِحُوْنَ ۝

۹۸۷۔ اور یہ تمہاری جماعت (حقیقت میں) ایک ہی جماعت ہے اور میں تمہارا پروردگار ہوں تو مجھ سے ڈرو۔ تو پھر آپس میں اپنے کام کو متفرق کر کے جدا جدا کر دیا جو چیز جس فرقے کے پاس ہے وہ اُس سے خوش ہو رہا ہے۔

اللہ ہی زمین اور اہل زمین کا وارث ہے

۱۹ ۹۸۸ مریم ۴۰ اِنَّا نَحْنُ نَرِثُ الْاَرْضَ وَمَنْ عَلَیْھَا وَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ۝

۹۸۸۔ ہم ہی زمین کے اور جو لوگ اس پر (بستے) ہیں اُن کے وارث ہیں اور ہماری طرف اُن کو لوٹنا ہو گا۔

۲۸ ۹۸۹ القصص ۵۸ وَکَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَرْیَةٍۢ بَطِرَتْ مَعِیْشَتَھَا ۚ فَتِلْکَ مَسٰکِنُھُمْ لَمْ تُسْکَنْ مِّنْۢ بَعْدِھِمْ اِلَّا قَلِیْلًا ۭ وَکُنَّا نَحْنُ الْوٰرِثِیْنَ ۝

۹۸۹۔ اور ہم نے بہت سی بستیوں کو ہلاک کر ڈالا جو اپنی (فراخی) معیشت میں اترا رہے تھے۔ سو یہ اُن کے مقامات ہیں جو اُن کے بعد آباد ہی نہیں ہوئے مگر بہت کم اور اُن کے پیچھے ہم ہی اُن کے وارث ہوئے۔

۵۷ ۹۹۰ الحدید ۱۰ وَمَا لَکُمْ اَلَّا تُنْفِقُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَلِلّٰہِ مِیْرَاثُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ

۹۹۰۔ اور تم کو کیا ہوا ہے کہ اللہ کے رستے میں خرچ نہیں کرتے حالانکہ آسمانوں اور زمین کی وراثت اللہ ہی کی ہے۔

کرسیٔ الٰہی اور عرش پر استواء الٰہی

۲ ۹۹۱ البقرة ۲۵۵ وَسِعَ کُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ

۹۹۱۔ اس کی بادشاہی (اور علم) آسمان اور زمین سب پر حاوی ہے۔

۷ ۹۹۲ الاعراف ۵۴ ثُمَّ اسْتَوٰی عَلَی الْعَرْشِ ۝ ۱۰ یونس ۳ ، ۱۳ الرعد ۲ ، ۲۵ الفرقان ۵۹ ، ۳۲ السجدة ۴ ، ۵۷ الحدید ۴ ۔

۹۹۲۔ پھر عرش پر جا ٹھیرا۔

۱۱ ۹۹۳ هود ۷ وَكَانَ عَرْشُهٗ عَلَى الْمَآءِ .

۹۹۳۔ اُس کا عرش پانی پر تھا۔

۲۰ ۹۹٤ طٰهٰ ۵ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○

۹۹۴۔ (یعنی اللہ) رحمٰن جس نے عرش پر قرار پکڑا۔

۳۹ ۹۹۵ الزمر ۷۵ وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ .

۹۹۵۔ اور تم فرشتوں کو دیکھو گے کہ عرش کے گرد گھیرا باندھے ہوئے ہیں۔

٤٠ ۹۹٦ المؤمن ۷ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ج

۹۹۶۔ جو لوگ عرش کو اُٹھائے ہوئے اور جو اس کے گرداگرد (حلقہ باندھے ہوئے) ہیں (یعنی فرشتے) وہ اپنے پروردگار کی تعریف کے ساتھ تسبیح کرتے رہتے ہیں اور ایمان رکھتے ہیں اس پر اور مومنوں کے لئے بخشش مانگتے رہتے ہیں۔

٦٩ ۹۹۷ الحاقة ۱۷ وَّالْمَلَكُ عَلٰٓى اَرْجَآئِهَا ط وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ ○

۹۹۷۔ اور فرشتے اُس کے کناروں پر (اُتر آئیں گے) اور تمہارے پروردگار کے عرش کو اُس روز آٹھ فرشتے اپنے سروں پر اُٹھائے ہوں گے۔

زمانِ الٰہی و انسانی کا تفاوت

۲۲ ۹۹۸ الحج ٤۷ وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ط وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ○

۹۹۸۔ اور (یہ لوگ) تم سے عذاب کے لئے جلدی کر رہے ہیں اور اللہ اپنا وعدہ ہرگز خلاف نہیں کرے گا۔ اور بے شک تمہارے پروردگار کے نزدیک ایک روز تمہارے حساب کی رُو سے ہزار برس کے برابر ہے۔

۳۲ ۹۹۹ حٰمٓ السجدة ۵ يُدَبِّرُ الْاَمْرَ مِنَ السَّمَآءِ اِلَى الْاَرْضِ ثُمَّ يَعْرُجُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ اَلْفَ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ .

۹۹۹۔ وہی آسمان سے زمین تک (کے) ہر کام کا انتظام کرتا ہے۔ پھر وہ ایک روز جس کی مقدار تمہارے شمار کے مطابق ہزار برس ہوگی۔ اس کی طرف صعود (اور رجوع) کرے گا۔

۷۰ ۱۰۰۰ المعارج ٤ تَعْرُجُ الْمَلٰٓئِكَةُ وَالرُّوْحُ اِلَيْهِ فِيْ يَوْمٍ كَانَ مِقْدَارُهٗ خَمْسِيْنَ اَلْفَ سَنَةٍ ○

۱۰۰۰۔ جس کی طرف روح (الامین) اور فرشتے چڑھتے ہیں (اور) اُس روز (نازل ہو گا) جس کا اندازہ پچاس ہزار برس کا ہو گا۔

تنگی اور آسانی میں اللہ کے حکم کی تعمیل

۱۲۱۰۰۱ یوسف ۱۱۰ حَتّٰٓى اِذَا اسْتَيْــَٔسَ الرُّسُلُ وَ ظَنُّوْٓا اَنَّهُمْ قَدْ كُذِبُوْا جَآءَهُمْ نَصْرُنَا ۙ فَنُجِّيَ مَنْ نَّشَآءُ ؕ

۱۰۰۱۔ یہاں تک کہ جب پیغمبرؑ ناامید ہو گئے اور انہوں نے خیال کیا کہ (اپنی نصرت کے بارے میں جو بات انہوں نے کہی تھی اس میں) وہ سچے نہ نکلے۔ تو ان کے پاس ہماری مدد آپہنچی۔ پھر جسے ہم نے چاہا بچا دیا۔

۶۵۱۰۰۲ الطلاق ۷ سَيَجْعَلُ اللّٰهُ بَعْدَ عُسْرٍ يُّسْرًا ۝

۱۰۰۲۔ اور اللہ عنقریب تنگی کے بعد کشائش بخشے گا۔

۹۴۱۰۰۳ الانشراح ۵ فَاِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝ ۶ اِنَّ مَعَ الْعُسْرِ يُسْرًا ۝

۱۰۰۳۔ ہاں ہاں مشکل کے ساتھ آسانی بھی ہے۔ (اور) بے شک مشکل کے ساتھ آسانی ہے۔

لشکر الٰہی کی کثرت

۹۱۰۰۴ التوبہ ۲۶ وَ اَنْزَلَ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا ۚ

۱۰۰۴۔ لشکر جو تمہیں نظر نہیں آتے (آسمان سے) اُتارے۔

۹۱۰۰۵ التوبہ ۴۰ وَ اَيَّدَهٗ بِجُنُوْدٍ لَّمْ تَرَوْهَا

۱۰۰۵۔ اور اُن کو ایسے لشکروں سے مدد دی جو تم کو نظر نہیں آتے تھے۔

۳۳۱۰۰۶ الاحزاب ۹ اِذْ جَآءَتْكُمْ جُنُوْدٌ فَاَرْسَلْنَا عَلَيْهِمْ رِيْحًا وَّ جُنُوْدًا لَّمْ تَرَوْهَا

۱۰۰۶۔ جب فوجیں تم پر (حملہ کرنے) کو آئیں تو ہم نے اُن پر ہوا بھیجی اور ایسے لشکر (نازل کئے) جن کو تم دیکھ نہیں سکتے تھے۔

۴۸۱۰۰۷ الفتح ۷ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ

۱۰۰۷۔ اور آسمانوں اور زمین کے لشکر (سب) اللہ ہی کے ہیں۔

۷۴۱۰۰۸ المدثر ۳۱ وَ مَا يَعْلَمُ جُنُوْدَ رَبِّكَ اِلَّا هُوَ ؕ

۱۰۰۸۔ اور تمہارے پروردگار کے لشکروں کو اُس کے سوا کوئی نہیں جانتا۔

قریش پر فضل و انعام الٰہی

۱۰۶۱۰۰۹ قریش ۱ لِاِيْلٰفِ قُرَيْشٍ ۝ ۲ اٖلٰفِهِمْ رِحْلَةَ الشِّتَآءِ وَ الصَّيْفِ ۝ ۳ فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ

هٰذَا الْبَيْتِ ○ ٤ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۵ وَّ اٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ○

۱۰۰۹۔ قریش کے مانوس کرنے کے سبب۔ (یعنی) اُن کو جاڑے اور گرمی کے سفر سے مانوس کرنے کے سبب۔ لوگوں کو چاہیے کہ (اس نعمت کے شکر میں) اس گھر کے مالک کی عبادت کریں۔ جس نے اُن کو بھوک میں کھانا کھلایا۔ اور خوف سے امن بخشا۔

صرف اللہ غیر فانی اور باقی ہے

۲۵۱۰۱۰ الفرقان ۵۸ وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَايَمُوْتُ .

۱۰۱۰۔ اور اُس (اللہ) زندہ پر بھروسا رکھو جو (کبھی) نہیں مرے گا۔

۲۸۱۰۱۱ القصص ۸۸۰ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ؕ

۱۰۱۱۔ اُس کی ذات (پاک) کے سوا ہر چیز فنا ہونے والی ہے۔

۵۵۱۰۱۲ الرحمٰن ۲٦ كُلُّ مَنْ عَلَيْهَا فَانٍ ○ ۲۷ وَّ يَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ ○

۱۰۱۲۔ جو (مخلوق) زمین پر ہے۔ سب کو فنا ہونا ہے۔ اور تمہارے پروردگار ہی کی ذات (بابرکات) جو صاحبِ جلال و عظمت ہے باقی رہے گی۔

اللہ ہی ثواب دنیا و آخرت دیتا ہے

۳۱۰۱۳ ؛ آل عمران ۱٤۵ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا ۚ وَمَنْ يُّرِدْ ثَوَابَ الْاٰخِرَةِ نُؤْتِهٖ مِنْهَا ؕ وَ سَنَجْزِى الشّٰكِرِيْنَ ○

۱۰۱۳۔ اور جو شخص دنیا میں (اپنے اعمال کا) بدلا چاہے اُس کو ہم یہیں بدلا دے دیں گے۔ اور جو آخرت میں طالب ثواب ہو اُس کو وہاں اجر عطا کریں گے۔ اور ہم شکر گزاروں کو عنقریب (بہت اچھا) صلہ دیں گے۔

٤۱۰۱٤ النسآء ۱۳٤ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ ثَوَابَ الدُّنْيَا فَعِنْدَ اللّٰهِ ثَوَابُ الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ سَمِيْعًاۢ بَصِيْرًا ○

۱۰۱۴۔ جو شخص دنیا (میں عملوں) کی جزا کا طالب ہو۔ تو اللہ کے پاس دنیا اور آخرت (دونوں) کے لئے اجر (موجود) ہیں۔ اور اللہ سنتا دیکھتا ہے۔

۱۱۱۰۱۵ هود ۱۵ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْحَيٰوةَ الدُّنْيَا وَ زِيْنَتَهَا نُوَفِّ اِلَيْهِمْ اَعْمَالَهُمْ فِيْهَا وَهُمْ فِيْهَا لَا يُبْخَسُوْنَ ۝ ۱۶ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ لَيْسَ لَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ اِلَّا النَّارُ ۖ وَحَبِطَ مَا صَنَعُوْا فِيْهَا وَبٰطِلٌ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝

۱۰۱۵۔ جو لوگ دنیا کی زندگی اور اُس کی زیب و زینت کے طالب ہوں ہم اُن کے اعمال کا بدلا انہیں دنیا ہی میں دے دیتے ہیں اور اس میں ان کی حق تلفی نہیں کی جاتی۔ یہ وہ لوگ ہیں جن کے لئے آخرت میں آتش (جہنم) کے سوا اور کچھ نہیں اور جو عمل انہوں نے دنیا میں کئے سب برباد اور جو کچھ وہ کرتے رہے سب ضائع۔

۱۷۱۰۱۶ الاسراء ۱۸ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعَاجِلَةَ عَجَّلْنَا لَهٗ فِيْهَا مَا نَشَآءُ لِمَنْ نُّرِيْدُ ثُمَّ جَعَلْنَا لَهٗ جَهَنَّمَ ۚ يَصْلٰهَا مَذْمُوْمًا مَّدْحُوْرًا ۝ ۱۹ وَمَنْ اَرَادَ الْاٰخِرَةَ وَسَعٰى لَهَا سَعْيَهَا وَهُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ كَانَ سَعْيُهُمْ مَّشْكُوْرًا ۝ ۲۰ كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ۝ ۲۱ اُنْظُرْ كَيْفَ فَضَّلْنَا بَعْضَهُمْ عَلٰى بَعْضٍ ۭ وَلَلْاٰخِرَةُ اَكْبَرُ دَرَجٰتٍ وَّاَكْبَرُ تَفْضِيْلًا ۝

۱۰۱۶۔ جو شخص دنیا (کی آسودگی) کا خواہشمند ہو تو ہم اُس میں سے جسے چاہتے ہیں اور جتنا چاہتے ہیں جلد دیتے ہیں۔ پھر اُس کے لئے جہنم کو (ٹھکانا) مقرر کر رکھا ہے جس میں وہ نفرین سن کر اور (درگاہِ اللہ سے) راندہ ہو کر داخل ہو گا۔ اور جو شخص آخرت کا خواستگار ہو اور اس میں اتنی کوشش کرے جتنی اُسے لائق ہے اور وہ مومن بھی ہو تو ایسے ہی لوگوں کی کوشش ٹھکانے لگتی ہے۔ ہم اُن کو اور اُن سب کو تمہارے پروردگار کی بخشش سے مدد دیتے ہیں۔ اور تمہارے پروردگار کی بخشش (کسی سے) رُکی ہوئی نہیں۔ دیکھو ہم نے کس طرح بعض کو بعض پر فضیلت بخشی ہے۔ اور آخرت درجوں میں (دنیا سے) بہت برتر اور برتری میں کہیں بڑھ کر ہے۔

۴۲۱۰۱۷ الشورٰى ۲۰ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الْاٰخِرَةِ نَزِدْ لَهٗ فِىْ حَرْثِهٖ ۚ وَمَنْ كَانَ يُرِيْدُ حَرْثَ الدُّنْيَا نُؤْتِهٖ مِنْهَا وَمَا لَهٗ فِى الْاٰخِرَةِ مِنْ نَّصِيْبٍ ۝

۱۰۱۷۔ جو شخص آخرت کی کھیتی کا خواستگار ہو، اُس کو ہم اُس میں سے دے دیں گے۔ اور جو دنیا کی کھیتی کا خواستگار ہو اُس کو ہم اس میں سے دے دیں گے۔ اور اس کا آخرت میں کچھ حصہ نہ ہو گا۔

اللہ اپنے کلام میں

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

حرفِ آغاز

علمی دنیا کا ایک مسلّمہ قاعدہ یہ ہے کہ اولین و بنیادی ماخذ کی فراہم کردہ معلومات کو عموماً معتبر تسلیم کیا جاتا ہے بشرطیکہ وہ ماخذ شک شبہہ سے بالاتر اور کسی عادل و منصف مزاج کا تحریر کردہ ہو۔ قرآن مجید اس تعریف و قاعدہ سے تمام دنیاوی ماخذ و مصادر پر یک گونہ فضیلت یہ رکھتا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا کلامِ ملفوظ ہے گویا کہ اس کی عظیم صفات میں سے ایک صفت ذاتی کلام کا مستند و پختہ اظہار ہے۔ لہٰذا جس طرح قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی اور صفات حسنیٰ کا تعارف و بیان مل سکتا ہے وہ کسی اور کے کلام و عبارت میں نہیں مل سکتا خواہ اس کا صاحب کیسا ہی ترجمان حقیقت اور مالک فصاحت و بلاغت کیوں نہ ہو۔

اس مقالہ میں یہ کوشش کی گئی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا تعارف اسی کے کلامِ بلاغت نظام کے آئینہ میں پیش کیا جائے تاکہ یہ معلوم ہو کہ صاحب کلام خود اپنا تعارف کیسے کراتا ہے۔ اس سلسلہ میں دو اہم نکات کو ہر جگہ پیش نظر رکھا گیا ہے: اول یہ کہ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کی توضیح و تشریح صرف قرآن مجید کی آیاتِ کریمہ کی روشنی میں کی جائے اور علماء اسلام، فلاسفہ اور متکلمین کی بحثوں اور مفسرین و محدثین کی روایتوں سے اس کو خالص رکھا جائے تاکہ کلام الٰہی اور کلامِ انسانی خلط ملط نہ ہو۔ اگر متنِ بحث میں کہیں کلامِ انسانی کا حوالہ آگیا ہے تو وہ تائیدی نوعیت کا ہے لہٰذا ثانوی ہے۔ اصل بحث کلامِ الٰہی کی فہم و تفہیم پر مبنی رکھی گئی ہے اور انسانی تشریحات کو حواشی و تعلیقات میں جگہ دی گئی ہے تاکہ نہ صرف ہمارے بزرگوں کی کوششوں اور تشریحوں کا علم ہو سکے بلکہ ہماری اپنی فہم و بصیرت قرآنی میں اُن کا جو حصہ و تصرف ہے اس کا بھی سراغ لگ سکے اور دوم یہ کہ صفاتِ الٰہی کو ان کے قرآنی سیاق و سباق اور محل کلام کے پس منظر میں بیان کیا جائے۔ اس مقصد کی خاطر عموماً صفاتِ الٰہی کو ان کے قرآنی پس منظر سے جوڑنے کے علاوہ ان کے باہمی ارتباط و تعلق کو بھی واضح کرنے کی کوشش کی گئی ہے جو اس بحث میں ایک نئے طریقِ مطالعہ کا پتا دیتی ہے۔

تعلیقات و حواشی میں جو طریقۂ کار اختیار کیا گیا ہے اس کا مختصر تعارف یہ ہے کہ متن کے تمام اہم مباحث و نکات پر چیدہ مفسرین کرام کی آراء پیش کی گئی ہیں۔ ان میں حافظ ابن کثیر، مولانا اشرف علی تھانوی، مولانا ابوالاعلیٰ مودودی اور مولانا امین احسن اصلاحی کی تفسیروں پر اکتفا کرنا اس لیے مناسب سمجھا کہ یہ حضرات چار مختلف تفسیری مسالک کی نمائندگی کرتے ہیں اور آج کی علمی و تفسیری دنیا میں ان کے کام کو زیادہ مقبولیت حاصل ہے۔ زمخشری، بیضاوی، ابن جریر طبری اور دوسرے قدیم مفسرین کی کتابوں اور تشریحوں سے عمداً اس لئے پہلوتہی کی گئی کہ ان بزرگانِ سلف کے مباحث سے ہمارے چاروں مفسرین کرام نے خوب کسبِ فیض کیا ہے لہٰذا ان کا حوالہ دینا مزید تحصیلِ حاصل ہوتا۔ زمخشری اور بعض قدیم و جدید مفسرین کی تشریحات سے اس لئے بھی اجتناب کیا

گیا کہ وہ صفاتِ الٰہی کے باب میں اور بعض دوسرے عقائد کے معاملہ میں اکثریت کے نقطۂ نظر کے مخالف ہیں ۔ پھر کہیں نہ کہیں تو انتخاب و چیدگی کو محدود ہونا بھی تھا ۔ اس ضمن میں یہ کوشش ہر جگہ کی گئی ہے کہ تمام صفاتِ الٰہی اور تمام اہم قرآنی الفاظ کی لغوی تشریح بھی ضرور پیش کی جائے اور اس کے لیے عربی زبان کی سب سے بڑی اور اہم ترین لغت "لسان العرب" سے رجوع کرنا ناگزیر تھا مگر باایں ہمہ بعض دوسرے اہل لغت اور علماء و مفسرین کی لغوی تشریحات سے گریز نہیں کیا گیا ہے ۔ آیاتِ قرآنی کے ترجمہ کے لئے شاہ عبدالقادر دہلوی کے ترجمہ پر گوناگوں اسباب سے انحصار کیا گیا ہے۔

ذاتِ الٰہی اور اس کے صفات و اسمائے حسنیٰ پر علماء و متکلمینِ اسلام کے اہم ترین مباحث کو بھی تعلیقات میں تقریباً ہر اہم مقام پر دیا گیا ہے اور اس ضمن میں امام غزالی ، امام رازی ، امام ابن تیمیہ ، امام ابن رشد ، امام ابن الہمام ، امام نسفی ، امام تفتازانی اور امام طحاوی کی اہم ترین تشریحات و مباحث کو بیان کیا گیا ہے تاکہ عقلی و منطقی طور سے جو کوششیں ہمارے بزرگوں نے کی ہیں ان سے تعارف ہونے کے ساتھ قرآن مجید کے بیان و طریقِ بیان کا مقابلہ و موازنہ بھی ہوتا رہے ۔ بعض اہم مقامات پر احادیثِ نبویہ جو قرآن مجید کی شارح و مفسر ہیں ، سے بھی استشہاد کیا گیا ہے اور اس کے لیے اکثر و بیشتر حافظ ابن کثیر کی تفسیر پر اعتماد کیا گیا ہے ۔ جدید علماء و مفسروں میں مولانا مودودی اور مولانا اصلاحی کے علاوہ مولانا جلال الدین انصر عمری کی اہم کتاب سے بھی بعض مقامات پر استفادہ کیا گیا ہے ۔ افسوس کہ امام رازی کی ایک اہم کتاب "لوامع البیّنات شرح اسماء اللہ تعالیٰ والصّفات" مجھے دیر سے ملی جس سے کماحقہ استفادہ نہ کر سکا۔

اس حقیر علمی کوشش کے تعارف کے بعد یہ اعتراف ضروری معلوم ہوتا ہے کہ نقوش لاہور کے مدیر اعظم حضرت محمد طفیل مرحوم نے اپنی آخری ملاقاتِ دنیاوی میں جو مارچ ۱۹۸۵ء میں اسلام آباد ، راولپنڈی اور لاہور تک وسیع رہی اس ہیچمداں سے فرمایا کہ نقوش کے قرآن نمبر کی پہلی جلد صاحبِ قرآن کے لیے مختص ہوگی ۔ مجھے ان کی تجویز بہت پسند آئی مگر اس کا انعام یہ ملا کہ صاحبِ کلام کا اس کے کلام کے آئینہ میں تعارف کرانے کی ذمہ داری میری ٹھہری جس کا میں بہت زیادہ اہل نہ تھا اور نہ ہوں۔ مگر ایک صاحبِ دل ، صاحبِ خیر اور عظیم انسان کی فرمائش کو اپنی خواہش سمجھا اور اس کی تکمیل کا سامان کرنے لگا ۔ اسی دوران وہ بانیٔ خیر اول تو اپنے رب کے حضور جا پہنچا اور اس کے ہونہار فرزند و قابل جانشین موجودہ مدیرِ نقوش عزیزی جاوید طفیل سلمہ نے مجھے میرا وعدہ یاد دلا دیا ۔ موجودہ مقالہ ان دونوں محبت کرنے والی روحوں اور علم و علماء کے قدر دانوں کے پیہم مطالبہ و اصرار کا نتیجہ ہے اور ظاہر ہے کہ تحریک کا ثواب انھیں دونوں پدر و فرزند کو جاتا ہے ۔ اگر اس میں کوئی حسن و سلیقہ اور کام کی بات ہے تو اس کا شرف فضلِ خداوندی کے بعد مدیرانِ نقوش کے پیہم اصرار و تقاضے کو جاتا ہے اور اس میں پائی جانے والی تمام خامیوں اور خرابیوں کے لیے خاکسار کا عاجز قلم اور محدود علم ذمہ دار ہے۔

جس ذات گرامی کی صفات حمیدہ اور اوصاف ستودہ کا یہ ناقص بیان ہے اس سے بس اتنی التجا ہے کہ اس سے قارئین کرام کو نفع پہنچائے، سامعین کو فیض عطا کرے۔ اس کے اجر و ثواب سے مرحوم طفیل صاحب کو نوازے کہ ان کے نام یہ مضمون ہے۔ عزیز گرامی جاوید طفیل سلمہ کے لیے پیغام حیات و سعادت بنائے اور راقم آثم کے لیے توشۂ آخرت۔

محمد یسین مظہر صدیقی
شعبۂ علوم اسلامیہ
مسلم یونی ورسٹی۔ علی گڑھ

اللہ اپنے کلام میں

ڈاکٹر محمد یٰسین مظہر صدیقی

قرآن مجید اللہ تعالےٰ کی کتاب ہے اور اس کا مقصدِ نزول تحصیلِ معرفتِ الٰہی ہے (۱) ۔ لہٰذا یہ فطری بات ہے کہ اس کی ہر سورت ، ہر آیت اور ہر کلمہ و فقرہ اس کا تعارف کراتا ، اس سے روشناس بناتا اور اس کی معرفت کی طرف لے جاتا ہے ۔ اگر یہ کہا جائے کہ اللہ تعالےٰ کے ذکرِ خیر سے ، اس کی تعریف و تسبیح سے ، اس کی حمد و توصیف سے ، اس کے اسمائے حسنیٰ اور اس کی صفاتِ عالیہ سے پوری کتاب بھری پڑی ہے تو یہ ذرا بھی مبالغہ نہ ہوگا ۔ حقیقت یہی ہے کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کی کتاب ہے جو صاحب کتاب نے خود کی ہے ۔ کسی مخلوق کے بس کی بات بھی نہ تھی کہ وہ اپنے بزرگ و برتر ، غیر مجسم و لامکاں اور عقل و فہم سے ماوراخالق و مالک کی تعریف و توصیف اور حمد و ثنا بیان کر سکے ۔ قرآن مجید نے اسی حقیقت کو ان الفاظ میں واضح کیا ہے :

قُلْ لَّوْ كَانَ الْبَحْرُ مِدَادًا لِّكَلِمٰتِ رَبِّىْ لَنَفِدَ الْبَحْرُ قَبْلَ اَنْ تَنْفَدَ كَلِمٰتُ رَبِّىْ وَلَوْ جِئْنَا بِمِثْلِهٖ مَدَدًا ○
(الکھف ۱۰۹)

(تو کہہ : اگر دریا سیاہی ہو کہ لکھے میرے رب کی باتیں ، بے شک دریا نبڑ چکے ، ابھی نہ نبڑیں میرے رب کی باتیں ، اور اگر دوسرا بھی لاویں ، ہم ویسا اس کی مدد کو) (۲) ۔ دوسری جگہ اس حقیقت کی اور وضاحت فرمائی :

وَلَوْ اَنَّ مَا فِى الْاَرْضِ مِنْ شَجَرَةٍ اَقْلَامٌ وَّالْبَحْرُ يَمُدُّهٗ مِنْۢ بَعْدِهٖ سَبْعَةُ اَبْحُرٍ مَّا نَفِدَتْ كَلِمٰتُ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ (لقمان ۲۷)

(اور اگر جتنے درخت ہیں زمین میں قلم ہوں ، اور سمندر ہو اس کی سیاہی ، اس کے پیچھے سات سمندر ، نہ نبڑیں باتیں اللہ کی ۔ بے شک اللہ زبردست ہے حکمتوں والا) (۳) ۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالےٰ کی باتوں سے مراد اس کی تعریف و تعارف ، تسبیح و ثنا اور حمد و توصیف ہے خواہ اس کی حکمتوں اور قدرتوں کا بیان ہو ، خواہ اس کے کارناموں اور کمالوں کا ذکر ہو ـــ تخلیقِ انسان و کائنات کا بیان ہو یا تخلیقِ جن و ملائکہ کا ذکر ، آسمانوں ، زمینوں اور خلاؤں کا حوالہ ہو یا دوسرے عالموں ، جہانوں اور دنیاؤں کا اشارہ ، دنیا کے عجائبات کی تفصیل و تشریح ہو یا عُقبیٰ کی بشارتوں اور سزاؤں کی تعبیر وتذکیر ، غرضکہ بات کسی چیز یا کسی شے کے حوالے سے کی گئی ہو ، وہ گھوم پھر کر اللہ تعالیٰ

کی تعریف و تمجید پر منتہی ہوتی ہے (۴) ۔

اللہ : ذاتِ الٰہی کا اسمِ اعظم

کتاب الٰہی کھولتے ہی انسان کا پہلا تعارف اللہ سے ہوتا ہے (۵) ۔ یہ محض ایک لفظ نہیں بلکہ ذاتِ الٰہی کا اسمِ خاص ہے یہی وہ اسمِ اعظم ہے جس کے ذریعہ قرآن مجید اپنے متکلم کا تعارف شروع کراتا ہے ۔ اسی ایک لفظ میں تمام صفات الٰہی کو جمع کر دیا گیا ہے ۔ وہ اس کی ذات والاصفات کی معرفت کی کلید ہے اور اسی وجہ سے اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اقدس کے لئے اسی کو اپنا خاص الخاص نام چنا اور اپنی مخلوق سے اپنے تعارف کا ذریعہ بنایا (۶) ۔ کلامِ الٰہی میں اس کا یہ نام سب سے زیادہ آیا ہے اور ایک مطالعہ کے مطابق وہ دو ہزار چھ سو ستانوے بار قرآنِ مجید کے مختلف مقامات پر مذکور ہوا ہے (۷) ۔ اس کے دوسرے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ عالیہ (۸) ۔ اس کے علاوہ ہیں جو اس کی ذات والاجاہ کی طرح طرح سے تعریف و توصیف کرتی اور اس کو روشناس خلق کرتی ہیں ۔ آئیے دیکھیں کہ کلامِ الٰہی نے اللہ تعالیٰ کو کس کس رنگ اور کس کس انداز میں اس کی مخلوق کے سامنے پیش کیا ہے :

اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کو اس کے اسمائے حسنیٰ اور صفاتِ عالیہ کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے کیونکہ وہ بیکران و لامکاں اور عقل انسانی کی فہم سے ماورا ہے ۔ ظاہر ہے کہ عقل انسانی محدود و محصور ہے اور وہ ذاتِ ارفع و اعلیٰ ہر سرحد گمان و تصور سے پرے ہے ۔ علماءِ فلسفہ و کلام اور ماہرین منطق و عقل نے اس کی ذات کو سمجھنے اور سمجھانے کی اپنے اپنے انداز میں کوشش ضرور کی ہے (۹) ، مگر وہ معاملہ سلجھانے سے زیادہ الجھا گئے (۱۰) ۔ اور پھر عام انسان جس کا علم محدود ، بصیرت معمولی اور عقل سادہ ہوتی ہے ان کے پیچیدہ مباحث کو سمجھنے سے قاصر رہتا ہے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے عقلِ انسانی کی نارسائی اور اس کی علمی کمزوری کو مدِ نظر رکھ کر سیدھے سادے مگر دلنشیں انداز میں اپنی ذات کا تعارف اس طرح پیش کیا ہے کہ وہ گوشِ نیوش سے یا نگاہِ بینا سے گذر کر قلب کی گہرائیوں میں متمکن ہو جاتا ہے ۔ سورۂ اخلاص میں وہ اپنا تعارف یوں کراتا ہے :

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ لَمْ يَلِدْ ۙ وَلَمْ يُوْلَدْ ۙ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۝ (اخلاص ۱-۴)

(تو کہہ : وہ اللہ ایک ہے ۔ اللہ نرادھار (بے نیاز) ہے
نہ کسی کو جنا ، نہ کسی سے جنا ، اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے اس تعارف میں واضح کر دیا کہ اس کی ذات بے ہمتا ہے ، وہ ایک اور صرف ایک ہے اور وہ اپنی ہستی کے لئے کسی اور وجود (۱۲) ، ہستی یا شے کا محتاج نہیں ۔ وہ تنہا قائم بالذات ہے ۔ مخلوقات میں سے کوئی دوسری ہستی یا وجود نہ تو تنہا ، واحد ، اور اکیلی ہے اور نہ تنہا قائم بالذات ہے ۔ سارے انسان و جن اور ملائک اور تمام دوسری جاندار چیزیں نہ تو اکیلی ہیں اور نہ کسی دوسری ہستی سے بے نیاز ہیں ۔ اس کی بے نیازی اور صمدیت و

احدیت کی مزید تعریف یہ بیان کی کہ وہ نہ تو کسی کا زائیدہ و اولاد ہے اور نہ کسی کا پیدا کرنے والا باپ و والد ہے اور آخر میں ایک جامع تعریف یہ بیان کر دی کہ اس کے جوڑ کا، برابر کا اور اس کا کوئی ہم پلہ و ہمسر بھی نہیں ہے جبکہ مخلوقات کسی نہ کسی کے زائیدہ بھی ہوتے ہیں اور ان کے جوڑ اور ہم سر بھی پائے جاتے ہیں ۔ یہ دو ایسی ظاہر حقیقتیں ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ اقدس کے لئے "احد" اور "صمد" کی تعریفات پورے قرآنِ مجید میں پھر کہیں استعمال نہیں فرمائیں ۔ انسان کی فطرت ، کائنات کی ہر شے اور عقل کی ہر دلیل یہ تقاضا بھی کرتی ہے اور صراحت بھی کہ اللہ یکہ و تنہا اور بے نیاز اور قائم بالذات ہو جیسا کہ فی الحقیقت وہ ہے ۔ سورہ ص ۶۵ ، سورہ زمر ۴ اور سورہ غافر ۱۶ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے "اللہ الواحد" (اللہ اکیلا) استعمال فرمایا ہے (۱۳) اور اسی حقیقت کو دوسرے الفاظ میں واضح کیا ہے۔

اپنی ذاتِ اقدس کے بارے میں اللہ تعالیٰ ایک دوسری جگہ بندوں کو مطلع فرماتا ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّ لَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَلَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○ (البقرۃ ۲۵۵)

(اللہ ، اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں ، جیتا ہے سب کا تھامنے والا ، نہیں پکڑتی اس کو اونگھ ، اور نہ نیند ۔ اسی کا ہے جو کچھ آسمان میں ہے اور زمین میں ہے۔ کون ایسا ہے کہ سفارش کرے اس کے پاس ، مگر اس کے اذن سے ؟ جانتا ہے جو خلق کے روبرو ہے ، اور پیٹھ پیچھے ۔ اور یہ نہیں گھیر سکتے ، اس کے علم میں سے کچھ ، مگر جو وہ چاہے ، گنجائش ہے اس کی کرسی میں آسمان اور زمین کو ، اور تھکتا نہیں ان کے تھامنے سے ۔ اور وہی ہے اوپر سب سے بڑا)

اس آیتِ مبارکہ میں جو آیۃ الکرسی (۱۴) کے نام سے خلق میں مشہور ہے اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض ایسی صفات بیان کی ہیں جو کسی دوسری جگہ نہیں بیان کیں اور بعض ایسی ہیں جو اس کی ذاتِ بزرگ و برتر کے بارے میں ہمارے علم میں اضافہ کرتی ہیں ۔ اول یہ کہ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں ۔ یہ صفت قرآنِ مجید میں صدہا مقامات پر بیان ہوئی ہے اور ہم اس کی تشریح و تعبیر ذرا بعد میں کریں گے ۔ دوم اس نے اپنے کو "حی" اور "قیوم" قرار دیا ہے بعض دوسری آیات میں اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں صفات بیان ہوئی ہیں (مثلاً آلِ عمران ۲ ، طٰہٰ ۱۱۱ ، الفرقان ۸ ، غافر ۶۵) ان آیاتِ کریمہ پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ "حی" اپنی زندہ جاوید ہستی کے لئے استعمال کیا ہے جس کو نہ کبھی عدم کا عارضہ لاحق تھا اور نہ کبھی موت آئے گی ۔ یعنی وہ ازل سے تا ابد رہے گا ، وہ نہ کبھی فنا ہوا تھا اور نہ کبھی فنا ہو گا ۔ وہ بقا ہی بقا ہے ۔ اپنی حیاتِ دوام اور بقائے عام کا اظہار و اعلان اس نے دوسری متعدد آیات میں.

کیا ۔ سورہ القصص ۸۸ میں فرماتا ہے :

لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ ۔ کُلُّ شَیْءٍ ھَالِکٌ اِلَّا وَجْھَہٗ (القصص ۸۸)

(کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا ، ہر چیز فنا ہے مگر اس کا منہ) سورہ رحمان ۔ ۲۷ میں ارشاد ہے :

وَیَبْقٰی وَجْہُ رَبِّکَ ذُوالْجَلٰلِ وَالْاِکْرَامِ (رحمن ۲۷)

(اور رہے گا منہ تیرے رب کا ، بزرگی اور تعظیم والا) سورہ طٰہٰ ۷۳ میں فرماتا ہے :

وَاللہُ خَیْرٌ وَّاَبْقٰی (طٰہٰ ۲۷)

(اور اللہ بہتر ہے اور دیر رہنے والا) ان آیات میں اللہ تعالےٰ نے اپنی زندہ جاوید ہستی کے بارے میں تصریح کی ہے کہ اس کو کبھی فنا سے واسطہ نہیں ہو سکتا جیسا کہ ہر نفس کا مقدر ہے۔ قیوم کی صفت سے اس پر مزید یہ صراحت کی کہ وہ نہ صرف اپنی ذات سے قائم اور زندہ ہے بلکہ وہ اپنی مخلوقات کی زندگی ، بقا اور قیام کا بھی ذمہ دار ہے اور ان کی ہستی اور وجود کو باقی رکھنے والا ہے ۔ سوم اس نے

لَاتَاْخُذُہٗ سِنَۃٌ وَّلَا نَوْمٌ

کہہ کر یہ بھی اعلان کر دیا کہ اسے نہ صرف مستقل اور دوامی فنا سے تحفظ حاصل ہے بلکہ اونگھ اور نیند کے عارضی عارضہ سے بھی جو فنا ، غفلت اور موت کی فروتر صورتیں ہیں بالکلیہ نجات اور تحفظ حاصل ہے ۔ پورے قرآن مجید میں اللہ تعالےٰ نے اپنے لئے یا اپنی ذات عالی کے لئے یہ دونوں صفتیں استعمال نہیں کی ہیں۔ آخری بات یہ کہ اس آیت کریمہ میں مذکورہ بالا دوسری صفات میں اس کی حاکمیت ، ہمہ دانی اور قدرتِ کاملہ کے علاوہ اس کی ذات گرامی کے کائنات میں نہ سما سکنے کا خوبصورت پیرایہ میں اظہار کیا گیا ہے ۔

تمثیل کے پیرائے میں ذاتِ الٰہی کو آسمانوں اور زمین کے نور سے تعبیر کیا گیا ہے اور پھر اس نور کی جو تشریح و تفسیر کی گئی ہے وہ اللہ تعالےٰ کے الفاظِ عالیہ ہی میں سننے کے لائق ہے :

اَللہُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ مَثَلُ نُوْرِہٖ کَمِشْکٰوۃٍ فِیْھَا مِصْبَاحٌ ۭ اَلْمِصْبَاحُ فِیْ زُجَاجَۃٍ ۭ اَلزُّجَاجَۃُ کَاَنَّھَا کَوْکَبٌ دُرِّیٌّ یُّوْقَدُ مِنْ شَجَرَۃٍ مُّبٰرَکَۃٍ زَیْتُوْنَۃٍ لَّاشَرْقِیَّۃٍ وَّلَا غَرْبِیَّۃٍ ۙ یَّکَادُ زَیْتُھَا یُضِیْۗءُ وَلَوْ لَمْ تَمْسَسْہُ نَارٌ ۭ نُوْرٌ عَلٰی نُوْرٍ ۭ . . . . (النور ۳۵)

(اللہ روشنی ہے آسمانوں کی اور زمین کی ، کہاوت اس کی روشنی کی ، جیسے ایک طاق اس میں ایک چراغ ، چراغ دھرا ایک شیشہ میں ، شیشہ جیسے ایک تارا ہے جھمکتا ۔ تیل جلتا ہے اس میں ایک درخت برکت کے سے ، وہ زیتون ہے ، نہ سورج نکلنے کی طرف نہ ڈوبنے کی طرف ، لگتا ہے اس کا تیل سلگ اٹھے ، ابھی نہ لگی ہو اس کو آگ ، روشنی پر روشنی۔)

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات کو نورِ آسمان و زمین سے تعبیر کیا اور اس کی تشریح میں ایسی تشبیہات استعمال کیں جن سے یہ حقیقت واضح ہوگئی کہ وہ کوئی معمولی نور نہیں ہے اور غیر معمولی ہونے کے علاوہ وہ سارے جہان کو اپنے نور سے معمور کر دیتا ہے ۔ ارشادِ باری ہے :

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا (الزمر ٦٩)

(اور چمکی زمین اپنے رب کے نور سے) ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ والا کے لئے نور کی تعبیر کہیں اور استعمال نہیں کی ہے اور جہاں اللہ کا نور اور اس کا نور کی ترکیبیں استعمال کی گئی ہیں ان سے دوسری چیزیں مراد ہیں ۔

غیر مجسّم ذاتِ بیکراں

ذاتِ باری تعالیٰ کے لئے بعض اعضائے جسمانی جیسے وجہ (چہرہ) ید/ایدی (ہاتھ) استعمال ہوئے ہیں (مثلاً سورہ رحمٰن ۲۷ ، سورۃ القصص ۸۸ وغیرہ اور سورہ مائدہ ۶۴ ، سورۃ الفتح ۱۰ ، الحدید ۲۹ ، آل عمران ۳۶ ، المومنون ۸۸ یٰس ۷۱ ، ۸۳ ، الملک ۱ ، الحجرات ۱ ، التوبہ ۵۲ وغیرہ) ۔ ظاہر ہے کہ معمولی عقلِ سلیم کا مالک بھی جانتا ہے کہ ذاتِ خداوندی مجسم یا جسم والی نہیں ہے اور یہ تعبیرات ہمارے فہمِ نارسا کے لئے ہیں نہ کہ اس کی ذات کے اعضائے جسمانی ۔ علمائے کرام کا اس مسئلہ پر اختلاف ہے کہ ان اعضائے جسمانی سے کیا مراد ہے لیکن جمہور علماء کا مسلک ہے کہ یہ تعبیراتِ الٰہی ظاہری ہیں اور ان کی حقیقت سے ہم واقف نہیں لہٰذا ان کی کیفیت و ماہیت و حقیقت کو اسی ذاتِ گرامی پر چھوڑ دینا چاہیے ۔ یہاں مناسب معلوم ہوتا ہے کہ بعض علمائے کرام اور مفسرین کرام کی آراء اور تشریحات بھی بیان کر دی جائیں ۔ علامہ ابن تیمیہ فرماتے ہیں کہ "عقل کے ساتھ ساتھ شریعت سے بھی یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے جیسی کوئی شے نہیں ہے نہ تو اس کی ذات میں ، نہ اس کی صفات میں اور نہ ہی اس کے افعال میں ۔ فرمانِ الٰہی ہے :

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ

سورۃ الشوریٰ ۱۱ : نہیں اس کی طرح کا سا کوئی) دوسری جگہ فرماتا ہے :

هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا

(سورۂ مریم ٦٥ : کوئی پہچانتا ہے تُو اس کے نام کا) ۔ ایک اور مقام پر ارشاد ہے :

فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّ اَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ۝

(سورہ بقرہ ۲۲ : سو نہ ٹھہراؤ اللہ کے برابر کوئی اور تم جانتے ہو) اور فرمایا :

وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ

(الاخلاص ۴ : اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی) ۔ عقل سے معلوم ہوتا ہے کہ دو ایک جیسی چیزوں میں ایک کے لئے جو کچھ جائز ، واجب اور ممنوع ہوتا ہے وہ دوسرے کے لئے بھی اسی طرح جائز ، واجب اور ممنوع ہوگا ۔ اگر مخلوق خالق کے مشابہ ہو تو ان دونوں کا جائز ، واجب اور ممنوع چیزوں میں اشتراک لازم آئے گا ۔ خالق کا وجود اور قدیم ہونا واجب و لازمی ہے جب کہ مخلوق کے لئے یہ دونوں چیزیں محال و ناممکن ہیں بلکہ مخلوق کے لئے حادث (فانی) اور ممکن ہونا لازمی ہے ۔ اگر وہ دونوں مشابہ ہوتے تو دونوں اس باب میں مشترک ہوتے"۔ علامہ ابنِ تیمیہ نے اس کے بعد بھی کافی بحث کی ہے اور ثابت کیا ہے کہ مخلوق و خالق میں کوئی مشابہت نہیں لہٰذا خدائی اعضا کی دوسری تشریح و تعبیر کرنی ہوگی اور یہ واضح ہے کہ اس کا کوئی مادی وجود نہیں ہے (۱۶) ۔

مشہور مفسر اور فلسفی امام رازی کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے کسی مادی جسم کا ہونا ناممکن ہے کیونکہ اجسام ایک دوسرے کے مشابہ اور مماثل ہوتے ہیں اور قرآن مجید کا فیصلہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے مشابہ کوئی شے نہیں ہو سکتی ۔ اس لئے یہ عقیدہ و خیال قرآن مجید کی نص صریح کے بالکل منافی ہوگا کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی مادی جسم مانا جائے ۔ کیونکہ اس نے واضح طور پر فرمایا ہے :

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ

(شوریٰ ۱۱ : نہیں اس کی طرح کا سا کوئی) اگر یہ مان لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ کا کوئی جسم ہے تو یہ بھی ماننا لازم آئے گا کہ اس کا جسم جائز اشیا میں سے اپنی مخصوص صفات کا بھی حامل ہوگا ۔ اور اس سے اس کا کسی مدبر (تدبیر کرنے والے) اور مخصص (تخصیص کرنے والے) پر احتیاج و انحصار بھی لازم آئے گا اور ایسی صورت میں اس کا عالم کا الٰہ ہونے کا قول باطل ہو جائے گا دوم یہ کہ اگر یہ فرض کر لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ جسمیت میں تو سارے اجسام کے ساتھ اشتراک رکھتا ہے لیکن وہ اپنی مخصوص ماہیت میں ان سب سے الگ اور مخالف ہے تو ذاتِ الٰہی میں کثرت لازم آئے گی کیونکہ جسمیت تو اللہ کی ذات اور غیر اللہ کی ذات میں مشترک ہوگی اور اس کی ذات کی خصوصیت ذاتِ الٰہی اور غیر ذاتِ الٰہی میں غیر مشترک ہوگی لہٰذا اس کی ذات میں کثرت پیدا ہو جائے گی جو محال ہے ۔ لہٰذا یہ واضح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی کوئی جسمانی ہیئت نہیں ہے ۔ کیونکہ وہ غیر محدود ہے (۱۷) ۔

ذاتِ الٰہی کے غیر جسمانی اور غیر محدود ہونے کی وجہ سے انسان جو اپنے ادراک و فہم کے لئے اپنے مخصوص حواس کا محتاج ہے ذاتِ الٰہی کا مشاہدہ نہیں کر سکتا ۔ اللہ تعالیٰ نے خود واضح کر دیا ہے :

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ ، وَهُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ، وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ ○ (الانعام ۱۰۳)

اس کو نہیں پا سکتی آنکھیں ، اور وہ پا سکتا ہے آنکھوں کو ، اور وہ بھید جانتا ہے خبردار) چونکہ انسانی

عقل ، حاسہ اور نگاہ وغیرہ کی پابند و محتاج ہے اس لئے انسانی نگاہیں اس ذاتِ باری تعالیٰ کا نہ مشاہدہ کر سکتی ہیں اور نہ ادراک کر سکتی ہیں ۔ ظاہر ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کا کوئی جسم نہیں ، مادّی وجود نہیں جو کسی خاص مکان و زمان میں ہو اور اس کا کوئی طول و عرض ، اونچائی نچائی ہو لہٰذا اس کی ذات تک ہماری نگاہوں کی رسائی نہیں ہو سکتی ۔ یہی حال انسانی عقل کا ہے کہ وہ محدود اور بعض چیزوں اور لوازم کی محتاج ہے لہٰذا وہ بھی اس کی ذات کا ادراک کرنے سے قاصر رہتی ہے ۔ پھر یہ واضح ہے کہ جب اللہ تعالیٰ کی ذاتِ عالی مکان و زمان ، جسم و مادّہ اور ہر حدِ ادراک و فہم سے ماورا ہے تو وہ انسانی عقل و فہم اور حواس کی گرفت میں کیسے آسکتی ہے (۱۸) ۔

بایں ہمہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات اور وجود پر طبیعت و فطرتِ انسانی کے جوہر اور کائنات کے ذرے ذرے سے دلائل قائم کئے ہیں اور عقلی اور وجدانی دونوں طور سے ثابت کر دیا ہے کہ اس کی ذاتِ والا صفات ہر مکان و زمان میں موجود ہے ۔ اسی کو قرآن مجید نے انفس و آفاق کے دلائل قرار دیا ہے ۔ ارشاد فرماتا ہے :

سَنُرِيهِمْ اٰيٰتِنَا فِى الْاٰفَاقِ وَفِىْٓ اَنْفُسِهِمْ حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَهُمْ اَنَّهُ الْحَقُّ ؕ اَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ اَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ شَهِيْدٌ (حٰمٓ السجدہ ۵۳)

(اب ہم دکھاویں گے ان کو اپنے نمونے دنیا میں ، اور آپ ان کی جان میں ، جب تک کہ کھل جاوے ان پر ، کہ یہ ٹھیک ہے ۔ کیا تیرا رب تھوڑا ہے ہر چیز پر گواہ ؟ سنتا ہے !) ۔ انسانی فطرت کا داعیہ اور کائنات کی تمام اشیا اس کی ذات اور وجود پر گواہی دیتی ہیں ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے ان کی شہادت کا ذکر متعدد مقامات پر کیا ہے (آل عمران ۹۰ ، مائدہ ۷۵ ، انعام ۲۷ ، اعراف ۲۲ ، توبہ ۱۱ ، یونس ۶ ۔ ۵ ، رعد ۴ ۔ ۳ کہف ۱۷ ، طٰہٰ ۵۴ ، حج ۱۶ ، نور ۴۶ ، نمل ۸۶ ، عنکبوت ۴۹ ، روم ۳۷ ۔ ۲۱ ، لقمان ۳۱ ، جاثیہ ۳ اور متعدد دوسری) اس کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ذات و وجود پر خود اپنی شہادت بھی دی ہے اور ان گنت آیات میں اس کا ذکر موجود ہے (سورہ آل عمران ۱۸) میں ارشاد الٰہی ہے :

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًاۢ بِالْقِسْطِ ؕ (۳ : ۱۸)

(اللہ نے گواہی دی کہ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا اور فرشتوں نے اور علم والوں نے ، وہی حاکم انصاف کا)۔ سورہ نساء ۴۱ میں فرماتا ہے :

فَكَيْفَ اِذَا جِئْنَا مِنْ كُلِّ اُمَّةٍۭ بِشَهِيْدٍ وَّجِئْنَا بِكَ عَلٰى هٰٓؤُلَآءِ شَهِيْدًا ۝ (۴ : ۴۱)

(پھر کیا حال ہوگا ، جب بلاویں گے ہم ، ہر امت میں سے احوال کہنے والا اور بلاویں گے تجھ کو ، ان لوگوں پر احوال بتانے والا) سورہ آل عمران ۹۸ ، مائدہ ۱۱۷ ، انعام ۱۹ ، یونس ۴۶ ، حج ۱۷ ، سبا ۴۷ ، مجادلہ ۶ ، بروج ۹ میں نہ صرف ذاتِ الٰہی کے وجود پر شہادتِ حق دی گئی ہے بلکہ اس کے حاضر و ناظر ہونے کا اثبات کیا گیا ہے (۱۹) ۔

اللہ تعالیٰ کی ذات کے غیر محدود ہونے کا عقلی تقاضا بھی ہے اور قرآن مجید کی صاف تصریح بھی کہ وہ ازل و ابد ، زمان و مکاں اور وقت و مقام کی حد بندیوں سے آزاد اور ہر جگہ موجود اور حاضر و ناظر ہو ۔ متعدد آیات میں اوپر حوالہ گذر چکا ہے کہ اسنے اپنے آپ کو ہر شے پر گواہ و شہید ، انسانی اعمال کا ناظر و نگراں اور کائنات کی ہر ڈھکی چھپی چیز کا واقف کہا ہے ۔ وہ اپنی باخبر و عالم ذات کے لئے سورہ حدید ۳ میں فرماتا ہے :

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَهُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۝ (۵۷ : ۳)

(وہ ہے پہلا اور پچھلا ، اور باہر اور اندر ، اور وہ سب چیز جانتا ہے) ۔ اس آیت میں اس کے ازلی و ابدی اور ظاہری اور باطنی ہونے کی وضاحت کر دی گئی ہے اور بتا دیا گیا کہ وہ ہر جگہ حاضر و ناظر ہے (۲۰) ۔

حاضر و ناظر اور عالم الغیب

اللہ تعالیٰ کے حاضر و ناظر ہونے کا بڑا قریبی تعلق اس کی صفاتِ سماعت و بصارت اور علمِ غیب و شہادت سے ہے (۲۱) ۔ قرآن مجید میں بیشمار مقامات پر اور بہت سے سیاق و سباق میں اس کی ان صفاتِ لازمی اور ذاتی کا ذکر کیا گیا ہے ۔ ایک مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی ذات اقدس کے لئے کم از کم تینتالیس مقامات پر لفظ سمیع (سننے والا) استعمال کیا ہے اور ان میں سے صفت علیم (خبردار/جاننے والا) اس کے ساتھ اکتیس بار جوڑی گئی ہے جب کہ متعدد جگہ صفت بصیر (دیکھنے والا) لگائی گئی ہے اور خال خال صرف صفتِ سمیع استعمال ہوئی ہے یا اس کی کسی اور شے کی طرف اضافت کی گئی ہے (۲۲) ۔ سورہ بقرہ ۱۳۷ میں غیر مسلموں کی کرتوتوں کے حوالہ سے سمیع علیم کی صفت استعمال کی گئی ہے جبکہ آیت ۲۴۴ میں جہاد فی سبیل اللہ میں مسلموں کے اعمال کے حوالہ سے اور آیت ۲۵۶ میں اللہ تعالیٰ کی مضبوط رسی کو قوت کے ساتھ تھامنے والوں کے حوالہ سے ۔ سورہ آل عمران ۳۴ میں گذشتہ قوموں کی ذریت اور ان کے آپس میں رشتہ سے صفت کا استعمال ہوا ہے جبکہ سورہ مائدہ ۷۶ میں ایسے غیر اللہ کی عبادت کے سلسلہ میں بیان ہوئی ہیں جو انسانوں یا اپنے عابدوں کے لئے کسی نفع و ضرر کے مالک نہیں ۔ سورہ انعام ۱۳ میں اس کا استعمال رات اور دن میں ہر اس چیز کے حوالہ سے کیا گیا ہے جو اس میں سکون پذیر ہوتی ہے ۔ سورہ انفال ۱۷ میں مسلمانوں کی اللہ تعالیٰ کی جانب سے آزمائش کے ضمن میں، آیت ۴۲ میں مرنے اور جینے والوں کی دلیل و حجت کے حوالہ سے اور آیت ۵۳ میں قوموں کے عروج و زوال ، انعاماتِ الٰہی اور اپنی تقدیر کے بدلنے کے حوالہ سے استعمال ہوئی ہے ۔ سورہ انبیاء ۴ میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے :

قٰلَ رَبِّیْ یَعْلَمُ الْقَوْلَ فِی السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۫ وَهُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۝

(اس نے کہا میرے رب کو خبر ہے بات کی ، یا آسمان میں ہو یا زمین میں ، وہ ہے سنتا جانتا) اور سورہ لقمان ۲۸ میں ارشاد ہے :

مَاخَلْقُكُمْ وَلَابَعْثُكُمْ اِلَّاكَنَفْسٍ وَّاحِدَةٍ اِنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ ○

(تم سب کا بنانا اور مرے پر جِلانا ، وہی جیسا ایک جی کا ، بے شک اللہ سنتا ہے دیکھتا) ۔ اسی طرح دوسری آیات میں اللہ تعالیٰ نے موت، خیر، تزکیہ، رسولوں کے انتخاب، شیطان کے فریب اور اپنی رحمت عام کے حوالہ سے اپنے حاضر و ناظر ہونے کا اعلان کیا ہے (۲۳) ۔

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ میں صفت بصیر کے استعمال کے علاوہ دوسری جگہوں پر بھی وہ استعمال ہوئی ہے اور فواد محمد عبدالباقی کے مطابق ایسی تمام آیات کریمہ کی تعداد چھتیس ہے (۲۴) ۔ سورہ بقرہ کی آیات ۹۶ اور ۱۱۰ میں بالترتیب اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو غائب و حاضر اشخاص کے اعمال کا بصیر (دیکھنے والا) قرار دیا ہے ۔ اسی طرح اپنے مخاطبوں کے اعمال کا بصیر متعدد دوسری آیات میں بتایا ہے (سورہ بقرہ ۲۳۳ ، ۲۳۷ ، ۲۶۵ ، آل عمران ۱۵۶ ، انفال ۷۲ ، ھود ۱۱۲ ، سبا ۱۱ ، فصلت ۴۰ ، حجرات ۱۸ ، حدید ۴ ، ممتحنہ ۳ ، تغابن ۲) بعض دوسری آیات میں غائب لوگوں کے اعمال کا نگراں اسی طرح قرار دیا ہے (آل عمران ۱۶۳ ، مائدہ ۷۱ ، انفال ۳۹) ۔ پھر کئی آیات میں اپنے بندوں پر بصیر (بصیر بالعباد) ہونے کا اعلان کیا ہے (سورہ آل عمران ۱۵، ۲۰، فاطر ۳۱، غافر ۴۴، شوریٰ ۲۷) ان کے علاوہ کئی اور آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ بصارت کو مطلق بیان کیا ہے مگر اس کا تعلق کسی نہ کسی حقیقت یا انعامِ الٰہی سے جوڑا ہے ۔ مثلاً سورہ اسریٰ میں ارشاد ہے :

لِنُرِيَهٗ مِنْ اٰيٰتِنَا ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ

(کہ دکھاویں اس کو کچھ اپنی قدرت کے نمونے ، وہی ہے سنتا دیکھتا) اللہ تعالیٰ نے اس آیتِ کریمہ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو دورانِ معراج بیت المقدس (المسجد الاقصیٰ) لے جانے کا مقصد و انعام کا حوالہ دے کر اپنے سمیع و بصیر ہونے کا ذکر کیا ہے ۔ اسی طرح سورہ حج ۶۱ میں ارشاد ہے :

يُوْلِجُ الَّيْلَ فِي النَّهَارِ وَاَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌۢ بَصِيْرٌ

(اللہ پیٹھاتا (داخل کرتا) ہے رات کو دن میں اور دن کو رات میں، اور اللہ سنتا ہے دیکھتا) ۔ اسی سورہ کی آیت ۷۵ میں اپنی صفت کا تعلق ملائکہ اور انسانوں میں سے اپنے فرستادوں کے انتخاب و چیدگی سے جوڑا ہے ۔ سورہ لقمان نمبر ۲۸ کا حوالہ اوپر گذر چکا ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی تخلیق اول اور بعثِ آخر کو پلک مارنے کی مدت سے جوڑا ہے ۔ آخر میں سورہ شوریٰ ۱۱ میں فرماتا ہے :

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ

(نہیں اس کی طرح کا سا کوئی ، اور وہی ہے سنتا دیکھتا) اس آیت میں گویا کہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ سب بے ہمتا کے ہمہ گیر حاضر و ناظر اور ہر جگہ موجود و قائم ہونے کی صراحت کو عروج پر پہونچا دیا گیا ہے (۲۵) ۔

ذاتِ الٰہی کے علیم (جاننے والا، جانتا) ہونے کی صفت کو مذکورہ بالا صفات سے نہ صرف تعداد کے لحاظ سے زیادہ مقامات پر (۱۴۰) بیان کیا ہے بلکہ اس کی مختلف لفظی صورتوں کو بھی بہت سی جگہوں پر استعمال کیا ہے:

اَعْلَمُ (٤٩ مقامات) ، عَلَّامُ (٤ آیات) عَالِمُ (١٣ مرتبہ) عَالِمِیْنَ (٢ جگہ)

اس کے علاوہ فعل و مصدر علم کے مختلف مشتقات کو بھی متعدد جگہ استعمال کیا ہے :

العِلْمُ ، عِلْمَ ، عَلِمَ يَعْلَمُ وغیرہ ۔ یہ تمام آیات کریمہ اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے عالمِ کل ، حاضر و ناظر ، ہمہ داں اور ہر جا موجود ہونے کا اظہار کرتی ہیں۔ (۲۰) متعدد آیات میں اس کے عالم غیب و شہادت کی صراحت کی گئی ہے ۔ سورہ انعام ۱۳ میں اس کی دنیاوی و اخروی ملکیت اور صور کے پھونکے جانے کے حوالہ سے اس کو عالم الغیب و الشہادۃ کہا ہے ۔ سورہ توبہ ۹۴ اور ۱۰۵ اور سورہ جمعہ ۸ وغیرہ میں مخاطبوں کو یاد دلایا ہے کہ جو کچھ وہ کرتے ہیں ان کو ایک دن عالم الغیب و الشہادۃ ان کے تمام ڈھکے چھپے اور ظاہر اعمال سے آگاہ کرے گا ۔ بعض دوسری آیات میں بھی بندوں کے اعمال سے آگاہی اور خبرداری کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کے غیب و حاضر کے عالم ہونے کا ذکر آیا ہے ۔ سورہ فاطر ۳۸ میں ارشاد فرماتا ہے :

اِنَّ اللّٰهَ عٰلِمُ غَيْبِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ ○

(اللہ بھید جاننے والا ہے آسمانوں کا، اور زمین کا ، اس کو خوب معلوم ہے ، جو بات ہے دلوں میں) دلوں میں چھپے رازوں (ذات الصدور) اور ان سے اللہ تعالیٰ کی واقفیت کا ذکر کم از کم پچیس ۲۵ آیاتِ قرآنی میں مختلف سیاق میں آیا ہے۔ اسی حقیقت کا اظہار بتکرار سورہ زمر ۴۶، سورہ حشر ۲۲ ، تغابن ۱۸ میں ہے اور پوشیدہ چیزوں (غیوب) کا سب سے بڑا جاننے والا (علّام) ہونے کا اعلان سورہ مائدہ ۱۰۹، ۱۱۶، توبہ ۷۸ اور سبا ۴۸ میں کیا ہے اور واضح کیا ہے کہ وہ نہ صرف آسمانوں اور زمین کے غیب و شہادت کو جانتا ہے بلکہ انسانوں ، فرشتوں ، جنوں اور تمام دوسری ذوحس مخلوقات کے دلوں اور اس کی پہنائیوں میں چھپی ہوئی باتوں اور خیالات سے بھی آگاہ ہے ۔ وہ انسانوں کی سرگوشیوں اور رازوں کو بھی جانتا ہے اور ان کے مظاہروں اور اعلانات کو بھی ۔ وہ اپنے غیب پر کسی کو مطلع نہیں کرتا سوائے اس کے جسے وہ ذاتِ علیم و خبیر چاہے

عٰلِمُ الْغَيْبِ فَلَا يُظْهِرُ عَلٰى غَيْبِهٖٓ اَحَدًا ○ اِلَّا مَنِ ارْتَضٰى مِنْ رَّسُوْلٍ (الجن ٢٦ . ٢٧)

(جاننے والا بھید کا، سو نہیں خبر دیتا اپنے بھید کی کسی کو، مگر جو پسند کر لیا کوئی رسول) حتٰی کہ اس کے عرش بریں کے اردگرد رہنے والے اور ہمہ وقت حاضر باش فرشتے بھی اس کو نہیں جانتے :

قَالُوْا سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا عَلَّمْتَنَا ۭ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ (البقرہ ٣٢)

(بولے تُو سب سے نرالا ہے ، ہم کو معلوم نہیں مگر جتنا تُو نے سکھایا ، تُو ہے اصل دانا پختہ کار)۔ اصل بات یہ ہے

کہ مخلوق کا علم اللہ تعالیٰ کا بخشا ہوا ہے وہ جتنا جسے چاہتا ہے علم بخش دیتا ہے اور چاہے جتنا وہ بخش دے وہ علم الٰہی کے مقابلے میں انتہائی قلیل ہوتا ہے جیسا کہ وہ فرماتا ہے :

وَمَآ اُوْتِيْتُمْ مِّنَ الْعِلْمِ اِلَّا قَلِيْلًا (اسراء ۸۵) (اور تم کو خبر دی ہے تھوڑی سی) (۲۸) ۔

متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے علمِ اصلی اور بندوں کے علمِ مستعار کا موازنہ کیا ہے اور بہت سے حقائق کا اثبات کرکے اپنی ذات کو زیادہ جاننے والا (اَعلم) قرار دیا ہے ۔ سورہ بقرہ ۱۴۰، آل عمران ۱۶۷، مائدہ ۶۱ اور سورہ ممتحنہ میں اللہ تعالیٰ نے حق کو چھپانے ، رازوں کو پوشیدہ رکھنے ، ظاہر و باطن میں فرق روا رکھنے یا محض کسی شے کو چھپانے کی حقیقت یا فطرتِ انسانی کا ذکر کرکے واضح کیا ہے کہ وہ بندوں کے پوشیدہ کاموں ، رازوں اور باتوں کو ان سے بھی زیادہ جانتا ہے ۔ کئی آیات میں یہ بتایا ہے کہ وہ ایمان و ہدایت والوں اور گمراہی و ضلالت اور کفر والوں کو سب سے زیادہ جانتا ہے (سورہ مائدہ ۶۱، انعام ۱۱۷، ۱۱۹، نحل ۱۲۵، اسراء ۸۴، قصص ۳۷، ۵۶، ۸۵، نجم ۳۰، ۳۲، ممتحنۃ ۱۰، قلم ۷، انشقاق ۲۳) ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ شکر گذاروں ، ظالموں ، حد سے تجاوز کرنے والوں ، فساد کرنے والوں اور تقوائے الٰہی رکھنے والوں سے بھی سب سے زیادہ واقف ہے (سورہ انعام ۵۳، ۵۸، ۱۱۹، یونس ۴۰، نجم ۳۲) ۔ وحیِ الٰہی اور اس کے برگزیدہ نازل کرنے والے فرشتوں ، اس کو بندوں کی ہدایت کے لئے وصول کرنے والے رسول اور کلامِ الٰہی کے عظیم متکلّم کے بارے میں جو کچھ دشمنانِ دین اور حریفانِ دانش و آگہی کہتے ہیں اللہ تعالیٰ ان سے بھی خوب بلکہ سب سے زیادہ آگاہ ہے (سورہ یوسف ۷۷، نحل ۱۰۱، اسراء ۴۷، مومنون ۹۶، قٓ ۴۵، انشقاق ۲۳) ۔ انسانوں کے اعمال سے وہ سب سے واقف ہے (حج ۶۸، شعراء ۱۸۸، زمر ۷۰، احقاف ۸، نجم ۳۲) اللہ تعالیٰ انسانوں کو ان کے اعمال و افعال کو ، ان کی تقدیر کو ، ان کے جنتی اور جہنمی ہونے کو اسی دن سے سب سے زیادہ جانتا ہے جس دن ان کو پیدا کیا گیا ہے (اسراء ۵۴، ۸۴، مریم ۷۰، طٰہٰ ۱۰۴) ۔ وہ گذشتہ قوموں کے واقعات اور ان کے حقائق کو بھی خوب جانتا ہے ۔ اس ضمن میں قرآن مجید نے حضرت مریم کی پیدائش پر ان کی ماں کے بیٹا نہ پیدا ہونے پر افسوس و رنج کا حوالہ دیا ہے (آل عمران ۳۶) ، اصحابِ کہف کی تعداد ، غار میں ان کی مدتِ قیام اور دوسرے کوائف کو بطورِ نمونہ بیان کیا ہے (کہف ۱۹، ۲۰۔ ۲۱، ۳۶) ۔ غرضکہ اللہ تعالیٰ دلوں کی بات جانتا ہے

اَللّٰهُ اَعْلَمُ بِمَا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ (هود ۳۱) (اللہ بہتر جانے جو ان کے جی میں ہے)

رَبُّكُمْ اَعْلَمُ بِمَا فِيْ نُفُوْسِكُمْ ۭ (الاسراء ۲۵) (تمہارا رب خوب جانتا ہے جو تمہارے جی میں ہے)

اَوَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَعْلَمَ بِمَا فِيْ صُدُوْرِ الْعٰلَمِيْنَ (العنكبوت ۱۰)

(کیا یوں نہیں کہ اللہ خوب خبردار ہے جو کچھ جیوں میں ہے جہان والوں کے)

وَاَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَيْتُمْ وَمَآ اَعْلَنْتُمْ ۭ (ممتحنہ ۱)

(اور مجھ کو خوب معلوم ہے جو چھپایا تم نے اور جو کھولا تم نے) اور آسمانوں اور زمین کی ہر شے کو سب سے زیادہ جانتا ہے (سورہ الاسراء ۵۵، کہف ۲۶ اور سورہ النجم ۳۲) ۔ کائنات کی ہر شے کا علمِ الٰہی میں ہونے کا صریح ذکر مختلف آیات میں موجود ہے ۔

وھُو بکُلِّ شئٍ علیمٌ (البقرہ ۲۹) (اللہ کو معلوم ہے ہر چیز) مزید ملاحظہ ہو :

سورہ بقرہ ۲۳۱، ۲۸۲، النساء ۳۲، ۱۷۶، مائدہ ۹۷، انعام ۱۰۱، انفال ۷۵، توبہ ۱۱۵، نور ۳۵، ۶۴، عنکبوت ۶۲، احزاب ۴۰، ۵۴، یٰسٓ ۷۹، شوریٰ ۱۲، حجرات ۱۶، فتح ۲۶، حدید ۳، مجادلہ ۷، تغابن ۱۱) ۔ متعدد آیات میں علمِ الٰہی کو حکمتِ الٰہی کے ساتھ جوڑا گیا ہے اور یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ کا علم حکمت اور مصلحت پر مبنی ہے (سورہ بقرہ ۳۲، نساء ۱۱، ۱۷، ۲۴، ۲۶، ۹۲، ۱۰۴، ۱۱۱، ۱۷۰، الاحزاب ۱، الفتح ۱، الدھر ۳۰، انعام ۸۳، ۱۲۸، ۱۳۹، انفال ۷۱، توبہ ۱۵، ۲۸، ۶۰، ۹۷، ۱۰۶، ۱۱۰، یوسف ۶، ۸۳، ۱۰۰، الحجر ۲۵، الحج ۵۲، النور ۱۸، ۵۹-۵۸، نمل ۶، زخرف ۸۴، الحجرات ۸، ذاریات ۳۰، ممتحنہ ۱۰، تحریم ۲) اس لئے وہ اپنی حکمت کے مطابق انسانوں اور فرشتوں میں سے اپنے رسول و فرستادے منتخب کرتا ہے (سورۃ الانعام ۲۴)

اور انسانوں کی تقدیر بناتا ہے (سورہ الاسراء ۵۴، ۹۶، سورہ النجم ۳۲، نیز ملاحظہ ہو بقرہ ۲۴۷، ۲۶۱، آل عمران ۷۳، مائدہ ۵۴، انعام ۸۳، ۹۶، توبہ ۲۸، یونس ۶۵، یوسف ۷۶، نحل ۷۰، حج ۵۹، نور ۳۲، عنکبوت ۶۰، شوریٰ ۱۲، ۵۰، ممتحنہ ۱۰ وغیرہ) وہ جانتا ہے کہ کون سی چیز کس کے لئے بہتر ہے اور کس کے لئے بد تر خواہ وہ انسانوں کو پسند ہو یا ناپسند (سورہ البقرہ ۲۱۶) وہ صاف اعلان کرتا ہے :

وما یعزُبُ عنْ رَّبِّكَ منْ مِّثقالِ ذرَّةٍ فِی الْاَرْضِ ولاَ فِی السَّمَآءِ وَلآَ اَصْغَرَ مِنْ ذٰلِكَ وَلآَ اَكْبَرَ اِلَّا فِیْ كِتٰبٍ مُّبِیْنٍ (یونس ۶۱)

اور غائب نہیں رہتا تیرے رب سے، ایک ذرہ بھر زمین میں، نہ آسمان میں، نہ اس سے چھوٹا نہ اس سے بڑا، جو نہیں کھلی کتاب میں (نیز سبا ۳) (۲۹)

قرآن مجید نے بہت سی آیات میں اللہ تعالٰی کی صفتِ علم کے ساتھ بعض دوسری صفات کو بھی موقع و محل کی مناسبت سے جوڑا ہے جیسا کہ ہم اوپر حکیم، سمیع، بصیر اور خبیر کی صفاتِ الٰہی کے جمع کرنے کے ضمن میں ملاحظہ کر چکے ہیں ۔ علمِ الٰہی کو اس کی حکمت کے ساتھ چھتیس آیات میں جمع کیا گیا ہے (۳۰) ۔ اور ان کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ سورہ بقرہ ۳۲ میں علم الٰہی کی بیکرانی اور فرشتوں کی علمی حد بندی بلکہ عاجزی کا موازنہ کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ حکمتِ الٰہی کا تقاضا ہے کہ مخلوق کو خواہ وہ فرشتے ہوں یا کوئی اور کتنا علم دیا جائے ۔ سورہ نساء ۲۶، سورہ توبہ ۱۵، ۱۰۶ میں توبہ کی قبولیت اور انابت خداوندی کو جوڑا گیا ہے اور واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالٰی ہی اپنے بندوں پر انابت کرنے کی حکمت کو جانتا ہے ۔ اسی طرح مخلوقات میں درجاتی بلندی و پستی اور طبقاتی اونچ نیچ کا تعلق بھی علم و

حکمتِ الٰہی سے ہے (انعام ۸۳) ۔ یہ درجاتی اونچ نیچ اور تقسیم دنیاوی بھی ہو سکتی ہے اور اخروی بھی ، جنتی بھی ہو سکتی ہے اور جہنمی بھی (انعام ۱۲۸) ۔ فضلِ خداوندی کی بدولت مالداری اور غنا سے بہرہ مندی بھی علم و حکمتِ الٰہی پر مبنی ہے (سورہ توبہ ۲۸ ، حجرات ۸) اور وہ دنیاوی طبقاتی بلندی کی ایک علامت ہے اور ساتھ ہی ایمان و عمل کے آزمائش کی ایک کسوٹی سورہ توبہ کی متعدد آیات (۶۰، ۹۷، ۱۱۰ وغیرہ) میں واضح کیا گیا ہے کہ فرائضِ الٰہی کی تنزیل اوران سے مختلف انسانی طبقات کی واقفیت اور پابندی بھی علم و حکمتِ الٰہی سے قریبی تعلق رکھتی ہے ۔ سورہ یوسف کی کئی آیات (۶، ۸۳، ۱۰۰) میں حضرت یوسف کے خواب ، برادرانِ یوسف کی باپ سے دوری اور اس پر حضرت یعقوب کی دعائے خیر اور امیدِ وصال ، اور خاندانِ یعقوب کے دربارِ یوسفی میں اجتماع اور ملاپ کے اسباب و عوامل کو علم و حکمتِ الٰہی سے جوڑا گیا ہے ۔ آیاتِ الٰہی کی تنزیل و تفصیل ، تحکیم و تبیین اور تشریح و توضیح ظاہر ہے علم و حکمتِ الٰہی پر مبنی ہے (حج ۵۲ ، نور ۱۸، ۹۔۵۸، نمل ۶، ذاریات ۳۰، ممتحنہ ۱۰) ۔ اللہ تعالیٰ نے آسمان و زمین میں اپنے معبود کل والٰہ واحد ہونے ، مسلمانوں کے مولیٰ ، دوست و آقا ہونے کو بھی اپنی حکمت و علم سے متصل کیا ہے ۔ (سورہ زخرف ۸۴، سورہ تحریم ۲) ظاہر ہے قیامت کے دن کے تمام معاملات کا تعلق بھی علم و حکمتِ الٰہی سے ہے (انعام ۱۲۸ ، حجر ۲۵، اور دوسری متعلقہ آیات) (۳۱) ۔

علیم حکیم کے بعد سمیع علیم کے قران السعدین کی باری ہے جو کم از کم قرآنِ مجید میں بتیس بار ایک دوسرے کے ساتھ جمع کئے گئے ہیں (۳۲) ۔ (بقرہ ۱۲۷ ، ۱۳۷، ۱۸۱، ۲۲۴، ۲۲۷، ۲۴۴ ، ۲۵۶، آل عمران ۵۔ ۳۴، ۱۲۱ نساء ۱۴۸، مائدہ ۷۶، انعام ۱۳ ، ۱۱۵، اعراف ۲۰۰، انفال ۱۷، ۴۲، ۵۳، ۶۱، توبہ ۹۸، ۱۰۳، یونس ۶۵، یوسف ۳۴، انبیاء ۴، نور ۲۱، ۶۰، شعراء ۲۲، عنکبوت ۵، ۶۰، فصلت ۳۶، دخان ۶، حجرات ۱) دوسری جن صفاتِ الٰہی کا علمِ الٰہی کے ساتھ قِران کیا گیا ہے وہ ہیں : واسعٌ (سات آیات) حلیمٌ (تین آیات) عزیز (چھ آیات) خلاق (صرف دو آیات) قدیر (چار آیات) خبیر (چار آیات) اور فتاح (صرف ایک آیت) شاکر (دو آیات) ۔ ان آیات کے تجزیاتی مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم کو اس کی دوسری صفاتِ حسنہ کے ساتھ سیاق و سباقِ کلام کی مناسبت کے علاوہ بعض افعالِ الٰہی اور احکامِ خداوندی سے قریبی تعلق (خواہ وہ اندرونی ہو یا بیرونی) کی وجہ سے جمع کیا ہے ۔ مثلاً واسع کے ساتھ علمِ الٰہی کو جہاں جمع کیا گیا ہے وہاں ذاتِ خداوندی کی ہمہ گیری و ہمہ جہتی (سورہ بقرہ ۱۱۵) ملک و حکومت کا عطیۂ خداوندی (سورہ بقرہ ۲۴۷) ، فضل و نعمت اور مغفرتِ الٰہی (بقرہ ۲۶۱، ۲۶۸، آل عمران ۷۳، مائدہ ۵۴، نور ۳۲) کا ذکر کیا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان احسانات و عطایائے الٰہی کا علمِ الٰہی سے گہرا تعلق ہے ۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ کی صفتِ علم کو اس کے علم کے ساتھ وصیت ، رحمت و شفقت کے باب میں مربوط کیا گیا ہے (سورہ نساء ۱۲، سورہ حج ۵۹ اور سورہ احزاب ۵۱)۔ جب کہ اللہ تعالیٰ کے قدیر (قدرت والے) اور عزیز (طاقت و شوکت والے) ہونے کی صفت کو اس کے علم کے ساتھ جن آیات میں جمع کیا گیا ہے وہاں قدرت ، کاریگری ، عظمت اور شان و شوکتِ الٰہی کا ذکر ہے

(انعام ۹۶، نحل ۷۰، نمل ۶،۷، روم ۵۴، یٰس ۳۹، غافر ۲، فصلت ۱۲)، یہی معاملہ خلاق (زبردست پیدا کرنے والے) کی صفت کا ہے ۔ بندوں کی اطاعت گذاری کے مقام پر شاکر (قبول کرنے والا) کی صفت آئی ہے ۔ غرضکہ علمِ الٰہی کو نہ صرف مختلف افعالِ الٰہی ، اشیائے دنیوی و اُخروی اور دوسرے مفعولوں کے ساتھ ربط دیا گیا ہے بلکہ اس کی بعض دوسری صفاتِ حسنہ کے ساتھ بھی تاکہ اس کے علم کی ہمہ جہتی ، ہمہ گیری اور آفاقیت کو واضح کیا جائے (۳۴) ۔

لامکاں ذات مطلق

ذات الٰہی کے بارے میں ایک مشکل مقام "استوا علی العرش" کا ہے ۔ قرآن مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ کے مستوی ہونے کا ذکر مختلف انداز اور مختلف سیاق میں کیا گیا ہے ۔ ان میں سے دو مقامات پر

اسْتَوٰى اِلَى السَّمَآءِ

کی ترکیب استعمال ہوئی ہے چنانچہ سورہ بقرہ ۲۹ میں ارشاد ہے :

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ فَسَوّٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ

(پھر چڑھ گیا آسمان کو تو ٹھیک کیا ان کو سات آسمان) جبکہ سورہ فصلت ۱۱ میں یہی بات دوسرے انداز میں کہی گئی ہے :

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَهِىَ دُخَانٌ

(پھر چڑھ گیا آسمان کو ، اور وہ دھواں ہو رہا تھا)۔ باقی سات مقامات پر

اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

کے بارے میں فرمایا گیا ہے ۔ سورہ اعراف ۵۴ میں ارشاد ہے :

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۗ يُغْشِى الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا ۙ

(تمہارا رب اللہ ہے ، جس نے بنائے آسمان و زمین ، چھ دن میں ، پھر بیٹھا تخت پر ، اوڑھاتا ہے رات پر دن اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا) سورہ یونس ۳ میں سورہ اعراف کی مانند فرمایا گیا ہے صرف اس فرق کے ساتھ کہ

اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

کے "وہ تدبیر کرتا کام کی" (یدبر الامر) بجائے رات دن کی تخلیق کے ذکر کے ۔ سورہ رعد ۲ میں البتہ کافی فرق پایا جاتا ہے :

اَللّٰهُ الَّذِىْ رَفَعَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ وَسَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ ؕ

(اللہ وہ ہے جس نے اونچے بنائے آسمان بِن ستون ، دیکھتے ہو ، پھر قائم ہوا عرش پر ، اور کام لگایا سورج اور

چاند) ۔ سورہ طٰہٰ ۵۔۴ میں آسمان و زمین کی تخلیق کرنے والے رحمٰن کے عرش پر قائم ہونے کا ذکر ہے :

تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَ السَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ○ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○

(اتارا ہے اس شخص کا، جس نے بنائی زمین اور آسمان اونچے ، وہ بڑی مہر والا تخت کے اوپر قائم ہوا) ۔ سورہ فرقان ۵۹ میں اور سورہ سجدہ ۴ میں یکساں الفاظ و عبارت میں آسمانوں اور زمین اور ان کے درمیان کی دنیا چھ دنوں میں پیدا کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا ذکر ہے ۔ جبکہ سورہ حدید ۴ میں یہی بات اس فرق کے ساتھ کہی گئی ہے کہ اس میں چھ دنوں میں تخلیقِ آسمان و زمین کے بعد عرش پر مستوی ہونے کا ذکر تو ہے مگر ان دونوں کے درمیان والا فقرہ (وما بینہما) نہیں ہے ۔ آیات کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان کی طرف استوا کرنے والی پہلی دو آیات کے علاوہ بقیہ تمام آیات میں اللہ تعالیٰ کے عرش پر مستوی ہونے کا ذکر اس کے آسمان و زمین کی تخلیق کرنے کے بعد ہی کیا گیا ہے خواہ اس تخلیق کی مدت کا ذکر ہو یا نہ ہو یا آسمان و زمین کے درمیان کی دنیا کی تخلیق کا حوالہ ہو یا نہ ہو ۔ بعض آیات کریمہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تخلیقِ آسمان و زمین کے بعد اللہ تعالیٰ جب عرش پر مستوی ہوا تو اس نے تدبیر امر کی یا دوسرے معنوں میں سورج چاند ، رات دن وغیرہ کی تسخیر کا کام انجام دیا ۔ قرآن مجید کی ان تصریحات کو جب دوسری آیات کریمہ کے ضمن میں ملا کر مطالعہ کیا جاتا ہے تو یہ واضح ہوتا ہے کہ یہ استوا علی العرش عملِ تخلیق سے کسی تھکان کے لاحق ہونے کے سبب نہ تھا جیسا کہ انجیل و تورات وغیرہ کے شارحوں اور محرف کرنے والوں نے سمجھانے کی کوشش کی ہے بلکہ وہ تدبیر امورِ خلق یا تسخیرِ اجرامِ کائنات کی منزل تھی جو پروردگارِ عالم نے اپنے عرش پر مستوی ہو کر انجام دی ۔ استواء علی العرش کی پوری کیفیت قرآن مجید کی ان آیات سے نہیں معلوم ہوتی (۳۴) البتہ عرشِ الٰہی کے بارے میں بعض اہم تفصیلات ضرور ملتی ہیں ۔ کم از کم بائیس آیات میں عرش کا ذکر آیا ہے جن میں سے غالب اکثریت کا تعلق عرشِ الٰہی سے ہے ۔ ان میں سے کئی جگہ اس کو عرشِ عظیم (توبہ ۱۲۹، مومنون ۸۶، نمل ۲۶) کہا گیا ہے اور کسی جگہ عرشِ کریم (مومنون ۱۱۶) اور بیشتر جگہ بلاصفت ذکر آیا ہے ۔ بعض آیات میں اللہ تعالیٰ کو عرش کا رب کہا گیا ہے جن کا ذکر بعد میں رب پر بحث میں آئے گا ۔ کہیں اس کو ذوالعرش (غافر ۱۵) کہا ہے جس سے مراد اس کی بادشاہی ہے۔ سورہ زمر ۷۵ میں عرش کے مقام کے بارے میں مزید انکشاف یہ ہے :

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ

(اور تُو دیکھے فرشتے ، گھر رہے ہیں عرش کے گرد ، پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں) جبکہ سورہ غافر ۱۷ میں فرشتوں کے عرش اٹھانے اور اس کے گرد تسبیح پڑھنے کا ذکر ہے :

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَمَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ

(جو لوگ اٹھا رہے ہیں عرش ، اور جو اس کے گرد ہیں پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں) ان حامل عرش فرشتوں

کے بارے میں مزید ذکر سورہ حاقہ ۱۷ میں ہے :

وَيَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمٰنِيَةٌ

(اور اٹھا رہے ہیں تخت تیرے رب کا اپنے اوپر اس دن آٹھ شخص) لیکن سب سے اہم آیت ہے سورہ ہود ۷ جس میں اس کے عرش کو پانی پر بتایا گیا ہے :

وَكَانَ عَرْشُهُ عَلَى الْمَاءِ

(اور تھا تخت اس کا پانی پر) جس طرح استوا علی العرش کی کیفیت کو ہم سمجھنے سے قاصر ہیں اسی طرح اس کے عرش کے بارے میں ان تفصیلات کو جاننے سے قاصر ہیں ۔ البتہ آیات سے یہ واضح ہے کہ وہ بادشاہِ مطلق اپنے عرش سے تدبیر مملکت کرتا ہے اور ہم کو اسی پر ایمان رکھنا چاہئے ۔ علماء و مفسرین نے اس مشکل مقام الٰہی کو واضح کرنے کی اپنی اپنی کوششیں کی ہیں اور ان سے اس کا صحیح مفہوم متعین کرنے میں آسانی ہوئی ہے خاص کر علامہ ابن تیمیہ کی تشریحات ملاحظہ کرنی چاہئیں (۳۵)۔

الٰہ : الٰہ واحد

ذاتِ الٰہی کو اس کی صفات کے بغیر سمجھنا ناممکن ہے جیسا کہ پہلے عرض کیا گیا ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں اپنی بیشمار صفات بیان کی ہیں ۔ ان میں سب سے اہم صفت الٰہ (بندگی ، معبود ، رب) ہے جسکی تعبیر و تشریح مختلف طریقے سے کی گئی ہے ۔ مگر ایک مفہوم سب میں مشترک ہے اور وہ ہے معبود ، قابلِ پرستش اور پوجے جانے کے لائق ہونے کا تصور (۳۶) قرآن مجید کی بہت سی آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ کو الٰہ اور الٰہ واحد کہا گیا ہے ۔ سورہ بقرہ ۱۶۳ میں انسانوں کو خطاب کر کے اعلان کیا ہے :

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ

(اور تمہارا رب اکیلا رب ہے) ۔ اسی سورہ کی دو مزید آیات ۱۶۳ اور ۲۵۵ میں اسی کو الٰہ قرار دیا ہے ۔ سورہ آل عمران کی چار آیات (۲، ۶ ، ۱۸ ، ۶۲) میں اسی امر حقیقی کا اعادہ کیا ہے جن میں دوسری اور آخری آیات بالترتیب واضح کرتی ہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کی اپنی گواہی ہے کہ اس کے سوا اور کوئی اِلٰہ (معبود) نہیں اور یہ کہ اللہ کے سوا اور کوئی دوسرا اِلٰہ نہیں سورہ نساء کی آیت ۸۷ میں صرف اس کے الٰہ ہونے کا ذکر ہے تو آیت ۱۷۱ میں ارشاد ہے :

اِنَّمَا اللّٰهُ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ سُبْحٰنَهٗٓ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗ وَلَدٌ

(اللہ جو ہے ، سو ایک معبود ہے ، اس لائق نہیں کہ اس کے اولاد ہو) ۔ سورہ مائدہ ۷۳ میں عیسائیوں کے عقیدۂ تثلیث کی تردید کر کے صراحت کی گئی ہے کہ ایک الٰہ کے سوا اور کوئی دوسرا الٰہ نہیں

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّآ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ؕ

(بے شک کافر ہوئے جنھوں نے کہا ، اللہ ہے تین میں کا ایک اور بندگی کسی کو نہیں مگر ایک معبود کو) سورۂ انعام کی

چار آیات (۱۹، ۳۶، ۱۰۲ ، ۱۰۶) میں اسی کو الٰہ واحد قرار دیا گیا ہے اور غیر اللہ کے الٰہ ہونے کی نفی کی گئی ہے ۔ اسی طرح سورہ اعراف کی پانچ آیات (۵۹، ۶۵، ۷۳، ۸۵، ۱۵۸) میں اللہ تعالیٰ کے الٰہ ہونے کا اثبات اور غیر اللہ کی الوہیت کی نفی کی گئی ہے ۔ آخری آیتِ کریمہ میں ارشاد ہے :

الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ

(جس کی حکومت ہے آسمان اور زمین میں ، کسی کی بندگی نہیں سوائے اس کے ، جِلاتا ہے اور مارتا ہے) ۔ سورہ توبہ ۳۱ سورہ ھود ۵۰، ۶۱، ۸۴، سورہ انبیاء ۲۹، سورہ مومنون ۲۳، ۳۲، ۹۱، سورہ نمل ۲۔۶، سورہ قصص ۲۔۱، ۷، ۸، سورہ فاطر ۳، سورہ طور ۴۳، اور دوسری متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ کے الٰہ ہونے اور ماسویٰ اللہ کے الٰہ نہ ہونے کا اعلان و اظہار کیا گیا ہے اور انسانوں کو اللہ کے ساتھ کسی غیر کو شریک کرنے سے روکا گیا ہے ۔ (۳۷) جبکہ سورہ توبہ ۱۲۹، ھود ۱۴، رعد ۳۰، ابراھیم ۵۲، نحل ۲، ۲۲، ۵۱، کہف ۱۱۰، طٰہٰ ۸، ۱۴، ۹۸، انبیاء ۲۵، ۸۷، ۱۰۸، حج ۳۴، مومنون ۱۱۶، نمل ۲۶، قصص ۷۰، صافات ۳۵، ص ۶۵، زمر ۶، غافر ۳، ۶۲، ۶۵، فصلت ۶، زخرف ۸۴، دخان ۸، محمد ۱۹، حشر ۳۔ ۲۲، تغابن ۱۳ اور متعدد دوسری آیات میں اس کی الوہیت یا اس کی وحدانیت کا اثبات کیا گیا ہے ۔ ان آیاتِ کریمہ میں بعض اپنے معنی و مفہوم اور اثرات کے لحاظ سے بہت اہم ہیں مثلاً:

سورۂ انعام ۳ میں ارشاد ہے :

وَهُوَ اللّٰهُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ

(اور وہی ہے اللہ آسمان و زمین میں) سورہ زخرف ۸۴ میں اس کی مزید تائید یوں فرمائی :

وَهُوَ الَّذِیْ فِی السَّمَآءِ اِلٰهٌ وَّ فِی الْاَرْضِ اِلٰهٌ

(اور وہی ہے جس کی بندگی ہے آسمان میں ، اور اس کی بندگی ہے زمین میں) ۔ ان دونوں آیات میں عالمِ عُلوی اور عالمِ سِفلی دونوں میں اس کی الوہیت ثابت کی ہے ۔ متعدد آیات کریمہ میں اس کی وحدانیت ثابت کرنے کے علاوہ اس نے دو یا تین یا زیادہ خداؤں کے وجود کی تردید کی ہے ۔ سورہ انبیاء ۲۲ میں ارشاد فرماتا ہے :

لَوْ كَانَ فِیْهِمَاۤ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا یَصِفُوْنَ ۝

(اگر ہوتے ان دونوں میں اور حاکم ، سوا اللہ کے ، دونوں خراب ہوتے ، سو پاک ہے اللہ ، تخت کا صاحب، ان باتوں سے جو بتاتے ہیں) اسی حقیقت کی گونج سورۂ بنی اسرائیل ۳۔۴۲ میں سنائی دیتی ہے :

قُلْ لَّوْ كَانَ مَعَهٗۤ اٰلِهَةٌ كَمَا یَقُوْلُوْنَ اِذًا لَّابْتَغَوْا اِلٰی ذِی الْعَرْشِ سَبِیْلًا ۝ سُبْحٰنَهٗ وَ تَعٰلٰی عَمَّا یَقُوْلُوْنَ عُلُوًّا كَبِیْرًا ۝

(کہہ ۔ اگر ہوتے اس کے ساتھ اور حاکم ، جیسا یہ بتاتے ہیں تو نکالتے تخت کے صاحب کی طرف راہ ۔ وہ پاک ہے ، اوپر ہے ان کی باتوں سے بہت دور) سورہ مومنون ۹۱ میں اللہ تعالیٰ اپنی وحدانیت اور غیر اللہ کی نفیِ الوہیت کی دلیل یوں دیتا ہے :

ما اتخذ اللہ من ولد وما کان معہ من الٰہ اذا لذھب کل الٰہ بما خلق ولعلا بعضھم علیٰ بعض ؕ

(اللہ نے کوئی بیٹا نہیں کیا ۔ اور نہ اس کے ساتھ کسی کا حکم چلے ، یوں ہوتا تو لے جاتا ہر حکم والا اپنے بنائے کو اور چڑھ جاتا ایک پر ایک) ۔ اللہ تعالیٰ نے غیر اللہ کی الوحیت کی نفی اور اپنی الوہیت و وحدانیت کے لئے مختلف تعبیرات مختلف دوسری سورتوں میں اختیار کی ہیں (مثلاً سورہ انعام ۱۹)

ائنکم لتشھدون ان مع اللہ الھۃ اخریٰ ؕ قل لا اشھد ؕ قل انما ھو الٰہ واحد و اننی بریٓء مما تشرکون ○

(کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے ساتھ معبود اور بھی ہیں ۔ تو کہہ ، میں نہ گواہی دوں گا ۔ تو کہہ ، وہی ہے معبود ایک ، اور میں قبول نہیں رکھتا جو تم شریک کرتے ہو) نیز ۷۴، جس میں حضرت ابراہیم نے اپنے باپ آزر کو اصنام کے خدا بنالینے پر سرزنش کی تھی یا سورہ اعراف ۱۳۸، کہف ۱۵، مریم ۸۱، انبیاء ۲۱، ۲۳، ۴۳، ۹۹، فرقان ۳، یٰسٓ ۲۳، ۷۴، صافات ۸۶، ص ۵، زخرف ۴۵ اور متعدد دوسری آیات الٰہی میں ہے (۳۸) ۔

الٰہِ کائنات :

اللہ تعالیٰ نے صرف اسی پر اکتفا نہیں کیا کہ اپنے آپ کو یکہ و تنہا ، واحد و غیر مشترک، تثلیث و تثنیہ سے بری ، زمین و آسمانوں کا اللہ اور معبود قرار دیا بلکہ تمام انسانوں کا الٰہ قرار دیا (اِلٰہِ النَّاس ناس ۵) پھر انسانوں کو مختلف انداز میں مخاطب کرکے تیرا الٰہ (اِلٰھُکَ) اور تم سب کا الٰہ (اِلٰھُکُمْ) بیان کیا (ملاحظہ ہو سورہ بقرہ ۱۳۳، سورہ کہف ۱۱۰، طٰہٰ ۸۸، ۹۸، انبیاء ۱۰۸، حج ۳۶، عنکبوت ۴۶، صافات ۴ اور فصلت ۶) پھر کہیں ان کی نسبت انبیاء کرام کی طرف کی جیسے سورہ بقرہ ۱۳۳ میں حضرات یعقوب ، اسماعیل و ابراہیم اور (حضرت اسحاق) کی طرف کی ہے ۔ کبھی ان کو مومن بنو اسرائیل کا الٰہ کہا (سورہ یونس ۹۰) حضرت یونس کی زبان سے اس کے الٰہ ہونے کا اقرار کرایا (انبیاء ۸۷) اور موسیٰ کا الٰہ (طٰہٰ ۸۸، قصص ۳۸، غافر ۳۷) بتایا ۔ انبیاء سابقین اور گذشتہ مومنین کی طرف اپنی الوہیت کی نسبت کرکے اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم علیہ السلام سے لے کر تا قیامِ قیامت اس کے تاریخی تسلسل اور بندوں کے دوامی اقرار کی طرف توجہ دلائی ہے اور اسکی حقیقتِ ثابتہ کو واضح کیا ہے ۔ ظاہر ہے کہ تخلیقِ آدم بلکہ تخلیقِ کائنات سے اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا اقرار ہر زمانہ ہر آن اور ہر لحظہ ہوتا چلا آیا ہے اور اسی طرح اللہ کے بندے اور دوسری مخلوقاتِ خداوندی اس کا اقرار و اعتراف ہر آن ، ہر مکان اور ہر زمان میں تاقیامت کرتے رہیں گے اور قیامت کے دن تو منکرینِ حق

بھی اس کی الوہیت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہوں گے کہ اس دن وہ حقیقت ظاہر ہو کر ان کی نگاہوں کے سامنے جلوہ گر ہوگی دنیا میں اگر کافر و مشرک اور منکرِ حق اللہ تعالیٰ کی الوہیت کا انکار کر بھی دیں تو اس پر کوئی اثر یا فرق نہیں پڑتا ۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو انکارِ حق سے روکنے اور اپنی الوہیت کا اعتراف کرانے کے لئے آسمان و زمین ، شجر و حجر ، بارش و بجلی ، سبزہ و سبزی غرضکہ کائنات کی ہر شے کی شہادت دلوائی اور خود بھی شہادت دی جس سے بڑھ کر اور کوئی دوسری شہادت نہیں ہو سکتی اور پھر انھیں جیسے انسانوں اور ان سے افضل فرشتوں اور رسولوں کی شہادت بھی پیش کی تاکہ وہ انکار ، کفر اور شرک سے باز آجائیں ۔ اور اگر وہ باز نہ بھی آئیں تو یہ واضح ہو جائے کہ مومنین اور اہلِ عقل اور صاحبانِ دل تو اس کی الوہیت کے قائل ہیں ۔ بالفرض اگر ساری دنیائے انسانی اس کی الوہیت کی منکر ہو جائے تو بھی اس کی الوہیت پر ذرا فرق نہیں پڑتا کہ کائنات اور فرشتوں کی جماعت اس کی الوہیت کی قائل ہے اور ہمیشہ رہے گی ۔ اس نے یہ بھی واضح کر دیا کہ اسے اپنی الوہیت ثابت کرنے کے لئے کسی کے اقرار و ایمان ، اعتراف و تسلیم کی ضرورت و حاجت نہیں ہے ۔ وہ جس طرح اپنی ذاتِ عالی میں زندہ اور قیوم ، صمد و بے نیاز اور غیر محتاج ہے اسی طرح وہ اپنی ذات سے الٰہ ہے اور کسی مخلوق کی موجودگی یا اعتراف سے اسکی الوہیت وابستہ نہیں ہے ۔ یہاں تک کہ تخلیقِ کائنات سے قبل بھی وہ الٰہ تھا اور اس کے بعد بھی وہ الٰہ ہے اور اس تخلیق کے خاتمہ کے بعد بھی وہ الٰہ رہے گا ۔ اس کی الوہیت ازلی اور ابدی اور استمراری ہے اور اس کی ذات کی طرح قائم بالذات اور دوامی ہے (۳۹) ۔

اللہ ہی خالق ہے

اپنی الوہیت پر آفاق و انفس اور کائنات سے اللہ تعالیٰ نے طرح طرح سے شہادت دلوائی اور اپنے بندوں کو اس کے اعتراف و قبول کے لئے آمادہ کیا ہے ۔ بہت سی آیاتِ کریمہ میں اس کے خالق (۴۰) ہونے کا ذکر کر کے اس کے الٰہ ہونے پر دلیل قائم کی گئی ہے ۔ مثلاً سورہ انعام ۱۰۲ میں ارشاد باری ہے :

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ

(یہ اللہ ہے رب تمہارا ، اس کے سوا کسی کو بندگی نہیں، بنانے والا ہر چیز کا ، سو تم اس کی بندگی کرو) ۔ اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ کو رب ، الٰہ اور خالق کی تین صفات سے متصف کرنے کے علاوہ اس کی الوہیتِ مطلق اور غیر مشترک کا اعلان کر کے اسی کی عبادت کا مطالبہ کیا گیا ہے ۔ آگے چل کر ہم وضاحت کریں گے کہ ان تینوں صفاتِ الٰہی میں بڑا منطقی رشتہ ہے اور پھر مطالبۂ عبادتِ الٰہی سے بھی اس کا تعلق بڑا منطقی ہے ۔

اللہ تعالیٰ کے الٰہ اور خالق ہونے کی حقیقت کا اظہار متعدد آیات کریمہ میں کیا گیا ہے ۔ سورہ فاطر ۳ ، سورہ زمر ۶۲ اور سورہ غافر ۶۲ میں اسی حقیقت کو کم و بیش انہیں الفاظ میں بیان کیا گیا ہے جن میں مذکورہ بالا سورہ انعام کی آیات میں کیا گیا ہے کہ اللہ ، خالق اور رب کی صفات کو ان میں جمع کر دیا گیا ہے ۔ ان کے علاوہ چار مزید آیات (رعد ۱۶، الحجر ۲۸، ص ۷۱ اور حشر ۲۴) میں اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کی صراحت کی گئی ہے ۔

خالقِ انسان :

اللہ تعالیٰ کی مطلق صفتِ خالقیت کے علاوہ بہت سی قرآنی آیات میں کائنات کی مختلف اور گوناگوں چیزوں کی تخلیق الٰہی کی حقیقت کا اظہار کر کے اس کے الٰہ ہونے پر شہادت قائم کی گئی ہے ۔ اگرچہ تخلیقِ کائنات کا عمل انسان کی تخلیق سے زیادہ اہم اور بڑا ہے اور زمانی لحاظ سے پہلے کا ہے تاہم انسان کی تخلیق بجائے خود ایک اہم ترین واقعہ ہے اور ایک لحاظ سے تخلیق الٰہی کا شاہکار ہے کہ وہ خدا کا مخاطب و خلیفہ بھی ہے۔ (۴۱) چنانچہ پہلی وحیِ الٰہی میں جو اللہ تعالیٰ نے غار حرا میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نازل کی اللہ تعالیٰ کی مطلق صفتِ خالقیت سے کلام کا آغاز کیا اور پھر انسان کی تخلیق سے اس کو خاص کیا (۴۲) :

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِيْ خَلَقَ ۝ خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ عَلَقٍ ۝ (علق ۱-۲)

(پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے بنایا ، بنایا آدمی لہو کی پھٹکی سے) ۔ قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ انسان کو مختلف مراحل سے گذارا ہے ۔ اور ان میں سے ہر مرحلہ کو اپنی صفتِ خالقیت پر دلیل بنایا ہے ۔ ان مرحلوں کے ذکر کے سلسلہ میں یہ حقیقت ذہن نشین رکھنی ضروری ہے کہ تخلیقِ انسان کے مختلف مراحل کا ذکر ترتیب وار نہیں کیا ہے ۔ بلکہ کلام کا سیاق و سباق ، مخاطبین کی ذہنی اور نفسیاتی ضرورت ، حالات و واقعات کا تقاضا اور اللہ تعالیٰ کی اپنی حکمتِ نزول کے مطابق جس مرحلہ کا ذکر جب اور جہاں ضروری سمجھا اسی کا ذکر کیا ہے ۔ لیکن موجودہ مصاحف میں محفوظ کلامِ الٰہی کے تجزیاتی مطالعہ سے ہم انسانی تخلیق کے مختلف مراحل کو متعین اور اس سے متعلق اللہ تعالیٰ کی صفتِ خالقیت کو اس کے صحیح تناظر میں مطالعہ کر سکتے ہیں ۔

تخلیقِ انسانی کا اولین مرحلہ : تخلیقِ آدم

تخلیق انسان کا اولین مرحلہ تخلیقِ آدم ہے جیسا کہ قرآن مجید کا صریح اعلان ہے :

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ (الاعراف ۱۸۹)

(وہی ہے جس نے تم کو بنایا ایک جان سے) ۔ اس اعلان کو قرآن مجید نے کئی اور جگہ دہرایا ہے جیسا کہ ہم ذرا بعد میں ملاحظہ کریں گے ۔ تخلیقِ آدم بھی مختلف مراحل سے گذری ہے جیسے کہ بعد میں ذریتِ آدم کو مختلف مراحلِ تخلیق سے گذرنا پڑا ۔ حضرت آدم کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ نے فرشتوں سے جب تخلیقِ انسان کے اپنے ارادہ کا ذکر فرمایا تو ارشاد کیا :

اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ (ص ۷۱)

(جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو ، میں بناتا ہوں ایک انسان مٹی کا) اور سورہ سجدہ، میں اسکی مزید توثیق کی کہ اس نے انسان کی تخلیق مٹی (طین) سے ہی شروع کی :

وَبَدَاَ خَلْقَ الْاِنْسَانِ مِنْ طِيْنٍ

(اور شروع کی انسان کی پیدائش ایک گارے سے)۔ ابلیس نے جب اپنی ناری فطرت کے سبب حضرت آدم کو سجدہ کرنے سے انکار کیا تھا تو اسی سبب سے کہ حضرت انسان کی تخلیق طین (مٹی) سے کی گئی ہے (سورہ الاعراف ۲۲ ۔ ص ۷۶) ۔ اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی مٹی سے تخلیق کا ذکر سورہ انعام ۲ میں بھی کیا ہے ۔ پھر سورہ صافات ۱۱ میں اس مٹی کی مزید تشریح یوں فرمائی :

اِنَّا خَلَقْنٰهُمْ مِّنْ طِيْنٍ لَّازِبٍ

(ہم ہی نے ان کو بنایا ہے ایک گارے چپکتے سے) اس مٹی کی تخلیق آدم کے ایک اور مرحلہ کا ذکر سورہ مومنون ۱۲ میں اس طرح کیا :

وَلَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ طِيْنٍ

(اور ہم نے بنایا ہے آدمی چن لی مٹی سے) طین کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے تخلیقِ آدم کے لئے تراب (مٹی) یعنی ایک اور مترادف لفظ یا مادہ کا ذکر کیا ہے ۔ چنانچہ حضرت آدم کے لئے سورہ آل عمران ۵۹ میں فرمایا :

اِنَّ مَثَلَ عِيْسٰى عِنْدَ اللّٰهِ كَمَثَلِ اٰدَمَ خَلَقَهٗ مِنْ تُرَابٍ

(عیسیٰ کی مثال اللہ کے نزدیک جیسے مثال آدم کی ۔ بنایا اس کو مٹی سے) ۔ پھر بنی نوع انسان کو مٹی سے تخلیق کرنے کا ذکر متعدد آیات میں کیا ہے جیسے سورہ اسراء ۶۱، کہف ۳۷، حج ۵، روم ۲۰، فاطر ۱۱ ، غافر ۶۷ ۔ موخر الذکر آیت کریمہ کے الفاظ ہیں :

هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ

(وہی ہے جس نے بنایا تم کو خاک سے) اس ضمن میں یہ بات قابلِ غور ہے کہ "تراب" کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے کوئی اور صفت استعمال نہیں کی ہے جس طرح "طین" کے لئے کی ہے۔ تخلیقِ آدم سے قبل فرشتوں سے جب اللہ تعالیٰ نے اپنے ارادہ کا ذکر کیا تھا تو فرمایا تھا:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ (الحجر ۲۶)

(اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو میں بناؤں گا ، ایک بشر ، کھنکھناتے سنے گارے سے) اور ابلیس نے بھی انسان کی تخلیق کے اسی مادہ کا ذکر کرکے سجدۂ آدم سے انکار کیا تھا (سورۃ الحجر ۳۳) ۔ اور خود اللہ تعالیٰ نے واضح طور سے فرمایا کہ ہم نے انسان کو کھنکھناتے گارے سے پیدا کیا ہے (سورہ الحجر ۲۶) ۔ جبکہ سورہ رحمٰن ۱۴ میں اس مٹی کے ایک اور بلند مرحلے کا ذکر یوں فرمایا :

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ صَلْصَالٍ كَالْفَخَّارِ

(بنایا آدمی کھنکھناتی مٹی سے جیسے ٹھیکرا) ۔

قرآن مجید کے ان بیانات میں تضاد نہیں ہے بلکہ مٹی ـــــ مادۂ تخلیقِ آدم ـــــ کے مختلف مرحلوں سے گذرنے کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے دونوں ہاتھوں سے (ص ۷۵) مٹی سے خاکی آدم کا پتلا بنانا چاہا تو ظاہر ہے کہ پہلے خشک خاک کو پانی سے گیلا کیا گویا تراب کو طین کے مرحلہ میں پہونچایا اور پھر اس مٹی کو گارا بنایا جو نرمی سے سختی کے مرحلہ میں پہونچا اور آخر میں وہ پتھر و کنکر کی طرح سخت ہوگیا۔ اور جب وہ پتلا بن کر تیار ہوگیا تو اس میں روح کا ایک حصہ پھونک کر جیتا جاگتا انسان بنا دیا۔ (سورہ حجر ۲۹، سورہ ص ۲۷، اور سورہ سجدہ ۹) (۴۳)۔

تخلیق انسانی کا دوسرا مرحلہ : تخلیقِ زوجِ آدم

اوپر بعض آیات میں یہ حوالہ گذر چکا ہے کہ نہ صرف حضرت آدم کو مٹی سے تخلیق کرنے کا اعلان اللہ تعالیٰ نے کیا بلکہ بنی نوع انسان کے بارے میں بھی واضح طور سے فرمایا کہ اس کی تخلیق مٹی (تراب، طین) سے کی ۔ مگر ظاہر ہے کہ یہ خاکی فطرت انسانی حضرت ابوالبشر کی نسبت و حوالہ سے بتائی گئی ہے (۴۴) ۔ ورنہ تخلیق کے ارتقائی مرحلہ میں بنی نوع آدم کی تخلیق حضرت آدم کے جسم سے شروع ہوئی جس کو قرآن مجید میں نفس واحدۃ (ایک ذاتِ واحد) کہا گیا ہے ۔ ارشاد الہیٰ ہے :

يٰۤاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِىْ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ

(لوگو ڈرتے رہو اپنے رب سے ، جس نے بنایا تم کو ایک جان سے) ۔ پھر اسی حقیقت کا اظہار متعدد دوسری آیات میں کیا (مثلاً سورہ انعام ۹۸، اعراف ۱۸۹، زمر ۶) ظاہر ہے کہ اس نفس واحدہ سے حضرت آدم علیہ السلام مراد ہیں جو ابوالبشر ہیں ۔ مذکورہ بالا سورہ نساء کی آیت ہی میں ان کے جسم سے پہلے ان کے جوڑے اور ان دونوں سے نسلِ انسانی کے انتشار کا ذکر یوں فرمایا ہے :

وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالًا كَثِيْرًا وَّنِسَآءً ۚ

(اور اسی سے بنایا اس کا جوڑا ، اور بکھیرے ان دونوں سے بہت مرد اور عورتیں) ۔ اگرچہ قرآن مجید میں حضرت آدم کے جوڑے کا نام نہیں لیا گیا ہے تاہم اس سے مراد بی بی حوا ہیں اور یہ بھی واضح ہے کہ پوری نسل آدمی انہیں دونوں کی اولاد ہے ۔ بی بی حوا یا حضرت آدم کے جوڑے (زوج) کا ذکر بعض دوسری آیات میں بھی کیا ہے (مثلاً سورہ الاعراف ۱۸۹، زمر ۶) نیز ملاحظہ ہو (بقرہ ۳۵، اعراف ۱۹، ۱۱۷) اور ان میں سے بعض میں جسم آدم ہی سے بی بی حوا کے پیدا کرنے کا حوالہ بھی دیا ہے ۔ بنی نوع انسان کی تخلیق کا یہ دوسرا عظیم مرحلہ ہے جب حضرت آدم یعنی نفس واحدہ سے اس کا جوڑا پیدا کیا (۴۵) ۔

تخلیقِ انسانی کا تیسرا مرحلہ : تخلیقِ زوجین :

آدمی اور انسان کی تخلیق کا تیسرا عظیم مرحلہ وہاں سے شروع ہوتا ہے جہاں سے ان دونوں پہلے انسانوں کے اتصال و ملاپ کا آغاز ہوتا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں تخلیقِ کائنات و پیدائش اشیا کے سلسلہ میں اپنا یہ اصول مسلّمہ بیان فرمایا ہے کہ اس نے ہر شے کا جوڑا پیدا کیا :

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ (سورۃ ذٰریات ۴۹) ۔

(اور ہر چیز کے بنائے ہم نے جوڑے ، شاید تم دھیان کرو) ۔ یہاں تک پھلوں میں ، پیداوار میں ہر چیز کے جوڑے بنائے :

وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ جَعَلَ فِيْهَا زَوْجَيْنِ اثْنَيْنِ (الرعد ۳)

(اور ہر میوے کے رکھے اس میں جوڑے دُہرے) ۔ سورہ رحمٰن ۵۲ میں بھی اسی حقیقت کا اظہار کیا ہے ۔ کائنات کے بعض اور مظاہر اور اشیا کے جوڑوں کا ذکر یا حوالہ آگے آئے گا ۔ ظاہر ہے کہ تخلیقِ زوجین کے اسی مسلّمہ اصول کے تحت اللہ تعالیٰ نے آدم و حوا کی تخلیق کی اور ان کا باہمی رشتہ یوں واضح فرمایا کہ وہ دونوں ایک دوسرے کے لئے وجہِ سکون ، باعثِ آرامِ جان و دل ہیں اور ایک طرح سے ایک دوسرے کی تکمیل کرتے ہیں اور ان کا مقصدِ تخلیق یہ بیان کیا کہ انسانوں کو چاہیے اپنے الٰہ و خالق اور رب کی تذکیر کریں اور وہ اس کے احسانات کو یاد کرکے اسی کی عبادت بجا لائیں ۔

تخلیقِ ذریتِ آدم : تین مراحل

اپنی خلاقیت ، نسلِ انسانی پر اپنے احسانات اور ان احساناتِ الٰہی کے عوض میں ان سے عبادتِ رب کرنے کے مطالبہ کے ضمن میں انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل کا ذکر فرمایا ۔ حضرت آدمؑ کی خاکی فطرت سازی کے مختلف مراحل کا ذکر کرنے کے بعد انسان کو یاد دلایا کہ اسی تمہارے الٰہ و رب نے حضرت آدم کا جوڑا اُنہیں کے جسم سے پیدا کیا اور پھر ان دونوں کے اتصال سے تمام بنی نوع انسان کی تخلیق کی ۔ اس نے واضح فرمایا کہ جس جوڑے کو اس نے حضرت آدم کے لئے وجہ تسکین اور باعث سکون بنایا اِسی کو ذریعۂ انتشارِ نسلِ آدم بنایا ۔ مرد و عورت کے اتصال کے سبب تخلیقِ انسان کا پہلا مرحلہ اس اُچھلتے پانی کو قرار دیا جو پسلیوں اور سینہ کی ہڈیوں کے درمیان سے نکلتا ہے :

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ مِمَّ خُلِقَ ○ خُلِقَ مِنْ مَّآءٍ دَافِقٍ ○ يَّخْرُجُ مِنْ بَيْنِ الصُّلْبِ وَالتَّرَآئِبِ ○ (۳۶) سورۃ الطارق ۷۔۵

(اب دیکھ لے آدمی ، کاہے سے بنا ، بنا ایک اُچھلتے پانی سے ، جو نکلتا ہے پیٹھ اور چھاتی کے بیچ سے) ۔ قرآن مجید

میں اس حقیقت کو تذکیر کی غرض سے اور قدرت و خلاقیت الٰہی کے مظاہرہ کے طور پر مختلف انداز میں بیان کیا گیا ہے ۔ چنانچہ کہیں اسے صرف پانی (ماء) کہا ہے اور اس کے ساتھ کوئی صفت نہیں لگائی مثلاً سورہ فرقان ۵۴ میں ارشاد ہے :

وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ مِنَ الْمَآءِ بَشَرًا فَجَعَلَهٗ نَسَبًا وَّ صِهْرًا

(اور وہی ہے جس نے بنایا ہے پانی سے آدمی ۔ پھر ٹھہرایا اس کا جد اور سسرال) اس کو بعض دوسری آیات میں بھی دہرایا ہے لیکن وہاں اسے کسی نہ کسی صفت سے متصف کر دیا ہے مثلاً اوپر سورہ طارق کی مذکورہ بالا آیت میں دافق کی صفت لگائی ہے جب کہ سورہ سجدہ ۱۹ میں فرمایا :

ثُمَّ جَعَلَ نَسْلَهٗ مِنْ سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ ۚ

(پھر بنائی اس کی اولاد نچڑے پانی بے قدرت سے) اور سورہ مرسلات ۲۰ میں ارشاد کیا:

اَلَمْ نَخْلُقْكُّمْ مِّنْ مَّآءٍ مَّهِیْنٍ

(کیا ہم نے نہیں بنایا تم کو ایک بے قدر پانی سے) ۔ اسی کے آگے تخلیقِ انسانی کے دوسرے مرحلہ یعنی رحمِ مادر میں اس کے قرار کو یوں بیان کیا ہے :

فَجَعَلْنٰهُ فِیْ قَرَارٍ مَّكِیْنٍ اِلٰی قَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ

(پھر رکھا اس کو اک جمے ٹھہراؤ میں ایک وعدہ مقرر تک : سورہ مرسلات ۲۔ ۲۱) ۔ بعض دوسری آیات میں انسان کی تخلیق کے باعث مادہ کو منی سے تعبیر کیا ہے اور کہیں نطفہ سے ۔ ارشاد ہے :

اَفَرَءَیْتُمْ مَّا تُمْنُوْنَ ○ ءَاَنْتُمْ تَخْلُقُوْنَهٗۤ اَمْ نَحْنُ الْخٰلِقُوْنَ ○ (الواقعہ ۵۸-۵۹)

(بھلا دیکھو جو پانی ٹپکاتے ہو ، اب تم اس کو بناتے ہو ، یا ہم ہیں بنانے والے ؟) ۔ یہاں یہ واضح کیا کہ انسان صرف مادہ منویہ کا قطرہ ٹپکاتا ہے اور وہ بھی خدا کے حکم و اذن سے اور تخلیق کا عمل اللہ تعالیٰ انجام دیتا ہے ۔

اسی واقعہ اور حقیقت کو دو اور مقامات پر یوں واضح کیا ہے :

وَاَنَّهٗ خَلَقَ الزَّوْجَیْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰی ۙ مِنْ نُّطْفَةٍ اِذَا تُمْنٰی ۪ (النجم ٤٦)

(اور یہ کہ اس نے بنایا جوڑا ، نر اور مادہ ، ایک بوند سے جب ٹپکائے)

اَلَمْ یَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِیٍّ یُّمْنٰی : سورہ قیامہ ۳۷

(بھلا نہ تھا ایک بوند منی کی) ۔ قرآن مجید میں انسان کے تخلیقی ماڈہ منویہ کو بارہ مقامات پر نطفہ سے تعبیر کیا گیا ہے اور بتایا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو نطفہ سے پیدا کیا :

خَلَقَ الْاِنْسَانَ مِنْ نُّطْفَةٍ (النحل ٤)

(بنایا آدمی ایک بوند سے) ۔ نطفہ کے ذکر اور اس کے بعد کے مراحل کا ذکر متعدد دوسری آیات میں کیا گیا ہے (سورہ کہف ۳۷، حج ۵، مومنون ۲۔۱۳، فاطر ۱۱، یٰسٓ ۷۷، غافر ۶۷، نجم ۴۶، قیامہ ۳۷، الدہر ۲، عبس ۱۹)

مذکورہ بالا آیات میں سے سورہ کہف، سورہ حج، سورہ فاطر اور سورہ غافر کی آیات مذکورہ میں پہلے مرحلۂ تخلیق یعنی مٹی (تراب) اور دوسرے مرحلۂ پیدا اوار یعنی نطفہ کی مرحلہ واریت کا حوالہ دیا گیا ہے کہ انسان کی تخلیقِ اول اصلاً خاکی ہے اور تخلیقِ دوم نطفہ سے ہے ۔ گیارہ مقامات پر نطفہ کی کوئی صفت نہیں بیان کی گئی مگر سورہ دہر کی مذکورہ بالا آیت میں انسان کی تخلیق کو نطفۂ امشاج (ایک بوند کے لچھے سے) قرار دیا گیا ہے جو اس کی حقیقت کو مزید واضح کرتا ہے ۔

مرد کے مادۂ منویہ کے رحمِ مادر میں قرار پانے کا مرحلہ دراصل تخلیقِ انسان کے آغاز کا مرحلہ ہوتا ہے اور قرآن مجید میں اس کا ذکر متعدد آیات میں بطور قدرتِ الٰہی اور خلاقیتِ ربانی کے اظہار و اعلان کے کیا گیا ہے ۔ اوپر سورہ مرسلات ۲۔ ۲۱ میں اسکا ایک حوالہ گذر چکا ہے ۔ بعض دوسری آیات میں اس کا ذکر زیادہ صراحت کے ساتھ کیا گیا ہے ۔ سورہ مومنون ۱۳ میں تو وہی تعبیر استعمال کی گئی ہے جو سورہ مرسلات میں ہے ۔ لیکن بقرہ ۲۲۸، سورہ آل عمران ۶، سورہ انعام ۴۰۔ ۱۴۳، رعد ۸، حج ۵، لقمان ۳۴ میں اس قرار مکین کی وضاحت رحمِ مادر سے کی گئی ہے۔ سورہ حج کی آیت میں ارشاد ہے:

وَنُقِرُّ فِي الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓى اَجَلٍ مُّسَمًّى

(اور ٹھہرا رکھتے ہیں ہم پیٹ میں جو کچھ چاہیں ایک ٹھہرے ہوئے وعدے تک) رحمِ مادر میں مادۂ منویہ جن مراحل سے گذرتا ہے اللہ تعالیٰ نے ان کو پوری صراحت کے ساتھ بیان فرمایا ہے تاکہ اس کی خالقیت والوہیت و ربوبیت کی صفات کا انسان کو علم و ایمان ہو سکے ۔ سورہ زمر ۶ میں ارشاد ہے :

يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ۞ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۞

(بناتا ہے تم کو ماں کے پیٹ میں، پہلے ایک طرح پھر دوسری طرح، تین اندھیروں کے بیچ وہ اللہ ہے رب تمہارا اور اسی کا راج ہے، کسی کی بندگی نہیں سوا اس کے پھر کہاں سے پھرے جاتے ہو) اس آیتِ کریمہ کا اولین حصہ انسان کے نفسِ واحدہ سے تخلیق اور اس کے جوڑے کی پیدائش سے متعلق ہے جس کا اوپر ذکر آچکا ہے اور بقیہ حصہ میں واضح کر دیا کہ رحمِ مادر میں انسان کا تخلیقی عمل تین اندھیروں یا مرحلوں سے گذرتا ہے جو اسکی خلاقیت کی نشانی ہے۔

جن تین اندھیروں کا ذکر مذکورہ بالا آیت میں کیا گیا ہے ان کی تشریح و تفصیل سورہ مومنون ۱۴ میں بیان کی ہے مگر اس آیت کو پہلی دو آیتوں کے ساتھ پڑھنے سے انسان کی تخلیق کے مختلف مراحل کا پورا علم ہوتا ہے ۔ ارشاد الٰہی ہے:

ولقدْ خلقنا الانسان مِنْ سُلٰلةٍ مِّنْ طِيْنٍ ○ ثُمَّ جعلْنٰهُ نُطفةً فِيْ قرارٍ مَّكِيْنٍ ۔ ثُمَّ خَلَقْنَا النُّطْفَةَ عَلَقَةً فخلقنا العلقة مُضْغَةً فخلقنا الْمُضغة عظٰمًا فكسوْنا العِظٰم لحمًا ۔ ثُمَّ اَنْشَاْنٰهُ خَلْقًا اٰخر ۔ فَتَبٰرَكَ الله اَحْسنُ الخَالِقِيْن ○

اور ہم نے بنایا ہے آدمی، چُن لی مٹی سے ، پھر رکھا اسکو بوند کرکر (۲۹) ایک جمے ٹھہراؤ میں، پھر بنائی اس بوند سے پھٹکی ، پھر بنائی اس پھٹکی سے بوٹی، پھر اس بوٹی سے ہڈیاں ، پھر پہنایا ان ہڈیوں پر گوشت ، پھر اٹھا کھڑا کیا اس کو ایک نئی صورت میں ، سو بڑی برکت اللہ کی جو سب سے بہتر بنانے والا۔

ان میں سے بعض مراحل کا ذکر سیاق و سباقِ کلام اور حالات و زمانہ کی ضرورت کے مطابق بعض دوسری آیات میں کیا ہے جیسے سورہ غافر ۶۷ میں انسان کی تخلیق کے دو مرحلوں نطفہ اور علقہ کا ذکر کیا ہے اور بعض دوسرے مراحل کو بیان کیا ہے جن کا ذکر آگے آئے گا ۔ بعض دوسری آیات میں محض علق/علقہ (پھٹکی) سے تخلیقِ انسان کا ذکر کیا ہے (سورہ علق ۲ وغیرہ) ۔ یہ ایک درمیانی مرحلہ کا ذکر ہے اور اسے نقطۂ آغاز تخلیقِ انسانی نہیں سمجھنا چاہئے ۔ ترتیب وار مراحل تخلیق کا ذکر اوپر کافی وضاحت سے ہو چکا ہے ۔

مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیاتِ مبارکہ میں تخلیقِ انسانی کے جن مراحل کا ذکر کیا ہے وہ اس میں روح زندگی بخش کے پھونکے جانے کے مراحل ہیں ۔ پھر ان مرحلوں میں سے ایک مرحلہ انسان کی رحمِ مادر میں جنس کے تعین کا ہے اور اسے بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ خالقیت کے ایک مظہر کے طور پر بیان فرمایا ہے ۔ اوپر جن آیات کا ذکر آیا ہے ان میں انسانوں کے جوڑے/جوڑوں (زوجین/ازواج) کا بھی حوالہ ہے ۔ بعض دوسری آیات میں بھی انسانی جوڑوں کا مزید بیان ملتا ہے مثلاً سورہ شعراء ۱۶۶، سورہ روم ۲۱، سورہ یٰس ۳۶، زخرف ۱۲ اور نبا ۸ وغیرہ میں ۔ بعض اور آیات میں ان جوڑوں کی تفصیل مرد و عورت کے صریحی ذکر سے کی ہے ۔ مثلاً سورہ نساء ۱ ، نجم ۴۵، اعلیٰ ۲ وغیرہ میں ۔ سورہ قیامہ ۳۹ میں ارشاد ہے :

فَجَعَلَ مِنْهُ الزَّوْجَيْنِ الذَّكَرَ وَالْاُنْثٰى

(پھر کیا اس میں جوڑا ، نر اور مادہ) یہی بات تھوڑے سے فرق کے ساتھ سورہ حجرات ۱۳، سورہ نجم ۴۵ میں کہی گئی ہے ۔ رحمِ مادر میں جنسِ جنین کی تعیین بھی خلاقیتِ الٰہی کی نشانی ہے اور وہ اللہ کے امورِ خاص میں سے ہے حتیٰ کہ ان کے جنس کا علم بھی ان امورِ غیب میں سے ہے جن کو اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی نہیں جانتا ۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے

اِنَّ اللّٰهَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَيُنَزِّلُ الْغَيْثَ ۚ وَيَعْلَمُ مَا فِي الْاَرْحَامِ ۖ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ مَّاذَا تَكْسِبُ غَدًا ۖ وَمَا تَدْرِيْ نَفْسٌ بِاَيِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ ۖ اِنَّ اللّٰهَ عَلِيْمٌ خَبِيْرٌ (لقمان ۳۴)

(اللہ جو ہے ، اس کے پاس ہے قیامت کی خبر ، اور اُتارتا ہے مینہ ، اور جانتا ہے جو ہے ماں کے پیٹ میں ، اور کوئی جی نہیں جانتا کیا کرے گا کل ، اور کوئی جی نہیں جانتا ، کس زمین میں مرے گا ۔ تحقیق اللہ ہی سب جانتا ہے خبردار) ۔ چنانچہ سورہ شوریٰ ۵۰۔۴۹ میں واضح اعلان کیا:

يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۖ يَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ اِنَاثًا وَّيَهَبُ لِمَنْ يَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ۝ اَوْ يُزَوِّجُهُمْ ذُكْرَانًا وَّ اِنَاثًا ۚ وَيَجْعَلُ مَنْ يَّشَآءُ عَقِيْمًا ۖ اِنَّهٗ عَلِيْمٌ قَدِيْرٌ

(پیدا کرتا ہے جو چاہے ، بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں ، اور بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹے ، یا ان کو دیتا ہے جوڑے بیٹے اور بیٹیاں ، اور کرتا ہے جس کو چاہے بانجھ ، وہ ہے سب جانتا ، کر سکتا) مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں اس غلط فہمی کا بھی ازالہ کر دیا کہ مادۂ منویہ ہی صرف تخلیقی عمل کا باعث ہے ۔ جن کو اللہ تعالیٰ بانجھ یا ناقابلِ تولید بنا دیتا ہے ان کے یہاں اس مادہ کا کوئی تصرف و عمل نہیں ہوتا اور تمام کوششوں کے باوجود ان کی کھیتی سرسبز اور بار آور نہیں ہوتی البتہ جن کی صلاحیتِ تولید ہوتی ہے ان کے ہاں اولاد ہوتی ہے ۔ اور پھر اس اولاد کا مذکر یا مؤنث ہونا محض اللہ کی حکمتِ خالقیت پر مبنی ہے ۔ یعنی اولاد ہونا یا نہ ہونا اور ہونے کی صورت میں اولاد کا مذکر یا مؤنث یا دونوں ہونا محض اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق کا مظہر ہے ۔

انسان کی مطلق تخلیق کا حوالہ اور ذکر اور دوسری آیات میں بھی آیا ہے (سورہ بقرہ ۲۱ ، انعام ۵۴، صافات ۹۶، فصلت ۲۱، تغابن ۲، ق ۱۶، واقعہ ۵۷، معارج ۱۹، نوح ۱۴، دھر ۲۸، وغیرہ دوسری آیات کریمہ) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے رحمِ مادر میں جنین کے نر اور مادہ ہونے کا ذکر بھی بعض دوسری آیات میں مختلف انداز سے کیا ہے (سورہ آل عمران ۶ ، انعام ۴۔۱۴۳، رعد ۸، حج ۵، لقمان ۳۴ : نیز ملاحظہ ہوں ذکر اور انثیٰ سے متعلق دوسری آیاتِ کریمہ) اور ان دونوں سے اپنی صفتِ خلق، کمالِ خلاقیت پر استدلال کر کے اس کو اپنی الوہیت و ربوبیت سے مربوط کیا ہے ۔ اور نہ صرف رحمِ مادر میں انسان کے تخلیق کے مختلف مراحل سے گذرنے کو اپنی خلاقیت کا ثبوت بنایا ہے بلکہ دنیائے دنی میں انسان کے پیدا ہونے اور پھر عروج و کمال اور انحطاط و زوال کے مختلف ادوار سے گذرنے کو بھی اپنی خلاقیت ، الوہیت اور ربوبیت کا مظہر بتایا ہے ۔ سورہ روم ۵۴ میں ارشاد فرماتا ہے :

اَللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَيْبَةً ۖ يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۚ وَهُوَ الْعَلِيْمُ الْقَدِيْرُ ۝ (۵۱)

اللہ ہے جس نے بنایا تم کو کمزوری سے ، پھر دیا کمزوری پیچھے زور ، پھر دے گا زور پیچھے کمزوری اور سفید بال،

بناتا ہے جو چاہے اور وہ ہے سب جانتا ، کر سکتا ۔

جو حقیقت اس آیت میں اصولِ الٰہی کے پس منظر میں بیان کی گئی ہے اس کو اللہ تعالیٰ نے سورہ حج ۵ میں بالکل واضح کر دیا ہے اور نہ صرف رحمِ مادر سے نکلنے کے بعد کے مراحلِ حیات اور ادوارِ ارتقاء و زوال کا ذکر کیا ہے بلکہ اس سے پہلے تخلیقِ انسانی کے تمام مراحل و ادوار کا احاطہ کر لیا ہے ۔ ارشاد فرماتا ہے۔

یٰٓاَیُّھَا النَّاسُ اِنْ کُنْتُمْ فِیْ رَیْبٍ مِّنَ الْبَعْثِ فَاِنَّا خَلَقْنٰکُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ مِنْ مُّضْغَةٍ مُّخَلَّقَةٍ وَّ غَیْرِ مُخَلَّقَةٍ لِّنُبَیِّنَ لَکُمْ ؕ وَ نُقِرُّ فِی الْاَرْحَامِ مَا نَشَآءُ اِلٰٓی اَجَلٍ مُّسَمًّی ثُمَّ نُخْرِجُکُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْٓا اَشُدَّکُمْ ۚ وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّتَوَفّٰی وَمِنْکُمْ مَّنْ یُّرَدُّ اِلٰٓی اَرْذَلِ الْعُمُرِ لِکَیْلَا یَعْلَمَ مِنْۢ بَعْدِ عِلْمٍ شَیْئًا ؕ . . . .

لوگو! اگر تم کو دھوکا (شک) ہے جی اٹھنے میں، تو ہم نے تم کو بنایا مٹی سے ، پھر بوند سے ، پھر پھٹکی سے ، پھر بوٹی سے نقشہ بنی اور بن نقشہ بنی ۔ اس واسطے کہ تم کو کھول سناویں ۔ اور ٹھہرا رکھتے ہیں ہم پیٹ میں جو کچھ چاہیں ، ایک ٹھہرے ہوئے وعدہ تک ۔ پھر تم کو نکالتے ہیں لڑکا ، پھر جب تک کہ پہونچو اپنی جوانی کے زور کو ۔ اور کوئی تم میں پورا بھر لیا ، اور کوئی تم میں پھر چلایا نکمی عمر تک ، تا سمجھ کے پیچھے کچھ نہ سمجھنے لگے ۔

بعض الفاظ و تعبیرات کے اختلاف کے ساتھ حیات و تخلیقِ انسانی کے انہیں ادوار و مراحل کا ذکر سورہ غافر ۶۷ میں کیا ہے ۔ اسی طرح متعدد دوسری آیات میں کہیں انبیاء ، صالحین اور اقوام و افرادِ گذشتہ کے حوالہ سے اور کہیں مطلقاً انسانی حیات کے مدارج کا ذکر کیا ہے اور ان سے اپنی قدرتِ خلق ، الوہیت اور ربوبیت پر استدلال کیا ہے (سورہ الانعام ۱۵۲ ، یوسف ۲۲ ، اسراء ۳۴ ، نحل ۷۰ ، انبیاء ۴۴ ، حج ۵ ، قصص ۱۴ ، ۴۵ ، کہف ۸۲ اور احقاف ۱۵) (۵۲) ۔ اگرچہ موت کے بعد کی زندگی کا تسلسل انسان کی خلقی فطرت اور اولین تخلیق کے ساتھ جڑا ہوا ہے اور وہ بھی اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلاقیت کا ایک مظہر ، ثبوت اور استدلال ہے تاہم اس موضوع پر ہم بحث بعد میں آخرت کے باب میں کریں گے ۔ تخلیقِ انسان سے متعلق مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ پر جب ہم تدبّر کی نگاہ ڈالتے ہیں تو واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت آدم کی خلقی تخلیق میں ان کے مادۂ تخلیق یا جسمِ آدم کو مختلف مراحل سے گذارا اور پھر یہ اسی کی خالقیت تھی کہ اس نے جسمِ آدم یا نفسِ واحدہ سے اس کا جوڑا تخلیق کیا ۔ اور ان دونوں "آدمیوں" کے ملاپ و اتصال سے ذریّتِ آدم کو دنیا میں بھیجا ۔ پہلے دو انسانوں کی تخلیق کے عمل کو پورا کرنے کے بعد بنی نوع انسان کا توالد و تناسل کا ایک ضابطہ مقرر کر دیا کہ ان کے باہمی اتصال اور مردانہ مادۂ تولید کے رحمِ مادر میں انتقال سے تخلیقِ انسانی کا عمل جاری کر دیا ۔ لیکن اس میکانکی عمل میں بھی اپنی خلاقیت کا مظاہرہ اور اپنی الوہیت و ربوبیت پر استدلال کرتا رہا کہ رحمِ مادر میں مادۂ منویہ کے بار آور ہونے یا نہ ہونے ۔ جنین کی جنس کی تعیین اور مختلف مراحل سے اس کے گذرنے اور پیدائش کے بعد حیاتِ مستعار کے مختلف مراحل و ادوار سے اس کے سرخرو ہونے کو اپنی خلاقیت

کے مکمل تابع رکھا ۔

بہترین تخلیقِ انسانی

پھر تخلیقِ انسانی کے ضمن میں اپنی صفتِ خلاقیت کا ایک اور شاندار مظاہرہ یہ کیا کہ انسانوں کو بہترین شکل و صورت اور عمدہ ترین خمیر سے اٹھایا اور جاندار اشیا یا مخلوقات میں خِلقی اور صوری لحاظ سے اسکو سب سے افضل بنایا ۔ سورہ تین ۵ میں ارشاد فرمایا:

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْٓ اَحْسَنِ تَقْوِیْمٍ (۵۳)

(ہم نے بنایا آدمی خوب سے خوب اندازہ پر) قرآن مجید کی دوسری آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ انسان کے بہترین تقویم و ساخت و اندازہ پر پیدا کئے جانے کا مفہوم یہ ہے کہ اسکو بہترین شکل و صورت عطا فرمائی ، اس کے اعضا و جوارح میں اعتدال و تسویہ پیدا کیا اور اس میں اپنی روح پھونک کر اسے خیر و شر میں تمیز کرنے کی صلاحیت سے نوازا ۔ تخلیقِ انسانی اور رحمِ مادر میں اسکی شکل و صورت گری کے بعض حوالے اوپر بیان کردہ آیات میں آچکے ہیں جن سے انسان کے بہترین ساخت (احسن تقویم) پر پیدا کئے جانے کا مفہوم واضح ہوتا ہے۔ قرآن مجید کی بعض دوسری آیات میں اسکی مزید توضیح کی گئی ہے ۔ رحمِ مادر میں انسانی ساخت و صورت گری سراسر اللہ تعالیٰ کی مرضی و منشا اور حکمت و علم پر منحصر ہے ۔ چنانچہ سورہ آل عمران ۶ میں صراحت کی :

هُوَ الَّذِیْ یُصَوِّرُكُمْ فِی الْاَرْحَامِ كَیْفَ یَشَآءُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ

(وہی تمہارا نقشہ بناتا ہے ۔ ماں کے پیٹ میں جس طرح چاہے ، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا ، زبردست ہے حکمت والا) ۔ اسی حقیقت کا اظہار سورہ انفطار ۸ میں ایک دوسرے انداز سے کیا :

فِیْٓ اَیِّ صُوْرَةٍ مَّا شَآءَ رَكَّبَكَ

(جس صورت میں چاہا تجھ کو جوڑ دیا) ۔ سورہ اعراف ۱۱ میں ارشاد فرمایا :

وَلَقَدْ خَلَقْنٰكُمْ ثُمَّ صَوَّرْنٰكُمْ

(اور ہم نے تم کو پیدا کیا پھر صورت دی) ۔ آیت کریمہ میں لفظ ثم (پھر) کے استعمال سے تدریجی عمل کا اظہار ہوتا ہے اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ تخلیقِ اولین عملِ خداوندی ہے اور صورت گریِ انسان اس کے بعد کا عمل ۔ ظاہر ہے کہ یہ تدریجی ارتقاء انسان سازی میں حکمتِ الٰہی کے مطابق ہونے کے علاوہ واقعاتی مطابقت بھی رکھتا ہے کہ تخلیق کا عمل تو مادۂ منویہ کے رحمِ مادر میں پہونچنے اور بار آور ہونے کے ساتھ ہی شروع ہو جاتا ہے جبکہ صورت گری کی نوبت کافی مدت کے بعد آتی ہے ۔ کم از کم دو آیات کریمہ (غافر ۶۴، تغابن ۳) میں اللہ تعالیٰ نے انسان کی صورت کے بارے میں فرمایا :

وصوّرکُم فاحسن صُورکُم
(اور تم کو صورت بنائی پھر اچھی بنائیں صورتیں تمہاری) ۔ یعنی شکل و صورت کے اعتبار سے انسان کو بہترین صورت عطا کی ہے اور وہ شکلاً تمام دوسری مخلوقات سے بہتر ہے ۔ اسی بہترین صورت گری اور احسن تقویم (بہترین ساخت) کی تشریح بعض دوسری آیات کریمہ میں تسویہ و تعدیل سے تعبیر فرمائی ہے۔ حضرت آدم کی تخلیق سے قبل اللہ تعالیٰ نے فرشتوں کو ہدایت فرمائی تھی :

فاذا سوّیتُه ونفختُ فیه من رُّوحیْ فقعُوْا لهٗ سجدیْن ○ (الحجر ۲۹ ص ۷۲)
(پھر جب ٹھیک کروں اس کو، اور پھونک دوں اس میں اپنی جان سے، تو گر پڑیو اس کیلئے سجدے میں)۔
اسی طرح انسان کے بے قیمت پانی سے تخلیق کرنے کے بعد اس کے جسم میں تسویہ پیدا کرنے کا ذکر فرمایا ہے:

ثُمّ سوّٰىهُ و نفخ فیه من رُّوحِه و جعل لکُمُ السّمع والاَبصارَوالْاَفئِدَةَ قلیْلاً مّا تشکُرُوْنَ(السجدہ۹)
(پھر اسکو برابر کیا، اور پھونکی اس میں اپنی جان میں سے ، اور بنا دیے تم کو کان اور آنکھیں اور دل ، تم تھوڑا شکر کرتے ہو) ۔ آیت کریمہ میں تسویہ کی تشریح اعضائے جسمانی کی تخلیق سے کی گئی ہے ۔ سورہ قیامہ ۳۸ اور سورہ اعلیٰ ۲ میں انسان کی تخلیق اور تسویہ کا درجہ بدرجہ ذکر فرمایا ہے اور دوسرے درجہ تخلیق کو اول درجہ کے بعد کا ارتقائی عمل قرار دے کر اپنی خلاقیت و الوہیت پر استدلال کیا ہے ۔ اس کی مزید توضیح سورہ انفطار ۷۔۶ میں کی ہے :

یاَیُّها الاِنْسانُ ما غرّكَ بربّكَ الْکریْم ○ الّذیْ خلقكَ فسوّٰكَ فعدلَكَ
(اے آدمی ! کاہے سے بہکا تو اپنے رب کریم پر؟ جس نے تجھ کو بنایا ، پھر تجھ کو ٹھیک کیا ، پھر تجھ کو برابر کیا)
آیتِ کریمہ میں تخلیقِ انسانی کی تین طرح سے درجہ بندی کی جو تخلیق ، تسویہ اور تعدیل کے مرحلوں سے گذری ۔
اسی طرح تخلیق و تسویہ کا ذکر سورہ کہف ۳۷ میں بھی کیا ہے : ۔

اَکفرْتَ بالّذیْ خلقكَ منْ تُرابٍ ثُمّ منْ نُّطفةٍ ثُمّ سوّٰكَ رَجُلاً ○
(کیا تو منکر ہوگیا اس شخص سے جس نے بنایا تجھ کو مٹی سے ، پھر بوند سے ، پھر پورا کر دیا تجھ کو مرد) ۔ قرآن مجید میں عدل کرنے (برابر کرنے) کا ذکر ایک ہی مرتبہ آیا ہے مگر تسویۂ جسمِ انسانی کا ذکر کئی بار آیا ہے (۵۴) اور آخر میں سورہ شمس ، ۷ کا حوالہ :

وَنَفْسٍ وَّماسوّٰها ○ فَاَلْهَمَها فُجُوْرَها وَتقوٰها ○
(اور جی کی [قسم ہے] اور جیسا اسکو ٹھیک بنایا ، پھر سمجھ دی اسکو ڈھٹائی کی اور بچ چلنے کی)۔ مذکورہ بالا آیات کریمہ میں انسان کی بہترین ساخت ، بہترین صورت اور بہترین صلاحیت کے ساتھ تخلیق کا حوالہ دیا اور اسکو خیر وشر ، تقویٰ اور فجور میں تمیز کرنے کی صلاحیت بخشنے کا ذکر فرمایا اور واضح کیا کہ انسان اس سب کے باوجود اپنے خالق و

مصور ، باری اور ہادی کا شکر گذار نہیں ہوتا ۔ وہ اس کے وجود کا اعتراف ، اپنی بندگی کا اقرار اور اسی کے نتیجہ میں اسکی عبادت و پرستش کا فریضہ انجام نہیں دیتا اور اپنی صلاحیت تقویٰ اور خیر کے بجائے اپنی قوتِ شر و فجور کے کام میں لاتا اور خدا کے احکام و فرائض سے روگردانی کرتا ہے ۔ حالانکہ اس کی فطرت کا تقاضا ہے کہ وہ اس کی شکر گذاری اور عبادت کرے ۔

خیر و شر ، تقویٰ و فجور اور نیک و بد میں امتیاز کرنے کی صلاحیت اور ان میں اول الذکر اختیار کرنے اور آخر الذکر کو ترک کرنے کی قوت ودیعت کرنے کا جو حوالہ اوپر سورہ شمس کی آیت میں آیا ہے اسکا دوسرے الفاظ اور انداز میں دوسری آیات میں وضاحت و صراحت کے ساتھ ذکر کیا گیا ہے ۔ سورہ البلد (آیات ۱۰ - ۴) میں اللہ تعالیٰ نے اپنی تخلیقِ انسانی ، تسویہ ، اعضاو جوارح کا عطیہ دینے پر احسان جتا کر واضح کیا ہے کہ صرف اسے جسم مادی ہی نہیں دیا گیا بلکہ اسکو دونوں راستے بھی سمجھا دئے ہیں (وھدینٰہ النجدین : ۱۰ : اور سوجھا دیں اسکو دو گھاٹیاں) ۔ اسی طرح سورۃ الدھر میں انسان پر اسکو نطفہ سے پیدا کرنے اور آلاتِ سماعت و بصارت سے نوازنے کے ذکر کے بعد یہ احسان بھی جتایا ہے :

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّاِمَّا كَفُوْرًا

(ہم نے اسکو سوجھائی راہ ، یا حق ماننا یا ناشکر) ۔ قرآن مجید میں ہدایتِ الٰہی کو مختلف انداز و الفاظ سے بیان کیا ہے جن میں لفظ سبیل ، سواءالسبیل ، صراطِ اور صراط مستقیم یا ان کی اللہ تعالیٰ کی طرف نسبت (جیسے سبیلی یا صراطی) زیادہ اہم ہیں (سورہ بقرہ ۱۰۸، نساء ۴۴، مائدہ ۱۲، ۶۰، ۷۷، انعام ۷۔۱۱۶، ۱۵۳ رعد ۳۳، نحل ۹، فرقان ۱۷، نمل ۲۴، قصص ۲۲، احزاب ۴، غافر ۲۹، ۳۷، عبس ۲۰، صراط : سورہ الفاتحہ ۷۔۶، بقرہ ۱۴۲، ۲۱۳، آل عمران ۵۱، ۱۰۱، مائدہ ۱۶، انعام ۱۵۲ اور متعدد دوسری آیات) ان تمام آیات میں یہ حقیقت واضح فرمائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسان کو بہترین جسمانی اور روحانی صلاحیتوں سے نوازا ہے اور اس کو بہترین شکل و صورت اور ساخت پر پیدا کرکے اپنی ہدایت و نور سے بھی سرفراز کیا ہے تاکہ وہ خیر و شر میں تمیز کر سکے اور اپنے خالق و الٰہ کی عبادت کر سکے (۵۶) ۔

انسان کی بہترین صورت گری کا تعلق اس کا مادی جسم ہے اور اس کے لئے اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں انسان کی جسمانی ترکیب اور اعضاو جوارح کے عطیہ کا ذکر فرمایا ہے اور جن میں سے بعض کا اوپر ذکر آچکا ہے (مزید حوالوں کے لئے ملاحظہ کیجیے : سورہ اعراف ۱۷۹، ۱۹۵، اسراء ۳۸، حج ۴۶ ، نیز ملاحظہ ہو سورہ مائدہ ۴۵ وغیرہ دوسری آیات کریمہ جن میں انسانی اعضاو جوارح جیسے ہاتھ پیر ، آنکھ ، کان ناک ، دل و دماغ وغیرہ کا ذکر مختلف انداز سے کیا گیا ہے ۔) لیکن جس شے کو احسن تقویم کہا ہے اور انسان اپنی زبان میں جسے فطرت ، طبیعت وغیرہ کہتا ہے اس کا تعلق انسان کی روح سے ہے ۔ اور متعدد آیاتِ قرآنی سے واضح ہوتا ہے کہ انسان کی روح ، روح الٰہی سے ہے ۔ اوپر سورہ حجر اور سورہ ص کی آیات کے حوالہ سے گذر چکا ہے کہ آدم کے خاکی پتلے میں زندگی روح الٰہی سے آئی تھی: نَفَخْتُ فِيْهِ

مِنْ رُّوْحِیْ۔ یہی بات انسان کی جسمانی تخلیق کے ضمن میں بھی کہی ہے ۔ (سورہ سجدہ ۹) حضرت مریم کے بطن میں حضرت عیسیٰ کی تخلیق روح الٰہی ہی کا کرشمہ تھا (سورہ انبیاء ۹۱، تحریم ۱۲) ۔ روح الٰہیٰ کے بارے میں جب لوگوں نے سوال کیا تو ارشاد الٰہی ہوا :

اَلرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ

(سورہ اسراء ۸۵ : روح ہے ، میرے رب کے حکم سے) ۔ یہ روح ربانی دراصل ایک معاملۂ حق ہے اور انسان میں روح الٰہی کی پھونک نہ صرف اسکو زندگی سے سرفراز کرتی ہے بلکہ اس پیکرِ خاکی اور تودۂ مٹی کو خیر و شر، نیک و بد ، ہدایت و گمراہی، تقویٰ و فجور اور اللہ و ابلیس کے درمیان امتیاز کرنے کی صلاحیت بخشتی ہے اور صرف صلاحیت و لیاقت تمیزی عطا کرنے کے بعد وہ بے عمل نہیں ہو جاتی بلکہ خیر و نیکی ، ہدایت و تقویٰ اور اللہ کو اختیار کرنے اور شر و بد ، گمراہی و فجور اور ابلیس و شیطان کو ترک کرنے پر بھی اکساتی ہے اور نفسانی قوتوں اور شر کی پسندوں سے عارضی طور سے مغلوب ہو جانے کے بعد بھی حق و خیر کی طرف بلاتی اور شر و گمراہی سے روکتی رہتی ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ گمراہ سے گمراہ انسان جو خالص بدی کا پیکر بن چکا ہو وہ بھی حق کو حق ، خیر کو خیر سمجھتا ہے اگرچہ اس کا عمل اس کے برعکس ہوتا ہے ۔ قرآن مجید کی متعدد آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ پیکرِ شر ابلیس و شیطان بھی اس سے تہی دامن نہیں ہے لہٰذا اس سے ثابت ہوتا ہے کہ فطرت انسانی میں جو خیر کا رجحان اور شر سے انحراف پایا جاتا ہے وہ روح الٰہی کی کارسازی کا کرشمہ ہے اور اسی کے نتیجہ و اثر میں انسانی جسم اسکی چاکری کرتا ہے کہ سلیم الفطرتی کے سبب اس کے اعضاء و جوارح گناہ سے گریزاں اور ثواب کے لئے کوشاں رہتے ہیں (۵۷) ۔

مقصدِ تخلیق: عبادتِ الٰہی

تخلیقِ انسانی کا مقصد اللہ تعالیٰ نے بالکل واضح و واشگاف انداز میں اپنی عبادت کو قرار دیا ہے ۔ چنانچہ ارشاد فرماتا ہے :

وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِیَعْبُدُوْنِ (الذّٰریٰت ۵۶)

(اور میں نے جو بنائے ہیں جن اور آدمی ، سو اپنی بندگی کو) اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے بطورِ خالق اپنی مخلوقات میں سے دو صاحبِ ارادہ و اختیار طبقات سے اپنی عبادت کا مطالبہ کیا ہے ۔ اس سے یہ اصول واضح ہوا کہ خالق کا حق مخلوق پر یہ ہے کہ وہ اپنی تخلیق کے شکریہ میں اپنے خالق کی عبادت کرے اور مخلوق پر یہ خالق کا فریضہ ہے ۔ عبادت کے مفہوم پر مفصل بحث وقت طلب ہے مگر یہاں اتنا کہنا کافی ہے کہ اس سے محض بندگی ، پوجا ، پرستش یا اس کی بعض مخصوص رسمیں مراد نہیں ہیں بلکہ عبادت یہاں بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے ۔ ان کا احاطہ مختصراً یوں کیا جا سکتا ہے کہ انسان و جن بالخصوص اللہ کے مخلوق ہونے کی بنا پر اس کو اپنا معبود و خالق اور مالکِ کل سمجھیں اور اپنے کو اسکا بندۂ محض ۔ اور وہ اس کے احکام و اوامر سے تجاوز نہ کریں ۔ نواہی اور مشتبہات کے قریب نہ

بھٹکیں ، اس کی مرضی اور خوشی کے مطابق چلیں اور بطور شکر گزاری اس کی عبادت اور پرستش کریں ۔ خالق کی رضا اور حکم کے لئے مکمل سپردگی بن جائیں اور اس سپردگی کا اظہار اپنی عبادت کے ذریعہ کریں ۔ یہاں یہ بات واضح کرنی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے اپنی عبادت کا مطالبہ بطور خالق ، بطور اللہ ، الٰہ اور بطور رب کیا ہے ۔ سورہ بقرہ ۲۱ میں ارشاد عام ہے :

يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ

(لوگو بندگی کرو اپنے رب کی جس نے بنایا تم کو اور تم سے اگلوں کو) ۔ یہاں اللہ تعالیٰ کا ذکر بطور اس رب کے کیا ہے جو مخاطبوں اور ان کے پیشرووں کا خالق ہے اور اس اعتبار سے اس کی عبادت کا مطالبہ کیا گیا ہے ۔ بطور رب عبادت کرنے کے مطالبہ کا ذکر بعد میں آئے گا ۔ لیکن جن آیات میں بطور اللہ اور بطور خالق مخلوق سے عبادت کا مطالبہ کیا گیا ہے ان کا مختصر تجزیہ یہاں پیش ہے ۔ سورہ توبہ ۳۱ میں ارشادِ الٰہی ہے :

وَمَا اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا

(اور حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک صاحب کی) اور اسی کے متصل مزید فرمایا :

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ

(کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا وہ پاک ہے ان کے شریک بنانے سے) اسی حکمِ الٰہی کی مزید وضاحت سورہ البینہ ۵ میں کی گئی ہے:

وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۝ حُنَفَآءَ وَيُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝

(اور ان کو حکم یہی ہوا کہ عبادت کریں اللہ کی ، نری کر کر اس کے واسطے بندگی ابراہیم کی راہ پر اور کھڑی کریں نماز ، اور دیں زکوٰۃ اور یہ ہے راہ مضبوط لوگوں کی)۔ سورہ بقرہ کی مذکورہ بالا آیت کی طرح عام لوگوں کو حکم اللہ تعالیٰ نے واضح طور سے دیا ہے :

وَاعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا

(سورہ النساء ۳۶ : اور بندگی کرو اللہ کی اور ملاؤ مت اس کے ساتھ کسی کو) انبیاءِ کرام نے بھی اپنی اپنی قوموں کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا تھا ۔ حضرت عیسیٰ مسیح (مائدہ ۷۲، ۱۱۷) حضرت نوح (اعراف ۵۹، مومنون ۲۳، نوح ۳) حضرت ہود (اعراف ۶۵، ہود ۵۰) حضرت صالح (اعراف ۷۳، ہود ۶۱، نمل ۴۵) حضرت شعیب (اعراف ۸۵، ہود ۸۴ ، عنکبوت ۳۶ وغیرہ) حضرت ابراہیم (سورہ ابراہیم ۱۶) کے واضح ذکر کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے سورہ انبیاء ۲۵ میں صراحت کی کہ اللہ تعالیٰ نے ہر ایک رسول کو وحی کی تھی کہ چونکہ وہی الٰہ ہے لہٰذا اسی کی عبادت کرو :

وما ارسلنا من قبلك من رسول الا نوحي اليه انه لا اله الا انا فاعبدون ○

(اور نہیں بھیجا ہم نے تجھ سے پہلے کوئی رسول مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ بات یوں ہے کسی کی بندگی نہیں سوا میرے سو میری بندگی کرو)

ان آیات کے علاوہ بہت سی دوسری آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے الٰہ ہونے کی حیثیت سے اپنی عبادت کے حق کی ادائیگی کا اپنے بندوں سے مطالبہ کیا ہے (مثلاً مومنون ۳۲، نجم ۶۲، نوح ۳، یٰس ۶۱، نیز ملاحظہ ہو : آل عمران ۵۱، یونس ۳ وغیرہ) بطور خالق جن آیات میں اپنی عبادت کا مطالبہ انسانوں سے کیا گیا ہے ان میں سورہ انعام ۱۰۲ کی آیت بہت اہم ہے :

ذلكم الله ربكم ؕ لا اله الا هو ؕ خالق كل شيء فاعبدوه ؕ

(یہ اللہ ہے رب تمہارا ، اس کے سوا کسی کو بندگی نہیں ، بنانے والا ہر چیز کا سو تم اسکی بندگی کرو) متعدد دوسری آیات میں بطور خالق اپنی عبادت کا مطالبہ موجود ہے (سورہ زمر ۴-۶۲، سورہ غافر (المومن) ۶۲، اور متعدد دوسری) اگرچہ ضمناً اوپر یہ بات آچکی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے بطور الٰہ ، بطور خالق اور بطور رب اپنی عبادت کا مطالبہ اپنے بندوں سے اس لئے کیا ہے کہ یہ اس کا ان پر حق ہے اور بندوں کا اس کے لئے فریضہ ہے (۵۹) ۔

خالقِ کائنات : آسمان و زمین کا خالق

قرآن مجید کی بہت سی دوسری آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو انسان و جن کے علاوہ کائنات کی دوسری بہت سی چیزوں کا خالق قرار دیا ہے ۔ اس کے خالقِ کل اور خالقِ ہر شے اور خالقِ مطلق کے حوالے اوپر آچکے ہیں ۔ تخلیقِ انسانی کے علاوہ جو اللہ تعالیٰ کی قدرتِ خلق کا بہترین اور افضل نمونہ ہے اللہ تعالیٰ نے سب سے زیادہ غالباً آسمان و زمین کی تخلیق کا ذکر کیا ہے جو انسانوں کی تخلیق سے زیادہ مشکل اور سخت کام تھا ۔ ظاہر ہے کہ آسمان و زمین کی تخلیق ہو یا انسانوں کی یا ان سے بھی کمتر چیزوں/جانداروں کی خدا کے لئے کوئی مشکل کام نہیں بلکہ وہ اس کے حکمِ کُن کے بعد فوراً وقوع پذیر ہو جاتی ہے ۔ تخلیقِ کائنات اور مظاہرِ کائنات کے ضمن میں جو تقابل کیا گیا ہے وہ مخلوقات کی تخلیق اور فہم کے اعتبار سے کیا گیا ہے ۔ خالق کی قدرتِ خلق کے اعتبار سے زمان و مکان یا وقت کی محدودیت کے لحاظ سے نہیں کیا گیا ۔ بیشتر آیات میں آسمان و زمین دونوں کی تخلیق کا ایک ساتھ ذکر کیا گیا ہے کہ وہ جوڑے جوڑے پیدا کرنے کے اصولِ الٰہی کا ایک شاندار مظہر ہے ۔ سورہ انعام کا آغاز اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کے اظہار سے کیا ہے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَجَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ○ ثُمَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ يَعْدِلُوْنَ ○

(سب تعریف اللہ کو جس نے بنائے آسمان و زمین اور ٹھہرایا اندھیرا اور اُجالا پھر یہ منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہیں) اسی سورہ کی آیت ۳، میں ان کی پیدائش کا مقصد بھی بیان فرما دیا ہے :

وَهُوَ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ

(اور وہی ہے جس نے ٹھیک بنائے آسمان و زمین) ۔ سورہ اعراف ۵۴ میں اس مدت کا ذکر فرمایا جو آسمان و زمین کی تخلیق میں لگی :

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ

(تمہارا رب اللہ ہے جس نے بنائے آسمان و زمین ، چھ دن میں پھر بیٹھا تخت پر) آسمانوں اور زمین کی چھ دن میں تخلیق کا ذکر بعض دوسری آیات میں بھی کیا ہے (سورہ یونس ۳ ، ھود ۷ ، حدید ۴ اور کئی دوسری) بعض آیات میں آسمان و زمین کے ساتھ ان کے درمیان کی دنیا (بینھما) کی تخلیق کو بھی اسی مدت میں واقع ہونا بتایا ہے ۔ سورہ فرقان ۵۹ میں ارشاد ہے :

الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ

(جس نے بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ ہے چھ دن میں) اس حقیقت کو اور کئی سورتوں میں دُہرایا گیا ہے (سورہ الروم ۸ ، السجدہ ۴، الحجر ۸۵، انبیاء ۱۶ ، ص ۲۷ ، احقاف ۳، ۳۸ وغیرہ) ۔ بعض آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ تخلیقِ آسمان اور تخلیقِ زمین میں کتنی مدت لگی اگرچہ آسمان کے ضمن میں اس کا صریح ذکر نہیں کیا ہے تاہم تخلیقِ زمین میں لگنے والی مدت کا واضح ذکر موجود ہے اور اس سے آسمان اور زمین و آسمان کی بیچ کی دنیا کی مدتِ تخلیق کا استنباط کیا جا سکتا ہے ۔ سورہ فصلت ۹ میں ارشاد فرماتا ہے :

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ۭ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝

(تو کہہ ، کیا تم منکر ہو اس سے ، جس نے بنائی زمین دو دن میں اور برابر کرتے ہو اس کے ساتھ اوروں کو ؟ وہ ہے رب جہان کا) ۔ اس کی اگلی آیت میں مزید توضیح ملتی ہے :

وَجَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَبٰرَكَ فِيْهَا وَقَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ۭ سَوَاۗءً لِّلسَّاۗىِٕلِيْنَ ۝

(اور رکھے اس میں بوجھ اوپر سے ، اور برکت رکھی اس کے اندر، اور ٹھہرائیں اس میں خوراکیں اس کی ، چار دن میں ، پوری پوچھنے والوں کو) ۔ اس سے اگلی دو آیتوں میں تخلیقِ آسمان و زمین کی مدت کی مزید توضیح کی گئی ہے ۔

ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَاۗءِ وَهِىَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَلِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ۭ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَاۗىِٕعِيْنَ ۝
فَقَضٰهُنَّ سَبْعَ سَمٰوَاتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَاَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَاۗءٍ اَمْرَهَا ۭ وَزَيَّنَّا السَّمَاۗءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ڰ وَحِفْظًا ۭ
ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝

(پھر چڑھا آسمان کو، اور وہ دھواں ہو رہا تھا، پھر کہا اس کو اور زمین کو ، آؤ دونوں خوشی سے یا زور سے ، وہ بولے ہم آئے خوشی سے پھر ٹھہرائے وہ سات آسمان دو دن میں ، اور اتارا ہر آسمان میں حکم اس کا اور رونق دی ہم نے ورلے آسمان کو چراغوں سے اور نگہبانی ۔ یہ ساد ھا ہے زبردست خبردار کا)۔ بظاہر ان آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین و آسمان اور ان کی دنیاؤں کی تخلیق میں کل مدت آٹھ دن (۲+۴+۲) لگی مگر اصلاً ایسا نہیں ہے ۔ مجموعی طور سے مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ زمین کی تخلیق کی مدت جو دو دن ہے وہ بعد کے چار دنوں میں شامل ہے ۔ گویا کہ زمین کی تخلیق اور اس میں تمام رزق و برکت کے انتظام میں کل چار دن کی مدت لگی اور باقی دو دن آسمان کی تخلیق میں لگے۔ قرآن مجید کی دوسری آیات سے بہر حال یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ زمین و آسمان اور ان دونوں کی بیچ کی دنیاؤں کی تخلیق میں کل چھ دن کی مدت لگی تھی (۶۲) ۔

دن کی مدت کی تعریف کیا ہے اس پر مفسرین نے مختلف رایوں کا اظہار کیا ہے ۔ بعض کا خیال ہے کہ وہ خدائی دن ہے جس کی لمبائی پچاس ہزار انسانی دنوں کے برابر ہوتی ہے جیسا کہ بعض دوسری قرآنی آیات سے معلوم ہوتا ہے (سورہ معارج ۴) مگر ظاہر ہے کہ یہ تعریف بھی ہمارے سمجھانے کے لئے ہے ۔ جیسا کہ پہلے عرض کیا جا چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے لئے زمان و مکان کی بندش نہیں اور اس کو کسی کام کے کرنے میں کوئی وقت و عرصہ نہیں لگتا کہ وہ ماورائے تحدید ہے (۶۳) ۔ قرآن مجید کی بعض آیات سے بھی یہ واضح ہوتا ہے کہ تخلیق کے لئے خواہ وہ انسان کی ہو یا جن کی ، آسمان کی ہو یا زمین کی یا کائنات کی کسی چیز کی اس کا حکم ہی کافی ہوتا ہے ۔ چنانچہ ادھر لفظ کُن (ہو جا) نکلا اور ادھر وہ شے موجود ہو جاتی ہے (فیکون) ۔ اس حقیقت کا اظہار اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض دوسری آیات میں کیا ہے (سورہ انعام ۷۳، نحل ۴۰، مریم ۳۵، یٰس ۸۲، غافر ۶۸، نیز بقرہ ۱۱۷، آل عمران ۴۷ اور ۵۹) (۶۴) اصل بات یہ ہے کہ آسمان و زمین اور کائنات کی تخلیق میں جس مدت کا حوالہ دیا گیا ہے اس کا مقصود یہ بتانا ہے کہ اس کارخانۂ قدرت کی تخلیق ایک مہتم بالشان واقعہ ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور قدرتِ کاملہ کا ایک ناقابلِ تردید ثبوت ہے ۔ اور پھر وہ اپنی ان عظیم تخلیقات کے ذریعہ اپنی خالقیت ، الوہیت اور ربوبیت پر استدلال کرتا ہے اور انسانوں سے صرف اپنی عبادت و بندگی کا مطالبہ کرتا ہے ۔ بنیادی طور سے انسانوں کو یہ سمجھاتا ہے کہ اس عظیم الشان تخلیق کے خالق کا حق ہے کہ انسان اس کی بلاچون و چرا عبادت و اطاعت کریں جیسا کہ آسمان و زمین اور پوری کائنات کرتی ہے ۔ ان آیات میں واضح کیا گیا ہے کہ وہ اپنی تخلیق کے وقت سے اطاعتِ الٰہی میں مصروف ہیں اور انحراف و سرکشی کا خیال بھی نہیں لا سکتیں ۔ جب اتنی بڑی تخلیق اسطرح اپنے خالق و مالک کی چاکری میں بخوشی لگی ہوئی ہے تو انسان کو بدرجۂ اولیٰ اس کی اطاعت و فرمانبرداری کرنی چاہئے کہ وہ ان کے مقابلہ میں ذرۂ بے مقدار اور تخلیق کے لحاظ سے رائی کا دانہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے خود اس حقیقت کو یوں بیان کیا ہے :

لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اَکْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَایَعْلَمُوْنَ (غافر ۵۷)

(سورہ غافر ۵۷ : البتہ پیدا کرنا آسمانوں کا اور زمین کا ، بڑا ہے لوگوں کے بنانے سے ، لیکن بہت لوگ نہیں سمجھتے)۔ اسی حقیقت کا اعادہ انسانوں کو مخاطب کر کے سورہ نازعات ۲۷ میں کیا ہے :

ءَاَنْتُمْ اَشَدُّ خَلْقًا اَمِ السَّمَآءُ ؕ بَنٰهَا ○

(کیا تم ہو مشکل بنانے یا آسمان ، اس نے وہ بنایا ؟) تخلیقِ انسانی اور تخلیقِ آسمان و زمین کا یہ موازنہ بھی محض اللہ تعالیٰ کی قدرتِ کاملہ اور خالقیتِ مطلقہ کی حقیقت کا اظہار اور انسانوں کو اپنے خالق و مالک کی اطاعت کی تذکیر کے لئے ہے۔

اسی مقصدِ تذکیر اور مطمحِ تعلیم کے لئے اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کی تعداد ، زمین کی تعداد اور ان کے متعلقات کا ذکر کیا ہے ۔ اوپر ایک آیت کریمہ میں سات آسمانوں کا ذکر آچکا ہے ۔ متعدد دوسری آیات میں سات آسمانوں کا ذکر بڑی صراحت سے کیا ہے (سورہ مومنون ۱۲ طلاق ۱۲، ملک ۳، ۱۴، نوح ۱۵، نیز ملاحظہ ہو بقرہ ۲۹، ۲۶۱، اسراء ۴۴، ۸۶، فصلت ۱۲) ۔ اگرچہ زمین کی تعداد کا صریحی ذکر نہیں کیا ہے تاہم سورہ طلاق ۱۲ میں ان کی تعداد بھی سات بتائی گئی ہے ۔ ارشاد ہے :

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَهُنَّ ط یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَهُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰهَ قَدْ اَحَاطَ بِكُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا ○

(اللہ وہ ہے جس نے بنائے سات آسمان اور زمینیں بھی اتنی ، اترتا ہے حکم ان کے بیچ ، تا تم جانو کہ اللہ ہر چیز کر سکتا ہے اور اللہ کی خبر میں سمائی ہے ہر چیز کی) آیتِ کریمہ میں خود اللہ تعالیٰ نے واضح فرما دیا کہ اس سے مقصود اظہار قدرت و علم اور انسانوں کی تذکیر ہے (۶۵) ۔ بہت سی دوسری آیات مقدسہ میں آسمان و زمین کی تخلیق کا حوالہ اسی غرض سے دیا گیا ہے ۔ بعض آیاتِ کریمہ میں اس غلط فہمی یا خدشہ کی تردید کی گئی ہے کہ اتنی عظیم الشان تخلیق کے بعد خالقِ کل کو تھکن یا تھکاوٹ لاحق ہو گئی تھی :

وَلَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَیْنَهُمَا فِیْ سِتَّةِ اَیَّامٍ ۖ وَّمَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ ○ (ق ۳۸)،

(اور ہم نے بنائے آسمان اور زمین اور جو کچھ ان کے بیچ ہے ، چھ دن میں ، اور ہم کو نہ آئی کچھ ماندگی) اسی حقیقت کو مزید وضاحت کے ساتھ سورہ احقاف ۳۳ میں بیان کیا ہے :

اَوَلَمْ یَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَلَمْ یَعْیَ بِخَلْقِهِنَّ بِقٰدِرٍ عَلٰۤی اَنْ یُّحْیِۦَ الْمَوْتٰی ؕ بَلٰۤی اِنَّهٗ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ

(کیا نہیں دیکھتے کہ وہ اللہ جس نے بنائے آسمان و زمین ، اور نہ تھکا ان کے بنانے میں ، وہ کر سکتا ہے کہ جلا دے مردے ، کیوں نہیں؟ وہ ہر چیز کر سکتا ہے)۔ اس آیتِ مقدسہ میں آسمان و زمین کی تخلیق سے قیامت کی اقامت پر

بھی استدلال کیا ہے کہ وہ کامل و قادر اللہ جو آسمان و زمین جیسی عظیم الشان تخلیق کر سکتا ہے اور بلا کسی تھکان و تھکاوٹ کر سکتا ہے وہ انسانوں کو پھر سے جلا کر اٹھا سکنے پر بھی قادر ہے (۶۶) ۔

اللہ تعالیٰ نے کئی آیات میں آسمان و زمین کے حق کے ساتھ پیدا کرنے کا صاف و صریح اعلان کیا ہے جیسا کہ اوپر ایک حوالہ گذر چکا ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے نزدیک یہ اتنی اہم حقیقت ہے اور فی الواقع وہ ہے بھی ایسی کہ بار بار مختلف پیرایوں اور صورتوں میں اس کا اظہار و اعادہ فرمایا جائے سورہ ابراھیم ۱۹ میں ارشاد ہے :

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ

(کیا تو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے بنائے آسمان و زمین جیسے چاہیے)۔ سورہ الحجر ۸۵ میں فرمان ہے:

وَمَا خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ ؕ

(اور ہم نے بنائے نہیں ! آسمان و زمین ، اور جو ان کے بیچ ہے بغیر تدبیر) ۔ اسی طرح بعض اور آیات کریمہ میں اس حقیقت کا اظہار فرمایا ہے (سورہ عنکبوت ۴۴، روم ۸، زمر ۵، دخان ۲۹، جاثیہ ۲۲، احقاف ۳، تغابن ۳، وغیرہ) ۔ تخلیقِ آسمان و زمین کو ان آیاتِ کریمہ میں محض قدرتِ خلق کے اظہار کے لئے نہیں بیان فرمایا بلکہ ان کے ذریعہ حق کے اثبات کا کام مقصود ہے ، چنانچہ اسی چیز کو بعض دوسری آیات میں اس طرح تعبیر فرمایا کہ ان کی تخلیق خالق کا کھلونا نہیں ہے جس کو بنا کر وہ اپنی تخلیق پر ناز کرتا اور اپنی خالقیت پر خوش ہوتا ہے ۔ چنانچہ سورہ انبیاء ۱۶ میں فرماتا ہے :

وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا لٰعِبِيْنَ

(اور ہم نے نہیں بنایا ! آسمان و زمین اور جو ان کے بیچ ہے کھیلتے) سورہ دخان ۳۸ میں انہیں الفاظ میں تھوڑے سے فرق کے ساتھ اس حقیقت کا اعادہ کیا ہے ۔ ان واضح بیانات کے علاوہ مضمر طور سے اللہ تعالیٰ نے بہت سی دوسری آیات میں آسمان و زمین اور ان کے بیچ کی دنیاؤں کی تخلیق کو بامقصد ، اپنی قدرتِ خالقیت پر دلیل اور اس کے نتیجہ میں انسانوں کو اس کو بطورِ خالق و مالک تسلیم کرنے اور اس کی عبادت و اطاعت کرنے کا لازمی تتمہ بتایا ہے ۔

یہی سبب ہے کہ اللہ تعالیٰ نے کہیں واضح طور سے فرمایا کہ آسمان و زمین وغیرہ کی تخلیق میں واضح اور روشن نشانیاں ہیں جو اس کی قدرت و خالقیت کا اعلان اور اس کے نتیجہ میں انسانوں اور دوسری مخلوقات سے عبادت و بندگی کا اعتراف کراتی ہیں ۔ کہیں ان نشانیوں پر غور و تدبر کرنے کا حکم دیا ہے یا برانگیختہ کیا ہے اور کہیں صالح بندوں کی زبان سے ان کی تخلیق کے بامقصد اور آیتِ الٰہی ہونے اور باطل و کھلونا نہ ہونے کا اقرار و اعلان کرایا ہے ۔ پہلی قسم کی آیات میں سورہ عنکبوت ۴۴ شامل ہے جس میں ارشاد ہے :

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ

(اللہ نے بنائے آسمان و زمین جیسے چاہیں ، اس میں پتا ہے یقین لانے والوں کو) دوسری قسم کی نمائندہ آیات ہیں : سورہ اعراف ۱۸۵ :

اَوَلَمْ يَنْظُرُوْا فِىْ مَلَكُوْتِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ مِنْ شَىْءٍ . . . .

(کیا نگاہ نہیں کی سلطنت میں آسمان اور زمین کے اور جو اللہ نے بنائی ہے کوئی چیز) ۔ سورہ ابراہیم ۱۹ مذکورہ بالا ، سورہ اسراء ۹۹، سورہ احقاف ۲۳ مذکورہ بالا اور متعدد دوسری آیات کریمہ ۔ اصل بات ہے کہ جہاں جہاں تخلیقِ آسمان و زمین کا ذکر آیا ہے وہاں ان کا آیاتِ الٰہی ، تذکرۂ ربانی اور تذکیر خدائی کا ذکر صریحی یا مضمر طور سے موجود ہے ۔ ان کے علاوہ آسمان و زمین کی عام مخلوقات کے ضمن میں بھی ان کی تخلیق میں مضمر تذکیر ربانی کا حوالہ اور غور و تدبر کی دعوت موجود ہے ۔ سورہ یونس ٦ میں ارشاد ہے :

اِنَّ فِى اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَالنَّهَارِ وَمَا خَلَقَ اللّٰهُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَّقُوْنَ

(البتہ بدلنے میں رات اور دن کے اور جو بنایا اللہ نے آسمان و زمین میں پتے ہیں ایک لوگوں کو جو ڈر رکھتے ہیں)۔ ایسی آیاتِ الٰہی کی تعداد بہت زیادہ ہے (ابراہیم ۱۹، اسراء ۹۹، احقاف ۲۳ نیز ملاحظہ ہو بقرہ ۱٦۴، آل عمران ۱۹۰، روم ۲۲) اسی میں سورہ لقمان کی آیت ۱۰ بھی شامل ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے آسمانوں کو بلاستون پیدا کرنے کی قدرت کا اظہار کیا ہے: خَلَقَ السَّمٰوٰتِ بِغَيْرِ عَمَدٍ تَرَوْنَهَا (۳۱ : ۱۰) بنائے آسمان بن ٹیکے، اسے دیکھتے ہو تیسری قسم کی آیات کو دو مزید ذیلی قسموں میں تقسیم کیا جاسکتا ہے: مومنین اور صالحین کی شہادت پر مشتمل آیات اور کافروں اور مشرکوں کے اقرار و اعتراف پر مبنی آیات۔ سورہ آل عمران ۱۹۱ میں اعلانِ مومنین ہے:

رَبَّنَا مَاخَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا

(اے رب ہمارے تُو نے یہ عبث نہیں بنایا) جبکہ کافروں کی زبان سے اس حقیقت کا اعتراف کئی سورتوں میں مذکور ہے ۔ سورہ عنکبوت ٦١ میں ہے :

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ

(اور جو تُو لوگوں سے پوچھے کس نے بنائے آسمان و زمین اور کام لگائے سورج اور چاند تو کہیں اللہ تعالیٰ نے) پھر اسی حقیقت کا اعادہ سورہ لقمان ۲۵، زمر ۳۸، زخرف ۹ میں کیا گیا ہے (٦۷) ۔

تخلیقِ اجرامِ فلکی

اگرچہ آسمانوں اور زمین کی تمام اشیاء کے خالق ہونے کا ذکر اوپر بیان کردہ آیات میں آچکا ہے تاہم مناسب معلوم ہوتا ہے کہ ان اشیا و اجرام کا مختصر ذکر ضرور کیا جائے جن کا ذکر صراحت سے قرآن مجید میں کیا گیا ہے ۔

آسمان کی نسبت سے ایسے اہم ترین اجرام شمس و قمر اور نجوم ہیں ۔ شمس (سورج) کا ذکر کم از کم بتیس آیات میں صراحت کے ساتھ آیا ہے ۔ ان میں سے بعض میں انکے طلوع و غروب کے قبل اور بعد عبادت و نماز کے اوقات کی تعیین ایک خاص راستہ اور مستقر پر اس کے چلنے ، روز قیامت اس کے گہنا جانے اور بے نور ہو جانے وغیرہ کا ذکر کیا ہے ۔ لیکن جن مقامات پر ان کی تسخیر کا ذکر آیا ہے وہاں اللہ تعالیٰ کی خالقیت اور قدرت کا اظہار مقصود ہے ۔ ایک اہم نکتہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے سورج اور چاند وغیرہ کے پیدا (خلق) کرنے کا ذکر کم کیا ہے اور تسخیر کا زیادہ اور بطور مسخر جس میں خالق کا مفہوم بھی مضمر ہے اپنی خالقیت ، الوہیت اور ربوبیت پر استدلال کیا ہے ۔ سورہ اعراف ۵۴ میں ارشاد ہے :

وَالشَّمْسَ والقمر و النُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِہٖ ، اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ ، تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

(اور سورج اور چاند اور تارے کام لگے اس کے حکم پر ، سن لو اسی کا کام ہے بنانا اور حکم فرمانا ۔ بڑی برکت اللہ کی جو صاحب سارے جہان کا) آیت کریمہ کے دوسرے فقرہ :

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ

سے واضح ہوتا ہے کہ تسخیر میں خلق اور تدبیر امور دونوں کا مفہوم شامل ہے ۔ اسی حقیقت کا اظہار بعض دوسری آیات میں کیا ہے (سورہ نحل ۱۲ وغیرہ) لیکن سورج اور چاند کا ایک ساتھ ذکر زیادہ کیا ہے (انعام ۹۶، یونس ۵، رعد ۲، ابراہیم ۳۳، انبیاء ۳۳، حج ۱۹، عنکبوت ۶۱، لقمان ۲۹، فاطر ۱۳، یٰس ۴۰، زمر ۵، فصلت ۳۷، رحمٰن ۵، نوح ۱۶، قیامہ ۹) ، ان تمام آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے امرِ الٰہی کے تابع و مسخر ہونے ، منارۂ نور اور منبعِ روشنی ہونے ، ایک مقررہ مدت تک جاری رہنے ، تخلیق الٰہیٰ سورج و چاند کے ایک وقت میں یکجا نہ ہونے اور اُن کے آیات الٰہی ہونے کا ذکر کیا ہے ۔ جن آیات کریمہ میں سورج کا تنہا ذکر کیا ہے ان میں زیادہ تر اس کے آیتِ الٰہی ، منارۂ نور طلوع و غروب ، حرارت و تمازت ، سایہ کے وجود پر دلیل ہونے کے علاوہ بعض کافر اقوام کے معبودِ طاغوت ہونے کا ذکر کیا ہے (بقرہ ۲۵۸، انعام ۷۸، اسراء ۷۸، کہف ۱۷، ۸۶، ۹۰ ، طٰہٰ ۱۳۰، فرقان ۴۵، نمل ۲۴ وغیرہ)۔ قمر (چاند) کا ذکر چھتیس آیات میں اور بیشتر سورج کے ساتھ کیا ہے اور یہی موضوعات پیش کئے ہیں ۔ یہی حال نجوم و کواکب وغیرہ کا ہے کہ موضوعات ان کے بھی یہی ہیں اگرچہ تذکرہ کم کیا ہے ۔ مجموعی طور سے اللہ تعالیٰ نے ان اجرامِ فلکی و سماوی کا خالق و مالک اِلٰہ و رب ہونے کا ذکر فرما کر اپنی عبادت و الوہیت اور ربوبیت پر استدلال کیا ہے ۔ (۶۸)

شب و روز کی تخلیق

ان اجرامِ فلکی اور کرۂ ارض کی نسبت سے اللہ تعالیٰ نے متعدد آیاتِ کریمہ میں رات دن (لیل و نہار) کی تخلیق و تعلق ، اختلاط و اختلاف اور آمد و رفت پر اپنی خالقیت ، الوہیت اور ربوبیت کے استدلال کی عمارت اٹھائی ہے

(۶۹) ۔ اوپر بعض آیاتِ کریمہ میں اس دعوائے الٰہی کا حوالہ آچکا ہے ۔ پورے قرآنِ مجید میں چھ مقامات پر رات دن کے اختلاف کا ذکر کیا ہے اور ان میں اکثر جگہ اس کو آیتِ الٰہی سے تعبیر کیا ہے جو عاقلوں ، سمجھ والوں ، تقویٰ والوں کے لئے وجودِ خالقِ کل ، الٰہ مطلق اور رب العالمین کے لئے دلیلِ راہ ہے ۔ مثلاً آل عمران ۱۹۰ میں ارشادِ باری ہے :

اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافِ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ لَاٰیٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ ○

(آسمان اور زمین کا بنانا ، رات اور دن کا بدلتے آنا ، اس میں نشانیاں ہیں عقل والوں کو)۔ جبکہ بعض آیاتِ کریمہ میں اس اختلافِ شب و روز کو قدرتِ الٰہی اور خلقِ خداوندی قرار دیا ہے مثلاً

وَهُوَ الَّذِیْ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ وَلَهُ اخْتِلَافُ الَّیْلِ وَالنَّهَارِ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ (المومنون ۸۰)

(اور وہی ہے جِلاتا اور مارتا ۔ اور اسی کا کام ہے بدلنا رات اور دن کا ، سو کیا تم کو بُوجھ نہیں آتی ؟) ۔ شب و روز کے ایک دوسرے کے بعد آنے جانے کو مذکورہ بالا آیات میں اختلاف سے تعبیر کیا ہے تو بعض اور آیاتِ مقدسہ میں رات کو دن اور دن کو رات میں داخل کرنے اور نکالنے سے عبارت کیا ہے ۔ سورہ آل عمران ۲۷ میں ارشاد ہے :

تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَتُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ

(تو لے آوے رات کو دن میں ، تو لے آوے دن کو رات میں) ۔ اس طرزِ تعبیر کو بکثرت اللہ نے اپنی خالقیت و ربوبیت پر دلیل بنایا ہے (ملاحظہ ہو سورہ اعراف ۵۴، رعد ۳، حج ۶۱، نور ۴۴، فرقان ۶۲، لقمان ۲۹، فاطر ۱۳، یٰسٓ ۳۷، ۴۰، زمر ۵ حدید ۶، مزمل ۲۰ وغیرہ)۔ رات دن کو آیتِ الٰہی (سورہ فصلت ۳۷) اور مخلوقِ الٰہی (سورہ انبیاء ۳۳) قرار دینے کے ساتھ کئی آیات میں ان کے انسانوں کے لئے مسخر کرنے کا احسان جتایا ہے(ابراہیم ۳۳، نحل ۱۲، یٰسٓ ۴۰) اور دن کی روشنی کو ان کی روزی روٹی یعنی فضلِ خداوندی حاصل کرنے کا ذریعہ اور رات میں سکون و نیند و راحت پانے کا وسیلہ بتایا ہے (انعام ۱۳، ۶۰، ۹۶، یونس ۶۷، رعد ۱۰، اسراء ۱۲، انبیاء ۴۲، فرقان ۴۷، نمل ۸۶، قصص ۳-۷۱، روم ۲۳، غافر ۶۱ وغیرہ بعض دوسری آیات) ان میں نمائندہ آیات سورہ قصص کی ہیں :

قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ الَّیْلَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِضِیَآءٍ ؕ اَفَلَا تَسْمَعُوْنَ ○ قُلْ اَرَءَیْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَیْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَیْرُ اللّٰهِ یَاْتِیْكُمْ بِلَیْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِیْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ وَمِنْ رَّحْمَتِهٖ جَعَلَ لَكُمُ الَّیْلَ وَالنَّهَارَ لِتَسْكُنُوْا فِیْهِ وَلِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ ○ (۲۸ : ۷۱-۷۳)

(تُو کہہ ! دیکھو تو اگر اللہ رکھ دے تم پر رات ہمیشہ کو قیامت کے دن تک ، کون حاکم ہے اللہ کے سوا، کہ لاوے تم کو کہیں روشنی ؟ پھر کیا تم سنتے نہیں ؟ تُو کہہ دیکھو تو ! اگر رکھ دے اللہ تم پر دن ہمیشہ کو قیامت کے دن تک ، کون حاکم ہے اللہ کے سوا ؟ کہ لاوے تم کو رات جس میں چین پکڑو ، کیا تم نہیں دیکھتے ؟ اور اپنی مہر سے بنا دیا تم کو رات

اور دن، کہ اس میں چین بھی پکڑو اور تلاش بھی کرو ، کچھ اس کا فضل ، اور شاید تم شکر کرو) ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے رات دن کی تخلیق اور ان میں حاصل ہونے والے فوائد کو گنا کر اپنی خالقیت والوہیت اور ربوبیت پر زور دیا ہے ۔ دوسری آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ جس طرح آسمان و زمین کو اس نے اپنی خالقیت و الوہیت پر گواہ بنا کر پیش کیا ہے اور ان کی قسم کھا کر اپنی ذاتِ والاصفات اور صفاتِ عالیہ کی طرف توجہ دلائی ہے اسی طرح رات دن کو آیتِ الٰہی بتاکر ، ان کے فوائد و انعامات گنا کر متعدد آیات میں ان کی قسم کھائی ہے (مدثر ۳۳، تکویر ۱۷، انشقاق ۴، شمس ۴، لیل ۱، ضحیٰ ۲۔۱ وغیرہ)۔ اپنی اشیائے مخلوقات کی قسم کھانا دراصل اپنی قدرتِ خلق ، رحمت اِلٰہ اور ربوبیت عام کی طرف انسانوں کو متوجہ کرنا ہے ۔ اگرچہ سیاق و سباقِ کلام میں مختلف اقسام سے مختلف دعووں ، وعدوں ، وعیدوں اور حقیقتوں پر استدلال کرنا مقصود ہوتا ہے ۔ مگر ان سب کا منتہائے مقصود صرف ایک ذاتِ الٰہی کی طرف انابت و رجوع اور اسکی صفات عالیہ کی طرف نگاہ و توجہ مبذول کرنا ہے تاکہ انسان اپنے خالق و مالک ، آقا و رب ، الٰہ و معبود کی معرفت حاصل کر سکے اور اس کے احسانات و انعامات کے بدلے اس کا شکر کرے اور اس شکر کی خالص صورت عبادتِ الٰہی ہے ۔ مذکورہ بالا آیات میں یہ واضح کیا ہے اور اسی طرح دوسری آیاتِ کریمہ کا مطلب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کے ذریعہ خالق و مخلوق کے تعلق ، خالق کے احسان ، مخلوق کی احسان مندی ، الٰہ کل کے حق بندگی اور اطاعت اور مخلوق کا فریضۂ اطاعت و عبادت اور رب کی نعمت و پرورش اور مربوب کی شکرگزاری کی طرف متوجہ کرے اور مخلوق کو اپنے خالق و مالک معبود و الٰہ کے حقوق ادا کرنے پر اُبھارے ۔

تخلیقِ کائناتِ ارضی

زمین اور اس کی متعلقات سے انسان کا رشتہ اتنا ہی پختہ ہے جتنا آسمان اور اس سے متعلق اجرام و اشیا سے ۔ بلکہ آسمان کی بہ نسبت کچھ زیادہ ہی تعلق و رشتہ ہے کہ وہ زیادہ تر پابہ گِل اور وابستۂ خاک ہے۔ متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے زمین اور اس میں پائی جانے والی تمام اشیا جاندار و بے جان کو انسان کے لیے مسخر کرنے کا اعلان کیا ہے سورہ لقمان ۲۰ میں ارشاد ہے:

اَلَمْ تَرَوْا اَنَّ اللّٰهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ وَاَسْبَغَ عَلَيْكُمْ نِعَمَهٗ ظَاهِرَةً وَّبَاطِنَةً ۔

(کیا تم نے نہیں دیکھا؟ اللہ نے کام لگائے تمہارے جو کچھ ہیں آسمان و زمین میں، اور بھر دیں تم کو اپنی نعمتیں کھلی اور چھپی) ۔ تسخیر زمین و مافیہا کا ذکر و حوالہ اوپر کئی آیات میں گذر چکا ہے۔ زمین اور اس کی تمام چیزوں کو مسخر کرنے والے خالق والٰہ اور رب کی حیثیت کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے بعض بہت اہم چیزوں کے خالق و مالک اور تسخیر کرنے والے کی حیثیت سے بھی اپنا تعارف کرایا ہے۔ یہ تعارف کافی تفصیل کا متقاضی ہے کہ کم از کم چار سو ساٹھ آیاتِ کریمہ میں زمین کی نسبت و تعلق سے اللہ تعالیٰ نے اپنا اور اپنی صفاتِ خالقیت ، الوہیت اور ربوبیت کا ذکر کیا

ہے ۔ ذیل میں مختصراً اس بحث کو پیش کیا جا رہا ہے کہ تفصیل کے لیے دفاتر چاہییں جو ہمیں دستیاب نہیں۔

متعدد آیات میں زمین کی چوڑائی ، وسعت اور کشادگی کا حوالہ دیا ہے (آل عمران ۳۳، نساء ۹۷ توبہ ۲۵ ، ۱۱۸ ، زمر ۱۰ وغیرہ) اور اس سے اپنی ذات و صفات پر استدلال کیا ہے۔ کئی آیات میں سطحِ ارض کو فرشِ خرام و سکون بنانے اور اس کی ساخت کو انسان کے لیے کار آمد و قابلِ آسائش بنانے کے انعام کا ذکر کر کے اپنی ذات و صفات کی طرف متوجہ کیا ہے (بقرہ ۲۲ ، رعد ۳، ابراہیم ۱۴ ، حجر ۱۹ ، اسراء ۳۷)

الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ سَلَكَ لَکُمْ فِیْهَا سُبُلًا ، طٰہٰ ۵۳ ،

(جس نے بنا دی تم کو زمین بچھونا ، اور چلا دیں تم کو اس میں راہیں)

اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّجَعَلَ خِلٰلَهَآ اَنْهٰرًا نمل ۶۱ :

(بھلا کس نے بنا دیا زمین کو ٹھہراؤ ، اور بنائیں اس کے بیچ ندیاں)

اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ، سورہ فاطر ۴۱ :

(تحقیق اللہ تھام رہا ہے آسمانوں کو اور زمین کو اور ٹل نہ جاویں)

وَالْاَرْضَ فَرَشْنٰهَا فَنِعْمَ الْمٰهِدُوْنَ زخرف ۱۰، ق ۷ ، ذاریات ۴۸ ،

(اور زمین کو بچھایا ہم نے سو کیا خوب بچھانا جانتے ہیں)

وَالْاَرْضَ وَضَعَهَا لِلْاَنَامِ رحمٰن ۱۰ :

(اور زمین کو رکھا واسطے خلق کے)

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِیْ مَنَاكِبِهَا ملك ۱۵ :

(وہی ہے جس نے کیا تمہارے آگے زمین کو پست اب پھرو اس کے کندھوں پر)۔

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ بِسَاطًا ۙ لِّتَسْلُكُوْا مِنْهَا سُبُلًا فِجَاجًا ○ ، سورہ نوح ۲۰-۱۹ :

(اور اللہ نے بنا دی تم کو زمین بچھونا تاکہ چلو اس میں کشادہ رستے) ، سورہ مرسلٰت ۲۵:

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ كِفَاتًا (سورہ مرسلٰت ۲۵ :

(کیا ہم نے نہیں بنائی زمین سمیٹنے والی)

اَلَمْ نَجْعَلِ الْاَرْضَ مِهٰدًا ، سورہ نبا ۶ :

(کیا ہم نے نہیں بنائی زمین بچھونا) سورہ نازعات ۳ اور بہت سی دوسری آیات)

زمین کی عام ساخت اور انسان کے لیے اسے لائقِ رہائش بنانے کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اس کے بعض اہم طبعی مظاہر کا خصوصی تذکرہ کیا ہے۔ ان میں سے ایک اہم طبعی مظہر پہاڑوں کی ساخت ، مقصد اور فوائد کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ نے کئی آیات میں پہاڑوں کا مختلف انداز اور پیرایہ میں ذکر کیا ہے لفظ "رواسی" کا ذکر کم از کم نو آیات میں آیا

ہے۔ سورہ رعد ۳ میں ارشاد ہے :

وھو الذی مد الارض وجعل فیھا رواسی

(اور وہی ہے جس نے پھیلائی زمین اور رکھے اس میں بوجھ) اسی حقیقت کا اعادہ و تذکرہ سورہ حجر ۱۹ ، نمل ۶۱ ، فصلت ۱۰ ، ق ۳ ، مرسلات ۲۷ میں کیا ہے۔ اس میں بعض میں اس کی صفاتِ شامخات (اونچے) اور بلند (من فوقھا) کا ذکر بھی کیا ہے ۔ بعض دوسری آیات میں ان کے بنانے کا مقصد اور زمین سے ان کے تعلق اور ان دونوں کے ذریعہ اپنے انعام و رحمت کا حوالہ دیا ہے۔

سورہ نحل ۱۵ میں ارشاد فرمایا :

والقی فی الارض رواسی ان تمید بکم

(اور ڈالے زمین میں بوجھ ، کہ کبھی جھک پڑے تم کو لے کر)۔ اسی بات کو سورہ انبیاء ۳۱ اور لقمان ۱۰ میں بھی دہرایا ہے۔ اسی طرح یہ واضح کیا ہے کہ پہاڑوں کی موجودگی زمین کے قائم رہنے کا ایک باعث ہے اور وہ انسانوں پر ان کے خالق و الٰہ اور رب کی ایک نعمتِ عظمیٰ ہے جس کا شکر انہیں بجا لانا چاہیئے۔ پہاڑوں کے لیے دوسرا لفظ جبل/جبال قرآن مجید میں مختلف سیاق میں کم و بیش اتنالیس مقامات پر استعمال کیا ہے جن میں سے سورہ نحل ۸۱ میں ارشاد فرماتا ہے:

واللہ جعل لکم مما خلق ظللا و جعل لکم من الجبال اکنانا

(اور اللہ نے بنا دیں تم کو اپنی بنائی چیزوں کی چھاویں اور بنا دیں تم کو پہاڑوں میں چھپنے کی جائیں) سورہ نباء ۶۔۷ میں کہا:

الم نجعل الارض مھدا ○ والجبال اوتادا ○

(کیا ہم نے نہیں بنائی زمین بچھونا اور پہاڑ میخیں) سورہ نازعات ۳۲۔ ۳۳ میں فرمایا:

والجبال ارسھا ○ متاعا لکم ولانعامکم ○

(اور پہاڑوں کو بوجھ رکھا ، کام چلانے کو تمہارے اور تمہارے چوپایوں کے) اور سورہ غاشیہ ۱۹ میں ہے،

والی الجبال کیف نصبت

(اور پہاڑوں پر کیسے کھڑے کئے ہیں؟) ان تمام آیات میں پہاڑوں کے زمین سے تعلق کو واضح کیا اور ان کی تخلیق کو ایک آیتِ الہٰی اور نشانِ خداوندی قرار دے کر اپنی ربوبیت اور خالقیت کا اظہار کیا ۔ سورہ فاطر ۲۷ میں ان کی مزید تقسیم و تشریح یوں فرمائی :

ومن الجبال جدد بیض و حمر مختلف الوانھا و غرابیب سود ○

(اور پہاڑوں میں گھاٹیاں ہیں سفید اور سرخ طرح طرح کے ان کے رنگ اور بھجنگ کالے) جبکہ سورہ نور ۴۳ میں آسمان ، پہاڑوں اور زمین کے باہمی تعلق و رشتہ سے جنم لینے والی ایک اہم حقیقت کا ذکر اس طرح فرمایا ہے:

وَيُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ جِبَالٍ فِيهَا مِنْ بَرَدٍ فَيُصِيبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ وَ يَصْرِفُهٗ عَنْ مَّنْ يَّشَآءُ

(اور اتارتا ہے آسمان سے اس میں جو پہاڑ ہیں اولوں کے پھر وہ ڈالتا ہے جس پر چاہے اور بچا دیتا ہے جس سے چاہے)۔

قدرتِ الٰہی اور اس کی خالقیت و الوہیت کا ایک مظاہرہ قیامت کے دن ہوگا جب یہ اونچے اونچے جمے ہوئے پہاڑ اُون و روئی کے گالوں کی طرح اڑتے پھریں گے اور ریزہ ریزہ ہو کر بکھر جائیں گے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی اس قدرت و خالقیت کا ذکر بھی کئی آیات میں کیا ہے (سورہ کہف ۴۷ ، طٰہٰ ۱۰۵، نمل ۸۸، طور ۱۰، واقعہ ۵، حاقہ ۱۴، معارج ۹، مزمل ۱۴، مرسلات ۱۰، نبا ۲۰، تکویر ۳، اور قارعہ ۵)۔ اس دنیا میں بعض انبیاء و گذشتہ اقوام اور دوسری مخلوقات کے لیے پہاڑوں کے تسخیر کرنے کا احسان بھی اسکی خالقیت کی طرف اشارہ کرتا ہے (اعراف ۴۷، حجر ۸۲، نحل ۶۸، شعراء ۱۴۹، سبا ۱۰، صٓ ۱۸) جبکہ حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کے حوالے سے اس کو ایک آیتِ الٰہی اور نشانِ راہ قرار دیا ہے (اعراف ۱۴۳، ۱۷۱ وغیرہ) اور قدرت و کلامِ الٰہی کے سامنے اسے ذرہ بے مقدار اور کمتر و ہیچ چیز بتایا ہے (سورہ نمبر ۴۳، حشر ۲۱، رعد ۳۱، طٰہٰ ۱۰۵، احزاب ۷۲ اور قیامت کے ضمن میں مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ) جس طرح تجلی الٰہی کے سامنے کوہِ طور تاب نہ لاکر ریزہ ریزہ ہو گیا تھا اسی طرح تمام پہاڑ امانتِ الٰہی کا بار اٹھانے سے عاجز رہ گئے :

فَلَمَّا تَجَلّٰى رَبُّهٗ لِلْجَبَلِ جَعَلَهٗ دَكًّا وَّخَرَّ مُوْسٰى صَعِقًا

(پھر جب نمود ہوا رب اس کا پہاڑ کی طرف کیا ، اس کو ڈھا کر برابر اور گر پڑا موسیٰ بیہوش)

اِنَّا عَرَضْنَا الْاَمَانَةَ عَلَى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَالْجِبَالِ فَاَبَيْنَ اَنْ يَّحْمِلْنَهَا

(ہم نے رکھائی امانت آسمان کو ، اور زمین کو ، اور پہاڑوں کو، پھر سب نے قبول نہ کیا کہ اس کو اٹھاویں) وہ نہ صرف قدرتِ الٰہی کے آگے عاجز ہیں بلکہ اپنے خالق و مالک اور اِلٰہ و رب کے لئے سجدۂ شکر بھی بجالاتے ہیں :

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ يَسْجُدُ لَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَمَنْ فِى الْاَرْضِ وَالشَّمْسُ وَالْقَمَرُ وَ النُّجُوْمُ وَالْجِبَالُ وَالشَّجَرُ وَالدَّوَآبُّ وَكَثِيْرٌ مِّنَ النَّاسِ ؕ (حج ۱۸)

(کیا تو نے نہ دیکھا ؟ کہ اللہ کو سجدہ کرتے ہیں ، جو کوئی آسمان میں ہے، اور جو کوئی زمین میں ہے اور سورج اور چاند اور تارے اور پہاڑ اور درخت اور جانور اور بہت آدمی)۔(۷۰)

تخلیق ماء و تسخیر وسائلِ آب

زمین میں پائی جانے والی جن چیزوں کا خصوصی ذکر بطور انعام الٰہی اور مظاہر قدرت و خالقیت کے کیا ہے اس میں پانی بہت اہم ہے ۔ قرآنِ مجید میں پانی اور اس کے مختلف سر چشموں کا ذکر متعدد آیات میں کیا گیا ہے۔ ان میں عام پانی کے علاوہ نہروں ، دریاؤں ، چشموں اور سمندروں اور ان سب سے بڑھ کر بارش کے خالق کے طور سے ذکر کو اور بھی خصوصی اہمیت دی گئی ہے۔ لفظ ماء (پانی) کو کم از کم اُنسٹھ آیاتِ کریمہ میں بیان کیا گیا ہے اگرچہ ان کا سیاق و سباق کافی مختلف ہے (۱۷)۔ زمین میں پانی جیسی زندگی بخش چیز کا ذکر سورہ بقرہ ۷۴ میں ہے:

وَاِنَّ مِنْهَا لَمَا يَشَّقَّقُ فَيَخْرُجُ مِنْهُ الْمَآءُ ؕ

(اور ان میں تو وہ بھی ہیں ، جو پھٹتے ہیں اور نکلتا ہے ان سے پانی) حضرت نوح علیہ السلام کے عہد میں آنے والے سیلاب کا آغاز تنور سے پانی کے ابلنے سے ہوا تھا ۔ اس حقیقت کا اور سیلاب کے دوران اور بعد میں زمین کے پانی کا ذکر بھی خالقِ ماء نے کئی آیات میں کیا ہے (سورہ ہود ۴۰، ۴۴ مومنون ۲۷)۔ اسی طرح سورہ نازعات ۳۱ میں فرمایا :

اَخْرَجَ مِنْهَا مَآءَهَا وَ مَرْعٰهَا

(نکالا اس سے اسکا پانی اور چارا) سورہ کہف ۴۱ میں ایک تمثیل کے پیرایے میں اور سورہ ملک ۳۰ میں ایک حقیقتِ بدیہی کے طور پر انسانوں پر واضح کیا کہ اگر ان کا خالق و پروردگار ان کے استعمال کے پانی کو تہ نشین کر دے تو کون ایسی ذات ہے جو ان کو ٹھنڈے میٹھے پانی سے سیراب کرے گی:

اَوْيُصْبِحَ مَآؤُهَا غَوْرًا فَلَنْ تَسْتَطِيْعَ لَهٗ طَلَبًا

(یا صبح کو ہووے، اس کا پانی خشک ، پھر نہ سکے تو کہ اس کو ڈھونڈ لاوے)

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَصْبَحَ مَآؤُكُمْ غَوْرًا فَمَنْ يَّاْتِيْكُمْ بِمَآءٍ مَّعِيْنٍ ۝ (۶۷ : ۳۰)

(تو کہہ ، بھلا دیکھو تو! اگر ہووے صبح کو پانی تمہارا خشک ، پھر کون ہے جو لاوے تم کو پانی تھرا ؟

خالقِ کائنات اور پروردگارِ عالم نے زمین میں موجود پانی کے ذخیروں کو انسانوں کی پرورش و زندگی کے لئے ایک اہم سر چشمہ قرار دے کر اپنی خالقیت و الوہیت اور ربوبیت کا ناقابلِ انکار ثبوت فراہم کیا ہے ۔

اسی ضمن میں اللہ تعالیٰ نے سمندروں ، نہروں اور پانی کے دوسرے زمینی ذخیروں اور سر چشموں کے خالق کی حیثیت سے اپنی الوہیت اور ربوبیت پر استدلال کیا ہے ۔ قرآن مجید میں کم از کم اکتالیس مقامات پر لفظ بحر (سمندر) یا اس کی تثنیہ اور جمع گوناگوں سیاق میں استعمال ہوئے ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں سمندر کو انسانوں کے مختلف فوائد کے حصول کے لئے مسخر کرنے کی قدرت کا اظہار کیا ہے۔ سورہ جاثیہ ۱۲ میں فرماتا ہے :

اَللّٰهُ الَّذِيْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِيَ الْفُلْكُ فِيْهِ بِاَمْرِهٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ

(اللہ وہ ہے جس نے بس میں دیا تمہارے دریا ، کہ چلیں اس میں جہاز اس کے حکم سے اور تلاش کرو اس کے فضل سے ، اور شاید تم حق مانو)۔ تسخیرِ سمندر و جہاز کا ذکر اور کئی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و انعام کے طور پر

کیا ہے (سورہ بقرہ ۱۶۴، ابراہیم ۳۲ :)

وَسَخَّرَ لَكُمُ الْفُلْكَ لِتَجْرِيَ فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ ۚ وَسَخَّرَ لَكُمُ الْأَنْهَارَ ○

(اور کام میں دی تمہارے کشتی، کہ چلے دریا میں اس کے حکم سے اور کام میں دیں تمہارے ندیاں) اسراء نمبر ٦٦،

رَبُّكُمُ الَّذِي يُزْجِي لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوا مِنْ فَضْلِهِ ۚ إِنَّهُ كَانَ بِكُمْ رَحِيمًا

(تمہارا رب وہ ہے جو ہانکتا ہے تمہارے واسطے کشتی دریا میں، کہ تلاش کرو اس کا فضل، وہ ہے تم پر مہربان)۔
سورہ حج ٦٥:

أَلَمْ تَرَ أَنَّ اللَّهَ سَخَّرَ لَكُمْ مَا فِي الْأَرْضِ وَالْفُلْكَ تَجْرِي فِي الْبَحْرِ بِأَمْرِهِ

(تو نے نہ دیکھا ؟ کہ اللہ نے بس میں دیا تمہارے، جو کچھ ہے زمین میں، اور کشتی چلتی دریا میں اس کے حکم سے) اسی کو سورہ لقمان ۳۱، رحمٰن ۲۴، شوریٰ ۳۲ اور جاثیہ ۱۲ میں واضح فرمایا) ان آیاتِ کریمہ میں تین اہم حقیقتوں کو جو ایک دوسرے سے وابستہ و پیوستہ ہیں بطور اپنی آیات و انعامات انسانوں کے آگے پیش فرمایا ہے ۔ اول یہ کہ اس نے سمندروں، دریاؤں اور نہروں کو انسانوں کے لئے مسخر کر دیا کہ وہ ان میں آرام و سکون سے گھومتے پھریں، سفر کریں، سورہ یونس ۲۲ اور سورہ اسراء ۷۰ میں اللہ تعالیٰ نے مزید صراحت کی ہے کہ ہم نے انسان کو عزت و فضیلت بخشی کہ وہ بحروبر، خشکی و تری میں آرام سے سیر و سفر کر سکے ۔ تو یہ تسخیر بحروبر اول مظاہرۂ ربوبیت ہے اور دوم یہ کہ اس نے کشتیوں اور جہازوں کو بھی ان کے آرام و آسائش اور فوائد کے لئے مسخر کیا ہے ۔ انسان یہ نہ سمجھ لے کہ اس نے خود جہازوں اور کشتیوں کے ذریعہ ان گھور سمندروں اور گہرے دریاؤں کو مسخر کیا ہے ۔ اور سوم یہ کہ یہ تسخیرِ بحروجہاز انسان کے گوناگوں فوائد کے لئے ہے جو دراصل انعاماتِ الٰہی اور اس کی ربوبیت و الوہیت کی دلیل ہیں ۔ ان انعامات الٰہی میں سمندروں کا کھانا، مچھلی وغیرہ، قیمتی اشیاء جیسے موتی وغیرہ، تجارتی، علمی اور دینی اور تفریحی سفر وغیرہ سبھی شامل ہیں جن کی طرف اللہ تعالیٰ نے کئی آیات میں اشارہ کیا ہے (سورہ مائدہ ۹۹ : شکار و کھانا، اعراف ۶۳: مچھلی، نحل ۴ الحَمًا طَرِيًّا (گوشت تازہ) کہف نمبر ۳۔ ٦١ مچھلی، ٧٦: کشتی رانی برائے حصول منفعت، وغیرہ)۔ (٧٢)

تسخیرِ سمندر و جہاز کے رحمدلانہ قانون کو جب اللہ تعالیٰ عارضی طور سے معطل کر دیتا ہے تاکہ وہ انسانوں کو آزمائے اور ان پر اپنی الوہیت و ربوبیت کا واضح اظہار کرے تو وہ سمندروں کے تلاطم و سرکشی اور جہازوں اور کشتیوں کی بے مقداری سے خوفزدہ ہو کر اپنے مالک و خالق اور پروردگار کی طرف فوراً رجوع کرتے اور اس سے اپنی عافیت کی دعائیں، التجائیں اور درخواستیں کرتے ہیں، حالانکہ وہ اپنی پہلی زندگی میں اس سے بغاوت پر کمر باندھے رہتے ہیں اور اس عارضی تلاطم سے بسلامت گذرنے کے بعد پھر خود غرضی اور خدا فراموشی پر اتر آتے ہیں ۔ اللہ

تعالیٰ نے متعدد آیاتِ کریمہ میں انسانوں کی اس ناشکری اور اپنی بیکراں رحمت و رافت کا ذکر اس ضمن میں کیا ہے۔

سورہ انعام ۶۔ ۶۳ میں فرماتا ہے:

قُلْ مَنْ يُّنَجِّيْكُمْ مِّنْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ تَدْعُوْنَهٗ تَضَرُّعًا وَّخُفْيَةً ۚ لَئِنْ اَنْجٰنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ قُلِ اللّٰهُ يُنَجِّيْكُمْ مِّنْهَا وَمِنْ كُلِّ كَرْبٍ ثُمَّ اَنْتُمْ تُشْرِكُوْنَ

تو کہہ، کون تم کو بچا لاتا ہے جنگل کے اندھیروں سے اور دریا کے، جس کو پکارتے ہو گڑگڑاتے اور چپکے، اور اگر ہم کو بچا لیوے اس بلا سے، تو البتہ ہم احسان مانیں تو کہہ اللہ تم کو بچاتا ہے ان سے اور ہر گھبراہٹ سے، پھر تم شریک ٹھہراتے ہو۔

اس آیت کریمہ میں بحر و بر دونوں میں قانونِ الٰہی کے عارضی تعطل کے زمانے میں انسانوں کی گھبراہٹ اور دعا کا ذکر ہے۔ سورہ اسراء ۔ ۶۷ میں بطور خاص بحر و بر میں لاحق ہونے والی پریشانیوں کا ذکر ہے:

وَاِذَا مَسَّكُمُ الضُّرُّ فِى الْبَحْرِ ضَلَّ مَنْ تَدْعُوْنَ اِلَّاۤ اِيَّاهُ ۚ فَلَمَّا نَجّٰىكُمْ اِلَى الْبَرِّ اَعْرَضْتُمْ ۚ وَكَانَ الْاِنْسَانُ كَفُوْرًا

(اور جب تم پر تکلیف پڑے دریا میں بھولتے ہو جن کو پکارتے تھے اس کے سوا، پھر جب بچا لیا تم کو جنگل کی طرف، ٹلا گئے، اور ہے انسان بڑا ناشکرا) سورہ یونس ۲۲ میں اللہ تعالیٰ نے اس حقیقت کی بڑی خوبصورت تصویر کشی کی ہے:

هُوَ الَّذِىْ يُسَيِّرُكُمْ فِى الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ ؕ حَتّٰۤى اِذَا كُنْتُمْ فِى الْفُلْكِ ۚ وَجَرَيْنَ بِهِمْ بِرِيْحٍ طَيِّبَةٍ وَّ فَرِحُوْا بِهَا جَآءَتْهَا رِيْحٌ عَاصِفٌ وَّ جَآءَهُمُ الْمَوْجُ مِنْ كُلِّ مَكَانٍ وَّظَنُّوْۤا اَنَّهُمْ اُحِيْطَ بِهِمْ ۙ دَعَوُا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ۚ لَئِنْ اَنْجَيْتَنَا مِنْ هٰذِهٖ لَنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ فَلَمَّاۤ اَنْجٰىهُمْ اِذَا هُمْ يَبْغُوْنَ فِى الْاَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ . . .

(وہی تم کو پھراتا ہے جنگل اور دریا میں، یہاں تک کہ جب تم ہوئے کشتی میں، اور لے چلیاں لوگوں کو اچھی باؤ سے، اور خوش ہوئے اس سے آئی ان پر باؤ جھونکے کی، اور آئی ان پر لہر ہر جگہ سے، اور اٹکلے (گمان کرنے لگے) کہ وہ گھرے، پکارنے لگے اللہ کو، نرے ہو کر، اس کی بندگی میں اگر تو بچاوے ہم کو اس سے تو بے شک ہم ہیں شکر گذار، پھر جب بچا دیا ان کو اللہ نے، اسی وقت شرارت کرنے لگے زمین میں ناحق کی۔۔۔)

اس حقیقت کو کہ اللہ تعالیٰ ہی سمندروں کی گہرائیوں میں، تلاطم و طوفان کے عالم میں، موجوں کی سرکشی اور طغیانی کے وقت، ہواؤں اور طوفانوں کی مشکل گھڑی میں بچاتا اور نیّا پار لگاتا ہے انسان نہ صرف اسے تسلیم کرتا ہے بلکہ اس کے دل و دماغ سے شرک کا تصور ہی ختم ہو جاتا ہے اور اس کی فطرت و طبیعت اسے صرف اپنے خالق و مالک

اور الٰہ و معبود سے دعائے نجات مانگنے پر مجبور کرتی ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے بعض دوسری آیات میں بھی اسی حقیقت کو اُجاگر کر کے اپنی صفاتِ ربوبیت و الوہیت اور خالقیت کو انسانوں کے سامنے پیش کیا ہے۔ (۷۳)

سمندر و دریا کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ نے بعض گذشتہ انبیاء اور اقوام کا ذکر کیا ہے اور اپنی صفاتِ ربوبیت والوہیت و خالقیت کو تمثیل و تلمیح کے پیرایے میں بھی واضح کیا ہے ۔ حضرت نوح علیہ السلام اور ان کے صالح پیروؤں کی کشتی کا محفوظ رہنا ، ان کے منکروں ، خدا کے باغیوں کا جن میں خود فرزندِ نوح بھی شامل تھا ڈوب جانا ، کشتیٔ نوح کا صحیح و سالم کوہِ جودی پر سیلاب کے بعد ٹک جانا اللہ تعالیٰ کی انہیں صفاتِ حمیدہ کا اعلان و اظہار تھا۔ اسی طرح حضرت یونس کا سمندر کی گہرائی میں مچھلی کے پیٹ میں محفوظ رہنا اور وہاں گھور اندھیرے میں اپنی غلطی کا اعتراف کر کے اپنی نجات و توبہ کے لئے دعا کرنا اور خدا کا ان کو معاف کر دینا بھی اللہ تعالیٰ کی خالقیت و ربوبیت کا مظاہرہ تھا ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کے مومن بنی اسرائیل کے لئے ضربِ کلیم سے دریا پھاڑ دینا اور پہاڑوں جیسی موجوں کے درمیان محفوظ شاہراہ سے گذار دینا اور بعد میں فرعون کو اس کے لشکر سمیت ڈبو دینا تسخیرِ سمندر اور قدرت و الوہیت خداوندی کا ایک عظیم ثبوت ہے (۷۴) (حضرت نوح: اعراف ۶۴، یونس ۷۳، شعراء ۱۱۹، حضرت یونس : سورہ انبیاء ۸۷، صافات ۶۰، حضرت موسیٰ : سورہ بقرہ ۵۰، یونس ۹۱۔ ۹۰ شعراء ۶۳، دخان ۲۴)

اللہ تعالیٰ اپنی صفتِ خالقیت و الوہیت کا ایک اور مظاہرہ دو سمندروں/ دریاؤں کے میٹھے اور کھاری پانی اور ان دونوں کے ملنے کے باوجود الگ الگ اپنے دھاروں میں بہنے اور اللہ کی قائم کردہ حدِ فاصل کو نہ توڑنے کی صورت میں کرتا ہے ۔ سورہ فرقان ۵۳ میں فرماتا ہے:

وَهُوَ الَّذِىْ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ وَّهٰذَا مِلْحٌ اُجَاجٌ ۚ وَجَعَلَ بَيْنَهُمَا بَرْزَخًا وَّ حِجْرًا مَّحْجُوْرًا ○

(اور وہی ہے جس نے ملے چلائے دو دریا ، میٹھا ہے پیاس بجھاتا ، اور یہ کھاری ہے کڑوا ، اور رکھا ان دونوں کے بیچ پردہ اور اوٹ روکی) سورہ نمل ۶۱ میں بھی دو دریاؤں کے درمیان روک قائم کرنے کا ذکر ہے ۔ جبکہ سورہ فاطر ۱۲ میں میٹھے اور کھاری پانی کے دریاؤں کا اور ان سے حاصل ہونے والے گوناگوں فوائد کا تذکرہ کیا ہے ۔ سورہ رحمٰن ۲۰۔۱۹ میں ارشاد ہے:

مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ ○ بَيْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا يَبْغِيٰنِ ○

(چلائے دو دریا بھڑ چلتے ، ان میں ہے ایک پردہ ، زیادتی نہیں کرتے) ۔ اوپر آفاق و انفس کی جن دلیلوں کا حوالہ آیا ہے ان میں سے دو دریاؤں کا مل کر بہنا اور پھر بھی ان کے پانیوں کا الگ الگ رہنا الوہیت و ربوبیت کی ایک واضح ترین دلیل ہے ۔ (۷۵)

تخلیق و تسخیرِ حیوانات:

بحر و بر کے ذرائع نقل و حمل کو اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت و ربوبیت پر جس طرح دلیل بنا کر پیش کیا ہے اسی طرح زمین کے جانوروں کی انسانوں کے لئے تسخیر اور ان کے فوائد کو بھی بطور دلیل الوہیت و ربوبیت پیش کیا ہے۔ سورہ نحل ۸۔۵ میں ان کی تخلیق کا مقصد یوں بیان کیا ہے:

وَالْاَنْعَامَ خَلَقَهَا لَكُمْ فِيْهَا دِفْءٌ وَّمَنَافِعُ وَمِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ○ وَلَكُمْ فِيْهَا جَمَالٌ حِيْنَ تُرِيْحُوْنَ وَحِيْنَ تَسْرَحُوْنَ ○ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِيْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ۭ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ○ وَّالْخَيْلَ وَالْبِغَالَ وَالْحَمِيْرَ لِتَرْكَبُوْهَا وَزِيْنَةً ○ وَيَخْلُقُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ

(اور چوپائے بنا دئے، تم کو ان میں جڑاول (پوشاک اور زینت) ہے اور کتنے فائدے، اور بعضوں کو کھاتے ہو، اور تم کو ان سے رونق ہے جب شام کو پھیر لاتے ہو اور جب چراتے ہو۔ اور اٹھا لے چلتے ہیں بوجھ تمہارے، ان شہروں تک کہ تم نہ پہونچتے وہاں مگر جان توڑ کر۔ بے شک تمہارا رب بڑا شفقت والا مہربان ہے۔ اور گھوڑے بنائے اور خچریں اور گدھے، کہ ان پر سوار ہو اور رونق، اور بناتا ہے جو تم نہیں جانتے۔)

اسی سورہ کی آیت ۶۶ میں ان سے حاصل ہونے والے فائدوں کو بھی اپنی خالقیت و الوہیت اور ربوبیت پر دلیل بنایا ہے:

وَاِنَّ لَكُمْ فِي الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ۭ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِيْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّدَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَاۗىِٕغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ○

(اور تم کو چوپایوں میں بوجھ کی جگہ ہے۔ پلاتے ہیں تم کو اس کے پیٹ کی چیزوں میں سے، گوبر اور لہو کے بیچ میں سے دودھ ستھرا رچتا پینے والوں کو)۔ آگے چل کر آیت ۸۰ میں جانوروں سے حاصل ہونے والے بعض اور فوائد کو بھی دلیل الوہیت بنایا ہے:

وَاللّٰهُ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْۢ بُيُوْتِكُمْ سَكَنًا وَّجَعَلَ لَكُمْ مِّنْ جُلُوْدِ الْاَنْعَامِ بُيُوْتًا تَسْتَخِفُّوْنَهَا يَوْمَ ظَعْنِكُمْ وَيَوْمَ اِقَامَتِكُمْ ۙ وَمِنْ اَصْوَافِهَا وَاَوْبَارِهَا وَاَشْعَارِهَآ اَثَاثًا وَّمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ○

(اور اللہ نے بنا دئے تم کو تمہارے گھر بسنے کی جگہ، اور بنا دیئے تم کو چوپایوں کی کھال سے ڈیرے جو ہلکے لگتے ہیں تم کو، جس دن سفر میں ہو اور جس دن گھر میں، اور ان کے اون سے اور پیریوں سے اور بالوں سے کتنے اسباب اور برتنے کی چیزیں ایک وقت تک)۔ اسی طرح بعض اور آیات میں ان کے دودھ اور سواری وغیرہ کے فوائد کا ذکر کر کے ان کو انسانوں کے لئے سامانِ عبرت قرار دیا ہے (انعام ۱۴۲، مومنون ۲۱، شعراء ۱۳۳، فاطر ۲۸، زمر ۶، غافر ۷۹، شوریٰ ۱۱، زخرف ۱۲) سورہ یٰس ۷۱ میں ایک بہت اہم حقیقت کا اظہار کیا ہے:

اَوَلَمْ يَرَوْا اَنَّا خَلَقْنَا لَهُمْ مِّمَّا عَمِلَتْ اَيْدِيْنَآ اَنْعَامًا فَهُمْ لَهَا مٰلِكُوْنَ ○

(اور کیا نہیں دیکھتے؟ کہ ہم نے بنا دیئے ان کو ، اپنے ہاتھوں بنانے سے چوپائے ۔ پھر وہ ان کا مال ہیں)۔ اپنی صفتِ تخلیق پر سورہ زمر ٦ سے یہ استدلال کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے چوپایوں سے آٹھ نرومادہ انسانوں کے لئے اتارے ہیں ۔ اور سورہ نحل ٦٨-٩ میں شہد کی ساخت کو بھی اپنی الوہیت و ربوبیت پر دلیل بنا کر پیش کیا ہے ۔ غرضکہ چوپایوں، جانوروں اور چڑیوں کی دنیا اللہ تعالیٰ کی خالقیت و ربوبیت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے ۔ (٧٦)

بارش کا خالق (٧٧)

بطور خالق و الٰہ اور رب اللہ تعالیٰ نے آسمان سے بارش نازل کرنے ، اس کے ذریعہ زمین میں سرسبزی و شادابی پیدا کرنے ، انسانوں کو رزق فراہم کرنے اور اسی سے موت کے بعد حیات پر قادر ہونے سے استدلال کیا ہے اور انسانوں کو اپنی ان صفاتِ رحمت کی تذکیر کر کے اپنی عبادت و اطاعت کرنے پر آمادہ کیا ہے ۔ بارش کو اپنی آیتِ خلق و ربوبیت بتا کر بہت سے مقامات پر بیان کیا ہے اور اس کو اپنی ربوبیتِ و الوہیت کی ایک بڑی نشانی قرار دیا ہے ۔ سورہ بقرہ ٢٢ میں ارشاد فرمایا:

وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ فَلَا تَجْعَلُوْا لِلّٰهِ اَنْدَادًا وَّاَنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ ○

(اور اتارا آسمان سے پانی ، پھر نکالے اس سے میوے ، کھانا تمہارا ، سو نہ ٹھہراؤ اللہ کے برابر کوئی ، اور تم جانتے ہو)۔

سورہ انعام ١٠٠-١٠١ میں اسی حقیقت کو دوسری طرح بیان کیا ہے :

وَهُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ نَبَاتَ كُلِّ شَيْءٍ فَاَخْرَجْنَا مِنْهُ خَضِرًا نُّخْرِجُ مِنْهُ حَبًّا مُّتَرَاكِبًا ۚ وَمِنَ النَّخْلِ مِنْ طَلْعِهَا قِنْوَانٌ دَانِيَةٌ وَّ جَنّٰتٍ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّالزَّيْتُوْنَ وَالرُّمَّانَ مُشْتَبِهًا وَّ غَيْرَ مُتَشَابِهٍ ۭ اُنْظُرُوْٓا اِلٰى ثَمَرِهٖٓ اِذَآ اَثْمَرَ وَ يَنْعِهٖ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكُمْ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يُّؤْمِنُوْنَ ○

(اور اسی نے اتارا آسمان سے پانی ، پھر نکالی ہم نے اس سے اُگنے والی ہر چیز ، پھر اس میں سے نکالا سبزہ ، جس سے نکالتے ہیں دانے جُڑے ہوئے ، اور کھجور کے گابھے میں سے گچھے لٹکتے ہیں ، اور باغ انگور کے اور زیتون اور انار ، آپس میں ملتے اور جُدے ، دیکھو اس کا پھل جب پھل لاتا ہے ، اور اس کا پکنا ، ان سب چیزوں میں سب پتے ہیں یقین لانے والوں کو) ۔ آسمان سے بارش برسانا اور اس کے پانی سے زمین میں سبزہ پیدا کرنا اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق ، الوہیت و ربوبیت کی عظیم نشانی ہے اور اس کا ذکر متعدد دوسری آیات میں مختلف انداز و اسالیب میں کیا گیا ہے ۔ کہیں یہ بیان کیا کہ مختلف النوع کھیت ، پھل اور اناج ہیں مگر وہ سب ایک ہی پانی سے نمو پاتے ہیں اور یہ اس کے حکم و صفت کی ایک بڑی نشانی ہے ۔ سورہ یونس ۴ میں فرماتا ہے:

وَفِي الْاَرْضِ قِطَعٌ مُّتَجٰوِرٰتٌ وَّجَنّٰتٌ مِّنْ اَعْنَابٍ وَّزَرْعٌ وَّنَخِيْلٌ صِنْوَانٌ وَّ غَيْرُ صِنْوَانٍ يُّسْقٰى بِمَآءٍ وَّاحِدٍ ۣ وَ نُفَضِّلُ بَعْضَهَا عَلٰى بَعْضٍ فِي الْاُكُلِ ۭ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ

(اور زمین میں کئی کھیت ہیں ملے ہوئے ۔ اور باغ ہیں انگور کے ، اور کھیتی ، اور کھجوریں جڑ ملی اور بن ملی ، پاتے ہیں ایک پانی ۔ اور ہم زیادہ کرتے ہیں ایک کو ایک سے میوے میں اس میں نشانیاں ہیں ان کو جو بوجھتے ہیں) صرف یہی نہیں کہ گوناگوں پیداوار ، پھل سبزی اور اناج ایک ہی پانی سے وجود میں آتے ہیں بلکہ وہ کھانے اور مزے میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھتے ہیں اور یہ اللہ تعالیٰ کی خالقیت و الوہیت کی ایک مزید زبردست شہادت ہے۔ کہیں طرح طرح کی پیداوار جو انسانوں کے لئے رزق ہے اسی بارش کے پانی سے پیدا کرنے کا اعلان ہے (سورہ ابراہیم ۳۲) کہیں یہ بتایا ہے کہ بارش کا پانی انسانوں کے لئے پینے کا پانی بھی ہے اور اس سے درخت و سبزہ پیدا ہوتا ہے جن کے چارے پر ان کے جانور پلتے ہیں اور اس سے کھیتی ، زیتون ، کھجور ، انگور اور دوسری ہر طرح کی پیداوار نکلتی ہے (سورہ نحل ۱۱-۱۰)۔

کہیں ہواؤں کو بارش کا سبب بتایا ہے کہ وہ پانی کے ابخرات کو اٹھائے پھرتی ہیں اور پھر اللہ تعالیٰ کے حکم سے پانی برساتی ہیں جو انسانوں کی پیاس بجھاتا ہے (سورہ حجر ۲۲) کہیں یہ صراحت ہے کہ آسمان سے ہم بارش برساتے ہیں اور اس کے ذریعہ گوناگوں سبزہ کے جوڑے جوڑے پیدا کرتے ہیں (سورہ طٰہٰ ۵۳)۔ اسی طرح کہیں بارش کے پانی کو زمین کی ہریالی کا باعث کہا ہے (سورہ حج ۶۳)۔ سورہ نمل ۶۰ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی خالقیت و الوہیت و ربوبیت کا واضح اعلان اور انسانوں کی مجبوری اور انحصار کا صریح اظہار یوں کیا ہے :

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَاَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ۝

(بھلا کس نے بنائے آسمان اور زمین ؟ اور اتار دیا تم کو آسمان سے پانی؟ پھر اُگائے ہم نے اس سے باغ رونق کے تمہارا کام نہ تھا کہ اُگاتے ان کے درخت ، اب کوئی اور حاکم ہے اللہ کے ساتھ ؟ کوئی نہیں ، وہ لوگ راہ سے مڑتے ہیں)۔ کہیں آسمان سے بارش برسانے اور اس کے پانی سے مختلف رنگوں کی پیداوار اور پھل پیدا کرنے کی قدرت بیان کی ہے (سورہ فاطر ۲۷) ۔ کہیں بارش کے پانی سے زمین کے سرسبز ہونے ، ہریالی سے لہلہا اٹھنے اور پیداوار سے بھر جانے کا ذکر کیا ہے (سورہ فصلت ۳۹) اسی حقیقت کو دوسرے پیرایے میں بعض اور آیات میں بیان کیا۔ (سورہ ق ۹ ، عبس ۲۵، نازعات ۳۱ وغیرہ)

پانی انسان کی زندگی کو قائم رکھنے کے لئے کتنا ضروری بلکہ ناگزیر ہے اس سے ہر خاص و عام واقف ہے ۔ قرآن مجید کی متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں کی اس ناگزیر ضرورت کے حوالے سے اپنے کرمِ الٰہی کا اظہار کیا۔ اوپر سورہ نحل کی ایک آیت میں حوالہ گذر چکا ہے کہ اللہ نے انسانوں کے پینے کے لئے آسمان سے پانی اتارا۔ سورہ ۲۱ میں اسی پانی کو چشموں کی صورت میں زمین میں جاری کرنے کا اعلان ہے جن سے انسان اپنی پیاس بجھاتا ہے دھرتی لہلہاتی ہے ۔ سورہ قمر ۱۲ میں ارشاد ہے :

وَ فَجَّرْنَا الْاَرْضَ عُیُوْنًا فَالْتَقَی الْمَآءُ عَلٰی اَمْرٍ قَدْ قُدِرَ

(اور بہا دیے زمین سے چشمے ، پھر مل گیا پانی ، ایک کام پر جو ٹھہر رہا تھا) اسی سورہ کی آیت ۲۸ میں مزید تشریح فرمائی :

وَنَبِّئْهُمْ اَنَّ الْمَآءَ قِسْمَةٌ ۢ بَيْنَهُمْ كُلُّ شِرْبٍ مُّحْتَضَرٌ

(اور سنا دے ان کو ، کہ پانی کا بانٹا ہی ان میں ، ہر باری پر پہنچتا ہے)۔

سورہ مومنون ۱۸ میں اس پانی کا زمین پر بارش کے ذریعہ نازل ہونے اور اس کی مقدار کی تعیین نیز زمین میں اس کے ٹھہرنے اور اس کو ختم کرنے کی قدرتِ الٰہی کا واضح ذکر موجود ہے۔

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ فَاَسْكَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ وَ اِنَّا عَلٰی ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۝

(اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی ماپ کر ، پھر اس کو ٹھرا دیا زمین میں ، اور ہم اس کو لے جاویں تو سکتے ہیں) سورہ واقعہ ۳۱ میں اسے مَآءٍ مَّسْكُوْبٍ (بہایا ہوا پانی) قرار دیا اور آیت نمبر ۷۰۔۶۸ میں اپنی خالقیت ، الوہیت اور ربوبیت پر مزید استدلال یوں کیا :

اَفَرَءَیْتُمُ الْمَآءَ الَّذِیْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْ لَا تَشْكُرُوْنَ ۝

(بھلا دیکھو تو! پانی جو تم پیتے ہو! کیا تم نے اتارا اس کو بادل سے یا ہم ہیں اتارنے والے؟ اگر ہم چاہیں اس کو کر دیں کھارا ، پھر کیوں نہیں حق مانتے ؟) مذکورہ بالا آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ آسمان و بادل سے پانی کا برسانا ، اس کو ایک مقررہ مقدار کے مطابق زمین میں برقرار رکھنا ، اس کو چشموں، نہروں وغیرہ کی شکل میں بہانا ، اور اس کو انسانوں کی پیاس بجھانے کے لئے میٹھا اور ٹھنڈا بنانا اللہ تعالیٰ کی صفاتِ الوہیت و ربوبیت پر دلالت کرتا ہے اور اسی طرح یہ بھی معلوم ہے کہ اگر وہ چاہے تو اسی میٹھے پانی کو کھارا بنا دے تاکہ انسان اسے پی نہ سکے۔ بعض دوسری آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح کیا کہ یہ اسی کی رحمت و انعام اور شانِ ربوبیت ہے کہ وہ پانی کو انسانوں کی دسترس میں رکھتا ہے اور اگر چاہے تو اس کو تہ نشین کر کے ان کی پہونچ سے باہر کر دے اور ان کی زندگی کا خاتمہ ہو جائے (سورہ ملک ۳۰ اور کہف ۴۱) مگر وہ ان کی زندگی کی بقا کے لئے اسے فراہم کرتا رہتا ہے (سورہ جن ۱۶، مرسلات ۲۷ اور نبا ۱۴ وغیرہ) تاکہ وہ اس کا احسان مانیں ۔ پانی کے سلسلہ میں اللہ تعالیٰ نے دو بڑی اہم حقیقتوں کا ذکر دوسری جگہ کیا ہے ۔ سورہ انبیاء ۔ ۳۰ میں فرمایا کہ وہ زندہ شے کا منبعِ حیات ہے۔

وَجَعَلْنَا مِنَ الْمَآءِ كُلَّ شَیْءٍ حَیٍّ ؕ اَفَلَا یُؤْمِنُوْنَ ۝

(اور بنائی ہم نے پانی سے ، جس چیز میں جی ہے ، پھر کیا یقین نہیں کرتے) ۔ سورہ نور ۴۵ میں اسی حقیقت کو یوں بیان کیا :

واللہ خلق کُلّ دآبّۃٍ مّن مّآءٍ ؕ فمنھم مّن یّمشی علی بطنہٖ ؕ ومنھم مّن یّمشی علی رجلین ؕ ومنھم مّن یّمشی علی اربعٍ ؕ یخلق اللہ مایشآء ؕ انّ اللہ علی کُلّ شیءٍ قدیرٌ ○

(اور اللہ نے بنایا ہر پھرنے والا ایک پانی سے ۔ پھر کوئی ہے کہ چلتا ہے اپنے پیٹ پر ۔ اور کوئی ہے کہ چلتا ہے دو پاؤں پر ۔ اور کوئی ہے کہ چلتا ہے چار پر ۔ بناتا ہے اللہ جو چاہتا ہے بے شک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے)۔ ان دونوں آیات میں اللہ تعالیٰ نے واضح فرمایا ہے کہ اس نے پانی ہی سے ہر زندہ چیز تخلیق کی ہے خواہ وہ انسان ہو ، جانور ہو یا نباتات ۔ پھر یہ پانی زندگی بخش ہی نہیں بلکہ نجاست سے پاکی کا ذریعہ بھی بنایا ہے ۔ فقہی اصطلاح میں وہ طاہر بھی ہے اور مُطہر بھی ۔ سورہ انفال ۔ ۱۱ میں ارشاد فرمایا :

وینزّل علیکم مّن السّمآء مآءً لّیطھّرکم بہٖ ویذھب عنکم رجز الشّیطٰن ولیربط علٰی قلوبکم ویثبّت بہ الاقدام ○

(اور اتارا تم پر آسمان سے پانی ، کہ اس سے تم کو پاک کرے ۔ اور دور کرے تم سے شیطان کی نجاست اور محکم کر دے ، تمہارے دل پر ۔ اور ثابت کرے تمہارے قدم) اگرچہ اس آیت کریمہ میں اس احسانِ الٰہی کا ذکر اور تلمیح ہے جو غزوۂ بدر سنہ ۲ھ کے موقع پر آسمان سے بارش کے نزول کے سبب مسلمان مجاہدین کو مشرکین مکہ کے مقابلہ میں آسانی ، ثباتِ قدمی اور سکونِ قلب فراہم کرنے اور پاکی عطا کرنے کا باعث ہوا تھا تاہم اس سے پانی کے لمحاتی اور عارضی فوائد مراد نہیں بلکہ وہ ہر جگہ تمام مومنوں اور انسانوں کے لئے یکساں انہیں فوائد کا حامل رہتا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ وہ وضو اور غسل دونوں کے ذریعہ انسان کی حقیقی ، بدنی اور شرعی نجاست دور کرتا ہے (سورہ مائدہ ٦) اور اسی حقیقت کا ذکر سورہ فرقان ۴۸ ۔ ۴۹ میں یوں کیا:

و انزلنا من السّمآء مآءً طھورًا ○ لّنحیۦ بہٖ بلدۃً مّیتًا وّ نسقیہٗ مّمّا خلقنآ انعامًا وّ اناسیّ کثیرًا

(اور اتارا ہم نے آسمان سے پانی ، ستھرائی کرنے کا کہ جلادیں اس سے مرگئے دیس کو ، اور پلادیں اس کو اپنے بنائے بہت چوپایوں اور آدمیوں کو)۔

اللہ تعالیٰ نے جس طرح آیتِ کریمہ بالا میں پانی کے ذریعہ مردہ زمین کو زندہ کرنے کی اپنی قدرت و الوہیت پر استدلال کیا ہے وہ قرآنِ مجید اور کلامِ الٰہی کا ایک اہم استدلال ہے ۔ اس کے ذریعہ وہ موت کے بعد کی زندگی اور قیامت میں جی اٹھنے پر دلیل لاتا ہے ۔ (۷۸) چنانچہ پانی کے ذریعہ مردہ زمین کو جِلانے کا ذکر اور اس سے حیات بعد الممات پر استدلال قرآن مجید کی متعدد آیاتِ کریمہ میں کیا گیا ہے ۔ سورہ بقرہ ۔ ۱۶۴ میں ارشاد ہے :

وَمَآ اَنْزَلَ اللّٰہُ مِنَ السَّمَآءِ مِنْ مَّآءٍ فاحیا بِہِ الْاَرْضَ بعْدَ مَوْتِھَا

(اور وہ جو اللہ نے اتارا آسمان سے پانی ، پھر جِلایا اس سے زمین کو مرگئے پیچھے)۔ سورہ اعراف ۵۷ میں اسی بات کو

دوسرے پیرائے میں بیان کیا ہے :

وَهُوَ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ بُشْرًا بَیْنَ یَدَیْ رَحْمَتِهٖ ؕ حَتّٰۤی اِذَاۤ اَقَلَّتْ سَحَابًا ثِقَالًا سُقْنٰهُ لِبَلَدٍ مَّیِّتٍ فَاَنْزَلْنَا بِهِ الْمَآءَ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ؕ كَذٰلِكَ نُخْرِجُ الْمَوْتٰى لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ

(اور وہی ہے کہ چلاتا ہے باویں (ہوائیں) خوشخبری لاتیں ، آگے اس کی مہر سے ، یہاں تک کہ جب اٹھا لائیں بدلیاں بھاری، ہانکا ہم نے اس کو ایک شہر مردے کی طرف ، پھر اس میں اتارا پانی ، پھر اس سے نکالے سب طرح کے پھل ۔ اسی طرح نکالیں گے مردوں کو ، شاید تم دھیان کرو) ۔ سورہ یونس ۲۴ میں اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت واضح کی ہے کہ جس طرح وہ آسمان سے پانی برساتا ہے اور اس کے ذریعہ زمین میں طرح طرح کی روئیدگی سبزہ اور اناج پیدا کرتا ہے اسی طرح وہ اس کو مٹانے پر بھی قادر ہے چنانچہ جب چاہتا ہے (اور اس میں اس کی ایک مصلحت مضمر ہوتی ہے) وہ کھڑی لہلہاتی کھیتی کو جب لوگ اس کے پکنے کا یقین کر چکے ہوتے ہیں رات یا دن کے کسی لمحہ میں اس طرح برباد کر دیتا ہے کہ اس کا نام و نشان مٹ جاتا ہے اور اپنی اس قدرت کے مظاہرہ سے وہ انسانوں کو یاد دہانی کراتا ہے کہ خالق و اِلٰہ خدا کی ذات ہے نہ کہ آسمان کی بارش اور زمین کا پانی ، وہ تو محض ایک ذریعہ ہیں اور اصل کارساز اللہ تعالیٰ ہے ۔ مردہ زمین کو پانی نہیں جِلاتا ۔ بلکہ اللہ تعالیٰ جِلاتا ہے اور اسی طرح وہ انسانوں کو موت کے بعد ایک دن جِلائے گا۔ اس حقیقت کا اظہار متعدد دوسری آیات میں اور واضح انداز سے کیا گیا ہے (سورہ نحل ۶۵، کہف ۴۵، حج ۶۔۵):

وَتَرَى الْاَرْضَ هَامِدَةً فَاِذَاۤ اَنْزَلْنَا عَلَیْهَا الْمَآءَ اهْتَزَّتْ وَرَبَتْ وَاَنْۢبَتَتْ مِنْ كُلِّ زَوْجٍ ۭ بَهِیْجٍ ۝ ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ وَاَنَّهٗ یُحْیِ الْمَوْتٰى وَاَنَّهٗ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝

(اور تو دیکھتا ہے زمین دبی پڑی ، پھر جہاں ہم نے اتارا اس پر پانی ، تازی ہوئی اور اُبھری ، اور اُگائیں ہر بھانت بھانت رونق کی چیزیں ؛ یہ اس واسطے کہ اللہ وہی ہے تحقیق ، اور وہ جِلاتا ہے مردے ، اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے ،) سورہ عنکبوت ۶۳ میں کافروں کا اقرار بھی مذکور ہے کہ وہ مردہ زمین کے پانی سے جی اٹھنے کے بعد اعتراف کرتے ہیں کہ ایسا کرنے والا اللہ ہے :

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ۝

(اور جو تو پوچھے ان سے کس نے اتارا آسمان سے پانی پھر جِلا دیا اس سے زمین کو ، اس کے مرے پیچھے؟ تو کہیں اللہ نے ، تُو کہہ ، سب خوبی اللہ کو ہے ، پر بہت لوگ نہیں بوجھتے) ۔ اللہ تعالیٰ نے اسی حقیقت کو سورہ روم ۲۴ اور سورہ زخرف ۱۱ میں زیادہ واضح انداز میں بیان کیا ہے ۔

موت و حیات کا خالق

انسان و جن ، آسمان و زمین ، رات و دن ، سورج و چاند ستارہ و نجوم ، بارش و پانی وغیرہ کے خالق ہونے کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں اپنے آپ کو موت و حیات کا خالق بھی قرار دیا ہے (۹۷) گذشتہ مباحث میں ہم دیکھ چکے ہیں کہ اس ذاتِ قادر و مطلق نے عدم سے اس کائنات کو وجود بخشا اور اس کی تمام چیزوں کی تخلیق کی ، وہ ایک خاص مدت تک ان کو قائم و برقرار رکھتا ہے کیونکہ یہاں ہر شے فانی ہے جس کا ایک وقت معین اور ایک اجل مقرر ہے ۔ اس کے بعد اس کو قیامت سے پہلے یا اس خاص دن فنا کر دے گا اور پھر قیامت کے دن وہ ان میں سے مکلف مخلوقات کو دوبارہ پیدا کرے گا ۔ موت و حیات سے اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق کا ارتباط ایک اہم واقعہ ہے جس کا روز مشاہدہ ہوتا ہے اور جس کا انکار کوئی عاقل و سمجھ دار نہیں کر سکتا ۔ اس حقیقتِ مسلمہ کو بہت وضاحت و صراحت کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد سورتوں اور آیتوں میں بیان کیا ہے ۔ سورہ ملک ۲ میں ارشاد فرماتا ہے :

الَّذِیْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَالْحَیٰوۃَ لِیَبْلُوَکُمْ اَیُّکُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ۔ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْغَفُوْرُ ۝

(جس نے بنایا مرنا اور جینا ، کہ تم کو جانچے ، کون تم میں اچھا کرتا ہے کام اور وہ زبردست ہے بخشنے والا)۔ انسانوں کی تخلیق کا مقصد بھی اس آیتِ کریمہ میں واضح کر دیا کہ ان کی اس حیاتِ مستعار میں دراصل آزمائش ہے کہ کون اچھے کام کرتا ہے اور اس کی مغفرت کا مستحق بنتا ہے اور کون بُرے کام کر کے اس کی پکڑ میں آتا ہے ۔ سورہ نحل ۷۰ میں انسانوں کو پیدا کرنے اور وفات دینے کی اپنی قدرت و صفت کا ذکر کیا ہے اور سورہ مومنون ۱۱۵ میں فرمایا کہ کیا تم یہ سمجھتے ہو کہ ہم نے تم کو عبث پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف نہ لوٹو گے ۔ اس حقیقت کو مختلف انداز میں بہت سی آیات میں بیان کیا ہے (سورہ بقرہ ۲۸، ۲۴۵، ۲۸۱، یونس ۵۶، ھود ۳۲، انبیاء ۳۵، قصص ۷۰، ۸۸، عنکبوت ۱۷، ۵۷، روم ۱۱، سجدہ ۱۱، یٰسٓ ۲۲، ۸۳، زمر ۴۴، فصلت ۲۱، زخرف ۵۸، جاثیہ ۱۵ اور متعدد آیاتِ کریمہ) انسان کے عدم سے وجود میں آنے ، وجود سے پھر ملکِ عدم سدھارنے اور پھر اس کے پردہ سے نکال باہر کئے جانے کا خوبصورت ذکر سورہ طٰہٰ ۔ ۵۵ میں یوں کیا ہے :

مِنْهَا خَلَقْنٰكُمْ وَفِیْهَا نُعِیْدُكُمْ وَمِنْهَا نُخْرِجُكُمْ تَارَةً اُخْرٰی ۝

(اسی زمین سے ہم نے تم کو بنایا ، اور اسی میں پھر تم کو ڈالتے ہیں اور اسی سے نکالیں گے تم کو دوسری بار)۔ اوپر بہت سی آیات میں اللہ تعالیٰ کے خالقِ حیات و موت ہونے کا ضمناً یا صراحتاً ذکر آچکا ہے ۔ مزید آیات کے لئے ملاحظہ ہوں (سورہ بقرہ ۲۸، ۲۵۸، آل عمران ۱۵۶، اعراف ۱۵۸، توبہ ۱۱۶، یونس ۵۶، حجر ۲۳، حج ۶۶، مومنون ۸۰، روم ۴۰ ، غافر ۶۸ دخان ۸، جاثیہ ۳۶، حدید ۲ اور متعدد دوسری آیات)

حیاتِ اُخروی کا خالق

حیات و موت کا عارضی وقفہ اس دنیائے فانی میں جس طرح اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق و قدرت و الوہیت کا نمونہ ہے اس سے کہیں زیادہ بڑا اور مہتم بالشان نمونہ آخرت کی دوامی زندگی کا ہے جب وہ تمام مخلوقات جن کو دوبارہ زندہ کیا جائے گا فنا سے محفوظ رہیں گی اور ہمیشہ ہمیش کی زندگی پائیں گی ۔ قیامت دراصل زندگی کے دو مرحلوں ۔ عارضی اور دوامی کے درمیان ایک عبوری مرحلہ ہے کہ عارضی حیات کے بعد دوامی حیات کا آغاز ہوتا ہے(۸۰) اور اللہ تعالیٰ نے اپنی یہ صفت بھی بیان فرمائی ہے کہ وہ قیامت کے دن کا مالک ہے اور آخرت کی دوامی زندگی کا اسی طرح خالق ہے جس طرح وہ دنیائے فانی کی عارضی زندگی کا خالق ہے ۔ گذشتہ آیاتِ کریمہ میں اس دوامی زندگی اور آخرت و قیامت کے خالق و مالک ہونے کے کئی حوالے گذر چکے ہیں ۔ بحث کو مزید منقح اور مدلل کرنے کے لئے خاص اس پہلو سے قرآنِ مجید کی ان آیاتِ کریمہ کو پیش کیا جاتا ہے جن میں آخرت و قیامت اور دوامی زندگی کے خالق کا ذکر موجود ہے ۔ کم و بیش اڑتالیس آیاتِ کریمہ میں قیامت (ساعۃ) کے آنے ، اس میں کسی شک و شبہہ کے نہ ہونے، اس کے علم کو صرف اللہ تعالیٰ کے جانتے وغیرہ کا ذکر کیا گیا ہے ۔ جبکہ ستر آیات میں لفظ قیامت کا استعمال ہوا اور ان میں قیامت کے برپا ہونے ، مومنین کے اس دن سرخرو ہونے اور کافرین کے رسوا ہونے ، اللہ تعالیٰ کے فیصلہ کرنے اور جنت و جہنم میں داخلہ کے پروانے جاری کرنے وغیرہ متعدد دوسرے امور کا ذکر کیا ہے ۔ ان دونوں اصطلاحات کے استعمال میں اس کی بھرپور وضاحت کر دی گئی ہے کہ وہی ایک اللہ اس کو برپا کرنے والا اور ان کا خالق ہے ۔ اسی طرح آخرت کا ذکر اور اس کی زندگی کا بیان کم و بیش ایک سو پندرہ آیات میں آیا ہے اور وہاں بھی صراحت موجود ہے کہ وہی اللہ تعالیٰ ان کا خالق و مالک اور رب والٰہ ہے ۔ آخرت کی زندگی کے حوالہ سے جنت اور جہنم کی تخلیق کا معاملہ بھی اہم ہے اور کم از کم ایک سو بیالیس آیات میں جنت کا اور کم و بیش ستتر آیات میں جہنم کا ذکر ہے اور ان میں سے اکثر میں اس کی صراحت موجود ہے کہ ان کا خالق و پروردگار بھی اللہ تعالیٰ ہے ۔ پھر جنت و جہنم کے مقامات میں پائی جانے والی ان گنت چیزوں کے خالق ہونے کا ذکر بھی اللہ تعالیٰ نے پوری صراحت و وضاحت کے ساتھ کیا ہے ۔ مختصراً یہ کہ اللہ تعالیٰ نے تمام کائنات کو خواہ وہ عارضی ہو یا دوامی پیدا کیا ہے اور اس کی تخلیق کو اپنی ربوبیت و خالقیت اور الوہیت پر بطور دلیل و ثبوت پیش کیا ہے ۔

موت کے بعد کی زندگی کو اللہ تعالیٰ نے خلقِ جدید، اعادۂ خلق ، دوسری بار کی تخلیق وغیرہ کئی ناموں سے یاد کیا ہے اور خلقِ اول ، ابداء خلق اور پہلی زندگی سے جو اس عارضی دنیا کی بے ثبات زندگی ہے اس پر استدلال کیا ہے ۔ متعدد آیات میں خالقِ کل نے یہ وضاحت کی ہے کہ وہ ذاتِ قادر و مطلق جو عدم سے انسان اور اس کائنات کو وجود بخش سکتی ہے وہ دوسری بار ان کی تخلیق بدرجہ اولیٰ کر سکتی ہے ۔ اور منکروں ، کافروں اور مشرکوں کو اگر اس دوسری زندگی کے بارے میں کوئی شک ہے تو اللہ تعالیٰ ان کی طرح طرح سے تردید کرتا ہے ۔ سورہ یونس ۴ میں ارشاد ہے:

الیه مرجعکم جمیعا ۔ وعد اللہ حقا ۔ انه یبدؤا الخلق ثم یعیده لیجزی الذین امنوا وعملوا الصلحت بالقسط ۔ والذین کفروا لھم شراب من حمیم و عذاب الیم بما کانوا یکفرون ○

(اسی کی طرف پھر جانا تم سب کو ، وعدہ ہے اللہ کا سچا ، وہی بناوے پہلے ، پھر اس کو دُہراوے گا ، تا بدلہ دے ان کو جو یقین لائے تھے ۔ اور کئے تھے کام نیک انصاف سے ، اور جو منکر ہوئے ، ان کو پینا ہے کھولتا پانی اور دکھ کی مار ، اس پر کہ منکر ہوتے تھے)۔ خلق کی ابتدا و انتہا یا اعادہ کا ذکر اسی طرح بعض دوسری آیات میں پایا جاتا ہے (سورہ یونس ۳۴، انبیاء ۱۰۴ :

کما بدانا اول خلق نعیده ۔ وعدا علینا ۔ انا کنا فعلین ○

جیسا سرے سے بنایا پہلی بار ، پھر اس کو دُہراوینگے ، وعدہ ضرور ہو چکا ہم پر ، ہم کو کرنا ۔ نمل ۶۴، عنکبوت ۲۰۔۱۹ ، روم ۱۱، ۲۷ وغیرہ) سورہ رعد ۵ میں منکرین آخرت و حیاتِ نو کی دلیل کی یوں تردید فرمائی :

وان تعجب فعجب قولھم ءاذا کنا تربا ءانا لفی خلق جدید اولئک الذین کفروا بربھم

(اور اگر تو اچنبھے کی بات چاہے تو اچنبھا ہے ان کا کہنا ، کیا جب ہو گئے ہم مٹی ؟ کیا ہم نئے بنیں گے؟ وہی ہیں جو منکر ہوئے اپنے رب کے) ۔ منکرین کے اسی شبہہ کی تردید اور خلقِ جدید کے پکے وعدہ کا ذکر بعض اور آیات میں کیا ہے (سورہ سجدہ ۱۰، سبا ۷، ق ۱۵ :

افعیینا بالخلق الاول ۔ بل ھم فی لبس من خلق جدید ○

کیا ہم تھک گئے پہلی بار بنا کر ؟ کوئی نہیں ! ان کو دھوکا ہے ایک نئے بننے میں)۔ مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ میں اوپر بھی متعدد حوالے اس حقیقتِ مسلمہ کے گذر چکے ہیں کہ اللہ تعالیٰ موت و حیات بعد الممات کا اسی طرح خالق اور اس پر اسی طرح قادر ہے جس طرح وہ خلقِ اول پر قادر اور تمام مخلوقات کا اولین خالق ہے اور اپنے اس دعوے پر اس نے آفاق و انفس کے دلائل پیش کر کے ثابت کیا ہے کہ آخرت و حیاتِ اُخروی کا عقیدہ و واقعہ منطقی اور عقلی ہے اور جہانِ دیگر اس جہانِ عارضی کا لازمی انجام ہے ۔

اللہ ہی رب ہے :

اگرچہ الٰہ اور خالق کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کے رب ہونے کا ذکر مسلسل ہوتا رہا ہے اور اس کے ضمن میں بار بار اس حقیقت کا اعادہ بھی کیا جاتا رہا ہے کہ اس کی الوہیت ، خالقیت کو اس کی ربوبیت سے جدا نہیں کیا جا سکتا ۔ اور یہ تینوں صفاتِ الٰہی لازم و ملزوم ہیں ، تاہم اس کی ربوبیت کو سمجھنے کے لئے اس پر الگ سے ایک مفصل بحث ضروری معلوم ہوتی ہے ۔ صفاتِ الٰہی کا معاملہ دراصل اس کی ذاتِ عالی سے جُڑا ہوا ہے اور اس کی تمام صفات اس کی ذات سے لازمی طور سے وابستہ ہیں اور ان صفاتِ الٰہی میں بھی باہمی تعلق وارتباط ہے مگر ان میں سے بعض صفات کا

بعض دوسری صفات سے جتنا گہرا تعلق و ربط ہے اتنا دوسری صفات سے نہیں ہے ۔ پھر ان میں سے بعض صفاتِ حسنہ مرکزی حیثیت کی حامل ہیں اور بعض ثانوی حیثیت کی اور وہ یوں کہ وہ بعض مرکزی صفات سے ماخوذ اور ان کا نتیجہ ہیں ۔ اسی طرح بعض صفاتِ الٰہی جن کو عام طور سے جلالی کہا جاتا ہے اس کی ذات کے لحاظ سے تو دوامی اور مستقل ہیں کہ وہ اس سے کبھی الگ نہیں ہوتیں مگر ان کا ظہور و اظہار مستقل اور مسلسل نہیں ہوتا کہ وہ بعض افعالِ مخلوقات کے نتیجہ میں حرکت میں آتی ہیں ۔ جبکہ اس کی صفاتِ جمالی مستقل و دوامی ہیں اور ان کا ظہور و وجود ہر وقت و ہر آن اس کی ذاتِ مطلق کے ساتھ وابستہ رہتا ہے اور جو اس سے کسی وقت جدا نہیں ہوتیں اور پھر وہ بیک وقت موجود ہوتی ہیں اور اکثر و بیشتر بلکہ ہمیشہ ساتھ ساتھ ظہور میں آتی ہیں ۔ تمام خدائی صفات میں الہٰ ، خالق اور رب کی یہی صورت ہے کہ وہ تین مرکزی صفات ہیں جو ذاتِ واحد و مطلق کے ساتھ مستقل وابستگی کے علاوہ باہمی طور سے بھی ایک گہرا اور لازمی ارتباط رکھتی ہیں ۔

اللہ تعالیٰ کی صفتِ رب (۸۱) کی اہمیت اور صفاتِ الوہیت ، خالقیت اور ربوبیت کے باہمی مربوط و غیر ینفک ہونے کا اندازہ اس حقیقت سے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ ترین پیغمبر و بندے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پر جو پہلی وحی حضرت جبریل امین علیہ السلام کے روحانی واسطہ سے غار حرا میں نازل فرمائی اس میں انہیں تینوں صفات کے ذریعہ اپنا اولین تعارف اپنی زبان میں کرایا تھا :

اِقْرَاْ بِاسْمِ رَبِّكَ الَّذِیْ خَلَقَ

(پڑھ اپنے رب کے نام سے جس نے بنایا : سورہ العلق ۱) ۔ اس آیتِ کریمہ میں اگرچہ لفظ اللہ موجود نہیں ہے تاہم واضح ہے کہ "اسم" سے وہی اور صرف وہی مراد ہے کہ اس کے سوا اس کا اور کوئی دوسرا نام اسمِ خاص نہیں جس سے وہ عربوں میں یا دوسری اقوام میں معروف ہوتا اور آج بھی اس کی ذات کا تعارف کرانے والا یہی نام ہے ۔ پھر دوسری دو صفات رب اور خالق کی وضاحت سے صراحت موجود ہے ۔ قرآن مجید کی اولین سورہ کا آغاز بھی اللہ کے نام نامی اسمِ گرامی اور اس کی صفتِ رب سے ہوتا ہے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

(سب تعریف اللہ کو ہے جو صاحب سارے جہان کا : سورہ الفاتحہ ـ ۱) یہاں اگرچہ لفظ خالق یا اس کی صفتِ خلق کا صریح ذکر موجود نہیں تاہم خالق کا مفہوم اس کی صفتِ رب میں مضمر ہے جیساکہ ہم آگے چل کر واضح کریں گے ۔ سر دست اتنا کہنا کافی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفتِ خلق پر جو بحث گذشتہ اوراق میں ہو چکی ہے اس سے واضح ہوچکا ہے اور ایک اور نظر ڈال لینے سے مزید صراحت ہوگی کہ بعض آیات میں صفتِ خلق الٰہی کو اس کی ربوبیت کا ابتدائی حصہ قرار دیا گیا ہے اور وہ رب ہونے کے ساتھ ساتھ خالق بھی ہوتا ہے خواہ صفتِ خلق کا ذکر صراحت کے ساتھ موجود ہو یا مضمر ہو یا سرے سے موجود نہ ہو (جیساکہ سورۂ فاتحہ کے آغاز میں موجود ہے ۔ تمام صفاتِ الٰہی میں ربوبیت کا ذکر

اللہ تعالیٰ نے اس لئے سب سے پہلے کیا کہ وہ اس کی سب سے بڑی ، سب سے اہم اور مستقل ترین صفت ہے اور اس کی دوسری صفات سے پہلے اور بعد میں بھی ظہور پذیر ہوتی رہتی ہے اور اس کی تمام مخلوقات کی زندگی کی ضمانت فراہم کرتی ہے ۔ (۱۲)

قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ رب کو مختلف سیاق و سباق ، گوناگوں معانی اور طرح طرح کے انداز میں استعمال کیا ہے ۔ اولین وحی میں چونکہ خطاب براہِ راست حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے تھا اس لئے وہاں ربّك (تیرا رب) فرمایا جو محبت و تعلق کا خطاب ہے اور آپ کے ذاتی رب ہونے کا مفہوم بیان کرتا ہے ۔ اس میں کتنی خوبصورتی ، محبت اور عنایت کو بھر دیا گیا ہے جو انسانوں اور مخاطبوں میں اپنے رب کے تئیں جذبات محبت و تعلق پیدا کرتا ہے ۔ اس ترکیب کا استعمال قرآن مجید کے دو سو بیالیس مقامات پر کیا گیا ہے (۸۳) جن میں سے بیشتر خطاب حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے کہ آپ اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ ترین بندے ، رسول اعظم اور قرآن مجید کا مخاطبِ اول تھے (سورہ بقرہ ۳۰، ۱۴۷، ۱۴۹، آل عمران ۶۰، نساء ۶۵، مائدہ ۶۷، انعام ۸۳، ۱۰۶، ۱۱۲ اور اس سورہ کی متعدد آیات ، اعراف ۱۳۷ وغیرہ ، انفال ۵ وغیرہ ، یونس ۱۹ وغیرہ ، ہود ۱۷ وغیرہ ، یوسف ۶ وغیرہ اور اسی طرح متعدد سورتیں) مگر کہیں کہیں دوسرے انبیائے کرام کی طرف نسبت و خطاب ہے کہ وہ بھی اللہ تعالیٰ کے برگزیدہ بندے اور رسول تھے ۔ جیسے حضرت موسیٰ (بقرہ ۶۱، ۹۔۶۸، مائدہ ۲۴، اعراف ۱۳۴، کہف ۸۲، طٰہٰ ۱۲، ۴۷، قصص ۳۲، زخرف ۴۹، نازعات ۱۹ وغیرہ)، حضرت زکریا (آل عمران ۴۱، مریم ۹) ، حضرت عیسیٰ (مائدہ ۱۱۲) ان کی والدہ ماجدہ حضرت مریم (آل عمران ۴۲، مریم ۱۹، ۲۱، ۲۴) حضرت ابراہیم (ھود ۷۶ وغیرہ)، حضرت لوط (ھود ۸۱ وغیرہ) اور حضرت یوسف (یوسف ۶، ۴۲ وغیرہ) انبیاء کرام کے علاوہ بعض برگزیدہ شخصیات کے لئے بھی اس ترکیب کا استعمال ہوا ہے جیسا کہ انبیاء کرام کے ضمن میں حضرت مریم کا حوالہ آیا ہے ۔ سورہ یوسف ۵۰ میں ملک مصر کے لئے سورہ زخرف ۷۷ میں داروغۂ جہنم مالک کے لئے اور سورہ فجر ۲۸ میں نفسِ مُطمئنّۃ کے لئے استعمال ہوا ہے ۔ غرضکہ اس ترکیب کا استعمال خصوصی تعلق و ربط اور محبت کے اظہار کے لئے ہوتا ہے ۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کو اپنی دوسری مخلوقات عام طور سے اور انسان خاص کر محبوب ہے اور وہ ان سے بھی ایک خصوصی تعلق و ربط رکھتا ہے اس لئے اس نے انسانوں کو بھی مخاطب کر کے یا ان کی طرف اپنی صفتِ ربوبیت کی نسبت ضمیر جمع مخاطب کے ساتھ کی ہے چنانچہ قرآن مجید میں رَبُّكُمْ (تمہارا/تم سب کا رب) کی ترکیب کل ایک سو اٹھارہ مقامات پر استعمال کی گئی ہے ۔ (۸۴) ان میں عام بنی نوع انسان کو بھی خطاب ہے اور قرآن مجید کے اولین مخاطبین کو بھی ۔ ان اولین مخاطبین کے ذریعہ ان کے معاصر انسانوں کو اور پھر ان کی نسلوں کو بھی خطاب کیا گیا ہے کہ وہ تمام انسانوں کا رب ذاتی ہے ۔ (بقرہ ۲۱، ۷۶، ۱۳۹ وغیرہ ، آل عمران ۵۱، ۵۔۱۲۴ وغیرہ ، نساء ۱، ۱۷۰، ۱۷۴

وغیرہ ، انعام ۵۴، ۱۰۲ وغیرہ ، اعراف ۳ وغیرہ ، انفال ۹ ، یونس ۳ وغیرہ ؛ ھود ۳ وغیرہ رعد ۲ وغیرہ متعدد سورتیں) عام انسانوں کے علاوہ بعض طبقاتِ مومنین جیسے مسلمانانِ مکہ و مدینہ اور بنو اسرائیل وغیرہ گذشتہ اقوام جیسے عاد و ثمود وغیرہ کو بھی خطاب ہے ۔ ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے یہ واضح کیا ہے کہ وہ تمام انسانی طبقات کا رب ہے ۔ اسی طرح قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر تثنیہ ربُّکُما (تم دونوں کا رب) استعمال کیا گیا ہے جو ایک مخصوص خطاب ہے اور ایک مطالعہ کے مطابق وہ تینتیس آیات میں مذکور ہوا ہے ۔ یہ نسبت عام طور سے انسان و جن کی دو اصنافِ مخلوقات سے دی جاتی ہے یا حضرات آدم و حوا ، حضرات موسیٰ و ہارون جیسے مخصوص و چیدہ بندوں سے ۔ اسی طرح قرآن مجید میں بعض دوسری ضمیروں کی طرف بھی لفظ رب کی نسبت کی گئی ہے ۔ چنانچہ ربّہ (اس مرد کا رب) اگر ۴۷ مقامات پر آیا ہے تو ربّھا (اس عورت کا رب) صرف نو مقامات پر ۔ ربہما (ان دونوں مردوں/عورتوں کا رب) کا لفظ صرف تین آیات میں وارد ہوا ہے تو ربھم (ان سب کا رب) کی ترکیب کا ذکر ایک سو پچیس بار آیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے مخصوص بندوں کی زبان سے ربی (میرا رب) ایک سو دس بار کہلوا کر اپنی ربوبیت کا خصوصی اعتراف کرایا ہے جبکہ ہمارا رب : ربنا ایک سو دس بار کہلوا کر اپنی ربوبیت کا عام و شامل اقرار کرایا ہے ۔ یہاں اس حقیقت کا ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ ربوبیت کی نسبت و اضافت کسی نہ کسی کی طرف ضرور کی ہے ۔ صرف دو آیات ایسی ہیں جن میں لفظ رب ایک طرح سے بلا اضافت و نسبت استعمال ہوا ہے مگر وہاں اس کو کسی نہ کسی صفت سے مزید متصف کر دیا ہے مثلاً سورہ سبا ۱۵ میں ارشاد ہے :

كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ○

(کھاؤ روزی اپنے رب کی ، اور اس کا شکر کرو ، دیس ہے پاکیزہ اور رب ہے گناہ بخشتا) یہاں اگرچہ وہ آخر میں بلانسبت و اضافت آیا ہے تاہم پہلے فقرہ میں اپنی اضافتِ عمومی کے ساتھ موجود ہے ۔ دوسری سورت یٰس ۵۸ ہے :

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ

(سلام بولنا ہے رب مہربان سے) اللہ کی دوسری صفات اکثر و بیشتر بلانسبت و اضافت استعمال ہوئی ہیں حتیٰ کہ الٰہ اور خالق جو دوسری دو اہم ترین صفات ہیں وہ بھی کسی نہ کسی مقام پر بلکہ کئی جگہ بلا اضافت آئی ہیں جیسا کہ اوپر کے مباحث سے معلوم ہوتا ہے اور آئندہ بھی اس کا ثبوت ملے گا ۔ رب کی مخلوق کی طرف نسبت و اضافت سے اللہ تعالیٰ ایک طرف تو اپنے تعلق و عنایتِ ربانی کا اظہار کرنا چاہتا ہے اور دوسری طرف اپنی اس صفتِ خاص کی عظمت و تسلسل اور اہمیت کو اُجاگر کرنا چاہتا ہے اور ساتھ ہی یہ وضاحت بھی کہ حقیقی رب صرف وہی اللہ تعالیٰ ہے اور باقی ارباب جھوٹے ہیں :

وَلَا يَتَّخِذَ بَعْضُنَا بَعْضًا اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ

(اور نہ پکڑیں آپس میں ایک ایک کو رب ۔ سوا اللہ کے : آل عمران نمبر ۶۴)

اللہ رب العالمین ہے :

آغاز قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو رب العالمین (سارے جہانوں کا رب ، پالنے والا/پروردگار ، مالک اور صاحب) کہا ہے :

الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(سب تعریف اللہ کو ہے ، جو صاحب سارے جہان کا) اور اصلاً یہی اللہ تعالیٰ کی تعریف ہے کہ وہ سارے جہانوں کا رب ہے : وہ کسی ایک فرد ، مجموعۂ افراد ، مخصوص طبقہ یا مجموعۂ طبقات یا ایک عالم و جہان کا رب نہیں بلکہ وہ ان تمام جہانوں کا رب ہے جن کو اس نے تخلیق کیا یا جو ابھی عالمِ عدم میں ہیں یا جن کا علم صرف اسی کی ذاتِ والا صفات کو ہے ۔ یہاں اور دوسرے متعدد مقامات پر جو لفظ رب اللہ تعالیٰ کے لئے استعمال ہوا ہے اس میں خالق و مالک اور الٰہ و معبود کے معانی بھی شامل ہیں ۔ ان معانی کی کہیں قرآن مجید میں صراحت ملتی ہیں کہیں وہ مضمر ہے ظاہری معانی کے اندر ۔ وہ ذات کامل و مطلق جو تخلیقِ کائنات کرتی ہے وہ اس کی پرورش اس کی تخلیق سے قبل بھی کرتی ہے اور اس کے بعد بھی اس کی پرورش کا عمل جاری رہتا ہے ۔ پھر وہ خالق و پروردگار کی حیثیت سے ان کا مالک و آقا بھی ہے اور یوں اس کو اپنی معبودیت کا حق حاصل ہے ۔ الٰہ و خالق کے گذشتہ مباحث میں گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی انہیں جامع الحیثیات صفات کے سبب اپنی الوہیت و معبودیت پر دعویٰ پیش کیا ہے اور انسانوں سے بالخصوص اور دوسری مخلوقات عالم سے بالعموم اپنی الوہیت تسلیم کرنے اور اپنی عبادت و بندگی کرانے پر استدلال کیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے دوسری جن آیات کریمہ میں اپنے آپ کو رب العالمین قرار دیا ہے ان کے مطالعاتی تجزیہ سے بات مزید منقح ہوگی ۔

سورۂ اعراف ۵۴ میں ارشاد فرماتا ہے :

اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○

(سن لو ، اسی کا کام ہے بنانا اور حکم فرمانا ، بڑی برکت اللہ کی ، جو صاحب سارے جہان کا ۔) یہ اعلانِ خداوندی دراصل اللہ رب العالمین کے چھ دن میں آسمانوں اور زمین کے تخلیق کرنے ، عرش الٰہی پر متمکن ہونے ، رات و دن کو پے در پے لانے ، سورج ، چاند اور تاروں کو اپنے حکم و امر سے مسخر کرنے جیسے حقائق واضح کرنے کے بعد کیا گیا ہے ۔ ظاہر ہے کہ یہاں رب میں خالق ، پروردگار اور مالک و حاکم کے تمام معانی شامل ہیں کہ وہ خلق کے بعد اپنی مخلوق کائنات کی طرف سے غافل نہیں ہو جاتا بلکہ ان کی پرورش کرتا ، ان پر حکم چلاتا اور ان سے اپنا حکم منواتا اور اپنی عبادت کرواتا ہے ۔ اسی طرح سورہ غافر کی آیات ۶۔۶۱ میں اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر اپنے آپ کو رب العالمین کہا ہے اور اپنی اس آفاقی اور عالمی ربوبیت کو اپنی خالقیت ، مالکیت ، صاحبیت ، آقائی اور پروردگاری سے جوڑا ہے ۔ چنانچہ پہلے یہ واضح کیا کہ اللہ ہی جس نے تمہارے لئے رات وجہِ سکون اور دن باعثِ روشنی بنایا اور وہ اکثر

لوگوں کے ناشکر گذار ہونے کے باوجود ان پر فضل کرتا رہتا ہے ۔ یہی تمہارا رب اللہ ہے جو ہر چیز کا خالق ہے اور اس کے سوا اور کوئی الٰہ نہیں پھر کہاں بھٹکتے پھرتے ہو ۔ اسی نے تو زمین کو وجہ قرار اور آسمان کو چھت بنایا اور انسانوں کو بہترین صورت پر تخلیق فرمایا اور انہیں عمدہ عمدہ چیزیں رزق میں عطا کیں اور اس پوری تمہید حقائق کے بعد فرمایا :

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

(وہ اللہ ہے رب تمہارا ، سو بڑی برکت ہے اللہ کی : جو رب ہے سارے جہان کا) ۔ اس آیت میں خالق و مالک ، پروردگار و آقا ، رازق و داتا ، الٰہ و معبود اور ملجا و ماوٰی ہونے کا پورا تصور موجود ہے ۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کو جب کوہِ طور پر اپنی نبوت و رسالت سے سرفراز کیا تو ارشاد فرمایا :

يٰمُوْسٰى اِنِّىْ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ (القصص ۳۰)

(اے موسیٰ ! میں ہوں ، میں اللہ ، جہان کا رب) یہ ان سے اولین خطاب تھا اور اس کے بعد ان کو اپنی بعض مخصوص نشانیاں عطا فرمائی تھیں اور فرعون اور اس کی قوم کو ہدایت و ارشاد کرنے پر مامور فرمایا تھا۔ بعض دوسری آیاتِ متعلقہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اپنی الوہیت اور ربوبیت کا اظہار فرما کر اپنی مکمل اطاعت و بندگی کا حکم دیا تھا (ملاحظہ ہو سورہ طٰہٰ ۱۴، ۹۸، اور اس موضوع سے متعلق دوسری آیات کریمہ) اوپر سورۂ غافر کی جن آیات کا حوالہ گذرا ہے ان میں بھی رب العالمین کو اِلٰہ واحد مان کر اس کی عبادت اور اس کی مکمل اطاعت کا حکم موجود ہے ۔ سورہ فصلت (حٰم السجدہ) ۹ میں منکرین حق اور مشرکین کو سرزنش کرتے ہوئے فرمایا ہے کہ تم اس ذاتِ اقدس کا انکار و کفر کرتے ہو جس نے دو دنوں میں زمین کو پیدا کیا اور پھر اس کے لئے دوسروں کو شریکِ خدائی کرتے ہو۔

وَتَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ

(اور برابر کرتے ہو اس کے ساتھ اوروں کو؟ وہ ہے رب جہان کا) یہاں بھی خالق و مالک اور الٰہ کا تصور رب العالمین کے ساتھ لازم و ملزوم کی طرح وابستہ ہے ۔

متعدد دوسری آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے رب العالمین اسی وسیع تر مفہوم میں استعمال کیا ہے ۔

سورہ جاثیہ ۷۔۳۶ میں ارشاد فرمایا :

فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ

(سو اللہ کو ہے سب خوبی ، جو رب ہے آسمانوں کا ، اور رب ہے زمین کا، رب سارے جہان کا ۔ اور اسی کو بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں ، اور وہی ہے زبردست حکمت والا)۔ اس آیتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے پوری

صراحت کے ساتھ اپنے آپ کو آسمانوں اور زمین اور سارے جہانوں کا رب قرار دیا اور آسمانوں و زمینوں میں اپنی عظمت و بڑائی ، حاکمیت و قدرت اور سلطنت کا اعلان کیا ۔ ظاہر ہے کہ آسمان و زمین کی ملکت میں ہر کام ، ہر واقعہ اور ہر شے اللہ تعالیٰ کے حکم و اذن سے رونما ہوتی ہے کہ وہی ان کا خالق و مالک ، حاکم و مدبر اور پروردگار و قیم ہے ۔

یہاں تک کہ خواہش و ارادۂ انسانی بھی اسی کی اذن و منشا کا ماتحت و تابع ہے جیسا کہ سورہ تکویر ۲۹ میں فرمایا:

وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○

(اور تم جبھی چاہو ، کہ چاہے اللہ جہان کا صاحب)۔ قرآن مجید کی ان گنت آیات میں اللہ تعالیٰ نے قیامت و آخرت کے مالک ہونے کا دعویٰ کیا ہے۔ انہیں میں سے سورہ تطفیف ۶ بھی شامل ہے جس میں ارشاد فرمایا:

يَوْمَ يَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

(جس دن کھڑے رہیں لوگ، راہ دیکھتے جہان کے صاحب کی) قیامت کے دن کے ضمن میں رب العالمین کی صفت کا استعمال بڑا اہم اور معنی خیز ہے ۔ قیام قیامت کا آغاز دنیائے فانی کی تباہی اور از سر نو دنیائے آخرت کی تعمیر سے ہوگا جب تمام باشعور و مکلف مخلوقات کو حساب کتاب کے لئے زندہ کیا جائے گا۔ اللہ تعالیٰ اس دن خالقِ حیات دوامی ہوگا اور پھر لوگوں کے درمیان فیصلہ کرنے کا حاکم ہوگا اور اس دن ظاہری اور باطنی ہر طرح کا اقتدار اللہ کے ہاتھ میں ہوگا کہ تمام مخلوقات اس کو مشاہدہ کی آنکھ سے دیکھ رہے ہوں گے ، وہ الٰہ بھی ہوگا کہ ہر ایک کا مرجع و ماویٰ اور معبودِ کل ہوگا اور جنت و جہنم کا فیصلہ کرکے ان کے رب ہونے کا ثبوت بھی فراہم کرے گا ۔ رب العالمین کا یہ وسیع تر مفہوم بعض اور آیات قرآنی میں بھی پایا جاتا ہے جن کا ذکر اب آتا ہے ۔

کئی آیاتِ کتاب الٰہی میں اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید اور دوسری وحی الٰہی کو رب العالمین کی طرف منسوب کرکے تنزیل رب العالمین قرار دیا ہے ۔ سورہ سجدہ ۲ میں ارشاد ہے:

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَارَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(اتارا کتاب کا ہے ، اس میں کچھ دھوکا نہیں ، جہان کے صاحب کے) ۔ سورۂ واقعہ ۷۷۔۸۰ میں فرمایا :

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ○ فِیْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ○ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ○ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(بے شک یہ قرآن ہی عزت والا، لکھا چھپی کتاب میں ، اس کو وہی چھوتے ہیں جو پاک بنے ہیں ، اتارا ہے جہان کے صاحب سے) اسی کی مزید تصدیق سورۂ حاقہ ۴۰۔۴۳ میں یوں کی:

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ○ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ○ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

(یہ کہا ہے ایک پیغام لانے والے سردار کا ، اور نہیں یہ کہا کسی شاعر کا ، تم تھوڑا یقین کرتے ہو، اور نہ کہا پریوں

والے کا ، تم تھوڑا دھیان کرتے ہو ، یہ اتارا ہے جہان کے رب کا) ۔ آخری آیتِ کریمہ میں مشرکینِ عرب اور بالخصوص سردارانِ مکہ کے اس الزام کی پہلے تردید کی کہ یہ کلام کسی شاعر یا کاہن کا ہے اور پھر حتمی طور سے فرمایا کہ وہ رب العالمین کا کلام ہے ۔ وحی الٰہی کو خواہ وہ قرآن مجید کی صورت میں ہو یا تورات و انجیل و زبور اور دوسرے صحف سماوی کی صورت میں اسی طرح تنزیل رب العالمین قرار دیا ہے خواہ الفاظ اتنے صریح نہ ہوں ۔ چنانچہ متعدد آیاتِ کریمہ سے جن میں انبیائے سابقین کا ذکرِ خیر اور ان کی دعوت و تبلیغ کا تذکرۂ جمیل موجود ہے نسبت اسی رب العالمین کی طرف کی گئی ہے جو قرآن کریم کا اتارنے والا سارے جہانوں کا رب ہے ۔ تنزیل کلام الٰہی کی نسبت رب العالمین کی طرف کرنے میں یہ مصلحت معلوم ہوتی ہے کہ وہ رب العالمین جو سارے جہانوں کی تخلیق ، پرورش و پرداخت کا ذمہ دار ہے اور ان کا حاکم و مالک ، آقا و مولیٰ ہے اور وہ جس طرح ان کی مادی ضروریات کی تکمیل ، رزق کی فراہمی کے انتظامات کرتا ہے اسی طرح وہ ان کی روحانی ضروریات و مطالبات کا خیال کرتا ہے ۔ اور چونکہ اس کی ہدایت کے بغیر ان کو صحیح راہ نہیں مل سکتی اس لئے وہ ان پر اپنی پروردگاری اور آقائی کے سبب اپنا کلام نازل کرتا ہے : سورہ شعراء نمبر ۲۔ ۱۹۱

وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ○ وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○

(اور تیرا رب وہی ہے ، زبردست رحم والا اور یہ قرآن ہے اتارا جہان کے صاحب کا) مزید ملاحظہ ہوں سورہ یونس نمبر ۳۷ وغیرہ ۔

جس طرح رب العالمین کی حکمت و قدرت ، الوہیت و ربوبیت اور حاکمیت کا تقاضا تھا کہ وہ انسانوں کی ہدات کے لئے اپنے پاس کلام و کتاب اور وحی نازل کرے اسی طرح اس کا یہ بھی تقاضا تھا کہ وہ اس وحیٔ ربانی اور کلامِ الٰہیٰ کی افہام و تفہیم اور تشریح و تبیین اور تعمیل کے لئے رسولوں کو بھیجے تاکہ وہ اس پر عمل کر کے اپنی زندگی سے انسانوں کے لئے ایک قابلِ عمل ٹھوس نمونہ پیش کریں اور کسی کے لئے یہ مجالِ انکار نہ رہے کہ اس پر عمل اس کی طاقتِ بشری سے ماوراء ہے یا اس کا مقصود و مفہوم ان کی سمجھ اور عقل سے پرے ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیاتِ کریمہ میں مختلف انبیائے کرام کے بارے میں اللہ تعالیٰ نے ان کو رب العالمین کا رسول قرار دیا ہے یا ان کی اپنی زبان سے اس اہم حقیقت کا اظہار کرایا ہے ۔ (۸۷) سورہ اعراف ۶۱، ۶۷ اور ۱۰۴ میں بالترتیب حضرت نوح ، حضرت ھود اور حضرت موسیٰ کی زبان سے ان کی قوم کے سامنے اعلان کرایا :۔

اِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(لیکن میں بھیجا ہوں جہان کے صاحب کا) ۔ حضرت موسیٰ کے معجزاتِ ربانی دیکھ کر جب جادوگرانِ قوم ایمان لے آئے تو انہوں نے بھی کہا تھا :

اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (اعراف ۱۲۱)

(ہم نے مانا جہان کے صاحب کو) سورہ شعراء ۱۶ میں حضرات موسیٰ و ہارون دونوں نے اپنے آپ کو رب العالمین رسول کہا تھا۔ اور جب فرعون نے تجاہلِ عارفانہ سے کام لے کر رب العالمین کے بارے میں سوال کیا کہ وہ کیا ہے؟ ان دونوں برگزیدہ رسولوں نے بتایا تھا کہ وہ وہ ذات مطلق ہے جو نہ صرف آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے بیچ کی دنیا کا رب ہے بلکہ وہ تمہارا اور تمہارے آباء و اجداد کا رب ہے اور وہ مشرق و مغرب کا بھی رب ہے چنانچہ ساحران قوم اس رب العالمین پر ایمان لے آئے تھے (سورہ شعراء نمبر ۲۔ ۲۳، ۳۶، ۴۸، ۴۷) حضرات نوح، ہود، صالح او شعیب علیہم السلام نے اپنی قوم کو دعوت و تبلیغ کی اور کسی بدلے اور معاوضہ کا مطالبہ نہیں کیا کہ ان کے اجر کا معاملہ رب العالمین کے ہاتھ میں تھا:

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِىَ اِلَّا عَلٰى رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ (شعراء ۸-۱۰۹)

(اور مانگتا نہیں میں تم سے اس پر کچھ نیگ، میرا نیگ ہے اسی جہان کے صاحب پر)۔ حضرت ابراہیم نے رب العالمین کے سوا جھوٹے معبودوں کو اپنا دشمن قرار دے دیا تھا (شعراء نمبر ۷۷)۔ غرضکہ متعدد آیاتِ قرآنی میں رسولوں، نبیوں، صالحوں اور نیک بختوں کی زبان سے رب العالمین کی صفاتِ ستودہ کا اقرار موجود ہے (سورہ یونس ۱۰، شعراء ۹۸، نمل ۴۴، صافات ۸۷، غافر ۶۶، زخرف ۴۶، اور متعدد دوسری آیات)۔ ان تمام آیاتِ کریمہ میں اس امر کی وضاحت از خود ملتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ربوبیت آفاقی اور لازمی ہے۔ وہ اس کی ذاتِ عالی کی ایک لازمی صفت ہے جس کا کسی دوسری شے سے یا مخلوقات کے ردِ عمل سے کوئی واسطہ نہیں۔ وہ اپنی ذات سے اپنی مخلوقات کا خالق و مالک پروردگار و پالنہار، ہادی و مُنزِل، مُرسِل و منعم ہے۔ سارے جہانوں کا رب قرار دینے میں یہ حقیقت بھی پوشیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جس طرح انسانوں، جانوروں اور جنوں کی اس کائنات کا رب ہے اسی طرح وہ عالم ملکوت کا رب ہے اور وہ ان تمام کائناتوں کا بھی رب ہے جن کو ہمارا علم محیط نہیں۔ اور اس معلوم کائنات اور غیر معلوم کائناتوں کی مخلوقات سے خواہ وہ باشعور و مکلف ہوں یا بے شعور و غیر مکلف اس کی صفت "رب العالمینی" کا ان کے کسی ردِ عمل سے کوئی تعلق نہیں ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کی تمام غیر مکلف مخلوقات اس کے احکام کی تعمیل سے سرتابی نہیں کر سکتی مگر مکلف مخلوقات کو تو دونوں طرح کا اختیار حاصل ہے اور قرآن مجید کے الفاظ ہی میں انسانوں میں سے اکثر ناشکرگذار و خطاء کار ہیں جو نہ صرف اس کی نعمتوں کا شکر نہیں کرتے بلکہ ان کو دوسروں کی طرف منسوب کرتے شرک کرتے ہیں اور بہت سے ایسے ہیں جو اسکی ذات ہی کے منکر ہیں جبکہ اللہ رب العالمین کا حال یہ ہے کہ وہ انکی ایک خاص مدت تک پرورش کرتا جارہا ہے کہ وہ اس کی رب العالمینی کا تقاضا ہے اور منکروں، کافروں اور مشرکوں کی سرکشی و سرتابی سے اس کی ربوبیت پر کوئی اثر نہیں پڑتا۔ اس حقیقت کی مزید وضاحت بعد میں رب کے مخلوقات سے مطالبات کے ضمن میں ملے گی۔ البتہ مومنین و شاکرین کے ضمن میں یہ بات یہیں سلسلۂ کلام کے تعلق سے کہہ دینی ضروری معلوم ہوتی ہے کہ پروردگارِ عالم ان کی پرورش و پرداخت ان کی اطاعت و فرمانبرداری او

عبادت کے تناسب سے نہیں کرتا ۔ اگر ایسا ہوتا تو نیک و متقی یا مومنوں و صالحوں کے لئے یہ دنیا قید خانہ اور بدکاروں اور کافروں کے لئے جنت نہ ہوتی ۔ رب العالمین کی پرورش مخلوقات اس کی حکمتِ بالغہ اور علم لامتناہی پر مبنی ہے اور وہ جیسا کچھ جس کے لئے مناسب سمجھتا ہے انتظام کرتا ہے اور ہمارا محدود علم و حکمت اس کی مصالح و حکم کو سمجھنے سے قاصر ہے ۔

اپنی آفاقی ربوبیت کو اللہ تعالیٰ نے جس طرح رب العالمین کہہ کر اُجاگر کیا ہے اسی طرح بعض آیات میں اس کو ایک دوسرے انداز میں واضح کیا ۔ سورہ انعام ۱۶۴ میں ارشاد ہے :

وَ هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ

(وہی ہے رب ہر چیز کا) اور یہ اس کی آفاقی اور عمومی صفت ہے اس کے علاوہ متعدد آیات میں رب کی نسبت و اضافت بعض مخصوص مخلوقات ، ظروف اور اشیا کی طرف بھی کی گئی ہے ۔ سورہ اعراف ۱۲۲ میں خاص کر حضرات موسیٰ و ہارون کا رب کہا کہ فرعون کے سامنے جادوگروں کے اسلام لانے کے موقع پر اسی ترکیب کا تقاضا سیاق و سباقِ کلام کرتا ہے ۔ کئی آیات میں اللہ تعالیٰ کو عرش الٰہی یا عرش عظیم کا رب کہا گیا ہے کہ کلام کا خاص تقاضا وہاں اسی کا ہے (سورہ توبہ ۱۲۹، انبیاء ۲۲، المومنون ۸۶، ۱۱۶، نمل ۲۶، زخرف ۸۲) ، متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو آسمانوں اور زمین کا رب کہا ہے (سورہ رعد ۱۶، اسراء ۱۰۲ ، کہف ۱۴، مریم ۶۵، انبیاء ۵۶، شعراء ۲۴، صافات ۵، ص ۶۶، زخرف ۸۲، دخان ۷، جاثیہ ۳۶، ذاریات ۲۳، نبا ۳۷) کہیں کہیں ان دونوں کے درمیان (وَمَا بَيْنَهُمَا) کا اضافہ کرکے آسمانوں اور زمینوں کے درمیان کی تمام مخلوقات کو بھی شامل کر لیا ہے (جیسے سورہ مریم ۶۵، شعراء ۲۴ وغیرہ) کلام کے تقاضے اور مخاطبوں کی ذہنی ضرورت کے مطابق کہیں سات آسمانوں / آسمان کا رب کہا ہے (سورہ المومنون ۸۶، جاثیہ ۳۶) اور کہیں صرف زمین کا رب (رب الارض) کہنے پر اکتفا کیا ہے (سورہ جاثیہ ۳۶) ۔ اللہ تعالیٰ نے ٹھوس مادی اجرام کے علاوہ بہت سی غیر مادی اشیاء کو بھی اپنی ربوبیت کا مصداق قرار دیا ہے ۔ ان میں سے ایک جہات یا سمتوں کا معاملہ ہے چنانچہ متعدد آیات میں جہاتِ مختلفہ کا رب بھی قرار دیا ہے جیسے رَبُّ الْمَشْرِقِ وَالْمَغْرِبِ مشرق و مغرب کا رب (سورہ شعراء ۲۸ ، مزمل ۹) ، رَبُّ الْمَشَارِقِ : رب مشرقوں کا (سورہ صافات ۵) ،

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَرَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ

مالک دو مشرقوں کا اور مالک دو مغربوں کا (سورہ رحمٰن ۱۷) اور کہیں رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِبِ: مشرقوں اور مغربوں کا مالک (سورہ المعارج ۴۰) کہا ہے ۔ ان کے علاوہ سورہ صافات ۱۸ میں اللہ تعالیٰ نے ایک اور غیر مادی شے کا رب اپنے آپ کو قرار دیا ہے اور وہ ہے رَبِّ الْعِزَّةِ (رب عزت کا) ۔ جبکہ سورہ نمل ۹۱ میں مکہ مکرمہ کا رب کہا ہے اور سورۂ قریش ۳ میں اسے خانۂ کعبہ کا رب (رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ) اور سورہ الفلق ۱ میں رَبِّ الْفَلَقِ (صبح کا رب) کہا ہے اور سورہ ناس ۱ میں رَبِّ النَّاسِ (لوگوں کا رب) کہا ہے۔ (۸۸)

صفات و افعالِ رب العالمین:

یہ ایک ظاہر و باہر حقیقت ہے کہ مختلف آیاتِ قرآنی میں اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ ربوبیت کو جو مختلف انداز میں اور مختلف اضافتوں اور نسبتوں کے ساتھ بیان کیا ہے وہ اس کی حکمتِ بالغہ ، علمِ لامتناہی کے علاوہ مخاطبوں کی ذہنی کیفیات و نفسیاتی حالات اور اس کے مطابق کلام الٰہی کے سیاق و سباق میں بیان کیا ہے ۔ اس سلسلہ میں اگر مذکورہ بالا آیات مقدسہ میں مذکورہ صفتِ ربوبیت الٰہی کے مختلف و گوناگوں استعمالات کا تجزیہ کیا جائے تو وہ ایک طرف تو کلام الٰہی کی حکمت اور بلاغت و فصاحت سے پردے اٹھائے گا اور دوسری طرف اس کے سامعین وقارئین کے دل و دماغ پر اس کی اثر انگیزی کی پرتیں کھولے گا ۔ قرآن مجید میں جہاں کہیں اللہ تعالیٰ نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسرے انبیائے کرام یا صالحین و صالحات کے ضمن میں تیرا رب ، تم دونوں کا رب ، تم سب کا رب کہا ہے ظاہر ہے کہ وہ ان کے ساتھ ان کے رب کے خصوصی تعلق و کرم ، عنایت و محبت اور لگاؤ کو ظاہر کرتا ہے ۔ اسی طرح انسانوں ، جنوں ، اور دوسری مخلوقات کو جہاں مخاطب کیا ہے یا ان کے ضمن میں غائب کی ضمیر استعمال کی ہے وہاں بھی اسی تعلق کا جو ایک رب کو اپنے مربوب کے ساتھ ہوتا ہے اظہار کیا ہے ۔ رب العالمین کی ترکیب استعمال کرنے میں اسکی عالمگیر ربوبیت کے اظہار کا مقصود مضمر ہے ۔ سورہ فاتحہ میں اللہ رب العالمین کو مطلق حمد کا سزاوار قرار دیا ہے کہ اس کے سوا کسی اور کو تعریف کا اصلاً حق نہیں کہ اسکی تمام صفات و کارناموں کا منبع و سرچشمہ وہ خود نہیں بلکہ اس کا رب ہے جو رب العالمین ہے لہٰذا تعریف و حمد اصلاً اسی کی ہے ۔ سورہ انعام ۴۵ میں ظالموں کی جڑ کاٹنے اور انہیں تباہ و برباد کرنے کے بعد قرآن مجید نے اللہ رب العالمین کو تمام حمد و تعریف کا سزاوار قرار دے کر یہ واضح کیا کہ اصل مالک و مختار اور حاکم وہ ہے ۔ اگر وہ چاہے تو ظالموں اور منکروں کو اس تباہ و برباد شدہ قوم کی مانند ہلاک و برباد کر دے اور اگر اس کی حکمت ان کو ڈھیل دینے کی مقتضی ہو جیسی کہ وہ مخاطب منکروں کے حق میں بظاہر اس وقت معلوم ہوتی ہے تو وہ ان کی رسی دراز کر سکتا ہے اور ان کے عذاب کو مؤخر کر سکتا ہے ۔ سورہ یونس ۱۰ میں مومنوں کی دعا و دعویٰ کا خاتمہ اللہ رب العالمین کی حمد پر ہونا بتایا ہے کہ تمام حمد و تعریف کا سزاوار اصلاً وہی ہے اور ان کی کوششیں ، آرزوئیں اور کامیابیاں اسی کی توفیق سے ارزانی ہوئی ہیں ۔ اسی طرح سورہ زمر ۷۵ میں انسانوں اور ظالموں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ وہ فیصلہ کرتا ہے اور اپنے آپ کو رب العالمین قرار دے کر تمام تعریفات و حمد کا مستحق قرار دیتا ہے کہ ظاہر ہے کہ وہی فیصلہ کرنے والا ہے اور اس کا فیصلہ حق و انصاف پر مبنی ہوتا ہے اور چونکہ وہ انصاف کرتا ہے ، کسی کے ساتھ ظلم نہیں کرتا اس لئے وہ تمام تعریف کا مستحق ٹھہرتا ہے ۔ سورہ غافر ۶۵ میں وہ انسانوں کو حکم دیتا ہے کہ وہ اللہ رب العالمین کی عبادت کریں اور اسی کو پورے اخلاص سے بلا شرکتِ غیرے پکاریں کہ وہی تمام حمد کا سزاوار ہے ۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے اپنی عبادت خالص ، دوسروں سے اجتناب ، شرک سے احتراز اور دین کو اس کے لئے ، صرف اسی کے لئے خالص کرنے کا جو مطالبہ کیا

ہے وہ ان کے خالق و مالک ، آقا و مربی ، پروردگار و پالن ہار ، حاکم و فیصل کی حیثیت سے کیا ہے ۔ اس پر مزید گفتگو ذرا بعد میں آئے گی ۔ سورہ جاثیہ ۳۶ میں اس رب العالمین کے لئے حمد و تعریف کو مخصوص کیا گیا جو آسمانوں اور زمین کا رب ہے ۔ ظاہر ہے کہ وہ ان کا صرف خالق و صانع ہی نہیں بلکہ ان کو قائم رکھنے والا ، ان کے نظام کو درست رکھنے والا ، ان کو انسانوں کے لئے مسخر کرنے والا اور ان کی پرورش و پرداخت کرنے والا ہے اور اس لحاظ سے وہ ہر تعریف و حمد کا مستحق ہے ۔ کئی آیات مثلاً سورۂ زمر ۷۵ ، سورہ غافر ۷، اور سورہ شوریٰ ۵ میں عرش الٰہی اٹھانے والے اور اس کے گرد جمع ہوئے فرشتوں کو رب العالمین کی تسبیح و تحمید کرتے ہوئے بتایا ہے کہ اولاً تو ان کا کام ہی یہی ہے اور ثانیاً تقربِ الٰہی کا تقاضا یہ ہے کہ وہ اپنے رب کی حمد کرتے رہیں کہ ان کو اتنا عظیم مقام بخشا اور اپنی قربت کی سعادت سے نوازا ۔ ظاہر ہے کہ فرشتہ خصلت مومنوں کو جب آیاتِ الٰہی کی تذکیر کی جاتی ہے تو وہ سجدہ ریز ہو جاتے ہیں اور اپنے رب کی حمد بیان کرتے ، اس کی تسبیح پڑھتے ہیں اور کسی طرح کا گھمنڈ نہیں کرتے کہ ان کی بندگی کا یہی تقاضا ہے جو تقاضائے دل و جان ہے (سورہ سجدہ ۱۵) ۔ اسی بنا پر رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اور آپ کی سنت کی متابعت میں مسلمانوں کو متعدد آیات میں اللہ رب العالمین نے حکم دیا ہے کہ وہ اس کی تسبیح و تحمید کریں (سورہ الحجر ۹۸) ، طلوعِ آفتاب اور غروبِ آفتاب سے قبل تسبیح و تحمید کریں (سورہ طٰہٰ ۱۳۰ ، ق ۳۹)، صبح و شام اپنے رب کے حمد کی تسبیح پڑھیں (سورہ غافر ۵۵) ، کھڑے ہوں تو اس کی تسبیح پڑھیں (سورہ طور ۴۸) اور جب آخری فتح ہو جائے اور زندگی کا اصل کام پورا اور مقصدِ حیات مکمل ہو جائے تو تسبیح و تحمید کریں کہ یہی آخری فرض باقی رہ جاتا ہے جسے موت سے پہلے پورا کر دیں (سورہ نصر ۳)۔ (۸۹)

رب العالمین رحمٰن و رحیم ہے :

اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ ربوبیت کو اپنی بعض اور صفات کے ساتھ جوڑا ہے اور رب کے اس طرح بعض اور معانی کی تشریح کی ہے ۔ اگرچہ اوپر کے مباحث میں اس کا ذکر آچکا ہے مگر یہاں رب کی مناسبت سے ذکر کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے ۔ ایک اہم نکتہ اس ضمن میں یہ ذہن نشین رہنا ضروری ہے کہ کہیں تو اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض صفات کو رب کے ساتھ مربوط کیا ہے اور کہیں اپنے افعال کو جو بعض حالات میں اس کی صفات ہی کے دائرے میں آتے ہیں ۔ پہلے ہم ان لازمی صفات کا ذکر کریں گے جن کا بطور افعال صفتِ ربوبیت کے ساتھ امتزاج نہیں کیا ہے ۔ ان میں سب سے اہم صفت رحیم ہے (۹۰) جس کا حوالہ اوپر سورہ یٰسٓ ۵۸ میں گذرا ہے ۔ اور اسی رحمتِ الٰہی کا ایک شاندار مظاہرہ اس کی مغفرت ہے جس کا ذکر سورہ سبا ۱۵ کے حوالہ سے ہو چکا ہے ۔ دراصل یہ دونوں اللہ تعالیٰ کی عظیم ترین صفات ہیں جن پر بحث مفصل ذرا بعد میں آئے گی ۔ متعدد آیات میں رب کی صفت خلق کے ساتھ آمیزش کی گئی ہے اور اس کا بھی ذکر اوپر گذر چکا ہے ۔ لیکن متعدد آیات میں رب کو رحمت والا اور خالق جس طرح بتایا گیا ہے ان کی تھوڑی سی تفصیل یہاں بھی ضروری معلوم ہوتی ہے ۔ سورہ انعام ۱۳۳ میں ارشاد ہے :

وَ رَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُوالرَّحْمَة (اور تیرا رب بے پرواہ ہے، رحم والا)۔ رب کریم کی صفتِ غنا اور رحمت سے یہاں اس سیاق میں جوڑا ہے کہ وہ انسانوں کے افعال و اعمال سے غافل نہیں اور اگر وہ انسانوں کے کسی طبقہ کے افعال سے کُلی طور پر ناخوش ہو جائے تو وہ ان کی جگہ دوسرے انسانوں کو پیدا کر سکتا ہے۔ کیونکہ وہ گنہگاروں، منکروں اور مشرکوں کو ان کی بغاوت کے سبب زبردست عذاب دینے والا اور جلد عتاب کرنے والا ہے مگر اس کے ساتھ مومنوں اور توبہ کرنے والوں کے لئے سراپا رحم و مغفرت بھی ہے: اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ وَاِنَّهُ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (انعام ۱۶۵)

تیرا رب شتاب کرتا ہے عذاب، اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لیکن شرط یہی ہے کہ وہ مجبور ہو اور وہ خدا کا باغی اور اس کی مقرر کردہ حدود سے تجاوز کرنے والا نہ ہو تو پھر وہ معاف کرنے والا اور رحم کرنے والا ہے۔

فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (انعام ۱۴۵)

پھر جو کوئی عاجز ہو، نہ زور کرتا، نہ زیادتی، تو تیرا رب معاف کرتا ہے مہربان۔

اللہ تعالیٰ نے بطور رب اپنے غفور رحیم ہونے، مہربان و رحمت والے ہونے کا ذکر متعدد دوسری آیات میں کیا ہے (بقرہ ۳۷، ۵۴، ۱۲۸ میں بالترتیب التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ (معاف کرنے والا مہربان) رب کے لئے حضرت آدم، حضرت موسیٰ کے مشرک پیروؤں اور حضرات ابراہیم و اسمٰعیل کی توبہ و انابت کے ضمن میں استعمال کیا گیا ہے۔ جبکہ آیت ۱۶۰ میں عام توبہ کرنے والوں کے ضمن میں اسی رب کو تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ کہا ہے۔ اسی مفہوم میں سورہ توبہ ۱۰۴، ۱۱۸، وغیرہ میں ان دونوں صفات کا استعمال ہوا ہے) جن آیاتِ کریمہ میں رب کے ساتھ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (بخشنے والا مہربان) کی صفات استعمال ہوئی ہیں ان کی تعداد بھی کافی ہے (سورہ انعام ۱۴۵، ۱۶۵، اعراف ۱۵۳، ۱۶۷، ہود ۴۱، یوسف ۵۳، ۹۸، ابراہیم ۳۶، نحل ۱۱۰، ۱۱۹، قصص ۱۶، یٰس ۵۸، حشر ۱۰ وغیرہ)۔ یہاں ایک دلچسپ بات یہ ہے کہ سورہ سبا ۲ میں ان دونوں صفات کی ترتیب الٹ کر خاص مقصد سے الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ کہا ہے جو نادر بات ہے۔ متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے بطور رب اپنے لئے رؤف رحیم (بڑا شفقت والا مہربان) کی صفات استعمال کی ہیں (سورہ نحل ۷، ۴۷، حدید ۹، حشر ۱۰)۔ جبکہ سورہ ہود ۹۰ کی ایک آیت میں رب کے ساتھ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ (مہربان ہے محبت والا) کی صفات بیان کی ہیں اور سورہ بروج ۱۴ میں رب کے لئے اور دوسری صفات و افعال کے علاوہ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ (بخشتا محبت کرتا) استعمال ہوا ہے۔ رب العالمین کے لئے صفتِ رحیم کے ساتھ بعض اور دوسری صفات کا ارتباط بھی کیا ہے ان میں سے متعدد آیات میں الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (زبردست رحم والا) کا امتزاج ملتا ہے (سورہ شعراء ۹، ۶۸، ۱۰۴، ۱۲۲، ۱۴۰، ۱۵۹، ۱۷۵، ۱۹۱) ان تمام آیاتِ کریمہ میں بالترتیب جلیل القدر انبیائے کرام حضرات موسیٰ، ابراہیم، نوح، ہود، صالح، لوط، شعیب اور محمد علیہم السلام کی نافرمان قوم کی تباہی اور فرمانبردار پیروؤں کی نجات کے حوالے سے یہ اوصاف حمیدہ استعمال کی گئی ہیں۔ (۹۱) اللہ تعالیٰ نے بطور رب اپنے لئے کئی مقامات پر اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ (سب سے زیادہ رحم کرنے

والا) کی صفت بھی استعمال کی ہے ۔ چنانچہ سورہ اعراف ۱۵۱ میں کوہِ طور سے حضرت موسیٰ کی واپسی اور ان کی عدم موجودگی میں قوم کے شرک میں مبتلا ہونے پر حضرت ہارون سے مواخذہ کرنے کے بعد بارگاہِ ایزدی میں جو دعا کی تھی اس کے الفاظ ہیں:

رَبِّ اغْفِرْ لِيْ وَلِاَخِيْ وَاَدْخِلْنَا فِيْ رَحْمَتِكَ ؗ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

(اے رب! معاف کر مجھ کو، اور میرے بھائی کو، اور ہم کو داخل کر اپنی رحمت میں ، اور تو ہے سب سے زیادہ رحم کرنے والا) ۔ یہی دعا حضرت ایوب نے اپنی مصیبت میں اسطرح کی تھی :

وَ اَيُّوْبَ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗۤ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الضُّرُّ وَ اَنْتَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ ۝

(اور ایوب نے جس وقت پکارا اپنے رب کو ، کہ مجھ کو پڑی ہے تکلیف ، اور تُو ہے سب رحم والوں سے رحم والا: سورہ انبیاء ۸۳) ۔ رحم و مغفرت کی مزید مثالوں کے لئے ملاحظہ ہوں سورہ انعام ۱۴۷ رعد ۶ ، کہف ۵۸، فصلت ۷۳ وغیرہ۔

پروردگارِ عالم کی رحمت کا باب بہت وسیع ہے اور اسی کے تناسب سے اس کا ذکر قرآن مجید کی بہت سی آیات میں آیا ہے ۔ یہاں صرف ان آیاتِ کریمہ کا جائزہ پیش کیا جا رہا ہے جہاں رحمت کی نسبت اسم اعظم اللہ کے بجائے صفتِ رب کی طرف کی گئی ہے ۔ سورہ بقرہ کی آیات ۱۵۷، ۱۷۸ اور ۲۱۸ میں رحمتِ ربانی کی بارش کا ذکر ان لوگوں کے ضمن میں کیا گیا ہے جو مصیبت میں استقامت پر رہتے ہیں اور اس کی رحمت کی آرزو کرتے ہیں ۔ سورہ آل عمران ۸ میں دلوں کی کجی دور کرنے اور ہدایت کے بعد گمراہ نہ کرنے کے ضمن میں رحمتِ رب کا ذکر ہے ۔ سورہ انعام ۵۴ میں ایک انتہائی اہم اعلان اللہ تعالیٰ نے یہ فرمایا :

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ

(اور جب آویں تیرے پاس ہماری آیتیں ماننے والے ، تو کہہ ، سلام ہے تم پر ، لکھی ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر مہر کرنی ، کہ جو کوئی کرے تم میں برائی نادانی سے ، پھر اس کے بعد توبہ کی اور سنوار پکڑی ، تو یوں ہے کہ وہ ہے بخشنے والا مہربان) اسی سورہ کی بعض اور آیات میں بھی اس کی رحمتِ وسیع کا ذکر آیا ہے۔ سورہ اعراف ۵۶ میں وعدہ فرمایا :

اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ

(بے شک مہر اللہ کی نزدیک ہے ، نیکی والوں سے)۔ متعدد آیات میں رسولوں پر رب کریم نے اپنے فضل و کرم اور رحمت کرنے کا اعلان کیا ہے (سورہ اعراف ۷۲ ، اسراء ۲۸، ۸۷، مریم ۲ ، قصص ۴۶، ۸۶۔ ان آیات میں انبیاء کرام

کے کافروں کے ظلم سے نجات پانے یا عذاب سے بچنے ، یا مثبت انداز میں دوسرے انعاماتِ الٰہی سے جن میں فضلِ خاص ، نبوت و رسالت اور آیات سے سرفرازی بھی شامل ہے فیضیاب ہونے کا حوالہ دیا گیا ہے۔) اسی طرح ربِ کریم نے کتابوں اور صحیفوں کو نازل کرنے کو یا ان کی آیاتِ کریمہ کو نسخۂ رحمت قرار دیا ہے (سورہ اعراف ۱۵۴، ۲۰۳، ہود ۲۸، ۶۳ وغیرہ۔ متعدد آیات میں قرآن مجید، تورات و انجیل اور دوسرے صحفِ سماوی میں رحمتِ ربانی کے مندرج ہونے کا واضح یا مضمر ذکر کیا ہے) اپنے نیک بندوں کو اپنی رحمت کی بشارت دی ہے (سورہ توبہ ۲۱، کہف ۱، ۸۲، ۹۹ نیز ملاحظہ ہو ۔ اعراف ۱۵۱، یونس ۸۶، نمل ۱۹، اسراء ۵۷، کہف ۱۶، جاثیہ ۳۰) سورہ مومنون ۱۰۹ ، ۱۱۸ میں رب کریم کے لئے ، خیرالراحمین (بہترین رحم کرنے والا) استعمال ہوا ہے ۔ بہت سے ایسے ناشکر گذار بندے ہیں کہ ان کا رب ان کو تکالیف سے اپنی بیکراں رحمت کے سبب نجات دیتا ہے تو وہ پھر سرکشی پر تل جاتے ہیں۔ (سورہ یونس ۲۱، روم ۳۳، احزاب ۱۷، زخرف ۳۲) اور وہ یہ سمجھتے ہیں کہ ان کی نجات ان کی اپنی ترکیبوں کی بدولت حاصل ہوئی ہے ۔ اور اس کی رحمت سے صرف گمراہ ہی مایوس ہوتے ہیں (سورہ حجر ۵۶)۔(۹۲)

بعض اہم صفاتِ الٰہی و ربانی :

دوسری صفات جو رب کریم کے لئے قرآن مجید میں استعمال ہوئی ہیں وہ کم و بیش وہی ہیں جو اللہ تعالیٰ کے لئے آتی ہیں ۔ چنانچہ مختلف مقامات پر کہا گیا ہے کہ تمہارا رب الٰہ و معبود ہے (ھود ۱۱۹ اور متعدد آیات) ، خالق و صانع ہے (اعراف ۵۴، حجر ۲۸، ۸۶، کہف ۴۸، انبیا ۵۶، قصص ۶۸، ص ۷۱ اور متعدد دوسری)، وہ مالک و آقا و معبود ہے (انعام ۱۶۲) عالم و سمیع و بصیر اور حاضر و ناظر ہے (انعام ۸۳، ۱۱۷، ۱۱۹، ۱۲۸، یونس ۴۰، ۶۱، نحل ۱۲۵، اسراء ۱۷، ۵۵، نمل ۴، ۷، ۸، قصص ۶۹، احزاب ۲، سبا ۲۱، فصلت ۵۳ ، وغیرہ) عزیز و غفار ہے (نمل ۸، ص ۶۶، نوح ۲۸ اور مائدہ ۲۵ وغیرہ۔ ، وکیل و قادر ہے (اسراء ۶۵ ، مزمل ۹/ معارج ۴۰ فرقان ۵، ۵۴ وغیرہ) زندگی اور موت کا مالک ہے (بقرہ ۲۶۰ وغیرہ) ، ہادی اور موفق ہے (بقرہ ۹۔۶۸، انعام ۷۱، ابراہیم ۴۰، طٰہٰ ۲۵، مومنون ۲۹، نمل ۱۹، فرقان ۳۱ ، سبا ۸۰، احقاف ۱۵ وغیرہ) نجات دہندہ ہے (ھود ۴۵، یوسف ۳۳، مومنون ۹۴، شعراء ۱۶۲، قصص ۲۱، تحریم ۱۱ وغیرہ) وہ پناہ گاہ اور ملجا و ماویٰ ہے (ھود ۴۷ ، وغیرہ)، ناصر و مددگار ہے (مومنون ۳۶، ۳۹، عنکبوت ۱۰، ۳۰، نجم ۴۲ وغیرہ)، حاکم و قاضی اور فیصلہ کرنے والا ہے (ھود ۱۱۰، انبیاء ۱۲، یونس ۹۳ نحل ۱۲۴، اسراء ۲۳، سجدہ ۲۵ وغیرہ)، فعال اور جو چاہے سو کرنے والا ہے (انعام ۱۱۲ ، انفال ۵، یونس ۹۹، ھود ۸۔۱۰۷، ۱۱۸ وغیرہ) دعا سننے والا ہے (مریم ۴ وغیرہ) اولاد دینے والا ہے (آل عمران ۳۵، ۳۸، ۴۰، مریم ۶، ۸، انبیاء ۸۹ وغیرہ) منعم و معطی اور مبدٔ فیض ہے (اسراء ۲۰، ۸۷، قصص ۱۷، دخان ۵۷ وغیرہ)۔ جزا و سزا ، حساب کتاب کا مالک ہے (انعام ۱۶۸، اعراف ۱۶۷، ھود ۱۱۱، ۱۱۹، شعراء ۱۰۹، رعد ۶، حجر ۹۲، کہف ۴۶ وغیرہ) بادشاہت دینے والا ہے (یوسف ۱۰۱ ، ص ۳۵ وغیرہ) گمراہ کرنے والا (مائدہ ۶۴،

۶۸ وغیرہ) اور ہلاک کرنے والا ہے (انعام ۱۳۱، اعراف ۵۵، ھود ۸۳، ۲ ـ ۱۰۱، ۱۱۷، قصص ۵۹، نوح ۲۶ وغیرہ) وہ نظروں سے اوجھل ، ادراک سے ماوراء (اعراف ۱۴۳) اور پاک ہے (صٰفٰت ۱۸۰، زخرف ۸۲)۔ غرضیکہ وہ مجموعۂ صفاتِ حسنہ مطلقہ ہے اور اس کی صفات بقول اسی کے حدو شمار سے پرے اور انسانی علم و فہم سے ماوراء ہیں ۔(۹۳)

اللہ تعالیٰ ہی رازق ہے :

رب کا لغوی اور بنیادی مفہوم و معنی پرورش کرنے والے اور پروردگار کے ہیں ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اس بنیادی مفہوم پر بہت زور دیا ہے اور اسی سے اپنی بہت سی دوسری صفات پر استدلال کیا ہے ۔ رب کے دوسرے تمام معانی دراصل اسی بنیادی مفہوم کی توسیع و استنباط ہیں۔ چنانچہ وہ ذاتِ مطلق جو پرورش و پرداخت کرتی ہے وہ خالق بھی ہے اور مالک بھی ، وہی آقا و مولیٰ اور ماویٰ و مرجع بن جاتی ہے کہ وہ رزق رساں اور حیات بخش ہے ۔ وہ رب کریم اپنی انہیں عنایاتِ منعمانہ سے الہٰ و معبود بھی ہے اور ہادی و مہدی بھی۔ غرضکہ بہت سی صفات اسی پروردگار کے لغوی اور بنیادی معنی سے مستنبط ہوتی ہیں ۔ لہٰذا رب اور اس کی ربوبیت کا تعلق رزق رسانی اور رزق سے بہت قریبی حد تک جڑا ہوا ہے ۔ اور اللہ تعالیٰ نے بطور رب اپنے رازق ہونے کا ذکر بہت تفصیل و صراحت کے ساتھ کیا ہے۔(۹۴) اوپر کے مباحث میں بھی ہم نے متعدد بار کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تین صفات خالقیت ، ربوبیت اور الوہیت ایسی ایک دوسرے کے ساتھ مربوط و منسلک اور ہم آہنگ ہیں کہ ان کو ایک دوسرے سے جدا کرنا ممکن نہیں ۔ جہاں اللہ تعالیٰ نے رازق ہونے کا ذکر کیا ہے وہاں یہ تینوں صفاتِ کمالیہ اکثر و بیشتر ساتھ ساتھ پائی جاتی ہیں ورنہ رزق رسانی کو اللہ یا خالق کی طرف منسوب کیا گیا ہے۔ لہذا یہاں تکرار سے بچنے کی خاطر ان تینوں بنیادی صفاتِ الٰہی کے حوالے سے رزق رسائی رب پر بحث کی جارہی ہے ۔

اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں صیغہ واحد غائب یا جمع متکلم میں مطلقاً رزق عطا کرنے کا ذکر کیا ہے (بقرہ ۲۵۴، انعام ۴۲، روم ۱۰، ۲۸، منافقون ۱۰، نیز ملاحظہ ہو سورہ نساء ۲۹، انعام ۱۴۰ ، ۱۵۱، انفال ۳، رعد ۲۲، ابراہیم ۳۱، نحل ۵۶، اسراء ۳۱، حج ۳۵، قصص ۵۴، سجدہ ۱۶، فاطر ۲۹، وغیرہ)

ان آیات کریمہ میں صرف انسانوں کو رزق عطا کرنے کا ذکر ہے اور اس کی مزید تفصیل نہیں کی ہے ۔ مگر بہت سی دوسری آیات میں رزق حلال و طیب اور پاکیزہ و صاف روزی کی صفت سے اس کو متصف کیا ہے (سورہ بقرہ ۱۶۸، مائدہ ۸۸، نحل ۱۱۴/ طَيِّبَاتِ مَا رَزَقْنَاكُمْ ـ ستھری چیزیں جو دیں ہم نے تم کو ، بقرہ ۵۷، ۱۷۲، نساء ۱۶۰، مائدہ ۴، ۸۷، اعراف ۳۲، ۱۵۷، ۱۶۰، انفال ۲۶، یونس ۹۳، نحل ۷۲، اسراء ۷۰، طٰہٰ ۸۱، مومنون ۵۱، غافر ۶۴، جاثیہ ۱۶، وغیرہ وغیرہ) ان آیات کریمہ میں کہیں تو رزق کے ساتھ لفظ طیبات لگایا ہے اور کہیں صرف صفت پر اکتفا کی ہے کہ اس سے رزق کا مفہوم خود بخود سمجھ میں آجاتا ہے ۔ اسی طرح مختلف تعبیرات بھی استعمال کی ہیں جن کا مطلب و

مفہوم ایک ہی ہے ۔ مثلاً رَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ (روزی دی تم کو ستھری چیزیں)

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مارَزَقْنٰكُمْ (کھاؤ ستھری چیزیں ۔ جو دیں ہم نے تم کو رَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ

(اور کھانے کو دیں (ان کو) ستھری چیزیں) اور

رزقکم اللّٰہ حلالاً طیبا

(جو اللہ نے دیا حلال ستھرا)۔ ظاہر ہے کہ ان مختلف آیات میں تعبیرات لفظی کا فرق ضرور ہے مگر ان کا مفہوم و مطلب یکساں ہے ۔ اسی طرح کہیں رزق کے ساتھ کوئی دوسری صفت بھی استعمال کی ہے جیسے سورہ ھود ۸۸ میں فرمایا:

وَرَزَقَنِیْ مِنْهُ رِزْقًا حَسَنًا

(اور اس نے روزی دی مجھ کو نیک روزی) اسی صفت کو دوسری جگہ بھی استعمال کیا ہے (سورہ حج ۵۸، نحل ۵۷) رزق کریم کے لئے ملاحظہ ہو: انفال ۴، ۷۴، حج ۵۰ ، نور ۲۶ سبا ۴، احزاب ۳۱ وغیرہ)۔ (۹۵)

نوع رزق

اللہ رب العالمین نے متعدد آیات میں رزق کی جنس اور قسم کا بھی واضح ذکر کیا ہے ۔ سورہ اعراف ۵ میں پانی کو رزق فرمایا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام اور ان کی قوم کے ضمن میں خصوصی رزق من و سلویٰ عطا فرمانے کا تذکرہ کیا :

وَاَنْزَلْنَا عَلَيْكُمُ الْمَنَّ وَ السَّلْوٰى ۭ كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَارَزَقْنٰكُمْ

(اور اتارا تم پر من و سلویٰ ۔ کھاؤ ستھری چیزیں جو دیں ہم نے تم کو)۔ اس مخصوص روزی کے عطیہ کا ذکر کئی اور آیات میں کیا ہے (سورہ اعراف ۱۶۰ ، طٰہٰ ۸۰ اور ہر جگہ اس کے اتارنے نازل کرنے کا ہی ذکر کیا ہے) سورہ بقرہ ۱۲۶ میں ہر قسم کی پیداوار (ثمرات) سے رزق عطا کرنے کا حوالہ ہے :

رَبِّ اجْعَلْ هٰذَا بَلَدًا اٰمِنًا وَّارْزُقْ اَهْلَهٗ مِنَ الثَّمَرٰتِ

(اے رب کر اس کو شہر امن کا، اور روزی دے اس کے لوگوں کو میوے...) ثمرات اور میووں سے مراد ہر قسم کی پیداوار ہے محض میوے یا پھل نہیں ۔ دعائے ابراہیمی اور وعدۂ ربانی کا حوالہ سورہ ابراہیم ۳۷ میں مزید یوں کیا ہے :

وَارْزُقْهُمْ مِّنَ الثَّمَرٰتِ لَعَلَّهُمْ يَشْكُرُوْنَ

(اور روزی دے ان کو میووں سے ، شاید یہ شکر کریں) ۔ انسان کی دعا کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیتِ مطلقہ کے سبب ثمرات کا رزق اپنے بندوں کو عطا فرمایا ۔

وَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ ۚ (البقرہ ۲۲)

(اور اتارا آسمان سے پانی، پھر نکالے اس سے میوے، کھانا تمہارا)۔ ثمرات کا ذکر بعض دوسری آیات میں اسی انداز میں کیا گیا ہے (بقرہ ۱۲۶، ۱۵۵، ۲۶۶، اعراف ۵۷، ۱۳۰، رعد ۲، ابراہیم ۳۲، ۳۷، نحل ۶۹، قصص ۵۷، فصلت ۴۷، یٰس ۳۲ وغیرہ) پھر کہیں تصریح کی کہ مختلف رنگوں کے ثمرات پیدا کئے: فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا (فاطر ۲۷) اور کہیں ان کی اقسام کی تفصیل بیان کی:

يُنْۢبِتُ لَكُمْ بِهِ الزَّرْعَ وَ الزَّيْتُوْنَ وَالنَّخِيْلَ وَالْاَعْنَابَ وَمِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ ۭ (النحل ۱۱)

(اگاتا ہے تمہارے واسطے اس سے کھیتی۔ اور زیتون اور کھجوریں اور انگور اور ہر قسم کے میوے)۔ اسی سورہ ۶۷ میں مزید تصریح فرمائی:

وَ مِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَالْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا

(اور میووں سے کھجور کے، اور انگور کے، بناتے ہو اس سے نشہ اور روزی خاص)۔ دنیاوی ثمرات کے علاوہ آخرت میں اللہ تعالیٰ اپنے نیک اور جنتی بندوں کو اسی طرح طرح طرح کے ثمرات عطا فرمائے گا:

كُلَّمَا رُزِقُوْا مِنْهَا مِنْ ثَمَرَةٍ رِّزْقًا ۙ قَالُوْا هٰذَا الَّذِيْ رُزِقْنَا مِنْ قَبْلُ وَاُتُوْا بِهٖ مُتَشَابِهًا (سورہ البقرہ ۲۵)

(جس بار ملے ان کو وہاں کا کوئی میوہ کھانے کو، کہیں یہ وہی ہے جو ملا تھا ہم کو آگے اور ان کے پاس وہ آوے گا ایک طرح کا)۔ اسی بات کو سورہ محمدؐ ۱۵ میں یوں فرمایا:

وَلَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَمَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ

(اور ان کو وہاں سب طرح کے میوے، اور معافی ہے ان کے رب سے)۔ ثمرات کے رزق کی تفصیل اللہ رب العالمین نے بعض اور آیاتِ کریمہ میں کی ہے۔ (۹۶)

مقاماتِ رزق :

اللہ تعالیٰ نے بعض آیات میں ان مقامات کی نشاندہی کی جہاں سے وہ اپنے بندوں کو رزق عطا فرماتا ہے۔

سورہ نمل ۶۴ میں ہے:

وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۭ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۭ

(اور کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے، اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ)۔ اسی بات کو سورہ سبا ۲۴ اور سورہ فاطر ۳ میں بالترتیب مختلف طریقے سے یوں فرمایا:

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ قُلِ اللّٰهُ

(تو کہہ، کون روزی دیتا ہے تم کو، آسمانوں سے اور زمین سے؟ بتا کہ اللہ)

هلْ منْ خالقٍ غيْرُ الله يرْزُقكُمْ مّن السّماء والْارْض ۰ لآ اله الّا هُو فانّٰى تُؤفكُوْن

(کوئی ہے بنانے والا اللہ کے سوا ؟ روزی دیتا ہے تم کو آسمان اور زمین سے ۔کوئی حاکم نہیں مگر وہ ، پھر کہاں سے الٹے جاتے ہو) ۔ آسمان میں انسانوں کی روزی کا ایک حوالہ سورہ ذاریات ۲۲ میں یوں ہے :

و فی السّماءِ رِزْقُكُمْ وما تُوعدُوْن

(اور آسمان میں ہے روزی تمہاری ، اور جو کچھ تم سے وعدہ کیا) سورہ ملک ۱۵ میں زمین کو انسانوں کی روزی کا مقام و منبع بتایا ہے :

هُو الّذیْ جعل لكُمُ الْاَرْض ذلُوْلًا فامْشُوْا فیْ مناكبها و كُلُوْا منْ رّزْقه ؕ والیْه النُّشُوْرُ ۝

(وہی ہے جس نے کیا تمہارے آگے زمین کو پست ، اب پھرو اس کے کندھوں پر ، اور کھاؤ کچھ روزی دی اس کی ، اور اسی کی طرف جی اٹھنا ہے)۔ اور سورہ اسراء ۷۰ میں بحروبر کو انسان کی روزی کا سرچشمہ بنایا:

ولقدْ كرّمْنا بنیْ ادم وحملْنٰهُمْ فی الْبرّ والْبحْر و رزقْنٰهُمْ مّن الطّیّبٰت و فضّلْنٰهُمْ علٰى كثیْرٍ مّمّنْ خلقْنا تفْضیْلًا ۝

(اور ہم نے عزت دی ہے آدم کی اولاد کو ، اور سواری دی ان کو جنگل اور دریا میں ، اور رزوی دی ہم نے ان کو ستھری چیزوں سے ، اور زیادہ کیا ان کو اپنے بنائے ہوئے بہت شخصوں پر ۔بڑھتی دے کر) ۔ آسمان و زمین ، بحرو بر، خشکی و تری بلندی و پستی غرضکہ ہر جگہ سے اللہ تعالیٰ انسانوں کو روزی اور رزق عطا فرماتا ہے ۔(۹۷)

رزقِ غیب:

لیکن اللہ رب العالمین کو رزق رسانی کے لئے کسی جگہ ، مقام اور سرچشمہ کی حاجت نہیں ۔ یہ بھی ایک حکمتِ الٰہی ہے کہ رزق کی فراہمی کسی کی ذاتی محنت و کوشش کا ثمرہ ہوتا ہے ۔ جدوجہد اور کوشش سے اس نے روکا نہیں بلکہ اس کے لئے اُبھارا اور برانگیختہ کیا ہے جیسلکہ اوپر کی بعض آیات میں حوالہ گذرا ۔ وہ رب العالمین انسانوں کو جہاں سے چاہتا ہے رزق عطا کرتا ہے حتیٰ کہ ان مقامات ، سرچشموں اور جگہوں سے جہاں سے ان کو سان و گمان بھی نہیں ہوتا ۔ اس حقیقت کو رب العالمین نے متعدد آیات میں مختلف اسالیب میں بیان کیا ہے ۔ سورہ طلاق ۳ میں ارشاد فرمایا:

وَمَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا ۝ وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا ۝

اور جو کوئی ڈرتا رہے اللہ سے ، وہ کر دے اس کا گذارہ ، اور روزی دے اس کو جہاں سے اس کو خیال نہ ہو ، اور جو کوئی بھروسا رکھے اللہ پر، تو وہ اس کو بس ہے ، اللہ مقرر پورا کر لیتا ہے اپنا کام، اللہ نے رکھا ہے ہر چیز کا اندازہ)۔

بلدِ حرام مکۂ مکرمہ کے باسیوں کے لئے جن آیات میں رزق کی فراہمی کا ذکر ہے وہ اسی انداز کا ہے اور اسی طرح حضرت موسیٰ اور ان کی قوم کو ایسی جگہ سے رزق عطا کیا تھا جو ان کے سان و گمان میں نہ تھی ۔ اسی طرح حضرت زکریا اور حضرت مریم کو غیب سے رزق عطا فرمایا تھا ۔ (آل عمران ۳۷) غرضکہ وہ ہر جگہ سے ان کو رزق عطا فرماتا ہے اور اس کے لئے وہ کسی مقام و جگہ کا محتاج نہیں (سورہ ہود ۸۸، نحل ۱۱۲ وغیرہ)۔ (۹۸)

تقدیرِ رزق :

رزق رسانی اور مقدارِ رزق اللہ رب العالمین کی حکمت و علم اور تقدیر پر مبنی ہے ۔ وہ جس کے لئے جتنا مناسب سمجھتا ہے اسی قدر رزق عطا فرماتا اور جیسا رزق اس شخص، ذات ، طبقہ یا قوم کے لئے بہتر سمجھتا ہے اس کا فیصلہ فرماتا ہے ۔ رزق کی فراہمی یا اس کی مقدار کی تعیین ایمان و عمل سے متعلق نہیں ہے البتہ ابتلاو آزمائشِ الٰہی سے اس کا تعلق ضرور ہے ۔ اسی طرح معیشت کی تنگی اور فراخی کا معاملہ اللہ تعالیٰ کی حکمتِ بالغہ سے متعلق ہے ایمان و کفر ، تقویٰ و فسق ، اطاعت و معصیت اور فرمانبرداری و نافرمانی سے اس کا کلّی طور سے واسطہ یا اس پر انحصار نہیں ، انحصار اور بنا تو خالص اللہ تعالیٰ کی مصلحت و حکمت اور علم و تقدیر پر ہے البتہ بعض صورتوں میں تنگی و فراخی کا سلسلہ بد عمل اور اچھے کام سے جڑ جاتا ہے ۔ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں اپنے رازق ہونے کا ذکر کیا ہے اور مطالعہ و تدبّر سے معلوم ہوتا ہے کہ رب العالمین کی ربوبیت کی ایک بڑی صفت رزق رسانی اور اس کی حد و مقدار کی تعیین بھی ہے سورہ شوریٰ ۱۹ میں ارشاد فرمایا :

اَللّٰهُ لَطِيْفٌۢ بِعِبَادِهٖ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ الْقَوِيُّ الْعَزِيْزُ ○

(اللہ نرمی رکھتا ہے اپنے بندوں پر ، روزی دیتا ہے جس کو چاہے، اور وہ ہے زور آور زبردست)۔ اسی حقیقتِ مسلمہ کو ذرا دوسرے انداز سے سورہ عنکبوت ۶۰ میں یوں بیان کیا :

وَكَاَيِّنْ مِّنْ دَآبَّةٍ لَّا تَحْمِلُ رِزْقَهَا ۖ اَللّٰهُ يَرْزُقُهَا وَاِيَّاكُمْ ۖ وَهُوَ السَّمِيْعُ الْعَلِيْمُ

(اور کتنے جانور ہیں جو اٹھا نہیں رکھتے اپنی روزی، اللہ روزی دیتا ہے ان کو ، اور تم کو ، اور وہی ہے سنتا جانتا) (۹۹) اور پھر دو آیات آگے مزید اپنے اصولِ رزق رسانی کی تشریح فرمائی :

اَللّٰهُ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَيَقْدِرُ لَهٗ ۚ اِنَّ اللّٰهَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ

(اللہ پھیلاتا ہے روزی ، جس کے واسطے چاہے اپنے بندوں میں ، اور ماپ کر دیتا ہے جس کو چاہے، بے شک اللہ ہر چیز سے خبردار ہے)۔ اللہ تعالیٰ نے رزق کی فراخی اور تنگی یا تول تول کر دینے کے اپنے اس اصول کو مختلف آیاتِ قرآنی میں کبھی انہیں الفاظ میں اور کبھی دوسرے انداز میں کئی بار بیان کیا ہے تاکہ اس کے بندوں کے یہ بات ذہن نشین ہو جائے کہ مقدارِ رزق اور اس کی تعیین ، اس کی فراہمی و ترسیل کی مانند صرف اللہ رب العالمین کا کام ہے اور کسی کا نہیں ۔ کئی آیات میں اس کی نسبت اللہ کی طرف کی ہے (جیسے سورہ رعد ۲۶ ، قصص ۸۲، زمر ۵۲) اور کسی جگہ

خالق/فاطرِ سماوات و زمین کی طرف کی ہے (جیسے سورہ شوریٰ ۱۲)۔ متعدد آیات میں اس کو رب کی طرف منسوب کیا ہے ۔ سورہ اسراء ۳۰ میں فرمایا :

انَّ ربَّكَ يَبْسُطُ الرِّزْقَ لِمَنْ يَشَآءُ و يَقْدِرُ ۔ انَّهٗ كانَ بِعِبادِهٖ خَبِيْرًاۢ بَصِيْرًا

(تیرا رب کشادہ کرتا ہے روزی ، جس کو چاہے، اور کستا ہے ، وہی ہے اپنے بندوں کو جانتا دیکھتا)۔ اسی انداز میں یہ الفاظ دیگر بعض اور آیات میں تنگی و فراخیٔ رزق کے اصولِ الٰہی کا ذکر کیا گیا ہے (سورہ سبا ۳۶، ۳۹ نیز ۱۵ وغیرہ) ۔ چونکہ رزق کی فراہمی کی طرح اس کی فراخی اور تنگی بھی سراسر اللہ رب العالمین کی حکمتِ بالغہ اور علمِ غیب پر مبنی ہے اس لئے ان عاقبت نااندیش بندوں کو ہدایت کی گئی جو اپنی اولادوں کو محض رزق کی تنگی کے خوف سے مار ڈالتے ہیں کہ وہ ایسا نہ کریں کہ اللہ رب العالمین کے کام میں دخل اندازی کے مترادف ہے ۔ اس بات کو سورہ انعام ۱۵۲ میں یوں ارشاد فرمایا :

ولا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ مِّنْ اِمْلَاقٍ ۔ نَحْنُ نَرْزُقُكُمْ وَ اِيَّاهُمْ

(اور مار نہ ڈالو اپنی اولاد مفلسی سے ، ہم رزق دیتے ہیں تم کو اور ان کو) جب کہ سورہ اسراء ۳۱ میں ارشادِ الٰہی کے الفاظ مختلف ہیں :

ولا تَقْتُلُوْٓا اَوْلَادَكُمْ خَشْيَةَ اِمْلَاقٍ ۔ نَحْنُ نَرْزُقُهُمْ وَاِيَّاكُمْ ۔ اِنَّ قَتْلَهُمْ كَانَ خِطْاً كَبِيْرًا

(اور مار نہ ڈالو اپنی اولاد کو ڈر سے مفلسی کے ، ہم روزی دیتے ہیں ان کو ، اور تم کو، بے شک ان کا مارنا بڑی چوک ہے۔)

ان دونوں آیتوں میں یہ حقیقت واضح کر دی کہ واقعی مفلسی اور تنگی آجانے کے بعد بھی ان کے قتل جیسے شنیع جرم کا ارتکاب نہ کیا جائے کہ رزق کی فراخی اور فراہمی اس اللہ رب العالمین کے ہاتھ میں ہے جس نے ان کو تخلیق کیا ہے اور ہو سکتا ہے کہ وہ جلد فراخی پیدا کر دے ۔ پھر ان کا رزق انسانوں کے ہاتھ میں ہے ہی نہیں لہٰذا ان کے قتل کرنے کا بُرا جرم وہ کیوں کریں ، وہ ان کو ان کے رازق کے حوالہ کر دیں ، ان کو قتل تو اس وجہ سے کرتے ہیں کہ یا تو ان کو بھکمری سے بچانا چاہتے ہیں یا اپنے حصۂ رزق میں ان کو شریک نہیں کرنا چاہتے حالانکہ وہ ان کا حصہ رزق خالصتاً ہے بھی نہیں جیسا انہوں نے سمجھ رکھا ہے لہٰذا ان کو ان کے حال پر چھوڑ دیں اور پھر ہو سکتا ہے کہ جتنا بھی رزق ان تک پہونچ رہا ہے وہ ان کی وجہ سے ہی مل رہا ہو جن کو وہ زندگی ہی سے محروم کر دینا چاہتے ہیں دوسری آیت میں یہ حقیقت واضح کی کہ مفلسی کی آمد کے خدشہ و اندیشہ سے ان کو قتل کرنے کا ارتکاب نہ کریں کہ آئندہ کا علم ان کے رب و مالک کو ہے جو ان کی روزی کا بندوبست کرے گا۔ (۱۰۰)

رزق میں تفضیل کی حکمت:

جس طرح اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوقات کو بالخصوص انسانوں کو جسمانی اور روحانی صلاحیتوں اور لیاقتوں میں

مختلف بنایا ہے اور ان کی درجہ بندی یا تفریق کی ہے اسی طرح اپنے انعاماتِ عامہ بالخصوص رزق کے معاملہ میں بھی تفریق کی ہے ۔ وہ کسی کو فراخیٔ رزق سے نوازتا ہے اور کسی کو تنگی و ترشی میں مبتلا کرتا ہے تاکہ انہیں آزمائے اور ان کا امتحان کرے۔ چنانچہ انسانوں میں سے بعض طبقات کو بعض پر رزق کی فراہمی کے معاملہ میں منحصر و ماتحت بنا دیا ہے مثلاً ماں باپ پر اولاد ایک خاص وقت کے لئے منحصر ہوتی ہے یا بڑھاپے میں عموماً والدین اولاد پر انحصار کرتے ہیں ۔ یا بیوی کا نان نفقہ شوہر پر واجب ہوتا ہے اور غلام کا آقا پر ۔ اسی طرح اللہ رب العالمین نے اپنی تمام مخلوقات میں عام طور سے اور انسانوں میں خاص طور سے کسی کو کسی کا ماتحت و مکفول بنا دیا ہے اور کسی کو کسی کا کفیل ، لیکن صاحبِ فضل و ثروت کو یہ حقیقت یاد رکھنی چاہئے کہ اللہ تعالیٰ ہی ان سب کو رزق عطا کرتا ہے اور ان کے ذریعہ ان کے ماتحت لوگوں اور طبقوں کو رزق فراہم کرتا ہے ۔ وہ خود صرف ذریعہ فراہمی یا ترسیل ہیں اصلاً رازق اللہ تعالیٰ ہے جیسا کہ اوپر کی آیات سے واضح ہوتا ہے ۔ اس کی مزید اور انتہائی خوبصورت تشریح اللہ رب العالمین نے سورہ نحل ۷۱ میں فرمائی ہے :

وَاللّٰهُ فَضَّلَ بَعْضَكُمْ عَلٰى بَعْضٍ فِى الرِّزْقِ ۚ فَمَا الَّذِيْنَ فُضِّلُوْا بِرَآدِّىْ رِزْقِهِمْ عَلٰى مَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ فَهُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ ۭ اَفَبِنِعْمَةِ اللّٰهِ يَجْحَدُوْنَ

(اور اللہ نے بڑائی دی تم میں ، ایک کو ایک سے روزی کی، جن کو بڑائی دی نہیں پہنچاتے اپنی روزی ان کو ، جو ان کے ہاتھ کا مال ہیں ، کہ وہ سب اس میں برابر رہیں ، کیا اللہ کے فضل سے منکر ہیں)۔ سورہ اسراء ۷۰ میں انسانوں کے رزق کے معاملہ میں ایک دوسرے پر فضیلت رکھنے کا اوپر ذکر آچکا ہے اور اس میں محض اصولی تفضیل کا ذکر کیا گیا ہے ۔ سورہ نساء ۳۴، میں مردوں کو عورتوں پر فضیلت دینے کا جو ذکر اللہ تعالیٰ نے کیا ہے اور ان کو قوام (حاکم) بنانے کا حوالہ دیا ہے اس کا ایک سبب یہ بھی قرار دیا ہے کہ وہ اپنی عورتوں پر اپنا مال خرچ کرتے ہیں ۔ اسی طرح بعض اور آیاتِ قرآنی میں کہیں صراحت کے ساتھ اور کہیں مضمر انداز میں رزق ، مال ، خیر اور فضل وغیرہ انسانوں کی باہمی درجہ بندی اور تفضیل کا ذکر کیا ہے مگر اسی کے ساتھ یہ بات بھی واضح کر دی ہے کہ ماتحتوں اور مفضولوں کا رزق حاکموں اور فضیلت والوں کے ذریعہ اللہ رب العالمین ہی فراہم کرتا ہے اور وہ خود رازق نہیں ہیں لہٰذا رازق کے فرائض نہ انجام دیں۔ (۱۰۱)

انسان اپنے محدود علم، کم عقل اور عجلت پسند فطرت کے سبب رزق میں انسانوں کے درمیان تفریق دیکھ کر اور کسی کو کسی پر فضیلت سے سرفراز پاکر خدائی نظامِ رزق میں کیڑے نکالنے لگتا ہے اور خدائے رازق و عالم پر بے انصافی اور ظلم کا الزام لگانے لگتا ہے جس طرح وہ دوسرے معاملات میں کرتا ہے ۔ اصل میں وہ تمام معاملاتِ مادی اور روحانی میں کامل مساوات اور مکمل ہم آہنگی کا تقاضا اپنی نادانی اور عاجلانہ فطرت کے سبب کرتا ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس کارخانۂ اسباب و مکافات میں مادی لیاقتوں اور روحانی صلاحیتوں میں تفریق ضروری ہے ورنہ کیسے معلوم

ہوگا کہ کون خیر سے اور خیر کے لئے جدوجہد کرتا ہے اور کون شر سے اور شر کے لئے کوشاں رہتا ہے اور پھر آزمائش تو اسی تفضیل کے نظام میں ہے ۔ یہی حال رزق میں تفضیل اور درجہ بندی کا ہے بعض عجلت پسند و نادان اس کو بنیاد بنا کر اسلام پر نکتہ چینی کرتے ہیں حالانکہ وہ روز اپنی آنکھوں سے اس حقیقت کا مشاہدہ کرتے ہیں کہ نظامِ کائنات میں کامل مساوات کا نظریہ کہیں کارفرما نہیں ہے ۔ رزق کے معاملہ میں انسان کی فطرت کا بڑا خوبصورت بیان سورہ فجر ۱۶۔۱۵ میں پیش کیا ہے :

فَاَمَّا الْاِنْسَانُ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ رَبُّهٗ فَاَكْرَمَهٗ وَ نَعَّمَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَكْرَمَنِ ○ وَاَمَّآ اِذَا مَا ابْتَلٰهُ فَقَدَرَ عَلَيْهِ رِزْقَهٗ فَيَقُوْلُ رَبِّيْٓ اَهَانَنِ ○

(سو آدمی جو ہے ، جب جانچے اس کو رب اس کا ، پھر اس کو عزت دے اور اس کو نعمت دے، تو کہے ، میرے رب نے مجھے عزت دی ، اور وہ جس وقت اس کو جانچے ، پھر کھینچ کرے اس پر روزی کی ، تو کہے ، میرے رب نے مجھے ذلیل کیا)۔ روزی کی فراخی اور تنگی دراصل عطیۂ ربانی ہے اور اس کے ذریعہ سے وہ اپنے کشادہ رزق بندوں کی اسی طرح آزمائش کرتا ہے جس طرح وہ تنگ رزق بندوں کی، اگر اول الذکر شاکر و احسان مند رہے، تو وہ کامیاب ہوئے اور اگر آخر الذکر صابر و شاکر رہے تو وہ بھی کامیابی سے ہمکنار ہوئے ورنہ دونوں کی تباہی ہے۔ رزق کی تنگی کا کسی طرح بھی ذلت و رسوائی سے تعلق نہیں ، اللہ کے کتنے بندے ہیں کہ رزق سے تنگ مگر صابر ہیں لہٰذا وہ معزز و محترم ہیں اور کتنے کشادہ رزق اور مالدار عزت و احترام سے محروم اور بندوں اور اللہ کی نگاہ میں ذلیل و رسوا ہیں۔ (۱۰۲)

رزق کی کشادگی اور فراخی کے ضمن میں اللہ رب العالمین نے ایک اہم حکمت یہ بیان فرمائی کہ اگر اللہ تعالیٰ تمام بندوں اور انسانوں کے لئے رزق وسیع و کشادہ کرتا تو وہ زمین میں بغاوت و سرکشی پر اتر آتے ۔ سورہ شوریٰ ۲۷ میں ارشاد الٰہی ہے :

وَلَوْ بَسَطَ اللّٰهُ الرِّزْقَ لِعِبَادِهٖ لَبَغَوْا فِي الْاَرْضِ وَلٰكِنْ يُّنَزِّلُ بِقَدَرٍ مَّا يَشَآءُ ۭ اِنَّهٗ بِعِبَادِهٖ خَبِيْرٌۢ بَصِيْرٌ

(اور اگر اللہ پھیلا دے روزی اپنے بندوں کو، تو دھوم اٹھادیں ملک میں ، پر اتارتا ہے ماپ کر جتنی چاہتا ہے، بے شک وہ اپنے بندوں کی خبر رکھتا ہے دیکھتا)۔ قرآن مجید کی آیات کریمہ پر تدبُّر کرنے اور تاریخ عالم کا مطالعہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ دولتمندوں نے ہی زیادہ بغاوت و سرکشی پر کمر باندھی ہے ۔ چنانچہ قارون کو جو بے انتہا دولت بفضلِ ربانی ملی تھی مگر جو اسے اپنی محنت و سلیقہ کا عطیہ سمجھتا تھا اسی کی بدولت اس نے اللہ رب العالمین سے سرکشی کی تھی جیسا کہ سورہ قصص ۷۶ وغیرہ سے معلوم ہوتا ہے اور ایسا محض اس لئے ہوا تھا کہ اس کو رزق کی کشادگی ، مال کی فضیلت حاصل تھی اور وہ اس کو فضلِ الٰہی کے بجائے اپنی محنت کا نتیجہ سمجھتا تھا ۔ اسی طرح سورہ سبا ۳۴ ، زخرف ــ ۲۳ اور اسراء ۱۶ وغیرہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ دولتمندی بے راہ کرنے اور بے اعتدال بنانے کا سبب بنتی ہے بشرطیکہ خشیتِ الٰہی کا فقدان ہو۔ (۱۰۳)

لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں میں سے جس کے لئے مناسب سمجھتا ہے اسے بلاحساب رزق عطا کرتا ہے چنانچہ متعدد آیات میں اس واقعہ کا ذکر مختلف انداز سے کیا ہے ۔ سورہ بقرہ ۲۱۲ میں ارشاد ربانی ہے :

وَاللّٰهُ يَرْزُقُ مَنْ يَّشَآءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○

(اور اللہ روزی دیوے جس کو چاہے بے شمار)۔ یہ اللہ تعالیٰ نے ان غریب و نادار مسلمانوں کے سلسلہ میں وضاحت فرمائی ہے جن کی ناداری پر کافر مذاق اڑاتے تھے اور ہنسی ٹھٹھا کرتے تھے ۔ سورہ آل عمران ۳۷ وغیرہ کے حوالہ سے حضرت مریم اور حضرت زکریا کے بلاحساب رزق فراہم کئے جانے کا حوالہ اوپر گذر چکا ہے جبکہ سورہ نور ۳۸ میں اپنے نیک و فرمانبردار مسلمان بندوں کو بلاحساب رزق عطا کرنے کا اظہار کیا ہے اور ان کو مزید فضلِ ربانی سے نوازنے کی بات کہی ہے سورہ آل عمران ۲۷ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کی زبان سے اسی بے حساب رزق عطا کرنے کا اظہار و اقرار کرایا ہے ۔ ظاہر ہے کہ جس طرح رزق کی فراہمی ، کشادگی اور تنگی اس کے ہاتھ میں ہے اسی طرح وہ جس کے لئے مناسب سمجھے بلاحساب رزق بھی عطا فرما سکتا ہے کہ وہی رب العالمین بھی ہے اور رازق بھی۔ (۱۰۴)

اللہ تعالیٰ رزّاق واحد ہے:

اللہ رب العالمین نے مثبت انداز سے صرف اس حقیقت کا اظہار نہیں کیا کہ وہ رازق واحد رازق ہے بلکہ اس نے یہ بھی صراحت کر دی کہ اس کے سوا اور کوئی رازق نہیں ہے اور غیر اللہ کے بس کی بات نہیں کہ وہ کسی کو رزق فراہم کریں کہ وہ خود اپنے رزق کے لئے رب العالمین کے محتاج ہیں ۔ گذشتہ آیات میں جہاں اس نے اپنے رازق ہونے کا اعلان کیا ہے ان میں ہی یہ حقیقت مضمر ہے مگر بعض دوسری آیاتِ سوال و جواب کے انداز میں اس حقیقت کو ظاہر کیا ہے ۔ سورہ یونس ۳۲-۳۱ میں فرمایا :

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ...فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ

(تُو پوچھ کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان اور زمین سے!... سو کہیں گے اللہ تو تُو کہہ ! پھر تم ڈرتے نہیں ، سو یہ اللہ ہے رب تمہارا سچا)۔ خود ظالموں کو اقرار ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا رب اور روزی رساں ہے ۔ اسی طرح سورہ نمل ۶۴ میں فرمایا :

وَمَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۚ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ۚ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○

(اور کون روزی دیتا ہے تم کو آسمان سے اور زمین سے؟ اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ ؟ تُو کہہ ، لاؤ اپنی سند اگر تم سچے ہو)۔ سورہ سبا - ۲۴ میں اسی حقیقت کو پھر سے بیان کیا ہے ۔ اس نکتہ کی مزید صراحت سورہ فاطر ۳ میں فرمائی :

هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ

(کوئی ہے بنانے والا اللہ کے سوا؟ روزی دیتا تم کو آسمان اور زمین سے ، کوئی حاکم نہیں مگر وہ پھر کہاں سے الٹے جاتے ہو)۔ پھر اگر اللہ تعالیٰ اپنا رزق بند کر دے، تو کون سی ذات ہے جو انسانوں اور دوسری مخلوقات کو رزق پہنچا سکے۔ سورہ ملک ۲۱ میں ارشاد ہے :

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ یَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِیْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ

(بھلا وہ کون ہے؟ جو روزی دے گا تم کو ، اگر وہ رکھ چھوڑے اپنی روزی ، کوئی نہیں! پر اڑ رہے ہیں شرارت اور بدکنے پر)۔ سورہ نحل ۳۔ میں واضح اعلان کر دیا:

وَیَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ مَا لَا یَمْلِكُ لَهُمْ رِزْقًا مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ شَیْئًا وَّلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ

(اور پوجتے ہیں اللہ کے سوا ایسوں کو ، کہ مختار نہیں ان کی روزی کے آسمان اور زمین سے کچھ اور نہ مقدر رکھتے ہیں)۔ پھر عنکبوت ۱۷ میں انسانوں کو مخاطب کر کے مزید صراحت کی :

اِنَّ الَّذِیْنَ تَعْبُدُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَا یَمْلِكُوْنَ لَكُمْ رِزْقًا فَابْتَغُوْا عِنْدَ اللّٰهِ الرِّزْقَ وَاعْبُدُوْهُ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ؕ اِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ

(بے شک جن کو پوجتے ہو اللہ کے سوا، مالک نہیں تمہاری روزی کے ، سو تم ڈھونڈو اللہ کے ہاں روزی ، اور اس کی بندگی کرو اور اس کا حق مانو ۔ اسی کی طرف پھر جاؤ گے)۔ ان آیات کریمہ پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ رزق کی نسبت اللہ اور خالق اور رب کی طرف کی گئی ہے اور جیسا کہ اوپر کہا گیا کہ یہ تینوں الٰہی صفاتِ حسنہ لازم و ملزوم ہیں اور ان کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا۔ (۱۰۵)

بہترین و غیر فانی رزق :

قرآن مجید کی متعدد آیات میں جس اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ اقدس کے بارے میں وضاحت کی ہے کہ وہ بیکراں اور غیر فانی ہے اسی طرح رزق کے معاملہ میں صراحت کر دی ہے کہ وہ بھی اپنے خالق و آقا کی مانند بیکراں اور غیر فانی ہے کہ وہ صفتِ الٰہی ہے جو ذات الٰہی سے جدا نہیں ہو سکتی ۔ بیکراں ، جاوداں اور منعمِ اعلیٰ ذات کا رزق محدود و فانی اور قلیل نہیں ہو سکتا ۔ ذکر آچکا ہے کہ وہ ذاتِ منعم و بیکراں اپنے خزانۂ غیب سے بے حساب رزق جسے چاہتی ہے عطا کرتی ہے اور کبھی کبھی تو ایسے مقامات و ذرائع سے عنایت کرتی ہے جہاں سے انسانوں اور دوسری مخلوق کو اس کی فراہمی کا گمان ہی نہیں ہوتا ۔ اگرچہ بے حساب رزق کی فراہمی میں لامحدود و غیر فانی کا مفہوم پوشیدہ ہے تاہم سورہ ص ۵۴ میں ارشاد فرما کر صراحت کر دی :

اِنَّ هٰذَا لَرِزْقُنَا مَا لَهٗ مِنْ نَّفَادٍ ○

(یہ ہے روزی ہماری دی ، اس کو نہیں نبڑنا)۔ اس آیت میں جس رزق کا حوالہ ہے وہ اگرچہ آخرت میں جنتی لوگوں کے رزق سے متعلق ہے مگر اس کا دنیا کے رزق پر بھی اطلاق ہوتا ہے ۔ کیونکہ اس ذاتِ منعم و رازق نے اپنی تمام

مخلوقات کے رزق کا ذمہ لیا ہے اسی لئے سورہ ذاریات ۵۸-۵۷ میں ارشاد فرمایا:

مَآ اُرِيْدُ مِنْهُمْ مِّنْ رِّزْقٍ وَّمَآ اُرِيْدُ اَنْ يُّطْعِمُوْنِ ○ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُوالْقُوَّةِ الْمَتِيْنُ ○

(میں نہیں چاہتا ہوں ان سے روزی نہ اور نہیں چاہتا کہ مجھ کو کھلاویں ، اللہ جو ہے وہی ہے روزی دینے والا ، زور آور، مضبوط) پھر متعدد آیات میں صراحت کی کہ وہ بہترین رازق (خَيْرُ الرَّازِقِيْنَ) ہے اور اس کی رزاقیت بھلا یہ کب گوارا کر سکتی ہے کہ اس کا رزق ختم ہو جائے ۔ چنانچہ سورہ حج ۵۸ میں فرمایا:

لَيَرْزُقَنَّهُمُ اللّٰهُ رِزْقًا حَسَنًا ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ خَيْرُ الرّٰزِقِيْنَ

(پھر البتہ ان کو دے گا اللہ روزی خاصی ، اور اللہ ہی سب سے بہتر روزی دیتا ۔) دنیاوی رزق کے ضمن میں بھی یہی وعدہ دوسری جگہوں پر کیا گیا ہے (سورہ مائدہ ۱۱۴ ، حجر ۲۰، مومنون ۷۲، سبا ۳۹، جمعہ ۱۱ وغیرہ)۔ سورہ طٰہٰ ۱۳۱ میں اس کی صاف وضاحت کر دی اور تمام لوگوں سے مستغنی کر دیا:

وَلَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖۤ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ زَهْرَةَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا لِنَفْتِنَهُمْ فِيْهِ ؕ وَرِزْقُ رَبِّكَ خَيْرٌ وَّاَبْقٰى

(اور نہ پسار اپنی آنکھیں اس چیز پر ، جو برتنے کو دی ہم نے ان بھانت بھانت لوگوں کو ، رونق دنیا کے جیتے ۔ ان کے جانچنے کو ، اور تیرے رب کی دی روزی بہتر ہے ، اور دیر رہنے والی)۔ پروردگارِ عالم کی عطا کردہ روزی نہ صرف باقی رہنے والی ہے بلکہ وہ بہتر ، عمدہ اور باعزت بھی ہے (انفال ۴، ۴، حج ۵۰، نور ۲۶، سبا ۴ اور متعدد دوسری آیات)۔(۱۰۶)

مطالبۂ رزاق :

اللہ رب العالمین نے بطور رازق اپنے آپ کو پیش کر کے اپنی پروردہ مخلوقات بالخصوص انسانوں سے یہ مطالبہ کیا کہ وہ پوری طرح اس کے مطیع و فرمانبردار اور اطاعت کیش بن جائیں ۔ ظاہر ہے کہ اس کا یہ مطالبہ اپنی جگہ صحیح ہے ۔ کیونکہ وہ ان کو زندگی دیتا پھر اس زندگی کو قائم رکھنے کے لئے طرح طرح کا رزق عطا کرتا ہے اور بے حد وحساب اور بے سان وگمان عطا کرتا ہے ۔ اس لئے انسانوں کی شکر گذاری کے جذبہ کا تقاضا بھی یہی ہے کہ وہ اپنے رازق رب کے لئے سراپا سپاس اور ہمہ تن شکر گذار بن جائیں ۔ مذکورہ بالا کئی آیات میں بھی یہ حوالہ آچکا ہے کہ ان کو گوناگوں اور عمدہ روزی اس لئے دی جا رہی ہے کہ وہ اس کے شکر گذار بنیں ، مطیع و فرمانبردار رہیں اور اس کی عبادت و پرستش کریں ۔ اپنی شکر گذاری اور فرمانبرداری کی اس نے دو صورتیں بتائیں : اول یہ کہ وہ اللہ رب العالمین اور رازق مخلوقات کی ان طریقوں سے عبادت کریں جو اس نے اپنے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ بتائے ہیں اور ہر حال میں اس کے شکر گذار رہیں ۔ اور دوسرے یہ کہ جو کچھ ان کو دیا گیا ہے اس کو دوسرے انسانوں کی بھلائی اور سماج کی فلاح و صلاح کے لئے خرچ کریں ۔ صرف اپنی ذات پر رزقِ رب کو خرچ نہ کریں بلکہ

دوسروں کو ان کا حصہ دیں چنانچہ متعدد آیات میں دوسروں پر خرچ کرنے والے مومنوں کی تعریف و توصیف کی ہے۔ سورہ فاطر ۲۹ میں فرمایا:

وَاَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ

(اور خرچ کیا کچھ ہمارا دیا چھپے اور کھلے، امیدوار ہیں ایک بیوپار کے جو کبھی نہ ٹوٹے)۔ اپنے رزق میں دوسروں کو شریک کرنے کا معاملہ صرف یہی نہیں ہے کہ اس سے انسان کے دل میں جگہ پیدا ہوتی ہے بلکہ آئندہ زندگی میں اس کو اس تجارت کا حاصل ملے گا گویا کہ وہ دوسروں پر خرچ کرکے اپنا ہی فائدہ کر رہا ہے۔ قرآن مجید میں رزق بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے جن میں سے ایک روزی روٹی کے معنی بھی شامل ہیں اور اس میں بھی شرکت غیر اخروی تجارت کا باعث بنتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کے اس دوسرے طریقہ کا ذکر بہت سی آیات میں کیا ہے (سورہ بقرہ ۳، انفال ۳، رعد ۲۲، ابراہیم ۳۱، نحل ۵۶، ۷۵، حج ۳۵، قصص ۵۴، سجدہ ۱۶، شوریٰ ۳۸ اور متعدد دوسری آیات کریمہ)۔(۱۰۷)

رب العالمین کا مطالبہ اور حق :

رب العالمین کی حیثیت میں اللہ تعالیٰ نے انسانوں سے مکمل سپردگی، کامل اطاعت اور بلا شرکتِ غیرے اطاعت کا مطالبہ کیا ہے اور ظاہر ہے کہ جو ذاتِ مطلق خالق و مالک، آقا و مولیٰ، رازق و پروردگار اور تمام صفات و کمالات کا مجموعہ اور ان کی بنا پر معبود و الٰہ ہو اور جس سے انسانوں کو اپنی زندگی اور اس زندگی کو قائم رکھنے کے لئے ہر طرح کی نعمت ملے اس کا حق ہے کہ اس کی کامل فرمانبرداری کی جائے اور اس کے سوا کسی اور کی اطاعت کا خیال تک دل میں نہ لایا جائے۔ ہر اطاعت و فرمانبرداری بشر اطاعتِ الٰہی اور فرمانبرداری ربانی کی ماتحت اور تابع ہو۔ قرآن مجید میں متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے بطور رب اپنی کامل اطاعت یعنی اسلام کا خود بھی حکم دیا ہے اور انسانوں کے مختلف طبقات سے اس کی پیروی و اتباع کا اعتراف بھی کروایا ہے۔ سورہ بقرہ ۱۳۱ میں ابوالانبیا حضرت ابراہیمؑ کے اعترافِ اسلام کا ذکر یوں فرمایا:

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗۤ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(جب اس کو کہا اس کے رب نے حکم بردار ہو بولا: میں حکم میں آیا جہان کے صاحب کے)۔ سورہ انعام ۱۴ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے مکمل سپردگی رب کا حوالہ موجود ہے۔ جبکہ سورہ آل عمران ۸۳ میں آسمان و زمین کی تمام مخلوقات کے جذبۂ اطاعت و فرمانبرداری کا ذکر کیا گیا ہے۔ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بحضور خداوند کریم اطاعت کیش ہونے کا ایک اور حوالہ سورہ غافر ۶۶ میں ہے۔ جبکہ سورہ انعام ۷۱ میں ارشاد ہے:

قُلْ اِنَّ هُدَى اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰى ؕ وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

(تو کہہ، اللہ نے راہ بتائی، وہی راہ ہے۔ اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ تابع رہیں جہان کے صاحب کے) رب العالمین یا

اللہ تعالیٰ کے مطیع و تابع رہنے کے حکم کا حوالہ اور کئی آیات میں بھی موجود ہے (انعام ۱۶۳، یونس ۷۲، نمل ۹۱، زمر ۱۲ وغیرہ) سورہ زمر ۵۴ میں ارشاد ہے :

وَ اَنِیْبُوْٓا اِلٰی رَبِّکُمْ وَاَسْلِمُوْا لَهٗ مِنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ

(اور رجوع ہو اپنے رب کی طرف اور اس کی حکم برداری کرو ، پہلے اس سے کہ آوے تم پر عذاب) ۔ جب کہ سورہ حج ۳۴ میں الہٰ واحد کے لئے تابع رہنے کا حکم ہے :

فَاِلٰهُکُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَلَهٗٓ اَسْلِمُوْا وَبَشِّرِ الْمُخْبِتِیْنَ

(سو اللہ تمہارا ایک اللہ ہے، سو اسی کے حکم میں رہو اور خوشی سنا عاجزی کرنے والوں کو) ۔ متعدد انبیائے کرام اور ان کے ماننے والوں کے اعترافِ اطاعت کا ذکر بہت سی آیات میں ہے ۔ (بقرہ ۱۲۸، ۱۳۳، ۱۳۶، آل عمران ۵۲، ۶۷، ۸۴، مائدہ ۱۱۱، نمل ۸۱، عنکبوت ۴۶، روم ۵۳، جن ۱۴ نیز ملاحظہ ہو ۔ یونس ۹۰، نمل ۴۲، قصص ۵۳، احقاف ۱۵ اور متعدد دوسری آیات) ۔ (۱۰۸)

تعدادِ صفات و اسماء الٰہی

الہٰ ، خالق اور رب کی تین بنیادی صفات کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے اور بھی بہت سی صفات اور اسماء استعمال کئے ہیں ۔ علماء اسلام اور مفسرین ، فقہاء اور متکلمین اور فلاسفہ کے درمیان اس پر اختلاف ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ کی تعداد کتنی ہے ؟ مشہورِ عام خیال یہ ہے کہ وہ ننانوے کا عدد ہے اور ایک حدیث سے بھی اس کی تائید فراہم کی جاتی ہے ۔ متکلمین اور فلاسفہ کے مختلف مکاتبِ فکر ہیں اور ہر ایک کے یہاں تعداد صفات و اسماء کا فرق ہے (۱۰۹) ۔ قرآن مجید پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اسماء الٰہی اور صفاتِ ربانی اس کی ذاتِ بیکراں کی مانند بے حد وحساب ہیں ۔ وہ تمام صفات و اسماء جو قرآن مجید اور احادیثِ نبویؐ میں مذکور ہیں اور وہ جو سب انسانی عقل و فکر کی گرفت میں آسکتے ہیں ان غیر معلوم اسماء و صفات کے مقابلہ میں بہت کم ہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے اپنا تعارف کرانے کے لئے محدود تعداد میں اپنی صفات و اسماء کا ذکر کیا ہے تاکہ اس کے بندے بالخصوص انسان اس کی ذات کو کسی حد تک سمجھ سکیں ، ورنہ اس کی صفات و اسماء کی تعداد بے شمار ہے ۔ ان میں سے بہت سے اسمائے حسنیٰ انسان کو معلوم ہو چکے ، بہت سے دوسرے اسماء و صفات غور و فکر اور تدبر سے سمجھ میں آتے رہیں گے مگر ان کی غیر محدود تعداد انسانی عقل و فہم کی گرفت سے ہمیشہ باہر رہے گی ۔ قرآن مجید اور حدیث نبویؐ میں متعدد آیات و حوالے اس مفہوم کے موجود ہیں کہ اللہ کے کلمات کو دنیا کے تمام سمندر روشنائی بن کر اور تمام درخت قلم بن کر لکھ نہیں سکتے بلکہ ان کی مدد کے لئے اگر سات سمندر اور لائے جائیں اور اتنے ہی مزید قلم فراہم کئے جائیں تب بھی مخلوق اس کی تعریف و توصیف کرنے سے قاصر رہے گی ۔ یعنی اس کی صفات و اسماء کا احاطہ

نہیں کر سکے گی ۔ البتہ قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کی اور دوسری جن اہم صفات کا ذکر کیا ہے ان پر ذیل میں مختصراً لکھا جا رہا ہے کہ محدود علم و محدود وقت بندے کی مختصر صلاحیتیں بیکران و وسیع ترین ذات کی ہزارہا ہزار صفات و اسماء کی کماحقہ تفصیل و تشریح کرنے سے قاصر ہیں ۔ اور اتنا بھی جو کچھ لکھا جا رہا ہے وہ اسی کلامِ بلاغت نظام اور تعریفِ جمیل سے کسب فیض کر کے ۔

صفاتِ جمالی و جلالی :

عام طور سے صفاتِ الٰہی کو جلالی اور جمالی دو قسموں میں منقسم کیا جاتا ہے اور ایک لحاظ سے یہ تقسیم صحیح ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کے دونوں پہلو انسان کے سامنے آتے ہیں ۔ قرآن مجید میں ان دونوں صفات کا واضح ذکر موجود ہے ۔ اللہ تعالیٰ نے کہیں اپنے آپ کو ، مالک الملک، مالک ، جبار و قہار ، متکبر و حاکم ، احکم الحاکمین، علی و کبیر اور اکبر ، قاضی و منتقم ، ذوانتقام ، عظیم و جلیل ، عزیز و قدیر ، معز ومذل ، حفیظ و رقیب ، قادر ومقتدر ، متعال و مقیت ، عادل و مقسط ، ماجد و مجید ۔ قوی ، ذو قوۃ ، فتاح و حکم ، مانع و ضار، قابض و مجید اور ذوالجلال والاکرام کہا ہے تو بہت سے مقامات پر رحمان و رحیم ، قدوس و سلام ، مومن و مہیمن ، غفار و ستار، وہاب و معطی ، غفور و عفو ، صبور و شکور ، شاکر و رشید ، حلیم و کریم ، لطیف و ولی ، مولیٰ و والی ، مجیب و واسع ، ودود و رؤف ، تواب و منیب ، حمید و محمود ، ، برّ و غنی، مغنی و ہادی ، واجد و ماجد اور بہت سے دوسرے اسمائے حسنیٰ سے تعارف کرایا ہے ۔ بلاشبہ وہ صاحبِ جلال و اکرام اور مالک کبریاء و قہاری ہے اور اس کی قدرت و عظمت ، جلالت و عظمت ، کبریائی اور بزرگی ، سطوت و شوکت ، جاہ و حشمت اور سلطنت و حکومت کے سامنے کسی کی مجال نہیں کہ وہ سر اٹھا سکے یا دم مار سکے لیکن وہ اس سے کہیں زیادہ رحمت و رافت ، مہربانی و محبت ، مہر و مروت ، حلم و کرم ، غفاری و ستاری ، ذرہ نوازی و بندہ پروری، لطف و عنایت ، بخشش و عطاء اور رحیمی و کریمی کا پیکر ہے ۔ جن صفات کو جلالی کہا جا سکتا ہے ان میں بھی ایک شانِ جمال اور پہلوئے عنایت موجود و مضمر ہے ۔ اس کی قہاری و جباری اس کی ستاری و غفاری کے ماتحت ہے ۔ اس کا انتقام و عتاب اس کے ترحم و کریمی کے تابع ہے ۔ وہ قہار و جبار و منتقم سے زیادہ رحمان و رحیم اور کریم ہے ۔ اس کی شانِ جمال اس کی حالتِ جلال پر حاوی ہے ۔ اس نے خود فرمایا:

قَالَ عَذَابِیْٓ اُصِیْبُ بِهٖ مَنْ اَشَآءُ ۚ وَرَحْمَتِیْ وَسِعَتْ كُلَّ شَیْءٍ ؕ فَسَاَكْتُبُهَا لِلَّذِیْنَ یَتَّقُوْنَ وَ یُؤْتُوْنَ الزَّكٰوةَ وَالَّذِیْنَ هُمْ بِاٰیٰتِنَا یُؤْمِنُوْنَ (اعراف ۱۵۶)

(فرمایا ، میرا عذاب جو ہے ، سو ڈالتا ہوں جس پر چاہوں ، اور میری مہر شامل ہے ہر چیز کو ، سو وہ لکھ دوں گا ان کو ، جو ڈر رکھتے ہیں ، اور دیتے ہیں زکوٰۃ ، اور جو ہماری باتیں یقین کرتے ہیں)۔ (۱۱۰)

اہم ترین صفاتِ جلالی:

(۱) اللہ ہی مالک و آقا اور مقتدرِ اعلیٰ ہے :

اگرچہ اللہ تعالیٰ کے مالک و آقا ، صاحبِ اقتدارِ اعلیٰ اور مولائے کُل ہونے کا مفہوم الٰہ اور رب میں شامل ہے اور متعدد آیات میں اس کی صراحت بھی ملتی ہے تاہم وہ ان کا اساسی و بنیادی مفہوم نہیں ہے اور ان پر بالترتیب معبود اور پروردگار ہونے کا تصور غالب ہے ۔ اس سے کم درجہ میں خالق کا معاملہ ہے کہ وہ مالک و آقا بھی متصور ہو گا مگر یہاں بھی اس کی خالقیت کا مفہوم حاوی ہے ۔ پھر اللہ تعالیٰ نے صراحت کے ساتھ اپنی مالکیت و آقائی اور اقتدار اعلیٰ کو کئی آیات میں بیان کیا ہے ۔ آیاتِ متعلقہ پر غور و تدبر کرنے سے بھی اور منطقی استدلال کے نتیجہ میں بھی یہ حقیت واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مالکیت و آقائی اور اقتدارِ اعلیٰ دراصل اس کی الوہیت و خالقیت اور ربوبیت کے ثمراتِ جلالی ہیں ۔ قرآن مجید نے ان تینوں اہم صفاتِ الٰہی کے لئے مالک ، مالک الملک ، مالک یوم الدین ، ملک ملیک مُلک اور اس کے مختلف مشتقات ، مولیٰ اور مقتدر ، قادر اور قدیر وغیرہ کے الفاظ استعمال کئے ہیں۔ (۱۱۱) اور ان کے ذریعہ اپنی مالکیت اور اقتدار پر استدلال کیا ہے ۔ ذیل میں ہم ترتیب سے ان صفاتِ الٰہی پر مختصر بحث پیش کر رہے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید کی متعدد آیات میں دنیا و آخرت دونوں میں اپنے مالک و بادشاہ اور متصرف و حکمراں ہونے کا بہت صراحت کے ساتھ ذکر کیا ہے ۔ اور اپنی مخلوقات کو بتایا ہے کہ اصلاً اسی کی حکمرانی اس کائنات میں جاری و ساری ہے ، تمام مخلوقات خواہ وہ آسمانی ہوں یا زمینی یا خلائی وہ اسی کے قبضۂ قدرت میں اور اسی کے زیرِ تصرف ہیں ، فرشتے ، آسمان و زمین شمس و قمر نجوم و کواکب ، بادل و بارش ، جمادات و نباتات ، حیوانات اور بہت سے انسان و جن اسی کی آقائی اور مالکیت کے معترف ہیں ۔ صرف ناشکرے اور عاقبت نااندیش انسان اس حقیقت کے منکر ہیں لیکن ان کا انکار و اجتناب ان کو اس کی بادشاہی اور مالکیت سے باہر نہیں کر سکتا ۔ وہ اپنی مہلت کی رسی دراز کرتا رہتا ہے اور جب ان کا پیمانۂ کفر و انکار چھلک جاتا ہے تو وہ ان کو پھر پکڑتا ہے اور پھر ان کو مزید سرکشی کی مہلت نہیں دیتا اور تب وہ بھی اس کی بادشاہی اور مالکیت کا اعتراف کرنے پر مجبور ہو جاتے ہیں ۔

اللہ تعالیٰ نے اپنی مالکیت کُلی کا بہت خوبصورت اظہار سورہ آل عمران ۷-۲۶ میں کیا ہے :

قُلِ اللّٰهُمَّ مٰلِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَآءُ وَ تَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَآءُ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَآءُ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَآءُ بِیَدِكَ الْخَیْرُ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ○ تُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّیْلِ وَ تُخْرِجُ الْحَیَّ مِنَ الْمَیِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَیِّتَ مِنَ الْحَیِّ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَآءُ بِغَیْرِ حِسَابٍ ○

(تُو کہہ ، یا اللہ ! مالک سلطنت کے ! تو سلطنت دیوے جسے چاہے ، سلطنت چھین لے جس سے چاہے اور عزت دیوے جس کو چاہے اور ذلیل کرے جسے چاہے ، تیرے ہاتھ سب خوبی ، بیشک تُو ہر چیز پر قادر ہے ۔ تُو لے آوے رات کو دن میں اور تُو لے آوے دن کو رات میں اور تُو نکالے جیتا مردے سے اور تُو نکالے مردہ جیتے سے اور تُو رزق دیوے جس کو چاہے بے شمار) اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے خالق و الٰہ اور رب ہونے سے ہی اپنے

مالک الملک ہونے پر استدلال کیا ہے ۔ اور مزید تشریح فرمادی کہ وہی ہے جو بادشاہی اور عزت سے نوازتا ہے اور وہی ہے جو گدائی اور ذلت سے ہمکنار کرتا ہے اور سارے خیر کا مالک اور ہر چیز پر قادر ہے ۔ وہ جس طرح اس دنیائے فانی میں مالک الملک ہے اسی طرح بلکہ اس سے کہیں زیادہ واضح طریقے سے مملکت آخرت کا بادشاہ ہے چنانچہ سورہ فاتحہ ۴ میں ارشاد فرمایا : ملك يوم الدّين (مالک ہے انصاف کے دن کا)۔ اس صفتِ الٰہی کی اہمیت کا اندازہ اس حقیقت سے کیا جا سکتا ہے کہ رب العالمین اور الرحمٰن الرحیم کے بعد چوتھی صفت اسی کو قرار دیا ۔ سورہ قمر ۵۵ میں اسی حقیقت کا اظہار دوسرے الفاظ میں ہوا ہے جہاں اللہ تعالیٰ کو مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ (بادشاہ جس کا سب پر قبضہ ہے) کہا گیا ہے (۱۱۲)

کئی اور آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے ملک و بادشاہ کی اصطلاح استعمال کی ہے اور اس کو اپنی الوہیت و ربوبیت سے جوڑا ہے ۔ سورہ طٰہٰ ۱۱۴ میں ارشاد ہے :

فتعلى الله الملك الحقّ

(سو بلند درجہ اللہ کا ، اس سچے بادشاہ کا) سورہ مومنون ۱۱۶ میں اس پر مزید اضافہ فرمایا :

فتعلى الله الملك الحقّ ج لا اله الّا هو ج ربّ العرش الكريم

(سو بہت اوپر ہے اللہ ، وہ سچا بادشاہ ، کوئی حاکم نہیں اس کے سوا ، مالک اس خاصے تخت کا ۔) ان دونوں آیات کریمہ میں ملک کی صفت حق لگا کر یہ سچائی عیاں کر دی کہ صرف اس کی ذات مطلق ہی اصلی بادشاہی کی حقدار ہے اور ایک طرف تو اس کی بادشاہت اور اس کے برحق ہونے میں کوئی شبہ نہیں تو دوسری طرف مخلوقات میں ہر ایک کی بادشاہی اسی کی دی ہوئی ہے وہ جسے چاہتا ہے عطا کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے محروم کرتا ہے اور یہ عروج و زوال ، کمال و انحطاط عالی مقامی اور ماتحتی کا سلسلہ روز و شب کی مانند ہر آن و ہر زمانہ میں پیش آتا رہتا ہے اور مخلوقات کی فانی بادشاہی اللہ تعالیٰ کی لافانی اور اصلی بادشاہی کی دلیل فراہم کرتی رہتی ہے کہ کوئی ایسی عظیم و فعال ہستی اور صاحبِ اقتدار اعلیٰ مطلق ہے جو اپنی لازوال بادشاہی کو ثابت کرنے کے لئے دنیاوی عارضی بادشاہی کے عروج و زوال کی نیرنگیاں دکھلاتا رہتا ہے جیسا کہ اس نے سورہ آل عمران کی مذکورہ بالا آیت میں واضح کر دیا ہے ۔ اس کی مزید صراحت سورۂ حشر ۲۳ میں فرمائی ہے جہاں اپنی بادشاہی کے لئے بہت سی اور صفات کا استعمال کیا ہے ۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ج اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ط سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○

(وہ اللہ ہے ! جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی ، وہ بادشاہ پاک ذات چنگا ، امان دیتا ، پناہ میں لیتا ، زبردست دباؤ والا ، صاحب بڑائی کا ۔ پاک ہے اللہ اس سے جو شریک بتاتے ہیں۔) اس آیتِ کریمہ میں اپنی بادشاہی اور حکمرانی کا زبردست اعلان کیا اور سورہ جمعہ ۱ میں اپنی تمام ارضی اور سماوی مخلوقات کی طرف سے اس کی بے پناہ بادشاہی کو مانتے

اور تسلیم کرنے کا ثبوت پیش کیا :

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○

(اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں ، بادشاہ پاک ذات زبردست حکمت والا) جب کہ سورہ ناس ۲ میں اسے انسانوں کا ایسا بادشاہ مَلِكِ النَّاس) بتایا گیا ہے جس کی پناہ میں لوگ تمام خطرات و پریشانیوں کے وقت آتے اور سکون پاتے ہیں ۔ درحقیقت اللہ تعالیٰ ہی وہ سچا بادشاہ ہے جو زمین و آسمان اور ان کی تمام چیزوں کا خالق و مالک ان کا ملجا و ماویٰ اور معبود اور ان کا پروردگار و آقا ہے اور جس کی بادشاہی اپنی تمام قہاری و جبروت کے باوصف رحمتِ کامل اور ظلِ الہٰی ہے ۔(۱۱۳)

بادشاہِ ارض و سما :

اللہ تعالیٰ نے متعدد آیاتِ کریمہ میں اپنے آپ کو بطور بادشاہ و حکمراں اور صاحبِ اقتدارِ اعلیٰ پیش کرنے کے ساتھ ساتھ اپنی بادشاہتِ ارض و سما جو تمام جہانوں پر محیط ہے کا بھی بہت سی آیات میں ذکر کیا ہے تاکہ انسان پر یہ حقیقت واضح ہو جائے کہ وہ محض نام کا بادشاہ نہیں جو اپنی حکمرانی اور بادشاہت کو قائم کر کے دوسروں کے حق میں دستبردار ہوگیا اور فراعینِ ارض و سما یہ نہ سمجھ لیں کہ ان کی بادشاہی اصل حکمرانی ہے بلکہ یہ بھی اچھی طرح جان لیں کہ وہ متصرف و کار فرما حکمراں اور فعال بادشاہ ہے جس کی بادشاہت جاری و ساری اور جس کا تصرف و اقتدار عامل و نافذ ہے اور نہ صرف یہ بلکہ اس کی حکمرانی اور بادشاہی کا اقرار و اعتراف تمام سلطنت اور اس کے باشندوں کو بھی ہے ۔ چنانچہ بہت سی آیات میں لفظ ملک (بادشاہی) کا لفظ استعمال کر کے اس کی نسبت اپنی طرف کی ہے ۔ سورہ بقرہ ۱۰۷ میں ارشاد فرمایا:

اَلَمْ تَعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا لَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِيٍّ وَّلَا نَصِيْرٍ ○

(کیا تجھ کو معلوم نہیں ! کہ اللہ ہی کو سلطنت ہے آسمان اور زمین کی ، اور تم کو نہیں اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مدد والا)۔ سورہ آل عمران ۱۸۹ میں یہی ارشاد کیا :

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ

(اور اللہ کو ہے سلطنت آسمان اور زمین کی ، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے) ۔ آسمان و زمین اور ان کے درمیان کی دنیا کی بادشاہت کا ذکر اور بھی کئی آیات میں کیا ہے (مائدہ ۱۸۔۱۷، ۴۰، ۱۲۰، اعراف ۱۵۸، توبہ ۱۱۶ ، نور ۴۲، فرقان ۲، ص ۱۰ ، زمر ۴۴، شوریٰ ۴۹ زخرف ۸۵، جاثیہ ۲۷، فتح ۱۴ ، حدید ۲، ۵، تغابن ۱، بروج ۹) مگر ان تمام آیات میں ایک دلچسپ حقیقت یہ نظر آتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان میں سے ہر ایک میں اپنی کسی نہ کسی شاہانہ صفت و طاقت کا ضرور اظہار کیا ہے ۔ مثلاً سورہ مائدہ کی آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بادشاہی کا اظہار ان منکرین نصاریٰ کے سامنے کیا ہے

بات دراصل یہ ہے کہ زمین و آسمان اور ان کے بیچ کی دنیا کی تمام بادشاہت اللہ کو حاصل ہے جو ہر چیز پر قادر ہے اور جو چاہتا ہے وہ تخلیق کرتا ہے ۔ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنی بادشاہی کو اپنی قدرتِ کاملہ ، تخلیقِ مخلوقاتِ کل بالخصوص تخلیق حضرت مسیح علیہ السلام کے ضمن میں بیان کیا ہے ۔ اسی سلسلہ میں سورہ مائدہ کی آیت ۱۲۰ میں بادشاہت ربانی کا ذکر ہے مگر وہاں الوہیت مسیحؑ سے صرف نظر کرکے مغفرت و عذاب ربانی سے سلسلہ جوڑ دیا گیا ہے جبکہ ۴۰ میں بلا کسی پس منظر کے اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ اور اس کے اختیار مغفرت و تعذیب کا حوالہ دیا گیا ہے ۔ سورہ فتح کی آیت میں مغفرت و عذاب اور اللہ کے غفور و رحیم ہونے سے اس کی بادشاہی کو جوڑا گیا ہے ۔ کئی آیات میں اللہ تعالیٰ کے خالق ہونے کا سلسلہ اس کی زمین و آسمان کی بادشاہت سے ملایا گیا ہے مگر ہر جگہ ایک نئے ضمن اور حوالہ سے ۔ سورہ اعراف میں حیات و موت کا خالق ہونے سے پہلے تو اللہ کی الوہیت سے سلسلہ جوڑا اور پھر رسولؐ کی بعثت سے اور اس طرح تخلیق کا تعلق ہدایت الٰہی سے قائم کر دیا ۔ سورۂ توبہ میں بھی حیات و ممات کا قدرتِ الٰہی سے ربط موجود ہے مگر اللہ تعالیٰ کے واحد ولی و ناصر ہونے اور غیر اللہ کے ان صفات سے تہی ہونے کا ذکر کیا گیا ہے ۔ سورہ فرقان میں ہر شے کے خالق ہونے اور اس کے ٹھیک ٹھیک مقدر کرنے کے حوالہ کے علاوہ نزولِ فرقان اور اپنی بادشاہی میں کسی غیر کی شرکت کی نفی اور اس کے ضمن میں کسی کے ابن اللہ ہونے کی تردید کے ساتھ ربط قائم کیا ہے سورہ نور میں بارش وغیرہ کی قدرتِ الٰہی ، چڑیوں کے ہوا میں مسخر کرنے اور طاقتِ پرواز عطا کرنے کے ساتھ یہ حقیقت اجاگر کی کہ آخری واپسی اسی اللہ کی طرف ہوگی جو زمین و آسمان کا بادشاہ ہے ۔ ہر شے کی تخلیق بالخصوص مرد و عورت کی پیدائش یا صلاحیت تولید سے محرومی کے ساتھ زمین و آسمان کی بادشاہی کو سورہ شوریٰ میں مربوط کیا ہے جبکہ سورۂ حدید میں اپنی بادشاہی کو اپنی قدرت کاملہ اور حیات و موت کی طاقت سے ربط دے کر بیان کیا ہے ۔ سورۂ نور میں جس طرح ہر چیز کا مرجع اللہ بادشاہ ارض و سما کو قرار دیا ہے اسی طرح سورۂ زمر ، سورۂ زخرف سورۂ جاثیہ اور سورہ حدید کی آیات میں کیا ہے مگر ان چاروں آیات میں رجوع طرف خداوند عالم کا پس منظر الگ الگ بیان کیا چنانچہ پہلی آیات میں چڑیوں کی اڑان ہے تو دوسری میں قیامت کا علم ، تیسری میں قیامت کے ساتھ موت و حیات اور کافروں اور منکروں کے خسارہ کا ربط ہے اور آخری میں قدرتِ کاملہ اور موت و حیات کا ذکر ہے ۔ اس پوری تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی بادشاہی کو اپنی دوسری صفات کی روشنی اور دلیل میں پیش کیا ہے تاکہ اس کے تصرف و اقتدار اور حکومت و بادشاہت کے بارے میں کوئی الجھن ،کوئی شبہہ اور کوئی ابہام نہ رہ جائے ۔ (۱۱۴)

بادشاہِ بے شریک :

بادشاہِ زمین و آسمان کی حکمرانی اور تصرف میں کوئی دوسرا شریک نہیں ، اوپر مذکورہ آیت ص ۱۰ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے اقتدارِ اعلیٰ میں کسی اور کی شرکت کا صاف انکار کیا ہے ۔ سورہ اسراء ۱۱۱ میں اس کی مزید اور روشن تردید

موجود ہے:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِىْ لَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ وَلِىٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِيْرًا ○

(اور کہہ، سراہئے اللہ کو، جس نے نہیں رکھی اولاد، نہ کوئی اس کا ساجھی سلطنت میں، نہ کوئی اس کا مددگار ذلت کے وقت، اور اس کی بڑائی کر بڑا جان کر)۔ سورہ فرقان ۲ میں اسی حقیقت کو دوسری طرح اجاگر کیا،

الَّذِىْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ يَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ يَكُنْ لَّهٗ شَرِيْكٌ فِى الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَىْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِيْرًا

(اور وہ جس کی ہے سلطنت آسمان اور زمین کی، اور نہیں پکڑا اس نے بیٹا، اور نہیں کوئی اس کا ساتھ راج میں، اور بنائی ہر چیز، پھر ٹھیک کیا اس کو ماپ کر)۔ ان دونوں آیات کریمہ میں اولاد نہ ہونے کی تردید کی اور اپنی سلطنت میں کسی غیر کی نفی کر کے اس طرح قطعی تردید کر دی کہ اولاد ہی سب سے زیادہ چہیتی ہوتی ہے۔ جب اس کی کوئی اولاد نہیں تو پھر کسی اور مخلوق کی کیا مجال کہ وہ اس کی سلطنت و پادشاہی میں کسی طرح کی شرکت کرنے کو سوچ بھی سکے۔ اسی وجہ سے موخرالذکر سورہ کی اگلی آیت میں ان مشرکوں کی حالت پر افسوس اور غصہ کا اظہار کیا ہے۔ جو غیر اللہ کو معبود بنا لیتے ہیں جو خالق ہونے کے بجائے خود مخلوق ہیں اور وہ اپنی ذات کے لئے کسی نفع و ضرر کے مالک نہیں اور نہ موت و زندگی اور نشور پر ان کا کوئی اختیار ہے۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی بادشاہی کو اپنی خالقیت و الوہیت سے مربوط کیا ہے جبکہ کئی آیات میں اس کو ربوبیت سے بھی جوڑا ہے۔ مثلاً سورہ فاطر ۱۳ میں ارشاد ہے:

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ۚ وَالَّذِيْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ مَا يَمْلِكُوْنَ مِنْ قِطْمِيْرٍ

(یہ اللہ ہے تمہارا رب، اسی کو بادشاہی ہے، اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوا، مالک نہیں ایک چھلکے کے)۔ یہاں مالکیت اور ربوبیت کے ساتھ خالقیت سے بھی اپنی بادشاہی کو مربوط کیا ہے جیسا کہ اس سے پہلے والی آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ اسی طرح سورۂ زمر ۶ میں بھی اس کی بادشاہی کو اسی کی ربوبیت کا شاخسانہ قرار دیا ہے۔ ان تمام آیات کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ خالق و مالک، الٰہ و معبود او رب و پروردگار ہونے کے سبب بادشاہ و آقا ہے اور اپنی سلطنت و پادشاہی میں نہ کسی کو شریک کرتا ہے نہ کسی کو کوئی تصرف دینے کے لئے تیار ہے۔ وہی بلاشرکت غیرے بادشاہ ہے۔(۱۱۵)

اللہ ہی بادشاہ گر ہے:

دنیاوی بادشاہوں اور حکمرانوں کی بادشاہی اور حکمرانی اور مالکانہ تصرف دراصل اسی بادشاہ کل، حکمران مطلق اور مالکِ اصلی کا عطیہ ہے جیسا کہ مذکورہ بالا کئی آیات میں پہلے بھی حوالہ آچکا ہے اور یہ بھی معلوم ہو چکا ہے کہ تاریخِ انسانی

میں آج تک کسی فرد، جماعت، طبقہ اور قوم و ملک کو مستقل تصرف اور دوامی بادشاہی عطا نہیں کی گئی ۔ وہ اللہ کی تقدیر حکیمانہ کے مطابق محض ایک مخصوص اور محدود مدت کے لئے عطا ہوئی تاکہ حضرات داؤد و سلیمان اور دوسرے اہل ایمان بادشاہوں اور حکمرانوں کی بادشہی اور حکمرانی کو اپنی الوہی حکمرانی اور بادشاہی کا ربانی پر تو اور ظل الٰہی بناکر پیش کرے اور فرعون و شداد جیسے دوسرے منکر، فاسق اور ظالم و جابر حکمرانوں کی حکومت کو قہر الٰہی بنانے کے علاوہ یہ حقیقت واضح کرے کہ جو حکمراں اپنی حکومت اور جو بادشاہ اپنی بادشاہت کو عطیۂ الٰہی نہیں سمجھتے اور اپنی ذاتی محنت کا مآل و نتیجہ جانتے ہیں وہ اپنی خواہشاتِ نفسانی کی پیروی کر کے دنیا کو ظلم و جبر اور فتنہ و فساد سے بھر دیتے ہیں ۔ لیکن اس سے زیادہ اہم یہ حقیقت واضح کرنی مقصود تھی کہ انسانی بادشاہی و حکمرانی خواہ اہل ایمان و خیر کی ہو یا اہلِ کفر و شر کی وہ مالک الملک کی عطا کردہ اور شہنشاہوں کے شہنشاہ کی عنایت کردہ ہے اور یہاں کسی کی بادشاہی اور حکمرانی کو ثبات نہیں ۔ اگر کسی کے تصرف و آقائی کو ثبات ہے تو اسی بادشاہِ مطلق اور حاکمِ کل کی بادشاہی اور حکمرانی کو جو دوسروں کو جس کو چاہتا ہے حکومت و بادشاہت کچھ دیر کے لئے عطا کر دیتا ہے ۔

و اللهُ يُؤْتِىْ مُلْكَهٗ مَنْ يَّشَآءُ ؕ و اللهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ (البقرہ ۲۴۷)

(اور اللہ دیتا ہے اپنی سلطنت جس کو چاہے اور اللہ کشایش والا ہے سب جانتا)۔ اللہ تعالیٰ نے یہ فرمان حضرت طالوت کو تمام بنو اسرائیل میں اپنا نمائندہ چن کر بادشاہت عطا کرنے کے ضمن میں جاری فرمایا ہے ۔ (ملاحظہ ہوں آیات سورہ ۵۱۔ ۲۴۷) حضرت یوسف، حضرت سلیمان اور حضرت داؤد علیہم السلام کی بادشاہی کے ضمن میں بھی یہی اعلان مضمراً یا صراحتاً کیا ہے (یوسف ۱۰۱، ص ۳۵، ص ۲۰ بالترتیب اور دوسری آیات) لیکن اس ضمن میں سب سے اہم آیت میرے خیال میں سورۂ غافر ۲۹ کی ہے جس میں ایک مومن کی زبان سے فرمایا:

يٰقَوْمِ لَكُمُ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ظٰهِرِيْنَ فِى الْاَرْضِ ۡ فَمَنْ يَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللهِ اِنْ جَآءَنَا ؕ

(اے قوم میری! تمہارا راج ہے آج، چڑھ رہے ہو ملک میں، پھر کون مدد کرے گا ہماری اللہ کی آفت سے؟ اگر آگئی ہم پر) یہاں بادشاہِ حقیقی نے واضح کر دیا کہ اس کی حکمرانی اصل ہے اور زمین کے حکمرانوں کی بادشاہی ظاہری جو اصل بادشاہی کے آتے ہی ہوا ہو جاتی ہے ۔ لہٰذا دنیا کے بادشاہِ حقیقی نے واضح کر دیا کہ اس کی حکمرانی اصل ہے اور زمین کے حکمرانوں کی بادشاہی ظاہری جو اصل بادشاہی کے آتے ہی ہوا ہو جاتی ہے ۔ لہٰذا دنیا کے بادشاہوں اور حکمرانوں اور متصرفانہ ملکیت رکھنے والوں کو یہ حقیقت نہ بھولنی چاہئے کہ اس کی حکومت و سلطنت اور ملکیت اللہ تعالیٰ کی حکومت و بادشاہت اور ملکیت کی تابع ہے اور اصل بادشاہی اسی کی ہے کہ مخلوقات کو ظاہری اختیار حاصل ہے مگر اس کی ڈور بادشاہِ مطلق کے ہاتھ میں ہے جب چاہتا ہے یہ ظاہری بادشاہی خاک میں مل جاتی ہے، انسان اپنی اوقات پر آجاتا ہے اور بادشاہ مطلق کا یہ تصرف اُجاگر ہو جاتا ہے۔ (۱۱۶)

چونکہ دنیا دارالاسباب، مقامِ مکافات اور دارالابتلا ہے لہٰذا یہاں اللہ تعالیٰ اپنے مخلوق بندوں میں سے بھی کسی کو

اپنی بادشاہت و حکمرانی کا تھوڑا سا حصہ بخش دیتا ہے اور بقیہ کائنات میں خود پس پردہ رہ کر اصل حکمرانی کرتا رہتا ہے اس لئے کوتاہ اندیش عاقبت ناشناس انسانوں کی نگاہ سے اس کی دنیاوی بادشاہت اوجھل رہ جاتی ہے اور وہ عارضی بادشاہوں ، اقتدار والوں اور متصرفانہ اختیارات کے مالکوں کی ناپائیدار حکومت و حکمرانی اور بادشاہی کو دیکھ کر اصل بادشاہ سے غافل ہو جاتے ہیں اور نقلی و عارضی کو اصل اور مستقل سمجھ لیتے ہیں حالانکہ ان کی نظروں کے سامنے روز ان کا اقتدار و حکومت کی پول کھلتی رہتی ہے ۔ لیکن جس دن اسباب و غیب کا پردہ ہٹ جائے گا اور شہودِ ربانی کا ظہور ہو گا اس دن تمام عارضی حکومتوں ، بادشاہتوں اور متصرفانہ اختیارات کا فانی سلسلہ بھی ٹوٹ جائے گا اور خدائے ذوالجلال والاکرام مالک الملک اور ملک حق کی صورت میں نمودار ہو گا اور اس کی حکمرانی اور بادشاہی کو تمام لوگ اپنی آنکھ سے جلوہ افروز ہوتے دیکھیں گے اور کسی اور کی بادشاہی ان کو کہیں نظر نہ آئے گی ۔ اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے سورہ غافر ۷۔۱۶ میں بیان کیا ہے:

يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ ۚ لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ۭ لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ۭ لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ اَلْيَوْمَ تُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ ۢ بِمَا كَسَبَتْ ۭ لَا ظُلْمَ الْيَوْمَ ۭ اِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ

(جس دن وہ لوگ نکل کھڑے ہوں گے ، چھپی نہ رہے گی اللہ پر ان کی کوئی چیز ، کس کا راج ہے اس دن ؟ اللہ کا ہے ، جو اکیلا ہے دباؤ والا ، آج بدلا پاوے گا ہر جی جیسا کمایا ۔ ظلم نہیں آج بے شک ، اللہ شتاب لینے والا ہے حساب) وہ یوم قیامت ہو گا جب بادشاہ مطلق اور مقتدرِ اعلیٰ کا تصرف و حکم پس پردہ نہیں ہو گا اور نہ کسی ذریعہ اور وسیلہ سے آئے گا بلکہ اس کی بادشاہی اور تصرف کا مظاہرہ اس طرح علی الاعلان ہو گا کہ ہر شخص اپنی نگاہ سے دیکھے اور اپنے حواس سے محسوس کرے گا ۔ اور پھر وہاں آخری بادشاہ کی عدالت لگے گی جہاں ایمان و اعمال صالحہ کا بدلا اچھا اور بلا ظلم و ستم جنت کی صورت میں ملے گا اور کفر و انکار اور بغاوت اور اعمال سیئہ کا بدلا برا اور بلا ظلم و ستم جہنم کی صورت میں ملے گا۔ اللہ تعالیٰ کی اُخروی بادشاہت کا ذکر اسی طرح اور کئی آیات میں کیا گیا ہے

وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ اسی کو سلطنت ہے جس دن پھونکا جاوے صور (سورہ انعام ۷۳)

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۭ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ راج اس دن اللہ کا ہے ، ان میں چکوتی (فیصلہ) کرے گا ، سورہ حج ۵۶:

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۨ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ۭ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ○ سورہ فرقان ۲۶ :

راج اس دن سچا ہے رحمٰن کا ، اور ہے وہ دن منکروں پر مشکل اور بعض دوسری آیات کریمہ)(۱۱۷)

بادشاہ عادل:

اپنی دنیاوی اور اخروی دونوں جہان کی بادشاہت و حکمرانی کے ضمن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک اور صفت یہ بیان کی کہ وہ ظلم و ستم نہیں کرے گا بلکہ انصاف سے دنیا میں بھی کام لیتا ہے اور آخرت میں بھی ۔ جب وہ مالکِ

کُل اور بادشاہ مطلق نظر بھی آنے گا ۔ تب بھی انصاف ہی کرے گا ۔ لہٰذا عدل اللہ تعالیٰ کی ایک اہم ترین صفت ہے جو اس کی بادشاہتِ دنیاوی و اُخروی سے ایک طرف وابستہ ہے تو دوسری طرف اس کے حکم نافذ کرنے ، فیصلہ کرنے اور قضا سنانے سے بھی جُزی ہوئی ہے ۔ قرآنِ مجید میں متعدد مقامات پر اللہ تعالیٰ کے عدل و انصاف اور قسط کا بیان بہت صراحت کے ساتھ آیا ہے ۔ مثبت طور سے بھی اور منفی انداز میں بھی ۔ چنانچہ مثبت انداز میں عدل الٰہی کا جہاں جہاں ذکر ہے اس کا ایک مختصر تجزیہ پیش کیا جاتا ہے ۔ سورہ یونس ۴۷ میں فرمایا:

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ رَّسُولٌ ۖ فَإِذَا جَاءَ رَسُولُهُمْ قُضِيَ بَيْنَهُم بِالْقِسْطِ وَهُمْ لَا يُظْلَمُونَ

(اور ہر فرقے کا ایک رسول ہے پھر جب پہنچا ان پر رسول ان کا ، فیصلہ ہوا ان میں انصاف سے ، اور ان پر ظلم نہیں ہوتا) قیامت کے فیصلہ کے ضمن میں اسی سورہ کی آیت ۴ میں فرمایا :

لِيَجْزِيَ الَّذِينَ آمَنُوا وَعَمِلُوا الصَّالِحَاتِ بِالْقِسْطِ

(تا بدلا دے ان کو جو یقین لائے تھے اور کئے تھے کام نیک انصاف سے) اللہ تعالیٰ نے نہ صرف اپنے عدل و انصاف کا ذکر کیا ہے بلکہ اپنے بندوں کو بھی عدل و انصاف کرنے کا حکم دیا اور انصاف کرنے والوں کو پسند کرنے کا متعدد آیات میں اعلان کیا ہے (لفظ قسط کے لئے ملاحظہ ہو سورہ نساء ۱۲۷، ۱۳۵، مائدہ ۸، ۴۲، انعام ۱۵۲، اعراف ۲۹، یونس ۵۴، ہود ۸۵، انبیاء ۴۷، حجرات ۹، ممتحنہ ۸، رحمٰن ۹، حدید ۲۵ وغیرہ، لفظ عدل کے لئے: سورہ نساء ۳، ۵۸، ۱۲۹، ۱۳۵، مائدہ ۸، انعام ۱۱۵، ۱۵۲، نحل ۷۶، حجرات ۹، وغیرہ) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے منفی اندازِ بیان اختیار کر کے واضح کیا کہ وہ کسی پر ظلم و ستم روا نہیں رکھتا اور نہ ہی زیادتی کرتا ہے کہ یہ اس کی رحمت سے بعید اسکی شان ربوبیت سے فروتر اور بادشاہی کے منافی ہے ۔ سورہ ہود ۱۰۱ میں فرمایا :

وَمَا ظَلَمْنَاهُمْ وَلَٰكِن ظَلَمُوا أَنفُسَهُمْ

(اور ہم نے ان پر ظلم نہ کیا ، لیکن ظلم کر گئے اپنی جان پر) اسی حقیقت کو اللہ تعالیٰ نے سورہ نحل ۳۳، ۱۱۸ سورہ زخرف ۷۶ اور سورہ آل عمران نمبر ۱۱۷ میں بھی دوسرے انداز میں بیان کیا ہے اور کئی آیات میں اللہ تعالیٰ نے ظلم کی نفی کی ہے اور حقیقت بھی یہی ہے اس عادل مہربان سے کسی ظلم و عدوان کا تصور کرنا محال ہے (سورہ بقرہ ۲۷۲، ۲۷۹، نساء ۷۷ ، انفال ۶۰ نیز ملاحظہ ہو : بقرہ ۲۸۱ ، آل عمران ۲۵، ۱۶۱ ، نساء ۴۹، ۱۲۴، انعام ۱۶۰ ، نحل ۱۱ ، اسراء ۷۱ ، مریم ۶۰، مومنون ۶۲، انبیاء ۴۷، یٰسٓ ۵۴ اور آیات کثیرہ) ۔ (۱۱۸)

(ب) صاحب جلال و جبروت :

وہ بادشاہ ارض و سماء عادل ہونے کے ساتھ ساتھ صاحبِ جلال و جبروت ، قہار و جبار ، علی و کبیر ہے اور ہر طرح کی کبریائی اور عظمت اسی کو زیب دیتی ہے ۔ اپنی جلالت و عظمت اور بزرگی و بلندی کے لئے اللہ تعالیٰ نے متعدد صفات استعمال کی ہیں ۔ کہیں فرمایا وہ متکبر اور صاحب کبریائی ہے جیسا کہ سورہ حشر ۲۳ میں اوپر مذکور ہوا یا جیسا کہ

سورہ رعد ۹ میں فرماتا ہے:

عٰلِمُ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ الْكَبِیْرُ الْمُتَعَالِ (جاننے والا چھپے اور کھلے کا، سب سے بڑا اوپر)۔

سورہ حج ۶۲ میں ارشاد ہے: وَاَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْعَلِیُّ الْكَبِیْرُ (اور اللہ وہی ہے اوپر بڑا)۔

یہی صفت سورہ لقمان ۳۰ اور سورہ سبا ۲۳ میں بیان فرمائی جب کہ سورہ غافر ۱۲ میں اپنی حکومت و فرمانروائی کے ضمن میں واضح کیا: فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِیِّ الْكَبِیْرِ (اب حکم وہی جو کرے اللہ سب سے اوپر بڑا)۔ کہیں فرمایا:

وَلَهُ الْكِبْرِیَآءُ فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ وَهُوَ الْعَزِیْزُ الْحَكِیْمُ

(جاثیہ ۳۷: اور اسی کو بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور وہی ہے زبردست حکمت والا)۔ کہیں فرمایا:

وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ (سورہ البقرہ ۲۵۵، شوریٰ ۴ (اور وہی ہے اوپر سب سے بڑا) اور کہیں کہا: اِنَّهٗ عَلِیٌّ حَكِیْمٌ شوریٰ ۵۱ (وہ سب سے اوپر ہے حکمتوں والا) اسکی بلندی و علو اور عظمت و کبریائی کا ذکر دوسرے انداز میں اور کئی آیات میں بھی ملتا ہے (نساء ۳۴، نحل ۶۰، روم ۲۷، زخرف ۴، اعلیٰ ۱، لیل ۲۰ وغیرہ) کہیں فرمایا:

وَّیَبْقٰى وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَالْاِكْرَامِ رحمٰن ۲۷ (اور رہے گا منہ تیرے رب کا بزرگی اور تعظیم والا)۔

اسی سورہ کی آیت ۷۸ میں بھی پروردگار عالم نے اپنے آپ کو ذوالجلال والاکرام فرمایا ہے۔ کہیں اپنے لئے قہار کی صفت استعمال فرمائی: ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَیْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ (سورہ یوسف ۳۹)

(بھلا کئی معبود جدا جدا بہتر؟ یا اللہ اکیلا زبردست)

سورہ ص ۶۵ میں اپنی الوہیت و وحدانیت کو اپنی قہاری سے جوڑ دیا:

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ

(تُو کہہ، میں تو یہی ہوں ڈر سنانے والا، اور حاکم کوئی نہیں مگر اللہ اکیلا دباؤ والا)۔

اسی قہاری کا ذکر سورۂ ابراہیم ۴۸، زمر ۴، اور غافر ۱۶ میں کیا ہے۔ بعض دوسری آیات میں اپنی قہاری کو اپنے بندوں پر اپنی حکومت سے جوڑ دیا ہے:

وَهُوَ الْقَاهِرُ فَوْقَ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ (سورہ انعام ۱۸۔ نیز ۶۱)

(اور اسی کا زور پہنچتا ہے اپنے بندوں پر، اور وہی ہے حکمت والا خبردار)۔

سورہ اعراف ۱۲۷ میں بھی اپنی قہاری کا واضح اعلان کیا ہے۔ کہیں اپنے آپ کو جبار کہا ہے۔ جیسا کہ سورۂ حشر ۲۳ کی مذکورہ بالا آیتِ کریمہ میں حوالہ گذر چکا ہے۔ اسی جباری اور قہاری، جلال و جبروت اور عظمت و کبریائی کا اظہار بعض دوسرے اسمائے و صفاتِ جلالی سے کیا ہے۔ کہیں اپنے آپ کو قاضی و فیصلہ کرنے والا کہا ہے:

وَاللّٰهُ یَقْضِیْ بِالْحَقِّ وَالَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهٖ لَا یَقْضُوْنَ بِشَیْءٍ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ ۝

(اور اللہ چکاتا ہے انصاف ۔ اور جن کو پکارتے ہیں اس کے سوا نہیں چکاتے ہیں کچھ ۔ بے شک اللہ جو ہے وہی ہے سنتا دیکھتا) اللہ تعالیٰ نے اپنے قاضی ہونے کا ذکر بہت سی آیات میں کیا ہے (بقرہ ۱۱۷، آل عمران ۴۷، انعام ۲، اسراء ۲۳، مریم ۳۵، احزاب ۳۶، فصلت ۱۲، حجر ٦٦، سبا ۱۴، انفال ۱۲، ۴۴، یونس ۹۳، نمل ۷۸، جاثیہ ۱۷ اور متعدد دوسری آیات)۔ ان میں قضا کا استعمال بطور خالق و زندگی بخش و موت بخش اور حاکم و مالک کے کیا ہے ۔ کہیں اپنے لئے حاکم و احکم الحاکمین اور حَکَم وغیرہ کی صفات استعمال کی ہیں ۔ سورہ انعام ۱۱۴ میں فرمایا :

افغیر اللہ ابتغیْ حکمًا وَّ ھُوَ الَّذیْ انْزَلَ الیْکُمُ الْکتٰبَ مُفصَّلاً

(اب سوا اللہ کے کسی اور کو منصف کروں؟ اور اسی نے تم کو کتاب بھیجی واضح)۔ سورہ اعراف ۸۷ میں ارشاد کیا :

فاصبرُوْا حتّٰی یحْکُمَ اللہ بیْننَا ۚ وھُو خیْرُ الْحٰکمیْنَ

(تو صبر کرو جب تک اللہ فیصلہ کرے ہمارے بیچ، اور وہ سب سے بہتر فیصلہ کرنے والا) جبکہ سورۂ یونس ۱۰۹ میں یہی بات دوسرے انداز میں کہی ہے ۔ سورۂ ہود ۴۵ میں حضرت نوح نے اور سورہ یوسف ۸۰ میں حضرت یعقوب کے فرزند اکبر نے اس کو خیر الحاکمین کہا ہے اور سورہ تین ۸ میں خود اللہ تعالیٰ نے سوال کیا ہے :

الیْس اللہ باحْکَمِ الْحٰکمیْنَ

(کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بہتر حاکم) بلاشبہ وہ احکم الحاکمین ہی نہیں بلکہ خیر الحاکمین بھی ہے۔ اسکے حکم کرنے کا ذکر بہت سی آیات میں کیا ہے (بقرہ ۱۱۳، ۲۱۳، آل عمران ۲۳، نساء ۱۴۱، مائدہ ۲)

انّ اللہ یحْکُمُ ما یُریْدُ

(اللہ حکم کرتا ہے جو چاہے)، نحل ۱۲۴، حج ٥٦، ٦٩، نور ۴۸، ۵۱، زمر ۳، ممتحنہ ۱۰ وغیرہ) جبکہ سورہ انعام ۵۷ میں واضح اعلان کر دیا :

انِ الْحُکْمُ الاَّ للّٰہِ یقصُّ الْحقَّ وھُوَ خیْرُ الْفَاصلیْنَ

(حکم کسی کا نہیں سوا اللہ کے، کھولتا ہے حق بات اور وہ ہے بہتر چکانے والا)۔ اپنے حکمِ بلاشرکتِ غیرے کا ذکر اور بہت سی آیات میں کیا ہے (انعام ٦٢، یوسف ۴۰، ٦۷، قصص ۷۰، ۸۸، اور متعدد آیات)۔ اسی طرح کہیں اپنے آپ کو انتقام والا اور منتقم کہا ہے: وَ اللہ عَزیْزٌ ذُوانْتِقَامٍ ○ (اور اللہ زبردست ہے بدلہ لینے والا)

آل عمران ۴ مائدہ ۹۵، ابراہیم ۴۷، زمر ۳۷ وغیرہ ۔ اسی طرح اللہ رب العالمین نے کہیں اپنے انتقام کو مجرموں کے جرم کی پاداش کہا ہے انَّا مِنَ الْمُجْرِمیْنَ مُنْتَقِمُوْنَ ○ سجدہ ۲۲

(مقرر ہم کو ان گنہگاروں سے بدلا لینا ہے) اسی کا اعادہ سورہ زخرف ۴۱ اور دخان ١٦ کے علاوہ بہت سی آیات میں بھی کیا ہے (سورہ اعراف ١۳٦، حجر ۷۹، روم ۴۷، زخرف ۲۵، ۵۵ اور مائدہ ۹۵ وغیرہ)۔ (۱۱۹)

اپنی کبریائی اور جلال کا ذکر کہیں رقیب کہہ کر کیا ہے کہیں مجید کی صفت سے، کہیں حفیظ اور کہیں مقیت بتا کر

اور کہیں رفیع کہہ کر ۔ سورہ غافر ۱۵ میں فرمایا :

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُوالْعَرْشِ ۚ يُلْقِى الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ ۝

(اونچے درجوں کا ، مالک تخت کا ، اتارتا ہے بھید کی بات اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں ، کہ وہ ڈراوے ملاقات کے دن سے) کہیں فرمایا :

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ مُّقِيْتًا : سورہ نساء ۸۵

(اور اللہ ہے ہر چیز کا حصہ بانٹنے والا)۔ کہیں فرمایا : اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ حَفِيْظٌ : سورہ ہود ۵۷

(تحقیق میرا رب ہے ہر چیز پر نگہبان) اسی صفت کا ذکر اور کئی آیات میں کیا ہے (مثلاً سورہ سبا ۲۱ ، شوریٰ ۶ اور کئی دوسری آیات)۔ سورۂ یوسف ۶۴ میں ایک دوسرے انداز سے اس کا ذکر کیا :

فَاللّٰهُ خَيْرٌ حٰفِظًا وَّهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ

(سو اللہ ہی بہتر نگہبان ، اور وہ ہے سب مہربانوں سے مہربان)۔ سورہ ھود ۷۳ میں ایک صفت یہ استعمال کی :اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ (وہ ہے سراپا بڑائیوں والا) اور سورہ برُوج ۱۵ میں فرمایا: ذُوالْعَرْشِ الْمَجِيْدُ (مالک تخت کا بڑی شان والا) اپنی نگرانی اور جلالت کا ایک اظہار یوں کیا :

اِنَّ اللّٰهَ كَانَ عَلَيْكُمْ رَقِيْبًا: نساء ۱

(اللہ ہے تم پر مطلع) سورہ احزاب ۵۲ میں اسی کو ہر شے کے ساتھ یوں جوڑ دیا :

وَكَانَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ رَّقِيْبًا

(اور ہے اللہ ہر چیز پر نگہبان) جبکہ سورہ مائدہ ۱۱۷ کا ذکر حضرت مسیح کے ضمن میں پہلے گذر چکا ہے ۔ لیکن ان سب جلالی صفات میں سب سے اہم اللہ تعالیٰ کے قادر وقدیر ہونے کا ذکر ہے ۔ رب ، الہٰ اور خالق کے ضمن میں اس کے قادرِ مطلق ہونے کا کافی ذکر آچکا ہے ۔ یہاں چند اہم آیات کا ذکر کرکے بقیہ کا صرف حوالہ دیا جا رہا ہے ۔

قرآن مجید میں سات جگہ قادر کی صفت استعمال ہوئی ہے جن میں سے پانچ مقامات پر موت کے بعد انسان کو دوبارہ پیدا کرنے پر اسکی قدرت سے متعلق ہے (سورہ اسراء ۹۹، یٰس ۸۱، احقاف ۳۳، قیامہ ۴۰، اور طارق ۸)۔ باقی دو آیات میں سے ایک سورہ انعام ۳۷ میں کوئی نشانی (آیت) اتارنے کی قدرت سے متعلق ہے اور دوسری میں عذابِ الٰہی بھیجنے کی قدرت سے (انعام ۶۵) ۔ اس کی جمع "قادرون" بھی اللہ تعالیٰ نے چار مقامات پر اپنے لئے استعمال کی ہے (مومنون ۱۸ ، ۹۵، معارج ۴۰ اور مرسلات ۲۳) اور ایک آیت سورہ قیامہ ۴ میں اس کو حالت نصب میں "قادرین" استعمال کیا ہے ۔ ان میں سے بیشتر مقامات پر بعث بعد الموت یا ان سے بہتر لوگوں کو پیدا کرنے کی قدرتِ الٰہی کا ذکر ہے مثلاً سورۂ معارج ۴۱-۴۰ میں ارشاد ہے :

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَ الْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ۙ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ وَمَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ۝

(سو میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں مغربوں کے مالک کی، ہم کر سکتے ہیں کہ ، بدل کر لے آویں ان سے بہتر ، اور ہم سے پیچھے (بڑھ) نہ جاویں گے)۔ اسی طرح ایک اور لفظ قدیر (بہت قدرت والا) ہے جسے اللہ تعالیٰ نے اپنی صفتِ جلالی کے طور پر پینتالیس آیات میں استعمال کیا ہے ۔ ان میں سے تقریباً پینتیس مقامات پر فقرہ

علی کُلّ شیْءٍ قدیرٌ

(ہر چیز پر قادر ہے/ہر چیز کر سکتا ہے) استعمال کیا ہے اور ظاہر ہے کے مختلف سیاق و سباق میں کیا ہے ۔ متعدد آیات میں انسانوں کی زندگی پر اپنے کلّی اختیار ، ان کو پیدا کرنے ، مارنے ، جلانے اور قیامت کے دن جواب دہی کے لئے کھڑا کرنے ، زندہ سے مردہ اور مردہ سے زندہ پیدا کرنے ، رات دن کے ادلنے بدلنے ، زمین و آسمان کی ہر شے جاننے ، عذاب و ثواب اور مغفرت و تعذیب دینے ، خیر و شر کے مالک ہونے ، قرآن و وحی اور رسولوں کے بھیجنے ، من چاہی تخلیق کرنے، مرد و عورت اور قابلِ تولید و ناقابل تولید اشخاص بنانے ، خدا کی نافرمانی کرنے کی صورت میں دوسری اطاعت کیش قوم لے آنے کا ذکر کرنے ، قیامت برپا کرنے وغیرہ جیسے اہم معاملات پر قدرت الٰہی سے استدلال کا ذکر ہے (سورہ بقرہ ۲۰، ۱۰۶، ۱۰۹، ۱۴۸، ۲۵۹، ۲۸۴، آل عمران ۲۶ ، ۲۹، ۱۶۵ ، مائدہ ۱۷، ۱۹، ۴۰، انعام ۱۷، انفال ۴۱، توبہ ۳۹، ہود ۴، نحل ۷۰، ۷۷، حج ۶، ۳۹، نور ۴۵، عنکبوت ۲۰، روم ۵۰ ، ۵۴، فاطر ۱، فصلت ۳۹، شوریٰ ۹، احقاف ۳۳، حدید ۲، حشر ۶ ، طلاق ۱۲، تحریم ۸ وغیرہ)۔ بقیہ آیات میں بعض اور سیاق میں استعمال ہوئی ہے ۔ سورہ آل عمران ۱۹۹ میں اللہ کی بادشاہی کے ضمن میں اس صفت کا استعمال ہوا ہے :

وللهِ ملك السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَىْءٍ قَدِيْرٌ (۱۰ : ۸)

(اور اللہ کو ہے سلطنت آسمان اور زمین کی ، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے)۔ اسی سیاق میں ذرا سے فرق کے ساتھ سورۃ مائدہ ۱۲۰ میں قدرت الٰہی کا ذکر کیا گیا ۔ اس میں آسمانوں اور زمینوں کی تمام چیزوں کو بھی شامل کر لیا گیا ہے ۔ جب کہ سورۃ تغابن ۱ میں اس کی ملکت و تعریف کے سیاق میں یوں ذکر آیا ہے :

لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ علی كُلِّ شَیْءٍ قدیرٌ ○

(اُسی کا راج ہے اور اُسی کو تعریف ہے ، اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے۔) اور سورۃ ملک ۱ میں ارشاد ہے :

تبٰرَكَ الَّذِىْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ علی كُلِّ شَیْءٍ قدیرٌ ○

(بڑی برکت ہے اس کی ، جس کے ہاتھ ہے راج اور وہ سب چیز کر سکتا ہے)۔ مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ نے بہت سی آیات میں اپنی متعدد صفات جلالی کا ذکر کیا ہے کہ وہ مالک یوم الدین ہے ، مالک الملک ہے ، ملک و بادشاہ ہے جبار و قہار اور ذوالجلال والاکرام ہے ، متکبر و علی و کبیر ہے ، کبریائی اسی کے لئے ہے ، وہ فتاح و قابض و رقیب و حفیظ ہے ، وہ متعال و مقتدر منتقم و ذوانتقام ہے ، وہ قاضی و حَکَم و عادل ہے ، وہ حاکم و احکم الحاکمین ہے ، غرضکہ وہ ایسا صاحبِ جلال و جبروت اور پیکر عظمت و کبریائی ہے جس کے جلال و عظمت کے سامنے کسی کی مجال نہیں کہ دم مار سکے یا سرتابی کر سکے ۔ اس کے جلال و اقتدار کا سکہ دونوں جہان میں چلتا ہے اور دراصل یہ پوری کائنات اور اُخروی

زندگی کی بیشتر چیزیں اس کے جلال و جبروت کی شاہدِ عدل ہیں ۔ (۱۲۰)

صفاتِ جمالی رحمان و رحیم

لیکن قرآنِ مجید کے اپنے بیان و اعلان کے مطابق اللہ تعالیٰ کی جمالی صفات اس کی جلالی صفات پر ایک طرح سے فوقیت رکھتی ہیں۔ وہ جلال و جبروت اور عظمت و رفعت کا پیکر تو ہے ہی مگر اس سے کہیں زیادہ رحمت و رافت ، محبت و الفت کا پیکر اور رحم و مودّت کا مالک ہے ۔ خود اس نے فرمایا ہے کہ میری رحمت ہر چیز سے وسیع ہے ۔ اسی سبب سے اللہ تعالیٰ نے سورۂ فاتحہ میں رب العالمین کے بعد اپنی جو سب سے زیادہ اہم صفت بیان کی وہ "الرحمٰن الرحیم" ہی ہے اور سورہ اسراء ۱۱۰ میں اللہ کے بالمقابل رحمٰن کو اپنا ایک اسمِ اعظم بھی قرار دیا :

قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ

(کہہ ، اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو ، جو کہہ کر پکارو گے، سو اسی کے ہیں سب نام خاصے) ۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی جمالی صفت رحمان رحیم ہی ہے اگرچہ رب العالمین کی مستزاد صفات میں اس پر کافی بحث ہو چکی ہے تاہم یہاں سلسلۂ کلام کی خاطر اللہ تعالیٰ کی اس اہم ترین صفتِ جمالی کا مختصراً تجزیہ پیش کیا جا رہا ہے ۔

قرآنِ مجید میں اناسی آیات میں لفظ رحمت استعمال ہوا ہے جن میں سے بیشتر جگہ وہ رحمتِ الٰہی کے معنوں میں آیا ہے۔ اس کے علاوہ اٹھائیس آیات میں فعل رحم کی مختلف صورتیں بیان ہوئی ہیں اور ان میں سے بھی اکثر کا تعلق اسی ذات کریم و رحیم سے ہے ۔ پھر تین آیات میں رحمتِک (تیری رحمت) ، پانچ مقامات پر رحمتنا (ہماری رحمت) دو مقامات پر رحمتی (میری رحمت) اور پچیس آیاتِ کریمہ میں رحمتہ (اس کی رحمت) کا ذکر ہے ۔ جبکہ ستاون آیاتِ قرآنی میں اس کی سب سے عظیم صفت رحمان کا حوالہ ہے اور پچانوے مقامات پر صفتِ رحیم کا تذکرہ ہے ۔ اسی کو حالت نصب میں "رحیماً" بیس آیات میں استعمال کیا ہے اور چار آیات میں اللہ تعالیٰ کو ارحم الراحمین (سب سے زیادہ رحم کرنے والا) اور دو آیتوں میں خیر الراحمین (سب سے اچھا رحم کرنے والا) بتایا گیا ہے ۔ گویا کہ مجموعی طور سے تین سو بیس آیات میں اس صفت و لفظ کا استعمال ہوا ہے ۔ اتنی کثرت سے اور گوناگوں اسالیب و انداز میں ہی اس کا تذکرہ اس کی اہمیت اُجاگر کرنے کے لئے کافی ہے ۔ (۱۲۱)

صفتِ رحمان کا تعلق اصلی اللہ سے ہے اور اس کا خوبصورت تذکرہ سورۂ بقرہ ۱۶۳ میں آیا ہے:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝

(اور تمہارا رب اکیلا رب ہے، کسی کو پوجنا نہیں اس کے سوا، بڑا مہربان ہے ، رحم والا)۔ اکثر جگہ یہ صفت جیسا کہ پہلے ذکر آیا ہے اسمِ الٰہی کے طور پر اللہ کے بدل میں استعمال ہوئی ہے (سورہ رعد ۳۰ ، اسراء ۱۱۰، مریم ۱۸، ۲۶، ۴۴۔۵، ۵۸، ۶۱، ۶۹، ۷۵، ۷۸، ۸۵، ۸۷۔۸، ۹۱۔۳، ۹۶، طٰہٰ ۵، ۹۰، ۹۔۱۰۸، انبیاء ۲۶، ۳۶، ۴۲، ۱۱۲، فرقان ۲۶، ۶۰۔۵۹،

۶۳ شعراء ۵، یٰسٓ ۱۱، ۱۵، ۲۳، ۵۲، فصلت ۲، زخرف ۱۷، ۲۰۔۱۹، ۳۳، ۳۶، ۴۵، ۸۱، ق ۸، رحمٰن ۱، حشر ۲۲، ملک ۳، ۲۰۔۱۹، نبا ۹۔۳۰) اور مختلف سیاق و سباق میں استعمال ہوئی ہے ۔ وحی بھیجنے اور رسول مبعوث کرنے، کافروں اور مشرکوں کے انکار کرنے، اللہ یا رحمٰن کہہ کر پکارنے، حضرت مریم اور حضرت ابراہیم کے قصہ کے ضمن میں، آیات الٰہی بیان کرنے، جنت عدن کے عطا کرنے، متقیوں اور غیر متقیوں کو قیامت کے دن الگ الگ کرنے، غیب کا علم رکھنے۔ اللہ تعالیٰ کے صاحب اولاد نہ ہونے اور کسی کو شریک نہ بنانے، شفاعت کا حق و اذن عطا کرنے، رات دن، آسمان زمین اور دوسری مخلوقات پیدا کرنے اور انھیں مسخر کرنے، مومنوں کے رحمٰن سے غیب میں تقویٰ اختیار کرنے، انسانوں کو مرد و عورت اولاد عطا کرنے، فرشتوں کے اولادِ الٰہی نہ ہونے وغیرہ جیسے اہم موضوعات کے ضمن میں اس صفت کا استعمال ہوا ہے ۔ ان میں ایک اہم ترین آیت سورۂ مریم ۹۳ ہے:

انْ كُلُّ منْ فِى السَّموتِ والْاَرْض اِلَّاٰاتِى الرَّحْمٰنِ عَبْدًا

(کوئی نہیں آسمان و زمین میں، جو نہ آوے رحمٰن کا بندہ ہو کر)

اور اسی سورہ کی آیت ۹۶ ہے:

انَّ الَّذيْن امنُوْا و عملُوا الصّٰلحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا

(جو یقین لائے ہیں اور کی ہیں نیکیاں، ان کو دے گا رحمٰن محبت)۔ سورہ طٰہٰ ۵ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی ایک اہم صفت اور اپنی ذات کی طرف ایک اہم اشارہ کیا ہے:

اَلرَّحْمٰنُ على الْعرْش اسْتوى

(وہ بڑی مہر والا، تخت کے اوپر قائم ہوا۔) اسی حقیقت کو سورۂ فرقان ۵۸ میں بھی بیان کیا ہے ۔ کہیں رحمان کو رب کی صفت مستزاد کے طور پر بیان کیا ہے (جیسے سورہ طٰہٰ ۹۰، انبیا ۱۱۲، نبا ۳۷) اور کہیں اللہ کی صفت مہتم بالشان کی طرح جیسے سورہ فاتحہ ۱ اور سورۂ نمل ۳۰ میں بسم اللہ الرحمٰن الرحیم (شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا) میں کیا ہے ۔ اور سچ یہ ہے کہ اسی رحمان و رحیم اللہ کے نام سے آغاز بھی ہے اور اختتام بھی (۱۲۲)

اللہ تعالیٰ کی مرکزی اور بنیادی صفت رب کے ضمن میں اس کی ایک اہم صفت رحیم کا ذکر کافی تفصیل سے آ چکا ہے اور یہ نکتہ بیان ہو چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی یہ صفت رحیم اکثر و بیشتر کسی نہ کسی اور صفتِ الٰہی کے ساتھ متصل ہو کر آئی ہے ۔ جیسے الرحمٰن الرحیم، التواب الرحیم (مہربان رحم والا)، رؤف رحیم (شفقت رکھتا مہربان)، غفور رحیم (بخشنے والا مہربان) اور زیادہ تر یہی دونوں ساتھ ساتھ بیان ہوئی ہیں، عزیز رحیم (زبردست رحم والا)، البرالرحیم (۵۲ ۲۸) (نیک سلوک رحم والا)۔ وہ بہت کم آغاز میں اور مرکزی حیثیت سے آئی ہے اور ان نادر مقامات میں سے ایک سورہ نساء ۲۹ ہے:

وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا

(اور نہ خون کرو آپس میں ، اللہ کو تم پر رحم ہے) سورۂ ہود ۹۰ دوسری ایسی آیت ہے جہاں اسے پہلے ذکر کیا ہے اگرچہ اس کے بعد بھی ایک اور صفتِ جمالی لگا دی ہے :

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْآ اِلَيْهِ ؕ اِنَّ رَبِّىْ رَحِيْمٌ وَّدُوْدٌ

(اور گناہ بخشواؤ اپنے رب سے اور اس کی طرف رجوع آؤ ، البتہ میرا رب مہربان ہے محبت والا) سورۂ اسراء ۶۶ میں انسانوں کے لئے کشتی کے دریا میں مسخر کئے جانے کے ضمن میں اس کی اس صفت کا ذکر کیا گیا ہے :

رَبُّكُمُ الَّذِىْ يُزْجِىْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِى الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○

(تمہارا رب وہ ہے جو ہانکتا ہے تمہارے واسطے کشتی دریا میں کہ تلاش کرو اس کا فضل ، وہ ہے تم پر مہربان)۔
جبکہ سورۂ یٰس ۸۵ اسے رب کی صفت مستزاد پھر بنایا گیا ہے :

سَلٰمٌ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِيْمٍ (سلام بولنا ہے ، رب مہربان سے)

اس بحث سے کہیں یہ نہ سمجھ لیا جائے کہ صفت رحیم بالکل ثانوی حیثیت کی ہے اور وہ کسی نہ کسی کے ساتھ مل کر ہی آتی ہے ۔ دراصل وہ اللہ تعالیٰ کی جمالی صفات میں سے ایک بنیادی صفت ہے جیسا کہ بسملہ میں اس کے استعمال و مقام سے معلوم ہوتا ہے اور وہ اللہ تعالیٰ کی رحمت کا اظہار بہترین طریقہ سے کرتی ہے جب کہ رحمان اللہ تعالیٰ کی صفت سے زیادہ اسم حسن یا اسم ذات بن کر اُبھرتا ہے ۔ مفسرین نے عام طور سے ان دونوں کے معانی میں زیادہ اور کم مبالغہ کا فرق روا رکھا ہے مگر بنیادی بات یہی معلوم ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے رحمان کو بطور اسمِ ذات یا اسمِ بدل استعمال کیا ہے ۔ جب کہ رحیم کو بطورِ صفت ، بلاریب اللہ تعالیٰ اپنی مخلوقات کے لئے سراپا رحم ہے کہ وہ ان کی نافرمانی ، سرکشی حتیٰ کہ کفر و انکار اور شرک تک کو اس دنیا میں ایک معین حد تک برداشت کرتا ہے اور ان کو اپنی نعمتوں سے نوازتا رہتا ہے کہ وہ ایمان لا کر اور عملِ صالح کر کے دونوں جہان میں رحمتِ الہیٰ کے پورے مستحق بنیں ۔ (۱۲۳)

(ب) محبتِ الہیٰ :

اس کی جمالی صفات میں سے ایک صفت "ودود" (محبت والا) جس کا ایک حوالہ اوپر سورۂ ہود ۹۰ کے ضمن میں گزرا ہے۔ اگرچہ اس کو صرف ایک اور مرتبہ سورۂ بروج ۱۴ میں استعمال کیا ہے۔ لیکن بعض اور آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کے اظہار کے لیے اس کے بعض اور مشتقات کا ذکر کیا ہے جیسے سورۂ مریم ۹۶ میں جس کا حوالہ بھی اوپر آ چکا ہے ۔ البتہ کئی اور آیات میں اللہ تعالیٰ نے مودت پیدا کرنے کی اپنی صفت کا ذکر ضرور کیا ہے ۔ سورۂ روم ۲۱ میں فرمایا:

وَجَعَلَ بَيْنَكُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً

(اور رکھا تمہارے بیچ پیار اور مہر) دوسری آیات میں بھی اس کا ذکر کسی نہ کسی انداز سے کیا ہے (سورہ نسا ۶۳، مائدہ ۸۲ عنکبوت ۲۵، شوریٰ ۲۳، ممتحنہ ۱، ۷) ان سے یہ بہر حال معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نہ صرف محبت کا پیکر ہے بلکہ وہ دلوں میں محبت پیدا کرنے والا بھی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی محبت کا اظہار ایک دوسرے لفظ "حُب" سے کیا ہے۔ اور متعدد آیات میں واضح کیا ہے کہ وہ کن لوگوں اور چیزوں اور اعمال سے محبت کرتا ہے اور کن سے نفرت۔ چنانچہ مُحْسِنِین (نیکی والوں) توّابِین (توبہ کرنے والوں) مُتطَهِّرِین (ستھرائی والوں) مُتَّقِین (پرہیزگاروں) صابِرِین (ثابت رہنے والوں) مُتَوَکِّلِین (توکل والوں) مُقْسِطِین (انصاف والوں) اور ان کے اعمال اور تمام خیر سے محبت کرتا ہے اور مُعْتَدِین (زیادتی والوں) کافِرِین (منکروں) ظالِمِین (بے انصافوں) مُفْسِدِین (فساد والوں) خائنین (خیانت کرنے والوں) مُسْرِفِین (اڑا دینے والوں) مُتَکَبِّرِین (غرور کرنے والوں) فَرِحِین (اترانے والوں) مُخْتال و فَخُور (اترانے اور بڑائی کرنے والوں) خوّان واثیم (دغاباز وگنہگار) خوّان و کَفُور (دغاباز و ناشکروں) وغیرہ اور ان کے افعال اور شر کو نہیں پسند کرتا۔ (سورہ بقرہ ۱۹۰، ۱۹۵، ۲۰۵، ۲۲۲، ۲۷۶ آل عمران ۳۲، ۵۷، ۷۶، ۱۳۴، ۱۴۰، ۱۴۶، ۱۴۸، ۱۵۹، النسا ۳۶، ۱۰۷، ۱۴۸، مائدہ ۱۳، ۴۲، ۶۴، ۸۷، ۹۳، انعام ۱۴۱، اعراف ۳۱، ۵۵، انفال ۵۸، توبہ ۴، ۷، ۱۰۸، نحل ۲۳، حج ۳۸، قصص ۷۶-۷۷، روم ۴۵، لقمان ۱۸، شوریٰ ۴۰، حجرات ۹، حدید ۲۳ ممتحنہ ۸ صف ۴) اللہ تعالیٰ کی محبت و پسند یا نفرت و ناپسند کا دراصل ان اعمال سے تعلق ہے جن کو اللہ تعالیٰ نے خیر و شر کے دو طبقوں/خانوں میں تقسیم کر دیا ہے۔ اس نے پہلے ہی واضح کر دیا ہے کہ خیر و ثواب کی راہ اللہ کی محبت و رضا اور اجر و ثواب اور مغفرت کی طرف لے جاتی ہے اور شر و فساد کی راہ اس کی ناپسندیدگی، خفگی، عقاب و عذاب کی طرف لے جاتی ہے۔ مگر یہاں بھی اس کی محبت اس کی خفگی پر غالب ہے کہ شر کا بدلہ تو برابر کا ملتا ہے اور توبہ سے مغفرت بھی ہو جاتی ہے مگر خیر کا ثواب دس گنا یا بے حساب عطا کرتا ہے کہ وہ ودود و غفور ہے۔ (سورۂ انعام ۱۶۱) (۱۴۴)

(ج) حلمِ الٰہی

اللہ تعالیٰ کی ایک اور صفتِ جمالی اس کا حلیم (تحمل والا) ہونا ہے۔ قرآنِ مجید میں کئی مقامات پر اپنی اس صفت کو مختلف سیاق و سباق میں بیان کیا ہے۔ سورہ بقرۃ ۲۲۵ میں انسان کے بالارادہ گناہ کرنے کے ضمن میں اپنے حلم کا اظہار کیا ہے:

لَایُؤَاخِذُکُمُ اللّٰہُ بِاللَّغْوِ فِیْٓ اَیْمَانِکُمْ وَلٰکِنْ یُّؤَاخِذُکُمْ بِمَا کَسَبَتْ قُلُوْبُکُمْ ؕ وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ

(نہیں پکڑتا تم کو اللہ ناکاری قسموں پر تمہاری، لیکن پکڑتا ہے اس کام پر، جو کرتے ہیں دل تمہارے اور اللہ بخشتا ہے تحمل والا)۔

دس آیات آگے دلوں میں باتیں چھپانے اور اللہ کے ان سے واقف ہونے کے ضمن میں پھر اس صفت کا بیان ہے جبکہ ۲۶۳ میں صدقہ تکلیف دہ کے مقابلہ قولِ معروف اور معافی کو بہتر بتانے کے سلسلہ میں ذکر کیا ہے ۔ کئی اور آیتوں میں اس کو اللہ کی طرف سے معافی دینے ، وصیت کرنے اور پسندیدہ جہان میں داخل کرنے وغیرہ کے ضمن میں استعمال کیا ہے (آل عمران ۱۵۵ ، نساء ۱۲ ، مائدہ ۱۰۱ ، حج ۵۹ ، اسراء ۴۴ ، احزاب ۵۱ ، فاطر ۴۱ اور تغابن ۱۷) ۔ ان تمام آیات پر تدبر کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اول تو اس کو پوشیدہ و مضمر امور کے ضمن میں بیان کیا ہے اور دوم اکثر آیات میں حلیم کی صفت کو غفور کے ساتھ ساتھ بیان کیا ہے (یعنی گیارہ آیات میں سے چھ مقامات پر) بقیہ آیات میں ایک جگہ غنی کی صفت استعمال کی ہے ۔ تین جگہ علیم اور باقی ایک میں شکور جو اللہ تعالیٰ کی ایک اور صفت جمالی ہے ۔ قرآن مجید میں مذکورہ بالا آیت کے علاوہ تین اور مقامات صفت شکور (قدردان) استعمال کی ہے اور دو مقامات پر اس کی ایک اور شکل یعنی شاکر ۔ سورہ بقرہ ۱۵۸ میں فرمایا :

وَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ شَاكِرٌ عَلِيْمٌ

اور جو کوئی شوق سے کرے کچھ نیکی ، تو اللہ قدردان ہے سب جانتا ہے ۔

اس ضمن میں سورہ نساء ۱۴۷ میں ارشاد کیا:

مَايَفْعَلُ اللّٰهُ بِعَذَابِكُمْ اِنْ شَكَرْتُمْ وَاٰمَنْتُمْ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ شَاكِرًا عَلِيْمًا

(کیا کرے گا اللہ تم کو ، عذاب کر کے؟ اگر تم حق مانو اور یقین رکھو اور اللہ قدردان ہے سب جانتا)۔ سورۂ فاطر ۳۰ میں بیان کیا

لِيُوَفِّيَهُمْ اُجُوْرَهُمْ وَيَزِيْدَهُمْ مِّنْ فَضْلِهٖ ۭ اِنَّهٗ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ

(تا پورے دے ان کو نیگ ان کے ، اور بڑھتی دیوے اپنے فضل سے ، تحقیق وہ ہے بخشنے والا قبول کرتا) ۔
اِسی سورہ کی آیت ۳۴ میں غم دور کرنے کے ضمن میں بندوں کی زبان سے اپنی یہ صفت بیان کرائی ، جب کہ شوریٰ ۲۳ میں ارشاد کیا :

وَمَنْ يَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِيْهَا حُسْنًا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ

(اور جو کوئی کماوے گا نیکی ، ہم اس کو بڑھا دیں گے اس کی خوبی بے شک اللہ معاف کرتا ہے ۔ حق ماننا)۔

سورہ تغابن ۱۷ میں اعلان کیا :

اِنْ تُقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا يُّضٰعِفْهُ لَكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ شَكُوْرٌ حَلِيْمٌ

(اگر قرض دو اللہ کو اچھی طرح قرض دینا، وہ دونا کر کے دے تم کو ، اور تم کو بخشے اور اللہ قدردان ہے تحمل والا)۔

ان تمام آیات میں اللہ تعالیٰ نے اپنے شکرگذار اور اطاعت کیش اور نفل خیرات کرنے والے بندوں کے اعمالِ صالحہ

نافلہ کا قدردان بنا کر پیش کیا ہے ۔ (۱۲۵)

انعام و فضلِ الٰہی :

ایک اور اسم جمالی صفت اللہ تعالیٰ کا منعم و ذوفضل (انعام و فضل کرنے والا) ہونا ہے اور قرآن مجید میں اس کا بکثرت ذکر آیا ہے ۔ کہیں اس کو ذوفضل کی صفت کی صورت میں بیان کیا اور کہیں اس کو اپنی طرف نسبت دے کر اپنا فضل (فضلہ) قرار دیا ہے ۔ نعمت کے ضمن میں اسم فاعل استعمال کرنے کے بجائے اس کو اپنی طرف منسوب کر کے ہی بیان کیا ہے ۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کو نہ گنا جا سکتا ہے اور نہ ان کا کما حقہ شکر ادا کیا جا سکتا ہے اور اسی طرح فضلِ ربانی گوناگوں اور بیکراں ہے جس کے لئے انسان جتنا شکر ادا کرے کم ہے ۔ قرآنِ مجید نے مختلف انعامات و احسانات اور ہر طرح کے فضل و کرم کے ضمن میں اپنے منعم و ذوفضل ہونے کا ذکر کیا ہے ۔ پہلے تو اس نے ایک بدیہی حقیقت بیان کی :

فَلَوْ لَافَضْلُ اللهِ عَلَيْكُمْ وَرَحْمَتُه لَكُنْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ (سورہ البقرہ ـ ۶۴)

(سو اگر نہ ہوتا فضل اللہ کا تم پر ، اور اس کی مہر ، تو تم خراب ہوتے)۔ لیکن اس کی رحمت کا تقاضا ہے جس کے سبب :

وَلٰكِنَّ اللهَ ذُوْفَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (البقرہ ـ ۲۵۱)

(لیکن اللہ فضل رکھتا ہے جہان کے لوگوں پر) ظاہر ہے کہ وہ مالک و مختار، آقا و مولا اور ربِ کُل ہونے کے ساتھ ساتھ حکیم و علیم بھی ہے ۔ لہٰذا جانتا ہے کہ کسے اپنے فضل سے نوازے اسی لیے فرماتا ہے :

قُلْ اِنَّ الْفَضْلَ بِيَدِ اللهِ ج يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ج وَاللهُ وَاسِعٌ عَلِيْمٌ ۝ (آل عمران ۷۳)

(تو کہہ بڑائی اللہ کے ہاتھ میں ہے ، دیتا ہے جس کو چاہے اور اللہ گنجائش والا ہے خبردار)۔

اسی حقیقت کو دوسرے الفاظ میں کئی جگہ یوں بیان فرمایا:

وَاللهُ يَخْتَصُّ بِرَحْمَتِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ط وَاللهُ ذُوالْفَضْلِ الْعَظِيْمِ : (بقرہ ۱۰۵) ـ آل عمران ۷۴)

(اور اللہ خاص کرتا ہے اپنی مہربانی جس پر چاہے ۔ اور اللہ کا فضل بڑا ہے)۔

اللہ تعالیٰ نے اپنے ذوالفضل العظیم ہونے کا ذکر بہت سی آیات میں کیا ہے ۔ (بقرہ ۲۴۳ ، آل عمران ۱۵۲ ، ۱۷۱ ، ۱۷۴ ، نساء ۷۰ ، ۷۳ ، ۸۳ ، ۱۱۳ ، ۱۷۵ ، مائدہ ۵۴ ، انفال ۲۹ ، یونس ۵۸ ، ۶۰ ، ہود ۳ ، ۲۷ ، یوسف ۳۸ ، نور ۱۰ ، ۱۴ ، ۲۰-۲۱ ، نمل ۱۶ ، ۴۰ ، ۷۳ ، فاطر ۳۲ ، غافر ۶۱ ، شوریٰ ۲۲ ، حدید ۲۱ ، ۲۹ ، جمعہ ۴ ، ۱۰ وغیرہ) ۔

ان تمام آیات کریمہ میں اپنے فضل و کرم کا ذکر مختلف سیاق میں کیا ہے مثلاً ان کی تخلیق ، ہدایت بخشی ، مغفرت و گناہ بخشی اور متعدد دوسرے انعامات الٰہی کے پس منظر میں ۔ لیکن انسان ایسا ناشکرا ہے کہ اس کا کسی

طرح شکر نہیں ادا کرتا چنانچہ کئی آیات میں اس تلخ حقیقت کو بھی بیان کیا ہے :

اِنَّ اللہَ لَذُوْفَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَلٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ

(اللہ تو فضل رکھتا ہے لوگوں پر ، لیکن اکثر لوگ شکر نہیں کرتے)۔

(سورہ بقرہ ۲۴۳ ، یونس ٦٠ ، نمل ۷۳ ، غافر ٦١) وغیرہ (۱۳٦)

اگرچہ قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لیے منعم یا نعمت کے اسم فاعل کا ذکر نہیں کیا ہے تاہم اپنی نعمتوں کا مختلف سیاق و سباق میں بیان پیش کیا ہے اور بلاشبہہ وہ منعموں کا منعم اور محسنوں کا محسن ہے ۔ اس کے احسانات و انعامات اتنے زیادہ ہیں کہ وہ حد و شمار سے خارج ہیں اور اس حقیقت کا اظہار متعدد آیات میں کیا ہے :

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَۃَ اللہِ لَاتُحْصُوْھَا ؕ اِنَّ اللہَ لَغَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ (نحل ۱۸)

(اور اگر گنو نعمتیں اللہ کی ، نہ پورا کر سکو ، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے)۔

جن دوسری آیات میں اللہ تعالیٰ کی بے حد و حساب نعمتوں کا ذکر ہے ان میں سورۂ ابراہیم ۳۴ بھی شامل ہے جس میں ان نعمتوں کی تعداد اور اللہ تعالیٰ کی نعمت کی وسعت و حد کا اندازہ بھی ہوتا ہے :

وَاٰتٰکُمْ مِّنْ کُلِّ مَا سَاَلْتُمُوْہُ ؕ وَ اِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَتَ اللہِ لَاتُحْصُوْھَا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَظَلُوْمٌ کَفَّارٌ

(اور دیا تم کو ہر چیز میں سے جو تم نے مانگی ، اور اگر گنو احسان اللہ کے ، نہ پورے کر سکو ، بے شک آدمی بڑا بے انصاف ہے ناشکر)۔

ان تمام ربانی انعامات کا شمار تو ناممکن ہے مگر جو موٹے موٹے انعامات اس منعمِ حقیقی نے انسانوں پر کئے ان کا صرف ایک مختصر حوالہ دیا جا سکتا ہے ۔ ان میں انسان کی تخلیق ، ان کی پرورش کے لیے رزق کی فراہمی ، ان کی روحانی بھوک مٹانے کے لئے ہدایت ربانی کا بشکل وحی اور رسولؐ نازل کرنا ، برائی اور شر سے بچانا ، تجارت وغیرہ کے ذریعے رزق عطا کرنا ، انسانوں کے فائدہ کے لئے جانوروں کو مسخر کرنا ، سمندر و دریا میں کشتیوں کو جاری و مسخر کرنا ، انسانوں کو ہدایت دینا ، ان کے درمیان محبت و مودّت پیدا کرنا ، اور دوسری بہت سی نعمتوں سے نوازنا شامل ہے اور اس سلسلہ میں انبیائے سابقین جیسے حضرت موسیٰ ، حضرت عیسیٰ علیہما السلام وغیرہ اور متعدد گذشتہ قوموں جیسے بنو اسرائیل ، قومِ سبا وغیرہ کی نعمتوں کا حوالہ دے کر اپنے انعامات و احسانات پر ایک طرح سے استدلال پیش کیا ہے ۔ بلاریب اللہ رب العالمین کی نعمتوں کا شمار کرنا ناممکن ہے کیونکہ وہ بیحد و حساب ہیں اور اگر اللہ توفیق نہ دے تو انسان کے بس کا کام نہیں ۔ منعم حقیقی کے ذکرِ جمال کے لیے ملاحظہ ہوں : سورہ بقرہ ۲۳۱ ، آل عمران ۱۰۳ ، ۱۷۱ ، ۱۷۴ ، مائدہ ۷ ، ۱۱ ، ۲۰ ، انفال ۵۳ ، ابراہیم ٦ ، ۲۸ ، ۳۴ ، نحل ۵۳ ، ۷۱-۷۲ ، ۸۳ ، ۱۱۴ ، شعراء ۲۲ ، عنکبوت ٦۷ ، لقمان ۳۱ ، احزاب ۹ ، فاطر ۳ ، صافات ۵۷ ، زمر ۸ ، ۴۹ ، زخرف ۱۳ ، حجرات ۸ ، طور ۲۹ ، قمر ۳۵ ، قلم ۲ ، ۴۹ ، لیل ۱۹ ، ضحیٰ ۱۱ اور متعدد دوسری آیات۔)

منعم و محسن اور صاحبِ فضل کی ایک اور مترادف جلی صفت جو اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے بیان کی ہے وہ وہاب (دینے والا) ہے اور وہ ہر قسم کی نعمت و رحمت کی عطا کے لئے استعمال کی گئی ہے ۔ سورہ آل عمران ۸ میں ارشاد ہے :

وَهَبْ لَنَا مِنْ لَدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ

(اور دے ہم کو اپنے پاس سے مہربانی ، تو ہی سب دینے والا)۔

یہاں وہاب ہدایت کے بعد گمراہی اور دل کی کجی سے بچانے کی رحمت و احسان کے پس منظر میں کہا ہے ۔ جب کہ سورہ ص ۹ میں وحی ربانی اور رسالت کے ضمن میں فرمایا ہے اور اس کو رحمتِ رب سے جوڑ دیا ہے :

اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَحْمَةِ رَبِّكَ الْعَزِيْزِ الْوَهَّابِ

(کیا ان کے پاس ہیں خزانے تیرے رب کی مہر کے ؟ جو زبردست ہے بخشنے والا)۔

اور اسی سورہ کی آیت ۳۵ میں حضرت سلیمانؑ کی دعائے سلطنتِ دنیا کے ضمن میں ذکر آیا ہے جس کا حوالہ اوپر آ چکا ہے ۔ اسم مبالغہ کے اس ذکر کے علاوہ فعل کی مختلف شکلوں میں اس کا ذکر کیا ہے اور وہ بھی مختلف سیاق و سباق میں ۔ مثلاً حضرت ابراہیمؑ کو بڑھاپے میں حضرات اسمٰعیلؑ و اسحٰقؑ کے علاوہ حضرت یعقوبؑ عطا فرمائے : (سورہ انعام ۸۴ ، ابراہیم ۳۹ مریم ۴۹ ، انبیاء ۷۲ ، عنکبوت ۲۷ ، حضرت موسیٰؑ کو ان کے بھائی حضرت ہارونؑ بطور نبی عطا کئے (مریم ۵۳ د) حضرت زکریاؑ کو حضرت یحییٰؑ کا تحفہ دیا (انبیاء ۹۰) حضرت داؤدؑ کو حضرت سلیمانؑ جیسا فرزند دیا (ص ۳۰) حضرت ایوبؑ کو ان کی صابر و شاکر اہلیہ اور اہل دیے (ص ۴۳) اور اس سے زیادہ ان کو نبوت و رسالت سے سرفراز کیا (مریم ۵۰) ۔ عام انسانوں کو وہ نہ صرف اولاد نرینہ و مادہ عطا کرتا ہے بلکہ ان کی اولاد و ازواج سے آنکھوں کی ٹھنڈک ، دل کا چین عطا کرتا ہے (شوریٰ ۴۹ اور فرقان ۷۴ ، بالترتیب) اسی طرح اللہ تعالیٰ نے لفظ اعطیٰ (عطا کیا) اور لفظ اٰتی (دیا) کے ذریعہ بھی اپنی نعمتوں کے عطا کرنے اور اپنے معطی ہونے کا ذکر متعدد آیات میں کیا ہے اور گوناگوں نعمتوں کے علاوہ طرح طرح کے سیاق و سباق میں ذکر کیا ہے (ملاحظہ ہو : اعطیٰ کے لئے : طٰہٰ ۵۰ ، ضحیٰ ۵ ، کوثر ۱ ، نیز ہود ۸۱ اسراء ۲۰ ، ۳۹ اور نبا ۳۶ ، اٰتی کے لئے : بقرہ ۲۵۱ ، ۲۵۸ ، آل عمران ۱۴۸ :

(فَاٰتٰهُمُ اللّٰهُ ثَوَابَ الدُّنْيَا وَحُسْنَ ثَوَابِ الْاٰخِرَةِ ط

(پھر دیا ان کو اللہ نے ، ثواب دنیا کا بھی اور خوب ثواب آخرت کا ، آل عمران ۱۷۰ ، ۱۸۰ ، نساء ۲۷ ، ۵۴ ، مائدہ ۲۰ ، ۴۸ ، انعام ۱۶۵ ، نور ۳۳ ، نمل ۳۶ ، حشر ۷ ، محمدؐ ۱۷ اور متعدد دوسری آیات کریمہ ۔ (۱۲۷)

(د) دعاؤں کو سُننے والا :

اللہ تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت کا تقاضا ہے کہ وہ انسانوں کی دعاؤں کو قبول کرے اور اپنے مخصوص بندوں کو بلا مانگے بھی عطا فرمائے مگر وہ دعاؤں کو سننا اور قبول کرنا زیادہ پسند کرتا ہے کہ وہ اس کے عطا کرنے والے رب کی صفت کو اجاگر کرتی ہیں ۔ اسی لیے اس نے قرآن مجید میں کئی جگہ اپنے آپ کو مجیب (دعائیں سننے والا) اور سمیع

الدعاء (دعا سننے والا) بھی کہا ہے ۔ یہ اس کی ایک اہم جمالی صفت ہے جس کا ذکر بہت سے دوسرے سیاق و سباق میں بھی ملتا ہے ۔ مغفرت و انابت الی اللہ کے ضمن میں سورہ ہود ۶۱ میں فرمایا :

فَاسْتَغْفِرُوْهُ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَيْهِ اِنَّ رَبِّيْ قَرِيْبٌ مُّجِيْبٌ

(سو بخشواؤ اس سے ، اور اس کی طرف آؤ ، تحقیق میرا رب نزدیک ہے قبول کرنے والا)

حضرت نوحؑ کی دعا کے جواب میں ارشاد ہوا :

وَلَقَدْ نَادٰىنَا نُوْحٌ فَلَنِعْمَ الْمُجِيْبُوْنَ (صافات ۷۵)

اور ہم کو پکارا تھا نوحؑ نے ، سو کیا خوب پہنچنے والے ہیں پکار پر ۔

اور یہ کوئی حضرت نوحؑ کے ساتھ مخصوص سلوک نہیں تھا وہ سب کی سنتا ہے ۔

وَاِذَا سَاَلَكَ عِبَادِيْ عَنِّيْ فَاِنِّيْ قَرِيْبٌ ؕ اُجِيْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ فَلْيَسْتَجِيْبُوْا لِيْ وَلْيُؤْمِنُوْا بِيْ لَعَلَّهُمْ يَرْشُدُوْنَ ○ (البقرہ ۱۸۶)

(اور جب تجھ سے پوچھیں ، بندے میرے مجھ کو ، تو میں نزدیک ہوں ، پہونچتا ہوں پکارتے کی پکار کو ، جس وقت مجھ کو پکارتا ہے ، تو چاہیے کہ حکم مانیں میرا ، اور یقین لاویں مجھ پر ، شاید نیک راہ پر آویں ۔)

سورہ نمل ۶۲ میں ایک خاص حالت میں دعا قبول کرنے کا ذکر ہے :

اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَيَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَيَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ

(بھلا کون پہونچتا ہے پھنسے کی پکار کو ؟ جب اس کو پکارتا ہے اور اٹھا دیتا ہے برائی اور کرتا ہے تم کو نائب زمین پر ۔ سورہ غافر ۶۰ میں اعلان عام کرتا ہے

وَقَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ

(اور کہتا ہے تمہارا رب ، مجھ کو پکارو کہ پہونچوں تمہاری پکار کو)۔

اور اپنے اس دعویٰ کے اثبات و ثبوت کے طور پر اس نے متعدد نبیوں ، لوگوں کی دعاؤں کے خاص خاص اوقات پر قبول کرنے کا حوالہ کئی آیات میں دیا ہے (انفال ۹ ، انبیاء ۷۶ ، ۸۴ ، ۸۸ ، ۹۰ وغیرہ) اور اس سے بڑھ کر اس نے ایک انتہائی شاندار اور خوش کن وعدہ اپنے بندوں سے کیا ہے جس پر اس کے گنہگار بندے جتنا شکر کریں کم ہے ۔ سورہ آل عمران ۱۹۵ میں فرمایا:

فَاسْتَجَابَ لَهُمْ رَبُّهُمْ اَنِّيْ لَآ اُضِيْعُ عَمَلَ عَامِلٍ مِّنْكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى ۚ

(پھر قبول کی ان کی دعا ، ان کے رب نے کہ میں ضائع نہیں کرتا محنت ، کسی محنت کرنے والے کی تم میں سے مرد یا عورت ۔ (۱۲۸)

اللہ ہی ولی و مولیٰ ہے :

یوں تو اللہ تعالیٰ کی جمالی صفات اس کی جلالی صفات کی طرح بے حد و بے حساب ہیں اور ان کا شمار کرنے سے مخلوق کی زبان عاجز ہے اور قلم قاصر ۔ لہذا آخر میں ایک ایسی صفت عام کا ذکر کیا جا رہا ہے جو ایک طرح سے اس کی تمام صفات جمالی کی جامع ہے اور وہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ہم سب کا ولی اور مولیٰ ہے اور ولی اور مولیٰ اپنے بندوں ، ماتحتوں کا پالن ہار اور پروردگار ہوتا ہے جو صرف ان کے بھلے کی فکر کرتا اور ان کے برے سے گریز کرتا ہے ۔ ولی (حمایتی) قرآن مجید کی تقریباً اکتالیس آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے لیے استعمال ہوا ہے اور مختلف سیاق و سباق میں ، کہیں عام مخلوق کے ولی کی حیثیت سے اپنے آپ کو پیش کیا :

وَمالكُمْ مَنْ دُوْنِ الله مِنْ وَّلِيّ وَّلا نَصِيْرٍ بقرہ ۔ ۱۰۷

(اور تم کو نہیں اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مددوالا)۔

کہیں خطاب کا رخ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف کر کے فرمایا :

مالكَ من الله مِنْ وَّلِيّ وَّلا نصيْرٍ بقرہ ۔ ۱۲۰

(تو تیرا کوئی نہیں اللہ کے ہاتھ سے حمایت کرنے والا اور نہ مددگار)۔

ان دونوں آیات کریمہ میں غیر اللہ کے ولی و مددگار نہ ہونے کا اسی طرح اظہار ہے جس طرح لاالٰہ الااللہ میں اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کے الٰہ ہونے کی نفی ہے ۔ قرآن مجید کی بہت سی آیاتِ کریمہ میں اس حقیقت کو مختلف اسالیب اور انداز سے بیان کیا ہے (انعام ۵۱ ، ۷۰ ، سجدہ ۴) ان آیات میں ولی کے ساتھ دوسری صفت شفیع (سفارشی) لگائی اور مقصد یہ ظاہر فرمایا کہ شاید وہ اس حقیقت کا ادراک کر کے تقویٰ اختیار کریں یا نصیحت پکڑیں۔ سورہ توبہ ۷۴، میں فرمایا کہ زمین میں ان کو کوئی مدد دینے والا اور حمایت کرنے والا نہیں ۔ سورہ رعد ۳۷ میں ولی کے ساتھ واق (بچانے والے) کی صفت کا اضافہ کیا ۔ سورہ عنکبوت ۲۲ ، شوریٰ ۳۱ میں اول الذکر آیات کی طرح غیر اللہ کے ولی نہ ہونے کا ذکر کیا ہے ۔ سورہ توبہ ۱۱۶ میں بھی یہی ذکر و حوالہ ہے مگر وہاں اللہ تعالیٰ نے خالق حیات و موت کے پس منظر میں دیا ہے ۔ جبکہ سورہ اسراء ۱۱۱ اور سورہ کہف ۲۶ میں حکم و ملکِ الٰہیٰ میں غیر اللہ کی شرکت کی نفی کے ضمن میں غیر اللہ کے ولی ہونے کی تردید کی ہے ۔ سورہ فصلت ۳۴ میں دشمن ۔ کے ساتھ مودت پیدا کرنے والے ولی کی حیثیت سے اپنے کو اُجاگر کیا ہے اور شوریٰ ۸ میں اعلان کر دیا کہ ظالموں کا کوئی ولی اور مددگار نہیں اور اسی سے متصل آیات میں فرمایا کہ : وہ غیر اللہ کو ولی بناتے ہیں حالانکہ اللہ ہی اصل ولی ہے ۔ واللہ هوالولی۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے ولی ہونے کی حیثیت سے فرمایا ۔

وَيَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ شوریٰ ۲۸ :

اور پھیلاتا ہے اپنی مہر اور وہی ہے کام بنانے والا ، خوبیوں سراہا ۔ اسی سورہ کی آیت ۴۴ میں ولی کو

بطور ہادی پیش کیا: وَمَنْ يُضْلِلِ اللّٰهُ فَمَالَهٗ مِنْ وَّلِيٍّ مِّنْۢ بَعْدِهٖ

اور جس کو راہ نہ دے اللہ، تو کوئی نہیں اس کا کام بنانے والا اس کے سوا۔ سورہ بقرہ ۲۵۷ اور سورہ آل عمران ۶۸ میں اللہ تعالیٰ کو مومنین کا ولی بتایا گیا ہے جو ان کو تاریکی سے نکال کر روشنی میں لاتا ہے اور ہدایت براہیمی سے فیضیاب کرتا ہے اور سورہ جاثیہ ۱۹ میں ظالموں کو ایک دوسرے کا ولی قرار دیا ہے اور اللہ کو تقویٰ والوں کا۔ کئی اور آیات کریمہ میں انسانوں کو شیطان، غیر اللہ وغیرہ کو اپنا ولی و مددگار بنانے سے روکا گیا ہے کہ وہ ولایت کا حق نہیں رکھتے اور صرف اللہ تعالیٰ ہی ان کا ولی برحق ہے۔ (نساء ۸۹، ۱۱۹، ۱۲۳، ۱۷۳، انعام ۱۴، مریم ۴۵، احزاب ۱۷، ۶۵ وغیرہ)۔ سورہ اعراف ۱۹۶ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے اعلانیہ دعا کرائی گئی ہے:

اِنَّ وَلِيِّـۦَ اللّٰهُ الَّذِيْ نَزَّلَ الْكِتٰبَ ۖ وَهُوَ يَتَوَلَّى الصّٰلِحِيْنَ

(میرا حمایتی اللہ ہے۔ جس نے اتاری کتاب، اور وہ حمایت کرتا ہے نیک بندوں کی)۔ اور بقول حضرت یوسف علیہ السلام (یوسف ۱۰۱)

فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۣ اَنْتَ وَلِيّٖ فِي الدُّنْيَا وَالْاٰخِرَةِ ۚ تَوَفَّنِيْ مُسْلِمًا وَّاَلْحِقْنِيْ بِالصّٰلِحِيْنَ ۝

اے پیدا کرنے والے آسمان اور زمین کے! تو ہی ہے میرا کارساز، دنیا میں اور آخرت میں، موت دے مجھ کو اسلام پر، اور ملا مجھ کو نیک بختوں میں۔ (۱۲۹)

ان تمام اور بعض دوسری آیاتِ کریمہ پر تدبر کی نظر ڈالنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ولی کے ساتھ بعض اور صفات بھی زیادہ تر مقامات میں متصل کی گئی ہیں۔ کہیں شفیع ہے، کہیں صفت مزید کے طور پر حمید ہے، کہیں واق ہے لیکن سب سے زیادہ نصیر (مددگار) کو اس کے ساتھ جوڑا گیا ہے کم از کم پندرہ سولہ مقامات پر۔ اس سے دونوں میں معنوی ربط معلوم ہوتا ہے کہ دوست و ولی وہی ہوتا ہے کہ وقت پر خیر خواہی سے کام آئے۔ دوسرے یہ کہ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ صفت بڑے وسیع معانی میں استعمال ہوئی ہے۔ کہیں رب کریم کے معنی میں، کہیں خالق کے معنی میں، کہیں اللہ کے ماویٰ و ملجا ہونے کے مفہوم میں، کہیں دوست و خیر خواہ کے معنی میں، کہیں ہادی، کہیں مددگار، حمایتی، وقت ضرورت کام آنے والے مخلص، نجات دہندہ، اور نہ جانے کتنے مطالب و مفاہیم میں دراصل اللہ تعالیٰ ہی بنیادی طور سے ولی و نصیر ہے اور اس کے سوا اور کوئی ہے ہی نہیں کہ وہ الٰہ بھی ہے۔ رب بھی اور خالق بھی اور اس کے بالمقابل کون ولایت و حمایت کا دعویٰ کر سکتا ہے۔

ولی کی ایک دوسری شکل بطور صفت الٰہی مولیٰ ہے جو قریب قریب انہیں مفاہیم و مطالب میں ذرا سے فرق کے ساتھ استعمال ہوئی ہے۔ مسلمانوں کو اطمینان دلایا کہ اگر دوسرے ان کے مددگار و دوست نہ بھی بنیں اور ان کی مخالفت کریں تو ان کو فکر نہیں کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ ہی ان کا بہترین مولیٰ اور بہترین مددگار ہے:

وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ مَوْلٰىكُمْ ۭ نِعْمَ الْمَوْلٰى وَنِعْمَ النَّصِيْرُ ۝ انفال ـ ۴۰

(اور اگر وہ نہ مانیں تو جان لو کہ اللہ ہے حمایتی تمہارا ، کیا خوب حمایتی ہے اور کیا خوب مددگار)۔
اسی لیے سب سے رشتہ توڑ کر اسی سے تعلق قائم کرنے کا حکم ہے :
واعْتَصِمُوْا بِاللّٰہِ ۔ ھُوَ مَوْلٰکُمْ، فَنِعْمَ الْمَوْلٰی وَنِعْمَ النَّصِیْرُ (سورہ حج۔۱۳)
اور پکڑو اللہ کو ، وہ تمہارا صاحب ہے ، سو خوب صاحب ہے اور خوب مددگار ۔
سورہ آل عمران ۱۵۰ میں اس حقیقت کو دوسرے انداز سے بیان کیا:
بَلِ اللّٰہُ مَوْلٰکُمْ، وَھُوَ خَیْرُ النّٰصِرِیْنَ
(بلکہ اللہ تمہارا مددگار ہے اور اس کی مدد سب سے بہتر ہے)۔
سورہ محمدؐ ۱۱ میں وضاحت کی کہ اللہ تعالیٰ مومنوں کا مولیٰ ہے اور کافروں کا کوئی مولیٰ نہیں ۔
ذٰلِکَ بِاَنَّ اللّٰہَ مَوْلَی الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَاَنَّ الْکٰفِرِیْنَ لَا مَوْلٰی لَھُمْ ۝
(اور اس کا سبب یہ ہے کہ ان ظالموں نے جن کو اپنا مولیٰ بنا رکھا ہے وہ ان کے سچے دوست و خیر خواہ نہیں ہیں)۔
یَدْعُوْا لَمَنْ ضَرُّہٗٓ اَقْرَبُ مِنْ نَّفْعِہٖ ۔ لَبِئْسَ الْمَوْلٰی وَلَبِئْسَ الْعَشِیْرُ (سورہ حج ۱۳)
(پکارے جاتا ہے البتہ جس کا ضرر پہلے پہونچے نفع سے ، بے شک برا دوست ہے اور برا رفیق)۔
غیر اللہ کو مولیٰ بنانے کا دنیا میں یہ انجام ہوتا ہے کہ وہ فائدہ سے زیادہ نقصان پہنچاتے ہیں اور دراصل ان کا تصور بھی نہیں ۔ کیونکہ وہ مولیٰ تھے ہی نہیں ، ظالموں اور کافروں نے ان کو اپنا مولیٰ بنا کر خود اپنے خسران کا سامان کیا ۔ اور ظاہر ہے کہ وہ قیامت میں کیا کام آویں گے ۔
یَوْمَ لَا یُغْنِیْ مَوْلًی عَنْ مَّوْلًی شَیْئًا وَّلَا ھُمْ یُنْصَرُوْنَ (دخان۔ ۴۱)
(جس دن کام نہ آوے کوئی رفیق کسی رفیق کے کچھ ، اور نہ ان کو مدد پہونچے)۔ اصل مولیٰ اور مالک تو اللہ ہے اور اس کو ہی مولیٰ بنانا چاہیے ۔
قُلْ لَّنْ یُّصِیْبَنَآ اِلَّا مَا کَتَبَ اللّٰہُ لَنَا، ھُوَ مَوْلٰنَا، وَعَلَی اللّٰہِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۝ توبہ۔ ۵۱
(تو کہہ ، ہم کو نہ پہونچے گا ، مگر وہی جو لکھ دیا اللہ نے ہم کو ، وہی ہے صاحب ہمارا ، اور اللہ ہی پر چاہیے بھروسا کریں مسلمان)۔ اور اسی سے معافی چاہیں اور رحم و مغفرت کی درخواست کریں :
وَاعْفُ عَنَّا ۔ وَاغْفِرْ لَنَا ۔ وَارْحَمْنَا ۔ اَنْتَ مَوْلٰنَا فَانْصُرْنَا عَلَی الْقَوْمِ الْکٰفِرِیْنَ (البقرہ۔ ۲۸۶)
(اور درگزر کر ہم سے اور بخش ہم کو اور رحم کر ہم پر ، تو ہمارا صاحب ہے ، مدد کر ہماری ۔ قوم کافر پر ۔ (۱۳۰)

خاتمۂ کلام :

اللہ تعالیٰ نے اپنے کلامِ مجید میں اپنی ذات و صفات کا جو تعارف پیش کیا ہے اس کا آخری تجزیہ یوں کیا جاسکتا ہے کہ منطقی لحاظ سے اس کی ذات و صفات کے دو پہلو ہیں ۔ سلبی اور ایجابی ۔ یہ بحث کہ سلبی پہلو سے ایجابی پہلو کی طرف ارتقا پایا جاتا ہے یا ایجابی پہلو اصل ہے اور سلبی پہلو کی طرف گریز استدلال کا ایک طریقہ ہے ، محض ایک علمی بحث ہے اور وہ خاص مذاق کے لوگوں کی دلچسپی کا باعث ہے ۔ ورنہ حقیقت یہ ہے کہ دونوں پہلو ساتھ ساتھ دست باہم دگر چلتے ہیں ۔ سلبی سے ایجابی کی طرف ارتقا ماننے والوں کی دلیل لآالٰہ الا اللہ یعنی کلمہ اسلام و ایمان ہے تو ایجابی پہلو کی اولیت پر زور دینے والے علماء قرآن مجید کی اولین سورہ فاتحہ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ سے استدلال لاتے ہیں کہ اثبات وجود باری تعالیٰ سے کلام الٰہی کا آغاز ہوا ہے ۔ ان دونوں کی دلیل و استدلال اپنی اپنی جگہ درست ہے مگر وہ یک طرفہ میلان اور مخصوص نظریہ کے تحت مطالعہ کا نتیجہ ہے ورنہ یہ دونوں پہلو لازم و ملزوم ہیں اور ان دونوں کے مجموعی مطالعہ سے ہی اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات سے صحیح آگاہی ہوتی ہے جیساکہ خود قرآن مجید نے اپنے تعارف نامہ الٰہیٰ میں طریقہ اختیار کیا ہے اور جس طرح صحیح احادیثِ نبویہؐ اور علماء متکلمین اسلام کے مجموعی مطالعہ سے بھی معلوم ہوتا ہے ۔ قرآنِ مجید کی دو اہم آیات اور مجموعہ آیات سورہ اخلاص اور آیت الکرسی میں یہ دونوں پہلو ساتھ ساتھ ملتے ہیں ۔ اول میں فرمایا گیاکہ "اللہ ایک ہے ، صمد و بے نیاز ہے ، اس کا نہ کوئی زائیدہ ہے اور نہ وہ کسی کا زائیدہ اور اس کے جوڑ کا یعنی اس کا ہمسر کوئی نہیں" ۔ جب کہ دوسری آیت میں ہے : "وہی اللہ ہے اس کے سوا اور کوئی الٰہ نہیں"۔ غرضکہ ان دونوں مقامات پر اور دوسری ہزاروں آیتوں میں یہ دونوں پہلو ساتھ ساتھ بیان ہوئے ہیں کہ اس کی ذات و صفات کی تصویر ان دونوں سے مل کر مکمل ہوتی ہے ۔ سلبی پہلو سے مخلوق کی ذات و صفات سے اس کی ذاتِ مطلق کی تنزیہ کر کے اور ایجابی پہلو سے اس کی صفات و اسمائے حسنیٰ کے ذریعہ تقدیس و تحمید کر کے ۔

ایک ایسی ذات مطلق جو انسانی سرحد ادراک سے پرے اور بشری عقلِ نارسا سے ماوراہو الفاظ و کلام کی گرفت میں نہیں آسکتی اور قرآنِ مجید میں اس کی جو تصویر کشی کی گئی ہے وہ انسانی زبان و محاوروں کے پست تر درجہ پر اتر کر کی گئی ہے تاکہ انسان اپنے اللہ کی ذات کی معرفت اور صفات سے آگاہی حاصل کر سکے ۔ چونکہ ذاتِ الٰہی مادّہ سے منزّہ ہے اور انسان اپنی آگاہی اور ادراک کے لیے حواس ظاہری کا محتاج ، اس لئے وہ اللہ تعالیٰ کی معرفت محض اس کی صفات کے ذریعے ہی حاصل کر سکتا ہے ۔ ذاتِ الٰہی کے ادراک کے معاملے میں سلبی پہلو یا نفی کا طریقہ جس کو اصطلاح میں تنزیہ کہا جاتا ہے واحد طریقِ معرفت ہے چنانچہ قرآن مجید میں اکثر و بیشتر مقامات پر یہ طریقہ اختیار کیا گیا ہے اور فرمانِ الٰہی : لَیْسَ کَمِثْلِهٖ شَیْءٌ (شوریٰ۔۱۱)

(نہیں اس کی طرح کا سا کوئی)۔ اور وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ (اخلاص۔۴)

(اور نہیں اس کے جوڑ کا کوئی)۔
سے اس کی تعبیر کی گئی ہے ۔

جن مقامات پر ذات الہیٰ کے لیے بعض ایجابی پہلو جیسے بعض اعضاء و جوارح اور افعال و صفات جو مخلوقات سے مشابہت رکھتے ہیں استعمال کئے گئے ہیں وہاں بھی سلبی طریقہ استعمال کرنا ناگزیر ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا کوئی حصہ یا اس کی کوئی صفت یا فعل مخلوق کی ذات ، صفت و فعل سے مشابہ نہیں ہو سکتا کیونکہ نقلی لحاظ سے وہ خود فرما چکا ہے کہ اس کے جیسی کوئی شے نہیں اور عقلی لحاظ سے بھی یہ ناممکن ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذاتِ مطلق اور صفاتِ الہٰیہ میں کسی محدود و فانی ذات اور مخلوقی صفات سے کسی طرح کا تشابہ رکھے ۔ قرآن مجید نے جتنی ذاتی صفات و اسماء بیان کئے ہیں وہ بطور تمثیل و تفہیم ہیں کہ انسانی ذہن و عقل ان کا ادراک کر سکے ۔ ان اسمائے ذات یا اسمائے صفات کا اصل مفہوم تو صرف اللہ تعالیٰ کو معلوم ہے اور ان کا وہی مفہوم ہے جو اس کے شایانِ شان ہے ۔ بہر حال قرآن مجید نے اس کی ذات کے اظہار و تعارف کے لئے جو صفات ذاتی بیان کی ہیں ان کے مطابق وہ ایک ہے ، صمد و بے نیاز ہے یعنی وہ تو کسی کا محتاج نہیں سب اس کے محتاج و دست نگر ہیں ، خود زندہ ہے اور زندگی بخش و قیوم ہے ، قادر و صاحبِ ارادہ ہے جو چاہے کر سکتا ہے ، سمیع و بصیر و علیم ہے ، غیب و حاضر کا جاننے والا ہے ، آسمان و زمین اور پوری کائنات کا نور ہے ، متکلم و صاحب کلام ہے ، اپنی ذات میں کامل و اکمل ہے اس لئے نہ اس کا کوئی پیدا کرنے والا ہے ، نہ اس کی کوئی بیوی / صاحبہ ہے اور نہ کوئی اولاد ہے۔ وہ ازلی و ابدی ہے یعنی نہ اس کی کوئی ابتدا ہے اور نہ انتہا وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا اس پر کبھی عدم نہ لاحق ہوا ہے اور نہ کبھی ہوگا ۔ وہی آقا و مولیٰ ، بادشاہ و حکمران اور مقتدر و مالک ہے ، غرضکہ وہ اللہ ہے ، وہ ذاتِ مطلق و کامل جو سب سے اوپر ہے اور سب اس کے ماتحت و چاکر ۔

اللہ تعالیٰ کے اسمائے ذات کے علاوہ اسمائے حسنیٰ یا اسمائے صفات میں سب سے اہم صفت جس کا قرآن مجید میں سب سے زیادہ اور پُرزور طریقے سے ذکر آیا ہے اس کا الہٰ ہونا (الوہیت) ہے ۔ قرآنِ کریم نے اس باب میں تین اہم نکات کی وضاحت کی ہے : اول اللہ تعالیٰ ہی الہٰ ہے ، دوم اس کے سوا اور کوئی الہٰ ہے ہی نہیں اور سوم وہ الہٰ واحد ہے ۔ اگرچہ بادی النظر میں یہ تینوں نکات یکساں معلوم ہوتے ہیں تاہم ایسا ہے نہیں ۔ وہ خدا کے وجود ، غیراللہ کی الوہیت کی نفی اور توحید الہیٰ جیسے تین اہم اور بنیادی نکات کی وضاحت کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان تینوں نکات : وجودِ باری تعالیٰ ، غیراللہ کی الوہیت کی نفی اور توحید پر مختلف دلائل انفس و آفاق سے فراہم کئے ہیں ۔ مخلوق و خلق کی موجودگی ہی خالق و مالک کے وجود کا تقاضا کرتی ہے ، اس کے علاوہ کائنات کی تدبیر اور اس کی چیزوں میں ہم آہنگی ایک مدبراعلیٰ اور مالک کی موجودگی کا پتا دیتی ہے اور ان سب سے بڑھ کر خود انسان کی روح اس کا اقرار و اعتراف کرتی ہے ۔ غیراللہ کے الہٰ ہونے کی نفی کے سلسلہ میں قرآن کریم کا سب سے بڑا استدلال یہ

ہے کہ وہ خود مخلوق ہیں لہٰذا وہ خالق کیسے بن سکتے ہیں! وہ رب کیسے بن سکتے ہیں ؟ اور پھر ایجابی طور سے اپنے انعامات واحسانات کا ذکر کر کے بتایا ہے کہ چونکہ وہ خالق و رب ہے اور اس کے بے شمار احسانات ہیں لہٰذا وہی الٰہ ہو سکتا ہے ۔ اسی استدلال کو آگے بڑھا کر وہ اس کی توحید کا ثبوت بھی فراہم کرتا ہے کہ چونکہ اس کے سوا اور کوئی خالق ورب ، منعم و محسن نہیں لہٰذا وہی الٰہ واحد ہے ۔ پھر متعدد مقامات پر اس نے بلا دعوٰی و استدلال بھی ثابت کیا ہے کہ وہی الٰہ واحد ہے ۔

قرآن مجید نے اللہ تعالیٰ کے وجود ، غیر اللہ کی نفی اور توحید کے اثبات کے ضمن میں اللہ تعالیٰ کو کہیں صرف الٰہ واحد کہا ہے ، کہیں اس کی مختلف اہم مخلوقات کی طرف نسبت دے کر استدلال کیا ہے ۔ لہٰذا الٰہ الناس (لوگوں/انسانوں کا الٰہ) ۔ الٰہ آسمان و زمین ، الٰہ شمس و قمر ، الٰہ کائنات ، انبیاء کرام بالخصوص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا گذشتہ قوموں کو مخاطب کر کے تمہارا ، تم سب کا الٰہ وغیرہ تعبیرات استعمال کی ہیں اور ان کا مقصود و مطلوب یہی ہے کہ وہ اپنے سوا ہر چیز کا الٰہ ہے ۔ الٰہ کے لیے اسی طرح اسمائے ذات یعنی ازلی و ابدی ، حی و قیوم، سمیع و بصیر و متکلم ، مرید و فعال ، لامکان و عالم الغیب اور حاضر و ناظر وغیرہ تمام کو استعمال کیا ہے جس طرح اسم ذات ۔ اللہ ۔ کے لئے ان کو استعمال کیا ہے۔

صفات الٰہیٰ میں یا اسمائے صفات میں سب سے اہم تین ہیں : اول تو اس کی الوہیت ہے جس کا ذکر اوپر ہوا ، دوم اس کی خالقیت ہے اور سوم اس کی ربوبیت ہے ۔

اگرچہ متکلمین و حکمائے اسلام نے اس کی قدرت و ارادہ وغیرہ کو زیادہ اہم صفات قرار دیا ہے اور آخری دونوں صفات کو قدرتِ الٰہی کا ضمیمہ بتایا ہے مگر قرآن مجید کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ صفت خالقیت اور صفت ربوبیت کو صفت قدرت پر دلیل بنا کر پیش کیا ہے اور انسانوں اور مخلوقات کے لحاظ سے اس کی اہمیت زیادہ ہے کہ وہ ان ہی دونوں بنیادی صفات کے ذریعے نہ صرف اس کی قدرت و ارادہ وغیرہ عظیم صفات و اسمائے ذات کا ادراک کرتا ہے بلکہ اس کی الوہیت و وجود تک انھیں کے ذریعے سمجھ پاتا ہے ۔ ظاہر ہے کہ قرآنِ مجید جو انسانوں کے دماغ و ذہن کے ساتھ ساتھ قلب و ضمیر کو خطاب کرتا ہے ان دونوں بنیادی صفات پر زیادہ سے زیادہ زور دیتا اور ان کو مختلف پیرایوں ، گوناگوں طریقوں اور دل چھو لینے والی عبارتوں اور فقروں میں بیان کرتا ہے ۔ اس دعوٰی کے بعد کہ اللہ تعالیٰ ہی خالق ہے وہ طرح طرح سے استدلال لاتا ہے ، کہیں کہتا ہے کہ وہ مطلق خلق/مخلوقات کا خالق ہے اور کہیں اس کی وضاحت اپنی مخلوقات میں سے کسی کی طرف نسبت کر کے کرتا ہے ۔ لہٰذا وہ خالقِ انسان ہے ۔ جس نے انسان کی تخلیق مٹی سے شروع کی ۔ حضرت ابوالبشر آدمؑ کو مٹی کی تخلیق کے تین مراحل سے گزارا ، ان سے ہی ان کا جوڑا بنایا ، اور پھر ان دونوں کے اتصال سے ذرّیتِ آدمؑ تخلیق کی اور یہ تخلیق زوجین (جوڑے جوڑے) کے اصول پر کی جو ساری کائنات میں جاری و ساری ہے ۔ انسان کی تخلیق تمام دوسری جاندار اشیا کی طرح پانی سے کی

اور اس کو بھی تین مراحلِ تخلیق سے گزارا وہ نہ صرف خالقِ حیات ہے بلکہ خالقِ ممات بھی ہے اور دنیاوی کائنات محض انسان و جنس کی ابتلا و آزمائش کے لئے پیدا کی ہے تاکہ آخرت میں ان اعمال اور اپنی رحمت و کرم کے مطابق ان کو جزا و سزا دے سکے اور انصاف کے تقاضے پورے کر سکے ۔ کائنات کی تخلیق کا مقصد یہ ہے کہ وہ عبادتِ الٰہی کرے اور یہی انسان کی تخلیق کا مقصد ہے ۔ پھر اس کائنات کو انسان کے لئے مسخر کر دیا تاکہ وہ اللہ کے دکھائے ہوئے راستے کے مطابق عمل کرے ۔ اسی وجہ سے قرآنِ مجید نے اللہ تعالیٰ کو کہیں خالقِ ارض و سما کہا ہے ، کہیں ان کی تخلیق کی اہمیت کو واضح کیا ہے ۔ کہیں خالقِ جبال و انہار و اجرامِ فلکی و ارضی کہا ہے ، کہیں دن رات کا خالق بتایا ہے تو کہیں پانی اور بارش کا خالق۔ کہیں خالقِ حیوانات و جمادات بتایا ہے تو کہیں خالقِ نباتات و ثمرات اور اپنی صفت خالقیت سے اسی طرح اسلام کے تین بنیادی عقائد ۔ توحید (الوہیت) ، رسالت و آخرت پر استدلال کیا ہے جس طرح اپنی صفت الوہیت سے ۔

تیسری اہم ترین اور بنیادی صفت ربوبیت ہے اور اس کے ضمن میں قرآن مجید نے وہی استدلال کا طریقہ اختیار کیا ہے جو الوہیت و خالقیت کے باب میں کیا ہے ۔ اول سارا زور اس نکتہ پر ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی رب ہے اور واحد رب ہے اور اس کے سوا اور کوئی رب نہیں ۔ دوم اس دعوٰی پر انفس و آفاق سے شہادتیں پیش کی ہیں ۔ چنانچہ کہیں انسانوں کا رب کہا ہے اور کہیں انسانوں کے مختلف طبقات و افراد کو مخاطب کر کے تمہارا اور تم سب کا رب کہا ہے ۔ کہیں زمین و آسمان کا رب قرار دیا ہے کہیں شمس و قمر اور نجوم و کواکب کا رب ، کہیں انفرادی لحاظ سے ہر شے کا رب کہا ہے اور کہیں مجموعی طور سے رب العالمین قرار دیا ہے ۔ غرضکہ تمام کائنات موجودہ ہی کا رب نہیں کہا بلکہ تمام موجودہ و غیر موجودہ عالموں کا رب قرار دیا ہے ۔ اور پھر اپنی ربوبیت ثابت کرنے کے لئے اپنی بعض اور صفات و افعال سے استشہاد و اثبات کیا ہے ۔ دراصل تمام دوسری صفاتِ الٰہی خواہ وہ جمالی ہوں یا جلالی انہیں تین بنیادی صفات کی توضیحی یا زائد صفات ہیں ۔ ان میں رحمان و رحیم ، رازق و ہادی ، عزیز و مقتدر ، قہار و جبار ، غفور و غفار ، متکبر و حاکم ، علی و کبیر ، اکبر و احکم ، قاضی و عادل ، منتقم و ذوانتقام ، عظیم و جلیل ، معز و مذل ، حفیظ و رقیب ، قادر و قدیر ، عادل و مقسط ، متعال و مقیت ، ماجد و مجید ، قدوس و سلام ، مومن و مہیمن ، ستار و وہاب ، غفور و عفو ، صبور و شکور ، شاکر و رشید ، حلیم و کریم ، لطیف و ولی ، مولیٰ و والی ، مجیب و واسع ، ودود و رؤف ، حمید و محمود ، غنی و مغنی اور بے شمار دوسری صفات شامل ہیں ۔ ان تمام صفات کا ماحصل وہی ہے جو باقی اولین و بنیادی صفات کا ہے ۔

اللہ تعالیٰ اپنے کلامِ بلاغت نظام میں اپنی ذات و صفات کا مدلل و مفصل بیان پیش کر کے اپنے مکلف بندوں یعنی انسانوں اور جنوں سے اپنی عبادت کا مطالبہ کرتا ہے ۔ اس کا استدلال یہی ہے کہ جب اللہ تعالیٰ ہی الٰہ ، خالق و رب ہے اور وہی تمام کائنات کا مالک و آقا ، مربی و مدبر ہے اور جب اسی کی حکومت و فرمانروائی تمام کائنات میں

جاری و ساری ہے تو پھر یہ اس کا حق ہے کہ انسان اور تمام مخلوق اس کی عبادت کریں ۔ یہ مخلوقات کا فرض اور ان کے خالق کا حق ہے ۔ قرآنِ مجید نے اس حقِ الٰہی اور فریضۂ بندگان پر دوسری مخلوقات کی اطاعت و عبادت سے استدلال کیا ہے کہ کائنات کا ہر ذرہ اور ہر شے اسی کی عبادت کر رہی ہے اس لیے انسانوں کو بھی اسی کی عبادت کرنی چاہیے اور یہ عبادت عبارت ہے اس کی مطلق اطاعت و فرماں برداری سے اور اس کے احکام کے مطابق جو رسول اکرم محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے ۔ زندگی گزارنے اور عمر بسر کرنے سے جیسا کہ دوسری تمام مخلوقات کا وطیرہ ہے ۔ چونکہ وہ عادل و رحمان ہے اس لیے وہ آخرت میں اطاعت کیشوں کو جزا سے نوازے گا اور اطاعت کُشوں کو سزا دے گا ۔ اور ان کے اعمال اور اپنی رحمت کے مطابق جنت دے گا یا جہنم میں ڈالے گا ۔

ایک لحاظ سے پورا قرآنِ مجید اللہ تعالیٰ کی تعریف و توصیف یعنی اُس کی ذات و صفات کی تشریح و توضیح سے بھرا ہوا ہے ۔ اور سچ ہے کہ انسان اس کی صفات کی اتنی بھی تشریح و توضیح نہ کر سکتا اگر وہ قادرِ مطلق خود اپنے کلام سے اپنی ذات و صفات کی تشریح نہ کرتا اور پھر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ کی جو تعریف و توصیف موجود ہے وہ بھی بس اتنی ہے جو انسانوں کو معرفت الٰہی تحصیل عطا کرنے کے لئے کافی ہو ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اس کی ذات کی مانند اس کی صفات بھی لامحدود ہیں اور اس کی جتنی تعریف کی جائے اُتنی کم ہے ۔ قرآنِ مجید نے بطور تمثیل واضح کیا ہے کہ اگر دنیا کے تمام سمندر روشنائی اور تمام درخت قلم بن جائیں تب بھی اس کی تعریف و توصیف پوری نہیں ہو سکتی ۔ بلکہ سات سمندر اور اتنے ہی اور قلم مل جائیں تب بھی اس کی صفات کا احاطہ نہیں ہو سکتا ۔ اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کا اگر کوئی احاطہ کر سکتا ہے تو وہی ذات مطلق ہے ۔ اور اس کے کلام کے آئینے میں ہم اس کی ذات و صفات کی محض ایک جھلک دیکھ سکتے ہیں جو ہماری ہدایت و بصیرت کے لیے کافی ہے ۔

تعلیقات و حواشی

(۱) سورہ حجر ۹ اور سورہ نحل ۴۴ میں قرآن مجید کو اللہ تعالیٰ نے ذِکر کہا ہے ۔ یہاں ذکر بہت وسیع معنوں میں استعمال ہوا ہے ۔ مگر ان سب کا آخری و مجموعی نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ انسانوں کو اللہ تعالیٰ کی یاد اور ذِکر سے مسلسل و غیر منقطع طور سے وابستہ رکھا جائے تاکہ وہ اپنے خالق و مالک اور رب سے غافل ہو کر اپنی تخلیق کے مقصد اور اپنے فرائض کو نہ بھولیں اور خدا کی یاد اور اس کا ذکر اس کی ذات و صفات کی معرفت کے بغیر ناممکن ہے ۔ ملاحظہ ہو : ابن کثیر ، تفسیر القرآن العظیم ، عیسی البابی الحلبی و شرکاءہ قاہرہ (غیر مورخہ) ، دوم ص ۵۴۷ اور ص ۱۔ ۵۷۰ ، سید ابوالاعلیٰ مودودی ، تفہیم القرآن ، مرکزی مکتبہ اسلامی ، دہلی ۱۹۸۴ء ، دوم ص ۴۹۸ اور ص ۵۴۳ ، امین احسن اصلاحی ، تدبر قرآن ، فاران فاؤنڈیشن لاہور ۱۹۸۵ء چہارم ص ۹۔ ۳۴۸ اور ص ۳۔ ۴۱۲ ۔ ان مفسرین نے "ذکر" کے معنی بہت محدود کر دیے ہیں ۔ کسی نے قرآن ہی مراد لیا ہے جو ظاہر ہے کہ معنی مرادی ہے مگر اس کے وسیع معنوں کا حوالہ نہیں دیا ہے اور اگر دیا ہے تو بہت سرسری انداز سے ۔ تھانوی ، بیان القرآن ، کتب خانہ رحیمیہ دیوبند ، جلد ۶ ص ۲۔ ۳۳ ۔

(۲) ابن کثیر ، تفسیر القرآن العظیم ، عیسی البابی الحلبی و شرکاءہ قاہرہ (غیر مورخہ) سوم ص ۱۰۸ ، اصلاحی ، تدبر قرآن ، چہارم ص ۶۳۶ ، مودودی ، تفہیم القرآن ، سوم ص ۵۰ ۔ اصلاحی کے نزدیک کلمات سے مراد اللہ کی وہ نشانیاں ہیں جو انفس و آفاق میں پھیلی ہوئی ہیں

جب کہ مودودی کے نزدیک "باتوں سے مراد اس کے کام اور کمالات اور عجائباتِ قدرت و حکمت ہیں ۔ " تھانوی بیان القرآن جلد ٦ ص ۳۰ ۔ ۱۳۹ ۔ "وہ کلمات و عبارات جو اوصاف و کمالات الٰہیہ پر دال ہوں اور ان سے ان کی تعبیر کی جاوے " مراد لیتے ہیں پھر فائدہ کے تحت فرماتے ہیں "چونکہ کمالات الٰہیہ میں کمال علمی بھی ہے تو اس سے علوم الٰہیہ کا غیر متناہی ہونا بھی معلوم ہوا " ۔

(۳) ابن کثیر ، تفسیر ، سوم ص ۲۵۱ میں لکھتے ہیں ؛

يَقُوْلُ تَعَالٰى مُخْبِرًا عَنْ عَظْمَتِهٖ وَ كِبْرِيَائِهٖ وَ جَلَالِهٖ وَ اَسْمَائِهِ الْحُسْنٰى وَ صِفَاتِهِ الْعُلَا وَكَلِمَاتِهِ التَّامَةِ الَّتِىْ لَا يُحِيْطُ بِهَا اَحَدٌ وَلَا اِطِّلَاعَ لِبَشَرٍ عَلٰى كُنْهِهَا وَاِحْصَائِهَا

(اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اور اپنی عظمت و کبریائی ، اپنے جلال اور اسماء حسنیٰ اور صفات عالیہ اور کامل کلمات کے بارے میں خبر دیتا ہے جن کو کوئی گن نہیں سکتا اور کسی انسان کو ان کی حقیقت جانتے اور گن لینے کی طاقت و سراغ نہیں) ۔ انہوں نے اس ضمن میں ایک حدیث نبویؐ بھی بیان کی ہے جو ثنائے الٰہی سے متعلق ہے ۔ آپؐ فرمایا کرتے تھے ؛

لَا اُحْصِىْ ثَنَاءً عَلَيْكَ اَنْتَ كَمَا اَثْنَيْتَ عَلٰى نَفْسِكَ

(میں تیری تعریف و توصیف کا احاطہ نہیں کر سکتا تو ویسا ہی ہے جیسی تو نے اپنی تعریف کی ہے) ۔ مودودی ، تفہیم ، چہارم ص ۲۴ میں "اللہ کی باتوں سے مراد ہیں اس کے تخلیقی کام اور اس کی قدرت و حکمت کے کرشمے" بیان کرتے ہیں ۔ اصلاحی ، تدبر قرآن ، ششم ص ۱۳۲ پر لکھتے ہیں کہ " کلمٰت سے مراد اللہ تعالیٰ کی وہ نشانیاں ہیں جو اس کی ذات و صفات اور اس کی قدرت و حکمت پر گواہی دیتی ہیں ۔ " تھانوی ، بیان القرآن ، جلد ٦ ، ص ۳۰ ۔ ۱۳۹ ملاحظہ ہو ۔

(۴) مذکورہ بالا مفسرین کے علاوہ تمام دوسرے مفسرین کی توضیحات سے بھی یہی ثابت ہوتا ہے کہ خواہ کلمات الٰہی ہوں یا ذکرِ الٰہی ان سب کا آخری مقصد اللہ تعالیٰ کی صفات و ذات کی معرفت حاصل کرنا ہے جیساکہ ابن کثیر کے حوالہ سے اوپر نقل ہوا ۔

(۵) ابن منظور ، لسان العرب ، دارصادر ، بیروت ۱۹۵٦ء جلد ۱۳ ، ص ۷۱۔ ۳٦۷ حرف الهاء : فصل الهمزه

نے لغوی بحث کرتے ہوئے لکھا ہے کہ اصل الالٰہ ہے اور وہ درحقیقت اللہ عزوجل ہے اور اس کے سوا جس کسی کو معبود بنالیا جاتا ہے وہ اپنے بنانے والوں کے نزدیک ہی الٰہ ہو جاتا ورنہ اصلاً وہ الٰہ نہیں ہوتا ۔ اس کی جمع آلہۃ ہیں اور ان سے مراد اصنام ہوتے ہیں ۔ ان اصنام کا آلہۃ نام صرف اس بنا پر رکھا جاتا ہے کہ ان کے عابدوں کے اعتقاد میں وہ عبادت کے مستحق ہوتے ہیں اور ان کے اسماء ان کے اعتقادات کے تابع ہوتے ہیں ورنہ حقیقتاً اس شے معبود میں فی نفسہ ایسی صفت نہیں ہوتی ۔

اس ضمن میں ابن منظور نے البائیۃ کا ذکر کیا ہے اور وہیب بن الورد کی حدیث بیان کی ہے جو صوفی طرزِ تعبیر کی عکاسی کرتی ہے ۔ ابن اثیر کا قول نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ وہ اِلٰہ سے ماخوذ ہے اور اس کی تقدیر فعلانیۃ ہے جیساکہ عرب قول ہے :

اِلٰهٌ بَيِّنَ الْاِلٰهِيَةِ وَالْاُلْهَانِيَةِ اور اس کی اصل اَلِہَ یَاْلَہُ ہے جس کے معنی تحیر و استعجاب کے ہیں ۔ اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ انسان جب اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلالت پر غور و فکر اور اس کی دوسری صفات ربوبیت پر تدبر کرتا ہے اور ان پر اپنے خیال کو مرتکز کرتا ہے تو وہ انسانوں سے بغض کرتا ہے اور اس کا دل اس کے سوا کسی اور کی طرف مائل ہی نہیں ہوتا ۔

ازہری کا حوالہ دے کر لیث کا قول نقل کیا ہے کہ ہم کو یہ روایت پہونچی ہے کہ اللہ تعالیٰ کا اسم اکبر اَللّٰهُ لَا اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَهٗ ہے عام عرب قول ہے : لِلّٰهِ مَا فَعَلْتُ ذٰلِكَ جس کا مطلب ہے کہ خدا کی قسم میں نے یہ نہیں کیا ۔

خلیل کہتے ہیں کہ اللہ کے نام سے الف لام نہیں ہٹایا جا سکتا کیونکہ وہی اللہ تعالیٰ کا پورا نام ہے ۔ ان کا بیان ہے کہ وہ ان اسماء میں سے نہیں ہے جن سے کسی فعل کا اشتقاق ہوتا ہے جیسا کہ رحمٰن اور رحیم میں اشتقاق فعل جائز ہے ۔ منذری نے ابوالہیثم سے روایت کی ہے کہ انہوں نے اللہ تعالیٰ کے نام کے لغت میں اشتقاق کے بارے میں پوچھا تو انہوں نے کہا کہ اس کی اصل (حق) " اللہ " ہے اور اس پر تعریف کا الف و لام داخل کر دیا گیا اور کہا گیا : أَلِالٰهُ ۔ پھر عربوں نے ہمزہ کے ثقیل ہونے کے سبب اس کو حذف کر دیا ۔ جب انہوں نے ہمزہ کو حذف کیا تو لام تعریف کے لام کے کسرہ کو بدل دیا اور ہمزہ بالکل ختم ہو گیا اور وہ اسے " أَلِلٰهُ " کہنے لگے ۔ لام تعریف جو ساکن ہوتا ہے اس کو انہوں نے حرکت دی پھر جب دو متحرک لام ملے تو اول کو دوم میں مدغم کر دیا اور اسے کہا : اللہ ۔

ابن منظور نے اس کے بعد کافی مفصل بحث اللّٰھم پر کی ہے کہ وہ کس طرح بنا اور اس کا اعراب وغیرہ کیا ہے ۔

سید ابوالاعلیٰ مودودی ، قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ، مرکزی مکتبہ اسلامی ، دہلی ۱۹۸۴ء ، ص ۱۱ میں لغوی تحقیق کے عنوان سے جو کچھ لکھا ہے اس کی تفصیل یہ ہے ۔ " اس لفظ کا مادہ ا ل ہ ہے ۔ اس مادہ سے جو الفاظ لغت میں آئے ہیں ان کی تفصیل یہ ہے :

أَلِهَ ، اذا تحیر حیران و سرگشتہ ہوا ۔

الھت الی فلان ای سکنت الیه : اس کی پناہ میں جا کر یا اس سے تعلق پیدا کر کے میں نے سکون و اطمینان حاصل کیا ۔

اَلِهَ الرَّجُلُ يَأْلَهُ اِذَا فَزِعَ مِنْ اَمْرٍ نَزَلَ بِه فَاَلَهَه غَيْرُه اَیْ اَجَارَه

آدمی کسی مصیبت یا تکلیف کے نزول سے خوف زدہ ہوا اور دوسرے نے اس کو پناہ دی ۔

اِلَهَ الرَّجُلُ اِتَّجَهَ اِلَيْهِ لِشِدَّةِ شَوْقِهٖ اِلَيْهِ آدمی نے دوسرے کی طرف شدت شوق کی وجہ سے توجہ کی ۔

اَلِهَ الْفَصِيْلُ اِذَا وَلِعَ بِاُمِّه اونٹنی کا بچہ جو اس سے بچھڑ گیا تھا ، ماں کو پاتے ہی اس سے چمٹ گیا ۔

لَاهَ يَلِيْهُ لَيْهًا وَلَاهًا ، اِذَا احتجب پوشیدہ و مستور ہوا ۔ نیز ارتفع یعنی بلند ہوا ۔

اله الهة والوهته وَاُلُوْهَيْةً عبد ۔ عبادت کی ۔

ان تمام معانی مصدریہ پر غور کرنے سے معلوم کیا جا سکتا ہے کہ اِلہ یا لہ الٰہۃ کے معنی عبادت (پرستش) اور الہٰ کے معنی معبود کس مناسبت سے پیدا ہوئے " اس کے بعد سید مودودی نے اس کے چار معانی بیان کئے ہیں ۔

اردو دائرہ معارف اسلامیہ ، دانش گاہ پنجاب ، لاہور ۱۹۸۰ء ، جلد سوم ص ۸۷ ۔ ۱۴۳ ، اللہ پر سید نذیر نیازی کا مقالہ ۔ مقالہ نگار نے لسان العرب کی مذکورہ بالا لغوی تحقیق مختصراً بیان کرنے کے بعد جوہری کی اس کے سلسلہ میں تحقیق نقل کی ہے ۔ " کہ سیبویہ کے نزدیک یہ ممکن ہے کہ اللہ کے نام کی اصل " لَاہ " جیسا کہ ایک عرب شاعر کہتا ہے :

كَحَلْفَةٍ مِنْ اَبِیْ رَبَاحٍ لیشد ھا لَاهَه الْكِبَارِ (یعنی ابو رباح کی اس قسم کی مانند جس پر اس کا بڑا دیوتا شاہد ہے)

پھر جب اس پر ال تعریف داخل کیا گیا تو اسے اسم علم کا قائم مقام تصور کر لیا گیا ، جیسا کہ العباس اور الحسن اسم علم کے قائم مقام تصور کئے جاتے ہیں (الصحاح ، بذیل مادہ ل اہ) " مقالہ نگار نے یہ اور ابن منظور صاحب لسان العرب کا مذکورہ بالا قول تفسیر البیضاوی ۱/ ۲ سے نقل کیا ہے ۔

اللہ پر مفصل بحث کے لئے مزید ملاحظہ ہو : امام رازی لوامع البینات ، ص ۱۱۴ ۔ ۹۰ ۔ اسم اعظم پر بحث کے لئے ملاحظہ ہو ، ص ۶۳ ۔ ۶۲ ۔

(۶) " تاج العروس میں ابن العربی کا قول نقل ہوا ہے کہ اللہ اسم علم ہے اور اس معبود برحق پر دلالت کرتا ہے جس میں تمام حقائق وجودیہ مجتمع ہیں (دیکھیے بذیل مادہ ا ل ہ) اللیث کا قول ہے کہ اللہ ذات باری تعالیٰ کا اسم اعظم ہے :

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَحْدَه

اور بقول السید مرتضیٰ الزبیدی اکثر عارفین کا بھی یہی خیال ہے (تاج العروس بذیل مادہ ال ہ)" اردو دائرہ معارف اسلامیہ ، مذکورہ بالا ص ۱۴۴ سید نذیر نیازی مزید تحریر فرماتے ہیں کہ "البیضاوی نے دوسرا قول یہ نقل کیا ہے کہ یہ اللہ کی ذات کا اسم علم ہے اور اسی سے خاص ہے ۔ تیسرا قول یہ ہے کہ اصل میں تو یہ صفاتی نام تھا ۔ مگر جب اللہ کی ذات سے یہ اس قدر مختص ہو گیا کہ اس کی ذات کے سوا اور کسی کے لئے استعمال نہیں ہوتا تو اسے اسم علم کی حیثیت حاصل ہو گئی ۔ جس طرح ثریا اصل میں وصفی نام تھا مگر کثرت استعمال کی وجہ سے ستاروں کے جھمکے سے مختص ہو گیا ۔ اور اسے اسم علم کی حیثیت حاصل ہو گئی ۔ البیضاوی نے چوتھا قول یہ نقل کیا ہے کہ اصل میں یہ سریانی کے لفظ 'لاَھَا' سے بنا ہے (البیضاوی ۱/۵) ۔"

ابن کثیر ، تفسیر ، اول ص ۲۰۔۱۹ میں تحریر فرماتے ہیں کہ اللہ رب تبارک و تعالیٰ کا عَلَم ہے اور کہا جاتا ہے کہ وہ اسم اعظم ہے کیونکہ وہ تمام صفات کا جامع ہے ۔ پھر سورہ حشر ۔ بنی اسرائیل وغیرہ کی تین آیات نقل کرنے کے بعد صحیح بخاری اور صحیح مسلم سے حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث نقل کی ہے :

اِنَّ لِلّٰہِ تِسْعَۃً وَ تِسْعِیْنَ اَسْمَآءٍ مِائَۃً اِلَّا وَاحِدًا مَنْ اَحْصَاھَا دَخَلَ الْجَنَّۃَ

(اللہ کے ننانوے یعنی سو سے ایک کم نام ہیں ، جس نے ان سب کو شمار کر لیا وہ جنت میں داخل ہو گیا)۔

اس کے بعد لکھتے ہیں کہ ان کی تعداد ترمذی اور ابن ماجہ میں بھی آئی ہے اور دونوں روایتوں میں زیادتی اور کمی کے سبب اختلاف ہے ۔ امام رازی نے اپنی تفسیر میں بعض محدثین سے نقل کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے پانچ ہزار اسماء ہیں ۔ ایک ہزار کتاب و سنت میں ہیں ، ایک ہزار تورات میں ، ایک ہزار انجیل میں ، ایک ہزار زبور میں اور ایک ہزار لوح محفوظ میں ہیں " ۔ بہر حال وہ ایسا اسم ہے جس سے اللہ تعالیٰ کے سوا اور کوئی موسوم نہیں " ۔ حافظ موصوف نے اس کے بعد اس کی بعض لغوی تشریح کی ہے اور دوسری تفصیل بھی دی ہے ۔

اصلاحی ، تدبر قرآن ، اول ص ۸۔۲۷ ، کے مطابق یہ نام ابتدا سے صرف اس خدائے برتر کے لیے خاص رہا ہے جو آسمان و زمین اور تمام مخلوقات کا خالق ہے ۔ نزول قرآن سے پہلے عرب جاہلیت میں بھی اس کا یہی مفہوم تھا ۔

تھانوی ، بیان القرآن ، اول ص ۱۰۔۹ نے اللہ تعالیٰ کی تحقیق لفظی و معنوی نہیں کی ہے ۔

اسماء و صفات الٰہی کی مفصل و مدلل شرح کے لیے ملاحظہ ہو : امام رازی ، " لوامع البینات شرح اسماء اللہ تعالیٰ والصفات" مرتبہ سید محمد بدرالدین ابو فراس نعسانی حلبی ، مطبع شرفیہ مصر ۱۳۲۳ھ (طبع اول) ۔ چھوٹی تقطیع کی یہ کتاب دو سو ستر صفحات پر مشتمل ہے اور از اول تا آخر لائق مطالعہ ہے ۔ (آئندہ حوالہ **لوامع البینات** سے ہو گا)۔

(۷) **محمد فؤاد عبد الباقی ، اَلْمُعْجَمُ المفہرس لالفاظ القرآن الکریم** (آئندہ المعجم المفہرس) سہیل اکیڈمی لاہور پاکستان ۱۹۸۳ء ، بذیل مادہ ا ل ہ ، ۳۸۔۷۵

(۸) اسمائے حسنیٰ اور صفات الٰہی پر بحث کے لیے ملاحظہ ہو : لفظ اسم اور صفت کے لغوی معنی کے لئے دیکھیں لسان العرب بذیل مادہ س م ا اور و ص ف ۔ جلد ۱۴ ص ۳۔۴۰۱ اور جلد ۹ ، ص ۷۔۳۵۶ بالترتیب ۔ ابن منظور کے مطابق چیز کا نام اس کی علامت ہوتا ہے ۔ اور اسم میں الف وصل کا الف ہے اور اس کی دلیل یہ ہے کہ جب اس کی تصغیر کی جاتی ہے تو وہ 'سُمَیٌّ' ہوتی ہے جیسا کہ تہذیب میں ہے ۔ زجاج کا کہنا ہے کہ ہمارا قول اسم سَمَوْتُ سے مشتق ہے جس کے معنی رفعت و بلندی کے ہیں اور اس کے مطابق اس کی اصل سِمْوٌ ہے قِنْوٌ اور اِقْنَاء کی مانند ابوالعباس کا کہنا ہے کہ اسم درحقیقت وہ رسم اور نشانی (سمۃ) ہے جو کسی شے کے لئے اس وجہ سے بنائی جاتی ہے کہ وہ پہچانی جا سکے ، ابن سیدہ کے مطابق اسم دراصل جوہر یا عرض بتانے والا لفظ ہے تاکہ اس کے ایک حصہ کو دوسرے سے جدا کیا جا سکے.... اس کی جمع اسماء ہے جیسا کہ قرآن مجید میں آیا ہے:

وَعَلَّمَ اٰدَمَ الْاَسْمَآءَ کُلَّھَا

بعض لغویوں نے دوسرے جمع کے الفاظ بھی ذکر کئے ہیں ۰۰۰۰ ابوالعباس اس کے قائل ہیں کہ اسم دراصل مسمیٰ ہوتا ہے مگر سیبویہ کے نزدیک وہ غیر مسمیٰ ہے البتہ مؤخرالذکر نے اپنے قول کی کوئی دلیل نہیں دی ۔
و ص ف مادہ اور وصفا اور صفت مصدر ہے اور اس کے معنی آراستہ و سنوارنا (حلاد) ہیں ۔ امام لیث کے بقول جب تم کسی چیز کو بیان کرتے ہو تو اس کی حلیہ اور نعت بیان کرتے ہو ۔۔۔۔ صفت جیسے علم اور سواد ۔ ان کے بقول نحوی اس سے یہ مراد نہیں لیتے بلکہ صفت ان کے نزدیک نُعت (بیان وصف) ہے اور نَعت اسم فاعل ہے جیسے ضارب (مارنے والا) ، اور مضروب جو مفعول ہے اور اسی مانند دوسرے اوصاف ۔ جیسا کہ عرب کے کلام میں ہے ۔ **رَأَیْتُ اَخَاكَ الظَّرِیْفَ** (میں نے تمہارے ظریف بھائی کو دیکھا) بھائی موصوف اور ظریف صفت ہے ۔ اس لیے ان کا کہنا ہے کہ کسی شے کی اضافت اس کی صفت کی طرف صحیح نہیں جس طرح اس کے نفس کی طرف اضافت نہیں ہو سکتی کیوں کہ صفت ہی موصوف ہے ۔
اسمائے حسنیٰ اور صفات الٰہیہ میں کوئی تباین و تغایر نہیں ہے بلکہ وہ دونوں ایک ہی مفہوم میں استعمال ہوتے ہیں ۔ امام غزالیؒ . **الاقتصاد فی الاعتقاد** ص۶۳-۶۵ نے اسماء الٰہی کہہ کر صفات الٰہی پر بحث کی ہے ۔ نیز ملاحظہ ہو حاشیہ ۶ مذکورہ بالا میں حدیث نبویؐ اور مفسرین و محدثین کے بیانات جن میں ننانوے اور پانچ ہزار اسماء الٰہی کا حوالہ ہے جو صفات کے علاوہ اور کچھ نہیں ۔
شیخ محی الدین ابن عربی نے فصوص الحکم میں اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں سے "العلی" بھی شمار کیا گیا ہے ۔ اس پر بحث و تنقید کے لئے ملاحظہ ہو : مجموعہ تفسیر ابن تیمیہ ص ۱۹-۱۸ ، نیز ملاحظہ ہو ابن کثیر ، تفسیر چہارم ص ۴-۳۴۲ ، مودودی تفہیم القرآن ، دوم ص ۴-۱۰۳ اصلاحی ، تدبر قرآن ، سوم ص ۳۹۹ نیز لوامع البینات ص ۱۱-۱۰ ۔

(۹) صفات الٰہی پر شاہ ولی اللہ دہلویؒ نے حجۃ اللہ البالغہ ، مرتبہ السید سابق ، دارالکتب الحدیثہ قاہرہ (غیر مورخہ) اول ص ۶-۱۳۱ بحث کی ہے ۔ جس کے بنیادی نکات درج ذیل ہیں :

نیکی (بِر) کی عظیم ترین قسموں میں صفات الٰہی کو گناتے ہوئے اور ان صفات سے اللہ تعالیٰ کے متصف ہونے کے اعتقاد رکھنے اس میں شامل سمجھتے ہوئے فرماتے ہیں کہ اس سے بندہ اور ذات الٰہی کے درمیان ایک دروازہ کھل جاتا ہے جو اسے اللہ تعالیٰ کے مجد و کبریائی کے انکشاف کے لئے تیار کر دیتا ہے ۔

حقیقت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اس سے کہیں بلند ہے کہ اس کو کسی معقول یا محسوس چیز پر قیاس کیا جائے یا اس میں کچھ صفات اس طرح حلول کر جائیں جس طرح اعراض (جوہر کے ساتھ قائم اشیاء) اپنے مقامات (محال) میں حلول کر جاتی ہیں یا جن کو عام عقول سمجھ سکیں یا عرفی الفاظ اپنی گرفت میں لے سکیں ۔ اس کے ساتھ ساتھ لوگوں سے اس کو روشناس کرانا بھی ضروری ہے تاکہ وہ اپنے امکانی کمال کو پہنچ سکیں ۔ لہٰذا یہ ضروری ہوا کہ صفات اپنے مقصد اور غایت کے وجود کے معنی میں استعمال کئے جائیں نہ کہ ظاہری معنی میں ۔ لہٰذا رحمت کے معنی ہیں انعامات و کرامات سے نوازنا نہ کہ دل کی رقت و میلان اس سے مراد ہے ۔ اور ایسے الفاظ مستعار لائے جائیں جن سے یہ معلوم ہو کہ تمام موجودات اس کے تسخیر کرنے کے سبب اس کی مشیت کے لیے مسخر ہیں ۔ اور ایسی تشبیہات استعمال کی جائیں کہ ان سے وہ بذات خود مراد نہ ہوں بلکہ ان سے موزوں معروف معنی مراد ہوں ۔ مثلاً ہاتھ کے پھیلانے (بسط الید) سے مراد سخاوت وجود ہے نہ کہ محض ہاتھ کا پھیلانا اور ایک شرط یہ بھی ہے کہ مخاطبوں کو اس وہم میں نہ مبتلا کیا جائے کہ وہ الوث بہیمیہ (حیوانی آلائشوں) میں مبتلا ہے اور مخاطبوں کے اختلاف کے ساتھ ساتھ مختلف ہو گا ۔ لہٰذا یہ تو کہا جاتا ہے کہ وہ دیکھتا اور سنتا ہے مگر یہ نہیں کہا جا سکتا کہ وہ چکھتا اور چھوتا ہے اور کسی معاملہ کے تمام متعلق معانی کے فیضان کو کسی نام (اسم) سے موسوم کیا جائے گا جیسے رزاق اور مصور ۔ اور اس سے ہر ایسی شے سلب و نفی کی جائے گی جو اس کی شایان شان نہیں بالخصوص وہ

تمام چیزیں جن کو ظالموں نے اس کے لیے استعمال کی ہیں جیسے لم یلد ولم یولد ۔ تمام آسمانی ملتیں صفات خداوندی کو اسی طرح بیان کرنے پر متفق ہیں ۔ اور ان کا اس پر بھی اتفاق ہے کہ یہ عبارات و تعبیرات ظاہری طور سے استعمال کی جائیں گی اور ان کے استعمال سے زیادہ کی جستجو نہیں کی جائے گی ۔ اسی روش پر زمانہ خیر میں عمل ہوتا رہا لیکن پھر مسلمانوں کے ایک گروہ نے ان پر بحث و تمحیص اور ان کے معانی کی تحقیق بلا کسی نص اور برہان قاطع کے شروع کر دی ۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد گرامی ہے ۔

تَفَكَّرُوْا فِى الْخَلْقِ وَلَا تَفَكَّرُوْا فِى الْخَالِقِ

مخلوقات کے بارے میں غور و خوض کرو مگر خالق کے بارے میں غوروخوض نہ کرو ۔

(مرتب نے اپنے حاشیہ میں صراحت کی ہے کہ یہ حدیث حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما کی روایت کردہ ہے اور اس کے آخر میں یہ اضافہ بھی ہے

فانکم لن تقدروا قدرہ

(کیونکہ تم اللہ کی قدر نہ پہچان سکو گے) ۔ عراقی کے بقول یہ حدیث ابو نعیم نے حلیۃ الاولیاء میں ضعیف سند کے ساتھ بیان کی ہے جب کہ اصفہانی نے الترغیب والترہیب ، میں اس سے زیادہ صحیح کے ساتھ روایت کی ہے اور ابوالشیخ نے بھی اسی طرح روایت بیان کی ہے ۔ بہر حال وہ بہ حال میں صحیح المعنی حدیث ہے۔

شاہ صاحب پھر سورہ نجم کی آیت ۴۲ ۔ **وَاَنَّ اِلٰى رَبِّكَ الْمُنْتَهٰى** (اور یہ کہ تیرے رب تک پہونچنا) نقل کر کے لکھتے ہیں کہ صفات الٰہی مخلوق اور حادث نہیں اور ان پر غور کرنا کہ حق تعالیٰ کیسے ان سے متصف ہوا دراصل خالق باری میں غور و تفکر کے مترادف ہے۔

ترمذی کی ایک حدیث ہے : یداللہ علی ۔ امام موصوف اس کے بارے میں کہتے ہیں کہ علماء کا بیان ہے کہ ہم اس حدیث پر جیسی وہ آئی ہے ۔ ایمان رکھتے ہیں اور اس کی نہ کوئی تفسیر کرتے ہیں نہ کوئی غوروفکر کرتے ہیں ۔ بہت سے علماء نے بھی یہی بات کہی ہے ان میں حضرات سفیان ثوری ، مالک بن انس ، سفیان بن عیینہ اور عبداللہ بن مبارک بھی شامل ہیں جو کہتے ہیں کہ ایسی چیزوں پر ایمان رکھا جائے گا اور ان کے کیف و کیفیت کے بارے میں کوئی جستجو نہیں کی جائے گی ۔

صفات الٰہی پر امام غزالی نے احیاء علوم الدین ، مطبع عثمانیہ مصریہ ، قاہرہ ۱۹۳۳ ، اول ص ۱۰۱-۹۷ میں دوسرے انداز سے بحث کی ہے ۔ انہوں نے اعتقادات کی بحث چار اصولوں پر اٹھائی ہے پھر ذات الٰہی اور صفات الٰہی کے لیے دس دس اصول بتائے ہیں ۔ اس کے علاوہ صفات الٰہی اور افعال الٰہی میں فرق کر کے مؤخرالذکر کے لئے الگ دس اصول گنائے ہیں ۔ ان میں سے اکثر پر بحث بعد میں آئے گی ۔

خدا کی صفات پر فلسفیانہ ، متکلمانہ اور اسلامی بحث کے لیے مزید ملاحظہ ہو : سید جلال الدین عمری ، خدا اور رسولؐ کا تصور : اسلامی تعلیمات میں ، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ، دہلی ۱۹۶۹ء ص ۳۱۹-۲۰۳ ۔ مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو : امام رازی ، لوامع البینات از اول تا آخر ۔

(۱۰) مثلاً ملاحظہ ہو فلاسفہ کی بحث اللہ تعالیٰ کی ذات و صفات کے باب میں ۔ ان کے یہاں ایک بحث یہ ہے کہ خدا کا وجود صفات کا مجموعہ ہے یا صفات کے علاوہ بھی اس کی کوئی ہستی اور وجود ہے ؟ پھر خدا کا وجود کیا ہے ؟ یا وہ خود کیا ہے ؟ ملاحظہ ہو ، سید جلال الدین عمری ، خدا اور رسولؐ کا تصور ، ص ۲۰۲ ۔ نیز ملاحظہ ہو : ابن تیمیہ ، مجموعہ تفسیر شیخ الاسلام ابن تیمیہ ، مرتبہ عبدالصمد شرف الدین ، مطبع ق ، بمبئی ۱۹۵۴ء ص ۷-۲۹۵ ۔ ذیل میں سید جلال الدین عمری کے مباحث کا خلاصہ پیش کیا جاتا ہے :

مسلمان علماء کرام کے نزدیک خدائے تعالیٰ کی ذات کی طرح اس کی صفات بھی ازلی و ابدی ہیں اور ان دونوں کو ایک دوسرے سے جدا نہیں کیا جا سکتا کہ خدا کی ذات کو اس کی صفات کے بغیر نہیں سمجھا جا سکتا کیونکہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا کوئی مادی وجود نہیں ہے

جس کا کوئی طول و عرض اور عمق ہو یا وہ حسی طور سے محسوس کیا جا سکے ۔ اسی طرح اس کی صفات میں اس کی ذات کی طرح کسی طرح کی کمی و بیشی ممکن نہیں ۔ دنیا اور مخلوقات نہ صرف فانی اور حادث ہیں بلکہ وہ ہر آن تغیر سے گزرتی رہتی ہیں ۔ انقلابِ حال ان کے وجود کا لازمی حصہ اور تغیر ان کا لازمہ ہے جبکہ اللہ تعالیٰ ثبات و قدامت کا پیکر ہے جس میں انقلاب و تغیر کا کوئی دخل نہیں ۔

متکلمین نے اپنے اس فلسفہ کی بنیاد پر اللہ تعالیٰ کی ایجابی اور سلبی صفات بیان کی ہیں جیساکہ اوپر شاہ ولی اللہ دہلوی کے مذکورہ اقتباس میں آ چکا ہے ۔ سلبی صفات وہ ہیں جو اس کے شایانِ شان نہیں اور جن سے وہ پاک اور منزہ ہے جبکہ ایجابی صفات وہ ہیں جو اس کی ذات کا تعارف کراتی ہیں ۔

اشاعرہ کے نزدیک اہم ترین اور نمایاں ترین سلبی صفات ہیں :

۱ ۔ اللہ تعالیٰ کی ماہیت ہر چیز یعنی مخلوق کی ماہیت سے مختلف ہے ۔

۲ ۔ وہ غیر مرکب ہے اس کے اجزائے ترکیبی نہ گنے جاتے ہیں نہ بیان کئے جا سکتے ہیں ۔

۳ ۔ وہ لامکان ہے کہ وہ کسی ایک محدود و متعین مقام پر نہیں پایا جاتا ۔

۴ ۔ وہ کسی کے ساتھ متحد نہیں ہوتا ۔

۵ ۔ وہ کسی شے کے اندر حلول نہیں کرتا ۔

۶ ۔ اس کا کوئی خاص رخ یا جہت متعین نہیں ہے ۔

۷ ۔ اس کے ساتھ کوئی حادث صفت نہیں پائی جا سکتی ۔ یعنی ایسی کوئی صفت نہیں ہو سکتی جو پہلے سے نہ ہو اور بعد میں پیدا ہو ۔

۸ ۔ وہ لذت و الم کا شکار نہیں ہوتا ۔ اور اسی طرح

۹ ۔ اس کی ذات رنگ و بو اور لذت و کیف سے متصف نہیں ہے ۔

اشعری متکلمین نے اللہ تعالیٰ کی جن ایجابی صفات کا ذکر کیا ہے وہ سات ہیں : قدرت ، علم ، حیات ، ارادہ ، سمع ، بصر اور کلام ۔ چنانچہ بعض اشاعرہ کے نزدیک صرف یہی سات ایجابی صفات ہیں اور ان کے علاوہ باقی دوسری کوئی نہیں ہیں ۔ جبکہ بعض دوسرے اشاعرہ کے نزدیک اس سے زیادہ ایجابی صفات ہیں ۔

ماتریدی متکلمین کے نزدیک آٹھ ایجابی صفات الٰہی ہیں اور ان کے نزدیک قدرت کے ساتھ ساتھ تکوین یا تخلیق ایک الگ صفت ہے جبکہ اشاعرہ کے نزدیک وہ دونوں ایک ہیں ۔

امام رازی نے بھی انھیں سات ایجابی صفات کا ذکر کیا ہے اور ان کے نزدیک ان صفات کو نقل یا نص کے بغیر عقل کے ذریعے ثابت کیا جا سکتا ہے ۔

بعض دوسرے متکلمین کے نزدیک یہ سات صفات بنیادی ہیں اور ان کی بنا پر باقی دوسری صفات کو ثابت کیا جا سکتا ہے ۔ اور وہ سب ضمنی صفات ہیں ۔ جو بنیادی صفات کے ذیل میں آتی ہیں ۔ لیکن امام رازی نے ضمنی صفات کے سلسلہ میں توقف اختیار کرنے کا مشورہ دیا ہے ۔

متکلمین کے ایک دوسرے گروہ کا عقیدہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کو ان تمام صفات سے متصف ماننا چاہیے ، جن کا ذکر قرآن و حدیث میں موجود ہے چنانچہ علامہ سعدالدین تفتازانی ، علامہ نصیرالدین طوسی اور امام ابن تیمیہ نے اس گروہ کی ترجمانی کی ہے ۔

امام غزالی نے ذرا مختلف انداز سے صفات الٰہی پر بحث کی ہے ۔ ان کے مطابق اللہ تعالیٰ کے اسماء چار قسم کے ہیں :

۱ ۔ بعض اسماء اللہ تعالیٰ کی صرف ذات پر دلالت کرتے ہیں جیسے اسم موجود ۔ یہ خدا کی ذات پر ازلی اور ابدی طور سے صادق آتا ہے کہ خدا ازل سے موجود ہے اور تا ابد رہے گا ۔

۲ ۔ بعض اسماء خدا کی ذات پر دلالت کرنے کے ساتھ ساتھ کچھ چیزوں کی اس سے نفی بھی کرتے ہیں ۔ مثلاً خدا قدیم ہے باقی ہے ۔

واحد ہے ، غنی ہے ۔ ان سے یہ معلوم ہوا کہ وہ عدم سے وجود میں نہیں آیا اور نہ اس کو کبھی عدم لاحق ہو گا ، وہ شرک سے بری ہے اور کسی کا محتاج نہیں ۔

۳ ۔ اسماء الٰہی کی تیسری قسم وہ ہے جن سے ذات الٰہی کے لئے زائد معنی ثابت ہوتے ہیں ۔ ان میں یہ اسماء الٰہی شامل ہیں ۔ الحی (زندہ) القادر (قدرت والا) ، المتکلم (بولنے والا) ، المرید (ارادہ کرنے والا) ، السمیع (سننے والا) ، البصیر (دیکھنے والا) ، العالم (جاننے والا) ۔ ان کے ساتھ وہ اسماء بھی شامل ہیں جو ان سے کسی طرح تعلق رکھتے ہیں جیسے آمر ، ناہی ، نبیہ وغیرہ ۔

۴ ۔ وہ اسماء الٰہی جن سے اللہ تعالیٰ کے افعال معلوم ہوتے ہیں جیسے رازق ، خالق ، معزو مذل وغیرہ ۔

ان مباحث کے لئے ملاحظہ ہو ، خدا اور رسولؐ کا تصور ص ۹۱۔۲۰۳ ۔ سید جلال الدین عمری نے جن مصادر کا حوالہ ان مباحث کے لئے دیا ہے وہ یہ ہیں : مجموعہ تفسیر شیخ الاسلام ابن تیمیہ ۔۔۲۹۵ ، امام غزالی ، الاقتصاد فی الاعتقاد ، مطبع سعادہ مصر ۱۳۲۷ھ ، ص ۲۰۔۱۳ ، ص ۶۔۹۵ امام رازی ، محصل افکار المتقدمین مطبع حسینیہ قاہرہ ۱۳۲۳ھ ، نصیر الدین طوسی ، تلخیص المحصل ، مطبع حسینیہ ، قاہرہ ۱۳۲۳ھ ، ص ۱۶۔۱۱۱ اور ص ۶۔۱۳۵ ، ابن تیمیہ ، شرح عقائد ، دوم ص ۹۲۔۹۰ ، تفتازانی ، شرح المقاصد ، استانبول ۱۳۰۵ھ دوم ص ۹۰ ، الشہرستانی ، الملل و النحل ، تذکرہ صفاتیہ ، ابن تیمیہ شرح العقیدہ الاصفہانیہ ، مطبوعہ مصر ۱۳۲۹ھ ، ص ۱۲۔۹ : اور ابن رشد ، الکشف عن مناہج الادلۃ مطبوعہ مصر ص ۵۲ ۔

نیز امام رازی ، لوامع البینات ص ۲۹۔۱۲ و مابعد ملاحظہ ہو جہاں یہ بحث زیادہ مفصل اور منطقی ہے ۔

(۱۱) سورہ اخلاص میں مذکورہ صفات الٰہی کے لغوی معنی کی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو : لسان العرب ، بذیل مادہ ا ح د ، ص م د : جلد سوم ص ۰۰ اور ص ۹۔۲۵۸ اور جلد ۱۵ ، ص ۲۲۰ برائے "کفوا"

أَحَدٌ: فِيْ أَسْمَاءِ اللهِ تَعَالَى الْأَحَدُ وَهُوَ الْفَرْدُ الَّذِيْ لَمْ يَزَلْ وَحْدَهٗ وَلَمْ يَكُنْ مَعَهٗ آخَرُ وَهُوَ اسْمٌ بُنِيَ لِنَفْيِ مَا يُذْكَرُ مَعَهٗ مِنَ الْعَدَدِ

(احد : اللہ تعالیٰ کے اسماء میں شامل ہے ۔ احد وہ ذات واحد (فرد) جو ہمیشہ تنہا رہا ہو اور اس کے ساتھ کوئی دوسرا نہ رہا ہو ۔ وہ ایک ایسا اسم ہے جو اس لیے بنا ہے کہ اس کے ساتھ عدد میں سے کسی کے ذکر کی نفی کر دے ۔) اس کے بعد مزید لغوی بحث کرتے ہوئے ابن منظور نے لکھا ہے کہ اصل میں یہ لفظ "وحد" تھا اور واؤ عربی کے قاعدہ کے مطابق ہمزہ سے بدل گیا کیونکہ وہ وحدۃ سے بنا ہے ۔ احد دراصل واحد کے معنی میں استعمال ہوتا ہے جو عدد (گنتی) کا اولین عدد ہے ۔ لیکن اللہ تعالیٰ کے قول :

قُلْ هُوَ اللهُ أَحَدٌ

میں وہ اللہ سے بدل پڑا ہے ۔ کیوں کہ نکرہ کبھی معرفہ کا بدل بن جاتا ہے ، جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے خود فرمایا ہے :

لَنَسْفَعًا بِالنَّاصِيَةِ ۝ نَاصِيَةٍ

(سورۃ العلق ۶۔۱۵ : ہم گھسیٹیں گے چوٹی پکڑ کر ، کیسی چوٹی)

صاحب لغت نے اس کے بعد کافی مفصل بحث دوسرے لغوی نکات پر کی ہے۔ ان کے علاوہ حدیث نبویؐ کا حوالہ دیا ہے کہ آپ نے حضرت سعدؓ کو تشہد میں اپنی سبابہ (شہادت والی) انگلی سے اشارہ کرنے کا حکم دیا اور فرمایا کہ وہ احد احد ہے ۔

صمد ، بطور فعل اس کے مختلف ابواب کے معنی بیان کرنے کے بعد لکھتے ہیں :

اَلصَّمَدُ بِالتَّحْرِيْكِ : اَلسَّيِّدُ الْمُطَاعُ الَّذِيْ لَا يُقْضٰى دُوْنَهٗ اَمْرٌ وَقِيْلَ : الَّذِيْ يُصْمَدُ اِلَيْهِ فِي الْحَوَائِجِ اَيْ يُقْصَدُ

(حرکت کے ساتھ صمدؔ کے معنی اس واجب الاطاعت حاکم و سردار کے ہیں جس کے بغیر کوئی معاملہ طے نہیں کیا جا سکتا ۔ اور ایک قول یہ ہے کہ وہ ذات جس کی طرف حوائج و ضروریات میں رجوع کیا جاتا ہے) ۔ اس کے بعد بطور استشہاد کلام عرب سے دو شعر نقل کئے ہیں اور لکھا ہے کہ "صمد اللہ تعالیٰ کی صفت میں سے ہے کیونکہ تمام امور اسی کے حوالے ہیں اور ان میں کوئی فیصلہ نہیں کر سکتا"۔

ان کے علاوہ بعض ایسے معانی نقل کئے ہیں جن کا اطلاق اللہ تعالیٰ پر نہیں کیا جا سکتا ۔ البتہ ایک معانی یہ بھی بیان کیے ہیں کہ "صمد وہ سید و سردار ہوتا ہے جس پر اس کی سیادت کی انتہا ہوتی ہے اور بقول ازہری اللہ تعالیٰ کی سیادت کی کوئی حد نہیں کہ وہ غیر محدود ہے" ..... ایک معنی یہ بیان کئے ہیں کہ صمد وہ دائم اور باقی رہنے والی ذات ہے جو اپنے خلق کے فنا کے بعد بھی باقی رہے گی ۔ بہر حال ان تمام معانی میں ایک بات مشترک ہے اور وہ یہ کہ صمد وہ ذات ہے جس کے سب محتاج ہیں اور وہ کسی کا محتاج نہیں ۔ مزید بحث کے لئے ملاحظہ ہو : امین احسن اصلاحی ، تدبر قرآن ، نہم ص ۵۲-۶۲ ، مودودی ، تفہیم القرآن ، ششم ، ص ۵۳۵-۴۳ ، تھانوی بیان القرآن ، جلد ۱۲ ، ص ۱۲۹-۷ کے نزدیک اللہ (اپنے کمال ذات اور صفات) میں ایک ہے ۔ (کمال ذات یہ کہ واجب الوجود ہے اور کمال صفات یہ کہ علم و قدرت وغیرہ اس کے قدیم اور محیط ہیں اور اللہ ایسا بے نیاز ہے (کہ وہ کسی کا محتاج نہیں اور اس کے سب محتاج ہیں) ولد کے معنی اتنے معروف ہیں کہ مزید تشریح کی ضرورت نہیں ، لغوی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو لسان العرب ، بذیل مادہ و ل د ، سوم ص ۴۶۹-۴۷۰ کفو : کے معنی کافی ہونے ، برابر ہونے کے ہیں ، . (جلد ۱۵، ص ۲۲۷)

(۱۲) وجود الٰہی پر مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو ۔ امام غزالی ، احیا علوم الدین ، اول ص ۹۳-۶ جنہوں نے ایمان کے ارکان میں اولین رکن ذاتِ الٰہی کی معرفت کو قرار دے کر بتایا ہے کہ وہ "واحد" ہے اور اس بحث میں انھوں نے دس اصول بیان کئے ہیں جن کا خلاصہ حسب ذیل ہے:

۱ ۔ اللہ تعالیٰ کے وجود کی معرفت قرآن مجید سے ۔ اس ضمن میں سورہ نبا ۱۶-۶ ، بقرہ ۱۶۴ ، سورہ نوح ۱۸-۱۵ ، واقعہ ۵۸-۷۳ ، ابراہیم ۱۰ ، یونس ۱۰۵-۶ وغیرہ کا حوالہ و تذکرہ کر کے ثابت کیا ہے کہ مخلوقات یعنی انفس و آفاق کی شہادت ، فطرت انسانی اور انبیائے کرام کی دعوت سے اس کا وجود ثابت ہے ۔ اس کے بعد اس کے قدیم ہونے اور حادث نہ ہونے پر بحث کی ہے ۔

۲ ۔ یہ جاننا کہ اللہ تعالیٰ قدیم و ازلی ہے اور اس سے قبل کوئی نہ تھا اور وہ ہر چیز کا اول ہے اور ہر زندہ و مردہ سے پہلے تھا اور ہے ۔

۳ ۔ یہ علم کہ اللہ تعالیٰ ازلی ابدی ہونے کے ساتھ ساتھ اس کے وجود کا کوئی آخر نہیں ہے ۔ وہ اول و آخر اور ظاہر و باطن ہے اور اس کا عدم محال ہے ۔

۴ ۔ یہ علم کہ اللہ تعالیٰ کسی حیز میں آنے والا جوہر نہیں بلکہ وہ جہت و تعیین سے بلند و بالا ہے ۔

۵ ۔ یہ علم کہ اللہ تعالیٰ کوئی ایسا جسم نہیں ہے جس کی تالیف جوہر سے ہوئی ہو ۔

۶ ۔ یہ علم کہ اللہ تعالیٰ کوئی عرض نہیں جو کسی جسم کے ساتھ قائم ہو یا جسم کے محل میں حلول کرتا ہو ۔

۷ ۔ یہ علم کہ اللہ تعالیٰ جہات کی تعیین و تحدید یا اختصاص سے منزہ و پاک ہے ۔

۸ ۔ یہ علم کہ اللہ تعالیٰ اپنے عرش پر استوا رکھتا ہے ۔ اور اس کے وہ معنی ہیں جو اللہ تعالیٰ نے مراد لئے ہیں ۔

۹ ۔ یہ علم کہ اللہ تعالیٰ صورت و مقدار سے منزہ ہونے اور جہات و اقطار سے ماورا ہونے کے باوجود دار آخرت میں نگاہوں و آنکھوں سے مرئی ہو گا ۔

۱۰ ۔ یہ علم کہ اللہ تعالیٰ واحد ہے ، اس کا کوئی شریک نہیں کوئی ساجھی ، ہمسر اور مثیل نہیں ۔

امام غزالی نے ان اصولوں میں سے ہر ایک پر بحث مدلل کی ہے اور اپنے دلائل و براہین دیئے ہیں جن کو اختصار کے خیال سے چھوڑ دیا گیا ہے ۔

(۱۳) توحید الٰہی پر مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو : امام غزالی ، احیاء علوم الدین ، اول ص ۹۶ ، ابن رشد .. الکشف من مناہج الادلہ ص ۵۰-۲ ومابعد ، امام ابن الہمام ، المسایرہ مع اپنی شرح المسامرہ ، ص ۳۵-۶ وغیرہ ، ابن تیمیہ ، مجموعہ تفسیر ، ص ۱۲۹-۴۰ وغیرہ اور ص ۱۹۶-۲۰۹ وغیرہ ، مولانا امین احسن اصلاحی ، حقیقت توحید ، نقوش رسولؐ نمبر لاہور ۱۹۸۳ء دوم ص ۳۶۹-۳۲۷ ، سید جلال الدین عمری ، خدا اور رسولؐ کا تصور ، ص ۳۳۰-۶۰ ۔ مولانا اصلاحی نے قرآن کے اولین مخاطب ، قرآن کا طرز

استدلال ، قرآنی استدلال کی اساس اور بعض عمومی تنبیہات کے بعد مباحث کی جو ترتیب دی ہے اس کا اختصار یوں ہے : انہوں نے توحید کے دلائل کو دو خانوں عمومی اور خصوصی میں تقسیم کیا ہے : عمومی دلائل میں دلائل آفاق اور دلائل انفس پر بحث کی ہے اور خصوصی دلائل میں دلائل بلحاظ مسلمات مخاطب وغیرہ سے بحث کی ہے ۔ دلائل آفاق میں کائنات کا حسن و جمال ، کائنات کے مختلف اجزاء کا باہمی توافق ، ضد سے ضد کا وجود ، متحدات سے مختلفات کا وجود ، مظاہر کائنات کی تسخیر ، کائنات کی محکم تدبیر ، نظم اجتماعی کے لیے غیر منقسم حاکمیت لازمی ، حق و باطل کی آویزش اور حق کا غلبہ ، کائنات کے مختلف مظاہر میں مضمر اشارات شامل ہیں جبکہ توحید کے دلائل انفس میں عہد فطرت انسانی ، علم و یقین کی فطری طلب ، فطرت انسانی کا علو ، انسان کا ضعف و افتقار کو شامل کیا ہے ۔ خصوصی دلائل میں جو مباحث ہیں وہ یہ ہیں : شرکاء کے لئے کوئی دلیل نہیں ، لوازم سے استدلال ، دلیل عدل ، اہل کتاب و منافقین کے تصورات اور آخر میں ایک خلاصہ دیا ہے تمام گذشتہ مباحث کا اور توحید کے اثرات پر بحث کی ہے ۔

سید جلال الدین عمری نے جن مباحث پر اپنی تفصیل قائم کی ہے ان میں سے اہم یہ ہیں : شرک کا امکان نہیں ، تحقیق کائنات میں شرک کا ثبوت نہیں ، تنظیم کائنات ایک خدا چاہتی ہے اور نفسیات انسانی شرک سے انکار کرتی ہیں ۔

(۱۳) امام ابن تیمیہ نے مجموعہ تفسیر ص ۳۰۰۔۲۹۹ میں آیۃ الکرسی کو صفت کمال کے اثبات پر مبسوط بحث کرنے والی قرار دیا ہے ۔ فرماتے ہیں :۔

جس طرح قرآن کی پہلی نازل ہونے والی آیت اس پر دلالت کرتی ہے اس سے زیادہ قرآن کی ایک اور آیت اس سے زیادہ شرح وبسط کے ساتھ دلالت کرتی ہے اور وہ آیۃ الکرسی ہے ۔ اس کے ضمن میں انہوں نے ایک حدیث صحیح مسلم کتاب الصلوۃ ، باب فضل سورۃ الکہف و آیۃ الکرسی (اور ابو داؤد سے بھی وہ مروی ہے) نقل کی ہے کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت ابی بن کعب سے فرمایا : ابوالمنذر! تم کو معلوم ہے کہ کتاب اللہ کی سب سے عظیم آیت تمہارے پاس ہے ؟ پھر فرمایا :

اَللّٰہُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ

حدیث نقل کرنے کے بعد علامہ فرماتے ہیں کہ یہاں اللہ تعالیٰ نے اپنے قول کو اللہ سے شروع کیا ہے جو اس کے قول "رَبُّکَ" سے اعظم ہے ۔ اسی بناء پر قرآن کریم کی سب سے اعظم سورۃ کا آغاز اسی سے کرتے ہوئے فرمایا ہے :

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

اللہ تعالیٰ نے اس آیت میں مشرکوں کے غیر اللہ کے الٰہ بنانے کی تردید کی ہے اور خالق غیر کی تردید یوں نہیں کی کہ وہ اللہ کے خالق ہونے کے قائل تھے لہٰذا انسان یا اور کسی شے کے خالق ہونے کی نسبت وہ کسی اور کی جانب نہیں کرتے تھے ۔ خلاف الوہیت کے.... پھر متعدد آیات قرآنی بیان کرنے کے بعد ثابت کیا ہے کہ وہ اس کے ساتھ دوسرے الٰہ کے تو قائل تھے مگر اس کے ساتھ کسی اور خالق کے قائل نہ تھے ۔

امام صاحب نے اس کے بعد حیّ قیوم پر بحث کرتے ہوئے کہا ہے کہ ان صفات کا قرآن کریم کے مختلف مقامات پر تین جگہ ذکر کیا ہے اور ہر جگہ دین کے اہم ترین اصول کے ضمن میں یعنی توحید ۔ رسالت اور آخرت کے ضمن میں کیا ہے ۔ انھوں نے بعض دوسرے شواہد قرآنی بھی بیان کئے ہیں ۔

نیز امام رازی ، لوامع البینات ، ص ۸۔۲۲۵ ، حی اور قیوم کی تفسیر ۔

اس بحث پر مزید ملاحظہ ہو : مودودی ، تفہیم القرآن ، اول ص ۶۔۱۹۳ ، اصلاحی ، تدبر قرآن ، اول ص ۹۰۔۵۸۸ ابن کثیر ، تفسیر ، اول ص ۱۰۔۳۰۴ ، تھانوی ، بیان القرآن ، جلد اول ص ۱۵۳ ۔ مؤخرالذکر نے "توحید ذات و صفات" کے عنوان سے آیۃ الکرسی کی تشریح کی ہے ۔

ابن کثیر نے متعدد احادیث نبویؐ کا حوالہ دے کر لکھا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسم اعظم پر مشتمل ہے اور دس مستقل جملوں پر مشتمل ہے ۔ یہ خاصی لمبی بحث ہے ۔ اسماء حسنیٰ پر ابن کثیر کی مزید اور مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو : تفسیر چہارم ص ۲۔۳۳۲ ۔ نیز جلد دوم ص ۹۔۳۶۸ سورہ اعراف میں ان کی بحث ۔ مودودی ۔ دوم ص ۴۔۱۰۳ نے اپنی نسبتاً مفصل بحث میں اسماء ذات اور اسماء صفات کی تفریق کی ہے ۔

آیۃ الکرسی میں آنے والے الفاظ کی لغوی تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو لسان العرب ، بذیل مادہ متعلقہ ۔

الحی : حیاۃ سے ماخوذ ہے جو موت کا نقیض (متضاد) ہے..... الحی من کل شیٔ : نقیض المیت (ہر چیز کی زندہ کا مطلب ہے مردہ کا متضاد) مزید تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو جلد ۱۴ ، ص ۲۔۲۱۱ اور مابعد ۔

القیوم (جلد ۲۱ ، ص ۴۔۵۰۲ بالخصوص): ابن الاعرابی کے بقول القیوم ، القیام اور المدبر ایک ہیں ۔ زجاج کا کہنا ہے کہ قیوم اور قیام کا بطور صفت الہٰی اور اسم حسنیٰ مفہوم قائم ہے کہ جو اپنے مخلوقات کے معاملات کی تدبیر کرتا ہے ۔ اور ان کی پیدائش و تربیت ، رزق رسانی کا ذمہ دار اور ان کے حالات و کوائف کا عالم ہوتا ہے ۔ فراء کے مطابق فعل سے قیوم کا صیغہ فَیْعُول ہے"..... لغوی مباحث کے بعد حدیث نبویؐ میں بھی صفت قیوم کے وارد ہونے کا حوالہ دیا ہے ۔ اور مختلف مفسرین کی آراء بیان کی ہیں ۔

مثلاً حضرت قتادہ کے نزدیک اس کے معنی ہیں : القائم علیٰ کل شیٔ (ہر چیز کا مالک و ذمہ دار) قتادہ کے نزدیک معنی ہیں :

اَلْقَائِمُ عَلٰی خَلْقِهٖ بِآجَالِهِمْ وَ اَعْمَالِهِمْ وَ اَرْزَاقِهِمْ

(یعنی مخلوق پر ان کی مدت عمر ، اعمال اور ان کے رزق کا مالک و ذمہ دار) جوہری کا خیال ہے کہ:

اَلْقَائِمُ بِاَمْرِ خَلْقِهٖ فِیْ اِنْشَائِهِمْ وَرِزْقِهِمْ وَ عِلْمُهٗ لِمُسْتَقَرِّهِمْ مُسْتَوْدَ عِهِمْ اور آخر میں صاحب لسان لکھتے ہیں :

اَلْقَیُّوْمُ مِنْ اَسْمَاءِ اللهِ الْمَعْدُوْدَةِ ، وَهُوَ الْقَائِمُ بِنَفْسِهٖ مُطْلَقًا لَا بِغَیْرِهٖ ، وَهُوَ مَعَ ذٰلِكَ یَقُوْمُ بِهٖ كُلُّ مَوْجُوْدٍ حَتّٰی لَا یُتَصَوَّرُ وُجُوْدُ شَیْءٍ وَلَا دَوَامُ وُجُوْدِهٖ اِلَّا بِهٖ

(قیوم اللہ تعالیٰ کے بیان کردہ ناموں میں سے وہ اپنی ذات میں مطلق قائم ہے اور کسی کا محتاج نہیں ۔ اور اس کے ساتھ اسی کی وجہ سے تمام موجودات قائم ہیں یہاں تک کہ کسی شے کا وجود اور اس کے وجود کا دوام اس کے بغیر تصور نہیں کیا جا سکتا ۔)

تھانوی ۔ بیان القرآن ۔ اول ص ۱۵۳ قیوم کا ترجمہ سنبھالنے والا ہے (تمام عالم کا) کرتے ہیں ۔ کرسی کی ضخامت و حجم کے بارے میں ایک حدیث نبویؐ بیان کرتے ہیں کہ آسمان و زمین اس کے مقابلہ میں ایک حلقہ یا چھلے کے برابر ہے اور عرش کی کوئی حد نہیں اور علو کا حاصل نفی ہے صفات نقص کی اور عظمت کا حاصل اثبات ہے صفات کمال کا ۔

(۱۵) ابن کثیر ۔ تفسیر ۔ سوم ص ۹۲۔۲۸۹ ۔ مودودی ۔ تفہیم القرآن ۔ سوم ص ۹۔۴۰۵ ۔ تدبر قرآن ۔ پنجم ص ۱۱۔۴۰۹

ابن کثیر نے نورالسموات والارض کے متعدد معنی لکھے ہیں : (۱) ابن عباس سے علی بن ابی طلحہ کی روایت ہے کہ اس سے آسمانوں اور زمین کا ہادی مراد ہے ۔ (۲) ابن جریج کے مطابق مجاہد اور ابن عباس اس سے تدبر امور مراد لیتے ہیں ۔ (۳) حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ نور الہٰی سے ہدایت الہٰی مراد ہے ۔ لفظ نور کی مختلف قراتوں کا ذکر کرنے کے بعد کئی احادیث نبویؐ کا ذکر کیا ہے : (۱) صحیحین میں حضرت ابن عباسؓ کی روایت ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم رات کو نماز کے لیے کھڑے ہوتے تو فرماتے :

اَللّٰهُمَّ لَكَ الْحَمْدُ ، اَنْتَ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْهِنَّ ، وَلَكَ الْحَمْدُ اَنْتَ قَیُّوْمُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَنْ فِیْهِنَّ ،

(اے اللہ تیرے لیے تمام حمد ہے ، اور آسمان و زمین کا اور ان میں جو لوگ ہیں ان کا نور ہے ، اور تیرے لیے تمام حمد کہ تو آسمان

و زمین اور ان کی تمام چیزوں کا قیوم ہے ۔) (۲) ابن اسحاق نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی وہ دعا نقل کی ہے جو آپ نے طائف والوں کی اذیت کے دن پانے کے بعد مانگی تھی اور اس میں پہلا جملہ ہے :

اعوذ بنور وجهك الذي اشرقت له الظلمات

(تیرے چہرہ کے نور کی پناہ مانگتا ہوں جس سے تاریکیاں روشن ہوتی ہیں) (۳) حضرت ابن مسعود سے مروی ہے کہ تمہارے رب کے یہاں نہ دن ہے نہ رات ۔ عرش الٰہی کا نور ، اس کے چہرہ کا نور ہے ۔

مولانا مودودی نے لکھا ہے کہ " اللہ کو نور کہنے کا مطلب یہ نہیں ہے کہ معاذ اللہ اس کی حقیقت بس "نور" ہونا ہے ۔ حقیقت میں وہ ایک ذات کامل و اکمل ہے جو صاحب علم ، صاحب قدرت ، صاحب حکمت وغیرہ ہونے کے ساتھ ساتھ صاحب نور بھی ہے ۔ لیکن خود اس کو نور محض اس کے کمال نورانیت کی وجہ سے کہا گیا " ۔ (ص ۴۰۹)

مولانا اصلاحی نے ابن کثیر کی ایک روایت کے مطابق نور الٰہی سے نور ایمان الٰہی مراد لیا ہے ۔ جبکہ مولانا تھانوی ، بیان القرآن جلد ۹ ، ص ۳ـ۲۲ "نور ہدایت دینے والا کہتے ہیں"۔

(۱۶) ابن تیمیہ ، شرح العقیدہ الاصفہانیہ ، ص ۸ بحوالہ عمری ص ۶ـ۳۶۴ ـ نیز امام رازی ، لوامع البینات ، ص ۱۸ـ۳ ـ

(۱۸) امام رازی ، اساس التقدیس فی علم الکلام ، مصر ۱۳۲۸ھ ص ۹ـ۲۸ بحوالہ عمری ۸ـ۳۶۶ ، نیز امام رازی ، لوامع البینات ص ۱۸ـ۱۰ب

(۱۹) امام غزالی ، الاقتصاد فی الاعتقاد ، مصر ۱۳۲۰ھ ، ص ۱۳ نیز ملاحظہ ہو خدا اور رسولؐ کا تصور ص ۲ـ۲۷۱ ، نیز امام رازی ، لوامع البینات ، ص ۱۹ـ۱۱ وما بعد۔

(۱۹) مزید بحث کے لیے ملاحظہ ہو ، امین احسن اصلاحی ، حقیقت توحید ، بحث بر دلائل آفاق ، سید جلال الدین عمری ، خدا اور رسولؐ کا تصور ص ۶ـ۳۳۰ نیز ملاحظہ ہو : امام غزالی ، احیاء علوم الدین ، اول ص ۶ـ۹۳ ـ اس کا حوالہ اوپر گزر چکا ہے ـ صفات الٰہی پر ان کی بحث بھی ملاحظہ ہو جہاں انہوں نے علم الٰہی سے بحث کی ہے ـ ص ۷ـ۹۶ ـ

(۲۰) تھانوی ، بیان القرآن ، جلد ۱۱ ص ۱۰۳ میں اس کی تشریح میں لکھتے ہیں ـ وہی (سب مخلوق سے) پہلے ہے اور وہی (سب کے فناء ذاتی یا صفاتی سے) پیچھے (بھی رہے گا یعنی اس پر نہ عدم سابق طاری ہوا ہے جیسا سب مخلوق پر وقوعاً ہوا ہے اور نہ عدم لاحق طاری ہو گا خواہ وقوعاً جیسا فناء عالم کے وقت مخلوق پر ہو گا..... اور وہی (مطلق وجود کے اعتبار سے دلائل سے نہایت) ظاہر ہے اور وہی (کنہ ذات کے اعتبار سے نہایت) مخفی ہے (یعنی کوئی اس کی ذات کا ادراک نہیں کر سکتا) اور (گو وہ خود تو ایسا ہے کہ مخلوق کو من وجہ معلوم ہے اور من وجہ غیر معلوم لیکن مخلوق سب من کل الوجوہ اس کو معلوم ہے اور) وہ ہر چیز کا خوب جاننے والا ہے ـ مولانا تھانوی نے اس سے اثبات توحید پر استدلال کیا ہے ـ

(۲۱) احیاء علوم الدین ، اول ص ۷ـ۹۶ میں امام غزالی نے صفات الٰہی کے بنیادی دس اصولوں میں سے پانچویں اصل یہ بیان کی ہے کہ یہ جاننا بھی رکن ایمان ہے کہ اللہ تعالیٰ سمیع و بصیر ہے اور اس کی رویت اور نگاہ سے ضمیر کے ہوا جس اور خیال و فکر کی پوشیدہ چیزیں بھی مخفی نہیں ہیں ـ اس کی سماعت سے گونگی چٹان پر رات کی تاریکی میں چلنے والی سیاہ چیونٹی کی چال کی تھاپ بھی پوشیدہ نہیں رہتی ـ اور وہ سمیع و بصیر کیسے نہ ہو کیونکہ سمع و بصر کمال کی نشانی ہیں اور وہ نقص نہیں ـ پھر مخلوق خالق سے زیادہ کامل اور مصنوع (بنا ہوا) صانع سے زیادہ مکمل اور بہتر کیسے ہو سکتا ہے ـ اور انصاف و عدل کیسے پایا جا سکتا ہے جبکہ اس ذات مطلق میں تو نقص واقع ہو اور اس کی مخلوقات و مصنوعات میں کمال پایا جائے ـ اور پھر حضرت ابراہیم علیہ السلام کی حجت ان کے کافر باپ پر قائم ہو گی جس سے انھوں نے کہا تھا :

لِمَ تَعْبُدُ مَا لَا يَسْمَعُ وَلَا يُبْصِرُ وَلَا يُغْنِي عَنكَ شَيْئًا

(سورہ مریم ۴۲ ۔) کیوں پوجتا ہے جو چیز نہ سنے نہ دیکھے ، اور نہ کام آوے تیرے کچھ) اور اگر یہ ان کے معبود میں پائی جانے تو ان کی دلیل ساقط ہو جائے گی اور اللہ تعالیٰ کا قول صحیح نہ ہو گا :

وَتِلْكَ حُجَّتُنَا آتَيْنَاهَا إِبْرَاهِيمَ عَلَىٰ قَوْمِهِ (سورہ انعام ۸۳)

اور یہ ہماری دلیل ہے کہ ہم نے دی ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابل) جس طرح وہ ذاتِ الٰہی بلا کسی عضو و جارحہ کے فاعل ہے اور بلا کسی قلب و دماغ کے عالم ہے اسی طرح وہ بلا آنکھ کے بصیر اور بلا کان کے سمیع ہے کیونکہ اعضا و جوارح ہونے کی صورت میں خالق و مخلوق میں کوئی فرق نہ ہو گا ۔

ابن تیمیہ ، مجموعہ تفسیر ، ص ۳۔۳۲ نے یہ بحث کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اس غیب کا عالم ہے جو مطلق ہے ۔ وہ مقید و معین نہیں ہے ، بلکہ وہ ہر طرح غیب کا خواہ وہ مطلق و معین ہو اور خواہ شے مشہود ہو سب کا عالم ہے ۔

(۲۲) ان تفصیلات کے لئے ملاحظہ ہو المعجم المفهرس لالفاظ القرآن الکریم بذیل مادہ س م ع اور ب ص ر ۔

(۲۳) آیاتِ قرآنی کے سیاق و سباق پر مزید بحث کے لیے ابن کثیر ، مولانا تھانوی ، مولانا مودودی ، مولانا اصلاحی اور دوسری تفاسیر کے مباحث متعلقہ دیکھیں ۔

(۲۴) المعجم المفہرس بذیل مادہ س م ع ۔

(۲۵) مختلف تفاسیر میں ان آیات کے استعمالات پر توضیحات ملاحظہ کریں ۔

(۲۶) المعجم المفہرس بذیل مادہ ع ل م ۔

(۲۷) امام غزالی ، احیاء علوم الدین ، اول ص ۹۶ نے صفات الٰہی کے بنیادی دس اصولوں میں سے اسے اصل ثانی قرار دیا ہے ۔ اور وہ یہ ہے کہ انسان یہ جان لے کہ اللہ تعالیٰ تمام موجودات کا جاننے والا (عالم) اور تمام مخلوقات کا محیط (احاطہ کرنے والا) ہے ۔ اس کے علم سے زمین و آسمان کا کوئی ذرہ بھی پوشیدہ نہیں ۔ اس ضمن میں امام موصوف نے دو آیتوں کا حوالہ دیا ہے ۔

بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيمٌ اور أَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ۖ وَهُوَ اللَّطِيفُ الْخَبِيرُ ○

(۲۸) مختلف تفاسیر میں ان آیات کی توضیحات بھی ملاحظہ کریں ۔ امام غزالی ، احیا علوم الدین ، اول ص ۹۷ میں آٹھویں اصل صفات الٰہی کی یہ بتاتی ہے کہ اس کا علم قدیم ہے اور وہ اپنی ذات و صفات سے عالم ہے ۔ مخلوقات میں جو چیزیں پیدا ہوتی ہیں اور جو نہیں پیدا ہوئیں وہ ان کو جانتا ہے بلکہ وہ اسے اس کے علم ازلی کے سبب منکشف ہیں ۔ انھوں نے اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کو ایک مثال سے سمجھایا ہے مگر حقیقت ہے کہ یہ مثال اللہ تعالیٰ کے علم ازلی کی حقیقت کو سمجھانے سے قاصر ہے ۔ نیز امام رازی ، لوامع البینات ، ص ۶۔۱۷۳ تفسیر علیم ۔

(۲۹) ملاحظہ ہوں مفسرین کی تصریحات متعلقہ ۔

(۳۰) المعجم المفهرس بذیل مادہ ح ک م (حکیم) لوامع البینات ، ص ۱۱۔۲۰۹ تفسیر حکیم ۔

(۳۱) تشریحات مفسرین ۔ امام رازی ۔ لوامع البینات ، ص ۱۱۔۲۰۹ ۔

(۳۲) المعجم المفهرس بذیل مادہ س م ع اور ع ل م (سمیع / علیم)

(۳۳) امام غزالی ، احیاء علوم الدین ، اول ص ۱۰۱۔۹۶ ، نے اللہ تعالیٰ کی صفات اور افعال میں فرق کیا ہے ۔ جس طرح انہوں نے اللہ تعالیٰ کی صفات کے علم کو ایمان کا رکن ثانی قرار دے کر اس کا مدار دس اصول پر رکھا ہے اسی طرح افعال الٰہی کے علم کو تیسرا رکن بتا کر اس کا بھی مدار دس اصول پر رکھا ہے اور وہ مختصراً حسب ذیل ہیں :

۱ ۔ یہ علم کہ عالم میں جو کچھ واقع و حدوث پذیر ہو رہا ہے وہ اللہ تعالیٰ کا فعل ، اس کی تخلیق اور اسی کی اختراع ہے ۔

۲ ۔ یہ طور کہ بندوں کی حرکات کی اختراع کرنے سے یہ صادق نہیں آتا کہ وہ بندوں کی قدرت میں اکتسابی فعل کی حیثیت رکھتا ہے ۔

۳ ۔ بندہ کا فعل خواہ وہ اکتسابی ہو وہ اللہ تعالیٰ کی مراد ہونے سے خارج نہیں ہوتا ۔

۔ اللہ تعالیٰ خلق و اختراع کی فضیلت رکھتا ہے (متفضل) اور بندوں کو مکلف کرنے کا ۔ (متطول) ہے مگر خلق و تکلیف شرعی اس پر واجب نہیں ہے ۔

۵ ۔ اللہ تعالیٰ کے لئے یہ جائز و روا ہے کہ وہ مخلوق کو ان کی طاقت سے زیادہ مکلف بنائے (اگرچہ وہ بناتا نہیں)

۶ ۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں مخلوق کو ان کے کسی سابق جرم کے بغیر ان کو سزا اور عذاب دینے کا حق رکھتا ہے (اگرچہ وہ دیتا نہیں)

۷ ۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے ساتھ جو چاہے کر سکتا ہے اور اس پر اپنے بندوں کے لئے زیادہ مفید (اصلح) چیز کی رعایت واجب نہیں (اگرچہ وہ اصلح کی رعایت کرتا ہے)

۸ ۔ اللہ تعالیٰ کی معرفت اور اس کی اطاعت اللہ تعالیٰ کے واجب کرنے اور اس کی شریعت سے واجب ہوتی ہے نہ کہ عقل کے سبب ۔

۹ ۔ انبیاء کرام کی بعثت محال نہیں ہے بخلاف براہمہ کے عقیدہ کے ۔

۱۰ ۔ اللہ تعالیٰ نے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو خاتم النبیین بنا کر بھیجا اور ان سے پہلے یہود و نصاریٰ اور صابئین کی شریعتیں منسوخ کر دیں ۔ اور ان کو ظاہری معجزات اور روشن نشانیوں جیسے شق القمر وغیرہ کے ساتھ مبعوث کیا ۔

امام غزالی نے ان دس اصول میں زیادہ تر معتزلہ کے عقائد سے اختلاف کیا ہے اور اشاعرہ و اہل سنت والجماعت کے عقائد کے مطابق افعال الٰہی کا اثبات کیا ہے اور ہر ایک کے ضمن میں اس کے عقلی اور نقلی دلائل بھی دیئے ہیں ۔

امام رازی ، لوامع البینات ، ص ۱۱ ۔ ۱۰ اور بالخصوص ص ۹ ۔ ۲۴ جہاں انہوں نے صفات الٰہی کی تین قسمیں کی ہیں ۔

۱ ۔ ذاتی صفات ۔ ۲ ۔ معنوی صفات ۳ ۔ فعلی صفات ۔

۳۴ ۔ مفسرین کرام اور علماء متکلمین نے استواء علی العرش پر طویل اور مفصل بحثیں کی ہیں جن سے استوائے الٰہی کی کیفیت کا اندازہ ہونے کے علاوہ مختلف نقطہ ہائے نظر بھی سامنے آتے ہیں ۔ مولانا تھانوی ، بیان القرآن ، اول ص ۲۴ نے کشاف سے استویٰ کے معنی نقل کئے ہیں جو سورہ بقرہ کی آیت میں قصد و ارادہ کے ہیں جبکہ جلد چہارم ص ۲۱ ۔ ۲۰ میں لکھا ہے ۔ " پھر عرش پر (جو مشابہ ہے تخت سلطنت کے اس طرح) قائم (اور جلوہ فرما) ہوا (جو کہ اس کی شان کے لائق ہے جس سے سننے والے کے قلب میں بلزوم عرفی دو شانیں مستحضر ہو جاتی ہیں ایک رفعت و علو دوسری احکام شاہی کا صدور کیونکہ علاوۃ تخت شاہی پر جلوہ افروز ہونے کے لیے یہ دو امر لازم ہیں ۔۔۔) حاشیہ میں جو لکھا ہے اس کا خلاصہ یہ ہے کہ یہ اقسام متشابہ میں سے ہے اور جمہور سلف استواء کو حقیقت مبہمہ پر محمول کرتے ہیں اور اس کی اصل مراد اللہ تعالیٰ کے سپرد کرتے ہیں اور اس میں غور و خوض کرنے سے منع کرتے ہیں ۔ مولانا تھانوی کے نقطۂ نظر کے لئے اس بحث کے علاوہ سورہ آل عمران کے ضمن میں وہ بحث بھی ملاحظہ کر لی جائے جو انہوں نے متشابہات پر کی ہے ۔

ابن کثیر ، تفسیر ، دوم ص ۲۲۰ لکھتے ہیں کہ اس مقام پر علماء کے بہت سے مباحث ہیں جن کی تفصیل کا یہ موقع نہیں ، ہم اس باب میں سلف کے مذہب کی پیروی کرتے ہیں جن میں امام مالک، اوزاعی ، ثوری ، لیث بن سعد ، شافعی ، احمد ، اسحٰق بن راہویہ وغیرہ مسلمانوں کے قدیم و جدید علماء اور ائمہ شامل ہیں اور وہ مسلک یہ ہے کہ ہم اس کو اسی طرح تسلیم کریں جس طرح وہ بیان ہوا ہے اور بلا کسی کیف و تشبیہ اور تعطیل کے تسلیم کریں اور مشبہین کے ذہن میں جو صورت ابھرتی ہے وہ اللہ تعالیٰ پر صادق نہیں آ سکتی کیونکہ اس کی کوئی چیز مخلوق کے مشابہ نہیں ہے ۔

مودودی ، تفہیم القرآن ، دوم ص ۳۶ : " خدا کے استواء علی العرش (تخت سلطنت پر جلوہ فرما ہونے) کی تفصیلی کیفیت کو سمجھنا ہمارے لئے مشکل ہے ۔۔۔۔ قرآن میں اس کے ذکر کا اصل مقصد یہ ذہن نشین کرنا ہے کہ اللہ تعالیٰ محض خالق کائنات

ہی نہیں بلکہ مدبر کائنات بھی ہے ---" مولانا نے مزید تفصیل بھی دی ہے ۔

اصلاحی ۔ تدبر قرآن ۔ سوم ص ۸۱-۲۷۷ ۔ نے بھی تخلیق کائنات اور تدبر کائنات کے درمیان تعلق و ربط تلاش کیا ہے اور تدبر کو تخلیق کا بدیہی نتیجہ قرار دیا ہے ۔ اس سے انہوں نے مشرکوں ، فلسفیوں وغیرہ کی تردید قرار دیا ہے اور کہا ہے کہ "عرش اقتدار کی تعبیر ہے اور استویٰ کے بعد علیٰ آتا ہے تو اس کے معنی تمکن کے ہو جاتے ہیں ۔"

ابن تیمیہ مجموعہ تفسیر ، ص ۳۰-۳۱۹ وما بعد ۔ نے اس مسئلہ پر کافی مفصل بحث کی ہے اور قدیم علماء مفسرین اور متکلمین وغیرہ کے نقطہ ہائے نظر اور دلائل دیے ہیں جن کے بیان کرنے کی یہاں گنجائش نہیں ۔ ویسے ان کا بھی مسلک وہی ہے جو ان کے شاگرد ابن کثیر نے اوپر اپنی تفسیر میں مختصراً بیان کیا ہے ۔

(۳۵) تھانوی ۔ بیان القرآن ۔ پنجم ص ۳۹ نے اس کا عرش پانی پر تھا کی وضاحت صرف اتنی کی ہے کہ " یہ دونوں چیزیں پہلے پیدا ہو چکی تھیں ۔" عرش الہٰی سے متعلق دوسری آیات کی تفسیر میں عرش الہٰی سے متعلق کوئی خاص وضاحت نہیں ملتی ہے ۔ ملاحظہ ہو جلد ۱۰ ص ۳۳ ، ۳۶ وغیرہ ۔

مودودی ، تفہیم القرآن ۔ دوم ص ۳۲۳-۳۲۲ ، "رہا یہ ارشاد کہ خدا کا عرش پہلے پانی پر تھا ، تو اس کا مفہوم ہماری سمجھ میں یہ آتا ہے کہ خدا کی سلطنت پانی پر تھی " ۔ مولانا مودودی نے اس کے سوا پانی کی ماہیت وغیرہ کے سمجھنے سے اپنے قصور کا اعتراف کیا ہے ۔

اصلاحی ۔ تدبر قرآن ۔ چہارم ص ۱۰۹ " مطلب یہ ہے کہ اس کرۂ ارض کی خشکی نمودار ہونے سے پہلے پہلے یہ سارا کرہ مائی تھا اور اللہ کی حکومت اس پر تھی ۔ پھر پانی سے خشکی نمودار ہوئی اور زندگی کی مختلف النوع انواع ظہور میں آئیں اور درجہ بدرجہ یہ پورا عالم ہستی نمودار ہوا ۔ یہی بات تورات میں بھی بیان ہوئی ہے ۔

ابن تیمیہ ، مجموعہ تفسیر ۔ ص ۳۹-۳۱۹ نیز اتیان ، مجئی ، علو وغیرہ جیسے افعال پر بھی بحث ملاحظہ ہو کیونکہ وہ ذات و صفات الہٰی سے گہرا ربط رکھتی ہے ۔

(۳۶) اللہ کے ذیل میں بیان کردہ مفہوم و مطلب و معانی پر بحث کو ملاحظہ کریں ۔ نیز ملاحظہ ہو امام رازی لوامع البینات ، ص ۱۱۴-۹ ۔

(۳۷) صرف اللہ تعالیٰ کے الٰہ ہونے کا اثبات اور غیر اللہ کے الٰہ ہونے کی نفی کرنے والی آیات میں بطور دلیل اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات الہٰیہ جیسے خالق عالم و مکان ، صانع و فاطر سمٰوٰت و ارض اور زندگی و موت دینے پر قادر وغیرہ کا حوالہ دیا ہے اور غیر اللہ سے ان صفات کی نفی کی ہے تاکہ اپنے دعوائے الوہیت کی عقل و نقل کے مطابق تائید فرمائے ۔ دراصل قرآن مجید میں تین طرح کی آیات آئی ہیں اول وہ جن میں اللہ کے ماسوا تمام چیزوں کی الوہیت کی تردید کی گئی ہے ۔ دوم وہ آیات کریمہ جن میں غیر اللہ کی نفی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کے الٰہ واحد ہونے کا اثبات کیا گیا ہے اور توحید الہٰی پر بہت زور دیا گیا ہے اور سوم اپنی الوہیت کو اپنی مخلوقات اور بندوں کے تعلق سے واضح فرمایا ہے کہ وہ سارے موجودات و مخلوقات کا خواہ علوی ہوں یا سفلی ، مکلف ہوں یا غیر مکلف ، ذوشعور ہوں یا بے شعور ، حیوانات ہوں یا جمادات غرضکہ وہ ہر چیز اور ہر شے کا الٰہ ہے لہٰذا جب وہی وہ الٰہ ہے تو دوسرا جو لازمی طور سے اس کا بندہ و مخلوق ہو گا ۔ الٰہ کیسے ہو سکتا ہے ؟

(۳۸) توحید الہٰی اور اس کے اثبات کے دلائل نقلی اور عقلی کے لئے ملاحظہ ہو : حاشیہ ۱۳ کے حوالے ۔ نیز ملاحظہ ہو شاہ ولی اللہ دہلوی ۔ حجۃ اللہ البالغہ اول ص ۳۱-۳۲ ۔ باب التوحید ۔ باب فی حقیقۃ الشرک اور باب فی اقسام الشرک ۔ نیز ملاحظہ ہوں حوالے حاشیہ ۳۹ ۔ امام رازی ، لوامع البینات ، بحث بر اللہ اور بحث بر ھو ۔

(۳۹) حوالہ گزر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تمام صفات ازلی و ابدی ہیں اور اس کی ذات مطلق کے ساتھ قائم ہیں جس کا آغاز ہے اور نہ

انجام ۔ ملاحظہ ہو امام غزالی ، احیاء علوم الدین ، اول ص ۸۔۹۶ ، شاہ ولی اللہ دہلوی ، حجۃ اللہ البالغہ ، اول ص ۳۔۱۳۲ وما بعد نجم الدین ابو حفص عمر بن محمد نسفی ، متن العقائد ، و شرح تفتازانی (سعد الدین مسعود بن عمر) ، شرکت صحافیہ عثمانیہ مطبعہ تی تور و ۱۳۲۶ھ ص ۶۔۵۸ وما بعد ، ابو جعفر احمد بن محمد بن سلامہ طحاوی ، عقیدۃ الطحاوی ، مرتبہ قاری محمد طیب ، دار العلوم دیو بند ص ۲۰۔۳۰ ، ۳۔۶۱ وما بعد ۔ نیز امام رازی ، لوامع البینات ، ص ۲۹۔۱۰ وما بعد

(۴۰) لفظ خالق کی لغوی تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو لسان العرب ، بذیل مادہ خ ل ق ، جلد ۱۰ ، ص ۸۵۔۸۵ وما بعد :

ابن منظور نے اس لفظ کی تشریح کا آغاز " اللہ تعالیٰ و تقدس کے خالق و خلاق " ہونے سے کیا ہے اور قرآن مجید کی دو آیتیں نقل کرنے کے بعد کہا ہے کہ اس بات کو پہلے محض اس لیے بیان کیا ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے ۔ ازہری کا بیان ہے کہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے خالق اور خلاق ہے اور اللہ عزوجل کے سوا کسی اور کے لیے الف لام کے ساتھ اس صفت کا استعمال جائز نہیں ۔ وہی ہے جس نے تمام اشیا کو وجود بخشا بعد اس کے کہ وہ موجود نہ تھیں ۔ خلق کے اصل معنی تقدیر ہے لہذا تقدیر کے اعتبار سے ان کے وجود کی بنا پر اور تقدیر کے مطابق ان کی ایجاد کے اعتبار سے اللہ تعالیٰ خالق ہے ۔ کلام عرب میں خلق کے معنی ہیں : چیز کا اس کی سابقہ مثال کے بغیر پیدا (ابتداء) کرنا اور ہر وہ چیز جس کو اللہ تعالیٰ نے پیدا کیا ہے اس کی مثال پہلے موجود نہ تھی " ۔ ابن منظور نے اس کے بعد آیات قرآنی ، لغویوں کے تعریفات وغیرہ نقل کی ہیں ۔

مولانا تھانوی ۔ بیان القرآن ، جلد ۱۳ ، ص ۱۱۰ "...... نیز خلق دلیل ہے خالق پر اور سب سے اہم اور اقدم معرفت خالق ہے......"

امام غزالی ، احیاے علوم الدین ، اول ص ۹۶ ، میں صفات الٰہی پر اپنی بحث اسی اصل اول سے کی ہے کہ " صانع و خالق عالم قادر ہے اور وہ اپنے قول کریم : وھو علیٰ کل شئ قدیر (اور وہ ہر چیز پر قادر ہے) میں صادق ہے ۔ کیونکہ عالم اپنی بناوٹ (صنعت) میں محکم و مضبوط اور اپنی تخلیق (خلقت) میں مرتب و منظم ہے ۔ اگر کوئی شخص دیباج کا ایک کپڑا عمدہ بُنا ہوا اور نک سک سے درست دیکھے اور یہ خیال کرے کہ وہ کسی بے استطاعت مردہ یا بے مقدور انسان کے بننے سے وجود میں آیا ہے تو اس کو عقل سے پیدل اور بیوقوفوں اور جاہلوں کی دنیا کا فرد سمجھا جائے گا ۔

امام موصوف کے نزدیک قدرت الٰہی اصل صفت الٰہی ہے اور خلق الٰہی اس کا ایک مظاہرہ یا ثبوت و استدلال ۔ اصولی لحاظ سے یہ بات صحیح ہے مگر قادر ہونا ایک مطلق صفت ہے اور قادر مطلق اپنی قدرت کے اظہار سے قبل ، دوران اور بعد میں بھی قادر ہی رہتا ہے ۔ اگر وہ اپنی قدرت کا اظہار نہ کرے تب بھی وہ قادر رہتا ہے اور اس کی قدرت اس کی ذات سے سلب نہیں ہوتی لیکن مخلوقات بالخصوص انسانوں کو اپنے قادر ہونے کی صفت سمجھانے کے لئے ان کی ذہنی اور نفسیاتی حد بندی کے پیش نظر اس نے ایک مظاہرہ قدرت سے اپنی صفت پر استشہاد کیا گویا کہ دعوے کے لئے دلیل نہیں لایا بلکہ دلیل و ثبوت پہلے پیش کر کے اپنے دعوٰی کو منوانے کا بڑا کارگر اور مسکت طریقہ اختیار کیا ۔ اور اس کی قدرت تامہ مطلقہ کا بہترین مظاہرہ تخلیق ہے ۔

امام رازی کے نقطۂ نظر کے لئے ملاحظہ ہو لوامع البینات ، ص ۶۰۔۱۵۳ ۔ ص ۲۳۶ وغیرہ ۔

امام ابن تیمیہ نے مجموعہ تفسیر ص ۸۔۲۵۷ میں امام غزالی کے مندرجہ بالا استدلال کو اور زیادہ قوت کے ساتھ بیان کیا ہے جو سید جلال الدین عمری کے الفاظ و ترجمہ میں پیش ہے:

"جب یہ معلوم ہوا کہ خدائے تعالیٰ خالق ہے تو ظاہر بات ہے کہ خالق لازماً قدرت بھی رکھتا ہو گا ۔ کیونکہ ہر وہ فعل جس کو کوئی شخص انجام دیتا ہے وہ قوت اور قدرت ہی سے انجام پا سکتا ہے..... اور تخلیق تو سب سے بڑا فعل ہے کیونکہ اس پر سوائے خدا کے اور کوئی قادر نہیں ہے ۔ اس لئے تخلیق کی قدرت بھی سب سے بڑی ہے ۔ مخلوق کی قدرت میں اس کی کوئی مثال موجود نہیں ہے..... یہ ایک حقیقت ہے کہ تخلیق کے لیے ارادہ ضروری ہے کیونکہ کسی کام کو مخصوص صفت اور مخصوص مقدار میں انجام

دینا اور اس کی مخالف صورت میں انجام نہ دینا ایک ایسے ارادہ کے بغیر ممکن نہیں جو اس خاص حالت کو اس کی مخالف پر ترجیح دے سکے ۔ ارادہ کے لیے علم ضروری ہے کیونکہ کوئی بھی شخص ارادہ اسی چیز کا کرتا ہے جس کو وہ محسوس کرتا ہے اور اپنے ذہن میں اس کا تصور کرتا ہے ۔ شعور کے بغیر ارادہ ممکن نہیں ۔ نیز نفس تخلیق ، خاص طور پر انسان کی تخلیق جو کہ ایک عجیب تر مخلوق ہے ، جس کے اندر ایسا استحکام اور مضبوطی پائی جاتی ہے کہ عقل مبہوت رہ جاتی ہے ، بغیر علم کے ممکن نہیں ہے ۔ کیونکہ یہ بدیہی بات ہے کہ کوئی محکم اور مضبوط فعل ایسے صاحب علم ہی سے انجام پا سکتا ہے جو اپنے کام کو جانتا ہو ۔ پس تخلیق کا عمل ارادہ اور استحکام دونوں پہلوؤں سے علم پر دلالت کرتا ہے .... پھر جب یہ بات ثابت ہو گئی کہ خدائے تعالیٰ قادر ہے اور عالم ہے تو اس سے یہ بھی لازم آتا ہے کہ وہ زندہ ہے ۔ اسی طرح ارادہ بھی حیات کو ضروری قرار دیتا ہے ۔ اگر کوئی ذی حیات سمیع و بصیر اور متکلم نہیں ہے تو لازماً اندھا ، بہرہ اور گونگا ہو گا ۔ خدا کے بارے میں یہ بات ممکن نہیں ہے ، اس لئے ماننا پڑے گا کہ وہ سننے ، بولنے اور دیکھنے کی طاقت رکھتا ہے ۔ ارادہ یا تو کسی حکیمانہ مقصد کے لئے ہو گا یا اس کے پیچھے کوئی حکمت نہ ہو گی اور اگر وہ حکمت سے خالی ہے تو یہ بے وقوفی ہے اور خدا اس سے پاک ہے ۔ اس لئے ضروری ہے کہ خدا حکیم ہو ۔ پھر وہ مخلوق کے لئے نفع اور ان پر احسان کا ارادہ کرے گا یا اس کا ارادہ ان کو نقصان پہنچانے اور سزا دینے کا ہو گا ۔ یا ان میں سے کوئی بھی ارادہ نہ ہو گا ، بلکہ جو ارادہ چاہے گا کرے گا۔ خواہ نفع کا ہو یا نقصان کا ۔ دوسری صورت میں وہ شریر اور ظالم قرار دیا جائے گا جس سے خدا کی ذات پاک ہے ۔ تیسری صورت میں وہ لاغی اور بیوقوف ہو گا ۔ (نعوذ باللہ) ۔ اس سے ثابت ہوا کہ صرف پہلی صورت صحیح ہے یعنی کہ وہ رحیم ہے جیسا کہ وہ حکیم ہے ۔"

مذکورہ بالا اقتباس میں مترجم نے قرآنی آیات اور ان سے امام موصوف کے استدلال کو حذف کر دیا ہے اور ان کی نشاندہی خالی جگہوں سے کر دی ہے ۔ امام ابن تیمیہ نے صفاتِ الٰہی میں جس طرح باہمی ربط کا منطقی سلسلہ قائم کیا ہے اس سے بظاہر اللہ تعالیٰ کی صفات کی تفہیم عقل کی بنیاد پر ممکن معلوم ہوتی ہے ورنہ حقیقت یہ ہے کہ اگر قرآن کریم نے ان صفات کو بیان نہ کیا ہوتا تو نہ یہ منطقی استدلال ممکن ہوتا اور نہ صفات کا باہمی ربط و تعلق ۔ ان میں امام غزالیؒ کی بیان کردہ دس صفات الٰہی کی گونج مزید سنائی دیتی ہے ۔ اس لئے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ مختصراً ان کو بھی بیان کر دیا جائے ۔ امام غزالیؒ ، احیائے علوم الدین ، اول ص ۸۔۹۶ کے مطابق وہ دس اصول حسب ذیل ہیں جن پر صفات الٰہی کے علم کا مدار ہے :

(۱) یہ علم کہ صانع عالم (خالق کائنات) قادر ہے ۔

(۲) یہ علم کہ اللہ تعالیٰ تمام موجودات کا عالم اور تمام مخلوقات سے واقف (محیط) ہے ۔

(۳) یہ علم کہ اللہ تعالیٰ زندہ (حی) ہے ۔ کیونکہ جس کا علم و قدرت ثابت ہے اس کی زندگی (حیات) لازمی طور سے ثابت ہو گی ۔

(۴) یہ علم کہ اللہ تعالیٰ اپنے افعال کا ارادہ کرنے والا ہے اور جو چیز بھی موجود ہے وہ اس کی مشیت کی طرف راجع اور اس کا سبب ہے ۔

(۵) یہ علم کہ اللہ تعالیٰ سننے والا اور جاننے والا ہے اور اس کی نگاہ سے معمولی سے معمولی اور پوشیدہ سے پوشیدہ چیز مخفی نہیں ہے ۔

(۶) یہ علم کہ اللہ تعالیٰ ایسے کلام سے متکلم ہے جو اس کی ذات سے قائم ہے نہ کہ آواز و حرف سے وابستہ ہے بلکہ اس کا کلام غیر اللہ کے کلام کے مشابہ نہیں ۔

(۷) یہ کہ کلام اس کی ذات سے قائم ہی نہیں بلکہ قدیم بھی ہے اور اسی طرح اس کی تمام صفات ہیں ۔

(۸) یہ کہ اس کا علم بھی قدیم ہے اور وہ عالم بالذات ہے اور وہ اس کی صفات میں شامل ہے ۔

(۹) یہ کہ اس کا ارادہ قدیم ہے ۔

(۱۰) یہ کہ اللہ تعالیٰ عالم ہے علم کے ساتھ ۔ وہ زندگی سے زندہ ہے ، وہ قدرت کے ساتھ قادر ہے ، وہ ارادہ کے ساتھ ارادہ کرنے

والا ہے ۔ وہ کلام کے ساتھ متکلم ہے وہ سماعت کے ساتھ سمیع ہے اور بصارت کے ساتھ بصیر ہے اور اس کے یہ اوصاف ان قدیم صفات میں سے ہیں ۔

اس ضمن میں شاہ ولی اللہ دہلوی ، حجۃ اللہ البالغہ ۔ اول ص ۲۲۔۲۲ ۔ نے جو بحث ایجاد عالم کے سلسلہ میں صفات الٰہی پر کی ہے اس کا مطالعہ کرنا ضروری معلوم ہوتا ہے ۔ شاہ صاحب کے مطابق ایجاد عالم کے تعلق سے اللہ تعالیٰ کی تین صفات مرتب ہوتی ہیں:

اول صفت ابداع ہے کہ کسی چیز کی تخلیق کسی دوسری چیز سے نہیں کرتا بلکہ وہ شے پردۂ عدم سے مادہ کے بغیر وجود میں آتی ہے چنانچہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جب اولین امر کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا : سب سے پہلے اللہ تھا اور اس سے قبل کچھ نہ تھا (یہ صحیحین کی روایت ہے) ۔

دوم صفت خلق جس میں کوئی شے کسی دوسری سے پیدا کی جاتی ہے جیسے حضرت آدمؑ کی مٹی سے تخلیق ہوئی.... اور سوم عالم الموالید کی تدبیر اور اس کا اس نظام کے تابع ہونا جو حکمت الٰہی اور اس کی مصلحت کے مطابق ہوتا ہے.....

(۴۱) ابن تیمیہ نے ، مجموعہ تفسیر ، ص ۲۹۶ میں انسان کی تخلیق کو عجائب المخلوقات میں سے قرار دیا ہے ۔ مولانا تھانوی ۔ بیان القرآن ، جلد ۱۲ ، ص ۱۱۰۔۱۱۰" (آگے بطور تخصیص بعد تعمیم کے ارشاد ہے کہ) جس نے (سب مخلوقات میں سے بالخصوص) انسان کو خون کے لوتھڑے سے پیدا کیا (اس تخصیص بعد تعمیم میں اشارہ ہے کہ نعمت خلق میں بھی عام مخلوقات سے زیادہ انسان پر انعام ہے کہ جماد محض تھا اس کو کس درجہ تک ترقی دی کہ صورت کیسی بنائی عقل و علم سے مشرف فرمایا....)

نیز امام رازی ، لوامع البینات ، ص ۶۰۔۱۵۳ ۔

(۴۲) ابن کثیر ، تفسیر ، چہارم ص ۵۲۶۔۵۲۶ ، مودودی ، تفہیم القرآن ، ششم ص ۳۹۶ نیز سوم ۲۰۱۔۲۰۱ حاشیہ ۵ اور ۷ ، اصلاحی ، تدبر القرآن ، نہم ، ص ۴۵۴ ، تھانوی ، بیان القرآن ، جلد ۱۲ ، ص ۱۱۰۔۱۱۰

(۴۳) تخلیق آدم علیہ السلام کے مختلف مراحل پر علماء و مفسرین کی آراء ملاحظہ ہوں : مودودی ، تفہیم القرآن ، دوم ص ۱۲۔۱۰ ص ۵۰۴۔۵ ، سوم ص ۳۰۔۲۹ ، ص ۱۲۹ ، ص ۱۴۳ ، چہارم ص ۳۴۷ وغیرہ ، اصلاحی ، تدبر قرآن ، سوم ص ۱۸ ، ششم ص ۱۶۰۔۱ ، ص ۵۴۹ وغیرہ ۔

مادۂ تخلیق آدم کے مختلف اسماء کی لغوی تشریحات کے لیے ملاحظہ ہو لسان العرب ، بذیل مادہ متعلقہ :

(۱) تراب : بذیل مادہ ت ر ب ، جلد ۱ ، ص ۲۲۷۔۹ ۔ اس سے مراد مٹی یا سطح ارض کی خاک ہے ۔ ابن منظور نے اس کی تشریح میں مختلف احادیث نبویہ اور اقوال علماء ذکر کرنے کے علاوہ متعدد توضیحات بیان کی ہیں ۔

(۲) طین : مٹی : بذیل مادہ ط ی ن ، جلد ۱۳ ، ص ۲۷۰ جس کے معنی الوحل (کیچڑ) کے آتے ہیں اور وہ معروف ہیں اس کا واحد طینہ آتا ہے اور وہ ان جواہر میں سے ہے جو اس کے ساتھ موصوف ہوتے ہیں ۔

طین لازب : چپکنے والی مٹی ۔ بذیل مادہ ل ز ب : جلد ۱ ، ص ۷۳۹ ، میں اس کو طین لازق کہا ہے اور بیان کیا ہے کہ فراء کے نزدیک لازب ، لاتب اور لاصق تینوں یکساں معنی دیتے ہیں ۔

سلالۃ من طین بذیل مادہ س ل ل ، جلد ۱۱ ، ص ۳۳۹۔۹ : السلالۃ : ما انسل من الشیٔ (وہ چیز جو کسی چیز سے نکل جائے) **سلالۃُ الشیْءِ مَا اُسْتُلَّ مِنْہُ ، وَالنُّطْفَۃُ سُلَالَۃُ الْاِنْسَانِ** (وہ چیز جو اس سے نکلے ، نطفہ انسان کا سلالہ ہے) فراء کا قول ہے کہ : **اَلسُّلَالَۃُ الَّتِیْ سُلَّ مِنْ کُلِّ تُرْبَۃٍ** (السلالہ وہ ہے جو کسی مٹی کا ست ہو)

صَلْصَالٍ مِّنْ حَمَاٍ مَّسْنُوْنٍ: سیاہ اور بودار خشک مٹی جو کھنکھنانے لگے ۔ بذیل مادہ ص ل ل ، جلد ۱۱ ، ۳۹۲ :

وَالصَّلْصَالُ مِنَ الطِّیْنِ مَا یُجْعَلُ خَزَفًا ، سُمِّیَ بِہٖ لِتَصَلْصُلِہٖ وَکُلُّ مَاجَفَّ مِنْ طِیْنٍ اَوْفَخَّارٍ فَقَدْ صَلَّ صَلِیْلًا

(مٹی کھنکھنانے والے جو خزف نہ بنے اور اس کے کھنکھنانے کے سبب اس کا نام رکھا گیا اور ہر وہ مٹی یا کیچڑ جو سوکھ جائے وہ صلصال ہے ۔

نیز ملاحظہ ہو بذیل مادہ ح م ا اور س ن ن (جلد ۱۳ ۔ ص ۲۲۷) : مسنون کے معنی ہیں بدبودار (المنتن) ۔ جب کہ حما (جلد ۱۳ ، ص ٦۱) کے معنی دیے ہیں :

الطین الاسود المنتن (سیاہ بدبودار مٹی)

صَلْصَالٍ كَالْفَخَّار: بذیل ص ل ل ، جلد ۱۱ ، ص ۳۸۲ :

اَبُوْ اسْحٰق : اَلصَّلْصَالُ اَلطِّيْنُ الْيَابِسُ الَّذِىْ يَصِلُّ مِنْ يُبْسِهٖ اَىْ يَصُوْتُ

(ابو اسحاق کا بیان ہے کہ صلصال وہ خشک مٹی ہے جو اپنی خشکی کے سبب کھڑکھڑانے یا آواز دینے لگے ۔ آیت کریمہ کے مذکورہ بالا الفاظ کے معنی انہوں نے یہ بیان کئے کہ وہ کھڑکھڑانے والی مٹی جس کو آگ نے نہ چھوا ہو ۔ جب وہ آگ میں پک جاتی ہے تو وہ فخار کہلاتی ہے ۔ اخفش نے بھی یہی بات کہی ہے ۔ حضرت ابن عباس نے اس کی تعریف میں کہا ہے کہ پانی جب گرتا ہے تو زمین پھٹ جاتی ہے اور اس کے سوکھنے کے بعد اس میں سے آواز نکلنے لگتی ہے ۔ مجاہد نے اسکو حماٍ مسنون کے معنی میں لیا ہے اور بقول ازہری یہ مراد اس وجہ سے ہے کہ انہوں نے حماٍ مسنون کو صلصال کی تفسیر بنایا ہے حالانکہ اس کے معنی سڑی بدبودار مٹی کے ہیں ۔

وَنَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ کے سلسلہ میں یہ وضاحت ضروری معلوم ہوتی ہے کہ یہ روح اللہ تعالیٰ کی روح کا ایک حصہ نہیں ہے بلکہ اس سے مراد روح ملکوتی یا نور یزدانی ہے ۔ اس سے دراصل انسان کو خیر و شر کی تمیز کا ملکہ پیدا ہوتا ہے ۔ روح کے اللہ تعالیٰ کی طرف "اضافت سے مقصود فی الجملہ اس روح کے اختصاص کا اظہار ہے کہ یہ اللہ تعالیٰ کے خاص فیوض و برکات میں سے ہے ۔ یہ مطلب نہیں کہ یہ اللہ تعالیٰ کا کوئی حصہ ہے ۔ اس غلط فہمی پر تنبیہ اس لئے ہم نے ضروری سمجھی کہ وحدت الوجود کی گمراہیوں میں بڑا دخل اسی غلط فہمی کا ہے ۔" اصلاحی تدبر القرآن ، ششم ، ص ۱٦۱ ، نیز ملاحظہ ہو : ابن کثیر ، تفسیر ، سوم ص ۵۳٦ میں روح پر کچھ نہیں لکھا ہے ۔ البتہ دوسری نعمتوں سے مراد عقول کو لیا ہے؛ مودودی تفہیم القرآن ، چہارم ص ۳۱ حاشیہ ۱٦ کے مطابق "روح سے مراد .... وہ خاص جوہر ہے جو فکر و شعور اور عقل و تمیز اور فیصلہ و اختیار کا حامل ہوتا ہے .... اس روح کو اللہ تعالیٰ نے اپنی روح یا تو اس معنی میں فرمایا کہ وہ اس کی ملک ہے اور اس کی ذات پاک کی طرف اس کا انتساب اسی طرح کا ہے جس طرح ایک چیز اپنے مالک کی طرف منسوب ہو کر اس کی چیز کہلاتی ہے ۔ یا پھر اس کا مطلب یہ ہے کہ انسان کے اندر علم ، فکر ، شعور ، ارادہ ، فیصلہ ، اختیار اور ایسے ہی دوسرے جو اوصاف پیدا ہوئے ہیں وہ سب اللہ تعالیٰ کی صفات کے پرتو ہیں ، ان کا سرچشمہ مادے کی کوئی ترکیب نہیں ہے بلکہ اللہ تعالیٰ کی ذات ہے ۔" نیز تفہیم القرآن ، دوم ص ۵۰۵ ، حاشیہ ۱۹ یہاں گذشتہ بحث کی وضاحت کر کے اس غلط فہمی کو دور کیا گیا ہے کہ اس سے الوہیت کا کوئی جزو پا لینا ممکن ہے ۔ کیونکہ "الوہیت اس سے وراء الوراء ہے کہ کوئی مخلوق اس کا ایک ادنیٰ شائبہ بھی پا سکے ۔"

مولانا تھانوی کی تشریح کے لیے ملاحظہ ہو اس مقالہ کا حاشیہ ۵۷ ۔

(۴۴) ابن کثیر ، تفسیر : سوم ص ۵۳۷ ، مودودی ، تفہیم القرآن ، اول ص ۳۱۹ ، حاشیہ ۱ ، اصلاحی ، تدبر القرآن دوم ص ۲۴۵ ۔

(۴۵) ابن کثیر ، تفسیر ، اول ص ۴۴۹ ، مودودی ، تفہیم القرآن ، اول ص ۲۰-۳۱۹ ، حاشیہ ۱ ، اصلاحی ، تدبر قرآن ، دوم ص ٦-۲۴۵ ، مولانا مودودی لکھتے ہیں کہ "اسی جان سے اس کا جوڑا بنایا ۔" اس کی تفصیلی کیفیت ہمارے علم میں نہیں ہے ۔ عام طور پر جو بات اہل تفسیر بیان کرتے ہیں اور جو بائبل میں بھی بیان کی گئی ہے وہ یہ ہے کہ آدم کی پسلی سے حوا کو پیدا کیا گیا (تلمود میں اور زیادہ تفصیل کے ساتھ یہ بتایا گیا ہے کہ حضرت حوا کو حضرت آدم کی داہنی جانب کی تیرھویں پسلی سے پیدا کیا

گیا تھا) لیکن کتاب اللہ اس بارے میں خاموش ہے اور جو حدیث اس کی تائید میں پیش کی جاتی ہے اس کا مفہوم وہ نہیں ہے جو لوگوں نے سمجھا ہے، لہٰذا بہتر یہ ہے کہ بات کو اسی طرح مجمل رہنے دیا جائے جس طرح اللہ نے اسے مجمل رکھا ہے اور اس کی تفصیلی کیفیت متعین کرنے میں وقت نہ ضائع کیا جائے۔"

حافظ ابن کثیر نے اس اسرائیلی روایت اور اس حدیث نبویؐ کا ذکر کیا ہے جس کا ذکر اوپر مولانا مودودی کے اقتباس میں آ چکا ہے اسرائیلی روایت میں اضافہ یہ ہے کہ حضرت آدمؑ سو رہے تھے جب ان کی بائیں پسلی سے جو پشت کی جانب تھی پیدا کیا گیا اور جب وہ بیدار ہوئے تو ان کو پسندیدگی کی نظر سے دیکھا اور ان سے مانوس ہو گئے۔ حدیث نبویؐ ایک تو ابن ابی حاتم کی سند سے حضرت ابن عباسؓ سے یہ بیان کی ہے:

خُلِقَتِ الْمَرْاَةُ مِنَ الرَّجُلِ فَجُعِلَتْ نَهْمَتُهَا فِی الرَّجُلِ وَ خُلِقَ الرَّجُلُ مِنَ الْاَرْضِ فَجُعِلَتْ نَهْمَتُه فِی الْاَرْضِ فَاَحْبِبُوْا نِسَآئِكُمْ

(عورت مرد سے پیدا کی گئی ہے اور.....)

اور حدیث صحیح یہ بیان کی ہے:

اِنَّ الْمَرْاَةَ خُلِقَتْ مِنْ ضِلَعٍ ، وَ اِنَّ اَعْوَجَ شَیْءٍ فِی الضِّلَعِ اَعْلَاهُ فَاِنْ ذَهَبْتَ تُقِيْمُه كَسَرْتَه وَاِنِ اسْتَمْتَعْتَ بِهَا اِسْتَمْتَعْتَ بِهَا وَفِيْهَا عَوَجٌ

(بلاشبہ عورت پسلی سے پیدا کی گئی ہے اور پسلی میں کج ترین چیز اس کی اونچی نوک ہوتی ہے (اس کا بلند ترین حصہ ہوتا ہے) اگر تم اسے سیدھا کرو گے تو اسے توڑ ڈالو گے اور اس سے فائدہ اٹھاؤ گے تو اس کی کجی کے ساتھ فائدہ اٹھاؤ گے)

مولانا اصلاحی نے خَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا کے معنی بتاتے ہیں کہ "اسی کی جنس سے اس کا جوڑا پیدا کیا" اگرچہ اس کے معنی لوگوں نے اور بھی لئے ہیں لیکن جس بنیاد پر لئے ہیں وہ نہایت کمزور ہے۔ ہم نے جو معنی لئے ہیں اس کی تائید خود قرآن میں موجود ہے۔ مولانا نے سورہ نحل ۷۲ سے استدلال کرتے ہوئے کہا ہے کہ اس کے معنی یہی ہو سکتے ہیں کہ اللہ نے تمہارے لیے تمہاری ہی جنس سے بیویاں بنائیں۔ اس کے یہ معنی کوئی بھی نہیں لے سکتا کہ یہ بیویاں ہر ایک کے اندر سے پیدا ہوئیں"۔

مولانا اصلاحی کا یہ استدلال بظاہر صحیح نہیں معلوم ہوتا کیونکہ ذریت آدم کی بیویوں کی تخلیق کا معاملہ زوج آدم کی تخلیق سے کلی مختلف ہے۔

شاہ عبدالقادر دہلوی، موضح قرآن، ص ۱۲۳ ف ۲ میں تحریر فرماتے ہیں۔ "یعنی ایک آدم سے حوا بنائی پھر ان سے سارے لوگ....."

مولانا تھانوی، بیان القرآن دوم ص ۹۱ "حضرت حوا حضرت آدم علیہ السلام کی پسلی سے پیدا ہوئی ہیں جیسا کہ حدیث شیخین وغیرھما میں ہے...."

لسان العرب، بذیل مادہ زوج، جلد ۲، ص ۲۹۱-۳: الزوج: خلاف الفرد۔ یقال: زوج او فرد (جو فرد کے خلاف و متضاد ہوتا ہے، محاورہ ہے: جوڑا ہے یا تنہا (فرد) اور اس سے مرد عورت و مرد یا نر و مادہ ہوتے ہیں۔ مرد کا زوج اس کی بیوی ہوتی ہے اور عورت کا زوج اس کا شوہر۔ ابن منظور نے آیات قرآنی، احادیث نبویؐ اور کلام عرب اور اقوال علماء سے کئی معانی بیان کئے ہیں۔

(۳۱) تخلیق زوجین پر مفسرین کی بحث کے لئے ملاحظہ ہو: ابن کثیر، تفسیر چہارم ص ۳۳۷، مودودی، تفہیم القرآن، چہارم ص ۲۵۸-۹، ص ۳۲۷-۸، پنجم ص ۱۵۱ وغیرہ، اصلاحی، تدبر قرآن، چہارم ص ۲۷۲، ہفتم۔ ص ۳۲۷-۸، تھانوی، بیان القرآن جلد ۱۱ ص ۶۳۔

نیز ملاحظہ ہو لسان العرب جلد ۲ ، ص ۲۔۲۹۱ : زوجین کے معنی کلام عرب میں جوڑے کے ہوتے ہیں خواہ وہ نر ہو یا مادہ ۔

حضرت حسن فرمان الٰہی:

وَمِنْ كُلِّ شَيْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَيْنِ

کی تفسیر میں کہا کرتے تھے کہ آسمان زوج ہے اور زمین زوج ہے : سردی ایک زوج ہے اور گرمی ایک زوج ہے ۔ رات ایک زوج ہے اور دن ایک زوج ہے ۔" اسی طرح مرد و عورت کے زوج ہونے پر گفتگو کی ہے اور آیات و کلام عرب سے استشہاد کیا ہے :۔

مولانا تھانوی لکھتے ہیں ۔ " (اس قسم سے مراد مقابل ہے سو ظاہر ہے کہ ہر شے میں کوئی نہ کوئی صفت ذاتیہ یا عرضیہ ایسی معتبر ہوتی ہے جس سے دوسری چیز جس میں اس صفت کی نقیض یا ضد ملحوظ ہو اس کے مقابل شمار کی جاتی ہے ۔ جیسے آسمان و زمین، جوہر و عرض، گرمی و سردی، شیریں و تلخ، چھوٹی و بڑی، خوشنما و بدنما، سفیدی و سیاہی، روشنی و تاریکی و علی ہذا) مولانا نے زوجین کا ترجمہ "دو دو قسم کا" کیا ہے۔ اسی بنا پر انہوں نے وہ تشریح کی جو اوپر قوسین میں گزری۔

(۴۷) اس بحث میں آنے والے اہم مقامات کی تفسیری توضیحات کے لئے ملاحظہ ہو : ابن کثیر ۔ تفسیر ۔ متعلقہ آیات کریمہ کی تشریح ۔ تھانوی ، بیان القرآن ، متعلقہ آیات کریمہ کی وضاحت ، مودودی ، تفہیم القرآن ، متعلقہ آیات کریمہ کی توضیح و بیان ، اور اصلاحی ، تدبر قرآن ، متعلقہ آیات کریمہ پر مباحث ۔

لغوی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو : لسان العرب بذیل مادہ متعلقہ ۔

ماء: بذیل مادہ م و ہ جلد ۱۳، ص ۵۴۳ ۔ الماء معروف (پانی معروف شے ہے) اس کی جمع امواۃ اور میاۃ آتی ہے اور ابن جنی نے ایک قول میں امواء بھی جمع بتائی ہے۔۔۔۔ ماء کی اصل ماۃ ہے اور اس کا واحد ماھۃ و ماءۃ ہے ۔ جوہری کے بقول پانی جو پیا جاتا ہے اور ماء کا ہمزہ ھا سے بدلا گیا ہے ۔

ماء دافق : بذیل مادہ د ف ق ، جلد ۱۰ ، ص ۹۹ ، دفق کے معنی ہیں انصب اور جو ایک ہی مرتبہ میں نکل جائے اس کو دافق کہتے ہیں اگرچہ اس سے مراد مدفوق ہوتا ہے جیسے کلام عرب میں سرِ کاتم سے مراد سرِ مکتوم (پوشیدہ راز) ہوتا ہے ۔

الصلب : بذیل مادہ ص ل ب ، جلد ۱ ، ص ۵۲۷ : الصلب :

عَظْمٌ مِنْ لَدُنْ الكَاهِلِ اِلَى الْعَجَبِ

(کندھے/شانے کے پاس سے لے کر ریڑھ تک کی ہڈی کو صلب کہتے ہیں ۔)

وَالصُّلْبُ مِنَ الظَّهْرِ : وَكُلُّ شَيْءٍ مِنَ الظَّهْرِ فِيْهِ فَقَارٌ فَذٰلِكَ الصُّلْبُ

(پیٹھ کی ہر وہ چیز جس میں ریڑھ کی ہڈی ہو صلب ہے۔ ۔ کلام عرب کے مطابق جماع کو صلب کہا جاتا ہے کیوں کہ منی اس سے نکلتی ہے۔)

الترائب : بذیل مادہ ت ر ب ، جلد ۱ ، ص ۲۳۰ کے مطابق اس کا واحد "تریبۃ" ہے اور تمام اہل لغت کا اجماع ہے کہ

اَلتَّرَائِبُ مَوْضِعُ الْقَلَادَةِ مِنَ الصَّدْرِ

(ترائب سینہ کی وہ جگہ ہے جہاں قلادہ ہوتا ہے)۔

ماء مھین : بذیل مادہ م ہ ن : جلد ۱۳ ، ص ۴۲۵ ۔ ابن منظور نے مختلف سیاق میں اس کے مختلف معانی بیان کئے ہیں اور اس سیاق میں اس کو کم اور کمزور پانی (ماء قلیل ضعیف) قرار دیا ہے ۔ اور اسی آیت کو بطور استشہاد پیش کیا ہے ۔

سُلٰلَةٍ مِّنْ مَّاءٍ مَّهِيْنٍ : یعنی کمزور اور قلیل پانی کا ست ۔ ملاحظہ ہو بذیل مادہ س ل ل اور م ہ ن مذکورہ بالا ۔ تھانوی بیان القرآن جلد ۹ ، ص ۳۰ "سورہ مومنین کے پہلے رکوع میں چونکہ "سلالہ" کے ساتھ "من طین" بھی ہے ۔ جس میں من ابتدائیہ ہے اس لئے وہاں احقر نے قدرا کے ساتھ تفسیر کی اور یہاں (سورہ سجدہ میں) من ماء مھین ہے جس میں من بیانیہ ہے اس لیے ظاہرہ الفاظ سے تفسیر

کی ..... کچھ تدافع نہیں ۔"

تمنون/منی : بذیل مادہ م ن ی ، جلد ۱۵ ، ص ۲۹۳ : المنی : ماء الرجل

نطفہ : بذیل مادہ ن ط ف ، جلد ۹ ، ص ۳۳۵ : النطفۃ والنطافۃ : القلیل من الماء ، وقیل : الماء القلیل یبقی فی القربۃ..... النطفۃ ، الماء القلیل یبقی فی الدلو..... وسمی المنی نطفۃ بقلتہ (نطفہ/نطافہ کے معنی ہیں : تھوڑا پانی ، ایک قول ہے کہ وہ تھوڑا پانی جو مشک ڈول میں باقی رہ جائے..... منی کو نطفہ اس کی قلت کے سبب کہا گیا ہے ۔

نطفہ امشاج : مخلوط نطفہ ، تھانوی ، بیان القرآن ، جلد ۱۲ ، ص ۶۶ "یعنی مرد و عورت دونوں کے نطفہ سے..... اور مخلوط کے معنی یہ بھی ہو سکتے ہیں کہ وہ اجزاء مختلفہ سے مرکب ہے چنانچہ ترکیب منی کی اجزا مختلفہ سے ظاہر ہے....."

رحم ، ارحام : بذیل مادہ ر ح م ، جلد ۲۱ ، ص ۲۳۲ : الرحم ، رحم الانثی ـــ ابن سیدہ :

الرحم والرحم بیت منبت الولد ووعاؤہ فی البطن

(رحم ، عورت کا رحم.....) ابن سیدہ کے بقول رحم کے معنی وہ گھر ہیں جہاں بچہ نشوونما پاتا ہے اور جو پیٹ میں اس کا برتن ہوتا ہے ۔

نقر ، بذیل مادہ ق ر ر ، جلد ۵ ، ص ۹۵ وما بعد کے معنی مختلف ہیں سیاق و سباق کے لحاظ سے یہاں اس کے معنی ڈالنے اور قرار دینے کے ہیں ۔

علقہ : بذیل مادہ ع ل ق ، جلد ۱۰ ص ۲۶۰ کے مطابق علقہ علق کا ایک ٹکڑا / قطعہ ہوتا ہے جس کے معنی ہیں خون خواہ وہ کیسا ہو ۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ جما ہوا گاڑھا خون ہے اور ایک اور قول کے مطابق سوکھنے سے پہلے جو خون جم جانے ، اس کو علق کہتے ہیں ۔ ایک قول یہ ہے کہ وہ خون جس کی سرخی میں شدت ہو ۔

مضغہ : بذیل مادہ م ض غ ، جلد ۸ ، ص ۳ ـ ۴۵۱ ـ المضغۃ ، القطعۃ من اللحم (مضغہ گوشت کا لوتھڑا یا قطعہ / ٹکڑا) ایک قول کے مطابق وہ گوشت کے علاوہ ہوتا ہے ۔ ایک اور قول کے مطابق مضغہ گوشت کا اتنا بڑا ٹکڑا ہوتا ہے جس کو انسان اپنے منہ میں رکھتا ہے اسی بنا پر ایک قول ہے :

فی الانسان مضغتان اذا صلحتا صلح البدن ، القلب واللسان

(انسان کے جسم میں دو لوتھڑے یا گوشت کے ٹکڑے ہیں جب وہ ٹھیک رہتے ہیں تو پورا بدن ٹھیک رہتا ہے اور وہ ہیں دل اور زبان) ۔ حدیث نبویؐ میں انسان کے قلب کو مضغہ کہا گیا ہے کیونکہ وہ جسم میں گوشت کا ایک قطعہ ہے ۔

(۲۱) ظلمات ثلث کی تشریح کے لئے مطالعہ کیجئے : ابن کثیر ، تفسیر ، چہارم ص ۳۶ ، تھانوی ، بیان القرآن ، جلد ۱۰ ، ص ۱۹ ، مودودی ، تفہیم القرآن ، چہارم ص ۳۵۹ ، اصلاحی : تدبر قرآن ، ششم ـــ ص ۶ـ ۵۶۵

ابن کثیر نے ان کی تعیین یوں کی ہے : یعنی

فی ظلمۃ الرحم و ظلمتہ المشمتہ التی ھی کالغشاوۃ والوقایتہ علی الولد و ظلمتہ البطن

(یعنی رحم کی تاریکی ، اس جھلی کی تاریکی جس میں بچہ لپٹا ہوتا ہے اور جو بچے کی حفاظت کرتی ہے ، اور پیٹ کی تاریکی) اور یہ تشریح ابن عباس ، مجاہد ، عکرمہ ، ابو مالک ، ضحاک ، قتادہ وغیرہ سے نقل کی ہے ۔ مودودی نے ابن کثیر کی بیان کردہ تشریح کا ایک سطری خلاصہ دیا ہے ۔ اصلاحی نے اس تشریح کو ذرا مفصل بیان کیا ہے اور سورہ مومنون کی آیت ۱۴ سے استدلال بھی کیا ہے ۔ تھانوی نے ابن کثیر کی عبارت مذکورہ بالا کا ترجمہ کر دیا ہے مگر ظلمات ثلثہ میں پیدا کرنا کمال علم کی دلیل بتایا ہے ۔

(۲۹) آیت کریمہ کی تشریح ابن کثیر ، تھانوی ، مودودی اور اصلاحی وغیرہ مفسرین کی متعلقہ تشریحات میں ملاحظہ کیجیے ، مثلاً تھانوی ، بیان القرآن ، جلد ۷ ، ص ۹۰ـ۸۸ ، انسان کی اس پیدائش سے مراد "استدلال بر صفات کمال قادر ذوالجلال" ہے ۔

(۵۰) مرد و عورت یا رحم مادر میں جنس جنین کی تعیین کے لئے ملاحظہ ہو : ابن کثیر ، تفسیر ، سوم ص ۶-۴۵۳ ، تھانوی ، بیان القرآن ، جلد ۹ ص ۲۸ مودودی ، تفہیم القرآن ، چہارم ص ۹-۲۹ ، اصلاحی ، تدبر قرآن ، ششم ص ۸-۱۲۷۔

حافظ ابن کثیر نے متعدد احادیث نبویؐ اس ضمن میں نقل کی ہیں کہ یہ پانچ امور غیب اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق پر بالعموم منکشف نہیں فرمائے حتیٰ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی ان سے باخبر نہیں کیا ۔

(۵۱) ابن کثیر ، تفسیر ، سوم ص ۴۰-۴۳۹ ، تھانوی ، بیان القرآن ، جلد ۹ ص ۱۶ ، مودودی ، تفہیم القرآن ، سوم ص ۶-۶۵ ، اصلاحی تدبر قرآن ، ششم ص ۱۱۰ ۔

ابن کثیر نے عطیہ عوفی کی سند سے حضرت ابن عمر رضی اللہ عنہما کی ایک حدیث بھی نقل کی ہے۔

(۵۲) آیات کریمہ کی تشریح و تفسیر کے لئے ابن کثیر ، تھانوی ، مودودی ، اصلاحی اور دوسرے مفسرین کی بحثیں ملاحظہ کیجیے ۔ مثلاً تھانوی ، بیان القرآن ہفتم ص ۶۵ ۔

(۵۳) ابن کثیر ، تفسیر چہارم ص ۵۲۷ ، تھانوی ، بیان القرآن جلد ۱۲ ص ۹-۱۰۱ ، مودودی ، تفہیم القرآن ، ششم ص ۳۹۷ ، حاشیہ ص ۴-۳ ، اصلاحی تدبر قرآن ، نہم ص ۹-۴۳۹ اور ص ۴۴۶ ۔

صرف اول الذکر نے جسمانی ساخت کی بہتری مراد لی ہے جب کہ بقیہ مفسرین نے جسمانی اور روحانی دونوں بہترین صلاحیتیں مراد لی ہیں ۔ اس موضوع پر مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو ابن تیمیہ مجموعہ تفسیر ، ۵۴-۴۹ سورہ واللیل کی بحث میں امام ابن تیمیہ نے سورہ طٰہ،انفطار اور علق کی آیات کا حوالہ دے کر فرمایا ہے کہ ان تمام آیات میں خواہ وہ مطلق و مقید ہوں یا مطلق و مقید کی جامع ہوں اللہ تعالیٰ نے ان کی ہدایت و تعلیم کی وضاحت کی ہے ۔ مخلوقات کی تخلیق و تسویہ اور ہدایت پر مفصل بحث کے لئے دیکھیں ابن تیمیہ ، مجموعہ تفسیر ، ص ۵۴-۴۹ وما بعد ۔

(۵۴) انسان کی جسمانی تسویہ اور تعدیل کے لیے ابن کثیر ، تھانوی ، مودودی ، اصلاحی اور دوسرے مفسرین کی تشریح ملاحظہ کیجئے ۔

(۵۵) ابن تیمیہ ، مجموعہ تفسیر ، ص ۳-۱۵۲ نے اس آیت کریمہ کی بنیاد پر تقدیر الٰہی کا مسئلہ بیان کیا ہے اور اس کو قدر کا بیان قرار دیا ہے اس کی تائید میں صحیح مسلم کی وہ روایت نقل کی ہے جو ابوالاسود و دئلی کے حوالے سے حضرت عمران بن حصین سے مروی ہے اور جس کے مطابق انسان کا تقویٰ و فجور تقدیر الٰہی سے متعین ہوتا ہے ۔ امام صاحب نے پھر اس کی بنیاد پر یہ ثابت کیا ہے کہ افعال انسانی کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہی ہے اور اپنی بحث میں قدریہ اور جبریہ پر تنقید اور ان کے دلائل کی تردید کی ہے ۔ اہل سنت کا یہ مسلک بیان کیا ہے کہ بندہ اپنے فعل کا حقیقی فاعل ہوتا ہے جبکہ اللہ تعالیٰ اس فاعل اور اس کے فعل کا خالق ہے ۔

نیز ملاحظہ ہو ابن کثیر، تفسیر، چہارم ص ۵۱۶، تھانوی بیان القرآن، ج ۱۲ ص ۳-۱۰۲ مودودی، تفہیم القرآن، ششم ص ۳-۳۵۲ اصلاحی، تدبر قرآن، نہم ص ۸-۳۸۷۔ ابن کثیر نے حضرت عمران کی مذکورہ بالا حدیث کا مختصراً حوالہ دیا ہے۔ تھانوی نے بد کرداری اور پرہیزگاری القاکرنے کی بات کہی ہے۔

(۵۶) آیات مذکورہ پر مفسرین کرام کی تشریحات ملاحظہ ہوں ۔ مثلاً تھانوی بیان القرآن ، جلد ۱۲ ، ص ۶۶ وغیرہ متعلقہ آیات کریمہ کی تفسیر و تشریح ۔

(۵۷) روح الٰہی سے مراد یہاں خدا کی ذات کا کوئی حصہ نہیں ہے بلکہ اس کی ہدایت و نور مراد ہے جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے ۔ حقیقت روح پر مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو : شاہ ولی اللہ دہلوی ، حجۃ اللہ البالغہ ، اول ص ۴۰-۳۹ ۔ تھانوی بیان القرآن ، جلد ۹ ص ۳۰ اور روح میں اضافت تشریفی ہے جیسے بیت اللہ میں اور یہ مطلب نہیں کہ اللہ میں کوئی روح ہے اس کا کوئی جزو انسان میں پیدا کر دیا (نعوذ باللہ منہ) ۔

(۵۱) عبادت الہٰی پر مشتمل آیات کریمہ کی تشریح۔ تفسیروں کے لئے مفسرین کرام کی کاوشیں ملاحظہ ہوں۔ مثلاً اصلاحی، تدبر قرآن، اول ص ۹-۵۵، مولانا مودودی قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں، ص ۹۸-۹۱ نے عبادت کا جو مفہوم متعین کیا ہے وہ مختصراً حسب ذیل ہے:

"عربی زبان میں عبودۃ، عبودیۃ اور عبدیۃ کے اصل معنی خضوع اور تذلل کے ہیں یعنی تابع ہو جانا، رام ہو جانا، کسی کے سامنے اس طرح سپر ڈال دینا کہ اس کے مقابلہ میں کوئی مزاحمت یا انحراف یا سرتابی نہ ہو اور وہ منشا کے مطابق جس طرح چاہے خدمت لے ..... پھر اسی اصل سے اس مادہ میں غلامی، اطاعت، پوجا، ملازمت، اور قید یا رکاوٹ کے مفہومات پیدا ہوئے ہیں۔"

پھر مولانا نے لسان العرب سے العبد اور اس سے مشتق افعال کے مختلف معانی بیان کئے ہیں جو مختصراً حسب ذیل ہیں:

(۱) اَلْعَبْدُ الْمَمْلُوْكُ خِلَافُ الْحُرِّ (عبد وہ ہے جو کسی کی ملک ہو اور یہ لفظ حر (آزاد) کی ضد ہے)

(۲) اَلْعِبَادَةُ الطَّاعَةُ مَعَ الْخُضُوْعِ (عبادت اس کو کہتے ہیں جو پوری فرمانبرداری کے ساتھ ہو)

اِيَّاكَ نَعْبُدُ اَیْ نُطِيْعُ الطَّاعَةَ الَّتِیْ نَخْضَعُ مَعَهَا

(ہم تیری اطاعت کرتے ہیں یعنی ہم تیری اطاعت پوری فرمانبرداری کے ساتھ کرتے ہیں)

اُعْبُدُوْا رَبَّكُمْ اَیْ اَطِيْعُوْا رَبَّكُمْ (اپنے رب کی عبادت کرو یعنی اسکی اطاعت کرو)

ابن الانباری کا کہنا ہے کہ "فلاں عابد" کا مطلب ہے کہ وہ اپنے مالک کا فرمانبردار اور اس کے حکم کا مطیع ہے۔

(۳) عبده عبادة و معبدا و معبدة تاله اله (اس کی عبادت کی یعنی اس کی پوجا کی)۔

التعبد النسک۔ تعبد سے مراد ہے کسی کا پرستار پجاری بن جانا....

(۴) عَبَدَه وَعَبِدَ بِهٖ لَزِمَه فَلَمْ يُفَارِقْهُ (اس کی عبادت کی) کہنے کا مطلب یہ ہے کہ وہ اس کے ساتھ وابستہ ہوگیا اور جدا نہ ہوا، اس کا دامن تھام لیا اور چھوڑا نہیں۔

(۵) مَا عَبَدَكَ عَنِّیْ اَیْ مَا حَبَسَكَ یعنی کس چیز نے تجھے میرے پاس آنے سے روک دیا۔

اس تشریح سے یہ بات واضح ہو جاتی ہے کہ مادۂ عبد کا اساسی مفہوم کسی کی بالا دستی و برتری تسلیم کر کے اس کے مقابلے میں اپنی آزادی و خود مختاری سے دست بردار ہو جانا، سرتابی و مزاحمت چھوڑ دینا اور اس کے لیے رام ہو جانا ہے۔ یہی حقیقت بندگی اور غلامی کی ہے .... اس لیے لازماً اس کے ساتھ ہی اطاعت کا تصور پیدا ہوتا ہے... مختلف طریقوں سے اعتراف نعمت کا اظہار کرتا ہے اور طرح طرح سے مراسم بندگی بجا لاتا ہے اسی کا نام پرستش ہے.... (دل اور سر دونوں آقا کے حضور جھکے ہوں) رہے باقی دو تصورات تو وہ دراصل عبدیت کے ضمنی تصورات ہیں، اصلی اور بنیادی نہیں۔

اس لغوی تحقیق کے بعد جب ہم قرآن کی طرف رجوع کرتے ہیں تو ہمیں معلوم ہوتا ہے کہ اس کتاب پاک میں یہ لفظ تمام تر پہلے تین معنوں میں استعمال ہوا ہے: کہیں معنی اول و دوم ایک ساتھ مراد ہیں، کہیں صرف معنی دوم اور کہیں صرف معنی سوم مراد لئے گئے ہیں اور کہیں تینوں معنی یک وقت مقصود ہیں۔

مولانا نے اس کے بعد ہر ایک معنی کی مثال میں قرآن مجید کی آیات نقل کی ہیں جن کا حوالہ آگے آئے گا۔

مولانا تھانوی بیان القرآن جلد ۱۱، ص ۶۵-۶۳ نے عبادت کی تعریف نہیں کی البتہ یہ لکھا ہے کہ ("حاصل اس یعبدون کا ارادہ تشریعیہ ہے نہ کہ ارادہ تکوینیہ اور تخصیص جن و انس کی اس لئے کہ عبادت سے مراد عبادت بالاختیار و ابتلا ہے اور ملائکہ میں ابتلا نہیں اور دوسری مخلوقات میں اختیار نہیں۔ حاصل ارشاد کا یہ ہے کہ ہم کو مطلوب شرعی ان سے عبادت ہے.....")

مزید لغوی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو لسان العرب ، مادہ ع ب د ، جلد سوم ص ۲۷۰-۲۶۹ ۔

ابن منظور نے عبد کی لغوی تحقیق میں سب سے پہلے العبد کے معنی الانسان بتائے ہیں خواہ وہ آزاد ہو یا غلام (العبد : الانسان ، حُرّاً کان او رقیقاً) ۔ مولانا مودودی نے جتنے معانی بیان کئے ہیں ان کے علاوہ بھی متعدد معانی مذکور ہیں اگرچہ وہ ثانوی اور ضمنی ہیں ۔

شاہ ولی اللہ دہلوی ، حجۃ اللہ البالغہ ، اول ص ۵-۱۴۰ میں عبادت الٰہی کا بہت وسیع مفہوم مراد لیا ہے کیونکہ انہوں نے اسے مجازاۃ الٰہی سے اسے مربوط کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ بندوں میں سے اطاعت کرنے والوں اور نافرمانی کرنے والوں کو دنیا اور آخرت دونوں جگہ جزا یا سزا سے نوازے گا ۔

ابن کثیر ، تفسیر ، اول ص ۶-۲۵ ، ایاک نعبد و ایاک نستعین کی تفسیر میں لکھتے ہیں کہ پہلے فقرہ میں شرک سے برأت ہے ، دوسرے میں کسی کی قوت و طاقت سے تبری ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے کامل سپردگی کا اعلان ہے ۔

(۵۹) مذکورہ بالا آیات کریمہ کی تفسیری تشریحات کے لئے ملاحظہ کریں ابن کثیر ، تھانوی ، مودودی ، اصلاحی وغیرہ مفسرین کی کتابیں ۔

عبادت اللہ تعالیٰ کا حق ہے اس پر بحث ملاحظہ ہو : ابن تیمیہ ، مجموعہ تفسیر ، ص ۳-۳۲ ، شاہ ولی اللہ دہلوی ، حجۃ اللہ البالغہ ، جلد اول ص ۵-۱۴۰ ۔ شاہ صاحب کے مطابق یہ حق الٰہی اس کے منعم اور حق والا ہونے کے سبب ہے ۔ انہوں نے اپنی تائید میں حضرت معاذؓ کی وہ حدیث نبویؐ نقل کی ہے جس میں اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ کی عبادت کو بندوں پر اس کا حق قرار دیا ہے اور متعدد دلائل دیے ہیں ۔ ان میں سے ایک یہ ہے کہ وہ منعم ہے اور منعم کا شکریہ واجب ہے اور عبادت دراصل اس کی شکرگزاری کا نام ہے ۔

(۶۰) آسمان و زمین کی تخلیق پر مختلف مفسرین کی تشریحات ملاحظہ کریں ۔ لغوی اعتبار سے "سما" کے معنی ہر بلند چیز کے ہیں اور اس میں آسمان ، کرسی ، عرش اور اس کے اوپر کی تمام اشیا شامل ہیں.... لفظ سما سے کبھی بادل اور کبھی فلک مراد ہوتا ہے اور کبھی عالم سے اوپر کا علاقہ اور کبھی مطلق بلندی مراد ہوتی ہے ۔ ابن تیمیہ مجموعہ تفسیر ، ص ۳۲ نیز ملاحظہ ہو لسان العرب بذیل مادہ س م ا ۔

(۶۱) بالحق کے مفہوم کے لیے ملاحظہ کریں : ابن کثیر ، تفسیر ، دوم ص ۱۳۵ ، تھانوی بیان القرآن ، سوم ص ۱۰۷ ، مودودی، تفہیم القرآن ، اول ص ۲-۵۵۱ ۔ اصلاحی ، تدبر قرآن ، سوم ص ۸۳ ۔ اول الذکر نے عدل کا مترادف استعمال کیا ہے اور تشریح میں کہا ہے کہ وہ ان دونوں کا خالق ، مالک اور مدبر ہے اور نہ صرف ان دونوں کا بلکہ ان دونوں میں موجود تمام مخلوقات کا ۔

مودودی نے اپنی مفصل بحث میں برحق اور حق کے ساتھ ترجمہ کیا ہے اور اس کے تین معانی بتائے ہیں :

۱ ۔ تخلیق کھیل نہیں ہے ۔

۲ ۔ وہ حق کی ٹھوس بنیادوں حکمت ، عدل اور راستی پر قائم ہے ۔

۳ ۔ برہنائے حق ذاتی پیدا کیا ہے کہ وہی فرمانروا ہے ۔

اصلاحی نے ان معانی کو بیان کر کے قیامت و روز جزا پر زور دیا ہے ۔ مولانا تھانوی نے اس کا ترجمہ "باقاعدہ" کیا ہے اور سب سے بڑا فائدہ توحید پر دلیل کو قرار دیا ہے ۔

(۶۲) ستہ ایام پر بحث ملاحظہ کریں : ابن کثیر ، تفسیر ، دوم ص ۲۲۰ ، تھانوی بیان القرآن ، چہارم ص ۲۱-۲۰ ، مودودی، تفہیم القرآن ، دوم ص ۷-۳۶ ، اصلاحی ، تدبر قرآن ، سوم ص ۷-۲۷۶ ۔ اول الذکر نے بعض صحیح روایات کی بنیاد پر ہفتہ کے سوا چھ دنوں کا ذکر کیا ہے ۔ جن میں تخلیق کا عمل ہوا تھا ۔ اور مسلم سے اس کو نقل کیا ہے اور امام بخاری وغیرہ کی تنقید بھی نقل کی ہے کہ وہ مرفوع حدیث نہیں بلکہ حضرت ابوہریرہؓ کی کعب بن احبار سے روایت ہے ۔ اسی طرح دن کی لمبائی پر روایات

سے استشہاد کیا ہے ۔ مولانا مودودی نے معمول کا دن یا دور (Period) مراد لیا ہے اور اصل مفہوم اللہ تعالیٰ کے حوالے کیا ہے ۔ مزید تشریح کے لیے ملاحظہ ہو ، مودودی، تفہیم القرآن ، چہارم ص ۶-۴۴۲ ۔ اصلاحی نے اس سے خدائی دن مراد لیے ہیں جن کی لمبائی یا مدت کی تعیین ناممکن ہے لیکن پھر ان سے مراد کچھ ادوار لیے ہیں اور تورات سے تائید فراہم کی ہے ۔ اور بعد میں تدریجی ارتقا یا تخلیق کی حکمت بیان کی ہے جو قدرت الٰہی کے کمال کے اظہار کے سوا اور کچھ نہیں ہے ۔

(۶۳) تخلیق آسمان و زمین کے ضمن میں دن کی تعریف کے لئے ملاحظہ ہو : ابن کثیر ، تفسیر ، دوم ص ۲۲۰ ، مودودی، تفہیم القرآن ، دوم ص ۳۱ ، تھانوی بیان القرآن ، جلد ۷ ص ۴-۶۳ ، جلد ۱۲ ، ص ۴۲ ، اصلاحی ، تدبر قرآن ، سوم ص ۷-۲۷۶ وغیرہ ۔

مولانا تھانوی نے قیامت کے دن کی لمبائی مومنوں اور کافروں کے مختلف طبقات کی ایمانی کیفیت کے مطابق بتائی ہے ۔ کسی کو ایک ہزار سال ، کسی کو پچاس ہزار سال وغیرہ کے برابر اپنے اشتداد کفر وطغیان کے مطابق ہو گی اور مومنوں کو فرض نماز پڑھنے کے وقت کے برابر ۔ انھوں نے اپنی تائید میں احادیث بھی نقل کی ہیں ۔

(۶۴) حکم خداوندی کُن اور تعمیل عالم فیکون پر بحث کے لئے ملاحظہ کریں : ابن کثیر ، تفسیر ، جلد اول ص ۱۶۱ فرماتے ہیں کہ لفظ کُن کہتے ہیں مخلوق کا وجود میں آ جانا یا امر الٰہی کی تعمیل ہو جانا اس کے کمال قدرت و عظمت سلطنت پر دلالت کرتا ہے اور تمام امور اس کے ارادہ کے مطابق ہو جاتے ہیں ۔ اصلاحی ، تدبر قرآن ، اول ص ۳۰۴ ، مودودی، تفہیم القرآن ، دوم ص ۳۶ وغیرہ ۔

(۶۵) آسمان و زمین کی تعداد اور اس کے مقصد ذکر کے لیے دیکھیں : تھانوی ، بیان القرآن ، جلد ۱۲ ، ص ۲۰-۱۹ ۔ مولانا موصوف نے لکھا ہے کہ ترمذی وغیرہ کی حدیث میں تو یہ تہ سات زمینوں کا ذکر موجود ہے اور آسمانوں اور زمینوں میں اللہ تعالیٰ کے احکام (تکلیفیہ یا تکوینیہ علی سبیل منع الخلو) نازل ہوتے رہتے ہیں (اور یہ اس لیے بتلا دیا گیا) تاکہ تم کو معلوم ہو جاوے کہ اللہ تعالیٰ ہر چیز پر قادر ہے ، اور اللہ ہر چیز کو (اپنے) احاطہ علمی میں لئے ہوئے ہے (اور اس سے اللہ تعالیٰ کا واجب الاطاعت ہونا ظاہر ہے)

(۶۶) چونکہ اللہ تعالیٰ مادی جسم نہیں رکھتا اس لئے اس پر تھکاوٹ طاری نہیں ہو سکتی ۔ مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہوں : تھانوی بیان القرآن ، جلد ۱۱ ، ص ۵-۱۴ ، ص ۵۲ ، مودودی، (تفہیم القرآن ، پنجم ص ۱۲۵ حاشیہ ، ص ۵۰) نے یہود و نصاریٰ پر طنز سے تعبیر کرتے ہوئے لکھا ہے کہ انھوں نے بائبل میں یہ افسانہ گھڑا ہے کہ خدا نے چھ دنوں میں زمین و آسمان کو بنایا اور ساتویں دن آرام کیا (پیدائش ۳:۲)" ابن کثیر ، تفسیر ، چہارم ص ۱۷۱ ، ۲۲۹ ۔

(۶۷) ان کے تخلیق کے مقصد پر بحث کی جا چکی ہے کہ اس سے انسانوں کی اللہ تعالیٰ کی قدرت تخلیق ، ملکیت ، الوہیت اور ربوبیت کی تذکیر مراد ہے تاکہ وہ اس کی عبادت کریں ۔ مثلاً مودودی، تفہیم القرآن ، اول ص ۲-۱۵۵ وما بعد ، ابن کثیر ، تفسیر ، دوم ص ۳۰-۵۲۹ ۔

(۶۸) اجرام فلکی کی تخلیق پر مباحث آیات مذکورہ بالا کے ذیل میں تفاسیر میں ملاحظہ کریں ۔ مثلاً مودودی، تفہیم القرآن ، دوم ص ۴-۴۴۱ اور ما بعد ، ابن کثیر ، تفسیر ، دوم ص ۳۰-۵۲۹ ، اصلاحی ، تدبر قرآن ، اول ص ۳۰۲-۲۹۶ ۔

(۶۹) آیات متعلقہ پر تفسیری مباحث ملاحظہ ہوں ۔ مثلاً مودودی کا حوالہ مذکورہ بالا ، ابن کثیر ، تفسیر ، دوم ص ۳۰-۵۲۹ ، اصلاحی ، تدبر قرآن ، اول ص ۳۰۲-۲۹۶۔

(۷۰) ابن کثیر ، تھانوی ، مودودی ، اصلاحی وغیرہ مفسرین کی تشریحات ملاحظہ ہوں ۔ مثلاً مودودی، تفہیم القرآن ، دوم ۶-۴۴۴ وما

بعد ۔ ابن کثیر ، تفسیر ، دوم ص ۳۰۔۵۳۹ ، اصلاحی ، تدبر قرآن ،اول ص ۴۰۲۔۳۹۶ وغیرہ ۔

(۱) المعجم المفہرس ، بذیل مادہ ماء ۔

(۲) مفسرین کی تشریحات ملاحظہ ہوں ۔

(۳) مشکل میں انسان خدا کی طرف توجہ کرتا ہے وہ اس روح ملکوتی کے سبب جو اس کو خالق حقیقی اور رب العالمین کی طرف مسلسل دعوت دیتی رہتی ہے ۔ اسی کو قرآن مجید میں آیات انفس سے تعبیر کیا ہے ۔ شاہ ولی اللہ دہلوی حُجَّةُ اللهِ الْبَالِغَه اول ص ۲۔۱۲۳ ، فرماتے ہیں کہ انسان کی اصل فطرت میں باری تعالیٰ کی جانب ایک میلان رکھا گیا ہے ۔۔۔۔ اگر تم اس میلان کی حقیقت جاننا چاہتے ہو تو سمجھ لو انسان کی روح میں ایک نورانی لطافت ہے جو فطری طور سے اللہ عزوجل کی طرف مائل ہوتی ہے جس طرح لوہا مقناطیس کی طرف کھنچتا ہے اور یہ ایسا معاملہ ہے جو وجدان سے سمجھا جا سکتا ہے۔۔۔۔" شاہ صاحب نے اس پر بڑی عمدہ بحث کی ہے ۔

(۴) انبیائے کرام اور گذشتہ اقوام کے اس ضمن میں واقعات کے لیے متداول تفاسیر ملاحظہ ہوں ۔

(۵) دریاؤں کے پانی آپس میں نہ ملنے کی حقیقت کی تشریح کے لئے ملاحظہ ہو ، مودودی، تفہیم القرآن ، سوم ص ۴۵۸ ، حاشیہ ص ۶۸ لکھتے ہیں : "یہ کیفیت ہر اس جگہ رونما ہوتی ہے جہاں کوئی بڑا دریا سمندر میں آکر گرتا ہے ۔ اس کے علاوہ خود سمندر میں بھی مختلف مقامات پر میٹھے پانی کے چشمے پائے جاتے ہیں جن کا پانی سمندر کے نہایت تلخ پانی کے درمیان بھی اپنی مٹھاس پر قائم رہتا ہے ۔ ترکی امیر البحر سیدی علی رئیس (کاتب رومی) اپنی کتاب مراۃ الممالک میں۔۔۔ خلیج فارس کے اندر ایسے ہی ایک مقام کی نشاندہی کرتا ہے۔۔۔۔ کہ وہاں آب شور کے نیچے آبِ شیریں کے چشمے ہیں ۔"

(۶) متعلقہ آیات پر مفسرین کی تشریحات ملاحظہ ہوں ۔ مثلاً مودودی، تفہیم القرآن ، دوم ص ۸۔۳۲ وغیرہ ۔ اصلاحی ، تدبر قرآن ، چہارم ص ۳۔۳۹۰ میں زیادہ تفصیل اور استدلال ہے ۔ جبکہ ابن کثیر ، تفسیر ، دوم ص ۳۔۵۶۲ میں روایات و احادیث کا تذکرہ بھی ہے ۔

(۷) خالق رب العالمین کے سلسلے میں یہ ایک اہم ثبوت ہے ۔ مفسرین کرام نے اس موضوع پر عمدہ مباحث پیش کئے ہیں ۔ مثلاً ابن کثیر ، تفسیر ، اول ص ۹۔۵۸ وغیرہ ، مودودی، تفہیم القرآن ، اول ص ۷۵ وغیرہ ، اصلاحی ، تدبر قرآن، اول ص ۸۔۱۳۷ وغیرہ ۔

(۸) اس استدلال پر تفصیلی بحث کے لئے مولانا تھانوی ، مولانا مودودی ، مولانا اصلاحی وغیرہ کی تشریحات ملاحظہ ہوں ۔ مثلاً مودودی، تفہیم القرآن ، دوم ص ۴۰۔۳۹ ، وغیرہ ۔

(۹) موت و حیات کے خالق ہونے پر تفسیری تشریحات کے لئے مفسرین کرام کی کتابیں ملاحظہ ہوں ۔ مثلاً تھانوی بیان القرآن ، جلد ۱۲ ۔ ص ۲۷ " حسن عمل میں موت کا تو دخل یہ ہے کہ موت کے مشاہدہ سے انسان دنیا کو فانی اور بعث کے اعتقاد سے آخرت کو باقی سمجھ کر وہاں کے ثواب حاصل کرنے اور وہاں کے عتاب سے بچنے کیلئے مستعد ہو سکتا ہے ۔ اور حیات کا دخل یہ ہے کہ اگر حیات نہ ہو تو عمل کس وقت کرے پس حسن عمل کے لیے موت بمنزلہ شرط کے اور حیات بمنزلہ ظرف کے ہے اور چونکہ موت عدم محض نہیں ہے اس لیے اس پر مخلوقیت کا حکم صحیح ہے ۔"

(۱۰) آخرت و معاد پر بحث کے لئے ملاحظہ ہو :

امام غزالی ، احیاء علوم الدین ، اول ص ۲۔۱۰۱ نے

اَلرُّكْنُ الرَّابِعُ فِي السَّمْعِيَات وَتَصْدِيقِه صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْمَا اَخْبَرَعَنْهُ

میں دس اصول حسب معمول بیان کیے ہیں ۔ جن میں اولین چھ کا تعلق آخرت و معاد سے ہے : ۱ ۔ حشر و نشر ، ۲ ۔

منکر و نکیر کے سوالات ، ۳ ۔ عذاب قبر ، ۴ ۔ میزان الٰہی برائے وزن اعمال ، ۵ ۔ صراط/پل صراط ، ٦ ۔ جنت و دوزخ ۔

(۱۱) رب کی لغوی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو لسان العرب ، بذیل مادہ رب ب جلد ۱ ص ۳۰۹۔۳۹۹.

اَلرَّبُّ : هُوَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ ، هُوَ رَبُّ كُلِّ شَيْءٍ اَىْ مَالِكُه

(رب تو اللہ تعالیٰ ہی ہے اور وہ ہر چیز کا رب ہے یعنی اس کا مالک ہے)

وَلَهُ الرُّبُوْبِيَّةُ علىٰ جميع الْخَلْقِ لَا شَرِيْكَ لَهٗ، وَهُوَ رَبُّ الْاَرْبَابِ

(اور اسی کی تمام مخلوق پر ربوبیت ہے ، اس کا کوئی شریک نہیں)

وَمَالِكُ الْمُلُوْكِ وَالْاَمْلَاكِ ، وَلَا يُقَالُ الرَّبُّ فِىْ غَيْرِ اللّٰهِ اِلَّا بِالْاِضَافَةِ

(وہ تمام بادشاہوں اور تمام املاک کا مالک ہے ۔ غیراللہ کے ضمن میں رب کا استعمال صرف اضافت کے ساتھ ہی ہوتا ہے)

وَرَبُّ كُلِّ شَيْءٍ : مَالِكُه وَ مُسْتَحِقُّه ، وَقِيْلَ صَاحِبُه

(اور ہر چیز کا رب ، اس کا مالک و حقدار ہوتا ہے اور ایک قول میں اس کا صاحب ہوتا ہے)

ابن منظور نے رب اور اس کے مشتقات کے مختلف معانی بیان کر کے احادیث نبویہؐ اور کلام عرب سے استشہاد کیا ہے ۔ اس بحث کو مولانا مودودی نے اپنی کتاب " قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں " ص ۳۱ میں مدلل و مفصل بیان کیا ہے ۔ اس کی تلخیص مختصراً حسب ذیل ہے :

"..... جس کا ابتدائی و اساسی مفہوم پرورش ہے ، پھر اسی بنیاد پر فوقیت ، سیادت ، مالکیت اور آقائی کے مفہومات اس میں پیدا ہو گئے ۔ لغت میں اس کے استعمالات کی چند مثالیں یہ ہیں :

(۱) پرورش کرنا ، نشوونما دینا ، بڑھانا/رب : پرورش کرنے والا ، ضروریات بہم پہنچانے والا ۔ تربیت اور نشوونما دینے والا ۔

(۲) سمیٹنا ، جمع کرنا ، فراہم کرنا ۔ / رب : وہ جو مرکزی حیثیت رکھتا ہو جس پر متفرق اشخاص مجتمع ہوں ۔

(۳) خبر گیری کرنا ، اصلاح حال کرنا ، دیکھ بھال اور کفالت کرنا / رب : کفیل ، خبر گیراں ، دیکھ بھال اور اصلاح حال کا ذمہ دار ۔

(۴) فوقیت ، بالادستی ، سرداری ، حکم چلانا ، تصرف کرنا ۔ / سید مطاع ، سردار ، ذی اقتدار (حکم چلانے اور تصرف کرنے والا ، فوقیت تسلیم ہو ۔)

(۵) مالک ہونا / رب : مالک و آقا ۔

قرآن مجید میں یہ لفظ ان سب معانی میں آیا ہے ، کہیں ان میں سے کوئی ایک دو معنی مراد ہیں ، کہیں اس سے زائد ، اور کہیں پانچوں معنی اس کے اندر جمع ہو گئے ہیں۔" ..... مولانا مودودی نے اس کے بعد ہر معنی کی مثال قرآن مجید کی آیات کریمہ سے دی ہے ۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ امام رازی نے لوامع البینات میں رب پر الگ سے کوئی بحث نہیں کی ہے اور نہ اس کے لیے کوئی خاص فصل باندھی ہے جیسی انہوں نے دوسرے اسمائے حسنٰی اور صفات عالیہ کے لیے الگ الگ باندھی ہیں ۔

(۱۲) صفت رب کی اہمیت کے لیے ملاحظہ ہو ، اردو عربی اور دوسری زبانوں کے مفسرین کرام کی تفسیر سورہ فاتحہ کے ذیل میں رب پر مباحث ابن کثیر ، تفسیر ، اول ص ۲۳ ، لکھتے ہیں :

وَالرَّبُّ هُوَ الْمَالِكُ الْمُتَصَرِّفُ وَيُطْلَقُ فِى اللُّغَةِ عَلَى السَّيِّدِ وَ عَلَى الْمُتَصَرِّفِ لِلْاِصْلَاحِ وَ كُلُّ ذٰلِكَ صَحِيْحٌ فِىْ حَقِّ اللّٰهِ تَعَالٰى وَ لَا يُسْتَعْمَلُ الرَّبُّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بَلْ بِالْاِضَافَةِ ..... وَاَمَّا الرَّبُّ فَلَا يُقَالُ اِلَّا لِلّٰهِ عَزَّوَجَلَّ ، وَقَدْ قِيْلَ : اِنَّهُ الْاِسْمُ الْاَعْظَمُ

(رب وہی مالک و متصرف ہے اور لغت میں سید و آقا اور اصلاح کرنے والے متصرف کے لیے استعمال ہوتا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لیے یہ تمام استعمالات صحیح ہیں ۔ غیر اللہ کا رب صرف اضافت کے ساتھ استعمال ہوتا..... لیکن مطلق رب صرف اللہ عزوجل ہی کے لئے استعمال ہوتا ہے اور ایک قول ہے کہ وہ اسم اعظم ہے)

علامہ ابن کثیر نے پھر مختلف عالموں کے رب کی بحث میں متعدد روایات نقل کی ہیں ۔

اصلاحی ، تدبر قرآن ، اول ص ۳۶ کے مطابق "اصل معنی تو پرورش کرنے والے کے ہیں لیکن اس سے نکلنے والے دوسرے معنی مالک و آقا اس پر حاوی ہو گئے ہیں ۔ پرورش کرنے والا کا مفہوم مغلوب ہو گیا ہے ۔

سید احمد شہید نے اپنی تفسیر سورہ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ کی صفت ربوبیت کی بڑی عمدہ اور اچھوتی تشریح کی ہے کہ "سوا خدا تعالیٰ کے جو چیز عالم میں ہے سب کی پرورش وہی کرتا ہے ۔ پرورش کچھ کھانے پینے پر موقوف نہیں ۔ کھانا پینا بھی ایک پرورش ہے ۔ فرشتوں کی پرورش یہ ہے کہ اللہ ان پر ایسی عنایت فرماتا ہے کہ جس سے ان کا کمال بڑھ جاوے اور خوشی زیادہ حاصل ہو ۔ .... رب العالمین کا وصف بڑا وصف ہے کیوں کہ وہ پرورش کرتا ہے تمام جہانوں کی جن کا کچھ پایاں نہیں...." ملاحظہ ہو راقم کا مضمون "سید احمد شہید کی تفسیر سورہ فاتحہ اور اس کا اسلوب" تعمیر حیات ، لکھنو ، جلد ۲۵ ، شمارہ ۷ ، ص ۱۱ ۔

(۸۳) المعجم المفہرس ، بذیل مادہ : لفظ ربک

(۸۴) **المعجم المفهرس ، لفظ ربكم :**

(۸۵) رَبُّ الْعَالَمِيْنَ کی اہمیت اور تشریح کے لئے ملاحظہ ہو : ابن کثیر ، تفسیر ، اول ص ۲۲-۲۳ ، بخاری ، صحیح ، کتاب التوحید ، مسلم ، صحیح ، کتاب التوحید ، تھانوی بیان القرآن ، اول ص ۱۰ حاشیہ پر مسائل السلوک کے تحت تشریح صوفیانہ ۔

(۸۶) تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعَالَمِيْنَ کہہ کر اللہ تعالیٰ نے اس غلط فہمی کا سدباب کر دیا کہ قرآن حکیم کی دعوت کسی خاص طبقہ و قوم یا علاقہ کے لئے محدود ہے ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو مودودی، تفہیم القرآن ، چہارم ص ۵-۳۴ وغیرہ ۔

مفسرین نے عام طور پر اس کی تشریح میں مشرکین مکہ کے الزامات کی تردید وغیرہ کا ذکر کیا ہے جو اپنی جگہ صحیح بھی ہو سکتا ہے ۔ مگر رب العالمین کی طرف نسبت کر کے اس کی آفاقیت اور عالمی پیغام ہونے کی طرف زیادہ اشارہ معلوم ہوتا ہے ۔

(۸۷) سابق انبیائے کرام اپنے اپنے زمانہ میں پروردگار عالم کے رسول بن کر اپنی قوم و علاقہ کے تمام لوگوں کی ہدایت کے لئے بھیجے گئے تھے ۔ ان کی رسالت اور پیغام کے بارے میں ایک عام غلط فہمی یہ راہ پا گئی ہے کہ وہ صرف اپنے زمانے کے چند طبقات کے لئے رسول تھے ۔ حالانکہ حقیقت یہ ہے کہ وہ اپنے زمانے میں تمام لوگوں کے لئے رسول ہوتے تھے تاآنکہ ان کی نبوت و رسالت کو کوئی دوسرا رسول و نبی آکر محدود نہ کر دے مگر ان کی نبوت و رسالت تب بھی ختم نہ ہوتی تھی البتہ ان کی شریعت تبدیل یا منسوخ ہو سکتی تھی ۔ عموماً ان کی رسالت اور شریعت میں فرق نہیں کیا جاتا ۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے جناب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم خاتم الانبیاء کے ساتھ دوسرے تمام انبیائے سابقین کی رسالت و نبوت پر ایمان لازمی قرار دیا ہے اور اس طرح ان کی رسالت تا روزِ آخر قائم رہنے والی ہے کہ وہ رب العالمین کی عطا کردہ تھی جو رب العالمین ہے ۔

(۸۸) رب العالمین کے علاوہ اس نے اپنی ربوبیت ، مالکیت اور حاکمیت کو مختلف پیرایوں میں بیان کیا ہے کہ وہ آفاقی اور عالمی ہے اور اس کے دائرۂ عمل سے دنیا و آخرت کی کوئی چیز باہر نہیں ۔ اس آسمان و زمین کے علاوہ جہات اور سمتوں کو کبھی اس کے اثر کے تحت قرار دیا کبھی مادی اجرام فلکی و ارضی پر اس کا سکہ جمایا ۔ کبھی اپنے کو رب العزت کہا اور کبھی خانہ کعبہ کا رب بتایا اور آخر میں اس پر خاتمہ کر دیا گیا کہ وہ تمام انسانوں کا رب ہے ۔ ملاحظہ ہوں رب پر ابن کثیر ، مودودی ، تھانوی اور اصلاحی وغیرہ کی تفسیریں اور مباحث گزشتہ ۔

(۸۹) انسان و جن ، ملکوت و ناسوت ، آسمان و زمین غرض کہ تمام مخلوقات کا رب کہنے کا ایک ہی مقصد ہے اور وہ یہ ہے کہ انسان جو مکلف اور اس کے کلام کا مخاطب ہے اس کی ربوبیت کو اپنی زندگی کے ہر گوشہ اور مرحلہ میں تسلیم کرے اور بطور اعتراف و تسلیم اس کی عبادت کے مراسم بجا لائے ۔

(۹۰) صفت رحمت الٰہی کی لغوی تحقیق کے لیے ملاحظہ کریں لسان العرب ، بذیل مادہ ر ح م ، جلد ۲۱ ، ص ۲۳-۲۳۰ ، امام رازی

لوامع البینات ، تفسیر رحمٰن و رحیم ص ۳۰-۱۱۲ ۔ امام رازی نے رحمٰن کے غیر عربی ماخذ پر بحث کی ہے اور ان دونوں کی لغوی تحقیق کی ہے پھر اس کے معانی پر بحث کی ہے ۔ اس کے بعد رحمت پر عقلی بحثیں کی ہیں ۔ چوتھا مسئلہ یہ بیان کیا ہے کہ اللہ کی رحمت بندوں کی رحمت سے زیادہ کامل ہے ۔ اس کے بعد متعدد سوالات قائم کر کے ان کے جواب دیے ہیں اور خاص طور سے معتزلہ کے اعتراضات کا رد کیا ہے ۔ امام موصوف کا خیال ہے کہ رحمٰن و رحیم دونوں رحمت سے ماخوذ ہیں اور ان کے معانی اور بسملہ میں ان کی ترتیب کی حکمت وغیرہ پر بحث کی ہے ۔

ابن کثیر ، تفسیر ، اول ص ۲۱-۲۰ نے رحمت سے مشتق دو مبالغہ کے صیغے اسم قرار دیے ہیں اور رحمٰن کو رحیم سے زیادہ مبالغہ والا بتایا ہے اور اپنے بیان کے لیے ابن جریر کا حوالہ دیا ہے ۔ ابن الانباری ، مبرد اور ابو اسحاق زجاج وغیرہ نے کہا ہے کہ رحیم عربی ہے جبکہ رحمٰن عبرانی ہے ۔ قرطبی نے ترمذی کی روایت کردہ حدیث جو حضرت عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ کی سند پر مروی ہوئی ہے اس کو رحمت سے ماخوذ و مشتق قرار دیا ہے۔ فرمان نبویؐ ہے:

قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی اَنَا الرَّحْمٰنُ خَلَقْتُ الرَّحِمَ وَ شَقَقْتُ لَہَا اِسْمًا مِنْ اِسْمِی فَمَنْ وَ صَلَہَا وَصَلْتُہٗ وَمَنْ قَطَعَہَا قَطَعْتُہٗ

(اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ میں رحمٰن ہوں ، میں نے رحم کو پیدا کیا اور اس کے لئے اپنے نام میں ایک نام مشتق کیا ۔ جس نے اسے ملایا میں نے اسے ملایا اور جس نے اسے کاٹا میں نے اسے کاٹا) ۔ حافظ موصوف نے اس پر بڑی مفصل اور مدلل بحث کی ہے ۔

اصلاحی ، تدبر قرآن ، اول ص ۹-۲۸ ، نے نہ تو رحمان کو زیادہ مبالغہ کا صیغہ مانا ہے نہ بسملہ میں تاکید کے لیے تسلیم کیا ہے بلکہ ان کے نزدیک "عربی زبان کے استعمالات کے لحاظ سے فعلان کا وزن جوش و خروش اور ہیجان پر دلیل ہوتا ہے اور فعیل کا وزن دوام و استمرار اور پائیداری اور استواری پر ۔ اس وجہ سے ان دونوں صفتوں میں سے کوئی صفت بھی برائے بیت نہیں ہے بلکہ ان میں سے ایک خدا کی رحمت کے جوش و خروش کو ظاہر کر رہی ہے ، دوسری اس کے دوام و تسلسل کو ...."

ڈیڑھ صدی قبل سید احمد شہیدؒ نے اپنی تفسیر سورہ فاتحہ میں ان دونوں صفات کے بارے میں لکھا تھا کہ "اللہ کا ایسا رحم ہمیشہ بہت اور ہمیشہ ہے کہ اس کو کبھی کسی کے مانگنے اور پرورش کرنے سے خفگی اور جھنجھلاہٹ نہیں آتی ، جتنا کوئی مانگے وہ اتنا ہی خوش ہو اس لئے اس نے الرحمٰن الرحیم فرمایا ۔ ملاحظہ ہو راقم کا مضمون "سید احمد شہیدؒ کی تفسیر سورہ فاتحہ اور اس کا اسلوب " تعمیر حیات ، لکھنؤ ، جلد ۲۵ ، شمارہ ۹ ، ص ۲ ۔

مولانا تھانوی بیان القرآن : اول ص ۹ ، نے کشاف سے رحمٰن و رحیم کے معانی اور ان کی ترتیب کی حکمت نقل کر دی ہے اور وہ یہی ہے کہ رحمٰن تو تمام رحمت الٰہی کا جامع ہے جبکہ رحیم اس کے تتمہ اور ردیف کے طور پر استعمال ہوا ہے ۔ نیز ملاحظہ ہو مسائل السلوک کے تحت مولانا کا حاشیہ ص ۱۰ پر ۔

(۹۱) اس بحث میں استعمال ہونے والی صفات الٰہی کی لغوی اور تفسیری تشریحات کے لیے ملاحظہ ہو لسان العرب ، بذیل مادہ متعلقہ اور مختلف تفاسیر ۔

غفور : بذیل مادہ غ ف ر، جلد ۵ ، ص ۲۵ الغفور و الغفارجل ثناءہ، وھمامن ابنیتہ المبالغتہ و معناھا الساتر لذنوب عبادہ المتجاوزعن خطایاھم و ذنوبھم

(غفور اور غفار اللہ تعالیٰ ہے اور ان دونوں کے معانی اس چھپانے والے کے ہیں جو اپنے بندوں کے گناہ چھپا لیتا ہے اور ان کے گناہوں اور خطاؤں کو بخش دیتا ہے یعنی ان سے تجاوز کرتا ہے ۔)

نیز امام رازی ، لوامع البینات ، ص ۷-۱۶۰ غفار کی تفسیر اور ص ۱۸۹ غفور و عظیم کی تفسیر ملاحظہ ہو ۔

تواب : بذیل مادہ ت و ب ، جلد ۱ ، ص ۲۳۳ : واللہ تواب : اللہ تعالیٰ جو اپنے بندے کی طرف رجوع ہوتا اور توجہ کرتا ہے ۔ اور انسان اللہ کی طرف توجہ کرتا اور تائب ہوتا ہے ۔

نیز ملاحظہ ہو : امام رازی ، لوامع البینات ، ص ۲۲۹ ۔

وودود : بذیل مادّہ : و د د ، جلد ۳ ، ص ۴۔۴۵۳ : الود : الحب (ود کے معنی محبت کے ہیں)۔۔۔ وودود اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے ۔ یہ ابن الاثیر کا قول ہے اور یہاں فعول بمعنی مفعول ہے یعنی اللہ تعالیٰ بندوں کا محبوب ہے ۔ یا وہ بمعنی فاعل ہے جس کے معنی ہیں کہ وہ اپنے نیک بندوں سے محبت کرتا ہے یعنی ان سے راضی رہتا ہے ۔

نیز ملاحظہ ہو امام رازی ، لوامع البینات ص ۲۱۱ ۔

عزیز : بذیل مادّہ ع ز ز ، جلد ۵ ، ص ۳۰۲ :

اَلْعَزِيْزُ : مِنْ صَفَاتِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ وَأَسْمَائِهِ الْحُسْنٰى ، قَالَ الزُّجَاجَ : هُوَ الْمُمْتَنِعُ فَلَا يَغْلِبُه شَيْءٌ ، وَقَالَ غَيْرُه : هُوَ الْقَوِيُّ الْغَالِبُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ ، وَ قِيْلَ : هُوَ الَّذِيْ لَيْسَ كَمِثْلِه شَيْءٌ

(عزیز ، اللہ تعالیٰ کی صفات اور اس کے اسمائے حسنیٰ میں سے ہے ۔ زجاج نے کہا : وہ روکنے والا / غالب ہے جس پر کوئی شے غالب نہیں ہوتی ، ان کے علاوہ دوسروں کا قول ہے : وہ قوی اور ہر شے پر غالب ہے اور کہا گیا ہے کہ اس جیسا کوئی نہیں ہے)

غنی : بذیل مادہ غ ن ا ، جلد ۱۵ ، ص ۱۳۵ :

فِیْ اَسْمَاءِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ : اَلْغَنِيُّ ، اِبْنُ الْاَثِيْرِ : هُوَ الَّذِيْ لَا يَحْتَاجُ اِلٰى اَحَدٍ فِیْ شَيْءٍ وَكُلُّ اَحَدٍ مُحْتَاجٌ اِلَيْهِ ، وَهٰذَا هُوَ الْغَنِيُّ الْمُطْلَقُ وَلَا يُشَارِكُ اللهَ تَعَالٰى فِيْهِ غَيْرُهٗ وَمِنْ أَسْمَائِهِ الْمُغْنِيْ، سُبْحَانَهٗ وَتَعَالٰى ، وَهُوَ الَّذِيْ يُغْنِيْ مَنْ يَشَاءُ مِنْ عِبَادِهٖ ، اِبْنُ سِيْدَه : اَلْغِنٰى ،(مَقْصُوْرٌ)، ضِدُّ الْفَقْرِ . . . . .

(اللہ تعالیٰ کے اسماء میں غنی بھی ہے ، ابن الاثیر کے مطابق وہ ذات جو کسی معاملہ میں کسی کی محتاج نہیں اور ہر ایک اس کا محتاج ہے ۔ ایسا غنی مطلق صرف اللہ تعالیٰ ہے اور اس میں اس کے سوا کوئی شریک نہیں ۔ اس کے اسماء حسنٰی میں مغنی بھی ہے اور وہ پاک ذات جسے چاہتی ہے اپنے بندوں میں سے مستغنی کر دیتی ہے ۔ ابن سیدہ کے خیال میں غنیٰ (مقصور) فقر کی ضد ہے ۔

نیز ملاحظہ ہو امام رازی ، لوامع البینات ، ص ۹۔۱۲۷

(۹۲) رحمتِ الٰہی کی وسعت کے باب پر ملاحظہ ہو احادیث نبویہؐ ، ابن کثیر ، تفسیر دوم ص ۵۱۔۲۵۰ اور رحمت الٰہی سے متعلق دوسری آیات کی تفسیر ۔ ایک حدیث جندب بن عبداللہ بجلی رضی اللہ عنہ کی سند پر بیان کی ہے جس کا خلاصہ یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنی سو رحمتیں پیدا کیں اور ان میں سے محض ایک سے وہ انسانوں و جنوں اور تمام مخلوقات پر رحم کرتا ہے اور باقی ننانوے رحمتیں اس کے پاس موجود ہیں ۔ حضرت سلیمانؓ کی سند پر مروی دوسری روایت کے مطابق یہ ننانوے رحمتیں اللہ تعالیٰ نے قیامت کے دن کے لیے رکھ چھوڑی ہیں ۔ حضرت ابوہریرہؓ کی حدیث کے مطابق اللہ تعالیٰ نے اپنی سو رحمتوں میں سے صرف ایک انسانوں اور اپنی دوسری مخلوقات کو دی ہے ۔ اسی مضمون کی ایک حدیث حضرت ابو سعیدؓ سے مروی ہے ایک اور حدیث حذیفہ بن یمان سے بیان کی ہے جس کے مطابق ابلیس تک کو اپنی مغفرت کی توقع ہو جانے گی مگر ابن کثیر نے اس کو بہت ہی غریب قرار دیا ہے ۔ مزید احادیث کے لئے ملاحظہ ہو احادیث کی کتابوں کے اس موضوع پر ابواب ۔

(۹۳) مذکورہ بالا آیات کریمہ پر ابن کثیر ، تھانوی ، مودودی ، اصلاحی وغیرہ مفسرین کی تشریحات اور لسان العرب ، بذیل مادہ متعلقہ ان کی لغوی تحقیقات ملاحظہ ہوں ۔

وکیل : بذیل مادہ و ک ل ، جلد ۱۱ ، ص ۶۔۷۳۴ ۔

فِیْ اَسْمَاءِ اللهِ تَعَالٰى اَلْوَكِيْلُ : هُوَ الْمُقِيْمُ الْكَفِيْلُ بِاَرْزَاقِ الْعِبَادِ ،وَحَقِيْقَتُهٗ اَنَّهٗ يَسْتَقِلُّ بِاَمْرِ الْمَوْكُوْلِ اِلَيْهِ

(اللہ تعالیٰ کے اسماء میں وکیل ہے ۔ اور وہ ذات ہے جو بندوں کے رزق کی کفالت کرتا اور فراہمی کا ذمہ دار ہے اور اس کی حقیقت یہ ہے کہ کھانے کی اشیا اس کے حوالے / فراہم کرتا ہے) فرا نے اس کے معنی رب بتائے ہیں ۔ ایک معنی کافی کے ہیں ۔ ابن الانباری کے نزدیک حافظ اور بعض دوسروں کے نزدیک کفیل ہیں ۔

حادی : بذیل مادہ ھ د ی ، ، جلد ۱۵ ، ص ۳۵۳ :

مِنْ اَسْمَاءِ اللهِ تَعَالیٰ سُبْحَانَه : اَلْهَادِیْ ، قَالَ ابْنُ الْاَثِیْرِ : هُوَ الَّذِیْ بَصَّرَ عِبَادَهٗ وَ عَرَّفَهُمْ طَرِیْقَ مَعْرِفَتِهٖ حَتّٰی اَقَرُّوْا بِرُبُوْبِیَّتِهٖ وَهَدٰی کُلَّ مَخْلُوْقٍ اِلیٰ مَالَا بُدَّلَه مِنْهٗ فِیْ بَقَائِهٖ وَ دَوَامِ وُجُوْدِهٖ

(اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ میں ہادی بھی ہے ۔ ابن الاثیر کے بقول وہ ذات جس نے اپنے بندوں کو بصیرت بخشی اور ان کو اپنی معرفت کے راستے سے روشناس کیا یہاں تک کہ انہوں نے اس کی ربوبیت کا اقرار کر لیا ہے اور اس نے اپنی تمام مخلوق کو ہر اس چیز کی ہدایت دی جو اس کی بقا اور اس کے وجود کے دوام کے لیے ضروری ہے)....

موفق : بذیل مادہ و ف ق ، جلد ۱۰ ، ص ۳-۳۸۲ ۔ توفیق بخشنے والا اور قابلِ مہ ہے کہ یہ توفیق خیر کے لیے ہوتی ہے.... حدیث نبویؐ میں آیا ہے

لَا یَتَوَفَّقُ عَبْدٌ حَتّٰی یُوَفِّقَهُ اللهُ

(کوئی بندہ اس وقت تک توفیق نہیں پاتا جب تک اللہ اس کو ارزانی نہ کرے) ابنِ منظور نے اس کے افعال و مصادر پر بحث کی ہے لیکن موفق کا ذکر نہیں کیا ہے اور نہ اسے اسمائے الٰہی میں گنایا ہے ۔

ان صفات پر امام رازی کی آرا و تفسیر کے لئے ملاحظہ ہو لوامع البینات ، ص ۹-۲۱۸ ، ص ۲۵۵۔

منجی : بذیل مادہ : ن ج ا ، جلد ۱۵ ، ص د-۳۰۴ : النجاء: الخلاص من الشئ (نجات کے معنی ہیں کسی چیز سے چھٹکارا پانا) اور باب افعال میں اس کے معنی ہیں نجات/چھٹکارا دینا ۔ اس لحاظ سے اللہ تعالیٰ نجات دیتا یا چھٹکارا دلاتا ہے ۔ ابن منظور نے اس کے مشتقات وغیرہ پر کافی بحث کی ہے اور آیات کریمہ وغیرہ سے استدلال کیا ہے ۔

یحکم : بذیل مادہ ح ک م ، جلد ۲۱ ، ص ۲-۱۴۰ وما بعد : اللہ تعالیٰ احکم الحاکمین ہے وہی حکیم ہے اور اسی کا حکم ہے ، لیث کے بقول حَکَم اللہ تعالیٰ ہے ۔ ازہری کے مطابق اللہ تعالیٰ کی صفات میں حَکَمَ ، حکیم اور حاکم ہیں اور ان کے معانی قریب قریب ہیں.... حاکم کے معنی قاضی ہیں.... حُکم کے معنی علم اور فقہ کے بھی آتے ہیں.... حاکم کے معنی ہیں حُکم کا نافذ کرنے والا

یقضی : بذیل مادہ ق ض ی ، جلد ۱۵ ، ص ۷-۱۸۶ وما بعد : قضا کے معنی ہیں حکم.... زہری نے قضا کے متعدد معانی بیان کئے ہیں مگر ان سب کا مقصود کسی شے کا مکمل اور تمام ہونا ہے اور ان تمام معانی میں یہ لفظ حدیث میں بیان ہوا ہے.... قضا کا تعلق کبھی قدر سے یعنی تقدیر سے ہوتا ہے جیسے آیت کریمہ :

فقضٰهن سبع سمٰوٰت

میں ہے.... اللہ تعالیٰ کے لئے بطور صفت جب استعمال ہوتا ہے تو اس کے معنی ہوتے ہیں حکم دینے والے اور فیصلہ قطعی کرنے والے کے ۔

فعّال : بذیل مادہ ف ع ل ، جلد ۱۱ ، ص ۹-۵۲۹ : مبالغہ کا اسم ہے جس کے معنی ہیں کہ " جو چاہے جو کرنے والا "

مرید : بذیل مادہ ر و د ، جلد ۳ ، ص ۹-۱۸۸ :

اراد الشئ : شاءہ، قال ثعلب : الارادۃ محبۃ و غیرمحبۃ

(کسی چیز کا ارادہ کیا یعنی اسے چاہا ۔ ثعلب کا بیان ہے کہ ارادہ محبت اور بلا محبت دونوں طرح سے ہوتا ہے).... اللہ تعالیٰ کے لئے مرید (ارادہ کرنے والا) کا مطلب یہ ہے کہ وہ جو چاہتا ہے کر سکتا ہے یعنی اس کا ارادہ اس کی قدرت کے ماتحت ہے ۔

امام رازی نے لوامع البینات میں جن اسماء الہٰی اور صفاتِ عالیہ پر الگ فصلیں قائم کی ہیں وہ حسب ذیل ہیں :

هُوَ اللهُ، اَلرَّحْمٰنُ اَلرَّحِيْمُ، اَلْمَلِكُ، اَلْقُدُّوْسُ، اَلسَّلَامُ، اَلْمُؤْمِنُ، اَلْمُهَيْمِنُ، اَلْعَزِيْزُ، اَلْجَبَّارُ، اَلْمُتَكَبِّرُ، اَلْخَالِقُ، اَلْغَفَّارُ، اَلْقَهَّارُ، اَلْوَهَّابُ، اَلرَّزَّاقُ، اَلْفَتَّاحُ، اَلْعَلِيْمُ، اَلْقَابِضُ، اَلْبَاسِطُ، اَلْخَافِضُ و اَلرَّافِعُ، اَلْمُعِزُّ و اَلْمُذِلُّ، اَلسَّمِيْعُ، اَلْبَصِيْرُ و اَلْحَكَمُ، اَلْعَدْلُ، اَللَّطِيْفُ، اَلْخَبِيْرُ، اَلْحَلِيْمُ، اَلْعَظِيْمُ و اَلْغَفُوْرُ، اَلشَّكُوْرُ، اَلْعَلِيُّ، اَلْكَبِيْرُ، اَلْحَفِيْظُ، اَلْمُقِيْتُ، اَلْحَسِيْبُ، اَلْجَلِيْلُ، اَلْكَرِيْمُ، اَلرَّقِيْبُ، اَلْمُجِيْبُ و اَلْوَاسِعُ، اَلْحَكِيْمُ، اَلْوَدُوْدُ، اَلْمَجِيْدُ، اَلْبَاعِثُ، اَلشَّهِيْدُ، اَلْحَقُّ، اَلْوَكِيْلُ، اَلْقَوِيُّ و اَلْمَتِيْنُ، اَلْوَلِيُّ، اَلْحَمِيْدُ و اَلْمُحْصِيْ، اَلْمُبْدِئُ و اَلْمُعِيْدُ، اَلْمُحْيِ و اَلْمُمِيْتُ، اَلْحَيُّ و اَلْقَيُّوْمُ، اَلْوَاجِدُ و اَلْمَاجِدُ، اَلْوَاحِدُ و اَلْاَحَدُ، اَلصَّمَدُ، اَلْقَادِرُ و اَلْمُقْتَدِرُ، اَلْمُقَدِّمُ و اَلْمُؤَخِّرُ، اَلْاَوَّلُ و اَلْاٰخِرُ و اَلظَّاهِرُ و اَلْبَاطِنُ، اَلْوَالِيْ و اَلْمُتَعَالِي و اَلْبَرُّ، اَلتَّوَّابُ و اَلْمُنْتَقِمُ، اَلْعَفُوُّ، اَلرَّؤُفُ، مَالِكُ الْمُلْكِ، وذی الْجَلَال وَالْاِكْرَام و اَلْمُقْسِطُ و اَلْجَامِعُ، اَلْغَنِيُّ و اَلْمُغْنِيْ، اَلْمَانِعُ و اَلضَّارُّ و اَلنَّافِعُ، اَلنُّوْرُ، اَلْهَادِيْ، اَلْبَدِيْعُ و اَلْبَاقِيْ، اَلْوَارِثُ و اَلرَّشِيْدُ اور اَلصَّبُوْرُ

ان کے علاوہ اسماء ذات اور اسماء صفات وغیرہ پر دوسری بحثیں ہیں ۔

(۹۴) رازق کی لغوی تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو لسان العرب ۔ بذیل مادہ متعلقہ یہ رزق ۔ جلد ۱۰ ، ص ۱۱۵-۱۱۶ : الرازق و الرزاق :

فِیْ صِفَةِ اللهِ تَعَالٰی لِاَنَّهٗ یَرْزُقُ الْخَلْقَ اَجْمَعِیْنَ ، وَهُوَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْزَاقَ وَاَعْطَی الْخَلَائِقَ اَرْزَاقَهَا وَاَوْصَلَهَا اِلَیْهِمْ ، وَفَعَّالٌ مِنْ اَبْنِیَةِ الْمُبَالَغَةِ ، وَالرِّزْقُ : مَعْرُوْفٌ ، وَالْاَرْزَاقُ نَوْعَانِ : ظَاهِرَةٌ لِلْاَبْدَانِ كَالْاَقْوَاتِ وَبَاطِنَةٌ لِلْقُلُوْبِ وَالنُّفُوْسِ كَالْمَعَارِفِ وَالْعُلُوْمِ

(رازق اور رزاق دونوں اللہ تعالیٰ کی صفت ہیں کیونکہ وہ تمام مخلوق کو رزق دیتا ہے ۔ وہی ہے جس نے رزق پیدا کیا ، اور مخلوقات کو ان کا رزق فراہم کیا اور ان تک اسے پہونچایا ۔ فعّال مبالغہ کا صیغہ ہے ۔ رزق کے معنی معروف ہیں ۔ رزق دو طرح کا ہوتا ہے : ظاہری جو بدن و جسم کے لیے ہوتا ہے جیسے کھانے پینے کی چیزیں اور دلوں اور نفوس کے لیے باطنی جیسے معارف و علوم)

ابن منظور نے اس کے بعد ایک آیت کریمہ بیان کرنے کے بعد لکھا ہے کہ بنی آدم کے ارزاق لکھے ہوئے اور مقدر ہیں اور وہ ان کو ضرور ملتے ہیں ۔ اس کے بعد بعض اور آیات کریمہ کو بطور استشہاد پیش کیا ہے اور متعدد احادیث نبویؐ بھی نقل کی ہیں ۔ ان میں حضرت عبداللہ بن مسعود کی حدیث ہے جس کے مطابق انسان کا رزق ، عمر ، عمل اس کی شقاوت یا سعادت اس کی ماں کے بطن ہی میں لکھ دی جاتی ہے ۔

نیز ملاحظہ ہو امام رازی ، لوامع البینات ، ص ۱۷۱-۲ ۔

تفسیری تشریحات کے لئے ملاحظہ ہو : ابن کثیر ، تھانوی ، مودودی ، اصلاحی وغیرہ مفسرین کرام کی تفسیریں ۔ مثلاً ابن کثیر تفسیر ، چہارم ص ۲۳۹ میں بعض اہم احادیث نبویؐ

اِنَّ اللهَ هُوَ الرَّزَّاقُ ذُو الْقُوَّةِ الْمَتِیْنُ (سورہ ذٰریات : ۵۸)

کے ضمن میں بیان کی ہیں ان میں سے ایک امام احمد بن حنبلؒ نے حضرت ابوہریرہؓ کی سند پر یہ حدیث بیان کی ہے کہ رسول

اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ۔ "اللہ تعالیٰ کہتا ہے کہ اے ابن آدمؑ! تو میری عبادت کے لیے فارغ ہو جا میں تیرے سینہ کو غنا سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کا سدباب کر دوں گا ۔ اور اگر تو ایسا نہ کرے گا تو تیرے سینہ کو شغل (شغل/مشغلہ) سے بھر دوں گا اور تیرے فقر کا سدباب بھی نہ کروں گا۔" اس حدیث کو ترمذی اور ابن ماجہ نے عمران بن زائدہ کی سند پر روایت کر کے ترمذی کے بقول حسن غریب کہا ہے ۔ امام احمدؒ اور ترمذی کی مزید دو احادیث بیان کرنے کے علاوہ ابن کثیر نے کسی الہامی کتاب سے یہ نقل کیا ہے کہ "اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے ابن آدم! میں نے تجھ کو اپنی عبادت کے لیے پیدا کیا ہے تو تو کھیل مت کر ۔ اور میں نے تیرے رزق کی کفالت کی ہے ۔ لہٰذا تو اپنے کو مت تھکا ، تو میری طلب کر اور تو مجھے پالے گا ۔ اگر تو مجھے پالے گا تو تو ہر چیز پا جائے گا اور اگر میں تیرے ہاتھ نہ آیا تو تجھے کوئی چیز نہ ملے گی اور میں تیرے نزدیک ہر چیز سے زیادہ محبوب ہوں ۔"

مودودی ، تفہیم القرآن ، پنجم ص ۷ـ۱۵۶ ـ نیز ملاحظہ ہو : اول ص ۱۱۲ ، ص ۱۶۴ ، ص ۱ـ۲۲۳ ، ص ۵۹۹ ، دوم ص ۳ـ۲۹۲ ، ص ۳۶۱ ، ص ۶۱۲ ، ص ۹ـ۴۵۷ ۔

اصلاحی ، تدبر قرآن ، ہفتم ص ۳ـ۶۳۲ ـ نیز ملاحظہ ہو : اول ص ۱ـ۱۴۰ ، ص ۵ـ۳۳۴ ۔

تھانوی بیان القرآن ، جلد ۱۱ ص ۶۵ ۔

(۹۵) رزق کا مفہوم قرآن مجید میں بہت وسیع ہے بالکل اسی طرح جس طرح ربوبیت کا مفہوم وسیع ہے ۔ اور دراصل یہ ربوبیت الٰہی کا مظاہرہ و عطیہ ہے ۔ اس میں مادی و روحانی ، دنیوی و اخروی ، مال و دولت ، جاہ و منصب ، عزت و افتخار ، فراخی و کشادگی ، غنا و استغنا ، دل کی دولتمندی ، دینی ترقی ، علمی فوقیت ، سماجی حیثیت غرضکہ ہر نعمت الٰہی رزق کے تصور میں شامل ہے ۔ اسے محض معاشی اور اقتصادی چیزوں تک محدود نہیں کرنا چاہیے اور نہ صرف کھانے پینے پہننے اوڑھنے اور رہنے سہنے کی سہولیات تصور کرنا چاہیے کہ وہ رزق کا بہت ناقص مفہوم ہے ۔ اصلاحی ، تدبر قرآن ۔ اول ، ۱ـ۱۴۰ ، لکھتے ہیں کہ...."یہ لفظ عربی زبان میں بھی اور قرآن میں بھی رزق مادی اور رزق روحانی دونوں ہی کے لئے استعمال ہوا ہے ۔ صرف کھانے پینے کی چیزوں کو رزق نہیں سمجھنا چاہیے بلکہ اصلی رزق وہ علم معرفت ہے جو قرآن اور پیغمبر صلی اللہ علیہ وسلم سے ہمیں حاصل ہوا ہے ۔ اسی وجہ سے وحی کو قرآن نے رزق کے لفظ سے تعبیر فرمایا ہے اور حضرت مسیح علیہ السلام کا ارشاد ہے کہ آدمی صرف روٹی سے نہیں جیتا بلکہ اس کلمہ سے جیتا ہے جو خدا کی طرف سے آتا ہے ۔" مودودی تفہیم القرآن ، پنجم ص ۱۴۳ ، لکھتے ہیں کہ " رزق سے مراد وہ سب کچھ ہے جو دنیا میں انسان کو جینے اور کام کرنے کے لئے دیا جاتا ہے ۔" مودودی کے وسیع تر مفہوم کے لئے ملاحظہ ہو تفہیم القرآن ، دوم ص ۲۹۳ ۔

(۹۶) اجناس رزق الٰہی بھی بیکراں اور بے شمار ہیں اور ان میں سے محض چند کا ذکر قرآن کریم میں کیا ہے ۔ یہی وجہ ہے کہ رزق الٰہی کی وسعت و بیکرانی کو ظاہر کرنے کے لئے مارزقکم مارزقناکم یعنی جو کچھ اللہ تعالیٰ نے عطا کیا ہے یا رزق دیا ہے کے وسیع احتمالات کے فقرے اکثر جگہ استعمال کئے گئے ہیں ۔ خود لفظ ثمرات "بہت وسیع معانی کا حامل ہے مگر عام طور سے اس کا اردو ترجمہ پھل کر دیا جاتا ہے جو صحیح نہیں یا کم از کم ناقص ہے ۔ اس کا اصل مفہوم ہر قسم کی پیداوار ہے ملاحظہ ہو لسان العرب بذیل مادہ ث م ر ، جلد ۴ ، ص ۱۰۶ ۔

ثمرات/ثَمَرٌ : حَمْلُ الشَّجَرِ ، وَاَنْوَاعُ الْمَالِ وَالِد : ثَمَرَةُ الْقَلْبِ

(ثمر کے معنی ہیں درخت کا پھل / پیداوار اور مال و دولت اور اولاد کو ثمرۃ القلب کہتے ہیں ۔ اسی کی تائید میں حدیث نبویؐ و آثار صحابہ نقل کئے ہیں.... ثمرہ واحد ہے اور اس کی جمع ثمر اور ثمرات آتی ہے....)

اصلاحی تدبر قرآن ، اول ص ۳۳۵ لکھتے ہیں کہ.... لوگ سمجھتے ہیں کہ ثمرات سے مراد صرف میوہ جات ہیں حالانکہ ثمرات کے

معنی صرف میوہ جات کے نہیں آتے بلکہ میوہ جات کے ساتھ ساتھ اجناس اور غلہ جات بھی اس کے مفہوم میں شامل ہیں۔۔۔۔ قرآن مجید میں ایک جگہ اسی ابراہیمی دعا کی برکتوں کی طرف اشارہ کرتے ہوئے ثَمَرٰتُ کُلِّ شَیۡءٍ (ہر چیز کے پھل) کے الفاظ استعمال ہوئے ہیں۔۔۔۔"

(۹۷) رزق الٰہی کے مقامات بھی گوناگوں ہیں۔ تفسیری مباحث کے لئے ملاحظہ ہوں: رزق سے متعلق آیات کریمہ جو اوپر مذکور ہوئی ہیں کی تشریحات ابن کثیر، تھانوی، مودودی اور اصلاحی وغیرہ مفسرین کرام کے یہاں۔ مثلاً مودودی، تفہیم القرآن، پنجم ص ۱۳۳، ص ۳-۲۵۲، ص ۵۹۷، اصلاحی تدبر قرآن، پنجم ص ۶۲۷، ششم ص۳۱۷، ص ۳۵۶ وغیرہ۔ تھانوی بیان القرآن اول ص ۱۹ نے ترجمہ تو "پھلوں" کیا ہے اور ملحقات الترجمہ ۳ میں لکھا ہے۔
خَطَّلاً لِمَنْ فِیْ مِنَ الثَّمَرَاتِ عَلَی النَّبِیِّیْنَ

(۹۸) بے سان و گمان رزق عطا کرنا رب العالمین کی ربوبیت مطلقہ اور اللہ تعالیٰ کی قدرت کاملہ کا ثبوت ہے۔ مالک کو مکان ولامکان کے لیے رزق رسانی کے لئے کسی جگہ یا مقام کی کوئی قید نہیں۔ اسکی الوہیت و قدرت کا تقاضا ہے کہ جب اور جہاں سے جی چاہتا ہے رزق عطا کر دیتا ہے۔ مفسرین کرام کی آرا کے لئے ملاحظہ ہو: مودودی تفہیم القرآن، چہارم ص ۳-۴۴۲، اصلاحی، تدبر قرآن، ہشتم ص ۴۳۹۔ نیز مودودی پنجم ص ۹-۵۶۸ وغیرہ۔

لسان العرب، جلد نمبر ۱، ص ۳۱۰ میں اللہ تعالیٰ کا ایک نام حسیب بھی گنایا ہے جس کے معنی بتاتے ہیں کافی یعنی وہ کفایت کرنے والا ہے۔ ویسے حسیب کے ایک معنی کرم کے آتے ہیں۔ یعنی حسب نسب والا جس کے معنی ہیں آباو اجداد میں شرف و عزت ثابت ہو۔ بلا حساب رزق عطا کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ بلا تقتیر و تضییق (بلا کمی اور تنگی کے) حساب عطا کرتا ہے۔ ابن منظور نے اس حساب کے کئی معانی ذکر کئے ہیں۔

لا یحتسب کے لغوی معنی کی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو لسان العرب بذیل مادہ ح س ب، جلد نمبر ۱، ص ۳۱۴ کے معنی یہ ہیں کہ ایسی جگہ سے عطا کرتا ہے جہاں سے وہ گمان و اندازہ بھی نہیں کرتا
مِنْ حَیْثُ لَا یَقْدِرُہٗ وَلَا یَظُنُّہٗ کَائِنًا مِنْ حَیْثُ لَمْ یَحْسِبْہٗ لِنَفْسِہٖ رِزْقًا وَلَا عَدَّہٗ فِیْ حِسَابِہٖ
یا وہ رزق جس کی اسے امید بھی نہ تھی اور نہ وہ اسے اپنا رزق سمجھتا تھا۔

(۹۹) تقدیر رزق پر بحثوں کے لئے ملاحظہ ہو: مودودی تفہیم القرآن، اول ص ۱-۵۰، دوم ص ۹-۴۸۷، ص ۶۱۱، سوم ص ۶۶۳۔ ص ۹-۷۱۸، ص ۷۵۷، اصلاحی، تدبر قرآن، ششم ص ۶۳، ہفتم ص ۱۵۸، تھانوی اول ص ۱۳۳، ابن کثیر، تفسیر، دوم ص ۲-۵۱۱۔ مؤخرالذکر رقم طراز ہیں کہ اللہ تعالیٰ جس کے لیے چاہتا ہے رزق کشادہ کرتا ہے اور جس پر چاہتا ہے تنگ کرتا ہے کیونکہ وہی تقدیر رزق میں پوشیدہ اپنی حکمت و عدل کو بہتر سمجھتا ہے۔ تقریباً یہی بات دوسرے مفسرین نے بھی کہی ہے۔ ابن کثیر نے ایک اور جگہ حدیث نبویؐ نقل کی ہے کہ رزق بعض اور دوسری چیزوں کی مانند ہر انسان کے لیے اس کی پیدائش سے پہلے ہی جب وہ اپنے رحم مادر میں ہوتا ہے لکھ دیا جاتا ہے۔

(۱۰۰) فراخی اور تنگیِ رزق اللہ تعالیٰ کی حکمت بالغہ کا نتیجہ ہے۔ اس اہم بحث کے لیے مزید تفصیل مطالعہ کریں: مودودی تفہیم القرآن، سوم ص ۶۶۳، ص ۹-۷۱۸، ص ۷۵۷، چہارم ص ۴۸۵، اصلاحی، تدبر قرآن، ششم ص ۶۳ تھانوی بیان القرآن، ہفتم ص ۱۴۰ "جیسی مصلحت دیکھتا ہے ویسی ہی روزی دیتا ہے۔۔۔۔" نیز ابن کثیر، تفسیر، دوم ص ۲-۵۱۱۔

نیز ملاحظہ ہو اصلاحی، تدبر قرآن، اول ص ۲۰-۱۹۹، جنہوں نے عرب کے جاہل و مشرک لوگوں کے قتلِ اولاد کو موجودہ دور کی متمدن حکومتوں کی خاندانی منصوبہ بندی کے مساوی قرار دیا ہے اور لکھا ہے کہ "افراد کی طرح بعض اوقات حکومتیں بھی اپنے دائرہ اختیار اور اپنے فطری اور شرعی حدود کار سے متجاوز ہو کر ان حدود میں مداخلت کرنے لگتی ہیں جو قدرت کے حدود ہیں۔۔۔۔ یہ امر

بالکل اس کے دائرۂ اختیار اور حدود کار سے باہر ہے کہ وہ یہ منصوبہ بندی کرے کہ اتنی مدت میں ہم اتنا غلہ پیدا کریں گے ۔ اور اسی حساب سے اتنے بچوں کو پیدا ہونے دیں گے.... اس معاملہ میں جو غلط فہمی عرب جاہلیت کے سنگدلوں کو لاحق ہوئی تھی اسی غلط فہمی کا شکار اس زمانے کی متمدن حکومتیں ہو رہی ہیں.... فلسفہ دونوں جگہ ایک ہے انہوں نے بھی رزاق اپنے کو سمجھا تھا اور یہ بھی رزاق اپنے کو سمجھے بیٹھے ہیں ۔ حالانکہ رزاق اللہ تعالیٰ ہے...."

نیز ملاحظہ ہو ابن کثیر ، تفسیر ، دوم ص ۱۸۰ ، سوم ۸ـ۳۰۷ وغیرہ دوسری متعلقہ آیات کی تفسیر ۔

(۱۰۱) تفضیل رزق یا رزق میں فضیلت دینے کے اصول الٰہی کی مزید تشریح کے لئے ملاحظہ کریں : ابن کثیر ، تفسیر ، دوم ص ۵۷۷ ، نے بطور استشہاد آیت کریمہ نقل کی ہے :

ضَرَبَ لَكُمْ مَّثَلًا مِّنْ اَنْفُسِكُمْ ط هَلْ لَّكُمْ مِّمَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ شُرَكَآءَ فِيْمَا رَزَقْنٰكُمْ فَاَنْتُمْ فِيْهِ سَوَآءٌ

(سورہ روم ۲۹ اور بتائی کہاوت ، تمہارے اندر سے ، تمہارے جو ہاتھ کے مال ہیں ، ان میں ہیں کوئی ساجھی تمہارے ؟ ہماری دی روزی میں کہ تم سب اس میں برابر رہو) حضرت ابن عباسؓ ، مجاہد اور قتادہ وغیرہ سے روایات نقل کر کے انہوں نے حضرت حسنؒ بصری کی سند پر حضرت عمرؓ بن خطاب کے ایک خط کا اقتباس دیا ہے جو انہوں نے حضرت ابو موسیٰؓ اشعری کو لکھا تھا : "تم اپنے رزق دنیا پر قانع رہنا کیونکہ رحمٰن نے اپنے بعض بندوں کو بعض پر رزق میں فضیلت دی ہے ۔ یہ ایک آزمائش ہے جس کے ذریعے وہ سب کو آزماتا ہے تو جس کو فراخی رزق سے آزماتا ہے اس کو دیکھتا ہے کہ وہ کیسے اللہ کا شکر ادا کرتا ہے اور کس طرح اس حق کو ادا کرتا ہے جو اس پر اللہ تعالیٰ نے فرض کیا ہے ۔"

اصلاحی ، تدبر قرآن ، چہارم ص ۴۳۰ میں رزق کو خدا کا عطیہ قرار دے کر انسانی فطرت کی طرف توجہ دلاتے ہیں جو رزق کو اپنے غلاموں اور ماتحتوں میں برابر تقسیم کر کے مساوات نہیں پیدا کرتے اور اس کو شرک کے خلاف ثبوت بناتے ہیں ۔

مودودی تفہیم القرآن ، دوم ص ۶ـ۵۵۴ نے اس آیت اور اوپر کی آیت سے یہ استدلال کیا ہے کہ اس سے اسلام کے قانون معیشت میں مساوات تلاش کرنا صحیح نہیں ہے اور انہوں نے موجودہ دور کی بعض غلط تاویلات کی تردید کی ہے ۔

(۱۰۲) رزق کی فراہمی کا اعمال دنیا سے براہ راست کوئی تعلق نہیں اس بحث کے لئے ملاحظہ ہو : مودودی تفہیم القرآن ، دوم ص ۸ـ۴۵۷ نیز ملاحظہ ہو اول ص ۱۱۲ "اس سے یہ بات خود بخود نکل آئی کہ اگر کسی کو رزق دنیا فراوانی کے ساتھ مل رہا ہو تو وہ اس غلط فہمی میں نہ پڑے کہ اللہ اس سے راضی بھی ہے"... مودودی تفہیم القرآن ، ششم ص ۳۳۱ ، میں بھی اسی حقیقت کو دہرایا ہے ۔

اصلاحی ، تدبر قرآن ، نہم ص ۱ـ۳۵۷ ، لکھتے ہیں کہ "اس دنیا میں انسان کو تنگی کی حالت پیش آنے یا فراخی کی ، جو حالت بھی پیش آتی ہے ، نہ اس کی سرفرازی کی خاطر پیش آتی ہے نہ اس کی تذلیل و توہین کے لیے ، بلکہ یہ دونوں ہی بطور امتحان پیش آتی ہیں ۔"

تھانوی بیان القرآن ، اول ص ۱۳۳ "پس اس کا مدار قسمت پر ہے نہ کہ کمال اور مقبولیت پر سو یہ ضرور نہیں کہ جو روزی میں بڑا ہو وہ اللہ کے نزدیک بھی معزز ہو اور بڑی عزت وہی ہے...." نیز ملاحظہ ہو ابن کثیر ، تفسیر ، دوم ص ۵۱۱ ۔

ابن کثیر، تفسیر، چہارم ص ۵۰۹ میں ان آیاتِ کریمہ کو آزمائش خداوندی سے جوڑتے ہیں اور کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پسندیدہ یا ناپسندیدہ لوگوں کو کشائش رزق سے نوازتا ہے جس طرح وہ ان دونوں طبقات کو تنگی رزق میں مبتلا کرتا ہے اور یہ محض ابتلا و امتحان ہے ۔

(۱۰۳) رزق کی کشائش اور بغاوت کے تعلق پر مزید تفصیل کے لیے مطالعہ کریں : ابن کثیر ، تفسیر : چہارم ص ۱۱۵ ، لکھتے ہیں کہ اگر اللہ تعالیٰ ان کو حاجت سے زیادہ عطا کر دے تو یہ زیادتی رزق ان کو بغی و طغیان پر آمادہ کر دے گی ، حضرت قتادہ کا قول

ہے : بہترین زندگی (عیش) وہ ہے جو نہ تم کو غفلت میں مبتلا کرے اور نہ بغاوت پر اکسائے ، انہوں نے اس ضمن میں ایک اہم حدیث بھی نقل کی ہے کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ میرے بندوں میں سے بعض ایسے ہیں جن کو صرف غنا اور مال داری راس آتی ہے اور اگر میں ،انکو فقیر کر دوں تو ان کا دین خراب کر دوں اور بعض ایسے ہیں جن کو صرف فقر راس آتا ہے اور اگر ان کو مالدار بنا دوں تو ان کا دین خراب کر دوں" ۔

مودودی تفہیم القرآن ، چہارم ص ۵۰۲

(۱۰۴) بلا حساب رزق عطا کرنا قدرت و ربوبیت الہٰی کا ایک عمدہ کرشمہ ہے ۔ مزید تفصیل کے لئے دیکھیں ، مودودی تفہیم القرآن ، سوم ص ۲۱۰ ، ابن کثیر ، تفسیر ، اول ص ۳۳۹ ، نے اس ضمن میں دو احادیث نقل کی ہیں جن میں سے پہلی حدیث قدسی ہے : اے ابن آدم! تو خرچ کر میں تجھ پر خرچ کروں گا" ۔ دوسری میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اَنْفِقْ بِلَالاً وَلَا تَخْشَ مِنْ ذِی الْعَرْشِ اِقْلَالاً

(جی کھول کر خرچ کرو اور عرش والے سے قلتِ رزق کا خوف نہ کرو) ۔ اصلاحی ، تدبر قرآن ، اول ص ۵۰۲ ، پنجم ص ۴۱۳ تھانوی بیان القرآن ، اول ص ۱۲۲ ۔

(۱۰۵) الٰہ واحد ہونے کا لازمی اور منطقی نتیجہ ہے کہ رب و رازق بھی ایک ہی ہو ۔ تفسیری تشریحات کے لیے ملاحظہ ہوں : ابن کثیر ، تفسیر ، دوم ص ۴۱۶ فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی وحدانیت اور اس کی الہٰی وحدانیت کے اعتراف سے جو مشرکین کرتے ہیں استدلال و حجت قائم کی گئی ہے اور بعض دوسری آیاتِ کریمہ سے بھی ابن کثیر نے استشہاد کیا ہے ۔ نیز دوسری مذکورہ آیات کی تفسیر ملاحظہ ہو ۔

مودودی ، تفہیم القرآن ، دوم ص ۲۸۲ ، نیز مذکورہ بالا آیات کی تفسیر ان کے مقامات پر مثلاً سوم ص ۵۹۵ ۔ اصلاحی ، تدبر قرآن ، چہارم ص ۸۔۴۷ وغیرہ ، پنجم ص ۶۲۷ وغیرہ ۔

(۱۰۶) غیر فانی اور بہترین رزق کے لئے مزید مطالعہ کریں : ابن کثیر ، تفسیر ، چہارم ص ۳۱ نیز ملاحظہ ہو سوم ص ۱۔۱۷۰ جہاں ابن کثیر نے متعدد احادیث نبویہؐ بیان کی ہیں ۔ ان میں سے ایک وہ ہے جس میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت عمرؓ سے واقعہ ایلاء کے دوران فرمایا تھا کہ قیصر و کسریٰ کو دنیاوی رزق جلد عطا کر دیا گیا ہے اور دوسری میں آپؐ نے اپنے خدشہ کا اظہار کیا تھا کہ تم پر دنیاوی نعمتیں برسا دی جائیں گی ۔

مودودی ، تفہیم القرآن ، سوم ص ۳۰۔۱۲۹ ، ص ۲۹۳ سے رسالت محمدیؐ پر استدلال کیا ہے ۔ اور دوسری متعلقہ آیاتِ کریمہ ۔ اصلاحی ، تدبر قرآن ، پنجم ص ۱۰۔۱۰۶ ، ص ۹۔۲۷۸ ، ص ۳۳۶ نیز مذکورہ بالا آیات کی تفسیر ان کے مقامات پر ملاحظہ ہو ۔

(۱۰۷) مطالبۂ رزاق واحد پر مزید تفصیل کے لئے ملاحظہ ہوں : اتفاق پر مفسرین کرام جیسے ابن کثیر ، مودودی ، تھانوی ، اصلاحی وغیرہ کی تشریحات مثلاً مودودی ، تفہیم القرآن ، اول ص ۵۰ ، ص ۱۳۷ ، ص ۱۶۷ ، ص ۱۸۵ ، ص ۸۔۲۰۶ ، ص ۲۱۰ ، ص ۶۔۲۱۴ ص ۲۷۲ وغیرہ ۔

(۱۰۸) رب العالمین کے انسانوں اور بندوں سے مطالبہ کے لئے مفسرین کرام کے متعلقہ مباحث دیکھیں : مثلاً ابن کثیر ، تفسیر ، اول ص ۱۸۵ ، اور دوسری متعلقہ آیات کریمہ پر حافظ موصوف کے تفسیری تصریحات ۔

مودودی ، تفہیم القرآن ، اول ص ۱۱۳ ، ص ۲۷۰ ، وغیرہ دوم ص ۱۳۰ ، ص ۳۲۷ ، ص ۲۵۵ اور دوسری جلدوں کے متعلقہ مقامات ۔

اصلاحی ، تدبر قرآن ، اول ص ۸۔۳۲۵ اور دوسری متعلقہ آیات پر تفسیری مباحث ۔

اسلام کے معنی جیسا کہ اہل علم میں معروف ہیں اللہ تعالیٰ کی مکمل اطاعت اور زندگی کے تمام پہلوؤں میں اس کے احکام و فرامین کے نفاذ اور اس کی خوشنودی اور محبت کی طلب کے آتے ہیں ۔ اس سے محض ظاہری اطاعت کیشی مراد نہیں ہے بلکہ جسم و جان سے محبت مراد ہے ۔

اسلام کے لغوی معنی کی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو لسان العرب بذیل مادہ س ل م : بقول اصلاحی ۔ تدبر قرآن ۔ اول ص ۳۴۳ " اسلام کے معنی اپنے آپ کو پورے طور پر خدا کی مرضی اور اس کے احکام کے حوالہ کر دینا ہے ۔"

(۱۰۹) صفات و اسماء الٰہی کی تعداد پر مختلف مکاتبِ فکر کا ذکر اوپر آ چکا ہے ۔ تفصیل کے لیے ملاحظہ ہو حاشیہ نمبر ۶ ۔ یہاں البتہ یہ کہنا ضروری معلوم ہوتا ہے کہ فلاسفہ اور متکلمین نے جو تعداد بیان کی ہے وہ اپنے اپنے فلسفیانہ اور متکلمانہ نقطۂ نظر کے مطابق بیان کی ہے اور اکثر و بیشتر قرآن مجید کی بیان کردہ اہم ترین صفات و اسماء الٰہی کو وہ بنیادی اہمیت اور کلیدی حیثیت نہیں دی ہے جو قرآن مجید دیتا ہے ۔ اس کا بنیادی سبب یہ معلوم ہوتا ہے کہ وہ عقل اور اس سے زیادہ یونانی فلسفہ و منطق کے اصولوں کی روشنی میں اللہ تعالیٰ کی صفات کی توجیہ کرنا چاہتے ہیں اور قرآن مجید کی بیان کردہ صفات الٰہی کو یا تو اپنے عقلی مباحث سے ہم آہنگ کرتے ہیں ۔ یا بطور استدلال و استشہاد پیش کرتے ہیں ۔ اوپر متکلمین میں سے اشاعرہ اور ماتریدیہ وغیرہ کی بیان کردہ صفات الٰہی کا ذکر آ چکا ہے جو سات ایجابی یا ثبوتی اور بعض سلبی صفات پر مشتمل ہیں اور ان کے دعوے کے مطابق یہ سات ایجابی صفات عقل کے ذریعے نقل کا سہارا لیے بغیر ثابت کی جا سکتی ہیں ۔ ان کے استدلال کی عمارت اس اصول پر قائم ہے کہ خدا کی صفات صرف تنزیہ و تقدیس کے ذریعے ثابت کی جا سکتی ہیں اور ان کے سوا اگر دوسری صفات تسلیم کی جائیں تو تنزیہ و تقدیس باقی نہیں رہ جاتی ۔ چنانچہ ان میں سے بعض اس حد تک بڑھ گئے کہ وہ قرآن و حدیث کی بیان کردہ صفات الٰہی کی ایسی توجیہ و تاویل کرتے ہیں جو دوراز کار ہونے کے علاوہ ان کو صفات کے زمرہ ہی سے خارج کر دیتی ہیں ۔ جب کہ بعض دوسروں کے نزدیک مذکورہ سات ایجابی صفات بنیادی ہیں اور باقی تمام ضمنی جو بنیادی صفات کے ذیل میں آتی ہیں اور قرآن و حدیث میں بیان کردہ تمام صفات ضمنی ہی ہیں چنانچہ محبت و شفقت ، رحمت و مروت ، رضا و رافت ، غیظ و غضب جیسی صفات مستقل نہیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی بنیادی صفات میں سے ایک ارادہ کے تحت آتی ہیں ۔ امام رازی پر اپنے فلسفہ کا اتنا غلبہ تھا کہ انہوں نے بقیہ صفاتِ الٰہی کے ضمن میں نفی و اثبات کے بجائے توقف کا اصول اپنا لیا ۔ امام غزالی نے اگرچہ متکلمین کی راہ سے کسی قدر ہٹ کر صفات الٰہی پر کلام کیا ہے لیکن ان کے یہاں بھی متکلمین کے طریقہ کا غلبہ ہے چنانچہ ازلی و ابدی وجود ۔ قدامت و عدم وغیرہ کے مباحث اس کے عکاس ہیں ۔ احیاء العلوم میں انہوں نے جو صفات و افعالِ الٰہی پر بحث کی ہے یا جو ذات خداوندی پر کلام کیا ہے ۔ اس میں بھی قرآن و حدیث سے زیادہ علم کلام اور فلسفہ و منطق کا اثر زیادہ جھلکتا ہے ۔ اس طرح انہوں نے خدا تعالیٰ کے بالقوۃ اور بالفعل صفات پر جو بحث کی ہے وہ تو سراسر علم کلام کی پیداوار ہے اور اس سے زیادہ عجیب اور الجھن آمیز بات یہ ہے کہ خالق ازل ہونے یا نہ ہونے کے دونوں مسلکوں میں انہوں نے تطبیق کی ہے ۔

یہی سبب ہے کہ علامہ ابن رشد نے امام غزالی کی اس پوری بحث بالخصوص بالقوۃ اور بالفعل والی بحث پر تنقید کی ہے اور لکھا ہے کہ "کسی چیز کے وجود میں آنے سے پہلے خدا کے عالم ہونے کا یہ معنی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ وہ چیز وجود میں آئے گی اور جب وہ وجود میں آتی ہے تو اس وقت اس کے عالم ہونے کا یہ معنی ہے کہ وہ جانتا ہے کہ وہ چیز وجود میں آگئی جو چیز تلف ہوئی اس کی مناسبت سے اس کا عالم ہونے کا مطلب یہ ہے کہ وہ جس وقت تلف ہوئی خدا اس وقت جانتا ہے وہ تلف ہو چکی۔ خدا کی صفات کے بارے میں اصول شریعت اسی تشریح کا تقاضا کرتے ہیں" (ترجمہ از جلال الدین عمری)۔ سید عمری کے خیال میں ابن رشد کی تشریح کتاب و سنت کی روح سے زیادہ قریب ہے اگرچہ وہ زیادہ

علمی اندازکی نہیں ہے۔ مفصل بحث کے لئے ملاحظہ ہو: خدا اور رسول کا تصور ص ۹۲۔۲۷۸۔

جہاں تک احادیث نبویؐ میں یا مفسرین و متکلمین کے دوسرے طبقات کے تعیین کردہ عدد و صفات الٰہی کا تعلق ہے وہ دراصل حصر کی غرض سے نہیں ہے ۔ یعنی اس کا مفہوم و مطلب یہ نہیں ہے کہ صرف اتنی ہی تعداد صفات و اسمائے الٰہی کی ہیں بلکہ ان کے نزدیک وہ اہم ترین اور بنیادی صفات ہیں اور تعداد سے کثرت مراد لی گئی ہے ۔ ورنہ ظاہر ہے کہ صفات الٰہی کی تحدید سے ذات الٰہی کی تحدید ہو گی جو منطق و فلسفہ کے اصولوں کے اعتبار سے بھی صحیح نہیں کیونکہ وہ ذات مطلق بیکراں ہے اور اس کی صفات و اسماء حسنیٰ بھی بے حد و شمار ہیں ۔ اور جتنی صفات بیان کی گئی ہیں وہ بطور مشتے نمونہ از خروارے کی مصداق ہیں ۔ ابن کثیر ، تفسیر ، دوم ص ۲۶۹ ، رقمطراز ہیں کہ "اللہ تعالیٰ کے اسماء حسنیٰ ننانوے (کے عدد) میں منحصر نہیں ہیں اور اس کی دلیل وہ حدیث نبویؐ ہے جو امام احمدؒ بن حنبل نے اپنی مسند میں یزید بن ہارون کے واسطے سے حضرت عبداللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت کی ہے اور جس کے مطابق رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم حالت حزن و غم میں جب دعا کرتے تھے تو "اللہ تعالیٰ کے ہر اس نام کے واسطے سے مانگتے تھے جو اس نے اپنے لئے خود رکھا تھا یا اپنی کتاب میں نازل فرمایا تھا ۔ یا اپنی مخلوق میں سے کسی کو سکھایا تھا یا اپنے علم غیب ہی میں اپنے پاس محفوظ رکھا تھا ۔"

(۱۱۰) صفات جمالی اور جلالی کی تقسیم کے لئے مزید تفصیل ملاحظہ ہو: ابوالوفاء محمد درویش، الاسماء الحسنیٰ ، بحوالہ ولی اللہ سعیدی فلاحی ، "صفات باری تعالیٰ پر ایک نظر "ماہنامہ حیات نو ، بلریا گنج ، اعظم گڑھ جنوری ۱۹۸۸ء ، جلد ۳ ، شمارہ ۱ ص ۸۔۲۵ مضمون نگار نے مذکورہ بالا کتاب کے مقام و تاریخ اشاعت کا حوالہ نہیں دیا ہے ۔

(۱۱۱) مقتدر اعلیٰ پر بحث کے لیے ملاحظہ ہو : ابن کثیر ، تفسیر اول ص ۵۔۲۴ ، نے مالک یوم الدین میں اس کی مختلف شکلوں اور قرأتوں کا ذکر کرنے کے بعد اس کی نظیروں سے اور قرآن مجید کی متعلقہ آیات سے بحث کی ہے اور لکھا ہے کہ اصل حکمرانی اور بادشاہت تو صرف اللہ تعالیٰ کی ہے ۔ مختلف مفسرین صحابہؓ و تابعین اور علماء کی آراء بھی بیان کی ہیں اور صحیحین کی دو روایتیں نقل کی ہیں جن میں سے ایک یہ ہے کہ "اللہ تعالیٰ (قیامت کے دن) زمین اور آسمان کو اپنی داہنی مٹھی میں پکڑے گا اور فرمائے گا "میں ہی بادشاہ ہوں ۔ کہاں ہیں زمین کے بادشاہ ؟ کہاں ہیں جبار ؟ اور کہاں ہیں متکبر لوگ ؟" دوسری روایت کے مطابق "جو شخص اپنے کو شہنشاہ کہلاتا ہے وہ اللہ کے نزدیک انتہائی مبغوض ہے کیونکہ مالک تو صرف اللہ ہے"۔

مودودی ، تفہیم القرآن ، اول ص ۳۷ ، اصلاحی ، تدبر قرآن ، اول ص ۳۷ ، تھانوی ، بیان القرآن ، اول ص ۹ نیز ان مفسرین کرام کے یہاں متعلقہ آیات کی تفسیریں ۔

صفات مذکورہ کی لغوی تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو : لسان العرب ، بذیل مادۂ متعلقہ : م ل ک ، جلد ۱۰ ، ص ۲۔۴۹۱ مابعد نیز ملاحظہ ہو امام رازی ، لوامع البینات ، ص ۲۳۶ وغیرہ ۔ ص ۲۵۲ وغیرہ ۔

مالک : مالک یوم الدین میں آیا ہے اور اس کی قرأت مختلف ہے : عاصم ، کسائیؒ اور یعقوب نے مالک پڑھا ہے جبکہ ابن کثیر ، نافع اور ابوعمرو ، اور ابن عامر اور حمزہ نے ملک یوم الدین پڑھا ہے ۔

مالک الملک : اسی سے اللہ تعالیٰ کا قول مالک الملک ہے وہ اللہ تعالیٰ کے ہر شے کے مالک ہونے پر دلالت کرتا ہے ۔

مَلِكٌ : اَللَّيْثُ : اَلْمَلِكُ هُوَ اللهُ تَعَالىٰ وَتَقَدَّسَ ، مَلِكُ الْمُلُوْكِ لَهُ الْمُلْكُ وَهُوَ مَالِكُ يَوْمِ الدِّيْنِ وَهُوَ مَلِيْكُ الْخَلْقِ أَيْ رَبُّهُمْ وَمَالِكُهُمْ ،

(بقول لیث)، بادشاہ اللہ تعالیٰ ہی ہے ۔ وہی بادشاہوں کا بادشاہ ہے ، اسی کا ملک و بادشاہت ہے اور وہی روز جزا کا مالک ہے وہ

مخلوق کا ملیک یعنی ان کا رب اور مالک ہے..... اسی سے ملک الناس آیا ہے جس کے معنی سردار و آقا ہیں ۔

ملیک : یعنی بادشاہ و آقا و سردار آتا ہے جیسا کہ اوپر ابن منظور نے کہا ہے ۔

مُلک : معروف لفظ ہے اور اس کے معنی سلطان کے آتے ہیں اور ملکوت مؤنث ہے جس کے معنی عظمت و جلالت کے ہیں ۔ لحیانی کے بقول ملکوت ملک سے نکلا ہے جس کے معنی بادشاہی ، عزت و افتخار کے آتے ہیں جیسے رھبوت رھبۃ سے نکلا ہے ۔ ابن منظور نے بطور استشہاد کئی احادیث اور اقوال عرب بھی بیان کئے ہیں ۔

(۱۱۲) تفسیری تشریحات کے لیے ملاحظہ ہوں : ابن کثیر ، تفسیر اول ۳۵۶-۷ ، چہارم ص ۳۶۶ ، ص ۳۶۹ ، مودودی ، تفہیم القرآن اول ص ۳۴۳ میں مفسر نے رزق کی تقسیم پر گفتگو محدود رکھی ہے ۔ پنجم ص ۲۳۹ اور ص ۲۴۲ ، اصلاحی ، تدبر قرآن ، دوم ص ۶۳-۵ نے اس دعائیہ آیت سے مسلمانوں کے عروج اور یہود کے عزل کی بشارت بھی مطالعہ کی ہے ۔ نیز ہشتم ، ص ۱۱۶ ، تھانوی ، بیان القرآن ، جلد ۱۱ ، ص ۹۷ ۔

(۱۱۳) اللہ تعالیٰ کی بادشاہی سے متعلق مفسرین کرام کی آراء کے لئے دیکھیں : ابن کثیر ، تفسیر اول ص ۳۴-۵ ، سوم ص ۱۶۶ ، ص ۲۵۹ ، چہارم ص ۳۴۲-۳ ، ص ۵۷۴-۵ ، اصلاحی ، تدبر قرآن ، اول ص ۷۵ پنجم ص ۹۶ ، ص ۲۵۷ ، ہشتم ۳۱۲ ، نہم ص ۶۷۳ ، مودودی ، تفہیم القرآن ، اول ص ج ، سوم ۱۳۹ ، ص ۳۰۳ ، پنجم ص ۴۱۱-۷ ، ششم ص ۷۱ھ ۔

عام طور سے تمام مفسرین کرام نے سورہ حشر میں بیان کردہ صفات الٰہی اور اسمائے حسنیٰ پر مفصل بحث کی ہے کہ وہیں وہ سب سے زیادہ بیان ہوئی ہیں ۔ ان گوناگوں صفات میں اللہ تعالیٰ کی بادشاہی اور فرمانروائی کا خصوصی تذکرہ ہے ۔ مودودی نے اللہ تعالیٰ کی آفاقی حاکمیت اور ازلی و ابدی اقتدار اعلیٰ پر مفصل بحث کی ہے اور دوسری آیات الٰہی سے استشہاد کیا ہے ۔ اصلاحی نے ہر صفت الٰہی کی لغوی اور تفسیری تشریح کی ہے اور مولانا فراہی وغیرہ مفسرین کی تحقیقات بیان کی ہیں (ملاحظہ ، ہشتم ص ۳۱۱-۵) ۔

(۱۱۴) متعلقہ آیات کریمہ کی تفسیری مباحث کے لیے ملاحظہ کریں : لفظ "ملک" والی آیات کریمہ پر مفسرین کرام ابن کثیر ، تھانوی ، مودودی اور اصلاحی وغیرہ کی تشریحات و توضیحات ، مثلاً مودودی ، تفہیم القرآن ، دوم ص ۵۵۷ ، ص ۶۵۱ ، وغیرہ ، سوم ص ۱۳۹ ، ص ۳۰۳ ، ص ۳۳۳ وغیرہ ، چہارم ص ۳۳۶ ، ص ۳۵۹-۶ ، ص ۳۷۶ ، ص ۳۹۹-۴۰۰ ، ص ۵۱۵ ، ص ۵۵۱ ، ص ۵۹۲ ، پنجم ص ۵۱ ، ص ۳۰۲-۸ وغیرہ اور ششم ص ۴۱ ، ص ۸۶ اور ص ۵۷۱ وغیرہ ۔ امام رازی ، لوامع البینات ، ص ۲۵۲-۳ ۔

(۱۱۵) جس طرح اللہ تعالیٰ الوہیت اور ربوبیت اور خالقیت میں یکہ و تنہا ہے اسی طرح اس کی بادشاہت میں بھی کوئی شریک نہیں ۔ اس موضوع پر مزید تفصیل کے لیے ملاحظہ فرمائیں : ابن کثیر : تھانوی ، مودودی اور اصلاحی وغیرہ مفسرین کی بحثیں خاص کر

ولم یکن لہ شریک فی الملک

کی تفسیریں ۔ مثلاً ابن کثیر ، تفسیر سوم ص ۶۸ ، ص ۳۰۸ ، ص ۵۵۱ وغیرہ ، مودودی ، تفہیم القرآن ، دوم ص ۶۵۱ وغیرہ ، اصلاحی تدبر قرآن ، چہارم ص ۵۲۷ وغیرہ ۔

(۱۱۶) اللہ رب العالمین کی بادشاہ گری پر مفسرین کرام کی آراء کے لیے مطالعہ کریں : ابن کثیر ، تفسیر ، اول ص ۳۰۱ وغیرہ ، مودودی ، تفہیم القرآن ، اول ص ۱۸۸-۹ ، وغیرہ ، چہارم ص ۳۰۶-۷ وغیرہ ۔ اصلاحی ، تدبر قرآن ، اول ص ۵۶۹-۷۱ وغیرہ ہفتم ص ۴۰ وغیرہ ۔

(۱۱۷) قیامت و آخرت میں اللہ تعالیٰ کی ظاہری اور باطنی دونوں طرح کی بادشاہی پر مزید بحث کے لیے دیکھیں : مذکورہ مفسرین کرام نیز دوسرے مفسرین عظام کی تفسیری بحثیں ۔ متعلقہ آیات کریمہ پر بحث اور حوالے پہلے گزر چکے ہیں ۔

(۱۱۸) اللہ تعالیٰ ظالم نہیں ہے اس موضوع پر مفسرین اور علماء متکلمین و حکمائے اسلام نے عمدہ بحثیں کی ہیں ۔ ان کے لئے ملاحظہ ہوں : ابن کثیر ، تفسیر دوم ص ۴۱۸-۹ میں حضرت ابو ذر کی سند پر حدیث قدسی بیان کرتے ہیں "اے میرے بندو ! میں

نے ظلم اپنے اوپر حرام کر لیا ہے اور تمہارے درمیان بھی اسے حرام کر دیا ہے ۔ لہذا تم آپس میں ظلم نہ کرو ------ اے میرے بندو ! یہ تو تمہارے اعمال ہیں جو میں تمہیں گناتا ہوں اور پھر ان کا پورا بدلہ دیتا ہوں تو جس کسی کو خیر و بھلائی ملے اسے اللہ کا شکر و حمد کرنا چاہیے اور جس کو اس کے سوا سے سابقہ پڑے اس کو صرف اپنے آپ کو ملامت کرنی چاہیے" ۔ یہ مسلم کی ایک طویل حدیث کا ٹکڑا ہے" ۔ ابن کثیر میں مختلف مقامات پر عدل الہٰی اور ظلم سے اجتناب خداوندی سے متعلق آیات کریمہ کی تشریح ملاحظہ کرنی چاہیے ۔

مودودی ، تفہیم القرآن ، دوم ص ۵۶ ، ص ۱۵۰ ، ص ۲۱۳ ، ص ۲۸۸ ، ص ۳۶۶ ، ص ۴۷۲ ، ص ۵۱۱ وغیرہ ۔ اصلاحی ، تدبر قرآن ، اول ص ۱۳۔۱۱۰ ۔ چہارم ص ۱۰۱ ، ص ۳۰۹ ، ص ۳۶۰ وغیرہ ۔

تفصیل کے لئے ملاحظہ ہو سید جلال الدین عمری ، خدا اور رسولؐ کا تصور ص ۸۰۔۴۷۲

امام رازی ۔ لوامع البینات ، ص ۳۔۳۵۲ ۔

لغوی معنی اور تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو لسان العرب ، بذیل مادہ ظ ل م ، جلد ۲۱ ، ص ۳۷۳ : الظلم :

وضع الشئی فی غیر محلہ

(ظلم کے معنی ہیں چیز کو اس کے محل و مقام کے سوا رکھنا) ۔ اس معنی میں ظلم کی تشریح کر کے آیت کریمہ

ان اللہ لا یظلم مثقال ذرۃ

کے معنی یہ بتائے ہیں کہ وہ ذرہ بھر بھی کسی پر ظلم نہیں کرتا ہے ۔

(۱۱۹) اللہ تعالیٰ کے جلال و جبروت اور قہاری و کبریائی پر مزید تفصیل کے لیے کتب تفسیر کے متعلقہ مباحث مطالعہ کریں مثلاً :

مودودی ، تفہیم القرآن ، دوم ص ۹۲ ، ص ۱۳۴ ، ص ۱۳۸ ، ص ۱۔۱۵۰ ص ۹۔۱۵۷ ، ص ۱۹۶ ، ص ۲۱۳ ، ص ۳۔۳۵۲ ، ص ۳۰۱ ، ص ۴۴۸ ، ص ۴۵۳ ، ص ۴۹۲ ، ص ۴۹۲ وغیرہ ۔ سوم ص ۴۔۴۴۳ ، ص ۴۵۱ ، ص ۴۷۹ ، ص ۴۹۸ وغیرہ ۔

نیز ملاحظہ ہو امام رازی ، لوامع البینات ، بحث بر متکبر ، قہار ، جبار اور دوسری صفات جلالی ۔

اس بحث میں مذکورہ صفات الہٰی کی لغوی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو لسان العرب ، بذیل مادہ متعلقہ ۔

الکبیر: بذیل مادہ ک ب ر ، جلد ۵ ، ص ۶۔۱۳۵ ، اللہ تعالیٰ کی صفت ہے جس کے معنی عظیم و جلیل کے ہیں ۔ متکبر وہ ہوتا ہے جو اپنے بندوں کے ظلم سے بلند و برتر ہو ، کبریا کے معنی عظمت الہٰی ہیں ۔ ابن اثیر کے بقول اللہ تعالیٰ کے اسماء میں متکبر اور کبیر ہیں جن کا مطلب ہے عظیم اور کبریائی والا ۔ ایک قول یہ ہے کہ اس سے مراد وہ ذات ہے جو مخلوق کی صفات سے بلند ہو.... اس سے کمال ذات و کمال وجود مراد ہے اور اللہ کے سوا اور کسی کے لیے جائز نہیں ۔

المتعال: : ملاحظہ ہو ذیل میں علی کی تشریح ۔ نیز یہ بھی :

وَاَمَّا الْمُتَعَالِیْ : فَھُوَ الَّذِیْ جَلَّ عَنْ اِفْكِ الْمُفْتَرِیْنَ وَتَنَزَّہَ عَنْ وَسَاوِسِ الْمُتَحَیِّرِیْنَ وَ قَدْ یَكُوْنُ الْمُتَعَالِیْ بِمَعْنَی الْعَالِیْ

(رہے متعالی کے معنی تو وہ ذات جو افترا پردازوں کی افترا پردازی سے بلند اور متحیرین کے وسوسوں سے پاک و منزہ ہو) اور یہاں متعالی، عالی کے معنی میں ہو گا۔

العلی: بذیل مادہ ع ل ا ، جلد ۱۵ ، ص ۵۔۸۳ : علو کل شئی (ہر شے کی بلندی) سے مراد اس کی رفعت ہے ۔ اور جس کی شان بلند ہو وہ علی ہے.... اللہ تعالیٰ علی ، متعالی ، عالی ، الاعلیٰ ، ذوالعُلا والعلا و المعالی ہے اور افترا پردازوں کے ہر افترا سے بلند و برتر ہے ۔ علی کے معنی شریف کے بھی آتے ہیں ۔ یعنی اس سے بلند اور کوئی نہیں ۔ اور ایک قول یہ بھی ہے کہ وہ اپنی مخلوق پر بلند ہوا اور ان کو اپنی قدرت سے مقہور کر لیا ۔

ذوالجلال والاکرام: بذیل مادہ ج ل ل ، جلد ۱۱ ، ص ۱۱۶ : اللہ تعالیٰ جلیل اور ذوالجلال والاکرام ہے اور اس کا جلال اس کی عظمت ہے ۔ جلیل اللہ کی صفت ہے اس سے اس کی بزرگی اور بڑائی کا اظہار ہوتا ہے ۔ جلیل مطلق اس کی کمال صفات کا نام ہے

جس طرح کبیر اس کی کمال ذات اور عظیم کمال ذات و صفات کے معنی دیتے ہیں ۔

القہار/القاہر: بذیل مادّہ ق ہ ر ، جلد ۵ ، ص ۱۲۰ ۔ قہر کے معنی ہیں غلبہ اور اوپر سے پکڑنا ۔ قہار ۔ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے ۔ ازہری کے بقول وہ قاہر و قہار ہے اور اس نے اپنی مخلوق کو اپنے سلطان و قدرت سے مقہور کر رکھا ہے اور ان کو اطاعت و کراہت کے ساتھ اپنے ارادہ کے تابع کر لیا ہے ۔ ابن الاثیر کے مطابق اس کے معنی ہیں وہ اپنی تمام مخلوق پر غالب ہے ۔

خیر الفاصلین: بذیل مادّہ ف ص ل ، جلد ۱۱ ، ص ۲-۵۲۱ ۔ فصل کے معنی ہیں دو چیزوں کا فرق واضح کرنا ۔ اسی سے قول فصل ہے جس کے معنی ہیں حق و باطل میں فصل کرنے والا قول ۔ اللہ تعالیٰ اسی طرح بہترین فصل کرنے والا ، حق و باطل کے درمیان تمیز کرنے والا ہے اس لئے وہ خیر الفاصلین ہے اور فیصل بھی وہی ہے ۔

الجبار: بذیل مادّہ ج ب ر ، جلد ۴ ، ص ۴-۱۱۳ : اللہ تعالیٰ کا نام ہے اور وہ اپنی مخلوق کو امر و نہی کرنے کا مجاز ہے ۔ ازہری کے بقول جبار میں قہر و اکراہ کے معنی آتے ہیں نہ کہ جبر کے ۔ ایک معنی مخلوق سے بلند ہونے کے بھی ہیں ۔ استشہاد میں احادیث و اقوال نقل کئے ہیں ۔

منتقم/ذوانتقام: بذیل مادّہ ن ق م ، جلد ۲۱ ، ص ۲-۵۹۰ ۔ نقم کے معنی عقوبت کے ذریعے مکافات (بدلہ دینے) کے ہیں ۔ اس طرح اللہ تعالیٰ ان کے اعمال کا بدلہ دیتا ہے ۔ چونکہ ان کے اعمال برے ہیں اس لئے مکافات بھی بری ہے ۔

(۱۳۰) قدرت الٰہی پر مفصل بحث کے لیے ملاحظہ ہو اس مقالہ کا حاشیہ نمبر ۴۰ جہاں امام غزالی ، امام ابن تیمیہ کی بحثیں بیان ہوئی ہیں ۔

(۱۳۱) رحمت الٰہی پر پہلے بحث گزر چکی ہے وہ ملاحظہ کریں ۔ لسان العرب ، بذیل مادہ ر ح م ، جلد ۲۱ ، ص ۲۳۰ میں ہے : الرحمۃ الرقۃ والتعطف والمرحمۃ مثلہ (رحمت کے معنی ہیں رقت اور مہربانی کے اور مرحمت کے معنی بھی یہی آتے ہیں۔) ابن منظور نے آیات الٰہی ، آثار صحابہ و تابعین اور کلام عرب سے اس کے معانی پر استشہاد کیا ہے ۔
نیز ملاحظہ ہو المعجم المفہرس آیات رحمت کی تفصیل کے لئے بذیل مادّہ ر ح م ۔

(۱۳۲) رحمان کی لغوی اور تفسیری تحقیق کے لیے ملاحظہ کریں : ابن کثیر ، تفسیر اول ص ۱-۲۰ ، اصلاحی ، تدبر قرآن ، اول ص ۹-۴۸ ، مودودی ، تفہیم القرآن ، اول ص ج ۔ نیز لسان العرب ، بذیل مادہ ر ح م ، جلد ۲۱ ، ص ۲۳۰ ۔ ابن منظور کے بقول صفت رحمٰن فعلان کے وزن پر ہے جس میں کثرت کے معنی آتے ہیں اسی لئے اس کی رحمت ہر چیز پر حاوی ہے ۔ اور وہ ارحم الراحمین بھی ہے ۔ رحمٰن کے بعد رحیم کی صفت آنے کی توجیہ یہ کی ہے کہ رحمٰن تو اللہ کے لئے خاص ہے اور رحیم وہ دوسروں کے لئے ہوتا ہے ۔ رحمٰن و رحیم کے مختلف معانی متعدد علماء جیسے فارسی زجاج ، ابوالحسن ، ازہری وغیرہ سے نقل کیے ہیں ۔ حضرت ابن عباس کے مطابق وہ دونوں محبت کے نام ہیں اور ان میں ایک دوسرے سے زیادہ رقیق ہے ۔ رحمٰن کے معنی رقیق اور رحیم کے معنی : وہ محبت کرنے والا جو اپنے بندوں / مخلوق کو رزق سے نوازتا ہے ۔ حضرت حسنؓ کے مطابق رحمٰن اللہ کے لئے مخصوص ہے جب کہ رحیم انسانوں وغیرہ کے لئے آ سکتا ہے ۔ جوہری نے ان دونوں کو ندیم اور ندمان کے نظیر قرار دیا ہے ۔ امام رازی ، لوامع البینات ، ص ۳۰-۱۱۳ ۔

(۱۳۳) مذکورہ بالا ۔

(۱۳۴) ودود کی لغوی تحقیق کے لئے ملاحظہ ہو لسان العرب ، بذیل مادّہ "و د د" اس مقالہ کا حاشیہ نمبر ۹۱ جہاں یہ تحقیق مختصراً موجود ہے ۔

تفسیری مباحث کے لئے ملاحظہ ہو ۔ ابن کثیر ، تفسیر دوم ص ۴۵۷ ، مودودی ، تفہیم القرآن ، دوم ص ۴-۳۶۳ ، نے حدیث نبویؐ سے اللہ تعالیٰ کے رحم و محبت کی دو مثالیں بیان کی ہیں : اول اس شخص کی جس کا اونٹ جو بے آب و گیاہ صحرا میں کھو گیا ہو

اور وہ تلاش کر کے تھک ہار گیا ہو اور مایوس ہو کر بیٹھ رہا اور ایسے میں اچانک اس کا گمشدہ اونٹ تمام زادِراہ کے ساتھ واپس آ جائے تو جتنی خوشی اس شخص کو ہو گی اس سے کہیں زیادہ اللہ تعالیٰ کو اپنے بندہ کی انابت و توبہ سے ہوتی ہے اور دوسری مثال اس عورت کی جو مامتا کی وجہ سے اپنے بچہ کو سینہ سے چمٹائے رہتی ہے اللہ تعالیٰ اس سے زیادہ اپنے بندوں سے محبت کرتا ہے ۔ اصلاحی . تدبر قرآن ، چہارم ص ۱۶۳ ۔

(۱۳۵) حلم النبی پر ملاحظہ ہو : لسان العرب ، بذیل مادّہ ح ل م ، جلد ۲۱ ، ص ۱۳۶ : الحلم الاناۃ والعقل (حلم کے حقیقی معنی عقل اور دانش کے ہیں)

وَالْحَلِيْمُ فِيْ صِفَةِ اللهِ عَزَّوَجَلَّ : مَعْنَاهُ الصَّبُوْرَ وَقَالَ مَعْنَاهُ اِنَّهُ الَّذِيْ لَايسحفه عَصْيَانُ الْعُصَاةِ وَلَا يَسْتَفِزُّهُ الْغَضَبُ عَلَيْهِمْ وَلٰكِنَّه جَعَلَ لِكُلِّ شَيْءٍ مِقْدَارًا فَهُوَ مَنْتَهٍ اِلَيْهِ

(حلیم اللہ تعالیٰ کی صفت ہے اور اس کے معنی صبور (بہت زیادہ کرنے والے) کے ہیں اور کہا ہے کہ اس کے معنی وہ ذات ہیں جس پر نافرمانوں کی نافرمانی اور ان پر غصہ کا کوئی اثر نہیں ہوتا ۔ اس نے ہر چیز کی مقدار بنا دی ہے اور وہ اس کا منتہی ہے)۔

اور تفسیری تشریحات کے لیے : ابن کثیر ، تفسیر اول ص ۳۱۸ ، مودودی ، تفہیم القرآن ، اول ص ۲۰۴ ، اصلاحی ، تدبر قرآن ، اول ۶-۶۱۵ ، لکھتے ہیں کہ "اگر غنا کے ساتھ حلم نہ ہو تو وہ انفاق کا حق ادا نہیں کر سکتا.... یہاں غنی و حلیم کی صفات کے حوالے میں ایک پہلو تو یہ ہے کہ اللہ .... اپنے بندوں کی تمام کوتاہیوں اور نافرمانیوں کے باوجود ان کو اپنے جود و کرم سے نوازتا رہتا ہے .... دوسرا پہلو یہ ہے کہ غریبوں کی آستینوں کے اندر سے جو ہاتھ مالداروں کے سامنے پھیلتا ہے وہ جیساکہ مشہور حدیث قدسی میں وارد ہے در حقیقت خدا ہی کا ہاتھ ہوتا ہے ----"

نیز ملاحظہ ہو ، مودودی ، تفہیم القرآن ، دوم ص ۲۰-۶۱۹ ۔

تھانوی ، بیان القرآن ، اول ص ۱۴۲ وغیرہ ۔

(۱۳۶) فضل و انعام اور ان کے اسم فاعل کی لغوی تحقیق کے لیے لسان العرب ، بذیل مادہ متعلقہ ، ملاحظہ کیجیے : ف ض ل ، جلد ۱۱ ص ۵۲۴ اور ن ع م ، جلد ۱۲ ، ص ۹۰ - ۵۷۹ ۔

اَلْفَضْلُ وَالْفَضِيْلَةُ : مَعْرُوْفٌ ، ضِدُّ النَّقْصِ وَالنَّقِيْصَةِ

(فضل و فضیلت کے معنی معروف ہیں اور وہ نقص اور نقیصہ کا متضاد ہے) اس کے معنی میں بھی عطا اور انعام کا مفہوم پوشیدہ ہے ۔

انعام نعمت سے ہے اور اسی سے نعیم ، نعمی ، نعمت اور نعما بنے ہیں اور اس کے معنی الخفض ، الدعۃ و المال (نرمی و آسودہ حالی عیش اور مال) ہیں اور باساءاور بوسی (فقر و تنگ دستی) کا ضد ہے ۔ انعام کے معنی ہیں اللہ تعالیٰ کا احسان و کرم اور منت جو وہ اپنے بندوں پر کرتا ہے ۔ سیاق و سباق کے لحاظ سے اس کے مختلف معانی آتے ہیں لیکن ہر جگہ منت و عطا کا مفہوم موجود ہوتا ہے ۔

(۱۳۷) وھاب کی لغوی تحقیق کے لئے لسان العرب ، بذیل مادہ و ھ ب اور تفسیری تشریحات کے لئے تفاسیری کتب ملاحظہ ہوں : لسان العرب ، جلد ۱ ، ص ۸۰۳ میں ہے کہ الوھاب اللہ تعالیٰ کے اسماء میں سے ہے ۔ ھبۃ سے بنا ہے جس کے معنی اس عطیہ کے ہیں جو اغراض اور اعواض (بدلے) سے خالی ہو ۔ اور جب یہ عطایا بکثرت ہوں تو ان کے دینے والے کو وہاب کہتے ہیں اور وہ مبالغہ کا صیغہ ہے ۔ اللہ تعالیٰ کے اسم و صفت کے معنی میں وہ بندوں کا منعم ہے اور اللہ تعالیٰ ہی وھاب و واھب ہے ۔

ابن کثیر ، تفسیر اول ص ۳۳۸ ، ۳۶۰ وغیرہ ، چہارم ص ۲۸ ۔

مودودی ، تفہیم القرآن ، اول ص ۳۳۵ وغیرہ ، چہارم ص ۳۲۱ ۔

اصلاحی ، تدبر قرآن ، دوم ص ۳۳ وغیرہ ۔

(۱۲۸) اللہ تعالیٰ کے مجیب الدعوات ہونے کے لیے ملاحظہ ہو : مودودی ، تفہیم القرآن ، دوم ص ۳۳۹ ، ص ۴۹۰ ، نیز ملاحظہ ہو اول ص ۱۴۴ سید مودودی نے شرک اور مہنت گری یا خدا اور اس کے بندوں کے درمیان حائل ہونے والے دوسرے اداروں اور افراد کے دعووں کی تردید پر استدلال کیا ہے ۔

اصلاحی ، تدبر قرآن ، اول ص ۵-۴۵۳ ، ابن کثیر ، تفسیر ، اول ۹-۲۱۸ مؤخرالذکر نے اس موضوع پر متعدد احادیث نبویؐ نقل کی ہیں جن سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کے قریب ہر آن و ہر لمحہ ہے اور ان کی دعاؤں کو سنتا اور ان کا مناسب جواب دیتا ہے ۔

(۱۲۹) ان صفات الہٰی کی لغوی تحقیق کے لیے ملاحظہ ہو لسان العرب ، بذیل مادہ متعلقہ ۔

ولی: بذیل مادہ و ل ی ، جلد ۱۵ ، ص ۴۰۶ :

فِیْ اَسْمَاءِ اللّٰہِ تَعَالٰی : اَلْوَلِیُّ ھُوَ النَّاصِرُ ، وَقِیْلَ : اَلْمُتَوَلِّیْ لِاُمُوْرِ الْعَالَمِ وَالْخَلَائِقِ الْقَائِمِ بِھَا ، وَمِنْ اَسْمَائِہٖ عَزَّوَجَلَّ : اَلْوَالِیْ ، وَھُوَ مَالِکُ الْاَشْیَاءِ جَمِیْعِھَا الْمُتَصَرِّفُ فِیْھَا (روح المعانی)

(اللہ تعالیٰ کے اسماء میں ولی بھی ہے اور اس کے معنی مددگار کے ہیں اور کہا گیا ہے کہ اس کے معنی امور عالم و مخلوقات کے متولی اور نگران کے ہیں اور اس کے اسماء میں الوالی بھی شامل ہے جس کے معنی ہیں تمام اشیاء کا مالک اور متصرف) ۔ ابن منظور نے اس کے بعد ابن الاثیر ، ابن سیدہ ، ابن السکیت اور سیبویہ وغیرہ کے اقوال نقل کیے ہیں ۔

مولیٰ: بذیل مادہ و ل ی ، جلد ۱۵ ، ص ۹-۴۰۸ ۔ الولی و المولی واحد فی کلام العرب (کلام عرب میں ولی اور مولی کے معنی یکساں ہیں) لیکن اس کے استعمالات مختلف ہونے کے سبب معنی میں بھی اختلاف ہو جاتا ہے ۔ چنانچہ دینی بھائی ولی ، حلیف ، آزاد کردہ غلام وغیرہ کے معنی آتے ہیں ۔ ابوالہیثم کے مطابق اس کے چھ معانی ہیں ان میں سے دو ولی اور ناصر کے ہیں ۔ سیاق و سباق کے اعتبار سے اس کے معانی مختلف ہیں ۔

(۱۳۰) مذکورہ بالا صفات الہٰی کی لغوی تشریح کے لئے لسان العرب ، بذیل مادہ متعلقہ ملاحظہ ہوں :

شفیع: بذیل مادہ ش ف ع ، جلد ۸ ، ص ۳-۱۸۳ ، شفع کے معنی ہیں زوج کے جو وتر کا ضد ہے ۔ اس سے شفیع بنا ہے جس کے معنی ہیں شافع (شفاعت کرنے والا)

حمید: بذیل مادہ ح م د ، جلد ۳ ، ص ۱۵۵ : اصل الحمد ہے جو ذم کا نقیض ہے اور اس کے معنی تعریف کے ہیں ۔ اس سے حمید بنا ہے جس کے معنی ہیں محمود (یعنی اچھے اور عمدہ صفات سے متصف) وہ اللہ تعالیٰ کی صفات میں سے ہے اور جو ہر لحاظ و حال میں محمود ہے ۔

واق: جلد ۱۵ ، ص ۲-۴۰۱ ۔

وقاہ اللہ وقیا : صانہ

(وقی کے معنی ہیں بچانا ۔ محفوظ رکھنا) قرآن کریم کی آیت :

مَا لَھُمْ مِّنَ اللّٰہِ مِنْ وَّاقٍ کے معنی ہیں دافع

(بچانے / دفع کرنے والا)

نصیر: بذیل مادہ ن ص ر ، جلد ۵ ، ص ۲۱۰ ، نصر سے بنا ہے جس کے معنی ہیں مظلوم کی اعانت کرنا اور نصیر کے معنی ہیں

ناصر یعنی مددگار ۔ ابن منظور نے اس معنی کے بعد آیت کریمہ نِعْمَ الْمَوْلٰی وَ نِعْمَ النَّصِیْر بطور استشہاد نقل کی ہے ۔

عشیر: بذیل مادہ ع ش ر ، جلد ۲ ، ص ۵۷۲ کے معنی ہیں قبیلہ نیز رشتہ دار (قریب) اور دوست (صدیق) کے معانی بھی آتے ہیں ۔

نیز ملاحظہ ہو امام رازی ، لوامع البینات ، ص ۳۔۲۲۱ ۔

تفسیری تشریحات کے لیے مندرجہ ذیل تفاسیر ملاحظہ ہوں :

ابن کثیر : تفسیر ، اول ص ۱۔۱۵۰ ، ص ۱۶۳ ، دوم ص ۶۔۱۷۵ ، ص ۵۱۸ ، وغیرہ ۔

مودودی : تفہیم القرآن ، اول ص ۱۰۷ ، ص ۵۴۳ ۔

اصلاحی ، تدبر قرآن ، اول ص ۲۹۷ ، ص ۳۰۶ ، ص ۵۹۸ ، دوم ص ۱۱۵ ، سوم ص ۸۔۵۷ اور ص ۸۱۔۷۹ وما بعد ، چہارم ص ۲۹۷ وغیرہ ۔ دوسری مذکورہ بالا آیات کی تفسیر ۔

تھانوی : بیان القرآن ، متعلقہ آیات کریمہ کی تفسیر و تشریح ۔

کتابیات

۱۔ قرآن مجید

۲۔ آلوسی، : روح المعانی ، ادارۃ الطباعۃ المنیریہ قاہرہ ، طبع آخر (غیر مورخہ)

۳۔ ابن اثیر أُسدُ الْغَابَہ فِی مَعْرِفَۃِ الصَّحَابَہ الوابیہ قاہرہ ۱۲۸۰ھ طہران ایڈیشن ۱۳۷۷ھ

۴۔ ابن تیمیہ

(۱) شرح العقیدۃ الاصفہانیۃ ۔ مصر ۱۳۲۹ھ ، دارالکتب الحدیثہ ۱۹۶۵ء

(۲) فتاوی دار الکتب الحدیثہ ۱۹۶۵ء

(۳) مجموعہ تفسیر شیخ الاسلام ابن تیمیہ ، مرتبہ عبدالصمد شرف الدین ، مطبعہ ق ، بمبئی ۱۹۵۴ء

(۴) منہاج السنہ ، امیریہ ، قاہرہ ، قاہرہ ۱۳۲۲ھ

(۵) مقدمہ فی اصول التفسیر ، الشرقی ، دمشق ۱۹۳۶ء ۔

۵۔ ابن حجر عسقلانی

(۱) اَلْاِصَابَہ فِی تَمِیْیز الصَّحَابَہ ، قاہرہ ۱۳۵۸ھ

(۲) فتح الباری ، طبع بولاق ۱۳۰۱ھ ، الخیریہ ۱۳۱۹ھ

(۳) تہذیب التہذیب ، طبع حیدرآباد دکن ۱۳۲۷ھ

۶۔ ابن خلدون مقدمہ الشرقیہ ۱۳۲۷ھ

۷۔ ابن رشد اَلْکَشْف مِنْ مَنَاھِجِ الْاَدِلَّۃ مطبوعہ مصر ۔

۸۔ ابن سعد الطبقات الکبرٰی ، دار صادر بیروت ۷ ۔ ۱۹۵۶ء

۹۔ ابن عربی فصوص الحکم ، مکتبہ الزمان ۱۳۰۴ھ

۱۰۔ ابن قتیبہ تاویل مشکل القرآن ، قاہرہ ۱۳۷۳ھ

۱۱۔ ابن قیم — اَعْلَامُ الْمُوَقِّعِیْن ، کردستان العلمیہ ۱۳۲۵ھ

۱۲۔ ابن کثیر — اَلْبِدَایَۃُ وَالنِّہَایَۃُ قاہرہ ۱۹۳۲ء تفسیر القرآن العظیم ، عیسی البابی و شرکاہ قاہرہ (غیر مورخہ)

۱۳۔ ابن منظور — لِسَانُ الْعَرَبْ ، امیریہ قاہرہ ۱۳۲۷ھ ، دار صادر بیروت ۱۹۵۶ء (کتاب میں حوالے موخرالذکر سے ہیں)

۱۴۔ ابن الندیم — الفہرست ، رحمانیہ قاہرہ ۱۳۳۹ھ

۱۵۔ ابن الہمام — المسایرہ مع شرحہ المسامرہ ، مطبوعہ مصر (غیر مورخہ)

۱۶۔ ابوالاعلیٰ مودودی

(۱) تفہیم القرآن ، مرکزی مکتبہ اسلامی ، دہلی ۱۹۸۴ء

(۲) قرآن کی چار بنیادی اصطلاحیں ، مرکزی مکتبہ اسلامی ، دہلی ۱۹۸۴ء

۱۷۔ ابو بکر بن العربی — احکام القرآن ، مکتبہ السعادۃ قاہرہ ۱۳۳۱ھ ۔

۱۸۔ ابو حیان — البحر المحیط ، مکتبہ السعادۃ قاہرہ ۱۳۲۸ھ ۔

۱۹۔ ابوداؤد — سنن ، قاہرہ ۱۹۵۲ء

۲۰۔ ابو السعود — ارشاد العقل السلیم ، مصر ۱۳۴۷ھ

۲۱۔ ابوالوفا محمد درویش — الاسماء الحسنٰی ، مطبوعہ

۲۲۔ احمد بن حنبل — مسند ، قاہرہ ۱۳۱۳ھ ، قاہرہ ۱۹۴۹ء ۔

۲۳۔ اشرف علی تھانوی — بیان القرآن ، مکتبہ رحیمیہ ، دیوبند (غیر مورخہ)

۲۴۔ امین احسن اصلاحی :

(۱) تدبر قرآن ، فاران فاؤنڈیشن ، لاہور ۱۹۸۵ء

(۲) حقیقت توحید ، نقوش رسولؐ نمبر ، دوم ، لاہور ۱۹۸۳ ۔

۲۵۔ باقلانی — اعجاز القرآن ، قاہرہ ۱۳۴۹ھ

۲۶۔ بخاری — الجامع الصحیح ، الخیریہ قاہرہ ۱۳۲۰ھ

۲۷۔ بغدادی — معالم التنزیل ، المنار قاہرہ ۱۳۳۵ھ

۲۸۔ بیضاوی — انوار التنزیل واسرار التاویل ، دار الکتب العربیہ ، قاہرہ ۱۳۳۰ھ ۔

۲۹۔ ترمذی — سنن ، الامیریہ ، قاہرہ ۱۲۹۱ھ

۳۰۔ تفتازانی

(۱) شرح متن المقاصد ، شرکت عثمانیہ صحافیہ تو مرو ۱۳۳۶ھ

شرح العقائد النسفیہ ، مصطفیٰ حلبی قاہرہ ۱۳۳۱ھ ۔

(۲) شرح التلویح ، دار الکتب العربیہ ، قاہرہ ۱۳۲۷ھ ۔

۳۱۔ الجصاص — احکام القرآن ، البہیہ المصریہ ، قاہرہ ۱۳۴۷ھ

۳۲۔ جلال الدین عمری — خدا اور رسولؐ کا تصور ، مرکزی مکتبہ جماعت اسلامی ، دہلی ۱۹۶۹ء ۔

۳۳۔ جلال محلی و جلال سیوطی — تفسیر الجلالین ، دار احیاء الکتب العربیہ ، قاہرہ ۱۳۳۵ھ (موخرالذکر کے لیے علیحدہ ملاحظہ ہو سیوطی)

۳۴۔ حاجی خلیفہ — کشف الظنون، دارالطباعۃ المصریہ ۱۲۷۴ھ

۳۵۔ الخازن — لباب التاویل فی معانی التنزیل، التقدم، قاہرہ ۱۳۰۱ھ

۳۶۔ خطابی — بیان اعجاز القرآن، دارالمعارف قاہرہ (غیر مورخ)

۳۷۔ دانشگاہ پنجاب لاہور — اردو دائرہ معارف اسلامیہ: طباعت ۱۹۸۰ء

۳۸۔ ذہبی — تذکرۃ الحفاظ، طبع حیدرآباد دکن ۱۳۳۳ھ

۳۹۔ رازی — (۱) اساس التقدیس فی علم الکلام، مصر ۱۳۲۸ء

(۲) تفسیر مفاتیح الغیب، الامیریہ، قاہرہ ۱۲۸۹ھ

(۳) محصل افکار المتقدمین، مطبع حسینیہ قاہرہ (غیر مورخ)

(۴) لوامع البینات شرح اسماء اللہ تعالیٰ والصفات، مطبع شرفیہ مصر ۱۳۲۳ھ

۴۰۔ راغب اصفہانی — مقدمۃ التفسیر، الجمالیہ، قاہرہ ۱۳۲۹ھ

۴۱۔ زرکشی — البرہان فی علوم القرآن قاہرہ ۱۳۷۶ھ اور قاہرہ ۱۹۵۷ء

۴۲۔ زبیدی — تاج العروس، مکتبہ الخیریہ قاہرہ ۱۳۰۶ھ

۴۳۔ زمخشری — (۱) الکشاف عن حقائق غوامض التنزیل، قاہرہ ۱۳۵۴ھ

(۲) اساس البلاغہ: امیریہ قاہرہ ۱۳۲۷ھ

۴۴۔ سیوطی: (۱) الاتقان فی علوم القرآن، مطبع حجازی قاہرہ ۱۳۶۰ھ، مصطفیٰ حلبی قاہرہ ۱۹۳۵ھ

(۲) الدر المنثور، المیمنیہ، قاہرہ ۱۳۱۴ھ

(۳) کتاب بغیۃ الوعاۃ، قاہرہ ۱۳۲۶ھ

(۴) طبقات المفسرین، طبع لیڈن ۱۸۳۹ء

۴۵۔ شہرستانی — الملل والنحل، الادبیہ قاہرہ ۱۳۲۰ھ

۴۶۔ شوکانی: (۱) فتح القدیر، مصطفیٰ حلبی، قاہرہ ۱۳۴۹ھ

(۲) نیل الاوطار، العثمانیہ ۱۳۵۷ھ

۴۷۔ طبری محمد بن جریر: (۱) جامع البیان فی تفسیر القرآن، امیریہ قاہرہ ۱۳۲۳ھ

(۲) تاریخ الرسل والملوک، قاہرہ ۱۔۱۹۶۰ء

۴۸۔ طحاوی — عقیدۃ الطحاوی، مرتبہ و محشی قاری محمد طیب، دارالعلوم دیوبند (غیر مورخ)

۴۹۔ عبدالقادر دہلوی — ترجمہ قرآن و تفسیر موضح قرآن، تاج کمپنی لمیٹڈ لاہور

۵۰۔ عبدالقاہر جرجانی — دلائل الاعجاز، قاہرہ ۱۳۳۱ھ

۵۱۔ غزالی — (۱) احیاء علوم الدین، مطبعہ عثمانیہ مصریہ، قاہرہ ۱۹۳۳ء

(۲) الاقتصاد فی الاعتقاد، مطبعہ سعادہ، قاہرہ ۱۳۲۷ھ، المحمودیہ مصر (غیر مورخ)۔

(۳) جواہر القرآن، کردستان العلمیہ ۱۳۲۹ھ، مکتبہ التجاریۃ الکبریٰ قاہرہ ۱۹۳۳ء

(۴) المستصفیٰ، امیریہ قاہرہ ۱۳۲۲ھ، مکتبہ التجاریہ الکبریٰ، قاہرہ ۱۹۳۷ء

۵۲۔ فضل الرحمن گنوری — زمخشری کی تفسیر الکشاف، مسلم یونیورسٹی علی گڑھ ۱۹۸۳ء

۵۳۔ فیروز آبادی — القاموس المحیط، الخیریہ، قاہرہ ۱۹۳۵ء۔

۵۴۔ قرطبی — الجامع الاحکام القرآن، دار الکتب قاہرہ ۳۰۔۱۹۳۵ء۔

۵۵۔ محمد فواد عبد الباقی — المعجم المفهرس لالفاظ القرآن الکریم، سہیل اکیڈمی، لاہور ۱۹۸۳ء

۵۶۔ مسلم بن حجاج — الجامع الصحیح، امیریہ، قاہرہ ۱۳۳۵ھ

۵۷۔ نسفی — مدارک التنزیل و حقائق التاویل (تفسیر النسفی)، قاہرہ ۱۳۴۳ھ

۵۸۔ نسفی — متن عقائد، شرکت صحافیہ عثمانیہ مطبع سی تورو ۱۳۲۶ھ

۵۹۔ نووی — شرح صحیح مسلم، امیریہ، قاہرہ ۱۳۲۵ھ

۶۰۔ نصیر الدین طوسی — تلخیص المحصل، مطبع حسینیہ، قاہرہ ۱۳۲۳ھ

۶۱۔ واحدی — اسباب النزول، قاہرہ ۱۳۵۱ھ

۶۲۔ ولی اللہ دہلوی — (۱) فتح الرحمٰن فی ترجمة القرآن دہلی (غیر مورخہ)
(۲) حجة اللہ البالغہ، مرتبہ السید سابق دار الکتب الحدیثہ، قاہرہ (غیر مورخہ)
(۳) الفوز الکبیر، کتب خانہ رشیدیہ دہلی (غیر مورخہ)

قرآن کا تصوّرِ الٰہ

ابوالکلام آزاد

قرآن کا تصوّرِ الٰہ

ابوالکلام آزاد

کسی مذہب کے مطالعہ میں سب سے پہلی توجہ طلب بات یہ ہوتی ہے کہ اس کے تصوّرِ الٰہی کی نوعیت کیا ہے کیونکہ بالآخر مذہب کا یہی پہلو زندگی کو اپنی قدر و قیمت کا معیار عطا کرتا ہے۔

تصوّرِ الٰہی کی تاریخ ایک بوقلموں تاریخ رہی ہے۔ مادّہ کی مماثلت میں کسی شخص کو تصوّرِ الٰہی کی تشکیل میں بھی تدریجی ارتقاء کا دھوکا ہو سکتا ہے۔ لیکن عجیب بات ہے کہ معاملہ اس کے برعکس ہے۔ مولانا ابوالکلام آزاد لکھتے ہیں کہ خدا کی ہستی کا اعتقاد کسی وقت بھی انسانی ذہن کا کارنامہ نہیں رہا کہ نیچے سے اوپر کی طرف اس کی نشوونما کا کھوج لگایا جائے بلکہ یہ اعتقاد فطرتِ انسانی کی خِلقت میں شامل ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ انسان نے سب سے پہلے خدا کی جو خیالی تصویر بنائی وہ اس کی یکتائی یا توحید کی تصویر تھی۔ ایک ایسی اَن دیکھی اور برتر ہستی کی تصویر جس نے ان سب چیزوں کو پیدا کیا جنھیں انسان اپنے چاروں طرف دیکھتا یا محسوس کر سکتا تھا اور پھر آہستہ آہستہ یہ تصویر بدلتی گئی اور اس میں ایک طرح کا اختلاط پیدا ہوتا گیا۔ یہاں تک کہ توحیدِ الٰہی کی جگہ اشتراک اور تعددِ الٰہ کا تصوّر ابھرنے لگا۔ یعنی دوسرے الفاظ میں انسان کی دینیاتی تاریخ میں ارتقاء کے بجائے ارتجاع کا عمل کارفرما نظر آتا ہے۔ البتہ جہاں تک صفاتِ الٰہی کا تعلق ہے ارتقاء کے نظریہ سے تحقیق و جستجو کے میدان میں گرانقدر مدد مل سکتی ہے۔

علمائے یورپ کا یہ رجحان کہ عقیدۂ توحید کو تدریجی ارتقاء کا نتیجہ قرار دیا جائے، اٹھارہویں صدی کے اواخر میں نمایاں ہوا لیکن اس خیال پر مبنی بیشتر نظریے انیسویں صدی کے نصف آخر میں مدوّن ہوئے اور نوامیس فطرت و بے جان اشیا کی پرستش، اجداد پرستی، خرافاتی اساطیر، اجرامِ سماوی کی پوجا اور جادو ٹونا وغیرہ کے عقیدہ میں خدا پرستی کی ابتداء کا تعین کرنے کی کوشش کی گئی۔ ان مختلف نظریات نے جس خیال کو پروان چڑھایا وہ یہ تھا کہ زندگی کے دوسرے مظاہر کی طرح توحیدِ الٰہی کا تصوّر بھی ایک تدریجی ارتقاء کا نتیجہ ہے۔

لیکن بیسویں صدی کے انقلاب انگیز انکشاف نے اس خیال کو متزلزل کر کے رکھ دیا۔ جنوب مشرقی آسٹریلیا اور بحیرۂ اکاہل کے جزائر میں بسنے والے وحشی قبائل اور پھر شمالی امریکہ کے ان قدیم قبائل کے بارے میں جو عہدِ عتیق سے آج تک زندگی کے ایسے قدیم ترین طریقوں پر کاربند ہیں، جن کے تہذیبی دامن میں ارتقائی ترقی کا نام و نشان تک نظر نہیں آتا۔ جب تحقیقی کام ہوا اور پھر مصریات کی تحقیقات اور عراق اور موہنجوداڑو کی کھدائیوں کے آثار سامنے آئے تو یہ حقیقت برملا ہو گئی کہ انسان کا توحیدی اعتقاد کسی ارتقائی سلسلہ کی کڑی نہیں ہے، چنانچہ جدید سامی اثریات کے مطالعہ سے بھی اس نقطۂ نظر کی تصدیق ہوتی ہے اور پتا چلتا ہے کہ تمام سامی قبائل اپنے ابتدائی دور میں ایک اَن دیکھے خدا پر اعتقاد رکھتے تھے۔ پہلی جنگِ عالمگیر کے بعد سرحدِ حجاز کی وادیِ عقبہ اور شمالی شام کے راس شمرہ میں جو آثار دریافت ہوئے، ان سے اس تاریخی حقیقت کو اور زیادہ استحکام حاصل ہو جاتا ہے۔ مختصر یہ کہ بیسویں صدی کی علمی تحقیق و تلاش

نے اس بات کو پایۂ ثبوت تک پہنچا دیا ہے کہ سب سے پہلے انسان کے دل میں جو عقیدہ پیدا ہوا وہ توحیدِ الٰہی کا عقیدہ تھا۔

ایسا معلوم ہوتا ہے کہ جب انسان نے پہلی مرتبہ اس دنیا میں اپنی آنکھ کھولی تو وہ اپنی فطرت اور اس کے ماحول کے تحت جس میں اس نے اپنے آپ کو گھرا ہوا پایا وہ ایک ہستی کے اعتقاد پر مجبور ہو گیا جو ان تمام چیزوں کی پیدا کرنے والی تھی جنہیں وہ اپنے ارد گرد دیکھ رہا تھا پھر آگے چل کر آہستہ آہستہ اس نے ان تمام صفات اور خصوصیات کو بھی اس ہستیِ مطلق کی ذات سے وابستہ کرنا شروع کر دیا جو اس کی اپنی صفات و خصوصیات سے مماثلت رکھتی تھیں اور اس طرح اس کے ابتدائی عقیدۂ توحید میں ایک ترجیعی شکل پیدا ہونے لگی۔ مولانا آزاد کے الفاظ میں: "آدم نے آنکھیں روشنی میں کھولی تھیں پھر آہستہ آہستہ تاریکی پھیلنے لگی"۔ چنانچہ مصر، یونان، کالڈیا، ہندوستان، چین اور ایران ان سب ملکوں کی روایتوں سے اس بات کا پتا چلتا ہے کہ ابتدا میں نوعِ انسانی فطری ہدایت کی زندگی بسر کرتی تھی۔ انجیل نے قطعی انداز میں آدم کے وجود کو ایک بہشتی وجود قرار دیا ہے۔ پھر جب اس کے قدموں میں لغزش آئی تب ہی وہ اس بہشتی زندگی سے بھی محروم کر دیا گیا روشنی کا جلوہ پہلے نمودار ہوتا ہے تاریکی بعد میں آتی ہے قرآن کا اعلان بھی یہی ہے:

وَ مَا كَانَ النَّاسُ اِلَّاۤ اُمَّةً وَّاحِدَةً فَاخْتَلَفُوْا ؕ (۱۰ : ۱۹)

۱۔ ابتداء میں تمام انسان ایک ہی گروہ تھے یعنی الگ الگ راہوں میں بھٹکے ہوئے نہ تھے۔ پھر اختلاف میں پڑ گئے۔

كَانَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً ۣ فَبَعَثَ اللّٰهُ النَّبِيّٖنَ مُبَشِّرِيْنَ وَ مُنْذِرِيْنَ ۪ وَاَنْزَلَ مَعَهُمُ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ ؕ (۲ : ۲۱۳)

۲۔ ابتداء میں تمام انسانوں کا ایک ہی گروہ تھا۔ یعنی فطری ہدایت کی ایک ہی راہ پر تھے (پھر اس کے بعد اختلافات پیدا ہو گئے)۔ پس اللہ نے ایک کے بعد ایک نبی مبعوث کیے۔ وہ نیک عملی کے نتیجوں کی خوشخبری دیتے تھے بد عملی کے نتیجوں سے متنبہ کرتے تھے نیز ان کے ساتھ برحق نوشتے نازل کئے تاکہ جن باتوں میں لوگ اختلاف کرنے لگے ہیں ان کا فیصلہ کر دیں۔

مولانا آزاد فرماتے ہیں کہ جہاں تک مذاہب کی اختلافی راہوں کا تعلق ہے، ان کا تعلق وجودِ الٰہی سے نہیں ہے بلکہ یہ اختلافات زیادہ تر صفاتِ الٰہی کے بارے میں پائے جاتے ہیں۔ انسانی عقل محسوسات کے دائرے میں محدود ہے۔ عموماً اس کا تصوّر اس دائرے سے باہر قدم نہیں نکالتا اسی لیے عقلِ انسانی ذاتِ مطلق کے تصوّر کا بہ آسانی احاطہ نہیں کر سکتی۔ جب کبھی وہ کسی اَن دیکھی چیز کے تصوّر کی سعی کرے گی تو ناگزیر ہے کہ تصوّر میں وہی صفات آ جائیں جن کا ادراک اسے خود اپنی ذات میں ہوتا ہے اسی لیے صفاتِ الٰہی کی جو تصویر اس کے ذہن میں پیدا ہوتی ہے، لازمی طور پر اس میں بھی اس کی ذہنی طفولیت کا رنگ پایا جاتا تھا۔ پھر وقت کے ساتھ ساتھ جوں جوں اس کا ذہن ترقی کرتا گیا۔ اسی کے مطابق اس کا تصوّرِ الٰہی بھی بدلتا گیا۔ یہاں تک کہ جتنی اعلیٰ صفات اس کی ذات میں پیدا

ہوتی گئیں وہ اپنے معبود کی صفات کو بھی ان کے مطابق بلند کرتا گیا، اسی نقطۂ نظر سے خدائی صفات کے بارے میں انسانی تصورات کی ارتقائی رفتار کا پتا لگایا جا سکتا ہے۔ مولانا آزاد نے اس ارتقائی سلسلے کی تین نمایاں کڑیوں کا ذکر کیا ہے جو ایک دوسرے سے جڑی ہوئی ہیں: یعنی تجسّم و تشبہ سے تنزیہ کی طرف۔ پھر تعدد اشراک سے توحید کی طرف اور صفات قہر و جلال سے صفاتِ رحمت و جمال کی طرف۔

یہاں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ خدا کے متعلق انسان کا ابتدائی تصور، صفاتِ قہریہ کے تصور سے کیوں شروع ہوا؟ اس کی علت واضح ہے۔ فطرتِ کائنات کا تعمیری حُسن تخریب کی نقاب میں پوشیدہ ہے۔ انسانی فکر اپنے عہدِ طفولیت میں تعمیر کا پوشیدہ حُسن نہ دیکھ سکی وہ تخریب کی ہولناکیوں سے سہم گئی۔ تعمیر کا حُسن و جمال دیکھنے کے لیے فہم و بصیرت کی نگاہ مطلوب تھی جو وقت کی رفتار کے ساتھ تدریجی طور پر انسان کو حاصل ہوئی یہی وجہ تھی کہ سب سے پہلے جب عقل انسانی نے صفاتِ الٰہی کی صورت آرائی کرنی چاہی تو فطرت کائنات کے سلبی مظاہرے کی دہشت سے وہ فوراً متاثر ہو گئی اور ایجابی اور تعمیری حقیقت سے اثر پذیری میں اسے بہت دیر لگی۔ بادلوں کی گرج، بجلی کی کڑک، آتش فشاں پہاڑوں کا انفجار، زمین کا زلزلہ، آسمان کی ژالہ باری، دریا کا سیلاب، سمندر کا تلاطم، ان تمام سلبی مظاہر نے اس میں دہشت و ہیبت پیدا کی اور وہ اپنے خدا کو ایک غضب ناک خدا کی ڈراؤنی صورت میں دیکھنے لگا بادل اور بجلی کی خوفناک گرج اور کڑک یا آتش فشاں پہاڑوں کے بہتے ہوئے لاوے میں وہ حُسن و محبوبی کے خدا کا تصوّر بھی نہ کر سکتا تھا۔

خود اس کی ابتدائی معیشت کی نوعیت بھی ایسی نہ تھی جو اس کے خوف و دہشت کے جذبات کو کچل سکتی وہ اپنے آپ کو کمزور اور غیر محفوظ محسوس کرتا تھا اور اپنے علاوہ ہر شے اسے دشمنی اور ہلاکت پر تُلی نظر آتی تھی۔ مچھروں کے جھنڈ چاروں طرف منڈلا رہے تھے۔ زہریلے جانور ہر طرف رینگ رہے تھے اور درندوں کے حملوں سے اسے ہر وقت مقابل رہنا پڑتا تھا۔ سر پر سورج کی تپش بے پناہ تھی اور سال بھر کے بدلتے ہوئے موسم اسے اپنی عافیت کے دشمن نظر آتے تھے اسے ایسا معلوم ہوتا تھا کہ ہر چیز اس کی تباہی اور بربادی کے درپے ہے۔ اس ماحول کا قدرتی نتیجہ تھا کہ اس نے اپنے خدا کا جو تصوّر قائم کیا وہ ایک خوف و دہشت کے خدا کا تصور تھا لیکن جوں جوں وقت گزرتا گیا تدریجی طور پر اس کی ذات میں اور اس کے ماحول میں بھی تبدیلی آتی گئی اور اس کے تصور میں یاس و دہشت کے پہلو بہ پہلو امید و رحمت کا عنصر شامل ہوتا گیا؛ یہاں تک کہ معبودیت کے تصوّر میں صفاتِ رحمت و جمال نے بھی ویسی ہی جگہ پالی جیسی صفاتِ قہر و جلال کے لیے تھی۔ اس نئی بیداری نے قہر و ہلاکت کی قوتوں کے ساتھ لطف و رحمت کی ان قوتوں کا تصور بھی پیدا کر دیا جو رزق، دولت، حُسن اور عِلم کا مظہر تھیں، یونان کا علم الاصنام اپنی لطافتِ تخیل کے لحاظ سے بِلاشبہہ اپنی خاص جگہ رکھتا ہے۔ لیکن اس کی پرستش کے قدیم معبود بھی قہر و غضب کی خوف ناک قوتیں تھیں۔ ہندوستان میں آج تک رحمت و بخشش کے دیوتاؤں سے کہیں زیادہ ہلاکت و تباہی کے دیوتاؤں کی پرستش ہوتی ہے۔

نزولِ قرآن سے قبل تنزیہ کا بڑے سے بڑا مرتبہ جس کا ذہنِ انسانی متحمل ہو سکا تھا یہ تھا کہ کسی تشبیہی سہارے

کے بغیر خدا کا تصور کیا جائے لیکن جہاں تک صفات الٰہی کا تعلق ہے وہ جذبات کی مشابہت اور جسم و ہیئت کی تمثیل سے کوئی تصور بھی خالی نہ تھا۔ یہاں تک کہ یہودی تصور بھی جس نے اصنام پرستی کی کسی شکل کو جائز نہیں رکھا تھا۔ اس قسم کے تشبیہ و تمثیل سے بے نیاز نہ رہ سکا۔ اصل یہ ہے کہ قرآن سے پہلے فکرِ انسانی اس درجہ بلند نہ ہوئی تھی کہ تمثیل و تشبیہ کا پردہ ہٹا کر صفاتِ الٰہی کا جلوہ دیکھ لیتی۔ حضرت مسیحؑ نے بھی جب چاہا کہ رحمتِ الٰہی کا عالمگیر تصور پیدا کریں تو انہوں نے بھی باپ اور بیٹے کے رشتہ کی تشبیہ سے کام لیا۔ اسی تشبیہ کی بدولت ظاہر پرستوں نے ٹھوکر کھائی اور مسیحؑ کی دی ہوئی مثال اور مقصد کو نہ سمجھنے کے باعث ان کے پیروؤں نے خود مسیحؑ کو خدا کا بیٹا بنا دیا بلکہ خدا کا مرتبہ عطا کر دیا۔ قرآن کی خصوصیت یہ ہے کہ خدا کے تصور کی راہ سے وہ تمثیل و تشبیہ کے تمام پردے اُٹھا دیتا ہے اور خدا اور اس کی صفات کا جلوہ اس طرح سامنے آجاتا ہے کہ اس میں تجسم کا شائبہ تک باقی نہیں رہتا۔ لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ ۚ (۴۲-۱۱) اس کی مثل کوئی شے نہیں (کسی چیز سے بھی تم اسے مشابہ نہیں ٹھہرا سکتے)۔

لَا تُدْرِكُهُ الْاَبْصَارُ وَ هُوَ يُدْرِكُ الْاَبْصَارَ ۚ وَهُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ (۶ : ۱۳۰)

انسان کی نگاہیں اسے نہیں پا سکتیں لیکن وہ انسان کی نگاہوں کو دیکھ رہا ہے۔ اللہ کی ذات یگانہ ہے بے نیاز ہے۔ اسے کسی کی احتیاج نہیں۔

قُلْ هُوَ اللّٰهُ اَحَدٌ ۚ ○ اَللّٰهُ الصَّمَدُ ۚ ○ لَمْ يَلِدْ ۙ وَ لَمْ يُوْلَدْ ۙ ○ وَلَمْ يَكُنْ لَّهٗ كُفُوًا اَحَدٌ ۚ ○ (۱۱۲ : ۱-۴)

اللہ کی ذات یگانہ ہے بے نیاز ہے اسے کسی کی احتیاج نہیں نہ تو اس سے کوئی پیدا ہوا اور نہ وہ کسی سے پیدا ہوا نہ کوئی ہستی اس کے درجے اور برابری کی ہے۔

نزولِ قرآن سے قبل جلوۂ حقیقت کی جھلک دیکھنے کے لیے دو راستے اختیار کیے جاتے تھے ایک ذاتِ مطلق سے صفات کو وابستہ کرنے کا راستہ تھا اور دوسرا راستہ یہ تھا کہ خدا کو تمام صفات سے پاک و بلند رکھا جائے۔ پہلا راستہ تشبیہ کی طرف لے گیا جسکی وجہ سے عرفانِ حقیقت میں رکاوٹ پیدا ہوئی۔ دوسرا طریقہ وہ تھا جسکا خاص طور سے اوپانی شدوں نے تتبع کیا۔ یہ نیتی نیتی کا ایک منفی تصور تھا۔ بلاشبہ یہ تصور تنزیہ یا نفی صفات کا ایک انتہائی جلوہ دکھاتا ہے لیکن عملاً وہ نفی کی طرف لے جاتا ہے۔ ہمیں یقین محکم کی لذت سے محروم کر دیتا ہے۔ ایسا تصور زیادہ سے زیادہ ایک فلسفیانہ تخیل پیدا کر سکتا ہے لیکن زندہ اور راسخ عقیدہ نہیں بن سکتا۔ چنانچہ نفی صفات کے تصور کو اس کی منطقی انتہا یعنی تعطیل سے بچانے کے لیے ذات مطلق 'برہماں' کو ذات 'ایشور' میں اتارے بغیر کام نہ چل سکا۔ بہر حال (قرآن سے پہلے) ان دو راہوں میں سے کسی ایک کا انتخاب ناگزیر تھا۔ قرآن نے افراط اور تفریط کے ان دونوں راستوں سے احتراز کیا اور اپنی ایک الگ راہ نکالی۔ قرآن نے جو راستہ اختیار کیا وہ ایک طرف تو تنزیہ کو درجۂ کمال پر پہنچا دیتا ہے، دوسری طرف تعطیل سے بھی تصور کو بچا لے جاتا ہے۔ وہ فرداً فرداً تمام صفات کا اثبات کرتا ہے۔

مگر ساتھ ہی ہر صفت کو تشبہ کے اثر سے بچا لیتا ہے۔ وہ کہتا ہے خدا زندہ ہے، قدرت والا، پیدا کرنے والا،

رحمت والا، سب کچھ دیکھنے سننے اور جانتے والا ہے وغیرہ وغیرہ اور پھر اتنا ہی نہیں بلکہ قرآن بِلا تامّل جگہ جگہ گوناگوں تمثیلات استعمال کرتا ہے لیکن اس بات کو واضح کر دیتا ہے کہ خدا کے مشابہ کوئی چیز نہیں جو تصور میں آسکے۔ اس کا زندہ رہنا ہمارے زندہ رہنے کی طرح نہیں اس کا دیکھنا سننا اور جاننا ویسا نہیں ہے جس طرح کہ ہم دیکھتے سنتے اور جانتے ہیں، اس کی قدرت و بخشش کی تعبیر کے لیے ہاتھ کی تشبیہ اور اس کے جلال اور ہر چیز پر محیط ہونے کی تمثیل کے واسطے عرش کا استعارہ ضرور ہے، لیکن اس کا مطلب وہ نہیں ہو سکتا جو افعالِ انسانی کے تعلق سے ان الفاظ سے ہمارے ذہن میں متشکل ہونے لگتا ہے۔

قرآن کے تصوّرِ الٰہی کا یہ پہلو فی الحقیقت اس راہ کی تمام درماندگیوں کا ایک ہی حل ہے ایک طرف بامِ حقیقت کی وہ بلندی کہ انسانی ذہن و فکر اس بلندی تک پہنچنے سے عاجز اور دوسری طرف انسانی فطرت کا اضطرابِ طلب اور ذوقِ دید اتنا شدید کہ جلوۂ حقیقت دیکھے بغیر چین نہیں پڑتا۔ اگر تنزیہ کی طرف زیادہ جھکتے ہیں تو تعطیل میں جاگرتے ہیں اور اگر اثباتِ صفات کی صورت آرائیوں میں دور نکل جاتے ہیں تو تشبّہ اور تجسّم میں کھو جاتے ہیں۔ پس قرآن نے جو راستہ بتایا ہے وہ ایسا راستہ ہے کہ نہ تو اثباتِ صفات کا دامن ہاتھ سے چھوٹنے پاتا ہے اور نہ تنزیہ کی باگ ڈھیلی پڑ جاتی ہے۔ اس لیے قرآن کا تصورِ الٰہی آریائی فلسفہ کے تصوّرِ الٰہی سے ممتاز ہے۔ آریائی حکمت نے تلاشِ حقیقت کی سرگرمی میں خود ذاتِ الٰہی کو مشخص کر دیا اور اس طرح مورتی پوجا کے دروازے کھول دیے۔ قرآن نے اسے صرف صفاتِ الٰہی کے تشخص سے پورا کر دیا، خدا کے وجود کو مشخص نہیں کیا جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ تشبّہ و تجسّم کے لیے کوئی امکان باقی نہ رہا۔

خدا کی توحید کا قرآنی تصور ایک محکم تصور ہے۔ وہ ایجابی اور سلبی دونوں پہلو رکھتا ہے۔ ایجابی پہلو یہ ہے کہ خدا ایک اور بس ایک ہے۔ اور سلبی پہلو یہ ہے کہ اس کے مانند کوئی نہیں۔ اور جب اس کے مانند کوئی نہیں تو ضروری ہے کہ جو صفات بھی اس کے لیے مختص کی جائیں ان میں کوئی دوسرا شریک نہیں ہو سکتا۔ پہلی بات کو توحید فی الذات سے اور دوسری کو توحید فی الصّفات سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ قرآن کے اس تصور سے قبل توحید کے ایجابی پہلو پر زیادہ زور دیا گیا تھا لیکن اس کا سلبی پہلو نمایاں نہ ہو سکا تھا۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن سے پہلے کے تمام مذاہب میں اگرچہ عقیدۂ توحید کی تعلیم موجود تھی لیکن کسی نہ کسی صورت میں شخصیت پرستی اور اصنام پرستی نمودار ہوتی رہی۔

ہندوستان میں تو غالباً روزِ ازل سے ہی یہ بات تسلیم کر لی گئی تھی کہ عوام کی تشفی کے لیے دیوتاؤں اور انسانی عظمتوں کی پرستاری ناگزیر ہے اور خدائے واحد کی پرستش صرف خواص کا حصہ قرار دی گئی تھی۔ فلاسفۂ یونان کا بھی یہی خیال تھا۔ وہ یقیناً اس بات سے بے خبر نہ تھے کہ کوہ المپس کے دیوتاؤں کی کوئی اصلیت نہیں؛ تاہم سقراط کے علاوہ کسی نے بھی اس کی ضرورت محسوس نہیں کی کہ عوام کے اصنامی عقائد میں خلل انداز ہو۔ انہیں اندیشہ یہ تھا کہ اگر دیوتاؤں کی پرستش کا نظام قائم نہ رہا تو عوام کی سماجی و مذہبی زندگی درہم برہم ہو جائے گی۔

اس سلسلہ میں کسی بانی مذہب کو جو مرتبہ عطا کیا جاتا تھا وہ بطور خاص قابلِ غور ہے۔ یہ درست ہے کہ کوئی تعلیم عظمت و رفعت حاصل نہیں کر سکتی جب تک کہ معلّم کی شخصیت میں بھی عظمت کی شان پیدا نہ ہو جائے۔ لیکن شخصیت کی عظمت کے حدود کیا ہیں! اسی مقام پر پہنچ کر بہتوں نے ٹھوکر کھائی ہے کیونکہ وہ اس کی ٹھیک حد بندی نہ کر سکے، نتیجہ یہ نکلا کہ کسی مذہب یا فلسفہ کے معلّم کی شخصیت کو کبھی خدا کا اوتار بنا دیا گیا۔ تو کبھی ابن اللہ سمجھ لیا گیا اور یہ نہ ہوا تو اس کی تعظیم میں خدا کی تعظیم و بندگی کی سی شان پیدا کر دی گئی۔ مثلاً یہودیوں نے بلاشبہ ایسا نہیں کیا کہ پتھر کے بتوں کی پوجا کی ہو؛ تاہم انہوں نے بھی اپنے نبیوں کی قبروں پر ہیکل تعمیر کر کے انہیں عبادت گاہوں کی سی شان و تقدیس دے دی۔ گوتم بدھ کی نسبت معلوم ہے کہ اس کی تعلیم میں اصنام پرستی کے لیے کوئی جگہ نہ تھی اس کی آخری نصیحت جو ہم تک پہنچی ہے یہ ہے کہ "ایسا نہ کرنا کہ میری نعش کی راکھ کو پوجنا شروع کر دو، اگر تم نے ایسا کیا تو یقین جانو نجات کی راہ تم پر بند ہو جائے گی۔" لیکن ان کے پیروؤں نے اس وصیّت پر جیسا کچھ عمل کیا ہمارے سامنے ہے۔ نہ صرف یہ کہ بدھ کی خاک اور یادگاروں پر انہوں نے معبد تیار کیے بلکہ بدھ مت کی اشاعت کا ذریعہ ہی یہ سمجھا گیا کہ بدھا کے مجسموں سے زمین کا کوئی گوشہ خالی نہ رہے۔ یہ واقعہ ہے کہ دنیا میں کسی ذات یا معبود کے آج اتنے مجسمے نہیں ہیں جتنے کہ گوتم بدھ کے ہیں۔ اسی طرح ہمیں معلوم ہے کہ مسیحیت کی اصلی تعلیم سر تا سر توحید کی تعلیم تھی لیکن ابھی اس کے ظہور پر پورے سو برس بھی نہیں گزرے تھے کہ الوہیت مسیحؑ کا عقیدہ نشوونما پا چکا تھا۔ اس کے برعکس قرآن نے توحید فی الصّفات اور توحید فی الذّات کا ایک ایسا کامل نقشہ کھینچ دیا کہ شرک اور اس کے مماثل دوسری لغزشوں کے تمام دروازے بند ہو گئے اور خدا کے تصور کے بارے میں یہی اس کی سب سے بڑی خصوصیت ہے۔

قرآن اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہر طرح کی عبادت اور نیاز کی مستحق صرف خدا کی ذات ہے۔ پس اگر تم نے عابدانہ عجز و نیاز کے ساتھ کسی دوسری ہستی کے آگے سر جھکایا تو توحیدِ الٰہی کا اعتقاد باقی نہ رہا، قرآن کہتا ہے:

یہ اسی کی ذات ہے جو انسانوں کی پکار سنتی ہے اور ان کی دعائیں قبول کرتی ہے۔ پس اگر تم نے اپنی دعاؤں اور طلبگاریوں میں کسی دوسری ہستی کو بھی اسی کا شریک بنا لیا تو گویا اسے تم نے خدا کی خدائی میں شریک ٹھہرا لیا اور تمہارا عقیدۂ توحید درہم برہم ہو گیا۔ یہی وجہ ہے کہ سورۂ فاتحہ میں اِيَّاكَ نَعْبُدُ وَ اِيَّاكَ نَسْتَعِيْن کی تلقین کی گئی ہے اور پورا زور اِيَّاكَ پر ہے۔ تمام قرآن میں اس کثرت کے ساتھ توحید فی الصّفات اور ردِّ اشراک پر زور دیا گیا ہے کہ شاید ہی کوئی سورہ بلکہ کوئی صفحہ اس سے خالی ہو۔

اور یہ بات اور زیادہ واضح ہو جاتی ہے، جب ہم قرآن میں پیغمبرِ اسلام کو جو مرتبہ دیا گیا ہے، اس پر نظر ڈالتے ہیں۔ قرآن میں بار بار کہا گیا ہے کہ پیغمبرِ اسلام ایک بشر اور خدا کے بندے ہیں۔ اسلام نے اپنی تعلیم کا بنیادی کلمہ ہی یہ قرار دیا ہے کہ:

اَشْهَدُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَرَسُوْلُهٗ

میں اقرار کرتا ہوں کہ خدا کے سوا کوئی معبود نہیں اور میں اقرار کرتا ہوں کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) خدا کا بندہ اور اس کا رسول ہے۔

اس اقرار میں جس طرح خدا کی توحید کا اعتراف کیا گیا ہے ٹھیک اسی طرح پیغمبرِ اسلام کی بندگی اور رسالت کا بھی اعتراف ہے غور کرنا چاہیے کہ ایسا کیوں کیا گیا؟ صرف اس لیے کہ اس بات کا کوئی موقع نہ رہے کہ عبدیت کی جگہ معبودیت کا اور رسالت کی جگہ اوتار کا تخیل پیدا ہو، کوئی شخص دائرۂ اسلام میں داخل ہی نہیں ہو سکتا جب تک کہ وہ خدا کی توحید کی طرح پیغمبرِ اسلام کی بندگی کا بھی اقرار نہ کر لے۔

یہی وجہ تھی کہ پیغمبر کی وفات کے بعد اگرچہ مسلمانوں میں بہت سے اختلافات پیدا ہوئے لیکن پیغمبر کی شخصیت کے بارے میں کبھی کوئی نزاعی سوال پیدا نہیں ہوا۔ ابھی آپ کی وفات پر چند گھنٹے بھی نہیں گزرے تھے کہ پیغمبر کے خُسر اور اسلام کے خلیفۂ اول حضرت ابوبکرؓ نے بر سر منبر اعلان کر دیا کہ:

"جو کوئی تم میں محمد کی پرستش کرتا تھا سو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ محمد نے وفات پائی اور جو کوئی تم میں اللہ کی پرستش کرتا تھا تو اسے معلوم ہونا چاہیے کہ اللہ کی ذات ہمیشہ زندہ ہے اس کے لیے موت نہیں۔"

قرآن سے پہلے مذہبی عقائد کی تعلیم میں بھی خاص و عام کا امتیاز ملحوظ رکھا جاتا تھا، چنانچہ ہندوستان میں خداشناسی کے تین درجے قرار دیے گئے تھے۔ عوام کے لیے دیوتاؤں کی پرستش، خواص کے لیے براہِ راست خدا کی پرستش اور اخص الخواص کے لئے وحدت الوجود کا مشاہدہ۔ یہی حال فلاسفۂ یونان کا تھا۔ وہ خیال کرتے تھے کہ ایک غیر مرئی اور غیر مجسم خدا کا تصور صرف اہلِ علم و حکمت ہی کر سکتے تھے۔ عوام کے لیے اسی میں امن ہے کہ دیوتاؤں کی پرستاری میں مشغول رہیں۔ لیکن قرآن نے اس امتیاز کو یک قلم مسترد کر دیا۔ اس نے سب کو خدا پرستی کی ایک ہی راہ دکھائی اور سب کے لیے صفاتِ الٰہی کا ایک تصور پیش کیا۔ وہ حکماء اور عرفا سے لے کر ایک چرواہے اور دہقان تک سب کو حقیقت کا ایک جلوہ دکھاتا ہے اور سب پر اعتقاد و ایمان کا ایک ہی دروازہ کھولتا ہے۔

اس سلسلہ میں معاملہ کا ایک اور پہلو بھی قابلِ غور ہے۔ ہندوستان میں خواص و عوام کے خدا پرستانہ تصورات کے درمیان جو فرق مراتب ملحوظ رکھا گیا ہے وہ معاملہ کو اس رنگ میں بھی نمایاں کرتا ہے کہ یہاں کا مذہبی نقطۂ خیال ابتدا سے فکر و عمل کی رواداری پر مبنی رہا ہے۔ گویا ہر مذہبی عقیدے اور عمل کے لیے گنجائش نکالی گئی اور ہر فکر کو آزادانہ نشوونما کا موقع دیا گیا۔ مذہبی اختلافات جو دوسری قوموں میں باہمی جنگ و جدال کا باعث رہے یہاں آپس کے سمجھوتوں کا ذریعہ بنے تفاہم اور تطابق گویا یہاں کے ذہنی مزاج کی ایک عام خصوصیت تھی ایک ویدانتی جانتا ہے کہ اصل حقیقت اشراک اور بت پرستی کے عقائد سے بالاتر ہے تاہم وہ بت پرستی کا مخالف اور منکر نہیں ہو جاتا کیونکہ وہ سمجھتا ہے کہ خدا تک پہنچنے کے راستے کی یہ پہلی منزل ہے اور راہ رو چاہے کوئی راستہ اختیار کرے مگر مقصودِ اصلی ہر حال میں سب کا ایک ہی ہے۔

بلاشبہہ فکر و عمل کی اس رواداری سوچ کا، جو ہندوستان کی تاریخ میں برابر ابھرتی رہی ہے، ہمیں اعتراف کرنا چاہیے لیکن زندگی عمل اور ردِّ عمل کا مظہر ہوتی ہے اور اگر ہم اس راہ میں حد بندی کے خطوط قائم نہ کریں تو علم و اخلاق کے تمام احکام درہم برہم ہو جائیں گے۔ اور اخلاقی اقدار کی کوئی مستقل حیثیت باقی نہ رہے گی۔ رواداری یقیناً ایک خوبی کی بات ہے لیکن ساتھ ہی عقیدہ کی مضبوطی، رائے کی پختگی اور فکر کی استقامت بھی زندگی کے ایسے پہلو ہیں جن کو نظرانداز نہیں کیا جاسکتا پس یہاں کوئی حدِ فاصل ضرور ہونی چاہیے جو ان تمام خوبیوں کو اپنی اپنی جگہ پر قائم رکھے ورنہ اخلاق کے تمام احکام کو مناسب طور پر رُو بہ عمل نہیں لایا جاسکتا۔ جوں ہی یہ خطوط کمزور ہو جاتے ہیں اور ہلنے لگتے ہیں، اخلاق کی پوری دیوار ہل جاتی ہے مثلاً عفو و درگزر بڑی ہی حسن و خوبی کی بات ہے لیکن یہی عفو و درگزر جب اپنی جائز حدود سے آگے نکل جاتا ہے تو عفو و درگزر نہیں رہتا بلکہ بزدلی اور بے ہمتی قرار پاتا ہے۔ شجاعت انسانی سیرت کا سب سے بڑا وصف ہے لیکن یہی وصف جب اپنی حد سے گزر جائے تو ظلم و تشدّد بن جائے گا۔

دو حالتیں ہیں اور دونوں کا حکم ایک نہیں ہو سکتا۔ ایک حالت یہ ہے کہ کسی خاص اعتقاد اور عمل کی روشنی ہمارے سامنے آگئی ہے اور ہم اس کے بارے میں ایک خاص نتیجہ تک پہنچ گئے ہیں۔ ایسی صورت میں سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اس کی نسبت ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے ہم اس پر مضبوطی کے ساتھ جمے رہیں یا متزلزل ہو جائیں۔ دوسری حالت یہ ہے جس طرح ہم کسی خاص نتیجہ تک پہنچتے ہیں اسی طرح دوسرے لوگ بعض خاص نتیجوں تک پہنچ گئے ہیں۔ اب ان کی نسبت ہمارا طرزِ عمل کیا ہونا چاہیے؟ ہماری طرح انہیں بھی اپنی راہ چلنے کا حق ہے یا نہیں؟ رواداری یہ ہے کہ اپنے حق و اعتقاد و عمل کے ساتھ دوسروں کے حق و اعتقاد و عمل کا اعتراف بھی کیجیے اور اگر ان کا راستہ آپ کو صریحاً غلط دکھائی دے رہا ہے تب بھی ان کے اس راستے پر چلنے کے حق سے انکار نہ کیجیے لیکن رواداری کی حدود کو یہاں تک بڑھا دیا جائے کہ وہ آپ کے عقیدوں میں مداخلت کرنے لگے اور آپ کے فیصلوں پر بھی اثرانداز ہونے لگے تو پھر یہ رواداری نہ ہوئی۔

مفاہمت زندگی کی ایک بنیادی ضرورت ہے ہماری زندگی بجائے خود سر تا سر مفاہمت ہے لیکن اس کی بھی کوئی حد ہونی چاہیئے تاکہ آپ اپنا عقیدہ محفوظ رکھ سکیں لیکن تاوقتیکہ اس میں تبدیلی کے لیے کوئی اندرونی روشنی آپ کے سامنے نہ آئے، آپ مجبور ہیں کہ آپ اس پر جمے رہیں اور اس پر قائم رہنے کا آپ کو حق ہے۔ آپ دوسروں کے عقائد کا احترام ضرور کریں گے۔ لیکن اپنے حق پر بھی آپ مُصر رہیں گے اور اپنے عقیدہ کو کمزوری کے حوالے نہ ہونے دیں گے۔ ان دو حالتوں میں فرق و امتیاز کی وجہ سے اعتقاد و عمل کی دنیا میں کتنی ہی مصیبتیں نازل ہوئیں۔ اگر اعتقاد کی مضبوطی آئی تو اتنی دور تک چلی گئی کہ رواداری کے تمام تقاضے بُھلا دیے گئے اور دوسروں کے اعتقاد و عمل میں جبراً مداخلت کی جانے لگی۔ بعض اوقات رواداری کو اتنا آگے بڑھا دیا گیا کہ استقامت فکر و رائے کے لیے کوئی جگہ نہیں رہی پہلی بے اعتدالی کی مثالیں ہمیں مذہبی تنگ نظریوں اور سخت گیریوں کی تاریخ میں ملتی ہیں اور دوسری بے اعتدالی کی مثالیں ہندوستان کی تاریخ مہیا کر دیتی ہے۔ یہاں فکر و عقیدہ کی کوئی بلندی بھی وہم و جہالت کی گراوٹ سے اپنے آپ

کو محفوظ نہ رکھ سکی اور علم و عقل اور وہم و جہل میں ہمیشہ سمجھوتوں کا سلسلہ جاری رہا۔ ان سمجھوتوں نے ہندوستانی دل و دماغ کی شکل و صورت بگاڑ دی اور اس کی فکری ترقی کا تمام حسن اصنامی عقیدوں اور وہم پرستیوں کے گرد و غبار میں چھپ گیا۔ ہندوستان کے عصری مؤرخوں نے اس صورت حال کا اعتراف کیا۔ ہمارے عہد کے ایک لائق ہندو مصنف ڈاکٹر رادھاکرشنن نے اس دور کی فکری حالت پر نظر ڈالتے ہوئے، جب کہ آریائی تصورات ہندوستان کے مقامی مذہب سے مخلوط ہونے لگے تھے تسلیم کیا ہے کہ:

"ہندو مذہب کی مخلوط نوعیت کی توضیح ہمیں اس صورتِ حال میں مل جاتی ہے۔ صحرانورد قبائل کے وحشیانہ توہمات سے لے کر اونچے سے اونچے درجے کے افکار اس غور و خوض تک ہر درجہ اور ہر دائرۂ فکر کے خیالات یہاں باہم دگر ملتے اور مخلوط ہوتے رہے۔ آریائی مذہب اوّل روز سے کشادہ دل خود رو اور روادار تھا وہ جب کبھی کسی نئے موڑ سے دوچار ہوا تو خود سمٹتا گیا اور جگہیں نکالتا گیا اس کی اس مزاجی حالت میں ہم ایک سچے انکسار طبع اور ہمدردانہ مفاہمت کا شائستہ رجحان محسوس کرتے ہیں۔ ہندو دماغ اس کے لیے تیار نہیں ہوا کہ نچلے درجے کے مذہبوں کو نظرانداز کر دے یا لڑ کر ان کی ہستی مٹا دے۔ اس کے اندر ایک مذہبی جنون کا غرور نہیں تھا کہ صرف اسی کا سچا مذہب ہے۔ اگر انسانوں کے ایک گروہ کو کسی ایک معبود کی پرستش، اس کے طور طریقے پر تسکینِ قلب مہیا کر دیتی ہے تو تسلیم کر لینا چاہیے کہ یہ بھی سچائی کی ایک راہ ہے مکمل سچائی پر کوئی بیک دفعہ قابض نہیں ہو سکتا۔ وہ صرف بتدریج اور بتفریق ہی حاصل کی جا سکتی ہے اور یہاں ابتدائی اور عارضی درجوں کو بھی ان کی جگہ دینی پڑتی ہے۔ ہندو دماغ نے رواداری اور باہمی مفاہمت کی یہ راہ اختیار کر لی لیکن وہ یہ بات بھول گیا کہ بعض حالات ایسے بھی ہوتے ہیں جب رواداری کی جگہ ناروا داری ایک فضیلت کا حکم پیدا کر لیتی ہے اور مذہبی معاملات میں بھی گریشم کے قانون کی طرح کا ایک قانون کام کرتا رہتا ہے جب آریائی اور غیر آریائی مذاہب باہم گر ملے ایک شائستہ اور دوسرا ناشائستہ، ایک اچھی قسم کا، دوسرا نکما تو غیر شائستہ اور نکمے اجزاء میں قدرتی طور پر یہ میلان پیدا ہو گیا کہ شائستہ اور اچھے اجزا کو دبا کر معطل کر دے"۔

قرآن کے تصورِ الٰہی کی ایک بنیادی خصوصیت یہ ہے کہ اس نے کسی طرح اعتقادی مفاہمتوں کو جائز نہیں رکھا، وہ خدا کے توحیدی اور تنزیہی تصور میں سرتاسر بے میل اور بے لچک رہا تاہم وہ کسی عنوان میں بھی دوسرے عقائد کے بارے میں روادارانہ طرزِ عمل سے ہمیں روکتا نہیں، البتہ اعتقادی مفاہمتوں کے تمام دروازے بند کر دیے گئے ہیں۔

قرآن نے تصورِ الٰہی کی بنیاد انسان کے عالمگیر وجدانی احساس پر رکھی ہے۔ یہ نہیں کیا ہے کہ اسے نظر و فکر کی کاوشوں کا ایک ایسا معمّا بنا دیا ہو جسے خاص طبقہ کا ذہن ہی حل کر سکے۔ زندگی کے بارے میں انسان کا عالمگیر وجدانی احساس کیا ہے؟ یہ ہے کہ کائنات ہستی خود بخود پیدا نہیں ہو گئی، پیدا کی گئی ہے۔ اس لیے ضروری ہے کہ ایک صانع ہستی موجود ہو۔ قرآن بھی اس بارے میں جو کچھ بتاتا ہے وہ اتنا ہی ہے اس سے زیادہ جو کچھ ہے مذہبی عقیدے کا معاملہ

نہیں ہے۔ اس لیے وہ اس کا بوجھ جماعت کے افکار پر نہیں ڈالتا بلکہ اسے اصحابِ جہد و طلب کے لیے چھوڑ دیتا ہے۔

وَ الَّذِیْنَ جَاهَدُوْا فِیْنَا لَنَهْدِیَنَّهُمْ سُبُلَنَا ط (۲۹ : ۶۹)

اور جو لوگ ہم تک پہنچنے کے لیے کوشش کریں گے تو ہم بھی ضرور ان پر راہ کھول دیں گے۔

وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۙ O وَفِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ O (۵۱ : ۲۰-۲۱)

اور ان لوگوں کے لیے جو یقین رکھتے ہیں کہ زمین میں کتنی ہی حقیقت کی نشانیاں ہیں اور خود تمہارے اندر بھی۔ پھر کیا تم دیکھتے نہیں!

اسی مقام سے وہ فرقِ مراتب بھی نمایاں ہو جاتا ہے، جو اسلام نے بالکل ایک مختلف شکل و نوعیت میں عوام و خواص کے درمیان ملحوظ رکھا ہے۔ ہندو مفکروں نے سماج کے مختلف طبقات میں الگ الگ تصور اور عقیدے تقسیم کیے لیکن اسلام نے تصور اور عقیدے کے اعتبار سے اس قسم کا کوئی امتیاز روا نہیں رکھا۔ وہ ہر انسانی دل و دماغ کے آگے حقیقت کا ایک عقیدہ پیش کرتا ہے۔ لیکن ظاہر ہے کہ طلب و جہد کے لحاظ سے سب کے مراتب یکساں نہیں ہو سکتے ہر طالبِ حقیقت ایک ہی قسم کی تشنگی لے کر نہیں آتا۔ عامتہ الناس بحیثیت ایک طبقہ کے اپنا ایک خاص مزاج اور اپنی خاص احتیاج رکھتے ہیں۔ لیکن خاص افراد بحیثیت فرد کے اپنی طلب و استعداد کا الگ الگ درجہ و مقام رکھتے ہیں اور ان کے لیے عرفان و یقین کی راہیں کھلی چھوڑ دی گئی ہیں۔

صحیح بخاری اور مسلم کی ایک متفق علیہ حدیث ہے جو نہایت جامع اور مانع الفاظ میں اس فرقِ مراتب کو ظاہر کرتی ہے یہ حدیث تین مرتبوں کا ذکر کرتی ہے: اسلام، ایمان اور احسان۔ اسلام یہ ہے کہ اسلامی عقیدہ کا اقرار کرنا اور عمل کے چاروں ارکان یعنی نماز، روزہ، حج اور زکواۃ کو انجام دینا۔ ایمان یہ ہے کہ اقرار کے مرتبہ سے آگے بڑھنا اور اسلام کے بنیادی عقائد کے حق الیقین کا مرتبہ حاصل کرنا۔ اور احسان یہ ہے کہ:

اَنْ تَعْبُدَ اللّٰهَ کَاَنَّكَ تَرَاهُ فَاِنْ لَّمْ تَکُنْ تَرَاهُ فَاِنَّهٗ یَرَاكَ (صَحِیْحَیْن)

تُو اللہ کی اس طرح عبادت کر گویا اسے اپنے سامنے دیکھ رہا ہے اور اگر تُو اسے نہیں دیکھ رہا ہے تو وہ تجھے دیکھ رہا ہے۔

پہلا مرتبہ اسلامی دائرے کے عام اعتقاد و عمل کا ہے۔ یعنی جس نے اسلامی عقیدے کا اقرار کر لیا اور اس کے اعمال کی زندگی اختیار کر لی وہ اس دائرے میں آ گیا لیکن محض دائرۂ اسلام مین داخل ہو جانے سے یہ لازم نہیں آ جاتا کہ علم و یقین کے مقامات بھی حاصل ہو گئے۔

پہلا مرتبہ صرف اس کے خارجی اور ابتدائی پہلو کا مظہر ہوتا ہے۔ دوسرا مرتبہ ایمان کا ہے یہ انسان کے دل و دماغ کا ایمان و یقین و اذعان ہے۔ یہ مرتبہ جس نے حاصل کر لیا، وہ خواص کے زمرے میں داخل ہو گیا لیکن معاملہ اتنے ہی پر ختم نہیں ہو جاتا۔ عرفانِ حقیقت اور عین الیقینی ایقان کا ایک اور مرتبہ اس کے بعد آتا ہے جسے احسان سے تعبیر کیا گیا

ہے لیکن یہ مقام محض اعتقاد اور یقین پیدا کر لینے کا نہیں ہے جو ایک جماعت یا گروہ کو بحیثیت جماعت یا گروہ کے حاصل ہو سکتا ہے۔ یہ مقام ذاتی تجربہ و کشف سے حاصل ہوتا ہے۔ محض تعلیمی عقائد یا فکری قیاسات سے اس مرتبہ تک رسائی نہیں ہوتی۔ یہ سیکھنے اور بتلانے کا معاملہ نہیں۔ ذاتی تجربہ و کشف کا معاملہ ہے جو یہاں تک پہنچ گیا وہ اگر کچھ بتلائے گا تو بھی یہی بتلائے گا کہ میری طرح بن جاؤ پھر جو کچھ دکھائی دیتا ہے دیکھ لو۔

پرسید یکے کہ عاشقی چیست
گفتم کہ چو من شوی بدانی

اسلام نے اس طرح طلب و جہد کی روحانی پیاس کے لیے درجہ بدرجہ سیرابی کا سامان مہیا کر دیا۔ عام آدمی کے لیے پہلا مرتبہ ہے زیادہ ترقی یافتہ انسان کے لیے دوسرا مرتبہ اور خاصانِ خاص کے لیے تیسرا مرتبہ۔ ہر چند کہ ہر ایک کے لیے جام الگ الگ ہیں۔ لیکن پیاس بجھانے کے واسطے میخانہ ایک ہی ہے۔ ہر ایک کے حصہ میں اس کے ظرف کے مطابق ایک جام آ جاتا ہے۔

ساقی بہ بہ بادہ زیک خم دہد اما
در مجلسِ او مستیِ ہر کس ز شرابیست

یہاں اس امر کی جانب اشارہ کر دینا بھی بے محل نہ ہو گا کہ علمائے اسلام خصوصاً صوفیائے کرام نے خدا کے بارے میں ایک تصور پیش کیا ہے۔ جو عام طور سے نظریہ وحدت الوجود کہلاتا ہے۔ توحیدِ وجودی کے قائل قرآن کی مختلف آیات سے اس نظریہ پر استدلال لاتے ہیں۔

هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَالظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ ج (۵۷ : ۳) فَاَيْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (۲ : ۱۱۵) (اور) وَ نَحْنُ اَقْرَبُ اِلَيْهِ مِنْ حَبْلِ الْوَرِيْدِ ○ (۵۰ : ۱۶) (اور) كُلَّ يَوْمٍ هُوَ فِيْ شَاْنٍ (۵۵ : ۲۹)

دہلی کے مشہور محدث شاہ ولی اللہ نے یہاں تک لکھ دیا ہے کہ ’اگر میں مسئلہ وحدت الوجود کو ثابت کرنا چاہوں تو قرآن و حدیث کے تمام نصوص و ظواہر سے اس کا اثبات کر سکتا ہوں‘‘ لیکن مولانا آزاد متنبہ کرتے ہیں کہ اس بارے میں صاف بات جو معلوم ہوتی ہے وہ یہی ہے کہ ان تمام تصریحات کو ان کے قریبی محامل سے دور نہیں لے جانا چاہیے اور ان معانی سے آگے نہیں بڑھنا چاہیے جو صدر اول کے مسلمانوں نے سمجھے تھے۔ باقی رہا حقیقت کے کشف و عرفان کا وہ مقام جو عرفاءِ طریق کو پیش آتا ہے تو وہ کسی طرح قرآن کے تصورِ الٰہی کے عقیدہ کے خلاف نہیں۔ قرآن کا تصورِ الٰہی ایک جامع تصور ہے اور ہر توحیدی تصور کی اس میں گنجائش ہے جو افراد خاصہ مقامِ احسان تک رسائی حاصل کرتے ہیں وہ حقیقت کو اس کی پس پردہ جلوہ طرازیوں میں بھی دیکھ لیتے ہیں اور عرفان کا وہ منتہیٰ و مرتبہ جو فکرِ انسانی کے دسترس میں ہے انہیں حاصل ہوتا ہے۔

صفتِ ربوبیت

صفاتِ الٰہی کے ذکر میں مولانا آزاد ایک عام جائزہ لیتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ کائنات کے نظامِ ہستی میں وحدت وجود کا جلوہ وحدتِ صفات کی شکل میں دکھائی دیتا ہے یعنی صفاتِ الٰہی کا الگ الگ اظہار نہیں ہوتا بلکہ وہ ایک دوسرے کے ساتھ مل کر ظاہر ہوتی ہیں۔ تاکہ زندگی میں ہم آہنگی کا جلوہ نظر آئے۔ سورۂ فاتحہ یا قرآن کے افتتاحی باب میں خدا کی چند بنیادی صفات کا ذکر کیا گیا ہے جیسے ربوبیت، رحمت، عدالت اور ہدایت کی صفات۔ مولانا آزاد اپنی تفسیر میں بالترتیب ان صفات پر روشنی ڈالتے ہیں اور پورے قرآن سے ان کی جلوہ نمائی کے ثبوت بہم پہنچاتے ہیں۔ سب سے پہلے وہ خدا کی اوّلین صفت یعنی ربوبیت کا ذکر کرتے ہیں جو قرآن کی توجہ کا مرکز ہے۔

ربوبیت کی اصطلاح "رب" سے نکلی ہے جو سامی زبانوں کے کئی الفاظ کا مشترک ہے، عبرانی، عربی اور سریانی تینوں زبانوں میں "ربّ" کے معنی پالنے والے کے ہیں یا ایسی ہستی کے جو اسبابِ پرورش مہیا کرتی ہے۔ چونکہ پرورش کی ضرورت کا احساس انسانی زندگی کے بنیادی احساسات میں سے ہے اس لئے رب کے لفظ کو جو معنی عطا کئے گئے گویا وہ خدا کے تصور کا پہلا قدرتی زینہ تھے۔ جس کے بارے میں ابتدائی سامی ذہن نقش آرائی کر سکتا تھا۔ رب کے معنی معلم، آقا یا خدا کے بھی ہیں۔ قرآنی زبان میں اس لفظ کو اس کے وسیع اور کامل معنوں میں استعمال کیا گیا ہے۔ اس لئے بعض علمائے لغت نے ربوبیت کی تعریف ان لفظوں میں کی ہے:

هُوْ اِنْشَاءُ الشَّیْءِ حَالاً فَحَالاً اِلٰی حَدِّ التَّمَام

یعنی کسی چیز کو یکے بعد دیگرے اس کی مختلف حالتوں اور ضرورتوں کے مطابق اس طرح نشوونما دیتے رہنا کہ اپنی حد کمال تک پہنچ جائے۔

یعنی ربوبیت کے لئے ضروری ہے کہ پرورش اور نگہداشت کا ایک جاری اور مسلسل اہتمام ہو اور ایک وجود کو اس کی تکمیل و بلوغ کے لئے وقتاً فوقتاً جیسی کچھ ضرورتیں پیش آتی رہیں ان سب کا سروسامان ہوتا رہے لیکن قرآنی تصور کے لحاظ سے مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ ربوبیت میں شفقت کا لگاؤ ضروری ہے وہ ایک تمثیل کے ذریعہ ان معنوں کی وضاحت کرتے ہیں، فرماتے ہیں:

"بچہ جب پیدا ہوتا ہے تو محض گوشت پوست کا ایک متحرک لوتھڑا ہوتا ہے۔ زندگی اور نمو کی جتنی قوتیں بھی رکھتا ہے سب کی سب پرورش و تربیت کی محتاج ہوتی ہیں۔ یہ پرورش محبت و شفقت، حفاظت و نگہداشت اور بخشش و اعانت کا ایک طول طویل سلسلہ ہے اور اسوقت تک جاری رہتا ہے جب تک بچہ اپنے جسم و ذہن کی حدِ بلوغ تک نہ پہنچ جائے۔ پھر پرورش کی ضرورتیں ایک دو نہیں بے شمار ہیں، ان کی نوعیت ہمیشہ بدلتی رہتی ہے اور ضروری ہے کہ ہر

عمر اور ہر حالت کے مطابق محبت کا جوش، نگرانی کی نگاہ اور نگرانی کا سر و سامان ملتا رہے۔ حکمتِ الٰہی نے ماں کی محبت میں ربوبیت کے یہ تمام خد و خال پیدا کر دیے ہیں، یہ ماں کی ربوبیت ہی ہے جو پیدائش کے دن سے لے کر بلوغ تک بچے کو پالتی، بچاتی، سنبھالتی اور ہر وقت اور ہر حالت کے مطابق اس کی ضروریاتِ پرورش کا سر و سامان مہیا کرتی رہتی ہے جب بچہ کا معدہ دودھ کے سوا کسی غذا کا متحمل نہیں ہو سکتا تو اسے دودھ ہی پلایا جاتا ہے جب دودھ سے قوی غذا کی ضرورت ہوتی ہے تو اسے ویسی ہی غذا دی جانے لگتی ہے۔ جب بچے میں اپنے پاؤں پر کھڑا ہونے کی سکت نہیں ہوتی تو ماں اسے گود میں اٹھائے پھرتی ہے۔ جب وہ کھڑے ہونے کے قابل ہو جاتا ہے تو ماں اس کی انگلی پکڑ کر اسے ایک ایک قدم چلاتی ہے۔ پس یہ بات کہ ہر حالت اور ضرورت کے مطابق ضروریات مہیا ہوتی رہیں اور نگرانی اور حفاظت کا ایک مسلسل اہتمام جاری رہے۔ یہ وہ صورت حال ہے جس سے ربوبیت کے مفہوم کا تصور کیا جا سکتا ہے۔ قرآن نے رب کی حیثیت سے خدا کا جو تصور پیش کیا ہے، اس تمثیل کی روشنی میں آسانی سے اسے ذہن نشین کیا جا سکتا ہے۔ قرآن نے خدا کے ساتھ رب العالمین کی صفت کو وابستہ کیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ خدا کسی خاص قوم یا گروہ کا رب یا پالنے والا نہیں ہے بلکہ بنی نوع انسان اور کائنات ہستی کی تمام مخلوقات کا رب ہے۔

نظامِ ربوبیت:

مولانا آزاد تحریر فرماتے ہیں کہ ربوبیت الٰہی کا عمل ایک معینہ نظام کے تحت ہے، ہر وجود کو ہر حالت میں زندگی اور بقا کے لئے جو کچھ مطلوب تھا وہ سب کچھ مل رہا ہے۔ چیونٹی زمین پر رینگ رہی ہے۔ کیڑے مکوڑے، کوڑے کرکٹ میں اپنا راستہ پیدا کر لیتے ہیں۔ مچھلیاں دریا میں تیر رہی ہیں، پرند ہوا میں اڑ رہے ہیں، پھول باغوں میں کھل رہے ہیں، ہاتھی جنگل میں گھوم رہے ہیں اور ستارے فضا میں گردش کر رہے ہیں۔ لیکن فطرت کے پاس یکساں طور پر سب کے لئے پرورش کی گود اور نگرانی کی آنکھ ہے اور کوئی نہیں جو فیضانِ ربوبیت سے محروم ہو۔ مخلوقات کی بے شمار قسمیں ایسی بھی ہیں جو اتنی حقیر اور بے مقدار ہیں کہ ہماری آنکھ انہیں دیکھ بھی نہیں سکتی لیکن ربوبیتِ الٰہی نے جس طرح اور جس نظام کے ساتھ ہاتھی جیسی مخلوق کے لئے سامانِ پرورش و نگہداشت مہیا کر دیا ہے ٹھیک اسی طرح اور ویسے ہی نظام کے ساتھ ان کے لیے بھی زندگی اور بقا کی ہر چیز مہیا کر دی اور یہ جو کچھ ہے انسان کے وجود سے باہر ہے۔ اگر انسان اپنے وجود کو دیکھے تو خود اس کی زندگی کا ہر لمحہ ربوبیت الٰہی کی کرشمہ سازیوں کی ایک پوری کائنات ہے۔

وَ فِی الْاَرْضِ اٰیٰتٌ لِّلْمُوْقِنِیْنَ ۙ○ وَ فِیْٓ اَنْفُسِكُمْ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ (۵۱ : ۲۰-۲۱)

اور ان لوگوں کے لئے جو (سچائی پر) یقین رکھنے والے ہیں زمین میں خدا کی کارفرمائیوں کی کتنی ہی نشانیاں ہیں اور خود تمہارے وجود میں بھی، پھر کیا تم دیکھتے نہیں؟

خارجی پہلو:

سامانِ زندگی کی بخشائش اور ربوبیت کے عمل میں جو فرق ہے قرآن اس فرق کو واضح کرتا ہے۔ دنیا میں ایسے عناصر، ایسی قوتیں اور ان کی ایسی مختلف شکلیں اور بناوٹیں موجود ہیں جو زندگی کی ترقی اور نشوونما کے لئے سودمند ہیں لیکن محض ان کی موجودگی ربوبیت سے تعبیر نہیں کی جاسکتی۔ ایسا ہونا قدرتِ الٰہی کی رحمت ہے مگر وہ بات نہیں جسے ربوبیت کہتے ہیں۔ ربوبیت یہ ہے کہ ان اشیاء کی بخشش و تقسیم کا بھی ایک نظام موجود ہے۔ مثلاً زندگی کے لئے پانی اور رطوبت کی ضرورت ہے لیکن پانی کی وافر موجودگی بجائے خود زندگی کے لئے کافی نہیں جب تک کہ ایک مقررہ مقدار اور ایک خاص وقت و انتظام کے ساتھ پانی موجود نہ ہو۔

قرآن کہتا ہے کہ یہ اللہ کی رحمت ہے جس نے پانی جیسا جوہرِ حیات پیدا کر دیا لیکن یہ اس کی ربوبیت ہے جو پانی کو ایک ایک بوند کر کے ٹپکاتی، زمین کے گوشے گوشے تک پہنچاتی، ایک خاص مقدار اور حالت میں تقسیم کرتی، ایک خاص موسم اور محل میں برساتی اور پھر زمین کے ایک ایک تشنہ ذرّے کو ڈھونڈ ڈھونڈ کر سیراب کر دیتی ہے۔

وَ اَنْزَلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۢ بِقَدَرٍ فَاَسْکَنّٰهُ فِی الْاَرْضِ ۖ وَ اِنَّا عَلٰی ذَهَابٍۢ بِهٖ لَقٰدِرُوْنَ ۚ ۝ فَاَنْشَاْنَا لَكُمْ بِهٖ جَنّٰتٍ مِّنْ نَّخِیْلٍ وَّاَعْنَابٍ ۘ لَكُمْ فِیْهَا فَوَاكِهُ كَثِیْرَةٌ وَّ مِنْهَا تَاْكُلُوْنَ ۙ ۝ (۲۳ : ۱۸-۱۹)

اور (دیکھو) ہم نے آسمان سے ایک خاص انداز کے ساتھ پانی برسایا پھر اسے زمین میں ٹھہرائے رکھا اور ہم اس پر بھی قادر ہیں کہ (جس طرح برسایا تھا اسی طرح) اسے واپس لے جائیں، پھر (دیکھو) اسی پانی سے ہم نے کھجوروں اور انگوروں کے باغ پیدا کر دیے جس میں بے شمار پھل لگتے اور انہیں سے تم اپنی غذا بھی حاصل کرتے ہو۔

قرآن نے جابجا اشیاء کی قدر اور مقدار کا ذکر کیا ہے یعنی اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے کہ فطرتِ کائنات جو کچھ بخشتی ہے ایک خاص اندازہ کے ساتھ بخشتی ہے اور یہ اندازہ ایک خاص نظام کے تحت ہوتا ہے۔

وَ اِنْ مِّنْ شَیْءٍ اِلَّا عِنْدَنَا خَزَآىِٕنُهٗ ۫ وَ مَا نُنَزِّلُهٗۤ اِلَّا بِقَدَرٍ مَّعْلُوْمٍ ۝ (۱۵ : ۲۱)

اور کوئی شے نہیں جس کے، ہمارے پاس ذخیرے موجود نہ ہوں لیکن ہمارا طریقِ کار یہ ہے کہ جو کچھ نازل کرتے ہیں ایک مقررہ مقدار میں نازل کرتے ہیں۔

وَ كُلُّ شَیْءٍ عِنْدَهٗ بِمِقْدَارٍ ۝ (۱۳ : ۸)

اور اللہ کے نزدیک ہر چیز کا ایک اندازہ مقرر ہے۔

اِنَّا كُلَّ شَیْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۝ (۵۴ : ۴۹)

ہم نے جتنی چیزیں بھی پیدا کی ہیں ایک اندازہ کے ساتھ پیدا کی ہیں۔

غور کیجئے! دنیا میں صرف یہی نہیں ہے کہ پانی موجود ہے بلکہ ایک خاص نظم و ترتیب کے ساتھ موجود ہے۔ یہ کیوں ہے کہ پہلے سورج کی شعاعیں سمندر سے ڈول بھر بھر فضا میں چادریں بچھا دیں پھر ہواؤں کے جھونکے انہیں حرکت میں لائیں اور پانی کی بوندیں بنا کر ایک خاص وقت اور خاص محل میں برسائیں۔ پھر یہ کیوں ہے کہ جب کبھی پانی برسے تو ایک خاص ترتیب اور مقدار ہی سے برسے اور اس طرح برسے کہ زمین کی بالائی سطح پر اس کی ایک خاص مقدار بہنے لگے اور ایک خاص مقدار زمین کے اندرونی حصوں میں جذب ہو جائے۔

کیوں ایسا ہوتا ہے کہ پہلے پہاڑوں کی چوٹیوں پر برف کے تودے جمتے ہیں۔ اور پھر موسم کی تبدیلی سے پگھلنے لگتے ہیں۔ پھر ان کے پگھلنے سے پانی کے سرچشمے اُبلنے لگتے ہیں۔ پھر چشموں سے دریا کی جدولیں بہنے لگتی ہیں پھر یہ جدولیں پیچ و خم کھاتی ہوئی دور دور تک دوڑ جاتی ہیں اور سیکڑوں ہزاروں میلوں تک زمین کو سیراب کر دیتی ہیں۔

کیوں یہ سب کچھ ایسا ہی ہوا۔ کیوں کسی دوسرے انداز سے نہ ہوا؟

قرآن اس کا جواب دیتا ہے اس لئے کہ کائنات ہستی میں ربوبیت الٰہی کارفرما ہے اور ربوبیت کا مقتضیٰ یہی تھا کہ پانی اسی ترتیب سے بنے اور اسی ترتیب و مقدار سے تقسیم ہو۔ یہ رحمت و حکمت تھی جس نے پانی پیدا کیا لیکن یہ ربوبیت ہے جو اسے اس طرح کام میں لائی کہ ہر مخلوق کی پرورش اور رکھوالی کی ضرورتیں پوری ہوگئیں۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ یُرْسِلُ الرِّیٰحَ فَتُثِیْرُ سَحَابًا فَیَبْسُطُهٗ فِی السَّمَآءِ کَیْفَ یَشَآءُ وَ یَجْعَلُهٗ کِسَفًا فَتَرَی الْوَدْقَ یَخْرُجُ مِنْ خِلٰلِهٖ ۚ فَاِذَآ اَصَابَ بِهٖ مَنْ یَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اِذَا هُمْ یَسْتَبْشِرُوْنَ ○ (۳۰ : ۴۸)

یہ اللہ ہی کی کارفرمائی ہے کہ پہلے ہوائیں چلتی ہیں پھر ہوائیں بادلوں کو چھیڑ کر حرکت میں لاتی ہیں پھر وہ جس طرح چاہتا ہے انہیں فضا میں پھیلا دیتا ہے اور انہیں ٹکڑے ٹکڑے کر دیتا ہے پھر تم دیکھتے ہو کہ بادلوں میں سے مینہ نکل رہا ہے پھر جن لوگوں کو بارش کی یہ برکت ملنی تھی مل چکتی ہے تو وہ اچانک خوش وقت ہو جاتے ہیں۔

زندگی کے لئے جن چیزوں کی سب سے زیادہ ضرورت تھی انہی کی بخشائش سب سے زیادہ اور عام ہے اور اسی طرح جن کی ضرورت خاص خاص حالتوں میں یا خاص خاص موقعوں کے لئے تھی ان میں اختصاص اور مقامیت پائی جاتی ہے۔ ہوا سب سے زیادہ ضروری تھی کیونکہ پانی اور غذا کے بغیر کچھ عرصہ تک زندگی ممکن ہے مگر ہوا کے بغیر ممکن نہیں۔ پس اس کا سامان اتنا وافر اور عام ہے کہ زمین کا کوئی گوشہ نہیں جو کسی وقت بھی اس سے خالی ہو، ہوا کے بعد دوسرے درجے پر پانی ہے اس لئے اس کی بخشائش کی فراوانی اور عمومیت کا درجہ ہوا کے بعد ہے۔ دنیا کے ہر حصہ میں زمین کے اوپر ہر طرف دریا رواں ہیں اور زمین کے نیچے بھی پانی کے سوتے بہ رہے ہیں۔ پھر ان دونوں ذخیروں کے علاوہ فضائے آسمانی کا بھی کارخانہ ہے جو شب و روز سرگرمِ کار رہتا ہے وہ سمندر کا شوراب کھینچتا ہے اسے صاف و شیریں بنا کر جمع کرتا رہتا ہے پھر حسبِ ضرورت زمین کے حوالے کر دیتا ہے۔ ہوا اور پانی کے بعد غذا کی ضرورت تھی لہٰذا ہوا اور پانی

سے کم اور تمام چیزوں سے زیادہ اس کا دستر خوانِ کرم پورے کرۂ ارض پر بچھا ہوا ہے اور کوئی مخلوق نہیں جس کے آگے اس کی غذا کا ذخیرہ موجود نہ ہو۔

پھر سلمانِ پرورش کے اس عالمگیر نظام پر غور کرو تو ایسا معلوم ہوتا ہے کہ یہ تمام کارخانہ صرف اس لئے بنا ہے کہ زندگی بخشے اور زندگی کی ہر استعداد کی رکھوالی کرے، سورج اس لئے ہے کہ روشنی کے لئے چراغ اور گرمی کے لئے تنور کا کام دے اور اپنی کرنوں کے ڈول بھر بھر کر سمندر سے پانی کھینچتا رہے۔ ہوائیں اس لئے ہیں کہ اپنی سردی اور گرمی سے مطلوبہ اثرات پیدا کرتی رہیں۔ کبھی پانی کے ذرات جما کر ابر کی چادریں بنا دیں اور کبھی ابر کو پانی بنا کر برسا دیں۔ زمین اس لئے ہے کہ نشوونما کے خزانوں سے ہمیشہ معمور رہے اور ہر دانے کے لئے اپنی گود میں زندگی اور ہر پودے کے لئے اپنے سینے میں پرورش رکھے۔ مختصر یہ کہ کارخانۂ ہستی کا ہر گوشہ صرف اسی کام میں لگا ہوا ہے، ہر قوت اپنی استعداد کا مظاہرہ کر رہی ہے اور ہر علت اپنی تاثیر کے اظہار میں لگی ہوئی ہے۔ جونہی کسی وجود میں بڑھنے اور نشوونما پانے کی استعداد پیدا ہوتی ہے۔ معاً تمام کارخانۂ ہستی اس کی طرف متوجہ ہو جاتا ہے۔ سورج کی تمام کارفرمائیاں فضا کے تمام تغیرات زمین کی تمام قوتیں اور عناصر کی تمام سرگرمیاں صرف اسی انتظار میں رہتی ہیں کہ کب چیونٹی کے انڈے سے ایک بچہ پیدا ہوتا ہے اور کب دہقان کی جھولی سے ایک دانہ زمین پر گرتا ہے۔

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْأَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ إِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (۴۵ : ۱۳)

اور آسمان و زمین میں جو کچھ بھی ہے سب کو اللہ نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے بلاشبہ ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرنے والے ہیں اس بات میں (معرفتِ حقیقی کی) بڑی ہی نشانیاں ہیں۔

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ سب سے زیادہ عجیب مگر سب سے زیادہ نمایاں حقیقت نظامِ ربوبیت کی یکسانیت اور ہم آہنگی ہے یعنی ہر وجود کی پرورش کا سر و سلمان جس طرح اور جس اسلوب پر کیا گیا ہے وہ ہر گوشے میں ایک ہی ہے اور ایک ہی اصل و قاعدہ رکھتا ہے۔ پتھر کا ایک ٹکڑا گلاب کے شاداب اور عطر بیز پھول سے کتنا ہی مختلف دکھائی دے لیکن دونوں کو ایک ہی طریقہ سے سلمانِ پرورش ملا ہے اور دونوں ایک ہی طرح سے پالے پوسے جا رہے ہیں۔ ایک انسان کا بچہ اور درخت کا ایک پودا، بظاہر دو الگ الگ حیثیتوں کے مظہر دکھائی دیتے ہیں لیکن ان کی نشوونما کے طریقوں کا کھوج لگانے سے پتا چلتا ہے کہ قانون کی پرورش کی یکسانیت نے دونوں کو ایک ہی رشتے میں منسلک کر دیا ہے۔ پتھر کی چٹان ہو یا پھول کی کلی، انسان کا بچہ ہو یا چیونٹی کا انڈا، سب کے لئے پیدائش کا وقت مقرر ہے اور قبل اس کے کہ پیدائش ظہور میں آئے سلمانِ پرورش مہیا ہو جاتا ہے۔ پھر یکے بعد دیگرے طفولیت، رشد و بلوغ، شباب، سنِ کمال اور بالآخر ضعف و انحطاط کی منزلیں آتی ہیں، زندگی کے ظہور، نشوونما اور زوال و انحطاط کا افسوں سب کے لئے یکساں ہے۔

اَللّٰهُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ مِّنْ ضُعْفٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ ضُعْفٍ قُوَّةً ثُمَّ جَعَلَ مِنْۢ بَعْدِ قُوَّةٍ ضُعْفًا وَّ شَیْبَةً ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ۚ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْقَدِیْرُ (۳۰ : ۵۴)

یہ اللہ ہی کی کارفرمائی ہے کہ اس نے تمہیں اس طرح پیدا کیا ہے کہ پہلے ناتوانی کی حالت ہوتی ہے پھر ناتوانی کے بعد قوت آتی ہے۔ پھر قوت کے بعد دوبارہ ناتوانی اور بڑھاپا ہوتا ہے، وہ جو کچھ چاہتا ہے پیدا کرتا ہے۔ وہ علم اور قدرت رکھنے والا ہے۔

اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَلَكَهٗ یَنَابِیْعَ فِی الْاَرْضِ ثُمَّ یُخْرِجُ بِهٖ زَرْعًا مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهٗ ثُمَّ یَهِیْجُ فَتَرٰىهُ مُصْفَرًّا ثُمَّ یَجْعَلُهٗ حُطَامًا ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَذِكْرٰى لِاُولِی الْاَلْبَابِ ۠ ۝ (۳۹ : ۲۱)

کیا تم نہیں دیکھتے کہ اللہ نے آسمان سے پانی برسایا زمین میں اس کے چشمے رواں ہو گئے پھر اُسی پانی سے رنگ برنگ کی کھیتیاں لہلہا اٹھیں پھر ان کی نشو و نما میں ترقی ہوئی اور پوری طرح پک کر تیار ہو گئیں۔ پھر (ترقی کے بعد زوال طاری ہوا اور) تم دیکھتے ہو کہ ان پر زردی چھا گئی بالآخر خشک ہو کر چور چور ہو گئیں۔ بلاشبہ دانشمندوں کے لئے اس صورت حال میں بڑی ہی عبرت ہے۔

جہاں تک غذا کا تعلق ہے، حیوانات میں ایک قسم ان جانوروں کی ہے جن کے بچے دودھ سے پرورش پاتے ہیں اور ایک اُن کی ہے جو عام غذاؤں سے پرورش پاتے ہیں۔ غور کرو! نظامِ ربوبیت نے دونوں کی پرورش کے لئے کیا عجیب سر و سامان مہیا کر دیا ہے۔ انسان کو لے لو۔ جونہی وہ پیدا ہوتا ہے اس کی غذا اپنی ساری خاصیتوں اور مناسبتوں کے ساتھ خود بخود مہیا ہو جاتی ہے۔ اور ایسی جگہ سے مہیا ہوتی ہے جو اس کے لیے سب سے قریب اور موزوں ہے۔ ماں اپنے بچے کو جوش اور محبت میں سینے سے لگا لیتی ہے اور وہیں اس کی غذا کا سرچشمہ بھی موجود ہوتا ہے۔ پھر دیکھو! اس غذا کی نوعیت، مزاج میں اس کی حالت کا درجہ بدرجہ کس قدر لحاظ رکھا گیا ہے اور کس طرح یکے بعد دیگرے اس میں تبدیلی ہوتی رہتی ہے۔ ابتدا میں بچہ کا معدہ اتنا کمزور ہوتا ہے کہ اسے بہت ہی ہلکے قوام کا دودھ ملنا چاہیے۔

چنانچہ نہ صرف انسان میں بلکہ تمام حیوانات میں ماں کا دودھ بہت ہی ہلکے قوام کا ہوتا ہے لیکن جوں جوں بچے کی عمر اور معدہ قوی ہوتا جاتا ہے، دودھ کا قوام بھی بدلتا جاتا ہے۔ یہاں تک کہ بچے کا عہدِ رضاعت پورا ہو جاتا ہے اور پھر اس کا معدہ عام غذاؤں کے ہضم کرنے کی استعداد پیدا کر لیتا ہے اور اس منزل پر ماں کا دودھ خشک ہونا شروع ہو جاتا ہے۔ یہ گویا ربوبیت الٰہی کا اشارہ ہوتا ہے کہ اب اس کے دودھ کی ضرورت نہیں ہے بلکہ وہ ہر طرح کی غذا استعمال کر سکتا ہے۔

حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ (۴۶ : ۱۵)

اس کی ماں نے اسے تکلیف کے ساتھ پیٹ میں رکھا اور تکلیف کے ساتھ جنا اور حمل اور دودھ چھڑانے کی مدت (کم از کم) تیس مہینوں کی ہے۔

پھر دیکھو! کارسازِ فطرت کی یہ کیسی کرشمہ سازی ہے کہ جوں جوں بچے کی عمر بڑھتی جاتی ہے۔ محبتِ مادری کا یہ شعلہ خود بخود دھیما پڑتا جاتا ہے۔ یہ محبت مادری ہے جو ماں کے دل میں شریف ترین جذبات کو نشوونما دیتی ہے اور اپنے بچے کی خاطر وہ بڑی سے بڑی قربانی سے بھی دریغ نہیں کرتی۔ پھر جوں جوں بچہ بڑھتا جاتا ہے۔ محبتِ مادری کے جذبے کی شدت کم ہوتی جاتی ہے اور پھر ایک وقت آتا ہے جب کہ یہ جذبہ حیوانات میں تو بالکل باقی نہیں رہتا لیکن انسان میں بھی اس کی گرمجوشیاں باقی نہیں رہتیں۔ ایسا کیوں ہوتا ہے کہ بچے کے پیدا ہوتے ہی محبت کا ایک عظیم ترین جذبہ ماں کے دل میں موجزن ہو جائے اور پھر ایک خاص وقت تک قائم رہ کر رفتہ رفتہ غائب ہو جائے اس لئے کہ نظام ربوبیت کی کارفرمائی ہے اور اس کا مقتضیٰ یہی تھا۔ ربوبیت چاہتی ہے کہ جب تک بچے کو پرورش کی احتیاج باقی رہے اس کی پرورش ہو اس لئے ماں کی محبت میں بھی بچے کی پرورش کا جوش اتنا ہی زیادہ تھا جب بچے کی عمر اس حد تک پہنچ گئی کہ ماں کی پرورش کی احتیاج باقی نہ رہی، تو اس ذریعہ کی ضرورت بھی باقی نہ رہی۔ اب اس کا باقی رہنا ماں کے لئے بوجھ اور بچے کی نشوونما کے لئے رکاوٹ بن جاتا ہے۔ بچے کی احتیاج کا سب سے نازک وقت اس کی نئی نئی طفولیت تھی اس لئے ماں کی محبت میں بھی سب سے زیادہ جوش اسی وقت تھا پھر جوں جوں بچہ بڑھتا گیا یہ احتیاج کم ہوتی گئی۔ بلاشبہ ماں کی محبت اپنے بچے کے لئے ہمیشہ زندہ رہتی ہے چاہے وہ کتنا ہی بڑا کیوں نہ ہو جائے۔ لیکن اس کی محض ایک سماجی قدر ہوتی ہے۔ بچے کی طفولیت کے عہد میں محبت مادری کا جو فطری اور جبلی جوش ہوتا ہے وہ کچھ اور ہی ہوتا ہے۔

انسان اور حیوانات کے بچوں کی پرورش میں ضرور تھوڑا سا فرق ہوتا ہے۔ مثلاً جب انڈے سے مرغی کا بچہ پیدا ہوتا ہے تو اس کی جسمانی ساخت اور طبیعت دودھ پینے والے بچوں سے مختلف ہوتی ہے وہ اول دن سے ہی معمولی اور عام غذائیں کھا سکتے ہیں۔ بشرطیکہ کھلانے کے لئے کوئی شفیق نگران موجود ہو، چنانچہ جوں ہی مرغی کا بچہ انڈے سے نکلتا ہے اپنی غذا ڈھونڈنے لگتا ہے اور ماں چن چن کر غذا اس کے سامنے ڈالتی جاتی ہے اور منہ میں لے کر کھانے کا طریقہ بتاتی جاتی ہے یا ایسا کرتی ہے کہ خود کھا لیتی ہے مگر ہضم نہیں کرتی۔ اپنے اندر اسے ہلکا اور نرم بنا کر محفوظ رکھتی ہے اور جب بچہ اپنی غذا کے لئے منہ کھولتا ہے تو اس میں اتار دیتی ہے۔

ربوبیتِ معنوی:

پھر اس سے بھی عجیب تر نظام ربوبیت کا معنوی پہلو ہے۔ خارج میں زندگی اور پرورش کا کتنا ہی سروسامان کیا جاتا، مفید نہیں ہو سکتا تھا۔ اگر ہر وجود کے اندر اس سے کام لینے کی ٹھیک ٹھیک استعداد ودیعت نہ ہوتی۔ پس یہ ربوبیت ہی کا فیضان ہے کہ ہر مخلوق کی ظاہری اور باطنی بناوٹ اس طرح کی واقع ہوئی ہے کہ اس کی ہر قوت اس کے

سامانِ پرورش کی نوعیت کے مطابق ہوتی ہے اور اس کی ہر چیز اسے زندہ رہنے اور نشوونما پانے میں مدد دیتی ہے کوئی مخلوق اپنے جسم و قویٰ کی ایسی نوعیت نہیں رکھتی جو اس کے حالات پرورش کے تقاضوں کے خلاف ہو۔

اس سلسلہ میں مولانا آزاد نے زندگی کی دو حقیقتوں کو نمایاں کیا ہے جن کی طرف قرآن نے بار بار متوجہ کیا ہے ایک وہ جسے تقدیر کہتے ہیں انگریزی میں اس کے لئے "قسمت" کا عام سا لفظ استعمال کیا جاتا ہے اور دوسری حقیقت عبارت ہے "ہدایت" سے۔

تقدیر:

تقدیر کے معنی کسی چیز کے لئے ایک خاص طرح کی حالت ٹھہراؤ دینے کے ہیں۔ خواہ یہ ٹھہراؤ کمیت میں ہو یا کیفیت میں چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ فطرت نے ہر وجود کی جسمانی ساخت اور معنوی قویٰ کے لئے ایک خاص طرح کا اندازہ ٹھہرا دیا ہے جس سے وہ باہر نہیں جا سکتا اور یہ اندازہ ایسا ہے جو اس کی زندگی اور نشوونما کے تمام احوال و ظروف سے ٹھیک ٹھیک مناسبت رکھتا ہے:

وَ خَلَقَ كُلَّ شَيْءٍ فَقَدَّرَهُ تَقْدِيرًا (۲۵ : ۲)

اور اس نے تمام چیزیں پیدا کیں پھر ہر چیز کے لئے (اس کی حالت اور ضرورت کے مطابق) ایک خاص اندازہ ٹھہرا دیا۔

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ یہ کیا بات ہے کہ ہر گردوپیش میں اور اس کی پیداوار میں ہمیشہ مطابقت پائی جاتی ہے ا ایسا کیوں ہے کہ ہر مخلوق اپنی ظاہری و باطنی بناوٹ میں ویسی ہی ہوتی ہے جیسا کہ اس کا گردوپیش ہے اور ہ گردوپیش ویسا ہی ہوتا ہے جیسی اس کی مخلوقات ہوتی ہے؟ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ یہ اس کے حکیم و قدیر کی ٹھہرائ ہوئی تقدیر ہے اور اس نے ہر چیز کی خلقت و زندگی کے لئے ایسا ہی اندازہ مقرر کر دیا ہے اس کا یہ قانونِ تقدیر صرف حیوانات و نباتات کے لئے ہی نہیں ہے بلکہ کائنات ہستی کی ہر چیز کے لئے ہے یہاں تک کہ سیاروں کا نظام بھی اس سے وابستہ ہے۔

وَ الشَّمْسُ تَجْرِيْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ ۝ (۳۶ : ۳۸)

اور (دیکھو) سورج کے لئے جو قرار گاہ ٹھہرا دی گئی ہے، وہ اسی پر چلتا ہے اور یہ عزیز و علیم خدا کی، اس کے لئے تقدیر ہے۔

مخلوقات اور اس کے گردوپیش کی مطابقت کا یہی قانون ہے جس نے دونوں میں باہم کر مناسبت پیدا کر دی ہے اور ہر مخلوق اپنے چاروں طرف وہی پاتی ہے جس میں اس کے لئے پرورش اور نشوونما کا سامان ہوتا ہے اڑنے والا پرند، تیرنے والی مچھلی چلنے والے چوپائے، رینگنے والے حشرات ان میں سے ہر ایک کو ویسا ہی جسم ملا ہے جو اس کے

گرد و پیش کے لئے موزوں ہے۔ دریا میں پرند نہیں پیدا ہوتا اس لئے کہ گرد و پیش اس کے تقاضائے پرورش کے مطابق نہیں۔ خشکی میں مچھلی پیدا نہیں ہوتی کیونکہ خشکی اس کی حیات کے لئے موزوں نہیں، اگر فطرت کی اس تقدیر کے خلاف ایک خاص گرد و پیش کی مخلوق دوسرے قسم کے ماحول میں چلی جاتی ہے تو یا تو وہاں زندہ نہیں رہتی یا زندہ رہتی ہے تو پھر بتدریج اس کی جسمانی ساخت اور طبیعت بھی ویسی ہی ہو جاتی ہے جیسی اس کے گرد و پیش میں ہونی چاہیئے۔ پھر ان میں سے ہر نوع کے لئے مقامی مؤثرات کے مختلف گرد و پیش ہیں سرد آب و ہوا کی پیداوار سرد آب و ہوا کے لئے ہے اور گرم آب و ہوا کی مخلوق گرم آب و ہوا کے لئے ہے۔ قطب شمالی کے قرب و جوار کا ریچھ خطِ استواء کے قرب میں نظر نہیں آسکتا اور منطقۂ حارّہ کے جانور منطقۂ باردہ میں مفقود ہیں اور یہی قانونِ فطرت یا قانونِ تقدیر ہے۔ آئیے ہم ربوبیت کے دوسرے عنصر یعنی ہدایت پر نظر ڈالیں:۔

ہدایت:

ہدایت کے معنی راہ دکھانے، راہ پر لگانے اور رہنمائی کرنے کے ہیں اور اس کے مختلف مراتب و اقسام ہیں جن کی تفصیل آگے آئے گی۔ یہاں صرف اس ابتدائی مرتبۂ ہدایت کا ذکر کرنا ہے جو تمام مخلوقات پر ان کی پرورش کی ضروری راہیں کھولتا، انہیں زندگی کی راہ پر لگاتا اور ضروریاتِ زندگی کی طلب و حصول میں رہنمائی کرتا ہے۔ فطرت کی یہ ہدایت ربوبیت کی ہدایت ہے اور اگر یہ ہدایت ربوبیت کی دستگیر نہ ہوتی تو ممکن نہ تھا کہ کوئی مخلوق بھی دنیا کے سامانِ حیات و پرورش سے فائدہ اٹھا سکتی اور زندگی کی سرگرمیاں ظہور میں آسکتیں۔ اس کے بغیر سازِ ہستی ہی خاموش ہو جاتا۔ قرآن کہتا ہے کہ یہ ہدایت وجدان کا فطری الہام اور حواس و ادراک کی قدرتی استعداد ہے۔ یہ فطرت کی رہنمائی ہے۔ ہمارے اندر پہلے وجدان کا الہام بن کر نمودار ہوتی ہے پھر حواس و ادراک کا چراغ روشن کر دیتی ہے۔ یہی وہ باطنی قوت ہے جو ہر مخلوق کو زندگی اور پرورش کی راہوں پر لگا دیتی ہے۔ انسان کا بچہ ہو یا حیوان کا، جوں ہی شکمِ مادر سے باہر آتا ہے جبلی طور پر معلوم کر لیتا ہے کہ اس کی غذا ماں کے سینے میں ہے اور جب پستان منہ میں لیتا ہے تو خود بخود انہیں چوسنا شروع کر دیتا ہے۔ بلّی کے بچوں کو ہم دیکھتے ہیں کہ ابھی ابھی پیدا ہوئے ہیں، ان کی آنکھیں بھی نہیں کھلی ہیں لیکن ماں جوشِ محبت میں انہیں چاٹ رہی ہے اور وہ اس کے سینے پر منہ مار رہے ہیں۔ یہ بچہ جس نے عالمِ ہستی میں ابھی ابھی قدم رکھا ہے جسے خارج کے مؤثرات نے چھوا تک نہیں، جبلی طور پر معلوم کر لیتا ہے کہ اسے پستان منہ میں لینا چاہیئے اور اس کی غذا کا سرچشمہ یہیں ہے۔ یہی وہ وجدانی ہدایت ہے جو قبل اس کے کہ حواس و ادراک کی روشنی نمودار ہو، بچے کو اس کی پرورش و زندگی کی راہوں پر لگا دیتی ہے۔

اگر تمہارے گھر میں بلّی ہے تو تم نے دیکھا ہوگا کہ جب وہ حاملہ ہوتی ہے تو کیا کرتی ہے؟ سمجھو کہ وہ پہلی مرتبہ حاملہ ہوئی ہے، اس حالت کا اسے کوئی تجربہ نہیں لیکن جونہی وضع حمل کا وقت قریب آتا ہے وہ کسی محفوظ گوشے کی جستجو

شروع کر دیتی ہے اور کسی مناسب جگہ کے لئے مکان کا ایک ایک کونہ دیکھتی پھرتی ہے، پھر خود بخود ایک علیحدہ اور محفوظ ترین گوشہ چھانٹ لیتی ہے اور وہاں بچہ دیتی ہے۔ پھر یکایک اس کے اندر بچے کی حفاظت کی طرف سے ایک مجہول خطرہ پیدا ہو جاتا ہے اور وہ یکے بعد دیگرے اپنی جگہ بدلتی رہتی ہے۔ یہ کون سی قوت ہے جو بلی کے اندر یہ خیال پیدا کر دیتی ہے کہ وہ اپنے پیدا ہونے والے بچے کے لئے کوئی محفوظ جگہ تلاش کرے۔ کیوں کہ عنقریب اسے جگہ کی ضرورت ہوگی۔ یہ کونسا الہام ہے جو اسے خبردار کر دیتا ہے کہ بلا بچوں کا دشمن ہے اور ان کی بو سونگھتا پھرتا ہے اس لئے جگہ بدلتے رہنا چاہیے۔ بلاشبہ یہ ربوبیت الٰہی کی وجدانی کیفیت و ہدایت ہے جس کا الہام ہر مخلوق کے اندر اپنی نمود رکھتا ہے اور جو ان پر زندگی اور پرورش کی تمام راہیں کھول دیتا ہے۔

ہدایت کا دوسرا مرتبہ حواس اور مدرکات ذہنی کی ہدایت ہے اگرچہ حیوانات اس جوہر دماغ سے محروم ہیں جسے فکر و عقل سے تعبیر کیا جاتا ہے تاہم فطرت نے انہیں بھی ان کی ضرورت کے مطابق احساس و ادراک کی اتنی قوت عطا کر دی ہے جو انہیں اپنی زندگی اور معیشت کے لئے درکار تھی اور جس کی مدد سے وہ اپنے رہنے سہنے، کھانے پینے، توالد و تناسل اور حفاظت و نگرانی کے تمام وظائف حسن و خوبی کے ساتھ انجام دیتے رہتے ہیں لیکن حواس و ادراک کی یہ ہدایت ہر حیوان کے لئے ایک ہی طرح کی نہیں ہے بلکہ ہر ایک کو اس کی ضرورت اور مقتضیات کے مطابق عطا کی گئی ہے، چیونٹی کی قوتِ شامہ بہت دور رس ہوتی ہے اِسے اسی قوت کے ذریعہ سے اپنی غذا حاصل کرنا ہوتی ہے۔ چیل اور عقاب کی نگاہ بہت تیز ہوتی ہے کیونکہ اگر ان کی نگاہ تیز نہ ہو تو بلندی میں پرواز کرتے ہوئے وہ اپنا شکار نہ دیکھ سکیں، یہ سوال بالکل غیر ضروری ہے کہ حیوانات کے حواس و ادراک کی یہ حالت اول دن سے تھی یا احوال و ظروف کی ضروریات اور قانون مطابقت کے موثرات سے بتدریج ظہور میں آئی ہے اس لئے کہ خواہ کوئی صورت ہو بہر حال یہ فطرت کی بخشی ہوئی استعداد ہے۔

اب یہ بات واضح ہو گئی ہوگی کہ قرآن کے مطابق ہر مخلوق کے لئے اس کی پرورش و معیشت کا ایک مکمل نظام کارفرما ہے جو ربوبیت الٰہی کا مظہر ہے۔ یہی ربوبیت الٰہی ہے جس نے ہر وجود کو اس کی ساخت اور بناوٹ کے لحاظ سے مناسب و موزوں سامان پرورش (تسویہ) عطا کیا اور ہر مخلوق کے لئے اس کے خواص کے مطابق ایک خاص طرح کا اندازہ (تقدیر) ٹھہرا دیا۔ اور پھر ہر مخلوق کو ایک ایسا خارجی اور معنوی ادراک (ہدایت) بخشا کہ وہ دنیا کے سامانِ حیات سے پرورش و معیشت کا پوری طرح فائدہ اٹھا سکے۔ قرآن نے ربوبیت کے ان مراتب کا بطور خاص ذکر کیا ہے۔ قرآن کہتا ہے:

الَّذِیْ خَلَقَ فَسَوّٰی ۝ وَ الَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۝ (۸۷ : ۲ ـ ۳)

وہ پروردگارِ عالم جس نے پیدا کیا پھر اسے ٹھیک ٹھیک درست کر دیا اور جس نے ہر وجود کے لئے ایک اندازہ ٹھہرا دیا پھر اس پر راہ (عمل) کھول دی۔

غایتِ حقیقی:

اس طرح قرآن نے ان مظاہرِ تخلیق کی طرف اشارہ کرتے ہوئے جو کائناتِ حیات میں سرگرم عمل ہیں، ربوبیتِ الٰہی کے مراتب بیان کئے ہیں۔ جس کی غرض و غایت یہ ہے کہ نہ صرف توحیدِ الٰہی کا ثبوت فراہم کیا جائے بلکہ ذہنِ انسانی پر یہ امر بھی آشکارا کر دیا جائے کہ کائنات خلقت اور اس کی ہر مخلوق کی بناوٹ کچھ اس طرح واقع ہوئی ہے کہ ہر چیز ایک خاص مقصد کے تحت ایک خاص نظام و قانون میں باہم گر منسلک ہے اور کوئی چیز ایسی نہیں جو حکمت و مصلحت سے خالی ہو۔

خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِكَ لَاٰیَةً لِّلْمُؤْمِنِیْنَ ۝ (۲۹ : ۴۴)

اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو حکمت اور مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور بلاشبہ اس بات میں اربابِ ایمان کے لئے (معرفتِ حق کی) ایک بڑی سی نشانی ہے۔

رَبَّنَا مَا خَلَقْتَ هٰذَا بَاطِلًا ۚ (۳ : ۱۹۱)

اے ہمارے پروردگار یہ سب کچھ تو نے اس لئے نہیں پیدا کیا ہے کہ محض ایک بیکار و عبث سا کام ہو۔

تخلیق کے اس مقصدی پہلو کو مولانا آزاد نے 'تخلیق بالحق' سے تعبیر کیا ہے۔ 'بالحق' کا لفظ قرآن میں کئی جگہ آیا ہے جس کا مقصد اس بات پر توجہ دلانا ہے کہ کائنات ہستی کی کوئی چیز ایسی نہیں جس میں زندگی کے لئے افادہ و فیضان نہ ہو فطرت خود یہ چاہتی ہے کہ جو کچھ وہ بنائے اس طرح بنائے کہ اس میں وجود اور زندگی کے لئے نفع و راحت ہو۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ ۚ یُكَوِّرُ الَّیْلَ عَلَی النَّهَارِ وَ یُكَوِّرُ النَّهَارَ عَلَی الَّیْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَ الْقَمَرَ ؕ كُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ؕ (۳۹ : ۵)

اس نے آسمانوں اور زمینوں کو حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے اس نے رات دن کے اختلافات اور ظہور کا ایسا انتظام کر دیا کہ رات ، دن پر لپٹی جاتی ہے اور دن ، رات پر لپٹا آتا ہے اور سورج چاند دونوں کو اس کی قدرت نے مسخر کر رکھا ہے ۔ سب (اپنی اپنی جگہ) اپنے مقررہ وقت تک کے لئے گردش کر رہے ہیں ۔

هُوَ الَّذِیْ جَعَلَ الشَّمْسَ ضِیَآءً وَّ الْقَمَرَ نُوْرًا وَّ قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِیْنَ وَ الْحِسَابَ ؕ مَا خَلَقَ اللّٰهُ ذٰلِكَ اِلَّا بِالْحَقِّ ۚ یُفَصِّلُ الْاٰیٰتِ لِقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ ۝ (۱۰ : ۵)

وہ (کارفرمائے قدرت) جس نے سورج کو درخشندہ اور چاند کو روشن بنایا اور پھر چاند کی گردش کے لئے منزلیں ٹھہرا دیں تاکہ تم برسوں کی گنتی اور اوقات کا حساب معلوم کر لو۔ بلاشبہ اللہ نے یہ سب کچھ پیدا نہیں کیا ہے مگر حکمت و مصلحت کے ساتھ وہ ان تمام لوگوں کے لئے جو جانتے والے ہیں (علم و معرفت) کی نشانیاں الگ الگ کر کے واضح کر دیتا

ہے۔

فطرت کے جمال و زیبائی کے لئے بھی یہی 'بالحق' کا لفظ استعمال کیا ہے یعنی کائنات میں تحسین و آرائش کا قانون کام کر رہا ہے جو چاہتا ہے کہ جو کچھ بنے ایسا بنے کہ اس میں حسن و جمال اور خوبی و کمال ہو۔

خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۚ (٦٤ : ٣)

اس نے آسمانوں کو اور زمینوں کو حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کیا اور تمہاری صورتیں بنائیں تو نہایت حسن و خوبی سے بنائیں۔

اسی لئے وہ قانون مجازات پر (یعنی جزا اور سزا کے قانون پر) اسی "تخلیق بالحق" سے استشہاد کرتا ہے۔ دنیا میں ہر چیز کوئی نہ کوئی خاصہ رکھتی ہے جو اپنے عمل سے ایک خاص نتیجہ پیدا کرتی ہے اور یہ تمام خواص و نتائج لازمی اور اٹل ہیں پھر کیونکر ممکن ہے کہ انسانی اعمال میں بھی اچھے اور برے خواص نہ ہوں۔ اور ان کے ویسے ہی نتائج بر آمد نہ ہوں جو قانون فطرت دنیا کی ہر چیز میں اچھے برے کا امتیاز رکھتا ہے کیا انسان کے اعمال میں امتیاز سے غافل ہو جائے گا؟

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَ مَمَاتُهُمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ وَ خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَ لِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍ ۢ بِمَا كَسَبَتْ وَ هُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ (٤٥ : ٢١ - ٢٢)

جو لوگ برائیاں کرتے ہیں کیا وہ سمجھتے ہیں ہم انہیں ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان لائے اور جن کے اعمال اچھے ہیں؟ یعنی دونوں برابر ہو جائیں۔ زندگی میں بھی اور موت میں بھی اگر ان لوگوں کی فہم و دانش کا فیصلہ یہی ہے تو کیا ہی برا ان کا فیصلہ ہے اور حقیقت یہ ہے کہ اللہ نے آسمانوں کو اور زمین کو حکمت و مصلحت کے ساتھ پیدا کیا ہے اور اس لئے پیدا کیا ہے کہ ہر جان اپنی کمائی کے مطابق بدلہ پالے اور ایسا نہیں ہو گا کہ ان کے ساتھ ناانصافی ہو۔

معاد یا مرنے کے بعد کی زندگی پر بھی اسی 'تخلیق بالحق' سے استشہاد کیا گیا ہے۔ کائنات کی ہر چیز کوئی نہ کوئی مقصد اور منتہیٰ رکھتی ہے۔ پس ضروری ہے کہ انسانی وجود کے لئے بھی کوئی نہ کوئی مقصد اور منتہیٰ ہو اور یہ منتہیٰ آخرت کی زندگی ہے کیونکہ یہ تو نہیں ہو سکتا کہ کائنات ارضی کی یہ بہترین مخلوق صرف اسی لئے پیدا ہو اور چند دن جی کر فنا ہو جائے۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۣ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى ۭ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝ (٣٠ : ٨)

کیا ان لوگوں نے کبھی اپنے دل میں اس بات، پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے محض بیکار و عبث نہیں بنایا ہے ضروری ہے کہ حکمت و مصلحت کے ساتھ بنایا ہو اور اس کے لئے ایک مقررہ وقت

ٹھہرادیا ہو اصل بات یہ ہے کہ انسانوں میں بہت لوگ ایسے ہیں جو اپنے پروردگار کی ملاقات سے یک قلم منکر ہیں۔

ربوبیت --- توحید پر استدلال:

اس موقع پر یہ بات بطور خاص قابلِ ذکر ہے کہ قرآن نے مظاہرِ کائنات کے جن مقاصد و مصالح سے استدلال کیا ہے ان میں سب سے زیادہ عام استدلال ربوبیت کا استدلال ہے مثلاً توحید باری کے تعلق سے اس کا استدلال یہ ہے کہ کائنات کے تمام اعمال و مظاہر کا اس طرح واقع ہونا کہ ہر چیز پرورش کرنے والی اور ہر تاثیر زندگی بخشنے والی ہے اور پھر ایک ایسے نظام ربوبیت کا موجود ہونا جو ہر حالت کی رعایت کرتا اور ہر طرح کی مناسبت ملحوظ رکھتا ہے ہر انسان کو وجدانی طور پر یقین دلاتا ہے کہ ایک ہستی موجود ہے جو ساری کائنات کو زندگی بخشتی ہے اور تمام مخلوقات کی پرورش کرتی ہے اور اسی لئے ایسی تمام صفات سے متصف ہے جس کی جلوہ آرائی کے بغیر نظام کائنات کا ایسا کامل اور بے عیب کارخانہ ہرگز وجود میں نہیں آسکتا تھا۔

وہ سوال کرتا ہے کہ کیا انسانی وجدان یہ باور کر سکتا ہے کہ نظامِ حیات کا یہ سارا کارخانہ خود بخود عالمِ وجود میں آگیا ہے اور کوئی ارادہ، کوئی حکمت، اس کے اندر کارفرما نہیں ہے؟ کیا یہ ممکن ہے کہ اس کارخانۂ وجود کا کوئی کارساز نہ ہو؟ کیا یہ پورا نظامِ حیات محض ایک اندھی بہری فطرت، بے جان مادّے اور بے حس الکٹرون کا مظہر ہے اور عقل و ارادہ رکھنے والی کوئی ہستی موجود نہیں ہے؟

اگر ایسا ہی ہے تو اس کا مطلب یہ ہوگا کہ پروردگاری اور کارسازی کا عمل تو ہر جگہ موجود ہے مگر کوئی پروردگار اور کارساز موجود نہیں، نظم موجود ہے مگر ناظم موجود نہیں، رحمت موجود ہے مگر کوئی رحیم موجود نہیں یعنی سب کچھ موجود ہے مگر کوئی موجود نہیں انسان کی فطرت مشکل ہی سے یہ باور کر سکتی ہے کہ عمل بغیر کسی عامل کے، نظم بغیر کسی ناظم کے، قیام بغیر کسی قیوم کے، عمارت بغیر کسی معمار کے، نقش بغیر نقاش کے یعنی سب کچھ بغیر کسی موجود کے ظہور پذیر ہو سکتا ہے اس کا وجدان پکار اٹھتا ہے کہ ایسا ہونا ممکن نہیں اس کی فطرت اپنی بناوٹ میں ایک ایسا سانچہ لے کر آئی ہے جس میں یقین و ایمان ہی ڈھل سکتا ہے شک اور انکار کی اس میں سمائی نہیں۔

قرآن کہتا ہے، یہ بات انسان کے وجدانی اذعان کے خلاف ہے کہ وہ نظامِ کائنات کا مطالعہ کرے اور ایک ایسی ہستی کا یقین جو رب العالمین ہے، اس کے اندر جاگ نہ اٹھے وہ کہتا ہے کہ غفلت کی سرشاری اور سرکشی کے ہیجان میں انسان ہر چیز کا منکر ہو سکتا ہے لیکن اپنی فطرت سے انکار نہیں کر سکتا۔ وہ ہر چیز کے خلاف جنگ کر سکتا ہے لیکن اپنی فطرت کے خلاف ہتھیار نہیں اٹھا سکتا وہ جب اپنے چاروں طرف زندگی اور پروردگاری کا ایک عالمگیر کارخانہ پھیلا ہوا دیکھتا ہے تو اس کی اپنی فطرت اور اس کا اندرون صدا دیتا ہے کہ جو کچھ وہ دیکھ رہا ہے ضرور کوئی نہ کوئی اس کا بنانے والا اور پیدا کرنے والا بھی ہے۔

یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن کا اسلوبِ بیان یہ نہیں ہے کہ نظری مقدمات اور ذہنی مسلمات کی شکلیں ترتیب دے اور پھر ان پر دلیل و برہان کی عمارتیں اٹھائے بلکہ وہ انسان کے فطری وجدان و ذوق سے مخاطب ہوتا ہے، وہ کہتا ہے: خدا پرستی کا جذبہ انسانی فطرت کا خمیر ہے اگر ایک انسان اس سے انکار کرنے لگتا ہے تو یہ اس کی غفلت ہے اور ضروری ہے کہ اسے غفلت سے چونکا دینے کے لئے دلائل پیش کئے جائیں لیکن یہ دلائل ایسے نہیں ہونے چاہئیں۔ جو محض ذہنی کاوشوں کا مظہر ہوں، بلکہ ایسے ہونے چاہئیں جو اس کے نہاں خانۂ دل پر دستک دیں اور اس کے فطری وجدان کو بیدار کر دیں۔ اگر اس کا وجدان بیدار ہو گیا تو پھر اثباتِ ایمان کے لئے بحث و دلیل کی کوئی ضرورت باقی نہ رہے گی بلکہ خود بخود ایمان کی روح اس کے اندر جاگ اٹھے گی۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن خود انسان کی فطرت ہی سے انسان پر حجت لاتا ہے۔

قُلْ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ اَمَّنْ يَّمْلِكُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ مَنْ يُّخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ يُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ وَ مَنْ يُّدَبِّرُ الْاَمْرَ ؕ فَسَيَقُوْلُوْنَ اللّٰهُ ۚ فَقُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ۝ فَذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمُ الْحَقُّ ۚ فَمَاذَا بَعْدَ الْحَقِّ اِلَّا الضَّلٰلُ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ ۝ (۱۰ : ۳۱-۳۲)

وہ کون ہے جو آسمان میں (پھیلے ہوئے کارخانۂ حیات) سے اور زمین (کی وسعت میں پیدا ہونے والے سامانِ رزق) سے تمہیں روزی بخش رہا ہے؟ وہ کون ہے جس کے قبضے میں تمہارا سننا اور دیکھنا ہے؟ وہ کون ہے جو بے جان سے جاندار کو اور جاندار سے بے جان کو نکالتا ہے؟ پھر وہ کون سی ہستی ہے جو یہ تمام کارخانۂ خلقت اس نظم و نگرانی کے ساتھ چلا رہی ہے؟ (اے پیغمبرؐ) یقیناً وہ (بے اختیار بول اٹھیں گے) اللہ ہے (اس کے سوا کون ہو سکتا ہے) اچھا تم ان سے کہو جب تمہیں اس بات سے انکار نہیں تو پھر کیوں ایسا ہے کہ غفلت و سرکشی سے نہیں بچتے ہاں بے شک یہ اللہ ہی ہے جو تمہارا پروردگار برحق ہے اور جب یہ حق ہے تو حق کے ظہور کے بعد اسے نہ ماننا گمراہی نہیں تو اور کیا ہے۔ (افسوس تمہاری سمجھ پر) تم حقیقت سے منہ پھرائے کہاں جا رہے ہو۔

ایک دوسرے موقع پر قرآن پوچھتا ہے:

اَمَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ حَدَآئِقَ ذَاتَ بَهْجَةٍ ۚ مَا كَانَ لَكُمْ اَنْ تُنْۢبِتُوْا شَجَرَهَا ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ؕ ۝ اَمَّنْ جَعَلَ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ جَعَلَ خِلٰلَهَاۤ اَنْهٰرًا وَّ جَعَلَ لَهَا رَوَاسِيَ وَ جَعَلَ بَيْنَ الْبَحْرَيْنِ حَاجِزًا ؕ ءَ اِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ؕ ۝ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ وَ يَكْشِفُ السُّوْٓءَ وَ يَجْعَلُكُمْ خُلَفَآءَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ؕ ۝ اَمَّنْ يَّهْدِيْكُمْ فِيْ ظُلُمٰتِ الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ وَ مَنْ يُّرْسِلُ الرِّيٰحَ بُشْرًاۢ بَيْنَ يَدَيْ رَحْمَتِهٖ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ؕ ۝ اَمَّنْ يَّبْدَؤُا الْخَلْقَ ثُمَّ يُعِيْدُهٗ وَ مَنْ يَّرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ (۲۷ : ۶۰-۶۴)

وہ کون ہے جس نے آسمانوں اور زمین کو پیدا کیا اور جس نے تمہارے لئے آسمان سے پانی برسایا پھر اس آبپاشی سے خوشنما باغ اُگائے حالانکہ تمہارے بس کی بات نہ تھی کہ ان باغوں کے درخت اگاتے؟ کیا (ان کاموں کا کرنے والا) اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے۔ (افسوس ان لوگوں کی سمجھ پر حقیقتِ حال کتنی ہی ظاہر ہو)۔ مگر یہ وہ لوگ ہیں جن کا شیوہ ہی کج روی ہے۔ اچھا بتلاؤ وہ کون ہے جس نے زمین کو (زندگی و معیشت کا ٹھکانا) بنادیا اس کے درمیان نہریں جاری کر دیں اس کی (درستی کے لئے) پہاڑ بلند کر دیے اور دریاؤں میں (یعنی دریا اور سمندر میں) ایسی دیوار حائل کر دی (کہ دونوں اپنی اپنی جگہ محدود رہتے ہیں) کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا بھی ہے؟ افسوس کتنی واضح بات ہے مگر ان لوگوں میں اکثر ایسے ہیں جو نہیں جانتے۔ اچھا بتلاؤ وہ کون ہے جو بیقرار دلوں کی پکار سنتا ہے جب وہ (ہر طرف سے مایوس ہو کر) اسے پکارنے لگتے ہیں اور ان کا درد دکھ ٹال دیتا ہے؟ اور وہ کہ اس نے تمہیں زمین کا جانشین بنایا۔ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا بھی ہے (افسوس تمہاری غفلت پر) بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ تم نصیحت پذیر ہو۔ اچھا بتلاؤ وہ کون ہے جو صحراؤں اور سمندروں کی تاریکیوں میں تمہاری رہنمائی کرتا ہے وہ کون ہے جو بارانِ رحمت سے پہلے خوشخبری دینے والی ہوائیں چلاتا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا بھی معبود ہے؟ (ہرگز نہیں) اللہ کی ذات اس ساجھے سے پاک و منزّہ ہے، جو لوگ اس کی معبودیت میں شریک ٹھہرا رہے ہیں۔ اچھا بتلاؤ وہ کون ہے جو مخلوقات کی پیدائش شروع کرتا ہے اور پھر اسے دُہراتا ہے اور وہ کون ہے جو آسمان و زمین کے کارخانۂ رزق سے تمہیں روزی دے رہا ہے؟ کیا اللہ کے ساتھ کوئی دوسرا معبود بھی ہے۔ (اے پیغمبرؐ) ان سے کہو اگر تم اپنے رویّہ میں سچے ہو (اور انسانی عقل و بصیرت کی اس عالمگیر شہادت کے خلاف تمہارے پاس کوئی دلیل ہے) تو اپنی دلیل پیش کرو۔

ان سوالات میں سے ہر سوال اپنی جگہ ایک مستقل دلیل ہے کیونکہ ان میں سے ہر سوال کا صرف ایک ہی جواب ہے "وہ فطرتِ انسانی کا ایک عالمگیر اور مسلّمہ اذعان ہے۔ قرآن کے وہ بے شمار مقامات جن میں کائنات ہستی کے سروسامانِ پرورش اور نظامِ ربوبیت کی کارسازیوں کا ذکر کیا گیا ہے۔ دراصل قرآنی استدلال کی بنیاد ہیں اور اسی سے توحیدِ الٰہی کی تائید ہوتی ہے"۔

فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ اِلٰى طَعَامِهٖٓ ۝ اَنَّا صَبَبْنَا الْمَآءَ صَبًّا ۝ ثُمَّ شَقَقْنَا الْاَرْضَ شَقًّا ۝ فَاَنْۢبَتْنَا فِيْهَا حَبًّا ۝ وَّعِنَبًا وَّ قَضْبًا ۝ وَّ زَيْتُوْنًا وَّ نَخْلًا ۝ وَّحَدَآئِقَ غُلْبًا ۝ وَّ فَاكِهَةً وَّ اَبًّا ۝ مَّتَاعًا لَّكُمْ وَلِاَنْعَامِكُمْ ۝ (۸۰: ۲۴-۳۲)

انسان اپنی غذا پر نظر ڈالے (جو روز و شب اس کے استعمال میں آتی ہے)۔ ہم پہلے زمین پر پانی برساتے ہیں۔ پھر اس کی سطح شق کر دیتے ہیں پھر اس کی روئیدگی سے طرح طرح کی چیزیں پیدا کر دیتے ہیں۔ اناج کے دانے، انگور کی بیلیں، کھجور کے خوشے، سبزی ترکاری، زیتون کا تیل، درختوں کے جھنڈ اور قسم قسم کے میوے، طرح طرح کا چارہ (اور یہ سب کچھ کس کے لئے؟) تمہارے فائدے کے لئے اور تمہارے جانوروں کے لئے۔

ان آیات میں " فَلْيَنْظُرِ الْاِنْسَانُ " کے زور پر غور کرو، انسان کتنا ہی غافل ہو جائے اور حقائقِ زندگی سے کتنا ہی اغماض کرے لیکن دلائلِ حقیقت کی وسعت اور ہمہ گیری کا یہ حال ہے کہ وہ کسی حال میں بھی اس کی نگاہوں سے اوجھل نہیں ہو سکتیں، ایک انسان دنیا کے تمام مظاہر کی طرف سے آنکھیں بند کر لے لیکن اپنی غذا کے ذرائع کی طرف سے بہر حال آنکھیں بند نہیں کر سکتا جو غذا اس کے سامنے رکھی ہے اس پر نظر ڈالے یہ کیا ہے؟ گیہوں کا ایک دانہ۔ اچھا! گیہوں کا ایک دانہ اپنی ہتھیلی پر رکھ لو اور اس کی پیدائش سے لے کر اس کی پختگی و تکمیل تک کے تمام مرحلوں پر غور کرو، کیا یہ ایک حقیر سا دانہ بھی وجود میں آسکتا تھا، اگر تمام کارخانۂ ہستی ایک خاص نظم و ترتیب کے ساتھ اس کی بناوٹ میں سرگرم نہ رہتا؟ اور اگر دنیا میں ایسا باقاعدہ نظامِ اشتراکیت موجود ہے تو کیا یہ ہو سکتا ہے کہ کوئی اس کا ناظم اور کارفرما نہ ہو؟

سورۂ نحل میں یہی استدلال، ایک دوسرے پیرایہ میں نمودار ہوا ہے:۔

وَ اِنَّ لَكُمْ فِى الْاَنْعَامِ لَعِبْرَةً ؕ نُسْقِيْكُمْ مِّمَّا فِىْ بُطُوْنِهٖ مِنْۢ بَيْنِ فَرْثٍ وَّ دَمٍ لَّبَنًا خَالِصًا سَآئِغًا لِّلشّٰرِبِيْنَ ○ وَ مِنْ ثَمَرٰتِ النَّخِيْلِ وَ الْاَعْنَابِ تَتَّخِذُوْنَ مِنْهُ سَكَرًا وَّ رِزْقًا حَسَنًا ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ (۱٦ : ٦٦-٦٧)

اور (دیکھو) یہ چارپائے (جنہیں تم پالتے ہو) ان میں تمہارے غور کرنے اور نتیجہ نکالنے کی کتنی بڑی عبرت ہے؟ ان کے جسم سے ہم خون و کثافت کے درمیان دودھ پیدا کر دیتے ہیں جو پینے والوں کے لئے بے غل و غش مشروب ہوتا ہے (اسی طرح) کھجور اور انگور کے پھل ہیں جن سے نشہ کا عرق اور اچھی غذا دونوں طرح کی چیزیں حاصل کرتے ہو، بلاشبہ اس بات میں اربابِ عقل کے لئے (ربوبیتِ الٰہی کی) بڑی ہی نشانی ہے۔

وَ اَوْحٰى رَبُّكَ اِلَى النَّحْلِ اَنِ اتَّخِذِىْ مِنَ الْجِبَالِ بُيُوْتًا وَّ مِنَ الشَّجَرِ وَ مِمَّا يَعْرِشُوْنَ ○ ثُمَّ كُلِىْ مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ فَاسْلُكِىْ سُبُلَ رَبِّكِ ذُلُلًا ؕ يَخْرُجُ مِنْۢ بُطُوْنِهَا شَرَابٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ فِيْهِ شِفَآءٌ لِّلنَّاسِ ؕ اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيَةً لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ○ (۱٦ : ٦٨-٦٩)

اور (پھر دیکھو) تمہارے پروردگار نے شہد کی مکھی کی طبیعت میں یہ بات ڈال دی کہ پہاڑوں میں اور درختوں میں اور ان ٹہنیوں میں جو اس غرض کے لئے بلند کر دی جاتی ہیں، اپنے لئے گھر بنائے پھر ہر طرح کے پھولوں سے رس چوسے پھر اپنے پروردگار کے ٹھہرائے ہوئے طریقوں پر کامل فرمانبرداری کے ساتھ گامزن ہوئیں (چنانچہ تم دیکھتے ہو کہ) اس کے شکم سے مختلف رنگتوں کا رس نکلتا ہے جس میں انسان کے لئے شفا ہے۔ بلاشبہ اس بات میں ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرتے ہیں (ربوبیتِ الٰہی) کی عجائب آفرینیوں کی بڑی ہی نشانی ہے)۔

جس طرح قرآن نے وجودِ خالق کے ثبوت میں جابجا خلقت سے استدلال کیا ہے اسی طرح وہ نظامِ حیات اور تخلیقِ کائنات کے احوال سے ربوبیت کا بھی استدلال کرتا ہے۔ یعنی دنیا میں ہر چیز مربوب ہے اس لئے ضروری ہے کہ کوئی رب بھی ہو اور دنیا میں ربوبیت کامل اور بے داغ ہے اس لئے ضروری ہے کہ وہ رب کامل ہو اور بے داغ ہو۔

زیادہ واضح لفظوں میں اسے یوں ادا کیا جا سکتا ہے۔ کہ ہم دیکھتے ہیں کہ دنیا میں ہر چیز ایسی ہے کہ اسے پرورش کی احتیاج ہے اور اس کی پرورش کے سامان مہیا ہیں بس ضروری ہے کہ کوئی پرورش کرنے والا بھی موجود ہو۔ یہ پرورش کرنے والا کون ہو سکتا ہے؟ یقیناً وہ نہیں ہو سکتا جو خود محتاجِ پرورش ہو۔ قرآن کی مندرجہ ذیل آیات اس استدلال پر مبنی ہیں:

اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَحْرُثُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ تَزْرَعُوْنَهٗٓ اَمْ نَحْنُ الزّٰرِعُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنٰهُ حُطَامًا فَظَلْتُمْ تَفَكَّهُوْنَ ۝ اِنَّا لَمُغْرَمُوْنَ ۝ بَلْ نَحْنُ مَحْرُوْمُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ الْمَآءَ الَّذِيْ تَشْرَبُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْزَلْتُمُوْهُ مِنَ الْمُزْنِ اَمْ نَحْنُ الْمُنْزِلُوْنَ ۝ لَوْ نَشَآءُ جَعَلْنٰهُ اُجَاجًا فَلَوْلَا تَشْكُرُوْنَ ۝ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ ۝ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِــُٔوْنَ ۝ (٥٦ : ٦٣-٧٢)

اچھا تم نے اس بات پر غور کیا کہ جو کچھ تم کاشت کاری کرتے ہو اسے تم اُگاتے ہو یا ہم اُگاتے ہیں اگر ہم چاہیں تو اسے چورا چورا کر دیں۔ اور تم صرف یہ کہنے کے لئے رہ جاؤ کہ افسوس ہمیں تو اس نقصان کا تاوان ہی دینا پڑے گا بلکہ ہم تو اپنی محنت کے سارے فائدوں سے ہی محروم ہو گئے۔ اچھا تم نے یہ بات بھی دیکھی کہ یہ پانی جو تمہارے پینے میں آتا ہے اسے کون برساتا ہے؟ اگر ہم چاہیں تو اسے (سمندر کے پانی کی طرح) کڑوا کر دیں پھر کیا اس نعمت کے لئے ضروری نہیں کہ تم شکر گزار ہو؟ اچھا تم نے یہ بات بھی دیکھی کہ یہ آگ جو تم سلگاتے ہو تو اس کے لئے لکڑی تم نے پیدا کی یا ہم پیدا کر رہے ہیں۔

ربوبیت — وجودِ معاد پر استدلال:

اسی طرح وہ 'تخلیق بالحق' سے معاد یا حیات بعد الممات پر بھی استدلال کرتا ہے۔ یہی وہ منزل ہے جس کی طرف پورا کاروانِ ہستی چلا جا رہا ہے کیونکہ ممکن ہے کہ انسان کو محض اس لئے بنایا گیا ہو کہ وہ چند روز زندہ رہے پھر سر تا سر نیست و نابود ہو جائے، یہ کس طرح ہو سکتا ہے کہ انسان جو کرۂ ارض کی بہترین مخلوق ہے اور جس کی جسمانی اور معنوی نشوونما کے لئے فطرتِ کائنات نے اس قدر اہتمام کیا ہے وہ کوئی بہتر استعمال اور بلند تر مقصد نہ رکھتا ہو؟ خالقِ کائنات نے جب ہر چیز کو ایک خاص غرض و غایت کے لئے تخلیق کیا ہے تو کیونکر باور کیا جا سکتا ہے کہ اس نے اپنے ایک بہترین مربوب یعنی انسان کو محض اس لئے بنایا ہو کہ مہمل اور بے نتیجہ چھوڑ دے۔

اَفَحَسِبْتُمْ اَنَّمَا خَلَقْنٰكُمْ عَبَثًا وَّ اَنَّكُمْ اِلَيْنَا لَا تُرْجَعُوْنَ ۝ فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۝ (۲۳ : ۱۱۵-۱۱۶)

کیا تم نے ایسا سمجھ رکھا ہے کہ ہم نے تمہیں بغیر کسی مقصد و نتیجہ کے پیدا کیا ہے اور تم ہماری طرف لوٹنے والے نہیں؟ اللہ جو اس کائناتِ ہستی کا حقیقی حکمران ہے اس سے بہت بلند ہے کہ ایک بیکار و عبث فعل کرے۔ کوئی معبود نہیں ہے مگر وہ جو (جہانداری کے) عرش بزرگ کا پروردگار ہے۔

اَوَلَمْ يَتَفَكَّرُوْا فِيْٓ اَنْفُسِهِمْ ۗ مَا خَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَآ اِلَّا بِالْحَقِّ وَ اَجَلٍ مُّسَمًّى ۗ وَ اِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ بِلِقَآئِ رَبِّهِمْ لَكٰفِرُوْنَ ۝ (۳۰ : ۸)

کیا ان لوگوں نے اپنے دل میں کبھی اس بات پر غور نہیں کیا کہ اللہ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے محض بیکار و عبث نہیں بنایا ہے ضروری ہے کہ حکمت و مصلحت کے ساتھ بنایا ہو اور اس کے لئے ایک مقررہ وقت ٹھہرا دیا ہو۔ اصل یہ ہے کہ انسانوں میں بہت سے لوگ ایسے ہیں جو اپنے پروردگار کی ملاقات سے یک قلم منکر ہیں۔

یہاں تک ہم نے یہ بات اسی سادہ طریقے پر بیان کر دی جو قرآن کے بیان و خطاب کا طریقہ ہے لیکن اس مطلب کو علمی بحث و گفتگو کے پیرائے میں یوں بیان کیا جا سکتا ہے کہ وجودِ انسان کرۂ ارضی کے سلسلۂ خلقت کی آخری اور اعلیٰ ترین کڑی ہے مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ اگر پیدائش حیات سے لے کر انسانی وجود کی تکمیل تک کی تاریخ پر نظر ڈالی جائے تو یہ ایک ناقابلِ شمار مدت کے مسلسل نشو و ارتقا کی تاریخ ہو گی۔

گویا فطرت نے لاکھوں کروڑوں برس کی کارفرمائی و صناعی سے کرۂ ارض پر جو اعلیٰ ترین وجود تیار کیا ہے۔ وہ انسان ہے۔ ماضی کے لئے اس نقطۂ بعید کا تصور کرو، جب ہمارا یہ کُرہ سورج کے ملتہب کرہ سے الگ ہوا تھا، نہیں معلوم کتنی مدت اس کے ٹھنڈے اور معتدل ہونے میں گزر گئی اور یہ اس قابل ہوا کہ زندگی کے عناصر اس میں نشو و نما پا سکیں اس کے بعد وہ وقت آیا جب اس کی سطح پر نشو و نما کی سب سے پہلی داغ بیل پڑی اور پھر نہیں معلوم کتنی مدت کے بعد زندگی کا وہ اولین تخم وجود میں آ سکا جسے پروٹوپلازم (Protoplasm) کے لفظ سے تعبیر کیا جاتا ہے، پھر حیاتِ عضوی کی نشو و نما کا دور شروع ہوا اور نہیں معلوم کتنی مدت اس پر گزر گئی کہ اس دور نے بسیط سے مرکب تک اور ادنیٰ سے اعلیٰ درجے تک ترقی کی منزلیں طے کیں یہاں تک کہ حیوانات کی ابتدائی کڑیاں ظہور میں آئیں اور پھر لاکھوں برس اس میں نکل گئے کہ یہ سلسلۂ وجودِ انسانی تک مرتفع ہوا۔ پھر انسان کے جسمانی ظہور کے بعد اس کے ذہنی ارتقا کا سلسلہ شروع ہوا اور بالآخر ہزاروں برس کے اجتماعی اور ذہنی ارتقا کے بعد وہ انسان ظہور پذیر ہو سکا جو کرۂ ارضی کے تاریخی عہد کا عقیل اور متمدن انسان ہے۔ گویا زمین کی پیدائش سے لے کر ترقی یافتہ انسان کی تکمیل تک جو کچھ گزر چکا ہے اور جو کچھ بنتا سنورتا رہا ہے وہ تمام تر انسان کی پیدائش و تکمیل ہی کی سرگزشت ہے۔

سوال یہ ہے کہ جس وجود کی پیدائش کے لئے فطرت نے اس درجہ اہتمام کیا ہے، کیا یہ سب کچھ اس لئے تھا کہ وہ پیدا ہو، کھائے پئے اور مر کر فنا ہو جائے۔ قدرتی طور پر اس سلسلہ میں ایک دوسرا سوال بھی پیدا ہوتا ہے کہ اگر وجودِ انسانی اپنے ماضی میں ہمیشہ یکے بعد دیگرے متغیر ہوتا اور ترقی کی اعلیٰ منزلوں پر پہنچتا رہا ہے تو مستقبل میں بھی یہی ترقی و ارتقاء کیوں جاری نہ رہے؟ اگر اس بات پر ہمیں تعجب نہیں ہوتا کہ ماضی میں بے شمار صورتیں مٹیں اور یکے بعد دیگرے نئی زندگیاں ظہور میں آئیں تو اس بات پر کیوں تعجب ہو، کہ انسان کی موجودہ زندگی کا مٹنا بھی بالکل مٹ جانا نہیں ہے بلکہ اس کے بعد بھی ایک اعلیٰ تر شکل اور زندگی ہے۔

اَيَحْسَبُ الْاِنْسَانُ اَنْ يُّتْرَكَ سُدًى ۝ اَلَمْ يَكُ نُطْفَةً مِّنْ مَّنِيٍّ يُّمْنٰى ۝ ثُمَّ كَانَ عَلَقَةً فَخَلَقَ فَسَوّٰى (۷۵ : ۳۶-۳۸)

کیا انسان خیال کرتا ہے کہ وہ مہمل چھوڑ دیا جائے گا اور اس زندگی کے بعد دوسری زندگی نہ ہوگی کیا اس پر یہ حالت نہیں گزر چکی کہ پیدائش سے پہلے نطفہ تھا پھر نطفہ سے علقہ ہوا (یعنی جونک کی شکل ہو گئی) پھر علقہ سے (اس کا ڈیل ڈول) پیدا کیا گیا پھر (اس ڈیل ڈول کو) ٹھیک ٹھیک درست کیا۔

لَتَرْكَبُنَّ طَبَقًا عَنْ طَبَقٍ ۝ (۸۴ : ۱۹)

کہ تم کو درجہ بدرجہ ایک حالت سے دوسری حالت پر پہنچنا ہے۔

ربوبیت — وحی پر استدلال:

اسی طرح قرآن نظامِ ربوبیت یا رحمتِ الٰہی کے اعمال سے نیکی اور بدی کے ان قوانین پر بھی استدلال کرتا ہے جو حیاتِ انسانی میں کارفرما ہیں اور وحی و رسالت کی دلیل بھی پیش کرتا ہے۔ مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ جس رب العالمین نے ہر چیز کی جسمانی نشوونما کے لئے ایسا نظام قائم کر رکھا ہے، کیونکر ممکن ہے کہ اس نے روحانی فلاح و سعادت کے لئے کوئی قانون قاعدہ مقرر نہ کیا ہو جس سے انسان کی روحانی ضرورتوں کی تکمیل ہو۔

حٰمٓ ۝ تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ مِنَ اللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ۝ (۴۶ : ۱-۲)

یہ اللہ کی طرف سے کتاب (ہدایت) نازل کی جاتی ہے جو عزیز اور حکیم ہے۔

قرآن بے شک ان لوگوں سے واقف ہے جو وحیِ الٰہی کے اصول پر شبہ کرتے ہیں۔

وَ مَا قَدَرُوا اللّٰهَ حَقَّ قَدْرِهٖٓ اِذْ قَالُوْا مَآ اَنْزَلَ اللّٰهُ عَلٰى بَشَرٍ مِّنْ شَيْءٍ (۶ : ۹۱)

اور اللہ کے کاموں کی انہیں جو قدر شناسی کرنی تھی یقیناً انہوں نے نہیں کی جب انہوں نے یہ بات کہی کہ اللہ نے اپنے کسی بندے پر کوئی چیز نازل نہیں کی۔

اس کے لئے قرآن جسمانی دنیا کی تمثیل پیش کرتا ہے کہ جس طرح انسان کی جسمانی ضرورتوں کی تکمیل کے لئے ایک باقاعدہ نظام موجود ہے، اسی طرح اس کی روحانی ہدایت کے لئے بھی سر و سامان مہیا کیا گیا ہے۔ ربوبیتِ الٰہی، خدا کی تخلیقی سرگرمیوں کا ایک مظہر ہے جو اس کی صفتِ رحمت پر دلالت کرتا ہے جس کے بارے میں مولانا آزاد کے خیالات کو اگلے باب میں بیان کیا گیا ہے۔

صفتِ رحمت

ربوبیت الٰہی کا نظام جس پر گزشتہ باب میں روشنی ڈالی گئی ہے زندگی کی ایک جاذبِ توجہ حقیقت ہے لیکن مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ کائناتِ ہستی کے ہر گوشہ میں ربوبیت الٰہی سے بھی زیادہ وسیع حقیقت کارفرما ہے جس پر خود ربوبیت کا انحصار ہے۔ قرآن اسے رحمت یا رحمانیت یا رحمیت سے تعبیر کرتا ہے۔ جو ہر مخلوق کو جمال و تکمیل عطا کرتی ہے قرآن کا ارشاد ہے کہ:

وَ رَحْمَتِیْ وَسِعَتْ کُلَّ شَیْءٍ ؕ (۷ : ۱۵٦)

اور میری رحمت دنیا کی ہر چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

قرآن کی پہلی سورہ یعنی سورہ فاتحہ کی دوسری آیت میں رحمت کے تصور کو واضح طور پر پیش کیا گیا ہے۔ بلکہ سورۂ فاتحہ کے سرِ عنوان "بسم اللہ الرحمٰن الرحیم" ہی میں اس تصور کی نقش آرائی کر دی گئی ہے اس میں "الرحمٰن" اور "الرحیم" کے جو الفاظ استعمال کئے گئے ہیں دونوں کا مادہ رحمت ہے۔ عربی میں رحمت کے معنی میں ایسی رقت و نرمی جس سے کسی دوسرے کے لئے شفقت کا اظہار ہو پس رحمت میں محبت، شفقت، فضل اور احسان سب کا مفہوم داخل ہے 'الرحمٰن' کے معنی ہیں جس میں رحمت ہے اور 'الرحیم' کا مفہوم ہے، ایسی ذات جس میں نہ صرف رحمت ہے بلکہ جس سے ہمیشہ رحمت کا ظہور ہوتا رہتا ہے یا ایسی ہستی جس سے کائنات خلقت کی ہر شے ہر لمحہ فیضیاب ہوتی رہتی ہے۔ ان دونوں حیثیتوں کو ایک ساتھ واضح کرنے میں قرآن کا مقصد یہ ہے کہ رحمتِ الٰہی کی ہمہ گیری کو واضح کیا جائے۔ ربوبیت کی غایت کائنات کی پرورش ہے لیکن صرف پرورش ہی زندگی کا منتہیٰ نہیں ہے۔ اس پورے کارخانۂ ہستی کی تخلیق بے معنی ہو کر رہ جاتی اگر اس کے ہر عمل میں بتدریج بناؤ اور سنوار کا خاصہ نہ ہوتا۔ فلسفہ کہتا ہے کہ

فطرت کا منشاء اور مقتضاء یہ ہے کہ وہ بنائے، سنوارے اور نکھارے۔ بناؤ کا مزاج اعتدال چاہتا ہے اور حسن تناسب کا متقاضی ہوتا ہے اور اعتدال و تناسب دنیا کے تمام تعمیری حقائق کی اصل ہے لیکن سوال پیدا ہوتا ہے کہ فطرت کائنات میں صرف تعمیر کی ضرورت کیوں ہے۔ محض ہم آہنگی کیوں ہے انحراف و تجاوز کیوں نہیں؟ فلسفہ ان سوالات کا جواب نہ دے سکا۔ ایک مشہور فلسفی کا قول ہے کہ جس مقام سے یہ 'کیوں' شروع ہوتا ہے فلسفہ کی سرحد ختم ہو جاتی ہے لیکن قرآن اس کا جواب دیتا ہے وہ کہتا ہے یہ 'ضرورت' رحمتِ الٰہی کی ضرورت ہے۔ رحمتِ الٰہی چاہتی ہے کہ جو کچھ ظہور میں آئے وہ جمیل و زیبا ہو اور اسی لئے ایسا ہوتا ہے۔ قرآن سوال کرتا ہے:۔

قُلْ لِّمَنْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ قُلْ لِّلّٰهِ ؕ كَتَبَ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ؕ (۶ : ۱۲)

آسمان و زمین میں جو کچھ ہے وہ کس کے لئے ہے؟ (اے پیغمبرؐ) کہہ دیجئے کہ اللہ کے لئے ہے جس نے اپنے لئے ضروری ٹھہرالیا ہے کہ رحمت ہو۔

اس سلسلہ میں مولانا آزاد نے قرآن کی متعدد آیات پیش کی ہیں جن میں اس امر پر زور دیا گیا ہے کہ کائناتِ ہستی کے ہر ذرہ میں حسن و خوبی ہے اور یہ تمام کارگاہِ عالم اسی لئے بنا ہے کہ انسان کو اس سے فائدہ پہنچے اس آیتِ قرآنی میں اسی صداقت کو بیان کیا گیا ہے۔

وَ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِي السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا مِّنْهُ ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ ۝ (۴۵ : ۱۳)

اور آسمانوں اور زمینوں میں جو کچھ بھی ہے وہ سب اللہ نے تمہارے لئے مسخر کر دیا ہے (یعنی ان کی قوتیں اور تاثیریں اس طرح تمہارے تصرف میں دے دی گئی ہیں کہ جس طرح چاہو کام لے سکتے ہو۔) بلاشبہ ان لوگوں کے لئے جو غور کرنے والے ہیں اس بات میں (معرفت حق کی) بڑی ہی نشانیاں ہیں۔

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ کائناتِ ہستی میں رحمتِ الٰہی کا نظام کچھ اس طرح کارفرما ہے کہ بیک وقت ہر مخلوق کو یکساں طور پر نفع پہنچاتا ہے اگر ایک عالی شان محل میں رہنے والا انسان یہ محسوس کر سکتا ہے کہ تمام کارخانۂ ہستی اُسی کی کاربرآریوں کے لئے ہے تو ٹھیک اسی طرح ایک چیونٹی بھی یہ کہہ سکتی ہے کہ فطرت کی ساری کارفرمائیاں صرف اسی کی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لئے ہیں اور کون ہے جو اس بات سے انکار کر سکتا ہے۔ کیا فی الحقیقت سورج اس لئے نہیں ہے کہ چیونٹی کو حرارت پہنچائے، کیا بارش اس لئے نہیں ہے کہ اس کے واسطے رطوبت مہیا کرے اور ہوا اس لئے نہیں ہے کہ اس کی ناک تک، شکر کی بو پہنچائے؟ کیا زمین اس کے لئے ہر موسم کے مطابق مقام و پناہ گاہ فراہم نہیں کرتی؟ دراصل فطرت کی بخشائشوں کا قانون کچھ ایسا عام اور ہمہ گیر واقع ہوا ہے کہ بیک وقت ہر مخلوق کو یکساں طور پر فائدہ پہنچاتا ہے:

وَ مَا مِنْ دَآبَّةٍ فِي الْاَرْضِ وَلَا طٰٓئِرٍ يَّطِيْرُ بِجَنَاحَيْهِ اِلَّآ اُمَمٌ اَمْثَالُكُمْ ؕ (۶ : ۳۸)

اور زمین کے تمام جانور اور (پردار) بازوؤں سے اڑنے والے تمام پرند دراصل تمہاری ہی طرح امتیں ہیں۔

تخریب و تعمیر:

البتہ یہ حقیقت فراموش نہیں کرنی چاہیے کہ دنیا عالم کون و فساد ہے، یہاں ہر بننے کے ساتھ بگڑتا ہے اور ہر بکھرنے کے ساتھ سمٹتا ہے جس طرح سنگ تراش کا پتھر کو توڑنا پھوڑنا اس لئے ہوتا ہے کہ خوبی و دلآویزی کا ایک پیکر تیار کر دے۔ اسی طرح کائنات عالم کا تمام بگاڑ بھی اسی لئے ہے کہ بناؤ اور خوبی کا فیضان ظہور میں آئے۔ فطرت اسی نہج سے ہستی کی عمارت کا ایک ایک گوشہ تیار کرتی رہتی ہے وہ پوری احتیاط اور توجہ کے ساتھ اس کارخانہ کا ایک ایک کیل پرزہ ڈھالتی رہتی ہے۔ اور حسن و خوبی کی حفاظت کے لئے ہر رکاوٹ کا مقابلہ اور ہر نقصان کا ازالہ کرتی رہتی ہے، تعمیر و تکمیل کی یہی سرگرمیاں ہیں جو بظاہر تخریب و تباہی کی ہولناکیاں دکھائی دیتی ہیں۔ حالانکہ کارخانۂ ہستی میں تخریب کہاں ہے جو کچھ وقوع پذیر ہوتا ہے وہ تعمیر ہی کا ثبوت ہے۔ سمندروں میں طوفان، دریاؤں میں طغیانیاں، پہاڑوں میں آتش فشانی، جاڑوں میں برف باری، گرمیوں میں بادِ سموم۔ بارش میں ہنگامۂ ابر و باد و برق و رعد یہ سب اگرچہ بظاہر خوش آئند نہیں ہوتے لیکن حقیقت یہ ہے کہ ان میں سے ہر حادثہ کائناتِ ہستی کی تعمیر و درستگی کے لئے اتنا ہی ضروری ہے جس قدر کوئی مفید سے مفید چیز تمہاری نظر میں ہو سکتی ہے۔ اگر سمندروں میں طوفان نہ اٹھتے تو میدانوں کو بارش کا ایک قطرہ بھی میسر نہ آتا۔ اگر بادلوں میں گرج کڑک نہ ہوتی تو بارانِ رحمت کا فیضان بھی نہ ہوتا۔ اگر آتش فشاں پہاڑوں کی چوٹیاں نہ پھٹتیں تو زمین کے اندر کا کھولتا ہوا لاوا اس کرۂ ارض کی تمام سطح کو پارہ پارہ کر دیتا اور اس کے اوپر پھیل جاتا، تم پوچھ بیٹھو گے کہ زمین کے اندر یہ کھولتا ہوا لاوا پیدا ہی کیوں کیا گیا؟

لیکن تمہیں جاننا چاہیے کہ اگر یہ مادہ نہ ہوتا تو زمین کی قوتِ نشو و نما کا ضروری عنصر مفقود ہو جاتا۔ یہی وہ حقیقت ہے جس کی جانب قرآن نے جابجا اشارے کئے ہیں۔ مثلاً قرآن کہتا ہے:۔

وَ مِنْ اٰيٰتِهٖ يُرِيْكُمُ الْبَرْقَ خَوْفًا وَّ طَمَعًا وَّ يُنَزِّلُ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَيُحْيٖ بِهِ الْاَرْضَ بَعْدَ مَوْتِهَا ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّعْقِلُوْنَ ○ (۳۰ : ۲۴)

اور (دیکھو) اس کی قدرت و حکمت کی نشانیوں میں سے ایک نشانی یہ ہے کہ بجلی کی چمک اور کڑک نمودار کرتا ہے اور اس سے تم پر خوف اور امید دونوں کی حالتیں طاری ہو جاتی ہیں اور آسمان سے پانی برساتا ہے اور پانی کی تاثیر سے زمین مرنے کے بعد دوبارہ جی اٹھتی ہے۔ بلاشبہ اس صورت حال میں ان لوگوں کے لئے جو عقل و بینش رکھتے ہیں۔ (حکمت الہٰی کی) بڑی ہی نشانیاں ہیں۔

جمالِ فطرت:

قرآن کہتا ہے کہ فطرت کی سب سے بڑی بخشائش اس کا عالمگیر حسن و جمال ہے جو رحمتِ الٰہی کا عکس ہے۔ فطرت صرف بناتی اور سنوارتی ہی نہیں بلکہ وہ اس طرح بناتی اور سنوارتی ہے کہ اس کا ہر نقش نظر افروز ہوتا ہے۔ دراصل کائناتِ ہستی کا مایۂ خمیر ہی حسن و زیبائی ہے، فطرت نے جس طرح اس کے بناؤ کے لئے عناصر پیدا کئے اسی طرح چہرۂ وجود کی آرائش و زیبائش کے لئے روشنی، رنگ، خوشبو اور نغمہ کی تخلیق کی۔

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ۙ ○ الَّذِيْٓ اَحْسَنَ كُلَّ شَيْءٍ خَلَقَهٗ (۳۲: ۶-۷)

یہ اللہ ہے محسوسات اور غیر محسوسات کا جاننے والا، طاقت والا، رحمت والا، جس نے جو چیز بنائی حسن و خوبی کے ساتھ بنائی۔

بلاشبہ ہم کائناتِ ہستی میں خوبی و دلربائی کے پہلو بہ پہلو زشتی و بدصورتی کے مظاہر بھی پاتے ہیں، بلبل کی نغمہ سنجیوں کے ساتھ ساتھ زاغ و زغن کا شور و غوغا بھی ہم سنتے ہیں، سازِ فطرت کے تاروں میں اتار چڑھاؤ کے تمام آہنگ موجود ہیں اور کائناتِ ہستی میں تناسب و ہم آہنگی کا یہی قانون کارفرما ہے۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَ اِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَ لٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ○ (۱۷: ۴۴)

ساتوں آسمانوں اور زمین اور جو کوئی بھی ان میں ہے سب اپنی بناوٹ کی خوبی اور صفت کے کمال میں اللہ کی بڑائی اور پاکی کا (زبانِ حال سے) اعتراف کر رہے ہیں اور اتنا نہیں (بلکہ کائنات خلقت میں) کوئی چیز بھی ایسی نہیں جو (زبانِ حال سے) اس کی تسبیح و تحمید نہ کر رہی ہو مگر (افسوس کہ) تم (اپنے جہل و غفلت سے) اس ترانۂ تسبیح کو سمجھتے نہیں۔ بلاشبہ وہ بڑا ہی بُردبار (اور) بڑا ہی بخش دینے والا ہے۔

قرآن کہتا ہے حسن عبارت ہے تناسب و موزونیت سے اور ہر وجود کو یہ خوبی عطا کی گئی ہے اور اس کی ساخت و ترکیب میں کوئی نقص نہیں ہے۔

فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ اَحْسَنُ الْخٰلِقِيْنَ ○ (۲۳: ۱۴)

پس کیا ہی بابرکت ذات ہے اللہ کی بنانے والوں میں سب سے زیادہ حسن و خوبی کے ساتھ بنانے والا۔

الَّذِيْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ۭ مَا تَرٰى فِيْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ۭ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ ○ ثُمَّ ارْجِعِ الْبَصَرَ كَرَّتَيْنِ يَنْقَلِبْ اِلَيْكَ الْبَصَرُ خَاسِئًا وَّ هُوَ حَسِيْرٌ ○ (۶۷: ۳ - ۴)

اس نے تہ بہ تہ سات آسمان پیدا کئے تو (خدائے) رحمن کی اس صنعت میں کچھ نقص نہ دیکھے گا، پھر آنکھ اٹھا کر دیکھ بھلا تجھ کو (آسمان میں) کوئی شگاف نظر آتا ہے پھر دوبارہ (اچھی طرح) دیکھ (نتیجہ یہ ہوگا) کہ ہر بار نظر ناکام ہو کر اور تھک کر تیرے پاس لوٹ آئے گی۔

اس آیت میں خدائے رحمن کی کاریگری کے الفاظ استعمال کئے گئے ہیں۔ قرآن کہتا ہے کہ ہر چیز ایک ایسی ہستی کی پیدا کی ہوئی ہے جو صرف خالق نہیں بلکہ ساتھ ہی خدائے رحمت بھی ہے اور جہاں رحمت کی کارفرمائی ہوگی وہاں جمال و تکمیل کی جلوہ گری بھی ہوگی۔ مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ زندگی میں رحمت کی کارفرمائی نہ صرف یہ کہ توحید الٰہی کی شہادت ہے بلکہ وحی اور معاد کا بھی اس سے ثبوت ملتا ہے۔

زندگی کی ہماہمی:

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ کائناتِ ہستی میں جو سرگرمی اور ہماہمی نظر آتی ہے وہ رحمتِ الٰہی کا ایک جلوہ ہے وہ کہتے ہیں کہ کائناتِ ہستی کے ہر میدان اور ہر گوشے میں جہد حیات کا جلوہ نظر آتا ہے اور زندگی بحیثیت مجموعی ایک آزمائش مسلسل ہے۔

لَقَدْ خَلَقْنَا الْاِنْسَانَ فِیْ كَبَدٍ ۝ (۹۰ : ۴)

بلاشبہ ہم نے انسان کو اس طرح بنایا ہے کہ اس کی زندگی مشقتوں سے گھری ہوئی ہے۔

تاہم فطرت نے کارخانۂ معیشت کا ڈھنگ کچھ اس طرح کا بنا دیا ہے اور طبیعتوں میں کچھ اس طرح کے جذبے اور ولولے ودیعت کر دیے ہیں کہ انسان اپنے آپ کو پورے انہماک کے ساتھ کسی نہ کسی مشغولیت اور سرگرمی میں مصروف رکھتا ہے اور زندگی کا یہی انہماک ہے، جس کی بدولت وہ نہ صرف زندگی کی مشقتیں برداشت کرتا ہے بلکہ انہیں مشقتوں سے اپنی راحت و مسرت کے سامان مہیا کر لیتا ہے۔ مشقتیں جتنی زیادہ ہوتی ہیں زندگی کی دلچسپی اور محبوبیت بھی اتنی ہی بڑھ جاتی ہے۔ اگر انسان کی زندگی ان آزمائشوں سے خالی ہو جائے تو وہ محسوس کرے گا کہ زندگی کی ساری لذتوں سے محروم ہو گیا ہے اور اب زندہ رہنا اس کے لئے ایک ناقابلِ برداشت بوجھ ہے۔ مولانا آزاد نے مختلف النوع انسانی تجربات اور فطرت کے اختلاف و تنوع سے اس بات کا اشہاد کیا ہے۔ اس سلسلہ میں بالخصوص قانونِ ترویج یا اصول تثنیہ یعنی ہر چیز کے دو دو ہونے کا ذکر کرتے ہیں اور اسے سرگرمِ حیات کی معاون قوت قرار دیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں کہ اس کائنات ہستی میں کوئی چیز اکہری اور طاق نہیں پیدا کی گئی ہے۔ ہر چیز میں جفت اور دو ہونے کی قوت کام کر رہی ہے۔ یعنی ہر چیز دوسری چیز سے مل کر مکمل ہوتی ہے۔ دن کے لئے رات ہے۔ صبح کے لئے شام ہے۔ نر کے لئے مادہ ہے مرد کے لئے عورت ہے اور زندگی کے لئے موت ہے۔

وَمِنْ كُلِّ شَیْءٍ خَلَقْنَا زَوْجَیْنِ لَعَلَّكُمْ تَذَكَّرُوْنَ ۝ (۵۱ : ۴۹)

اور ہر چیز میں ہم نے جوڑے پیدا کر دیے یعنی دو (اور متقابل اشیاء پیدا کیں) تاکہ تم یاد کرو۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَ مِنْ اَنْفُسِهِمْ وَ مِمَّا لَا یَعْلَمُوْنَ ۝ (۳۶ : ۳۶)

پاکی اور بزرگی ہے اس ذات کے لئے جس نے زمین کی پیداوار میں اور انسان میں اور ان تمام مخلوقات میں جن کا انسان کو علم نہیں دو دو اور متقابل چیزیں پیدا کیں۔

یہی قانون فطرت ہے جس نے مرد اور عورت میں جذب و انجذاب کے ایسے وجدانی احساسات ودیعت کر دیے ہیں کہ اس کی بدولت ازدواجی زندگی کے ضروری تقاضوں کی تکمیل ہو جاتی ہے۔

فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ (۴۲ : ۱۱)

وہ آسمانوں اور زمین کا بنانے والا، اس نے تمہارے لئے تمہاری ہی جنس میں سے جوڑے بنا دیے (یعنی مرد کے لئے عورت اور عورت کے لئے مرد)۔ اسی طرح چارپایوں میں بھی جوڑے پیدا کر دیے۔

قرآن کہتا ہے یہ انتظام اس لئے ہے کہ محبت اور سکون ہو اور دو ہستیوں کی باہمی رفاقت و اشتراک سے زندگی کی محنتیں سہل اور گوارا ہو جائیں۔

وَ مِنْ اٰیٰتِهٖۤ اَنْ خَلَقَ لَکُمْ مِّنْ اَنْفُسِکُمْ اَزْوَاجًا لِّتَسْکُنُوْۤا اِلَیْهَا وَ جَعَلَ بَیْنَکُمْ مَّوَدَّةً وَّ رَحْمَةً ؕ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّقَوْمٍ یَّتَفَکَّرُوْنَ ۝ (۳۰ : ۲۱)

اور (دیکھو) اس کی رحمت کی نشانیوں میں سے یہ ہے کہ اس نے تمہارے لئے تم ہی میں سے جوڑے پیدا کر دیے (یعنی مرد کے لئے عورت اور عورت کے لئے مرد) تاکہ اس کی وجہ سے تمہیں سکون حاصل ہو۔ اور پھر (اس کی یہ کارروائی دیکھو) تمہارے درمیان (یعنی مرد اور عورت کے درمیان) محبت اور رحمت کا جذبہ پیدا کر دیا۔ بلاشبہ ان لوگوں کے لئے جو غور و فکر کرنے والے ہیں اس میں (حکمتِ الٰہی) بڑی ہی نشانیاں ہیں۔

بقائے انفع:

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ کائناتِ ہستی کا یہ حسن اور یہ ارتقاء زیادہ مدت تک قائم ہی نہیں رہ سکتا تھا اگر اس میں خوبی کی بقا اور خرابی کے ازالے کی قوت سرگرمِ کار نہ رہتی فطرت ہمیشہ فساد و نقص کو محو کرتی رہتی ہے اور جن چیزوں میں باقی رہنے کی خوبی ہوتی ہے انہیں باقی رکھتی ہے۔ عام اصطلاح میں اسے بقائے انفع سے تعبیر کیا جاتا ہے لیکن قرآن محض اشیا کے مادّی پہلو پر ہی نہیں بلکہ زندگی میں ان کی عام افادیت پر بھی زور دیتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ اس کارگاہِ ہستی میں وہی چیز باقی رہتی ہے جس میں حیات کے لئے کچھ نہ کچھ افادہ و فیضان ہو۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَسَالَتْ اَوْدِيَةٌ بِقَدَرِهَا فَاحْتَمَلَ السَّيْلُ زَبَدًا رَّابِيًا ؕ وَ مِمَّا يُوْقِدُوْنَ عَلَيْهِ فِى النَّارِ ابْتِغَآءَ حِلْيَةٍ اَوْ مَتَاعٍ زَبَدٌ مِّثْلُهٗ ؕ كَذٰلِكَ يَضْرِبُ اللّٰهُ الْحَقَّ وَ الْبَاطِلَ ۬ فَاَمَّا الزَّبَدُ فَيَذْهَبُ جُفَآءً ۚ وَ اَمَّا مَا يَنْفَعُ النَّاسَ فَيَمْكُثُ فِى الْاَرْضِ ؕ (۱۳ : ۱۷)

خدا نے آسمان سے پانی برسایا تو ندی نالوں میں جس قدر سمائی تھی اس کے مطابق بہ نکلے جس قدر کوڑا کرکٹ جھاگ بن کر اوپر آگیا تھا اسے سیلاب اٹھا کر بہا لے گیا اسی طرح جب زیور یا اور کسی طرح کا سامان بنانے کے لئے (مختلف قسم کی دھاتیں) آگ میں تپاتے ہیں تو اس میں بھی جھاگ اٹھتا ہے اور میل کچیل کٹ کر نکل جاتی ہے اسی طرح اللہ حق و باطل کی مثال بیان کر دیتا ہے۔ جھاگ رائیگاں جائے گا (کیوں کہ اس میں نفع نہ تھا)۔ جس چیز میں انسان کے لئے نفع ہو گا وہ زمین میں باقی رہ جائے گی۔

قضاء بالحق:

قرآن کہتا ہے کہ جس طرح کائناتِ ہستی کے مادی نظام میں وہی چیز باقی رہتی ہے جو نافع ہوتی ہے، ٹھیک یہی عمل معنویات میں بھی جاری ہے کہ وہی چیز باقی رہے گی جو نفع بخش ہو اس سلسلہ میں قرآن دو اصطلاحات استعمال کرتا ہے 'حق' اور 'باطل'۔

عربی میں حق کا مادہ 'حقق' ہے جس کا خاصہ ثبوت اور قیام ہے یعنی جو بات قائم رہنے والی اور انمٹ ہو اسے حق کہیں گے اور باطل ٹھیک اس کا نقیض ہے یعنی ایسی چیز جس میں ثبات و قیام نہ ہو پس جب کبھی حق اور باطل متقابل ہوں گے تو جیت حق کے لئے ہو گی۔ قرآن اسے قضاء بالحق سے تعبیر کرتا ہے۔

وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ ؕ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا ۝ (۱۷ : ۸۱)

اور کہہ دو حق نمودار ہو گیا اور باطل نابود ہوا اور یقیناً باطل نابود ہی ہونے والا تھا۔

قرآن میں جہاں کہیں حق کا لفظ استعمال کیا گیا ہے تو یہ صرف حق کے بقاو ثبات کا دعویٰ ہی نہیں ہوتا بلکہ اس کے جانچنے کا ایک معیار بھی پیش کرتا ہے تاکہ آسانی سے امتیاز پیدا کیا جا سکے کہ حق کیا ہے اور باطل کیا ہے۔ کونسی چیز رہنے والی ہے اور کونسی چیز فنا ہونے والی ہے۔ چنانچہ وہ اللہ کی نسبت بھی 'الحق' کی صفت استعمال کرتا ہے اور وحیِ تنزیل کو بھی الحق کہتا ہے۔

اگر فطرت کائنات زندگی کے لئے کار آمد اور بے کار چیزوں کو چھانٹتی نہ رہتی تو زندگی میں ایک انتشار برپا ہو جاتا اور تمام کارخانۂ ہستی درہم برہم ہو جاتا۔

وَلَوِ اتَّبَعَ الْحَقُّ اَهْوَآءَهُمْ لَفَسَدَتِ السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ وَ مَنْ فِيْهِنَّ (۲۳ : ۷۱)

اور اگر حق ان کی خواہشوں کی پیروی کرے تو یقین کرو یہ آسمان اور زمین اور جو کوئی اس میں ہے سب درہم برہم ہو کر رہ جاتے۔

لیکن قضاء بالحق کا یہ نتیجہ نہیں ہوتا کہ ہر باطل عمل یا وہ چیز جس میں زندگی کے لئے نفع نہیں ہے لازمی طور پر نابود ہو جائے یا ہر عمل حق فوراً فتح مند ہو جائے ایسا عمل قانونِ رحمت کے مغائر ہو گا۔ جس طرح مادیات میں تدریج و امہال کا قانون نافذ ہے۔ معنویات میں بھی وہی قانون کارفرما ہے تاکہ ہر نتیجہ کے ظہور اور عمل کے مکافات کے لئے مہلت مل سکے اگر ایسا نہ ہوتا تو ممکن نہ تھا کہ دنیا میں کوئی انسانی جماعت اپنی بدعملیوں کے ساتھ مہلت حیات پا سکتی۔

وَلَوْ يُعَجِّلُ اللّٰهُ لِلنَّاسِ الشَّرَّ اسْتِعْجَالَهُمْ بِالْخَيْرِ لَقُضِىَ اِلَيْهِمْ اَجَلُهُمْ ۔ (۱۰ : ۱۱)

اور جس طرح انسان فائدہ کے لئے جلد باز ہوتا ہے اگر اسی طرح اللہ انسان کو سزا دینے میں جلد باز ہوتا تو (انسان کی لغزشوں، خطاؤں کا یہ حال ہے کہ) کبھی کا فیصلہ ہو چکتا اور ان کا مقررہ وقت فوراً نمودار ہوتا۔

تدریج و امہال:

فطرت کے یہ قوانین اس طرح اپنا کام کرتے ہیں کہ کسی حالت میں بھی فوری اور ڈرامائی انداز میں اچانک تبدیلی رونما نہیں ہوتی بلکہ بتدریج ان کی نشوونما ہوتی ہے اور ہر نتیجہ کے ظہور کے لئے ایک خاص مدت اور ایک خاص وقت مقرر کر دیا گیا ہے۔ قرآن جہاں یہ کہتا ہے کہ جو بھی (قانونِ حیات) ہم نے نافذ کر دیا ہے۔ اس میں ردوبدل ممکن نہیں، وہیں یہ ارشاد بھی فرماتا ہے کہ ہم اس بنا پر انسان کو کسی نامناسب عذاب میں مبتلا نہیں کرتے (۵۱:۲۹)۔

فطرت نے ہر چیز کے تدریجی عروج و زوال کے لئے ایک خاص مدت مقرر کر دی ہے جس کا جلوہ صرف حیاتِ انسانی ہی میں نہیں بلکہ ہر تخلیق میں دکھائی دیتا ہے۔ ہر چیز کے لئے ایک خاص وقت یا قرآن کی زبان میں "اجل" کا تعین کر دیا گیا ہے جو موجوداتِ ہستی میں سے ہر موجود کے لئے الگ الگ نوعیت رکھتا ہے۔

تدریج و امہال کا یہ قانون خاص طور پر انسانی اعمال کے لئے ہے تاکہ ہر مرحلہ پر وہ توقف و تفکر سے کام لے اور قانونِ فطرت کی مہلت بخشیوں سے فائدہ اٹھائے چنانچہ توبہ و رجوع کے لئے رحمت کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ کارخانۂ حیات میں اگر رحمت نہ ہوتی تو زندگی سے کوئی چیز بھی افادہ و فیضان حاصل نہ کر سکتی اور انسان اپنی بدعملیوں کے ساتھ کبھی زندگی کی سانس نہ لے سکتا۔

لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ؕ بَلْ لَّهُمْ مَّوْعِدٌ لَّنْ يَّجِدُوْا مِنْ دُوْنِهٖ مَوْئِلًا ۝ (۱۸ : ۵۸)

اگر وہ ان لوگوں سے ان کے اعمال کے مطابق مواخذہ کرتا تو فوراً عذاب نازل ہو جاتا لیکن ان کے لئے ایک میعاد مقرر کر دی گئی ہے اور جب وہ نمودار ہو گی تو اس سے بچنے کے لئے کوئی پناہ کی جگہ نہ ملے گی۔

عملِ حق اور عملِ باطل دونوں کے لئے تدریج و امہال کا قانون کام کرتا ہے۔ البتہ عملِ حق کے لئے تاجیل اس واسطے ہوتی ہے کہ اس کی قوت کو تدریجی طور پر نشوونما پانے کا موقع ملے اور باطل کے لئے اس واسطے ہوتی ہے کہ اسے توبہ و رجوع کی مہلت حاصل ہو سکے۔

كُلًّا نُّمِدُّ هٰٓؤُلَآءِ وَهٰٓؤُلَآءِ مِنْ عَطَآءِ رَبِّكَ ۭ وَمَا كَانَ عَطَآءُ رَبِّكَ مَحْظُوْرًا ○ (۱۷ : ۲۰)

(اے پیغمبرؐ) ہم ان کو اور ان سب کو تمہارے پروردگار کی بخشش سے مدد دیتے ہیں اور تمہارے پروردگار کی بخشش کسی پر بند نہیں ہے۔

تاجیل:

اگر انسان ان مہلت بخشیوں سے فائدہ اٹھانا چاہتا ہے تو وہ اپنے اعمال کی اصلاح کرتا ہے اور آگے بڑھ سکتا ہے اور اس کے برعکس اگر وہ ان مواقع سے فائدہ نہ اٹھائے تو پھر فیصلۂ امر کا آخری وقت آجاتا ہے۔

فَاِذَا جَآءَ اَجَلُهُمْ لَا يَسْتَاْخِرُوْنَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُوْنَ ○ (۱۶ : ۶۱)

سو جب ان کا وقت مقرر آچکتا ہے تو اس سے نہ تو ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں نہ ایک گھڑی آگے بڑھ سکتے ہیں۔

قرآن کہتا ہے کہ ہر عمل کے نتیجہ کے ظہور کے لئے ایک خاص مدت اور ایک خاص وقت مقرر کر دیا گیا ہے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ اٰذَنْتُكُمْ عَلٰى سَوَآءٍ ۭ وَاِنْ اَدْرِيْٓ اَقَرِيْبٌ اَمْ بَعِيْدٌ مَّا تُوْعَدُوْنَ ○ (۲۱ : ۱۰۹)

پھر اگر یہ لوگ روگردانی کریں تو ان سے کہہ دو میں نے تم سب کو یکساں طور پر (حقیقتِ حال کی) خبر دے دی اور میں نہیں جانتا اعمالِ بد کے جس نتیجہ کا تم سے وعدہ کیا گیا ہے اس کا وقت قریب ہے یا ابھی دیر ہے۔

لیکن قرآن کہتا ہے کہ تم اپنے اوقات شماری کے پیمانے سے قوانینِ فطرت کی رفتارِ عمل کا اندازہ نہ لگاؤ۔ فطرت کا دائرۂ عمل اتنا وسیع ہے کہ تمہارے معیار حساب کتاب کی بڑی سے بڑی مدت اس کے لئے ایک دن کی مدت سے زیادہ نہیں۔

وَيَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ وَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ وَعْدَهٗ ○ وَاِنَّ يَوْمًا عِنْدَ رَبِّكَ كَاَلْفِ سَنَةٍ مِّمَّا تَعُدُّوْنَ ○ وَكَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ اَمْلَيْتُ لَهَا وَهِيَ ظَالِمَةٌ ثُمَّ اَخَذْتُهَا ۚ وَاِلَيَّ الْمَصِيْرُ ○ (۲۲ : ۴۷، ۴۸)

اور یہ لوگ عذاب کے لئے جلد بازی کر رہے ہیں (یعنی انکار و شرارت کی راہ سے کہتے ہیں اگر سچ مچ عذاب آنے والا ہے تو وہ کہاں ہے)۔ سو یقین کرو خدا اپنے وعدہ میں کبھی خلاف کرنے والا نہیں لیکن بات یہ ہے کہ تمہارے پروردگار کا ایک دن ایسا آتا ہے جیسے تمہارے حساب کا ہزار برس۔ چنانچہ کتنی ہی بستیاں ہیں جنہیں (عرصہ دراز تک) ڈھیل دی گئی

حالانکہ وہ ظالم تھیں پھر (جب ظہور نتائج کا وقت آگیا تو) ہمارا مواخذہ نمودار ہو گیا اور (ظاہر ہے کہ) لوٹ کر ہماری طرف آنا ہے۔

انسان عموماً اپنے اعمال کے فوری نتائج کا متوقع رہتا ہے۔ پیغمبرؐ کے زمانے کے عرب جوان کے مخالف و منکر تھے اکثر انھیں یہ طعنہ دیا کرتے تھے کہ اگر وہ گمراہی میں مبتلا ہیں تو انہیں فوراً اس کی سزا ملنی چاہیے، لیکن وہ یہ بھول جاتے ہیں کہ جزاءِ عمل میں تاخیر کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ توبہ و رجوع کی مہلت باقی رہے اور رحمت کا یہی قانون ہے جو اس کارخانۂ ہستی میں جاری و ساری ہے۔

وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ قُلْ عَسٰٓى اَنْ يَّكُوْنَ رَدِفَ لَكُمْ بَعْضُ الَّذِيْ تَسْتَعْجِلُوْنَ ۝ وَ اِنَّ رَبَّكَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَى النَّاسِ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَشْكُرُوْنَ ۝ (۲۷ : ۷۱-۷۳)

اور (اے پیغمبرؐ یہ حقیقت فراموش) کہتے ہیں اگر تم (نتائج ظلم و طغیان سے ڈرانے میں) سچے ہو تو وہ بات کب ہونے والی ہے؟ (اور کیوں نہیں ہو چکتی ان سے کہہ دو گھبراؤ نہیں) جس بات کے لئے تم جلدی مچا رہے ہو عجب نہیں اس کا ایک حصہ بالکل قریب آگیا ہو اور (اے پیغمبرؐ) تمہارا پروردگار انسان کے لئے بڑا ہی فضل رکھنے والا ہے (کہ ہر حال میں اصلاح اور تلافی کی مہلت دیتا ہے) لیکن (افسوس انسان کی غفلت پر) بیشتر ایسے ہیں (کہ اس کے فضل و رحمت سے فائدہ اٹھانے کی جگہ) اس کی ناشکری کرتے ہیں۔

وَ يَسْتَعْجِلُوْنَكَ بِالْعَذَابِ ط وَلَوْلَآ اَجَلٌ مُّسَمًّى لَّجَآءَهُمُ الْعَذَابُ ط وَ لَيَاْتِيَنَّهُمْ بَغْتَةً وَّهُمْ لَا يَشْعُرُوْنَ ۝ (۲۹ : ۵۳)

اور یہ لوگ عذاب کے لئے جلدی کرتے ہیں (یعنی انکار و شرارت کی راہ سے کہتے ہیں اگر واقعی عذاب آنے والا ہے تو کیوں نہیں آچکتا؟) اور واقعہ یہ ہے کہ اگر ایک خاص وقت نہ ٹھہرا دیا گیا ہوتا تو کب کا عذاب آچکا ہوتا۔ اور (یقین رکھو) جب وہ آئے گا تو اس طرح آئے گا کہ یکایک ان پر آگرے گا اور انہیں اس کا وہم و گمان بھی نہ ہو گا۔

وَمَا نُؤَخِّرُهٗٓ اِلَّا لِاَجَلٍ مَّعْدُوْدٍ ط ۝ (۱۱ : ۱۰۴)

اور (یاد رکھو) اگر ہم اس معاملہ میں تاخیر کرتے ہیں تو صرف اس لئے کہ ایک حساب کی ہوئی مدت کے لئے اسے تاخیر میں ڈال دیں۔

قابل غور بات یہ نہیں ہے کہ کسی عملِ بد کے نتیجہ کے ظہور میں کتنی مدت لگتی ہے بلکہ قابلِ لحاظ امر یہ ہے کہ آخر کار کس قسم کے انسان برومند ہوتے ہیں، قرآن کہتا ہے کہ آخر کار وہی انسان برومند ہوتے ہیں جو نیک عمل ہیں۔

قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ج فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ لا مَنْ تَكُوْنُ لَهٗ عَاقِبَةُ الدَّارِ ط اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ ۝ (۶ : ۱۳۵)

(اے پیغمبرؐ! تم ان لوگوں سے) کہہ دو کہ دیکھو (اب میرے اور تمہارے معاملہ کا فیصلہ اللہ کے ہاتھ ہے) تم جو کچھ کر رہے ہو اپنی جگہ کئے جاؤ اور میں بھی اپنی جگہ کام میں لگا ہوں، عنقریب معلوم ہو جائے گا کہ کون ہے جس کے لئے آخر کار (کامیاب) ٹھکانا ہے بلاشبہ (یہ اس کا قانون ہے کہ) ظلم کرنے والا کبھی فلاح نہیں پا سکتا۔

قرآن نے اس اصول کی تبلیغ کی ہے کہ ہر قسم کے فجور و فسق کی ناکامی یقینی ہے اور نیکی و نیک عملی کا برومند ہونا لازمی ہے۔ قرآن نے جہاں جہاں اس اصول کا ذکر کیا ہے یا اس پر زور دیا ہے ان تمام مقامات میں اس حقیقت کی طرف اشارہ کیا ہے مثلاً۔

اِنَّهٗ يُفْلِحُ الظّٰلِمُوْنَ (۶ : ۱۳۵) اِنَّهٗ لَا يُفْلِحُ الْمُجْرِمُوْنَ ۝ (۱۰ : ۱۷) لَا يُصْلِحُ عَمَلَ الْمُفْسِدِيْنَ (۱۰ : ۸۱) وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الْكٰفِرِيْنَ ۝ (۹ : ۳۷)

وَ اللّٰهُ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ (۳ . ۸۶)

اس معینہ اصول کا یہ مطلب نہیں ہے کہ ارشاد و ہدایت کا دروازہ عمداً ان پر بند کر دیا جاتا ہے اور ان درجوں میں جو انسان آتے ہیں وہ گمراہی کی زندگی پر مجبور کر دیے جاتے ہیں۔ افسوس ہے کہ قرآن کے مفسروں نے ان آیات کے مطالب اور قرآن کے اسلوبِ خاص کو سمجھنے میں غلطیاں کی ہیں۔ قرآن کے ان ارشادات کا مطلب تو یہ ہے کہ اس امر کے باوجود کہ کارخانۂ حیات میں قانون مواخذہ کارفرما ہے۔ رحمتِ الٰہی انسان کو اصلاح حال اور رجوع و انابت کی مہلتیں دیتی ہے لیکن جب ان مہلتوں کو بھی ٹھکرا دیا جاتا ہے یعنی جب گمراہی مسلط ہو جاتی ہے تو قانون مواخذہ اپنا عمل شروع کر دیتا ہے۔ ان مہلتوں سے فائدہ اٹھانے کو اصطلاح قرآنی میں (تمتع) کہا گیا ہے۔ یہی وہ تمتع ہے جو زندگی کی ہر حالت میں اور ہر انسان کو یکساں طور پر عطا ہوا ہے۔

بَلْ مَتَّعْنَا هٰٓؤُلَآءِ وَ اٰبَآءَهُمْ حَتّٰى طَالَ عَلَيْهِمُ الْعُمُرُ ؕ (۲۱ : ۴۴)

بلکہ بات یہ ہے کہ ہم نے ان لوگوں کو اور ان کے آباؤاجداد کو مہلت حیات سے بہرہ مند ہونے کے مواقع دیے یہاں تک کہ (خوشحالی کی) ان پر بڑی بڑی عمریں گزر گئیں۔

اسی طرح قرآن نے جابجا:

مَتَاعٌ اِلٰى حِيْنٍ (۲ : ۳۶) وَمَتَاعًا اِلٰى حِيْنٍ ۝ (۳۶ : ۴۴) فَتَمَتَّعُوْا فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ (۱۶ : ۵۵)

وغیرہ تعبیرات سے اس حقیقت پر زور دیا ہے۔

قضاء بالحق اور اقوام:

جس طرح انسانی اعمال میں قضاء بالحق یا بقا کا قانون کارفرما ہے اسی طرح قوموں یا جماعتوں کے معاملہ میں بھی اس قانون کی کارفرمائی موجود ہے اور وہ ان کے عروج و زوال کے حالات کا تعین کرتا ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ افراد کی طرح وہ

میں اور جماعتیں بھی جو زندگی کے لئے غیر نافع ہوتی ہیں، چھانٹ دی جاتی ہیں۔ صرف وہی اقوام اور جماعتیں ہی باقی رہتی ہیں جو مقصد حیات کی ترقی اور نشوونما کے لئے مفید ہوتی ہیں اور قانونِ رحمت یہی ہے کیوں کہ اگر ایسا نہ ہو تو دنیا میں انسانی ظلم و طغیان کے لئے کوئی روک تھام نہ رہے۔

وَ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّفَسَدَتِ الْاَرْضُ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ ذُوْ فَضْلٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ (۲ : ۲۵۱)

اور (دیکھو) اگر اللہ نے جماعتوں اور قوموں میں باہم گر تزاحم پیدا نہ کر دیا ہوتا اور وہ بعض آدمیوں کے ذریعہ بعض آدمیوں کو راہ سے ہٹاتا نہ رہتا تو یقیناً زمین میں خرابی پھیل جاتی لیکن اللہ کائنات کے لئے فضل و رحمت رکھنے والا ہے۔

ایک دوسرے موقع پر یہی حقیقت ان الفاظ میں بیان کی گئی ہے:

وَ لَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ النَّاسَ بَعْضَهُمْ بِبَعْضٍ لَّهُدِّمَتْ صَوَامِعُ وَ بِيَعٌ وَّ صَلَوٰتٌ وَّ مَسٰجِدُ يُذْكَرُ فِيْهَا اسْمُ اللّٰهِ كَثِيْرًا ؕ (۲۲ : ۴۰)

اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ اللہ بعض جماعتوں کے ذریعہ بعض جماعتوں کو ہٹاتا رہتا (تو یقین کرو دنیا میں) انسان کے ظلم و فساد کے لئے کوئی روک باقی نہ رہتی اور یہ تمام خانقاہیں گرجے اور عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں اس کثرت سے اللہ کا ذکر کیا جاتا ہے منہدم ہو کر رہ جاتیں۔

تدریج و امہال اجتماعی زندگی میں:

جس طرح فطرت کائنات کے تمام کاموں میں تدریج و امہال کا قانون کارفرما ہے اسی طرح قوموں اور جماعتوں میں بھی اس قانون کی کارفرمائی موجود ہے۔ اصلاح حال اور رجوع و انابت کا دروازہ ان کے لئے بھی ہمیشہ کھلا رہتا ہے۔ کیونکہ قانونِ رحمت کا مقتضا یہی ہے۔

وَ قَطَّعْنٰهُمْ فِى الْاَرْضِ اُمَمًا ۚ مِنْهُمُ الصّٰلِحُوْنَ وَ مِنْهُمْ دُوْنَ ذٰلِكَ ۫ وَ بَلَوْنٰهُمْ بِالْحَسَنٰتِ وَ السَّيِّاٰتِ لَعَلَّهُمْ يَرْجِعُوْنَ ○ (۷ : ۱۶۸)

اور ہم نے ایسا کیا کہ ان کے الگ الگ گروہ زمین میں پھیلا دیئے تو ان میں سے بعض تو نیک عمل تھے بعض دوسری طرح کے پھر ہم نے انہیں اچھائیوں اور برائیوں دونوں طرح کی حالتوں سے آزمایا تاکہ نافرمانی سے باز آجائیں۔

جس طرح افراد کے لئے راہِ راست پر لوٹنے کی ایک خاص مدت معین کر دی ہے اسی طرح اقوام کے لئے بھی اگر وہ راست سے بھٹک گئی ہوں تو سیدھے راستے پر واپس آنے کے لئے ایک مدت مقرر کر دی ہے۔

اَوَلَا يَرَوْنَ اَنَّهُمْ يُفْتَنُوْنَ فِىْ كُلِّ عَامٍ مَّرَّةً اَوْ مَرَّتَيْنِ ثُمَّ لَا يَتُوْبُوْنَ وَلَا هُمْ يَذَّكَّرُوْنَ ○ (۹ : ۱۲۶)

یہ لوگ نہیں دیکھتے کہ ان پر کوئی برس ایسا نہیں گزرتا کہ ہم انہیں ایک مرتبہ یا دو مرتبہ آزمائشوں میں نہ ڈالتے ہوں۔ (یعنی ان کے اعمال بد کے نتائج پیش نہ آتے ہوں)، پھر بھی نہ تو توبہ کرتے ہیں نہ حالات سے نصیحت پکڑتے ہیں۔

ان تمام مہلتوں کو اگر رائیگاں کر دیا جائے تو پھر قانون فطرت کے فیصلۂ امر کا آخری وقت نمودار ہو جاتا ہے۔

وَلِكُلِّ أُمَّةٍ أَجَلٌ ۚ فَإِذَا جَآءَ أَجَلُهُمْ لَا يَسْتَأْخِرُونَ سَاعَةً وَّلَا يَسْتَقْدِمُونَ ۝ (۷ : ۳۴)

اور (دیکھو) ہر امت کے لئے ایک مقررہ وقت ہے سو جب ان کا مقررہ وقت آچکتا ہے تو اس سے نہ تو ایک گھڑی پیچھے رہ سکتے ہیں نہ ایک گھڑی آگے بڑھ سکتے ہیں۔

وَمَآ أَهْلَكْنَا مِنْ قَرْيَةٍ إِلَّا وَلَهَا كِتَابٌ مَّعْلُومٌ ۝ مَا تَسْبِقُ مِنْ أُمَّةٍ أَجَلَهَا وَمَا يَسْتَأْخِرُونَ ۝ (۱۵ : ۴، ۵)

اور ہم نے کسی بستی کو ہلاک نہیں کیا مگر یہ کہ (ہمارے ٹھہرائے ہوئے قانون کے مطابق) ایک مقررہ میعاد اس کے لئے موجود تھی کوئی امت نہ تو اپنے مقررہ وقت سے آگے بڑھ سکتی ہے نہ پیچھے رہ سکتی۔

چنانچہ قضاء بالحق کا یہی قانون ناپسندیدہ اور غیر نافع افراد کو چھانٹ دیتا ہے اور ان کی جگہ مقصد حیات کی تکمیل کے لئے دوسروں کو لاکھڑا کرتا ہے۔

ذٰلِكَ أَنْ لَّمْ يَكُنْ رَّبُّكَ مُهْلِكَ الْقُرٰى بِظُلْمٍ وَّأَهْلُهَا غٰفِلُونَ ۝ وَلِكُلٍّ دَرَجٰتٌ مِّمَّا عَمِلُوْا ۚ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا يَعْمَلُونَ ۝ وَرَبُّكَ الْغَنِيُّ ذُو الرَّحْمَةِ ۚ إِنْ يَّشَأْ يُذْهِبْكُمْ وَيَسْتَخْلِفْ مِنْ بَعْدِكُمْ مَّا يَشَآءُ كَمَآ أَنْشَأَكُمْ مِّنْ ذُرِّيَّةِ قَوْمٍ اٰخَرِيْنَ ۝ (۶ : ۱۳۱-۱۳۳)

یہ (تبلیغ و ہدایت کا تمام سلسلہ) اس لئے ہے کہ تمہارے پروردگار کا یہ شیوہ نہیں کہ بستیوں کو ظلم و ستم سے ہلاک کر دے اور بسنے والے حقیقت حال سے بے خبر ہوں (اس کا قانون تو یہ ہے) کہ جیسا جس کا عمل ہے اسی کے مطابق اس کا ایک درجہ ہے اور اسی درجہ کے مطابق اچھے برے نتائج ظاہر ہوتے ہیں اور یاد رکھو جیسے کچھ کسی کے اعمال ہیں تمہارا پروردگار ان سے بے خبر نہیں ہے، تمہارا پروردگار رحمت والا بے نیاز ہے اگر وہ چاہے تو تمہیں راہ سے ہٹا دے اور تمہارے بعد جسے چاہے تمہارا جانشین بنا دے اسی طرح جس طرح ایک دوسری قوم کی نسل سے تمہیں اوروں کا جانشین بنا دیا ہے۔

اصلاح حال اور رجوع و انابت کی مہلت بخشی کے سلسلہ میں مولانا آزاد نے رحمتِ الٰہی کی حیرت انگیز کارفرمائیوں کا ذکر کیا ہے یہ ٹھیک ہے کہ قرآن نے ہر عمل کی جزا و سزا پر زیادہ زور دیا ہے۔ لیکن ساتھ ہی قرآن کا یہ ارشاد بھی ہے کہ یہ قانون اصلاح و رجوع کے دروازے بند نہیں کرتا۔ توبہ و اصلاح کی مہلتوں پر مہلتیں دی گئی ہیں۔ جوں ہی توبہ و انابت کا احساس انسان کے اندر جنبش میں آتا ہے رحمتِ الٰہی معاً قبولیت کا دروازہ کھول دیتی ہے اور اشکِ ندامت کا

ایک ایک قطرہ بد عملیوں اور گناہوں کے بے شمار داغ دھبے اس طرح دھو دیتا ہے کہ گویا اس کے دامنِ عمل پر کوئی دھبہ لگا ہی نہ تھا جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے التائب من الذنب کمن لاذنب له گناہ سے توبہ کرنے والا اس شخص کے مانند ہو جاتا ہے جس نے گناہ نہ کیا ہو۔ قرآن کہتا ہے:۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (۲۵ : ۷۰)

ہاں مگر جس کسی نے توبہ کی اور آیندہ کے لئے نیک عمل کی راہ اختیار کی تو یہ لوگ ہیں جن کی برائیوں کو اللہ اچھائیوں میں بدل دیتا ہے اور اللہ بڑا بخشنے والا بڑا رحم کرنے والا ہے۔

قرآن کریم نے رحمتِ الٰہی کی وسعت اور اس کی مغفرت و بخشش کی فراوانی کا جو نقشہ کھینچا ہے اس کی کوئی حد و انتہا نہیں ہے۔ کتنے ہی سخت گناہ ہوں، کیسی ہی شدید ان کی نوعیت ہو... اور کتنی ہی مدت کے گناہ ہوں لیکن ہر اُس انسان کے لئے جو اپنے گناہوں پر نادم ہو اور خلوص کے ساتھ اس کے دروازۂ رحمت پر دستک دے، رحمت و قبولیت اسے اپنی آغوش میں لے لے گی۔

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ (۳۹ : ۵۳)

اے میرے بندو! (جنہوں نے بد عملیاں کر کے) اپنی جانوں پر زیادتی کی ہے (تمہاری بد عملیاں کتنی ہی سخت اور کتنی ہی زیادہ کیوں نہ ہوں) مگر اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو یقیناً اللہ تمہارے تمام گناہ بخش دے گا۔ یقیناً وہ بڑا بخشنے والا بڑی ہی رحمت رکھنے والا ہے۔

صفتِ رحمت اور انسان

اس موقع پر یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ قرآن نے صفاتِ الٰہی خصوصاً اس کی صفتِ رحمت کی طرف کیوں اس طرح توجہ مبذول کرائی ہے۔

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ رحمت کی صفت خدا کی وہ صفت ہے جو اس کی تمام صفات پر حاوی ہے اور ہر ایک میں اس کا پر تو پایا جاتا ہے۔ اس کا جواب پیغمبرؐ نے ایک حدیث قدسی میں یوں دیا ہے کہ:

تم اپنے اندر صفاتِ الٰہی پیدا کرو۔

اور چونکہ رحمت ایک عالمگیر صفتِ الٰہی ہے اس لئے انسان کی اوّلین غایت یہ ہونی چاہیے کہ وہ اپنے فکر و عمل کے ہر شعبہ میں چاہے وہ سماجی ہو یا معاشی ہو یا سیاسی، اس عظیم صفت کی جھلک پیدا کرے۔

خدا اور بندے کے درمیان رشتۂ محبت:

قرآن نے اس حقیقت کو واضح کر دیا ہے کہ خدا اور اس کے بندوں کا رشتہ محبت کا رشتہ ہے۔

وَمِنَ النَّاسِ مَنْ يَّتَّخِذُ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اَنْدَادًا يُّحِبُّوْنَهُمْ كَحُبِّ اللّٰهِ ۭ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۭ (۲ : ۱۶۵)

اور 'دیکھو' انسانوں میں سے کچھ انسان ایسے ہیں جو دوسری ہستیوں کو اللہ کا ہم پلہ بنا لیتے ہیں وہ انہیں اس طرح چاہنے لگتے ہیں جس طرح اللہ کو چاہنا ہوتا ہے حالانکہ جو لوگ ایمان رکھنے والے ہیں ان کی زیادہ سے زیادہ محبت صرف اللہ ہی کے لئے ہوتی ہے۔

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (۳ : ۳۱)

(اے پیغمبرؐ! ان لوگوں سے) کہہ دو اگر واقعی تم اللہ سے محبت رکھنے والے ہو تو چاہیئے کہ میری پیروی کرو (میں تمہیں محبتِ الٰہی کی حقیقی راہ دکھا رہا ہوں۔ اگر تم نے ایسا کیا تو صرف یہی نہیں ہو گا کہ تم اللہ سے محبت کرنے والے ہو جاؤ گے بلکہ خود) اللہ تم سے محبت کرنے لگے گا اور تمہارے گناہ بخش دے گا۔ اور اللہ بخشنے والا رحمت والا ہے۔

قرآن جا بجا اس حقیقت پر زور دیتا ہے کہ ایمان باللہ کا نتیجہ اللہ کی محبت ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗٓ ۙ (۵ : ۵۴)

اے پیروان دعوت ایمانی! اگر تم میں سے کوئی شخص اپنے دین کی راہ سے پھر جائے گا تو (وہ یہ نہ سمجھے کہ دعوتِ حق کو اس سے کچھ نقصان پہنچے گا)۔

عنقریب اللہ ایک گروہ ایسے لوگوں کا پیدا کرے گا۔ جنہیں اللہ کی محبت حاصل ہو گی اور وہ اللہ کو محبوب رکھنے والے ہوں گے۔

قرآن کہتا ہے کہ محبت الٰہی کی راہ اس کی مخلوق کی محبت میں سے ہو کر گزرتی ہے جو انسان چاہتا ہے کہ خدا سے محبت کرے اسے چاہیئے کہ خدا کے بندوں سے محبت کرنا سیکھے۔

وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰي حُبِّهٖ (۲ : ۱۷۷)

اور جو اپنا مال اللہ کی محبت میں نکالتے اور خرچ کرتے ہیں۔

وَيُطْعِمُوْنَ الطَّعَامَ عَلٰي حُبِّهٖ مِسْكِيْنًا وَّيَتِيْمًا وَّاَسِيْرًا ○ اِنَّمَا نُطْعِمُكُمْ لِوَجْهِ اللّٰهِ لَا نُرِيْدُ مِنْكُمْ جَزَاۗءً وَّلَا شُكُوْرًا ○ (۷۶ : ۸ - ۹)

اور اللہ کی محبت میں وہ مسکینوں، یتیموں، قیدیوں کو کھلاتے ہیں (اور کہتے ہیں) ہمارا یہ کھلانا اس کے علاوہ کچھ نہیں ہے

کہ محض اللہ کے لئے ہے۔ ہم تم سے نہ تو کوئی بدلہ چاہتے ہیں نہ کسی طرح کی شکر گزاری۔

ایک حدیث قدسی میں یہی حقیقت نہایت مؤثر پیرایہ میں بیان کی گئی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ يَآ ابْنَ اٰدَمَ مَرِضْتُ فَلَمْ تَعُدْنِىْ قَالَ يَارَبِّ كَيْفَ اَعُوْدُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّ عَبْدِىْ فُلَانًا مَرِضَ فَلَمْ تَعُدْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ عُدْتَهٗ لَوَجَدْتَنِىْ عِنْدَهٗ يَآ ابْنَ اٰدَمَ اِسْتَطْعَمْتُكَ فَلَمْ تُطْعِمْنِىْ قَالَ يَا رَبِّ كَيْفَ اُطْعِمُكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ قَالَ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّهٗ اسْتَطْعَمَكَ عَبْدِىْ فُلَانٌ فَلَمْ تُطْعِمْهُ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْ اَطْعَمْتَهٗ لَوَجَدْتَّ ذَالِكَ عِنْدِىْ يَا ابْنَ اٰدَمَ اِسْتَسْقَيْتُكَ فَلَمْ تَسْقِنِىْ قَالَ يَارَبِّ كَيْفَ اَسْقِيْكَ وَاَنْتَ رَبُّ الْعَالَمِيْنَ قَالَ اسْتَسْقَاكَ عَبْدِىْ فُلَانٌ فَلَمْ تَسْقِهٖ اَمَا عَلِمْتَ اَنَّكَ لَوْسَقَيْتَهٗ لَوَجَدْتَ ذَالِكَ عِنْدِىْ اَخْرَجَهٗ مُسْلِمٌ (عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ)

قیامت کے دن ایسا ہو گا کہ خدا ایک انسان سے کہے گا۔ اے ابن آدم! میں بیمار ہو گیا تھا مگر تو نے میری بیمار پرسی نہ کی بندہ متعجب ہو کر کہے گا بھلا ایسا کیوں کر ہو سکتا ہے اور تو رب العالمین ہے۔ خدا فرمائے گا: کیا تجھے معلوم نہیں کہ میرا فلاں بندہ تیرے قریب بیمار ہو گیا تھا اور تو نے اس کی خبر نہیں لی تھی۔ اگر تو اس کی بیمار پرسی کے لئے جاتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔ اسی طرح خدا فرمائے گا: اے ابنِ آدم! میں نے تجھ سے کھانا مانگا تھا مگر تو نے نہیں کھلایا، بندہ عرض کرے گا بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ تجھے کسی بات کی احتیاج ہو؟ خدا فرمائے گا کیا تجھے یاد نہیں کہ میرے فلاں بھوکے بندے نے تجھ سے کھانا مانگا تھا اور تو نے انکار کر دیا تھا اگر تو اسے کھلاتا تو مجھے اسکے پاس پاتا۔ ایسے ہی خدا فرمائے گا اے ابن آدم! میں نے تجھ سے پانی مانگا مگر تو نے مجھے پانی نہ پلایا۔ بندہ عرض کرے گا بھلا ایسا کیسے ہو سکتا ہے کہ تجھے پیاس لگے تو خود پروردگار ہے، خدا فرمائے گا۔ میرے فلاں پیاسے بندے نے تجھ سے پانی مانگا لیکن تو نے اسے پانی نہ پلایا اگر تو اسے پانی پلا دیتا تو مجھے اس کے پاس پاتا۔

اعمال و عبادات:

اسی طرح قرآن نے اعمال و عبادات کی جو شکل و نوعیت قرار دی ہے اخلاق و خصائل میں سے جن جن باتوں پر زور دیا ہے اور اوامر و نواہی میں جو جو اصول و مبادی ملحوظ رکھے ہیں ان سب میں بھی یہی حقیقت کام کر رہی ہے۔ قرآن نے خدا کی کسی صفت کو بھی اس کثرت کے ساتھ نہیں دہرایا ہے اور نہ ہی کوئی مطلب اس درجہ اس کی صفات میں نمایاں ہے جس قدر رحمت کا ذکر ہے۔ اگر قرآن کے وہ تمام مقامات جمع کئے جائیں جہاں رحمت کا ذکر کیا گیا ہے تو ایسے مقامات تین سو سے زیادہ ہوں گے۔ اور اگر وہ تمام مقامات بھی شامل کر لئے جائیں جہاں اگرچہ لفظ رحمت استعمال نہیں ہوا ہے۔ لیکن ان کا تعلق رحمت ہی سے ہے جیسے ربوبیت، مغفرت، رافت، کرم، حلم، عفو وغیرہ تو پھر یہ تعداد اس حد تک پہنچ جاتی ہے کہ کہا جا سکتا ہے، قرآن اوّل سے لے کر آخر تک اس کے سوا کچھ نہیں ہے کہ رحمتِ الٰہی کا پیغام

ہے۔ پیغمبرِ اسلامؐ نے اپنے قول و عمل سے جو حقیقت ہم پر واضح کی ہے وہ تمام تر یہی ہے کہ خدا کی موحدانہ پرستش اور اس کے بندوں پر شفقت اور رحمت کی جائے۔ ایک مشہور حدیث ہمیں بتلاتی ہے کہ:

اِنَّمَا یَرْحَمُ اللّٰہُ مِنْ عِبَادِہِ الرُّحَمَآءَ (الحدیث)

خدا کی رحمت انہیں بندوں کے لئے ہے جو اس کے بندوں کے لئے رحمت رکھتے ہیں۔

حضرت مسیح علیہ السلام کا مشہور کلمۂ وعظ کہ "زمین والوں پر رحم کرو تاکہ وہ جو آسمان پر ہے تم پر رحم کرے"۔ بجنسہ پیغمبرِ اسلامؐ کی زبان پر بھی طاری ہوا۔

اِرْحَمُوْا مَنْ فِی الْاَرْضِ یَرْحَمُکُمْ مَنْ فِی السَّمَآءِ (الحدیث)

ایک سے زیادہ حدیثیں اس مضمون کی موجود ہیں کہ اللہ کی رحمت رحم کرنے والوں کے لئے ہے۔ اگرچہ یہ رحم ایک حقیر چڑیا ہی کے لئے کیوں نہ ہو۔

اصل یہ ہے کہ قرآن نے خدا پرستی کی بنیاد ہی اس جذبہ پر رکھی ہے کہ انسان اپنے قول و عمل میں خدا کی صفتوں کا پرتو پیدا کرے، وہ انسان کے وجود کو ایسی سرحد قرار دیتا ہے جہاں حیوانیت کا درجہ ختم ہوتا ہے اور ایک مافوق حیوانیت کا درجہ شروع ہو جاتا ہے۔ انسان کا جوہر انسانیت جو اسے حیوانیت کی سطح سے بلند و ممتاز کرتا ہے اور جو اسے اشرف المخلوقات کے مرتبہ تک پہنچاتا ہے، قرآن اسے خدا کی روح پھونک دینے سے تعبیر کرتا ہے۔

ثُمَّ سَوّٰىهُ وَ نَفَخَ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِهٖ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْئِدَةَ ؕ (۳۲ : ۹)

یعنی خدا نے آدم میں اپنی روح میں سے کچھ پھونک دیا اور اسی کا نتیجہ یہ نکلا کہ اس کے اندر عقل و حواس کا چراغ روشن ہو گیا۔

اوپر کی آیت سے یہ بات روشن ہو جاتی ہے کہ کائناتِ ہستی میں انسان کا مرتبہ اتنا بلند ہے کہ خدا نے خود اپنی روح اس میں پھونک دی ہے یعنی انسان کو عقل و ہوش کی زندگی میں رحمت کی کار فرمائی کے لئے یہ جوہر ودیعت کیا گیا۔

پس قرآن جہاں جہاں خدا کی رحمت کا تصور ہمارے دماغ میں پیدا کرنا چاہتا ہے تو یہ اس لئے ہے کہ وہ چاہتا ہے ہم بھی اپنے اندر رحمت اور ربوبیت کی ساری کیفیتیں پیدا کر لیں خدا کی دوسری صفات کو پیش کرنے کا مدعا بھی یہی ہے جس بات پر قرآن سب سے زیادہ زور دیتا ہے وہ بخشش و درگزر ہے۔ قرآن کی یہ تعلیم اس کا اصل اصول ہے۔ بلاشبہ اس نے یہ نہیں کہا کہ اپنے دشمنوں سے بھی پیار کرو لیکن اس نے یہ ضرور کہا کہ دشمنوں کو بھی بخش دو۔ جو دشمن کو بخش دینا سیکھ جائے گا۔ وہ خود بھی خدا کی بخشش کا مستحق ہو جائے گا۔ اپنے نفس کو آلودگیوں سے پاک و صاف کرنے کا یہی طریقہ ہے۔

ٰ الْكَاظِمِيْنَ الْغَيْظَ وَ الْعَافِيْنَ عَنِ النَّاسِ ؕ وَ اللّٰهُ يُحِبُّ الْمُحْسِنِيْنَ ۚ○ (۳ : ۱۳۴)

غصہ ضبط کرنے والے اور انسان کے قصور بخش دینے والے اور اللہ کی محبت انہیں کے لئے ہے جو احسان کرنے والے ہیں۔

وَ الَّذِيْنَ صَبَرُوا ابْتِغَآءَ وَجْهِ رَبِّهِمْ وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً وَّ يَدْرَءُوْنَ بِالْحَسَنَةِ السَّيِّئَةَ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عُقْبَى الدَّارِ ۙ○ (۱۳ : ۲۲)

اور جن لوگوں نے اللہ کی محبت میں (تلخی و ناگواری) برداشت کرلی، نماز قائم کی، خدا کی دی ہوئی روزی پوشیدہ و علانیہ (اس کے بندوں کے لئے) خرچ کی۔ اور برائی کا جواب برائی سے نہیں، نیکی سے دیا (تو یقین کرو) یہی لوگ ہیں جن کے لئے آخرت کا بہتر ٹھکانا ہے۔

قرآن نے بدلہ لینے سے بالکل روک نہیں دیا ہے۔ لیکن جہاں کہیں بھی اس نے اس کی اجازت دی ہے صرف تحفظِ حیات کے لئے دی ہے اور پھر یہ بھی نہ بھولنا چاہیے کہ جہاں کہیں وہ انتقام کی اجازت دیتا ہے ساتھ ہی یہ بھی کہتا ہے کہ عفو و بخشش بہتر طریقہ ہے اور بدی کے بدلے میں نیکی کرنا تمہارے لئے زیادہ اچھا ہے۔

وَ اِنْ عَاقَبْتُمْ فَعَاقِبُوْا بِمِثْلِ مَا عُوْقِبْتُمْ بِهٖ ؕ وَلَئِنْ صَبَرْتُمْ لَهُوَ خَيْرٌ لِّلصّٰبِرِيْنَ ○ (۱۶ : ۱۲۶)

اور دیکھو اگر تم بدلہ لو تو چاہیے جتنی اور جیسی کچھ برائی تمہارے ساتھ کی گئی ہے۔ اسی کے مطابق ٹھیک ٹھیک بدلہ بھی لیا جائے (یہ نہ ہو کہ زیادتی کر بیٹھو) لیکن اگر تم برداشت کر جاؤ اور بدلہ نہ لو تو یاد رکھو، برداشت کرنے والوں کے لئے برداشت کر جانے ہی میں بہتری ہے۔

وَجَزٰٓؤُا سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ (۴۲ : ۴۰)

اور برائی کے لئے ویسا ہی اور اتنا ہی بدلہ ہے جیسی اور جتنی برائی کی گئی ہے لیکن جس کسی نے درگزر کیا اور معاملے کو بگاڑنے کی جگہ سنوار لیا تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔

انجیل اور قرآن:

ہم نے ابھی یہ بیان کیا ہے کہ قرآن یہ نہیں کہتا کہ اپنے دشمنوں سے بھی پیار کرو یہ بیان کچھ اور تشریح چاہتا ہے۔ حضرت مسیح علیہ السلام نے یہودیوں کی ظاہر پرستیوں اور اخلاقی محرومیوں کی جگہ رحم و محبت اور عفو و بخشش کی اخلاقی قربانیوں پر زور دیا تھا چنانچہ ہم انجیل کے مواعظ میں جابجا اس طرح کے خطاب پاتے ہیں۔

"تم نے سنا ہوگا کہ اگلوں سے کہا گیا کہ دانت کے بدلے دانت اور آنکھ کے بدلے آنکھ لیکن میں کہتا ہوں کہ شریر کا مقابلہ نہ کرنا لیکن اگر کوئی تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارنا چاہے تو دوسرا گال بھی آگے کر دو"۔

"تم نے سنا ہو گا کہ اگلوں سے کہا گیا کہ اپنے ہمسایوں سے پیار کرو اور جو تم پر لعنت بھیجتے ہیں ان پر رحمت بھیجو اور جو تم سے نفرت کرتے ہیں ان سے نیکی کرو اور ان کے لئے دعائے مغفرت کرو جو تمہارے ساتھ بے رحمی سے پیش آتے ہیں اور تمہیں ہلاک کرتے ہیں"۔

لیکن سوال یہ ہے کہ ان خطابات کی نوعیت کیا تھی؟ کیا یہ روحانی فضائل و اخلاق کا پیام تھا یا تشریع یعنی قوانین وضع کرنا تھا۔

دعوت مسیح کی فراموشی:

مولانا آزاد اس امر پر اظہارِ افسوس کرتے ہیں کہ انجیل کے پیرو اور اس کے نکتہ چین دونوں یہاں مختلف قسم کی غلط فہمیوں کا شکار ہو گئے اور مسیح علیہ السلام کے ان خطابات کو ایک قطعی ضابطۂ اخلاق سمجھ بیٹھے تاہم آخر کار انہیں یہ تسلیم کرنا پڑا کہ ان پر عمل نہیں کیا جا سکتا اس کے باوجود پیروانِ مسیح نے اپنے آپ کو اس سے تسلی دے لی کہ اگرچہ یہ احکام ناقابلِ عمل ہیں لیکن چند مسیحوں، ولیوں اور شہیدوں نے بہر حال ان پر عمل کر لیا تھا۔ دوسری طرف نکتہ چینوں نے کہا کہ یہ سر تا سر ایک نظری اور ناقابلِ عمل تعلیم ہے۔ عملی نقطۂ نظر سے اس کی کوئی قدر و قیمت نہیں اور یہ فطرتِ انسانی کے صریح مغائر ہے۔ درحقیقت نوع انسانی کی یہ بڑی ہی درد انگیز ناانصافی ہے جو تاریخِ انسانیت کے اس عظیم الشان معلم کے ساتھ جائز رکھی گئی جس طرح بیدرد نکتہ چینوں نے اسے سمجھنے کی کوشش نہیں کی اسی طرح نادان معتقدوں نے بھی فہم و بصیرت سے انکار کر دیا۔ کیا مسیحؑ کا پیام واقعی ناقابلِ عمل تھا؟ کیا وہ فطرتِ انسانی کے مغائر تھا؟ ایسا تسلیم کر لینے کا مطلب یہ ہو گا کہ ہم بنیادی طور پر اس قرآنی تعلیم کو ضرب لگا رہے ہیں کہ دنیا کے تمام پیغمبروں کا پیام ایک ہی ہے۔

دعوتِ مسیحؑ کی حقیقت:

اصل یہ ہے کہ پیروانِ مسیحؑ نے تعلیماتِ مسیحؑ کی حقیقت کو سمجھنے میں کوتاہی کی۔ حضرت مسیحؑ کا ظہور تاریخ کے ایک ایسے عہد میں ہوا تھا۔ جب کہ یہودیوں کا اخلاقی تنزل انتہائی حد تک پہنچ چکا تھا اور دل کی نیکی اور اخلاق کی پاکیزگی کے بجائے محض ظاہری احکام و رسوم کی پرستش، دینداری و خدا پرستی سمجھی جاتی تھی۔ یہودیوں کے علاوہ جتنی متمدن اقوام قرب و جوار میں موجود تھیں۔ مثلاً رومی، مصری، اشوری، وہ بھی کم و بیش اسی حالتِ زوال سے گزر رہی تھیں جس کا نتیجہ یہ تھا کہ لوگوں نے یہ نہیں جانا کہ مسیحؑ کا پیام رافت و محبت اور عفو و بخشش اور جرم و گناہ کی مروجہ زندگی سے باز رکھنے کے لئے تھا۔ اس زمانے میں انسانی قتل و ہلاکت کا تماشا دیکھنا، طرح طرح کے ہولناک طریقوں سے مجرموں کو ہلاک کرنا، زندہ انسانوں کو درندوں کے سامنے ڈال دینا، آباد شہروں کو بلا وجہ جلا کر خاکستر بنا دینا، اپنی قوم کے علاوہ تمام انسانوں کو غلام سمجھنا اور غلام بنا کر رکھنا، رحم و محبت اور علم و شفقت کی جگہ قلبی قساوت اور بے رحمی پر فخر کرنا، رومی

تمدن کا اخلاق اور مصری آشوری دیوتاؤں کا پسندیدہ طریقہ تھا۔ ضرورت تھی کہ نوع انسانی کی ہدایت کے لئے ایک ایسی ہستی مبعوث ہو جو سر تاسر رحمت و محبت کا پیام ہو اور انسان کی قلبی و معنوی حالت کی اصلاح و تزکیہ پر اپنی توجہ مبذول کر دے۔ چنانچہ حضرت مسیحؑ کی شخصیت میں وہ ہستی نمودار ہوئی جس نے جسم کی جگہ روح پر، زبان کی جگہ دل پر اور ظاہر کی جگہ باطن پر نوع انسانی کو توجہ دلائی اور محبت و انسانیت کا فراموش شدہ سبق تازہ کر دیا۔

حضرت مسیحؑ کا الہامی کلام مجازات کی قدرتی تاثیر کا حامل تھا لیکن اقانیم ثلاثہ اور کفارہ جیسے دور از کار عقائد پیدا کرنے والے ان کے مواعظ کا مقصد و محل اور ان کے مجازات کی حقیقت کو نہ سمجھ سکے اور ان کی سر تاسر لفظی تاویلات میں پڑ کر گمراہ ہو گئے۔

حضرت مسیحؑ نے جہاں کہیں یہ کہا ہے کہ "اپنے دشمن سے پیار کرو" تو یقیناً اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ ہر انسان کو چاہئے کہ اپنے دشمنوں کا عاشق زار ہو جائے بلکہ اس کا سیدھا سادہ مطلب یہ تھا کہ تم میں غیظ و غضب اور نفرت و انتقام کی جگہ رحمت و محبت کا پُر جوش جذبہ ہونا چاہیے۔ ایسے گردو پیش میں جہاں اپنوں اور عزیزوں کے ساتھ بھی نفرت کا برتاؤ کیا جاتا ہو یہ کہنا کہ اپنے دشمنوں سے پیار کرو، یقیناً نفرت و غضب سے کنارہ کش ہونے کا ایک کامل ترین جذبہ پیدا کر سکتا تھا۔ یا مثلاً اگر انہوں نے کہا تھا اگر کوئی تمہارے ایک گال پر طمانچہ مارے تو دوسرا گال بھی آگے کر دو، تو یقیناً مسیحؑ کے ذہن میں اس کا مطلب یہ نہ تھا کہ سچ مچ تم اپنا دوسرا گال آگے کر دیا کرو بلکہ صریح مطلب یہ تھا کہ اپنے اندر عفو و درگزر کا جذبہ پیدا کرو۔ ہر بلیغ کلام کے لفظی معنی لینا شائستہ ذہن کا مظہر نہیں ہو سکتا۔ اگر ہم اس طرح کے مجازات کو ان کے ظواہر پر محمول کرنے لگیں تو نہ صرف تمام الہیٰ تعلیمات ہی درہم برہم ہو جائیں گی بلکہ انسان کا وہ تمام کلام جو الہام و بلاغت کا مرقع ہے یک قلم مختل ہو جائے گا۔

بلاشبہہ مذاہب و قوانین نے جرم و گناہ کے لئے تعزیرات و عقوبت کا حکم دیا ہے۔ کیونکہ انسانی معیشت کے لئے یہ ناگزیر ہے لیکن تعزیر و عقوبت کا مدعا صرف یہ ہوتا ہے یا صرف اس لئے اسے گوارا کیا جاتا ہے کہ بڑے درجہ کی برائیوں کو روکنے کے لئے ایک کم درجہ کی برائی کو برداشت کر لیا جائے خالص مذہبی نقطۂ نظر سے تعزیر و عقوبت کی غایت اس سے زیادہ نہیں لیکن دنیا نے اسے انسان کی تعذیب و ہلاکت کا خوفناک آلہ بنا لیا۔ چنانچہ ہم دیکھتے ہیں کہ انسانی قتل و غارت گری کی کوئی ہولناکی ایسی نہیں ہے جو شریعت اور قانون کے نام سے نہ کی گئی ہو اگر تاریخ سے پوچھا جائے کہ جنگ و جدال کو چھوڑ کر انسانی ہلاکت و بربادی کی سب سے بڑی قوتیں کون کون سی رہی ہیں تو یقیناً اس کی انگلیاں ان عدالت گاہوں کی طرف اٹھ جائیں گی جو مذہب اور قانون کے نام سے قائم کی گئیں اور جنہوں نے ہمیشہ اپنے ہم جنسوں کی تعذیب و ہلاکت کا عمل جاری رکھا۔ حضرت مسیحؑ کا مقصد ہرگز یہ نہ تھا کہ وہ نفس تعزیر و سزا کے خلاف کوئی نئی تشریع کریں بلکہ ان کا مقصد یہ تھا کہ انسان میں عفو و محبت کے جذبات کو موجزن کر دیں۔ وہ بتلانا چاہتے تھے کہ اعمالِ انسانی میں اصل رحم و محبت ہے اور عقوبت و انتقام ایک آخری شکل اور ایک ناگزیر علاج ہے۔

شریعت موسوی کے پیروؤں نے شریعت کو صرف سزا دینے کا آلہ بنا لیا تھا۔ حضرت مسیحؑ نے بتلایا کہ شریعت صرف سزا دینے کے لیے نہیں بلکہ نجات کی راہ دکھانے آتی ہے اور نجات کی راہ سر تا سر رحمت و محبت کی راہ ہے۔

عمل اور عامل:

دراصل اس بارے میں انسان کی بنیادی غلطی یہ رہی ہے کہ وہ 'عمل' اور 'عامل' میں امتیاز قائم نہیں رکھتا، مذہب اس فرق و امتیاز کو واضح طور پر پیش کرتا ہے تمام مذاہب کا یہ مقصد رہا ہے کہ بد عملی اور گناہ کے عمل کی طرف سے انسان کے دل میں نفرت پیدا کی جائے لیکن یہ انہوں نے کبھی گوارا نہیں کیا کہ خود انسان کی طرف سے انسان کے اندر نفرت پیدا ہو جائے۔ یقیناً انہوں نے زور دیا ہے کہ گناہ سے نفرت کرو لیکن یہ کبھی نہیں کہا ہے کہ گنہگار سے نفرت کرو۔ اس کی مثال ایسی ہے جیسے ایک طبیب ہمیشہ لوگوں کو بیماریوں سے ڈراتا رہتا ہے اور ان کے مہلک نتائج کا ہولناک نقشہ پیش کرتا رہتا ہے لیکن یہ تو وہ کبھی نہیں کرتا کہ جو لوگ بیمار ہو جائیں ان سے ڈرنے اور نفرت کرنے لگے بلکہ اس کی تو ساری توجہ اور شفقت کا مرکز بیمار ہی کا وجود ہوتا ہے اور جو انسان جتنا زیادہ بیمار ہوگا۔ اتنا ہی زیادہ اس کی توجہ اور شفقت کا مرکز بن جائے گا اور یہی شیوہ روح و دل کے طبیبوں کا بھی ہوتا ہے۔ وہ گنہگار سے نفرت نہیں کرتے بلکہ اس کے لئے سراپا رحمت و شفقت بن جاتے ہیں وہ یقیناً یہ چاہتے ہیں کہ ہم میں گناہوں سے نفرت پیدا کر دیں، گنہگار انسانوں سے نہیں۔ اور فرق و امتیاز کا یہی وہ نازک مقام ہے جہاں بڑے بڑے پیروانِ مذہب نے ٹھوکر کھائی ہے۔ حضرت مسیحؑ کی تعلیم سر تا سر اسی حقیقت پر مبنی تھی کہ گناہوں سے نفرت کرو مگر ان انسانوں سے نفرت نہ کرو جو گناہوں میں مبتلا ہو گئے ہیں۔ بلکہ ان کے ساتھ لطف و رافت کا برتاؤ کرو تاکہ وہ اپنے ماضی کے گناہوں کی تلافی کر سکیں اور انسانی زندگی کے لئے دوبارہ ایک متاع عزیز بن جائیں۔ بعض ائمہ تابعین نے اسی حقیقت کی طرف ان الفاظ میں اشارہ کیا ہے۔

اِنْکِسَارُ الْعَاصِیْنَ اَحَبُّ اِلَی اللّٰہِ مِنْ صَوْلَۃِ الْمُطِیْعِیْنَ

"خدا کو فرمانبردار بندوں کی تمکنت سے کہیں زیادہ گنہگار بندوں کا عجز و انکسار محبوب ہے" اور پھر یہی حقیقت ہے کہ ہم قرآن میں دیکھتے ہیں کہ جہاں کہیں خدا نے گنہگار انسانوں کو مخاطب کیا ہے تو عموماً یائے نسبت کے ساتھ کیا ہے جو تشریف و محبت پر دلالت کرتی ہے۔

قُلْ یٰا عِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِہِمْ (۳۹ : ۵۳)

اے پیغمبرؐ میری طرف سے لوگوں کو کہہ دو کہ اے میرے بندو! جنہوں نے اپنے اوپر زیادتی کی ہے۔ یا

ءَاَنْتُمْ اَضْلَلْتُمْ عِبَادِیْ (۲۵ : ۱۷)

کیا تم نے میرے بندوں کو گمراہ کیا تھا؟

اس طرزِ تخاطب کی مثال بالکل ایسی ہی ہے جیسے ایک باپ جوشِ محبت میں بیٹے کو پکارتا ہے۔ اے میرے فرزند! اے میرے فرزند! پیغمبرِ اسلامؐ کے پڑنواسے حضرت امام جعفر صادقؓ نے سورہ زمر کی آیت رحمت کی تفسیر کرتے ہوئے فرمایا ہے: "جب ہم اپنی اولاد کو اپنی طرف نسبت دے کر مخاطب کرتے ہیں تو وہ بے خوف و خطر ہماری طرف دوڑنے لگتے ہیں کیوں کہ سمجھ جاتے ہیں ہم ان پر غضب ناک نہیں"۔ قرآن میں خدا نے بیس سے زیادہ موقعوں پر ہمیں 'عِبَادِیَ' کہکر اپنی طرف نسبت دی ہے اور سخت سے سخت گنہگار انسان کو بھی یٰعِبَادِیَ کہہ کر پکارا ہے کیا اس سے بھی بڑھ کر اس کی رحمت و آمرزش کا کوئی پیام ہو سکتا ہے۔

انجیل اور قرآن کی تعلیمات میں کوئی اختلاف نہیں:

مولانا آزاد فرماتے ہیں کہ فی الحقیقت حضرت مسیحؑ کی تعلیم اور قرآن کی تعلیم میں اصلاً کوئی فرق نہیں۔ دونوں کا معیارِ احکام ایک ہی ہے فرق صرف محلِ بیان اور پیرایۂ بیان کا ہے۔ حضرت مسیحؑ نے صرف تزکیۂ قلب پر زور دیا ہے اور کوئی نئی شریعت نہیں پیش کی کیونکہ شریعت موسوی موجود تھی اور وہ اس میں تبدیلی کرنا نہیں چاہتے تھے۔ وہ صرف یہ چاہتے تھے کہ اس شریعت کو تزکیۂ قلب کے لئے استعمال کیا جائے لیکن قرآن بیک وقت اخلاق اور قانون دونوں کے احکام بیان کرتا ہے اس لئے قدرتی طور پر اس نے ایک ایسا اسلوب اور پیرایۂ بیان اختیار کیا جو مجازات اور متشابہات کی جگہ احکام و قوانین کا صاف صاف جچا تلا پیرایۂ بیان تھا۔ اس نے سب سے پہلے عفو و درگزر پر زور دیا اور اسے نیکی اور فضیلت کی اصل قرار دیا۔ دوسرے یہ کہ ناگزیر صورتوں میں بدلہ لینے اور سزا دینے کا دروازہ بھی کھلا رکھا اور تیسرے یہ کہ نہایت واضح اور قطعی لفظوں میں اس نے کہہ دیا کہ بدلے اور سزا میں زیادتی نہیں ہونی چاہیے کیونکہ وہ ناانصافی ہوگی تمام مذاہب کا ماحصل یہی تین اصول رہے ہیں۔

وَ جَزٰٓؤُا سَیِّئَةٍ سَیِّئَةٌ مِّثْلُهَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُهٗ عَلَی اللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ ○ وَ لَمَنِ انْتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهٖ فَاُولٰٓئِكَ مَا عَلَیْهِمْ مِّنْ سَبِیْلٍ ؕ ○ اِنَّمَا السَّبِیْلُ عَلَی الَّذِیْنَ یَظْلِمُوْنَ النَّاسَ وَ یَبْغُوْنَ فِی الْاَرْضِ بِغَیْرِ الْحَقِّ ؕ اُولٰٓئِكَ لَهُمْ عَذَابٌ اَلِیْمٌ ○ وَ لَمَنْ صَبَرَ وَ غَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ ۧ ○ (۴۲ : ۴۰-۴۲)

اور (دیکھو) برائی کے بدلے ویسی ہی اور اتنی ہی برائی ہے لیکن جو کوئی بخشدے اور بگاڑنے کی جگہ سنوارے تو (یقین کرو) اس کا اجر اللہ کے ذمے ہے۔ اللہ ان لوگوں کو دوست نہیں رکھتا جو زیادتی کرنے والے ہیں اور جس کسی پر ظلم کیا گیا ہو اور وہ ظلم کے بعد اس کا بدلہ لے تو اس پر کوئی الزام نہیں الزام ان لوگوں پر ہے، جو انسانوں پر ظلم کرتے ہیں اور ناحق ملک میں فساد کا باعث ہوتے ہیں سو یہی لوگ ہیں جن کے لئے عذاب الیم ہے اور جو کوئی بدلہ لینے کے بجائے برائی برداشت کر جائے اور بخشدے تو یقیناً یہ بڑی اولوالعزمی کی بات ہے۔

غور کرو! عفو و درگزر پر پورا زور دیا گیا ہے اگرچہ انتقام و سزا کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے لیکن بتا دیا گیا ہے کہ نیکی و فضیلت کی راہ دراصل عفو و درگزر ہی کی راہ ہے۔ پھر اس پہلو پر بھی نظر رہے کہ قرآن نے اسی سزا کو جو برائی کے بدلے میں دی جائے 'برائی' ہی کے لفظ سے تعبیر کیا ہے۔ یعنی 'سیئۃ' کے بدلے میں جو کچھ کیا جائے گا وہ بھی 'سیئۃ کے مانند' ہی ہو گا بے شک برائی کبھی نیکی نہیں بن سکتی لیکن سزا کا دروازہ اس لئے کھلا رکھا گیا ہے کہ کہیں زیادہ بڑی برائیاں ظہور میں نہ آنے لگیں پھر اس آدمی کی نسبت جو معاف کر دے۔ "اصلح" کا لفظ کہا ہے۔ یعنی 'سنوارنے والا' اس سے معلوم ہوا کہ زندگی کے اصلی سنوارنے والے وہی ہوئے جو عفو و درگزر کی راہ اختیار کرتے ہیں۔

ممکن ہے یہاں یہ خدشہ محسوس کیا جائے کہ اگر فی الحقیقت قرآن کی تعلیم کا اصل اصول رحمت ہی ہے تو پھر اس نے اپنے مخالفوں کی نسبت سخت پیرایہ کیوں اختیار کیا؟ اس کا مفصل جواب تو اپنے محل پر آئے گا لیکن یہاں اس سلسلہ میں ایک مختصر اشارہ کیا جاتا ہے، بلاشبہہ قرآن میں ایسے مقامات موجود ہیں جہاں اس نے ان لوگوں کے لئے جنہوں نے پیغمبرِ اسلامؐ کے زمانہ میں قرآنی تعلیم کو قبول کرنے سے انکار کر دیا تھا، بہت سخت پیرایۂ بیان اختیار کیا ہے لیکن سوال یہ ہے کہ کن مخالفوں کے لئے؟ اُن کے لئے جن کی مخالفت محض اختلافِ فکر و عقائد کی مخالفت تھی؟ یا ان کے لئے جن کی مخالفت نے جارحانہ معاندت کی شکل اختیار کر لی تھی؟ قرآن پر ایک سرسری نظر ڈالنے سے بھی یہ بات واضح ہو جائے گی کہ قرآن نے جہاں کہیں بھی مخالفوں کا ذکر کرتے ہوئے سختی کا اظہار کیا ہے، وہ وہی مخالفین ہیں جنہوں نے قرآن پر ایمان لانے والوں کو عمداً ہلاک کیا اور ان کے ساتھ جارحانہ عناد و شرارت کا سلوک کیا۔ ایسے مخالفوں کے ساتھ بھی نرمی و شفقت کا برتاؤ انسانیت کی بدخدمتی کے مترادف ہوتا یہ ایک ایسی رحمت ہوتی جو ظلم و فساد اور شرارت و ناانصافی کی پرورش کرنے والی ہوتی، قرآن نے صفاتِ الٰہی میں رحمت کے ساتھ عدالت کو بھی جگہ دی ہے جس کا ذکر اگلے باب میں آئے گا۔ قرآن رحمت کو عدالت سے علیحدہ نہیں کرتا بلکہ اسے عین رحمت قرار دیتا ہے وہ کہتا ہے تم انسانیت کے ساتھ رحم و محبت کا برتاؤ کر ہی نہیں سکتے۔ اگر ظلم و شرارت کے لئے تم میں سختی نہیں ہے۔ انجیل میں ہم دیکھتے ہیں کہ حضرت مسیحؑ بھی اپنے زمانے کے مفسدوں کو "سانپ کے بچے" اور 'ڈاکوؤں کی ٹولی' کہنے پر مجبور ہوئے۔

کفر محض اور کفرِ جارحانہ:

قرآن نے کفر کا لفظ انکار کے معنی میں استعمال کیا ہے۔ انکار دو طرح کا ہوتا ہے ایک انکار محض، ایک انکار جارحانہ۔ کفر محض یا انکارِ محض کئی شکلیں اختیار کر سکتا ہے ایک شخص تمہاری تعلیم قبول نہیں کرتا اس لئے کہ وہ اس کی سمجھ میں نہیں آتی یا اس میں طلب صادق نہیں ہے یا اس لئے کہ جس راستے پر وہ چل رہا ہے اُسی پر قانع ہے، یہ کفرِ محض ہے اس لئے قرآن کہتا ہے اے پیغمبرؐ کہہ دے لَكُمْ دِيْنُكُمْ وَلِيَ دِيْنِ (تمہارے لئے تمہارا راستہ اور میرے لئے میرا راستہ) لیکن جارحانہ انکار، انکار محض سے مختلف ہوتا ہے۔ جارحانہ انکار سے مقصود وہ حالت ہے جو صرف اتنے

ہی پر قناعت نہیں کرتی بلکہ اس میں تمہارے خلاف ایک طرح کی کد پیدا ہو جاتی ہے۔ ایسے مخالف اپنی پوری قوت کے ساتھ تمہاری ہلاکت و بربادی کے درپے ہو جائیں گے اور تم کتنی ہی سچی بات کہو وہ تمہیں جھٹلائیں گے اور تمہیں چین نہیں لینے دیں گے اسی نوعیت کے مخالفین کی نسبت قرآن ایسا پیرایۂ بیان اختیار کرتا ہے جو سخت معلوم ہوتا ہے۔

لَهُمْ قُلُوبٌ لَّا يَفْقَهُونَ بِهَا وَلَهُمْ أَعْيُنٌ لَّا يُبْصِرُونَ بِهَا وَلَهُمْ آذَانٌ لَّا يَسْمَعُونَ بِهَا أُولَٰئِكَ كَالْأَنْعَامِ بَلْ هُمْ أَضَلُّ أُولَٰئِكَ هُمُ الْغَافِلُونَ ○ (۷ : ۱۷۹)

ان کے پاس دل ہیں مگر سوچتے نہیں ان کے پاس آنکھیں ہیں مگر دیکھتے نہیں ان کے پاس کان ہیں مگر سنتے نہیں وہ ایسے ہو گئے ہیں جیسے چارپائے، نہیں بلکہ چارپایوں سے بھی زیادہ کھوئے ہوئے۔ بلاشبہ یہی لوگ ہیں جو غفلت میں ڈوب گئے۔

بنی نوع انسان کی تاریخ میں جب کبھی سچائی کی دعوت ظاہر ہوئی ہے تو کچھ لوگوں نے اسے قبول کر لیا ہے کچھ نے انکار کیا لیکن کچھ لوگ ایسے ہیں جنہوں نے عمداً پوری شدت کے ساتھ اس کی مخالفت کی ہے۔ قرآن کو ان تینوں قسم کی انسانی جماعتوں سے عہدہ برآ ہونا تھا۔ اس نے پہلی جماعت کو اپنی آغوشِ تربیت میں لے لیا، دوسری جماعت کو اپنا پیغام سنایا اور اس پر غور و خوض کرنے کی مہلت دی اور کہا:

لَا إِكْرَاهَ فِي الدِّينِ (۲ : ۲۵۶) کوئی زبردستی نہیں ہے دین میں۔

لیکن تیسری جماعت کے ساتھ وہ زجر و توبیخ سے پیش آیا۔ اگر ایسی جماعت کے لئے بھی قرآن لطف و رحمت کا لب و لہجہ اختیار کرتا تو اس کا مطلب جارحانہ قول و عمل کے آگے جھک جانے کے ہوتے اور یہ چیز قانونِ فطرت کے خلاف ہوتی۔ رحمت ہمیشہ عدالت کے ساتھ ساتھ رہتی ہے کائنات فطرت میں یہ عام قانون کارفرما ہے جس کی پابندی دنیائے انسانیت کے لئے بھی ضروری ہے۔

خدا کی صفتِ عدل

ربوبیت اور رحمت کے بعد قرآن میں خدا کی جس صفت کا ذکر کیا گیا ہے وہ اس کی صفت عدل ہے۔ مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ نزول قرآن کے وقت جزا کا جو اعتقاد تھا قرآن اسے رد کرتا ہے وہ جزا کو انسان کے اعمال کا ناگزیر نتیجہ اور مکافات قرار دیتا ہے۔ جزا کا قدیم عقیدہ مطلق العنان بادشاہوں کی شاہیت اور الوہیت سے اخذ کردہ تھا۔ اسی کی مشابہت میں لوگ یہ سمجھنے لگے تھے کہ خدا بھی مطلق العنان بادشاہوں کی طرح من مانے انعام و اکرام اور سزائیں دینے لگتا ہے اسی واسطے اس زمانہ کے لوگ دیوتاؤں کا جوش غضب ٹھنڈا کرنے کے لئے طرح طرح کی قربانیاں کرتے اور ان

کی نظرِ التفات حاصل کرنے کے لئے نذریں چڑھاتے تھے۔

یہودیوں اور عیسائیوں کا تصور الٰہ دیومالائی تصور سے قدرے بلند ہوگیا تھا۔ لیکن پرانے زمانے کے عام تصور کی بنیادی خصوصیت بدستور باقی تھی۔ یہودیوں کا عقیدہ تھا کہ دوسروں کے دیوتاؤں کی طرح خدا ایک مطلق العنان بادشاہ تھا۔ جو ان سے خوش ہوتا تو اسرائیل کے خدا کی حیثیت اختیار کر لیتا اور ناخوش ہوتا تو جوشِ انتقام میں آکر ان کی بربادی و ہلاکت کا سبب بن جاتا۔ عیسائیوں کا اعتقاد تھا کہ آدم کے گناہ کی وجہ سے اس کی پوری نسل مغضوب ہوگئی اور جب تک خدا نے اپنی صفت ابنیت کو بشکل مسیح قربان نہیں کر دیا اس کے نسلی گناہ اور مغضوبیت کا کفارہ نہ ہو سکا۔

لیکن قرآن نے جزا و سزا کا اعتقاد ایک دوسری ہی شکل و نوعیت کا پیش کیا ہے، وہ اسے خدا کا کوئی ایسا فعل قرار نہیں دیتا جو کائنات ہستی کے عام قوانین و نظام سے الگ ہو۔ قرآن کہتا ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں ایک عالمگیر قانون مکافاتِ عمل پیرا ہے کائناتِ ہستی کا عالمگیر قانون یہ ہے کہ ہر حالت کوئی نہ کوئی اثر رکھتی ہے۔ فکر، احساس یا عمل کی شکل میں ہر شے کوئی نہ کوئی خاصہ رکھتی ہے اور اپنے اچھے یا برے اثرات مرتب کرتی ہے اور اسی کا نام جزا و سزا یا عذاب و ثواب ہے۔ اچھے عمل کا نتیجہ اچھائی ہے اور یہ ثواب ہے۔ اسی طرح برے عمل کا نتیجہ برائی ہے اور یہ عذاب ہے۔ ایک کو بہشت سے اور دوسرے کو دوزخ سے تعبیر کیا ہے۔ قرآن کا ارشاد ہے کہ کائنات کی ہر شے اپنی ایک مخصوص فطرت رکھتی ہے اور یہی حال انسانی اعمال کا بھی ہے۔ ہر عمل اپنا نتیجہ پیدا کرتا ہے اور اسی کو قرآن جزا و سزا، عذاب و ثواب یا عدالت کہتا ہے۔

اَمْ حَسِبَ الَّذِيْنَ اجْتَرَحُوا السَّيِّاٰتِ اَنْ نَّجْعَلَهُمْ كَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ۙ سَوَآءً مَّحْيَاهُمْ وَمَمَاتُهُمْ ۭ سَآءَ مَا يَحْكُمُوْنَ ۝ وَخَلَقَ اللّٰهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ بِالْحَقِّ وَلِتُجْزٰى كُلُّ نَفْسٍۢ بِمَا كَسَبَتْ وَهُمْ لَا يُظْلَمُوْنَ ۝ (۴۵ : ۲۱، ۲۲)

جو لوگ برائیاں کرتے ہیں کیا وہ سمجھتے ہیں ہم انہیں ان لوگوں جیسا کر دیں گے جو ایمان رکھتے ہیں اور جن کے اعمال اچھے ہیں، دونوں برابر ہو جائیں، زندگی میں بھی اور موت میں بھی؟ (اگر ان لوگوں کی فہم و دانش کا فیصلہ یہی ہے تو) افسوس ان کے فیصلے پر اور اللہ نے آسمان و زمین کو بیکار و عبث نہیں بنایا ہے اور اس لئے بنایا ہے کہ ہر جان کو اس کی کمائی کے مطابق بدلہ ملے اور یہ بدلہ ٹھیک ملے گا کسی پر ظلم نہیں کیا جائے گا۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ہر اچھے اور برے عمل کو 'کسب' کے لفظ سے تعبیر کیا ہے، عربی میں کسب کے لفظی معنی ہیں ایسے کام جس کے نتیجہ سے تم کوئی فائدہ حاصل کرنا چاہو۔ یعنی کسب کا مطلب یہ ہوا کہ انسان کے لئے جزا و سزا خود انسان ہی کی کمائی ہے۔ قرآن نے سورہ بقرہ میں جزا و سزا کا قاعدہ کلیہ بتلا دیا ہے۔

لَهَا مَا كَسَبَتْ وَعَلَيْهَا مَا اكْتَسَبَتْ ۭ (۲ : ۲۸۶)

ہر انسان کے لئے وہی ہے جیسی کچھ اس کی کمائی ہوگی جو کچھ اسے پانا ہے وہ بھی اس کی کمائی سے ہے اور جس کے لئے اسے جواب دہ ہونا ہے وہ بھی اس کی کمائی سے ہے۔

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَ مَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ۗ وَ مَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ ۝ (۴۱ : ۴۶)

جس کسی نے نیک کام کیا تو اپنے لئے کیا اور جس نے برائی کی تو خود اسی کے آگے آئے گی۔ اور ایسا نہیں ہے کہ تمہارا پروردگار اپنے بندوں کے لئے ظلم کرنے والا ہو۔

اسی اصول کا اطلاق قوموں اور جماعتوں پر بھی ہوتا ہے۔

تِلْكَ اُمَّةٌ قَدْ خَلَتْ ۚ لَهَا مَا كَسَبَتْ وَلَكُمْ مَّا كَسَبْتُمْ ۚ وَلَا تُسْـَٔلُوْنَ عَمَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ۝ (۲ : ۱۴۱)

یہ ایک امت تھی جو گزر چکی ہے اس کے لئے وہ نتیجہ تھا جو اس نے کمایا اور تمہارے لئے وہ نتیجہ ہے جو تم کماؤ گے۔

ایک مشہور حدیث قدسی میں اسی اصول حیات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے:۔

يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَتْقٰى قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِّنْكُمْ مَازَادَ فِيْ مُلْكِيْ شَيْئًا يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ كَانُوْا عَلٰى اَفْجَرِ قَلْبِ رَجُلٍ وَاحِدٍ مِّنْكُمْ مَا نَقَصَ ذَالِكَ مِنْ مُلْكِيْ شَيْئًا يَا عِبَادِيْ لَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَجِنَّكُمْ قَامُوْا فِيْ صَعِيْدٍ وَّاحِدٍ فَسَاَلُوْنِيْ فَاَعْطَيْتُ كُلَّ اِنْسَانٍ مَسْئَلَتَهٗ مَا نَقَصَ ذَالِكَ مِمَّا عِنْدِيْ اِلَّا كَمَا يَنْقُصُ الْمِخْيَطُ اِذَا دَخَلَ الْبَحْرَ يَا عِبَادِيْ اِنَّمَا هِيَ اَعْمَالُكُمْ اُحْصِيْهَا لَكُمْ ثُمَّ اُوَفِّيْكُمْ اِيَّاهَا فَمَنْ وَجَدَ خَيْرًا فَلْيَحْمَدِ اللّٰهَ وَمَنْ وَجَدَ غَيْرَ ذَالِكَ فَلَا يَلُوْمَنَّ اِلَّا نَفْسَهٗ ۝ (مُسْلِمْ عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ)

اے میرے بندو! اگر تم میں سے سب انسان جو پہلے گزر چکے اور وہ سب جو بعد کو پیدا ہوں گے اور تمام انس و جن اس شخص کی طرح نیک ہو جائیں جو تم میں سب سے زیادہ متقی ہے تو یاد رکھو اس سے میری خداوندی میں کچھ اضافہ نہ ہوتا۔ اے میرے بندو! اگر وہ سب جو پہلے گزر چکے اور وہ سب جو بعد کو پیدا ہوں گے اور تمام انس اور تمام جن اس شخص کی طرح بدکار ہو جاتے جو تم میں سب سے زیادہ بدکار ہے تو اس سے میری خداوندی میں نقصان نہ ہوتا، اے میرے بندو! اگر وہ سب جو پہلے گزر چکے اور وہ سب جو بعد کو پیدا ہوں گے اور تمام انس و جن ایک مقام پر جمع ہو کر مجھ سے سوال کرتے اور میں ہر انسان کو اس کی منہ مانگی مراد بخش دیتا تو میری رحمت و بخشش کے خزانے میں اس سے زیادہ کمی نہ ہوتی، جتنی کمی سوئی کے ناکے کے جتنا پانی نکل جانے سے سمندر میں ہو سکتی ہے۔ اے میرے بندو یاد رکھو یہ تمہارے اعمال ہی ہیں جنہیں میں تمہارے لئے انضباط اور نگرانی میں رکھتا ہوں اور انہیں کے نتائج بغیر کسی کمی بیشی کے تمہیں واپس دے دیتا ہوں پس جو کوئی تم میں اچھائی پائے چاہیے کہ اللہ کی حمد و ثنا کرے اور جس کسی کو برائی پیش آئے تو

چاہیے کہ خود اپنے وجود کے سوا اور کسی کو ملامت نہ کرے۔

یہاں یہ خدشہ کسی کے دل میں واقع نہ ہو کہ جزا و سزا محض خدا کی خوشنودی یا ناراضی کا نتیجہ ہے۔ ارشاد قرآنی یہ ہے کہ جزا و سزا تمام تر انسان کے اعمال کا نتیجہ ہے اور خدا نیک عمل سے خوش ہوتا ہے اور بد عمل سے ناراض ہوتا ہے یہ تصور اس کے پہلے کے معتقدات کا نقیض ہے۔ بہر حال جزا و سزا کے اس قانون کے لئے "الدین" کی اصطلاح نہایت موزوں ہے اور ان تمام غلط تصورات کا خاتمہ کر دیتی ہے جو اس بارے میں پھیلی ہوئی تھیں۔ سورۂ فاتحہ میں اس کے استعمال نے نیکی اور برائی سے پیدا ہونے والے نتائج یعنی جزا و سزا کی اصلی حقیقت آشکار کر دی ہے۔

پھر یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ قرآن نے ربوبیت اور رحمت کے بعد خدا کی صفت قہر و جلال میں سے کسی کا ذکر نہیں کیا ہے بخلاف ازیں وہ خدا کو " مَالِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ " بیان کرتا ہے جس سے ربوبیت اور رحمت دونوں صفات کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی صفتِ عدل کا تصور ہمارے ذہن میں پیدا ہو جاتا ہے۔ اس سے معلوم ہوا کہ قرآن نے خدا کی صفات کا جو تصور قائم کیا ہے اس میں قہر و غضب کے لئے کوئی جگہ نہیں البتہ عدل ضرور ہے اور صفات قہریہ جس قدر بیان کی گئی ہیں۔ دراصل اسی کے مظاہر ہیں، جو بنی نوع انسان کی بہتری کے لئے کام کرتی رہتی ہیں۔

فی الحقیقت صفاتِ الٰہی کے تصور کا یہی وہ مقام ہے جہاں فکرِ انسانی نے ہمیشہ ٹھوکر کھائی ہے اس نے کائناتِ ہستی کے تمام ناخوشگوار واقعات کو خدا کی نارضامندی کا مظہر قرار دے دیا۔ اور قہر و غضب کی صفات کو صفاتِ الٰہی پر محمول کر لیا، حالانکہ اگر وہ فطرتِ کائنات کی حقیقت کو قریب سے دیکھتا تو معلوم کر لیتا کہ جن مظاہر کو وہ خدا کے قہر و غضب پر محمول کر رہا ہے وہ عین مقتضائے رحمت ہیں۔ اگر فطرتِ کائنات میں قانون مکافات جاری و ساری نہ ہوتا یا مدارج تکمیل طے کرنے کے لئے راستہ کے حائلات دور نہ کئے جاتے تو میزان عدل قائم نہ رہتا اور تمام نظامِ ہستی درہم برہم ہو جاتا۔

جس طرح کارخانۂ خلقت اپنے وجود و بقا کے لئے خدا کی ربوبیت اور رحمت کا محتاج ہے اسی طرح اپنی تکمیل کے لئے اس کے عدل کا بھی محتاج ہے۔ ربوبیت اور رحمت زندگی کے نئے افادہ و فیضان کا سرچشمہ ہے اور عدل سے بناؤ اور خوبی ظہور میں آتی ہے اور نقصان و فساد کا ازالہ ہوتا ہے۔ اگر تم کائناتِ خلقت کے اس پہلو کا بہ نظرِ غور مشاہدہ کرو تو دیکھو گے کہ یہاں خوبی و جمال اور بناؤ و سلجھاؤ میں سے جو کچھ ہے وہ سب کچھ قوتِ عدل کا ظہور ہے۔

عربی میں معدلت یا عدل کے معنی برابر ہونا ہے۔ عدالت کا کام دو فریقوں کی باہم دگر زیادتیوں کو دور کر دینا ہوتا ہے۔ ترازو کے تول کو بھی عدل یا معدلت کہتے ہیں کیونکہ وہ دونوں پلڑوں کا وزن برابر کر دیتا ہے معدلت زندگی میں تناسب پیدا کر دیتی ہے اور ایک جز کو دوسرے جز کے برابر لا کر اتحاد یا ہم آہنگی کا مظاہرہ کرتی ہے۔ یہی قانون ہے جو زندگی اور فکر کے ہر اسلوب میں حسن و تناسب کا نکھار پیدا کرتا ہے کارخانۂ ہستی کا سارا نظام ہی عدل و توازن پر قائم ہے۔ نظامِ شمسی کا ہر کرہ ہر ستارہ ایک دوسرے کے ساتھ ایک خاص توازن میں جکڑا ہوا اپنے اپنے دائروں میں

حرکت کر رہا ہے۔ یہی وہ قانون ہے جو نظامِ معاشرت کو برقرار رکھے ہوئے ہے، اگر ایک لمحہ کے لئے بھی یہ ساکت ہو جائے تو تمام نظامِ عالم مختل ہو کر رہ جائے۔

قرآن ہم سے یہ غور کرنے کا مطالبہ کرتا ہے کہ جب یہ اصول نصفت کائنات خلقت کے ہر گوشے میں نافذ ہے تو کیونکر ممکن ہے کہ انسان کے اعمال و افکار اس کے اثر سے خارج ہو جائیں۔ اسی لئے اس پورے عمل توازن و تناسب کو جو زندگی کے ہر شعبے میں کارفرما ہے۔ قرآن "عملِ صالح" کے نام سے تعبیر کرتا ہے اس کے علاوہ بد عملی یا برائی کے لئے جتنی تعبیرات اختیار کی ہیں سب ایسی ہی ہیں کہ اگر ان کے معنی پر غور کیا جائے تو عدل و توازن کی ضد اور مخالف ثابت ہونگی، مثلاً ظلم، طغیان، اسراف، تبذیر، افساد، اعتدا اور عدوان وغیرہ جسے ہم ظلم کہتے ہیں۔ عربی میں اس کے معنی یہ ہیں کہ جو بات جس جگہ ہونی چاہیے وہاں نہ ہو یا بے محل ہو اسی لئے قرآن نے شرک کو "ظلم عظیم" کہا ہے کیونکہ اس سے زیادہ کوئی بے محل بات نہیں ہو سکتی اور یہ ظاہر ہے کہ کسی چیز کا بے محل ہونا یا اپنی صحیح جگہ پر نہ ہونا ایک ایسی حالت ہے جو حقیقتِ عدل کے منافی ہے۔ اسی طرح طغیان کے معنی ہیں کسی چیز کا اپنی حد سے گزر جانا۔ جب دریا کا پانی اپنی حد سے بلند ہو جاتا ہے تو طغیان کا لفظ استعمال کیا جاتا ہے۔ ظاہر ہے کہ حد سے تجاوز، توازن و عدل کے منافی ہے، اسراف (فضول خرچی) تبذیر (غلط استعمال) اور افساد (شرارت و فساد) بھی اسی شعبہ میں آتے ہیں۔ اعتدا اور عدوان دونوں کے معنی حد سے گزر جانے کے ہیں پس ہر وہ شے جو بے محل ہو تعمیر و تکمیل کے راستے کی رکاوٹ ہے جس کو راستے سے ہٹا دینا چاہیے۔ اور عدل یہی کام انجام دیتا ہے جو قرآن کے الفاظ میں خدا کی رحمت یا رحمانیت کا اظہار ہے۔

وحدتِ دین

جزا و سزا کا قانون جس کا گزشتہ باب میں ذکر ہوا ہے انسانی ذمہ داریوں کے سوال سے بحث کرتا ہے ہر عمل کا ردِ عمل ہوتا ہے۔ عذاب و ثواب انسان کے اپنے اعمال کا نتیجہ ہے ایسی صورت میں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ کیا ربوبیتِ الٰہی جس کا مقصد کائناتِ ہستی کی پرورش اور نشوونما ہے انسان کو یہ صلاحیت عطا کرتی ہے کہ وہ یقین و اطمینان کے ساتھ اپنی ان ذمہ داریوں کو پورا کر سکے جس سے زندگی میں سابقہ پڑتا ہے۔ بہ الفاظِ دیگر کیا انسان میں اس بات کی استعداد ہوتی ہے اور کیا اسے ایسے مواقع ملتے ہیں کہ وہ اپنے لئے وہ راہِ عمل انتخاب کر سکے جو اس کو مطلوبہ بھلائی کی طرف لے جائے تاکہ اس کے اعمال و افعال پر جزا و سزا کے قانون کو حق بجانب قرار دیا جا سکے؟ قرآن اس کا جواب اثبات میں دیتا ہے۔

الَّذِی خَلَقَ فَسَوّٰی ۝ وَ الَّذِیْ قَدَّرَ فَهَدٰی ۝ (۸۷ : ۲-۳)

وہ پروردگار جس نے ہر چیز پیدا کی پھر اسے درست کیا پھر ایک اندازہ ٹھہرا دیا پھر اس پر راہ (عمل) کھول دی۔

اس آیت میں تکوین وجود کے جو مرتبے بیان کئے گئے ہیں، وہ تخلیق، تسویہ، تقدیر و ہدایت کے مرتبے ہیں۔ ارشاد قرآنی ہے کہ جس طرح خدا کی ربوبیت نے ہر وجود کو اس کا جامۂ ہستی عطا فرمایا، اس کے ظاہری اور باطنی قویٰ درست کئے اور اس کے اعمال کے لئے ایک مناسب حال اندازہ ٹھہرا دیا۔ اسی طرح اس کی ہدایت کا بھی سرو سامان کر دیا۔

رَبُّنَا الَّذِیٓ اَعْطٰی کُلَّ شَیْءٍ خَلْقَهٗ ثُمَّ هَدٰی (۲۰ : ۵۰)

ہمارا پروردگار وہ ہے جس نے ہر چیز کو اس کی بناوٹ دی پھر اس پر راہِ عمل کھول دی۔

پھر قرآن نے ہدایت کے بھی چار مرتبے بیان کئے ہیں۔ وجدان، حواس، عقل اور وحی و نبوت۔ ہدایت کے پہلے دو مرتبے انسان اور حیوان سب کے لئے ہیں۔ لیکن تیسرا مرتبہ یعنی مرتبۂ عقل، انسان کے لئے خاص ہے لیکن یہ سب مرتبے اپنا محدود دائرۂ عمل رکھتے ہیں۔ جہاں وجدان کی ہدایت ختم ہو جاتی ہے حواس کی ہدایت رہبری کرنے کے لئے آ جاتی ہے اور اسی طرح جب حواس کی ہدایت اپنی حد تک پہنچ جاتی ہے تو عقل کی ہدایت دستگیری کرتی ہے لیکن عقل کی ہدایت بھی ایک خاص حد سے آگے نہیں بڑھتی، اسی لئے ضروری تھا جیسا کہ قرآن میں بیان کیا گیا ہے کہ انسان کے لئے خدا کی ربوبیت اور رحمت کے ساتھ ایک چوتھے مرتبہ ہدایت کا سامان کر دیا جائے۔ یہی مرتبہ ہدایت ہے جسے قرآن وحی و نبوت کی ہدایت سے تعبیر کرتا ہے۔

قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی ؕ (۲ : ۱۲۰)

(اے پیغمبرؐ) ان سے کہہ دو اللہ کی ہدایت کی راہ تو وہی ہے جو 'الھُدٰی' ہے (یعنی ہدایت کی حقیقی اور عالمگیر راہ)، یہ 'اَلْھُدٰی' کی اصطلاح ہے جس کے ذریعہ خدائی ہدایت کا اظہار کیا گیا ہے۔ اس کا مطلب ہے ہدایت کی ایک ہی حقیقی راہ۔ اسی عالمگیر ہدایت وحی کو قرآن نے 'الدین' اور 'الاسلام' کے نام بھی دیے ہیں، یعنی خدا کے بنائے ہوئے قوانینِ حیات کو تسلیم کرنے کا راستہ۔

وحدت دین:

قرآنی تعلیم کا اصل اصول یہی وحدت دین ہے جو ہمیشہ ایک ہی رہی ہے لیکن مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ تاریخ عالم کے عجائب تصرفات میں سے یہ واقعہ بھی سمجھنا چاہیے کہ جس درجہ قرآن نے اس اصل پر زور دیا تھا اتنا ہی زیادہ دنیا کی نگاہوں نے اس سے اعراض کیا، واقعہ یہ ہے کہ قرآن کی کوئی اور صداقت دنیا کی نظروں سے اس قدر پوشیدہ نہیں ہے جس قدر کہ یہ اصل عظیم۔ اگر ایک شخص ہر طرح کے خارجی اثرات سے خالی الذہن ہو کر قرآن کا مطالعہ کرے اور اس میں جابجا اس اصل عظیم کے قطعی اور واضح اعلانات پڑھے اور پھر دنیا کی طرف نظر اٹھا کر دیکھے تو وہ حیران ہو کر رہ جائے گا کہ ان قطعی اعلانات کے باوجود قرآن کی حقیقت کو بھی بہت سی مذہبی گروہ بندیوں کی طرح ایک مذہبی گروہ بندی کی حیثیت دے دی گئی ہے۔

اس حقیقت کی توضیح کے لئے مولانا آزاد نے ضروری سمجھا کہ تفصیل کے ساتھ اس بات پر روشنی ڈالی جائے کہ جہاں تک وحی و نبوت کا تعلق ہے قرآن کی دعوت کیا ہے اور وہ کس راہ کی طرف نوع انسانی کو لے جانا چاہتی ہے۔

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ اس باب میں قرآن نے جو کچھ بیان کیا ہے وہ یہ ہے کہ:

ابتدا میں نسلِ انسانی ایک قوم کی طرح رہتی اور قدرتی زندگی بسر کرتی تھی بعد میں چل کر کثرت اور ضروریاتِ معیشت کے دباؤ کے باعث طرح طرح کے اختلافات پیدا ہو گئے اور جمعیتِ انسانی مختلف گروہوں میں بٹ گئی اور ہر گروہ دوسرے سے نفرت کرنے لگا۔ جب یہ صورت حال پیدا ہو گئی تو ضروری ہوا کہ نوع انسانی کی ہدایت کے لئے عدل و صداقت کی روشنی نمودار ہو تاکہ وہ پھر متحد ہو سکیں، چنانچہ خدا کے رسولوں کی دعوت و تبلیغ کا سلسلہ قائم ہو گیا اور نوع انسانی کو اتحاد و یگانگت کی تعلیم دینے کے لئے یکے بعد دیگرے خدا کے نبیوں کا ظہور ہونے لگا۔ انسانیت کے ان محسنوں کو خدا، رسل۔ (واحد رسول) یا پیغمبر کے لقب سے یاد کرتا ہے۔ کیونکہ وہ بنی نوع انسان کو خدا کی سچائی کا پیغام پہنچانے والے تھے۔ ان تمام پیغمبروں کا پیام ایک ہی تھا اور کسی خاص گروہ یا ملک یا قوم کے لئے مخصوص نہ تھا۔

قرآن کا ارشاد ہے کہ دنیا کا کوئی گوشہ نہیں جہاں نسلِ انسانی آباد ہوئی ہو اور خدا کا کوئی رسول مبعوث نہ ہوا ہو۔

وَلِكُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلٌ ۚ (۱۰ : ٤٧) قرآن کہتا ہے کہ کتنے ہی پیغمبر یکے بعد دیگرے مبعوث ہوئے جنہوں نے قوموں کو پیغامِ حق پہنچایا۔ ان میں سے بعض کا نام قرآن میں لیا گیا ہے اور بعض کا نہیں۔

وَكَمْ اَرْسَلْنَا مِنْ نَّبِيٍّ فِي الْاَوَّلِيْنَ ۝ (۴۳ : ٦)

اور کتنے ہی نبی ہیں جو ہم نے پہلوں میں (یعنی ابتدائی عہد کی قوموں میں) مبعوث کئے۔

وَمَا كُنَّا مُعَذِّبِيْنَ حَتّٰى نَبْعَثَ رَسُوْلًا ۝ (۱۷ : ۱۵)

اور ہمارا قانون یہ ہے کہ جب تک ہم ایک پیغمبر مبعوث کر کے راہ ہدایت نہ دکھا دیں اس وقت تک (پاداش عمل میں) عذاب دینے والے نہیں۔

وَ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلًا مِّنْ قَبْلِكَ مِنْهُمْ مَّنْ قَصَصْنَا عَلَيْكَ وَ مِنْهُمْ مَّنْ لَّمْ نَقْصُصْ عَلَيْكَ ؕ (٤٠ : ٧٨)

اور (اے پیغمبرؐ) ہم نے تم سے پہلے کتنے ہی پیغمبر مبعوث کئے ان میں سے کچھ ایسے ہیں جن کے حالات تمہیں سنائے ہیں اور کچھ ایسے ہیں جن کے حالات تمہیں نہیں سنائے (یعنی قرآن میں ان کا ذکر نہیں کیا گیا)۔

ہر عہد میں خدا کا راستہ ہمیشہ ایک ہی رہا ہے، وہ کسی حال میں بدل نہیں سکتا۔ پس بنی نوع انسان کے لئے اس کی ہدایت بھی اول دن سے ایک ہی طرح کی ہے اور یہ ہدایت کیا تھی، صرف یہ کہ خدائے واحد پر ایمان لاؤ اور نیک عمل کی زندگی بسر کرو ہر عہد میں اور ہر قوم کے لئے خدا نے دین کا یہی ایک راستہ بتایا۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِيْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۚ (١٦ : ٣٦)

اور بلاشبہہ ہم نے دنیا کی ہر قوم میں ایک پیغمبر مبعوث کیا (جس کی تعلیم یہ تھی) اللہ کی عبادت کرو اور طاغوت سے

(یعنی سرکش اور شریر قوتوں کے اغویٰ سے) اجتناب کرو۔

قرآن کہتا ہے کہ دنیا میں کوئی بانی مذہب بھی ایسا نہیں ہوا ہے جس نے ایک ہی دین پر اکٹھے رہنے اور تفرقہ و اختلاف سے بچنے کی تعلیم نہ دی ہو، سب کی تعلیم یہی تھی کہ خدا کا دین بچھڑے ہوئے انسانوں کو جمع کر دینے کے لئے ہے پس اس غرض کے لئے ایک پروردگار عالم کی بندگی میں سب متحد ہو جاؤ اور تفرقہ و مخاصمت کی جگہ باہمی محبت اور یک جہتی کی راہ اختیار کرو۔

وَاِنَّ هٰذِهٖٓ اُمَّتُكُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً وَّاَنَا رَبُّكُمْ فَاتَّقُوْنِ ○ (۲۳ : ۵۲)

اور (دیکھو) یہ تمہاری امت فی الحقیقت ایک ہی امت ہے اور میں تم سب کا پروردگار ہوں پس (میری عبودیت و نیاز کی راہ میں تم سب ایک ہو جاؤ اور) نافرمانی سے بچو۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّالَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَمَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَمُوْسٰى وَعِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَلَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ (۴۲ : ۱۳)

اور (دیکھو) اس نے تمہارے لئے دین کی وہی راہ قرار دی ہے جس کی وصیت نوحؑ کو کی گئی تھی اور جس پر چلنے کا حکم ابراہیمؑ، موسیٰؑ و عیسیٰؑ کو دیا تھا (ان سب کی تعلیم یہی تھی) کہ "الدین" (یعنی خدا کا ایک ہی دین) قائم رکھو اور اس راہ میں الگ نہ ہو جاؤ۔

قرآن اس بات پر زور دیتا ہے کہ ہر الہامی کتاب نے خدا کی راہ پر چلنے کی تعلیم دی ہے۔

قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ ۚ هٰذَا ذِكْرُ مَنْ مَّعِيَ وَذِكْرُ مَنْ قَبْلِيْ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ الْحَقَّ فَهُمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ○ (۲۱ : ۲۴-۲۵)

(اے پیغمبرؐ) ان سے کہہ دو (اگر تمہیں میری تعلیم سے انکار ہے تو) اپنی دلیل پیش کرو یہ تعلیم موجود ہے جس پر میرے ساتھی یقین رکھتے ہیں اور اسی طرح وہ تمام تعلیمیں بھی موجود ہیں جو مجھ سے پہلے قوموں کو دی گئیں (تم ثابت کر دکھاؤ۔ کسی نے بھی میری تعلیم کے خلاف تعلیم دی ہو) اصل یہ ہے کہ (ان منکرینِ حق) میں اکثر آدمی ایسے ہیں۔ جنہیں سرے سے امر حق کی خبر ہی نہیں اور اس لئے حقیقت کی طرف سے گردن موڑے ہوئے ہیں (اے پیغمبرؐ یقین کر) ہم نے تجھ سے پہلے کوئی پیغمبر بھی ایسا نہیں بھیجا جسے اس بات کے سوا کوئی دوسری بات بتلائی گئی ہو کہ "میرے سوا کوئی معبود نہیں پس میری ہی عبادت کرو"۔

اتنا ہی نہیں بلکہ قرآن یہ بھی کہتا ہے۔ کہ ہر پیغمبر کی تعلیم دوسرے پیغمبر کی تعلیم کی تصدیق کرتی ہے کیونکہ سب کی تعلیم ایک ہی تھی۔

نَزَّلَ عَلَيْكَ الْكِتٰبَ بِالْحَقِّ مُصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيْهِ وَاَنْزَلَ التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ ۙ ○ مِنْ قَبْلُ هُدًى

لِّلنَّاسِ (۳: ۳-٤)
(اے پیغمبرؐ) اللہ نے تم پر یہ کتاب سچائی کے ساتھ نازل کی ہے جو ان کتابوں کی تصدیق کرتی ہے جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور اسی طرح لوگوں کی ہدایت کے لئے اس نے تورات اور انجیل نازل کی تھی۔

الدّین اور الشّرع:

سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اگر وحیِ الٰہی نے ایک ہی اصولِ زندگی کی تعلیم دی ہے، ایک ہی اصل اور قانون کی تعلیم دی ہے تو پھر مذاہب میں اختلاف کیوں پیدا ہوا اور تمام مذہبوں میں ایک ہی طرح کے احکام ایک ہی طرح کے رسوم و ظواہر کیوں نہ ہوئے؟

قرآن کہتا ہے کہ مذاہب کا اختلاف دو طرح کا ہوتا ہے ایک اختلاف تو وہ ہے جو پیروانِ مذاہب نے مذہب کی حقیقی تعلیم سے منحرف ہو کر پیدا کر لیا ہے۔

دوسرا اختلاف وہ ہے جو مذہبی تعلیم کے نفاذ و اطلاق میں پایا جاتا ہے۔ مثلاً ایک مذہب میں عبادت کی کوئی خاص شکل مقرر کی گئی ہے دوسرے میں کوئی دوسری شکل، تو یہ اختلاف دین کا اختلاف نہیں ہے بلکہ اس کی تعلیم کے اطلاق یعنی شرع کا اختلاف ہے۔ اس لئے دین اور شرع میں فرق کرنے کی ضرورت ہے۔ دین میں کسی قسم کا انحراف قابلِ قبول نہیں ہو سکتا۔ ہر عہد اور ہر قوم کے لئے وہ ایک ہی ہوتا ہے۔ لیکن انسانی جمعیت کے احوال و ظروف ہر عہد میں بدلتے رہتے ہیں۔ پس ہر زمانے کے مزاج اور اس دور کے لوگوں کی استعداد اور طبیعت کے مطابق شرع و منہاج کی شکل میں تبدیلی ضرور ہوتی رہی اور جب تک خدا کی توحید اور نیک عملی کے بنیادی راستے میں اس کی وجہ سے انحراف نہیں ہوتا اس میں کوئی قباحت نہیں۔

لِكُلِّ أُمَّةٍ جَعَلْنَا مَنْسَكًا هُمْ نَاسِكُوْهُ فَلَا يُنَازِعُنَّكَ فِي الْأَمْرِ وَادْعُ إِلَىٰ رَبِّكَ ۖ إِنَّكَ لَعَلَىٰ هُدًى مُّسْتَقِيمٍ ○ (۲۲: ٦٧)

(اے پیغمبرؐ) ہم نے ہر گروہ کے لئے عبادت کا ایک خاص طور طریقہ ٹھہرا دیا ہے جس پر وہ چلتا ہے پس لوگوں کو چاہیئے کہ اس معاملہ میں تم سے جھگڑا نہ کریں، تم لوگوں کو اپنے پروردگار کی طرف دعوت دو یقیناً تم ہدایت کے راستے پر گامزن ہو۔

وَلِكُلٍّ وِّجْهَةٌ هُوَ مُوَلِّيْهَا فَاسْتَبِقُوا الْخَيْرٰتِ ۖ اَيْنَ مَا تَكُوْنُوْا يَاْتِ بِكُمُ اللّٰهُ جَمِيْعًا ۖ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (۲: ۱٤۸)

اور (دیکھو) ہر گروہ کے لئے کوئی نہ کوئی سمت ہے جس کی طرف عبادت کرتے ہوئے وہ اپنا منہ کر لیتا پس

(اس معاملہ کو اس قدر طول نہ دو) نیکی کی راہ میں ایک دوسرے سے آگے بڑھ جانے کی کوشش کرو کہ اصلی کام یہی ہے تم کسی جگہ بھی ہو اللہ تم سب کو پالے گا یقیناً اللہ کی قدرت سے کوئی چیز باہر نہیں۔

ان آیتوں پر نظر ڈالنے سے دین اور منہاج شریعت کا فرق واضح ہو جاتا ہے۔ دین عبارت ہے ایک خدا کی پرستش اور نیک عملی کی زندگی سے اور شرع نام ہے اس اصول کو روبہ عمل لانے اور اس کو جانچنے کا معیار اچھائیوں کے نتائج و نوعیت پر منحصر ہوتا ہے دین کے حقیقی عناصر کا ذکر قرآن نے ان الفاظ میں کیا ہے۔

لَيْسَ الْبِرَّ اَنْ تُوَلُّوْا وُجُوْهَكُمْ قِبَلَ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَلٰكِنَّ الْبِرَّ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ الْمَلٰٓئِكَةِ وَ الْكِتٰبِ وَ النَّبِيّٖنَ ۚ وَاٰتَى الْمَالَ عَلٰى حُبِّهٖ ذَوِى الْقُرْبٰى وَ الْيَتٰمٰى وَ الْمَسٰكِيْنَ وَ ابْنَ السَّبِيْلِ ۙ وَ السَّآئِلِيْنَ وَ فِى الرِّقَابِ ۚ وَ اَقَامَ الصَّلٰوةَ وَ اٰتَى الزَّكٰوةَ ۚ وَ الْمُوْفُوْنَ بِعَهْدِهِمْ اِذَا عٰهَدُوْا ۚ وَ الصّٰبِرِيْنَ فِى الْبَاْسَآءِ و الضَّرَّآءِ وَحِيْنَ الْبَاْسِ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ صَدَقُوْا ؕ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُتَّقُوْنَ ○ (۲ : ۱۷۷)

(اور دیکھو) نیکی یہ نہیں ہے کہ تم نے (عبادت کے وقت) اپنا منہ پورب کی طرف اور پچھم کی طرف کر لیا (یا اس طرح کی کوئی دوسری بات ظاہری رسم اور ڈھنگ کی کر لی) نیکی کی راہ تو اس کی راہ ہے جو اللہ پر، آخرت کے دن پر، ملائکہ پر، تمام کتابوں پر اور تمام نبیوں پر ایمان لاتا ہے اپنا مال خدا کی محبت کی راہ میں رشتہ داروں، یتیموں، مسکینوں، مسافروں اور سائلوں کو دیتا ہے اور غلاموں کے آزاد کرانے میں خرچ کرتا ہے نماز قائم کرتا ہے زکوٰۃ ادا کرتا ہے، قول و قرار کا پکا ہوتا ہے تنگی اور مصیبت کی گھڑی ہو یا خوف و ہراس کے وقت ہر حال میں ثابت قدم رہتا ہے۔ (سو یاد رکھو) ایسے ہی لوگ ہیں جو اپنی (دینداری میں) سچے ہیں اور یہی ہیں جو برائیوں سے بچنے والے ہیں۔

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ تیرہ سو برس سے زیادہ سے قرآن میں یہ آیت ہے اس کے باوجود اگر قرآن کی دعوت کے اصل مقصد کو دنیا اب تک نہیں سمجھ سکی ہے تو بلاشبہ یہ قرآن کا قصور نہیں ہے۔

دین کی وحدت کو فراموش کر دیا گیا:

جب قرآن کا ظہور ہوا تو حال یہ تھا کہ تمام مروجہ مذاہب کے پیرو مذہب کو صرف اس کے رسوم و ظواہر میں دیکھتے تھے اور مذہبی اعتقاد کا تمام جوش و خروش اسی قسم کی باتوں میں سمٹ گیا تھا ہر گروہ کا یہ ایمان تھا کہ دوسرا گروہ نجات سے محروم رہے گا۔ محض اس بنا پر کہ دوسرے کے اعمال و رسوم ویسے نہیں ہیں جیسے خود اس نے اختیار کر رکھے ہیں، لیکن قرآن کہتا ہے کہ نہیں یہ اعمال و رسوم نہ تو دین کی اصل ہیں اور نہ سچائی کی کسوٹی بلکہ یہ دین کا محض ایک ظاہری ڈھانچہ ہیں روح و حقیقت ان سے بالاتر ہے اور وہی اصل دین ہے۔ یہ اصل دین کیا ہے؟ ایک خدا کی پرستش اور نیک عملی کی زندگی، یہ کسی ایک گروہ کی میراث نہیں بلکہ تمام بنی نوع انسانی کی مشترکہ میراث ہے۔ اعمال و رسوم کی حیثیت فروعی ہے

جو وقتاً فوقتاً بدلتے رہتے ہیں اور بدلتے رہیں گے۔ قرآن کہتا ہے کہ تم میں سے ہر جماعت کے لئے ہم نے ایک قانون (شرع) اور ایک کھلا راستہ (منہاج) ٹھہرا دیا ہے۔ یہاں 'دین' کا لفظ استعمال نہیں کیا ہے۔ کیونکہ دین تو سب کے لئے ایک ہی ہے اس میں انحراف و تنوع نہیں ہو سکتا۔ البتہ شرع و منہاج قدرتی طور پر سب کے لئے یکساں نہیں ہو سکتے تھے۔

اس موقع پر یہ بات یاد رکھنی چاہیے کہ جہاں کہیں قرآن نے اس چیز پر زور دیا ہے کہ اگر خدا چاہتا تو تمام انسان ایک ہی راہ پر جمع ہو جاتے یا ایک ہی قوم بن جاتے، وہ اس بات کو لوگوں کے دلوں میں اتار دینا چاہتا ہے کہ مختلف ملکوں میں رہنے والی مختلف اقوام کے مختلف گروہوں میں فکر و عمل کا اختلاف موجود ہے اور یہ طبیعت بشری کا قدرتی خاصہ ہے پس اس اختلاف کو حق و باطل کا معیار اور انسانی گروہوں کی باہمی نفرت و عداوت کا موجب نہیں بننا چاہیے۔ البتہ مذہب کی اصل بنیاد یعنی ایک خدا کی پرستش اور نیک عملی کو اس سے نقصان نہ پہنچنا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن نے تحمل و رواداری پر بہت زور دیا ہے۔ یہاں تک کہ جو لوگ اس کی دعوتِ توحید کے خلاف جبر و تشدد سے کام لے رہے تھے ان کی طرف سے بھی اسے معذرت کرنے میں تامل نہیں۔

وَ لَا تَسُبُّوا الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَيَسُبُّوا اللّٰهَ عَدْوًاۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ ؕ كَذٰلِكَ زَيَّنَّا لِكُلِّ اُمَّةٍ عَمَلَهُمْ ۠ ثُمَّ اِلٰى رَبِّهِمْ مَّرْجِعُهُمْ فَيُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ (۶ : ۱۰۸)

اور (دیکھو) جو لوگ خدا کو چھوڑ کر دوسرے معبودوں کو پکارتے ہیں تم ان پر سبّ و شتم نہ کرو، کیونکہ نتیجہ یہ نکلے گا کہ یہ لوگ بھی از راہ جہل و نادانی خدا کو برا بھلا کہنے لگیں گے (یاد رکھو) ہم نے انسان کی طبیعت ہی ایسی بنائی ہے کہ ہر گروہ کو اپنا ہی عمل اچھا دکھائی دیتا ہے پھر بالآخر سب کو اپنے پروردگار کی طرف لوٹنا ہے اور وہیں ہر گروہ پر اس کے اعمال کی حیثیت کھلنے والی ہے۔

ایک موقع پر خود پیغمبرِ اسلام کو مخاطب کرتے ہوئے کہتا ہے:

وَلَوْ شَآءَ رَبُّكَ لَاٰمَنَ مَنْ فِى الْاَرْضِ كُلُّهُمْ جَمِيْعًا ؕ اَفَاَنْتَ تُكْرِهُ النَّاسَ حَتّٰى يَكُوْنُوْا مُؤْمِنِيْنَ (۱۰ : ۹۹)

اور اگر تمہارا پروردگار چاہتا تو زمین میں جتنے انسان ہیں سب ایمان لے آتے (لیکن تم دیکھ رہے ہو) کہ اس کی حکمت کا فیصلہ یہی ہوا کہ ہر انسان اپنی اپنی سمجھ اور اپنی اپنی راہ رکھے۔ پھر کیا تم چاہتے ہو لوگوں کو مجبور کر دو کہ مومن ہو جائیں۔

تجدید دعوت:

ایسی صورت میں سوال پیدا ہوتا ہے کہ جب تمام مذاہب کی اصل ایک ہی ہے اور سب کی بنیاد سچائی پر ہے۔ تو پھر ظہورِ قرآن کی ضرورت کیا تھی؟ قرآن اس کا جواب دیتا ہے کہ گو تمام مذاہب سچے ہیں لیکن تمام مذاہب کے پیرو سچائی

سے منحرف ہو گئے ہیں۔ اس لیے ضروری ہے کہ سب کو ان کی گمشدہ سچائی پر از سرِ نو جمع کر دیا جائے اور قرآن کا یہی کام ہے۔

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ سچائی اور دین سے پیروانِ مذاہب کی گمراہیاں اعتقادی اور عملی دونوں طرح کی تھیں اور ان گمراہیوں نے مختلف شکلیں اختیار کر لی تھیں ایک سب سے بڑی گمراہی جس کا قرآن نے ذکر کیا ہے اسے 'تشیُّع' اور "تحزّب" کے الفاظ سے تعبیر کیا ہے جس کے معنی ہیں الگ الگ جتھے بنالینا۔

اِنَّ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَ كَانُوْا شِيَعًا لَّسْتَ مِنْهُمْ فِيْ شَيْءٍ ؕ اِنَّمَآ اَمْرُهُمْ اِلَى اللّٰهِ ثُمَّ يُنَبِّئُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَفْعَلُوْنَ ۝ (٦ : ١٦٠)

جن لوگوں نے اپنے ایک ہی دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور الگ الگ گروہ بندیوں میں بٹ گئے، تمہیں ان سے کوئی واسطہ نہیں ان کا معاملہ خدا کے حوالے ہے جیسے کچھ ان کے عمل رہے ہیں اس کا نتیجہ خدا انہیں بتلا دے گا۔

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍ ۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ۝ (٢٣ : ٥٣)

پھر لوگوں نے ایک دوسرے سے کٹ کر جدا جدا دین بنا لئے ہر ٹولی کے پلے جو کچھ پڑ گیا ہے اسی میں مگن ہے۔

تشیُّع :

تشیع اور تحزب کے الفاظ کہاں سے آئے اسے پوری وضاحت کے ساتھ سمجھ لینا چاہیے۔ خدا کے ٹھہرائے ہوئے دین کی حقیقت تو یہ تھی کہ وہ نوع انسانی پر خدا پرستی اور نیک عملی کی راہ کھولتا تھا۔ لیکن لوگوں نے اس حقیقت کو فراموش کر دیا اور انسانیت نسلوں، قوموں، ملکوں اور طرح طرح کی رسموں اور رواجوں میں بٹ گئی۔ جس کا نتیجہ یہ نکلا کہ اعتقاد و عمل کے بجائے سارا دارومدار اس پر آکر ٹھہر گیا کہ کون کس کے جتھے اور گروہ میں داخل ہے۔ اور اُسی کو صداقتِ دین کی کسوٹی بنا لیا گیا۔ گویا دین کی سچائی آخرت کا نتیجہ اور حق و باطل کا معیار تمام تر گروہ بندی اور گروہ پرستی ہو گئی اور ہر گروہ یقین کرنے لگا کہ دوسروں پر نجات کا دروازہ بند ہو گیا ہے اور وہی نجات کا مستحق ہے۔ اور فی الحقیقت دوسرے مذاہب کی نفرت نے خدا پرستی اور نیک عملی کی جگہ لے لی۔

قرآنی روّیہ:

قرآن کو گمراہی کا یہ طلسم توڑنا تھا چنانچہ اس نے انسان کی نجات و سعادت کا دارومدار کسی خاص گروہ بندی پر نہیں بلکہ اعتقاد و عمل پر رکھا، اس نے اس بات پر زور دیا کہ نوع انسانی کے لئے دینِ الٰہی ایک ہی ہے اور اس راستے سے انحراف دین کی نفی ہے اس نے بتایا کہ اصل دین توحید ہے یعنی کسی واسطے کے بغیر ایک خدا کی براہِ راست پرستش اور تمام بانیانِ مذاہب نے اسی کی تعلیم دی ہے۔ اس کے خلاف دین سے متخاصم ہونے والے جتنے عقائد و اعمال ہیں، وہ خدا کے انکار کی تعریف میں آتے ہیں۔

وَقَالُوْا لَنْ يَّدْخُلَ الْجَنَّةَ اِلَّا مَنْ كَانَ هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى ؕ تِلْكَ اَمَانِيُّهُمْ ؕ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ بَلٰى ۚ مَنْ اَسْلَمَ وَجْهَهٗ لِلّٰهِ وَهُوَ مُحْسِنٌ فَلَهٗۤ اَجْرُهٗ عِنْدَ رَبِّهٖ ۪ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (۲: ۱۱۱-۱۱۲)

اور یہود و نصاریٰ نے کہا جنت میں کوئی انسان داخل نہیں ہو سکتا جب تک کہ یہودی اور نصاریٰ نہ ہو (یعنی جب تک یہودیت اور نصرانیت کی گروہ بندیوں میں داخل نہ ہو) یہ ان لوگوں کی (جاہلانہ) امنگیں ہیں (اے پیغمبرؐ!) ان سے کہہ دو اگر تم (اس زعمِ باطل میں) سچے ہو تو بتلاؤ تمہاری دلیل کیا ہے؟ ہاں (بلاشبہ نجات کی راہ کھلی ہوئی ہے۔ مگر وہ کسی خاص گروہ بندی کی راہ نہیں ہو سکتی وہ تو ایمان و عمل کی راہ ہے) کسی نے بھی خدا کے آگے سر جھکا دیا اور وہ نیک عمل بھی ہوا تو (خواہ وہ یہودی اور نصرانی ہو خواہ کوئی ہو) وہ اپنے پروردگار سے اپنا اجر پائے گا۔ اس کے لئے نہ تو کسی طرح کا کھٹکا ہے اور نہ کسی طرح کی غمگینی۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ الَّذِيْنَ هَادُوْا وَ النَّصٰرٰى وَ الصّٰبِـِٕيْنَ مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَ عَمِلَ صَالِحًا فَلَهُمْ اَجْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ ۚ وَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (۲: ۶۲)

جو لوگ (پیغمبرِ اسلامؐ پر) ایمان لائے ہوں یا وہ لوگ ہوں جو یہودی کہلاتے ہیں یا نصاریٰ اور صابی ہوں (کوئی بھی ہو) لیکن جو کوئی بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس کے کام بھی اچھے ہوئے تو وہ اپنے ایمان و عمل کا اجر اپنے پروردگار سے ضرور پائے گا۔ اور اس کے لئے نہ تو کسی طرح کا کھٹکا نہ کسی طرح کی غمگینی ہے۔

یعنی قرآن کے الفاظ میں دین کسی گروہ بندی کا نام نہ تھا انسان کا تعلق کسی نسل، کسی قوم اور کسی ملک سے ہو اگر وہ خدا پر ایمان رکھتا ہے اور اس کے اعمال بھی نیک ہیں۔ یعنی اس کی زندگی نیک عملی کا نمونہ ہے تو دینِ الٰہی پر چلنے والا ہے اور اس کے لئے نجات ہے۔ لیکن یہودیوں اور عیسائیوں نے صرف اپنے لئے ایک خاص قسم کا ضابطۂ فکر و اخلاق بنا لیا۔ یہودیوں نے گروہ بندی کا ایک دائرہ کھینچا اور اس کا نام "یہودیت" رکھ دیا۔ عیسائیوں نے بھی اپنے اطراف ایسا ہی ایک حلقہ بنا لیا اور اس کو "مسیحیت" کا نام دے دیا اور ہر ایک نے یہی کہا کہ جو اس کے دائرے میں شامل ہے وہی سچائی پر ہے اور نجات اُسی کے لئے ہے اور جو اس سے باہر ہے وہ نجات سے قطعاً محروم ہے اور اس طرح ایمان باللہ اور نیک عملی کا عالمگیر تصور یک قلم غیر مؤثر ہو گیا۔ ایک شخص کتنا ہی خدا پرست اور نیک عمل ہو لیکن اگر وہ "یہودیت" یا "مسیحیت" کے دائروں میں داخل نہیں ہے تو اسے کوئی یہودی یا عیسائی ہدایت یافتہ انسان نہیں سمجھے گا۔ لیکن ایک انتہائی بد عمل اور بد اعتقاد انسان بھی نجات یافتہ سمجھ لیا جائے گا اگر وہ گروہ بندیوں کے اس نظام میں داخل ہے۔ قرآن اس قسم کی گروہ بندیوں کو مسترد کر دیتا ہے وہ اعلان کرتا ہے کہ کوئی انسان ہو کسی نسل و قوم یا گروہ کا ہو اگر اس نے اللہ کے آگے عبودیت کا سر جھکایا اور نیک عملی کی زندگی اختیار کی تو اس نے نجات و سعادت پائی اور اس

کے لئے کوئی غم اور کھٹکا نہیں۔ مذہبی صداقت کی عالمگیر وسعت کا یہی وہ تصور ہے جو قرآن ظاہر کرتا ہے لیکن وہ افسوس کے ساتھ کہتا ہے:۔

وَ قَالَتِ الْيَهُوْدُ لَيْسَتِ النَّصٰرٰى عَلٰى شَيْءٍ ۪ وَّ قَالَتِ النَّصٰرٰى لَيْسَتِ الْيَهُوْدُ عَلٰى شَيْءٍ ۙ وَّهُمْ يَتْلُوْنَ الْكِتٰبَ ؕ كَذٰلِكَ قَالَ الَّذِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ مِثْلَ قَوْلِهِمْ ۚ فَاللّٰهُ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ يَوْمَ الْقِيٰمَةِ فِيْمَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ ○ (۲ : ۱۱۳)

اور یہودیوں نے کہا عیسائیوں کا دین کچھ نہیں ہے اسی طرح عیسائیوں نے کہا کہ یہودیوں کے پاس کیا دھرا ہے حالانکہ دونوں اللہ کی کتاب پڑھتے ہیں (اور دونوں کا سرچشمۂ دین ایک ہی ہے)، ٹھیک ایسی ہی بات ان لوگوں نے بھی کہی جو (مقدس نوشتوں کا) علم نہیں رکھتے (یعنی مشرکین عرب نے کہ وہ بھی صرف اپنے ہی کو نجات کا وارث سمجھتے ہیں) اچھا جس بات میں باہم کر جھگڑ رہے ہیں۔ قیامت کے دن اللہ فیصلہ کر دے گا اور اس وقت حقیقت حال سب پر کھل جائے گی۔

یہودیوں نے تو یہ انتہا کر دی تھی کہ وہ سمجھنے لگے تھے کہ جہنم کی آگ انہیں چھو بھی نہیں سکتی۔ لیکن قرآن صاف لفظوں میں اعلان کرتا ہے کہ جس کسی نے بھی اچھا کام کیا اس کے لئے بھلائی ہے اور جس نے بُرا کام کیا اس کے لئے برائی ہے اور کسی مخصوص نسل یا شخص کی خاطر فطرت کا یہ قانون بدل نہیں سکتا۔

وَ قَالُوْا لَنْ تَمَسَّنَا النَّارُ اِلَّآ اَيَّامًا مَّعْدُوْدَةً ؕ قُلْ اَتَّخَذْتُمْ عِنْدَ اللّٰهِ عَهْدًا فَلَنْ يُّخْلِفَ اللّٰهُ عَهْدَهٗٓ اَمْ تَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ مَالَا تَعْلَمُوْنَ ○ بَلٰى مَنْ كَسَبَ سَيِّئَةً وَّ اَحَاطَتْ بِهٖ خَطِيْٓـَٔتُهٗ فَاُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ النَّارِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ اُولٰٓئِكَ اَصْحٰبُ الْجَنَّةِ ۚ هُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ ○ (۲ : ۸۰-۸۲)

اور ان لوگوں نے (یعنی یہودیوں نے کہا) ہمیں جہنم کی آگ کبھی چھونے والی نہیں اور اگر چھوئے بھی تو اس سے زیادہ نہیں کہ چند دنوں کے لئے چھوئے (اے پیغمبرؐ) ان سے کہو یہ جو تم کہتے ہو تو کیا تم نے خدا سے کوئی قول و قرار کرا لیا ہے اور وہ اب اپنے قول و قرار سے پھر نہیں سکتا یا پھر تم خدا کے نام سے ایک ایسی (جھوٹی) بات کہہ رہے ہو۔ جس کا تمہیں کوئی علم نہیں؟ (خدا کا قانون تو یہ ہے کہ کسی نسل اور کسی گروہ کا انسان ہو لیکن) جس کسی نے برائی کمائی اور اپنے گناہوں میں گھر گیا تو وہ دوزخی گروہ میں سے ہے ہمیشہ دوزخ میں رہنے والا اور جس کسی نے بھی ایمان کی راہ اختیار کی اور نیک عمل ہوا تو وہ بہشتی گروہ میں سے ہے ہمیشہ بہشت میں رہنے والا۔

لَيْسَ بِاَمَانِيِّكُمْ وَلَآ اَمَانِيِّ اَهْلِ الْكِتٰبِ ؕ مَنْ يَّعْمَلْ سُوْٓءًا يُّجْزَ بِهٖ ۙ وَلَا يَجِدْ لَهٗ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلِيًّا وَّلَا نَصِيْرًا ○ (۴ : ۱۲۳)

(مسلمانو! یاد رکھو نجات اور سعادت) نہ تو تمہاری آرزوؤں پر موقوف ہے اور نہ اہلِ کتاب کی آرزوؤں پر (خدا کا قانون تو

یہ ہے کہ) جو کوئی بھی برائی کرے گا۔ اس کا نتیجہ اس کے سامنے آئے گا اور پھر نہ تو کسی کی دوستی بچا سکے گی نہ کسی کی طاقت کی مددگاری۔

اسی گروہ بندی کا ایک نتیجہ یہ تھا کہ یہودی سمجھتے تھے کہ کاروبار کی انجام دہی میں سچائی اور دیانت داری کے جتنے بھی احکام ان کے لئے نازل ہوئے ہیں، غیر یہودیوں کے ساتھ معاملات کرتے وقت ان کی پابندی ضروری نہیں انہوں نے یہ خیال کر لیا تھا کہ جو آدمی ہمارا ہم مذہب نہیں ہے تو ہمارے لئے روا ہے کہ جس طرح بھی چاہیں اس کے مال و جائیداد کو ہضم کر لیں چنانچہ لین دین میں سود لینے کی ممانعت کو انہوں نے اپنے ہم مذہبوں کے ساتھ مخصوص کر دیا تھا۔ دوسروں کے ساتھ اس اصول کو ملحوظ رکھنا ضروری نہیں سمجھتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانے میں جو یہودی عرب میں آباد تھے۔ وہ عربوں کے ساتھ اسی قسم کا طرز عمل رکھتے تھے۔ وہ کہتے تھے کہ عرب کے باشندے اَن پڑھ اور بت پرست ہیں، ہم ان لوگوں کا مال جس طرح بھی کھا لیں ہمارے لئے جائز ہے۔

وَاَخْذِهِمُ الرِّبٰوا وَقَدْ نُهُوْا عَنْهُ وَاَكْلِهِمْ اَمْوَالَ النَّاسِ بِالْبَاطِلِ (٤ : ١٦١)

اور ان کا سود کھانا حالانکہ وہ اس سے روک دیے گئے تھے اور ان کی یہ بات کہ لوگوں کا مال ناجائز طریقے سے کھا لیتے تھے۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ قَالُوْا لَيْسَ عَلَيْنَا فِي الْاُمِّيّٖنَ سَبِيْلٌ ۚ وَيَقُوْلُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ ○ بَلٰى مَنْ اَوْفٰى بِعَهْدِهٖ وَاتَّقٰى فَاِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُتَّقِيْنَ ○ (٣ : ٧٥، ٧٦)

(یہودیوں کی یہ بدمعاملگی) اس لئے ہے کہ وہ کہتے ہیں (عرب کے ان) اَن پڑھ لوگوں سے (بدمعاملگی کرنے) میں ہم سے کوئی باز پرس نہیں ہوگی۔ (جس طرح بھی ہم چاہیں ان کا مال کھا سکتے ہیں۔ حالانکہ) ایسا کہتے ہوئے وہ صریح اللہ پر افترا کرتے ہیں ہاں (ان سے باز پرس ہو اور ضرور ہو کیونکہ اللہ کا قانون تو یہ ہے کہ) جو کوئی اپنا قول و قرار سچائی کے ساتھ پورا کرتا ہے اور برائی سے بچتا ہے تو وہی اللہ کی خوشنودی حاصل کرتا ہے اور اللہ برائی سے بچنے والوں کو دوست رکھتا ہے۔

ایسا عقیدہ رکھنا خدا کے دین پر صریح افترا تھا خدا کا دین تو یہ ہے کہ ہر انسان کے ساتھ نیکی کرنی چاہیے اور ہر ایک کے ساتھ معاملہ کرنے میں راست بازی اور دیانت داری کو ملحوظ رکھنا چاہیے، اس کا تعلق کسی عقیدہ یا گروہ سے کیوں نہ ہو۔

مذہبی گروہ بندیوں نے جن رسموں کو جنم دیا ہے ان میں سے ایک رسم وہ ہے جسے اصطباغ (بپتسما) کہتے ہیں۔ یہ دراصل ایک یہودی رسم تھی جو اس وقت ادا کی جاتی تھی جب کوئی گناہوں کا اعتراف اور ان سے توبہ کرتا تھا لیکن عیسائیوں نے اسے ایک ذریعۂ نجات بنا دیا۔ قرآن اسے گمراہی بتاتا ہے اور کہتا ہے کہ محض ایک مقررہ رسم ادا کرنے سے نجات و سعادت حاصل نہیں ہو سکتی بلکہ نجات و سعادت حاصل ہوتی ہے نیک عملی سے۔ قرآن کہتا ہے کہ صرف پانی چھو دینے سے اصطباغ نہیں ہوتا بلکہ اصطباغ یہ ہے کہ تمہارے دل خدا پرستی کے رنگ میں رنگ جائیں۔ قرآن کہتا ہے۔

صِبْغَةَ اللّٰهِ ۚ وَ مَنْ اَحْسَنُ مِنَ اللّٰهِ صِبْغَةً ۫ وَّ نَحْنُ لَهٗ عٰبِدُوْنَ ○ (۲ : ۱۳۸)

یہ اللہ کا رنگ ہے (یعنی دینِ الٰہی کا قدرتی اصطباغ ہے) اللہ سے بہتر رنگ دینے میں اور کون ہو سکتا ہے؟ ہم تو اسی کی بندگی کرنے والے ہیں۔

اسی کا نتیجہ تھا کہ اگرچہ یہودیوں اور عیسائیوں کا مذہب ایک ہی تھا اور کتابِ الٰہی یعنی تورات دونوں کی مشترکہ میراث تھی لیکن دو مذہبی گروہوں میں بٹ جانے کی وجہ سے وہ باہم دگر مخالف اور مکذب ہو گئے تھے ایک دوسرے کو جھٹلاتے اور ہر جتھا صرف اپنے ہی جتھے کے لوگوں کو نجات و سعادت کا مالک سمجھتا تھا۔

جب دنیا اتنے گروہوں اور جتھوں میں بٹ گئی تھی اور ہر جتھا دوسرے جتھے کے مذہب کو جھٹلا رہا تھا، اس حقیقت کے باوجود کہ ان سب کی اصل ایک ہی تھی تو یہ فیصلہ کون کرتا کہ سچائی کا حقیقی نمائندہ کون ہے؟ قرآن کہتا ہے سچائی اصلاً سب کے پاس ہے مگر عملاً سب نے اسے کھو دیا ہے۔ سب کو ایک ہی دین دیا گیا تھا اور سب کے لئے ایک ہی عالمگیر قانون ہدایت تھا۔ لیکن سب نے اصل حقیقت ضائع کر دی اور 'دین' یا راہِ راست پر قائم رہنے کی جگہ ہر گروہ نے الگ الگ راستے اختیار کر لئے اور یہ سمجھ بیٹھا کہ سعادت و نجات کا وہی مستحق ہے۔ قرآن کہتا ہے کہ ہدایت کا راستہ سب کے لئے کھلا ہے اور کسی خاص نسل یا قوم کے لئے مختص نہیں ہے۔

وحدتِ انسانی

جن لوگوں نے خدا کے نام پر اپنے آپ کو الگ الگ مذہبی گروہوں میں بانٹ لیا تھا ان کے بارے میں قرآن کا یہ انتباہ تھا کہ "کیا اپنے پروردگار کے سامنے وہ تم سے جھگڑتے رہیں گے"؟

اگر خدا پر سچے دل سے ایمان لایا جائے تو عمل کی زندگی میں یہ ایمان انسانی اخوت کی شکل اختیار کر لیتا ہے۔ یہی قرآن کا پیام تھا اور اس نے یہودیوں، عیسائیوں اور پیغمبرؐ کے زمانے کے عرب مشرکین کو یہی پیام دیا تھا۔ اس کی اصل تبلیغ یہ تھی کہ سارے گروہ اور مذہبی جتھے پھر ایک جگہ آ جائیں اور بنی نوع انسان کی عظیم تر اخوت کا راستہ ہموار کریں، مولانا آزاد نے قرآن کے مطالعہ سے اسی پیام کا استخراج فرمایا ہے۔

قرآن نے اخوت انسانی کا جو لائحۂ عمل دیا ہے اس کا پہلا اصول یہ ہے کہ ابتدا میں نوعِ انسانی ایک ہی جمعیت تھی جو سارے انسانوں کے ایک خدا پر ایمان رکھتی تھی اور اسی ایمان کے مطابق شروع میں تمام انسانوں نے دین یا زندگی کا ایک ہی راستہ اختیار کیا تھا۔ سابقہ باب میں بتلایا گیا ہے کہ کس شدت کے ساتھ قرآن نے اس بات پر زور دیا ہے کہ زندگی کی یہ راہ سب کے لئے ایک ہی ہو سکتی ہے اور اسی اصول کے تحت اس زمانے کے یہودیوں، عیسائیوں اور عربوں کو مخاطب کیا ہے ان سب میں یہ بات قدرِ مشترک تھی کہ وہ حضرت ابراہیمؑ کی شخصیت کو اپنے مشترکہ مورثِ اعلیٰ کا مرتبہ دیتے تھے۔ اور یکساں طور پر ان کا احترام کرتے تھے۔ پس قرآن ان کے سامنے ایک نہایت سیدھا سادا سوال پیش کرتا ہے

وہ کہتا ہے کہ اگر ایک کے دین کی سچائی اس کے اپنے گروہ کے ساتھ وابستہ ہے تو بتلاؤ کہ یہ سب کے مورثِ اعلیٰ حضرت ابراہیمؑ کس گروہ کے آدمی تھے؟ ان کے زمانے میں نہ تو یہودیت کا ظہور ہوا تھا اور نہ مسیحیت کا تو پھر ان کا کون سا راستہ یا دین تھا؟

يَاَهْلَ الْكِتٰبِ لِمَ تُحَآجُّوْنَ فِيْٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مَآ اُنْزِلَتِ التَّوْرٰىةُ وَ الْاِنْجِيْلُ اِلَّا مِنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ ۝ (۳ : ۶۵)

اے اہلِ کتاب! تم ابراہیمؑ کے بارے میں کیوں حجت کرتے ہو حالانکہ یہ بات بالکل ظاہر ہے کہ تورات اور انجیل نازل نہیں ہوئیں مگر اس کے بعد پھر اتنی صاف بات بھی نہیں سمجھ سکتے؟

اَمْ كُنْتُمْ شُهَدَآءَ اِذْ حَضَرَ يَعْقُوْبَ الْمَوْتُ ۙ اِذْ قَالَ لِبَنِيْهِ مَا تَعْبُدُوْنَ مِنْۢ بَعْدِيْ ؕ قَالُوْا نَعْبُدُ اِلٰهَكَ وَاِلٰهَ اٰبَآئِكَ اِبْرٰهٖمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚۖ وَّ نَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ۝ (۲ : ۱۳۳)

پھر کیا تم اس وقت موجود تھے جب یعقوبؑ کے سامنے موت آکھڑی ہوئی تھی اور اس نے اپنی اولاد سے پوچھا تھا، بتلاؤ میرے بعد کس کی عبادت کرو گے۔ انہوں نے جواب میں کہا تھا اسی ایک خدا کی عبادت کریں گے جس کی تو نے عبادت کی ہے اور تیرے بزرگوں! ابراہیمؑ، اسماعیلؑ اور اسحٰقؑ نے کی ہے اور ہم خدا کے حکموں کے فرمانبردار ہیں۔

وَقَالُوْا كُوْنُوْا هُوْدًا اَوْ نَصٰرٰى تَهْتَدُوْا ؕ قُلْ بَلْ مِلَّةَ اِبْرٰهٖمَ حَنِيْفًا ؕ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝

(۲ : ۱۳۵)

اور یہودی کہتے ہیں یہودی ہو جاؤ ہدایت پاؤ گے نصاریٰ کہتے ہیں نصرانی ہو جاؤ ہدایت پاؤ گے (اے پیغمبرؐ!) تم کہو! نہیں۔ (اللہ کی عالمگیر ہدایت تمہاری ان گروہ بندیوں کی پابند نہیں رہ سکتی)۔ ہدایت کی راہ تو وہی حقیقی راہ ہے جو ابراہیم کا طریقہ تھا اور وہ مشرکوں میں سے نہ تھا۔

اس طرح قرآن نے یہ واضح کرنے کی کوشش کی ہے کہ یہودی، عیسائی اور مغربی ایشیا کی دوسری اقوام اپنے مورثِ اعلیٰ ابراہیمؑ کے زمانہ میں جس دین کے پیرو تھے وہ نہ یہودیت تھا نہ مسیحیت اور نہ کسی اور مذہبی حلقہ بندی سے اس کا تعلق تھا۔ یہودیت اور مسیحیت تو حضرت موسیٰؑ اور حضرت مسیحؑ کے نام سے چلی جن کا ظہور حضرت ابراہیمؑ کے کئی سو سال بعد ہوا تھا اور حضرت ابراہیمؑ نے نجات کا جو طریقہ اختیار کیا تھا وہ صرف کسی مخصوص گروہ کے لئے نہ تھا بلکہ پوری انسانیت کے لئے تھا اور وہ تھا ایک ہی خدا کی پرستش اور نیک عملی کا راستہ۔ قرآن کہتا ہے کہ حضرت ابراہیمؑ اور دوسرے تمام پیغمبروں نے دنیا کو جو پیام دیا وہ یہی تھا کہ پوری نوعِ انسانی ایک ہی امت ہے اور سب کا ایک ہی پروردگار ہے پس چاہیے کہ ایک ہی پروردگار کی بندگی کریں اور ایک کنبہ کے افراد کی طرح رہیں۔ قرآن نے پچھلے رسولوں

اور مذاہب کے بانیوں کے مواعظ نقل کیے ہیں یہ بتانے کے لئے کہ ان سب نے دین کی وحدت اور انسان کی عالمگیر اخوت کی تعلیم دی ہے۔ لیکن قرآن افسوس کا اظہار کرتا ہے کہ:۔

فَتَقَطَّعُوْٓا اَمْرَهُمْ بَيْنَهُمْ زُبُرًا ؕ كُلُّ حِزْبٍۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ (۲۳ : ۵۳)

لیکن لوگوں نے یہ تعلیم فراموش کر دی اور اپنی الگ الگ ٹولیاں بنالیں اب ہر ٹولی اس میں مگن ہے جو اس کے پلے پڑ گیا ہے۔

قرآن کی دعوت:

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ قرآن نے کسی اور بات پر اتنا زور نہیں دیا ہے جتنا کہ اس نظریۂ حیات پر۔ اس نے بار بار صاف اور قطعی لفظوں میں اس امر کا اعلان کر دیا ہے کہ وہ کسی مذہبی گروہ بندی کے حق میں نہیں ہے بلکہ اس کے برعکس چاہتا ہے کہ تمام مذہبی گروہ بندیوں کی جنگ و نزاع سے دنیا کو نجات دلادے اور سب کو سچائی کی اسی ایک راہ پر جمع کر دے جس کی فطرت ہی یہ ہے کہ وہ روزِ اول سے موجود ہے اور تمام مذاہب کے داعیوں نے اسی کی طرف بلایا ہے۔

شَرَعَ لَكُمْ مِّنَ الدِّيْنِ مَا وَصّٰى بِهٖ نُوْحًا وَّ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَ مَا وَصَّيْنَا بِهٖٓ اِبْرٰهِيْمَ وَ مُوْسٰى وَ عِيْسٰٓى اَنْ اَقِيْمُوا الدِّيْنَ وَ لَا تَتَفَرَّقُوْا فِيْهِ ؕ (۴۲ : ۱۳)

اور (دیکھو) اس نے تمہارے لئے دین کی وہی راہ ٹھہرائی ہے جس کی وصیت نوحؑ کو کی گئی تھی اور جس پر چلنے کا ابراہیمؑ اور موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو حکم دیا تھا (ان سب کی تعلیم یہی تھی) کہ الدین (یعنی خدا کا ایک ہی دین) قائم رکھو اور اس راہ میں الگ الگ نہ ہو جاؤ۔

اِنَّآ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ كَمَآ اَوْحَيْنَآ اِلٰى نُوْحٍ وَّ النَّبِيّٖنَ مِنْۢ بَعْدِهٖ ۚ وَ اَوْحَيْنَآ اِلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَ اِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَعِيْسٰى وَاَيُّوْبَ وَ يُوْنُسَ وَهٰرُوْنَ وَسُلَيْمٰنَ ۚ وَاٰتَيْنَا دَاوٗدَ زَبُوْرًا ۚ ○ وَرُسُلًا قَدْ قَصَصْنٰهُمْ عَلَيْكَ مِنْ قَبْلُ وَرُسُلًا لَّمْ نَقْصُصْهُمْ عَلَيْكَ ؕ (۴ : ۱۶۳)

(اے پیغمبرؐ!) ہم نے تمہیں اسی طرح اپنی وحی سے مخاطب کیا ہے جس طرح نوحؑ کو کیا تھا اور ان تمام نبیوں کو کیا تھا جو نوحؑ کے بعد ہوئے نیز جس طرح ابراہیمؑ، اسماعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ، اولاد یعقوبؑ، یونسؑ، ہارونؑ، سلیمانؑ (وغیرہم) کو مخاطب کیا اور داؤدؑ کو زبور عطا کی۔ علاوہ بریں وہ رسول جن میں سے بعض کا حال ہم تمہیں پہلے سنا چکے ہیں اور بعض ایسے ہیں جن کا حال تمہیں نہیں سنایا۔

سورہ انعام رکوع (۶) میں پچھلے رسولوں کا ذکر کرتے ہوئے قرآن نے ان الفاظ میں پیغمبرِ اسلام محمدؐ کو مخاطب کیا ہے۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَى اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ (۶ : ۹۰)

یہ وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے راہِ حق دکھائی پس (اے پیغمبرؐ) تم بھی انہی کی ہدایت کی پیروی کرو۔

تمام بانیانِ مذاہب کے پیروؤں کو ایک ہی راستے پر لانے کے لئے قرآن نے تمام بانیانِ مذاہب کی یکساں طور پر تصدیق فرمائی ہے اور ان کے راستے کو راہِ حق بتلایا ہے۔

قُلْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ عَلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ عَلٰٓى اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْمٰعِيْلَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ وَ الْاَسْبَاطِ وَمَآ اُوْتِيَ مُوْسٰى وَعِيْسٰى وَالنَّبِيُّوْنَ مِنْ رَّبِّهِمْ ۖ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ ۚ وَنَحْنُ لَهٗ مُسْلِمُوْنَ ○ (۳ : ۸۴)

(اے پیغمبرؐ!) کہہ دو ہمارا طریقہ تو یہ ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور جو کچھ اس نے ہم پر نازل کیا ہے اس پر ایمان لائے ہیں نیز جو کچھ ابراہیمؑ، اسمٰعیلؑ، اسحٰقؑ، یعقوبؑ اور اولادِ یعقوبؑ پر نازل ہوا ہے ان سب پر ایمان رکھتے ہیں اسی طرح جو کچھ موسیٰؑ اور عیسیٰؑ کو اور دنیا کے تمام نبیوں کو ان کے پروردگار سے دیا گیا ہے سب پر ہمارا ایمان ہے ہم ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے سے جدا نہیں کرتے (کہ اسے نہ مانیں دوسروں کو مانیں) اور ہم اللہ کے فرمانبردار ہیں (اس کی سچائی جہاں کہیں بھی اور جس کسی کی زبانی بھی آئی ہو اس پر ہمارا ایمان ہے)۔

اوپر کی آیت کے یہ الفاظ کہ "ہم ان میں سے کسی ایک کو بھی دوسرے سے جدا نہیں کرتے"۔ قرآن میں متعدد موقعوں پر آئے ہیں جس کا منشا یہ ہے کہ ایک رسول کو دوسرے رسول سے برتر سمجھنے یا ایک کو پیغمبر ماننے اور دوسرے کو برحق نہ جاننے کے رجحان سے انکار کیا جائے۔ قرآن کہتا ہے: ہر انسان کا جو خدا کے سچے دین پر چلنا چاہتا ہے فرض ہے کہ بلا کسی امتیاز کے تمام رسولوں اور ان پر نازل کئے ہوئے تمام صحائف پر اور ان کی بنیادی صداقت پر ایمان لائے اور یہ سچائی جہاں کہیں بھی ظاہر ہوئی ہو اور جس زبان میں بھی ظاہر ہوئی ہو اسے قبول کرے۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَالْمُؤْمِنُوْنَ ۚ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَمَلٰٓئِكَتِهٖ وَكُتُبِهٖ وَرُسُلِهٖ ۟ لَا نُفَرِّقُ بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْ رُّسُلِهٖ ۟ وَقَالُوْا سَمِعْنَا وَاَطَعْنَا ۗ غُفْرَانَكَ رَبَّنَا وَاِلَيْكَ الْمَصِيْرُ ○ (۲ : ۲۸۵)

اللہ کا رسولؐ اس (کلامِ حق) پر ایمان رکھتا ہے جو اس کے پروردگار کی طرف سے اس پر نازل ہوا ہے اور وہ لوگ بھی جو ایمان لائے ہیں یہ سب اللہ پر اس کے ملائکہ پر اس کی کتابوں پر، اس کے رسولوں پر ایمان رکھتے ہیں (ان کے ایمان کا دستور العمل یہ ہے کہ وہ کہتے ہیں) ہم اللہ کے رسولوں میں سے کسی کو دوسرے سے جدا نہیں کرتے (کہ کسی کو مانیں کسی کو نہ مانیں)۔ انہوں نے کہا خدایا! ہم نے تیرا پیام سنا اور تیری فرمانبرداری کی ہمیں تیری مغفرت نصیب ہو۔ ہم سب کو بالآخر تیری ہی طرف لوٹنا ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ خدا کی سچائی اس کی عالمگیر بخشش ہے وہ نہ تو کسی خاص نسل و قوم سے متعلق ہے اور نہ کسی خاص مذہبی گروہ بندی سے اور نہ کسی خاص زبان میں اس کا نزول ہوا ہے انسان اپنے لئے جغرافیائی اور نسلی حد بندیاں قائم کر لیتا ہے لیکن خدا کی سچائی کو اس طرح بانٹا نہیں جا سکتا۔ اس سچائی کی نہ تو کوئی قومیت ہے۔ نہ نسل ہے نہ جغرافیائی حد بندی ہے اور نہ جماعتی حلقہ بندی، وہ خدا کے پیدا کئے ہوئے سورج کی طرح کرۂ ارض کے ہر گوشے پر ضیا پاشی کرتی ہے

اور ہر ایک کو یکساں روشنی بخشتی ہے وہ ہر جگہ نمودار ہوتی ہے اور ہر عہد میں اپنا ظہور رکھتی ہے۔ خدا کی سچائی جہاں کہیں بھی پائی جائے اور جس بھیس میں بھی پائی جائے انسان کی بہت بڑی متاع ہے اور انسان اس کا وارث ہے۔

قرآن نے جابجا تفریق 'بین الرسول' کی راہ کو خدا کے دین سے انکار کی راہ قرار دیا ہے۔ پس انسان کے لئے دو ہی راستے ہیں۔ ایک سب نبیوں کے ماننے کا راستہ اور دوسرا سب کے انکار کا راستہ، کوئی تیسرا راستہ نہیں ہے، کسی ایک رسول کا انکار بھی سب کے انکار کا حکم رکھتا ہے۔

اِنَّ الَّذِيْنَ يَكْفُرُوْنَ بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَ يُرِيْدُوْنَ اَنْ يُّفَرِّقُوْا بَيْنَ اللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ وَيَقُوْلُوْنَ نُؤْمِنُ بِبَعْضٍ وَّ نَكْفُرُ بِبَعْضٍ ۙ وَّيُرِيْدُوْنَ اَنْ يَّتَّخِذُوْا بَيْنَ ذٰلِكَ سَبِيْلًا ۙ ۝ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْكٰفِرُوْنَ حَقًّا ۚ وَاَعْتَدْنَا لِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابًا مُّهِيْنًا ۝ وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَلَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۚ ۝ (٤ : ١٥٠-١٥٢)

جو لوگ اللہ اور اس کے پیغمبروں سے برگشتہ ہیں اور چاہتے ہیں کہ اللہ اور اس کے رسولوں میں تفرقہ کریں (یعنی کسی کو خدا کا رسول مانیں اور کسی کو نہ مانیں) اور کہتے ہیں ان میں سے بعض کو ہم مانتے ہیں بعض کا انکار کرتے ہیں اور پھر اس طرح چاہتے ہیں: کفر و ایمان کے درمیان کوئی تیسرا راستہ اختیار کر لیں تو یقین کرو یہی لوگ ہیں کہ ان کے کفر میں کوئی شبہہ نہیں اور جن لوگوں کی راہ کفر کی راہ ہے تو ان کے لئے رسوا کن عذاب تیار ہے لیکن ہاں جو لوگ اللہ اور اس کے تمام پیغمبروں پر ایمان لائے اور کسی ایک پیغمبر کو بھی دوسروں سے جدا نہیں کیا (یعنی کسی ایک کی سچائی سے بھی انکار نہیں کیا) تو بلاشبہہ یہی لوگ ہیں جنہیں عنقریب اللہ ان کے اجر عطا فرمائے گا اور وہ بڑا ہی بخشنے والا مہربان ہے۔

سورۂ بقرہ میں جو قرآن کی دوسری سورت ہے سچے مومنوں کی راہ بتلائی گئی ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْكَ وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلِكَ ۚ وَبِالْاٰخِرَةِ هُمْ يُوْقِنُوْنَ ؕ ۝ اُولٰٓئِكَ عَلٰى هُدًى مِّنْ رَّبِّهِمْ ۙ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۝ (٢ : ٤-٥)

اور وہ لوگ جو سچائی پر ایمان لائے جو پیغمبر اسلامؐ پر نازل ہوئی ہے اور ان تمام سچائیوں پر جو اس سے پہلے نازل ہو چکی ہیں اور نیز آخرت کی زندگی پر بھی یقین رکھتے ہیں۔ سو یہی لوگ ہیں جو اپنے پروردگار کی ٹھہرائی ہوئی ہدایت پر ہیں اور یہی ہیں جنہوں نے فلاح پائی۔

قرآن اس بات پر تعجب کا اظہار کرتا ہے کہ وہ لوگ بھی جو یہ ایمان رکھتے ہیں کہ تمام کارخانۂ ہستی کا خالق ایک ہی خالق ہے اور اسی کی پروردگاری ہر مخلوق کی پرورش کر رہی ہے اس امر سے انکار کرتے ہیں کہ اس کا دیا ہوا روحانی سچائی کا قانون بھی ایک ہے اور ایک ہی طور پر تمام نوع انسانی کو دیا گیا ہے۔

قُلْ يٰٓاَهْلَ الْكِتٰبِ هَلْ تَنْقِمُوْنَ مِنَّآ اِلَّآ اَنْ اٰمَنَّا بِاللّٰهِ وَمَآ اُنْزِلَ اِلَيْنَا وَمَآ اُنْزِلَ مِنْ قَبْلُ ۙ وَاَنَّ اَكْثَرَكُمْ فٰسِقُوْنَ ○ (۵ : ۵۹)

ان لوگوں سے کہو اے اہلِ کتاب! تم جو ہماری مخالفت پر کمر بستہ ہو گئے ہو تو بتلاؤ اس کے سوا ہمارا جرم کیا ہے کہ ہم اللہ پر ایمان لائے ہیں اور جو کچھ ہم پر نازل ہوا ہے اور جو اس سے پہلے نازل ہوا ہے سب پر ایمان رکھتے ہیں (پھر کیا خدا پرستی) اور خدا کے تمام رسولوں کی تصدیق کرنا تمہارے نزدیک جرم اور عیب ہے (افسوس تم پر) تم میں سے اکثر ایسے ہیں جو راہ حق سے یکسر برگشتہ ہیں۔

وَ اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ○ (۱۹ : ۳۶)

(دیکھو) خدا تو میرا اور تمہارا دونوں کا پروردگار ہے پس اس کی بندگی کرو۔ یہی دین کی سیدھی راہ ہے۔

قُلْ اَتُحَآجُّوْنَنَا فِي اللّٰهِ وَهُوَ رَبُّنَا وَرَبُّكُمْ ۚ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ ۚ (۲ : ۱۳۹)

(اے پیغمبر ان سے) کہو کیا تم خدا کے بارے میں ہم سے جھگڑا کرتے ہو حالانکہ ہمارا اور تمہارا دونوں کا پروردگار وہی ہے اور ہمارے لئے ہمارے اعمال ہیں اور تمہارے لئے تمہارے اعمال (یعنی ہر انسان کو اس کے عمل کا نتیجہ ملتا ہے پھر اس بارے میں جھگڑا کیوں کرتے ہو)۔

اس موقع پر یہ بات قابل لحاظ ہے کہ اوپر کی آیات میں جہاں کہیں اس طرح کے مخاطبات ہیں جیسے اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ (اللہ ہمارا اور تمہارا دونوں کا پروردگار ہے)۔ اِلٰهُنَا وَاِلٰهُكُمْ وَاحِدٌ (ہمارا اور تمہارا دونوں کا خدا ایک ہی ہے)۔ وَلَنَآ اَعْمَالُنَا وَلَكُمْ اَعْمَالُكُمْ (اور ہمارے لئے ہمارے عمل ہیں اور تمہارے لئے تمہارے عمل) اس قسم کے تمام مخاطبات سے قرآن کا مقصود اس حقیقت پر زور دینا ہے کہ سب کا پروردگار ایک ہے اور ہر انسان کے لئے ویسا ہی نتیجہ ہے جیسا اس کا عمل ہے اسی لئے قرآن پوچھتا ہے "تو پھر خدا اور مذہب کے نام پر یہ عالمگیر جنگ و جدال کیوں برپا ہے"؟ وہ بار بار کہتا ہے کہ اس کی تعلیمات اس کے سوا کچھ نہیں کہ وہ انسان کو خدا پرستی اور نیک عملی کی طرف بلاتا ہے وہ کسی مذہب کو نہیں جھٹلاتا اور نہ کسی بانی مذہب کا انکار کرتا ہے۔ وہ سب بانیانِ مذاہب کی یکساں تصدیق کرتا ہے اور سب کی مشترکہ تعلیم اس کا دستور العمل ہے پھر جب اس کا پیام یہ ہے تو قرآن پوچھتا ہے کہ تمام پیروانِ مذہب نے کیوں اس کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیا ہے؟

مولانا آزاد لکھتے ہیں کہ قرآن نے کبھی کسی مذہب کی پیروی کرنے والوں سے یہ مطالبہ نہیں کیا کہ وہ اسے ایک نئے دین کے طور پر مان لیں بلکہ وہ ان سے یہی کہتا ہے کہ اپنے اپنے مذہب کی حقیقی تعلیم پر جسے انہوں نے طرح طرح کی تحریفوں اور اضافوں سے مسخ کر دیا ہے سچائی کے ساتھ کاربند ہو جائیں وہ کہتا ہے کہ اگر انہوں نے ایسا کر لیا تو اس کا

مقصد پورا ہو جائے گا۔ کیوں کہ جوں ہی وہ اپنے مذہب کی حقیقی تعلیم کی طرف لوٹیں گے۔ ان کے سامنے وہی حقیقت آموجود ہو گی جس کی طرف قرآن بلاتا ہے۔ وہ کہتا ہے کہ اس کا پیام کوئی نیا پیام نہیں ہے بلکہ وہی قدیم پیام ہے جو تمام بانیان مذاہب دے چکے ہیں۔

قُلْ يٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَسْتُمْ عَلٰى شَیْءٍ حَتّٰى تُقِيْمُوا التَّوْرٰىةَ وَالْاِنْجِيْلَ وَمَاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ وَلَيَزِيْدَنَّ كَثِيْرًا مِّنْهُمْ مَّاۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ طُغْيَانًا وَّكُفْرًا ۚ فَلَا تَاْسَ عَلَى الْقَوْمِ الْكٰفِرِيْنَ ○ اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِيْنَ هَادُوْا وَ الصّٰبِئُوْنَ وَالنَّصٰرٰى مَنْ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَعَمِلَ صَالِحًا فَلَا خَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَا هُمْ يَحْزَنُوْنَ ○ (۵ : ۶۸ ـ ۶۹)

اے اہلِ کتاب! جب تک تورات اور انجیل کی اور ان تمام صحیفوں کی جو تم پر نازل ہوئے ہیں حقیقت قائم نہ کرو اس وقت تک تمہارے پاس دین میں سے کچھ نہیں ہے اور (اے پیغمبرؑ!) تمہارے پروردگار کی طرف سے جو کچھ تم پر نازل ہوا ہے بجائے اس کے کہ یہ لوگ اس سے ہدایت حاصل کریں تم دیکھو گے کہ ان میں سے بہتوں کا کفر و طغیان اس کی وجہ سے اور زیادہ بڑھ جائے گا تو جن لوگوں نے انکار حق کی راہ اختیار کی ہے تم ان کی حالت پر بے کار کو غم نہ کھاؤ جو لوگ تم پر ایمان لائے ہیں جو یہودی ہیں جو صابی ہیں جو نصاریٰ ہیں (یہ ہوں یا کوئی ہو) جو کوئی بھی اللہ اور آخرت کے دن پر ایمان لایا اور اس کے عمل بھی نیک ہوئے تو اس کے لئے نہ تو کسی طرح کا خوف ہے نہ کسی طرح کی غمگینی۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے ان راست باز انسانوں کے ایمان و عمل کا پوری فراخدلی کے ساتھ اعتراف کیا ہے جو نزول قرآن کے وقت مختلف مذاہب میں موجود تھے اور جنہوں نے اپنے مذاہب کی حقیقی روح ضائع نہیں کی تھی البتہ وہ کہتا ہے ایسے لوگوں کی تعداد بہت کم ہے۔ غالب تعداد ایسے لوگوں کی ہے جو اپنے حقیقی مذہب کے راستے سے منحرف ہو گئے ہیں۔

لَيْسُوْا سَوَآءً ؕ مِنْ اَهْلِ الْكِتٰبِ اُمَّةٌ قَآئِمَةٌ يَّتْلُوْنَ اٰيٰتِ اللّٰهِ اٰنَآءَ الَّيْلِ وَهُمْ يَسْجُدُوْنَ ○ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَالْيَوْمِ الْاٰخِرِ وَيَاْمُرُوْنَ بِالْمَعْرُوْفِ وَيَنْهَوْنَ عَنِ الْمُنْكَرِ وَيُسَارِعُوْنَ فِی الْخَيْرٰتِ ؕ وَاُولٰٓئِكَ مِنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ وَمَا يَفْعَلُوْا مِنْ خَيْرٍ فَلَنْ يُّكْفَرُوْهُ ؕ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالْمُتَّقِيْنَ ○ (۳ : ۱۱۳ ـ ۱۱۵)

یہ بات نہیں ہے کہ سب ایک ہی طرح کے ہوں انہیں اہل کتاب میں ایسے لوگ بھی ہیں کہ اصل دین پر قائم ہیں وہ تو راتوں کو اٹھ اٹھ کر اللہ کے کلام کی تلاوت کرتے ہیں اور ان کے سر اس کے سامنے جھکے ہوتے ہیں اور وہ اللہ پر اور آخرت کے دن پر ایمان رکھتے ہیں نیکی کا حکم دیتے ہیں برائی سے روکتے ہیں۔ نیکی کی راہوں میں تیز گام ہیں اور بلاشبہ یہی لوگ ہیں جو نیک انسانوں میں سے ہیں اور یاد رکھو یہ لوگ جو کچھ کرتے ہیں تو ہر گز ایسا نہ ہو گا کہ اس کی قدر نہ کی جائے وہ جانتا ہے کہ (کس گروہ میں) کون پرہیزگار ہے۔

مِنْهُمْ أُمَّةٌ مُّقْتَصِدَةٌ ؕ وَكَثِيرٌ مِّنْهُمْ سَآءَ مَا يَعْمَلُوْنَ ع ○ (۵ : ۶۶)

ان میں ایک گروہ ایسے لوگوں کا بھی ہے جو میانہ رو ہیں لیکن بڑی تعداد ایسے لوگوں کی ہے کہ جو کچھ کرتے ہیں، برا ہی کرتے ہیں۔

یہ جو قرآن جابجا اس بات پر زور دیتا ہے کہ وہ پچھلی آسمانی کتابوں کی تصدیق کرنے والا ہے، جھٹلانے والا نہیں اور ان کے پیروؤں سے کہتا ہے کہ قرآن پر بھی ایمان لاؤ۔

"پھر کیوں وہ قرآن کے خلاف اعلان جنگ کرتے ہیں یا اس سے جھگڑتے ہیں"؟

وَأْمُرْ بِالْمَعْرُوْفِ وَانْهَ عَنِ الْمُنْكَرِ (۳۱ : ۱۷)

معروف کا لفظ 'عرف' سے نکلا ہے۔ جس کے معنی ہیں جانی پہچانی بات کو پہچانتا اور 'منکر' کے معنی ہیں ایسی بات جس سے عام طور پر انکار کیا گیا ہو۔ قرآن نے ان الفاظ کو خاص طور پر اس لئے اختیار کیا ہے کہ انسانوں کے افکار و عقائد میں چاہے کسی قسم کے اختلافات کیوں نہ ہوں کچھ باتیں ایسی ہیں جن کے اچھے ہونے پر سب متفق ہیں اور جن کے برے ہونے پر سب کا اتفاق ہے۔ مثلاً اس بات پر سب متفق ہیں کہ سچ بولنا اچھا ہے اور جھوٹ بولنا برا ہے اس پر سب کو اتفاق ہے کہ دیانتداری اچھی بات ہے۔ بددیانتی بُری بات ہے۔ اس سے کسی کو اختلاف نہیں کہ ماں باپ کی خدمت، ہمسائے سے سلوک، مسکینوں کی خبرگیری اور مظلوموں کی امداد اچھی باتیں ہیں اور ان کے بارے میں کوئی بھی مختلف نظریہ نہیں رکھتا۔ دنیا کے تمام اخلاقی ضابطے، دنیا کی تمام حکمتیں اور دنیا کی تمام جماعتیں دوسری باتوں میں کتنا ہی اختلاف رکھتی ہوں لیکن جہاں تک ان اچھائیوں کا تعلق ہے سب ہم آہنگ اور ہم رائے ہیں۔ اسی لئے قرآن کہتا ہے کہ جب وہ معروف (نیکی) کا حکم دیتا ہے اور منکر (برائی) سے منع کرتا ہے تو اس کی مخالفت کیوں ہو؟

فطرت اللہ:

قرآن کہتا ہے کہ یہی راہِ عمل جو اس نے مقرر کی ہے، دوسرے قوانینِ فطرت کی طرح نوعِ انسانی کے لئے ایک قانونِ فطرت ہے اگر تم اس سے فیض حاصل کرنا چاہتے ہو تو اس پر چلو۔ یہ خدا کا ٹھہرایا ہوا راستہ ہی فطری دین ہے۔ ایسا قانون ہے جس میں کسی کے لئے تبدیلی نہیں ہوتی ایسا دین ہے جسے تمام انبیاء نے اختیار کیا اور تبلیغ کی۔ یہی وہ مذہب ہے جس کو قرآن 'اسلام' کا نام دیتا ہے یعنی خدا کے ٹھہرائے ہوئے قوانینِ حیات کی فرمانبرداری کا راستہ۔

فَأَقِمْ وَجْهَكَ لِلدِّيْنِ حَنِيْفًا ؕ فِطْرَتَ اللّٰهِ الَّتِيْ فَطَرَ النَّاسَ عَلَيْهَا ؕ لَا تَبْدِيْلَ لِخَلْقِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ الدِّيْنُ

الْقَيِّمُ ۙ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ ۙ ○ مُنِيْبِيْنَ اِلَيْهِ وَاتَّقُوْهُ وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَلَا تَكُوْنُوْا مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۙ ○ مِنَ الَّذِيْنَ فَرَّقُوْا دِيْنَهُمْ وَكَانُوْا شِيَعًا ؕ كُلُّ حِزْبٍ ۢ بِمَا لَدَيْهِمْ فَرِحُوْنَ ○ (۳۰: ۳۰-۳۲)

تم ہر طرف سے منہ پھیر کر "الدین" کی طرف رخ کرو یہی خدا کی بناوٹ ہے۔ جس پر اس نے انسان کو پیدا کیا ہے اللہ کی بناوٹ میں کبھی تبدیلی نہیں ہو سکتی ہے۔ یہی 'الدین القیم' یعنی سیدھا اور سچا دین ہے لیکن اکثر انسان ایسے ہیں جو نہیں جانتے (دیکھو) اسی (ایک خدا) کی طرف متوجہ رہو۔ اس کی نافرمانی سے بچو نماز قائم کرو اور مشرکوں میں سے نہ ہو جاؤ جنہوں نے اپنے دین کے ٹکڑے ٹکڑے کر دیے اور گروہ بندیوں میں بٹ گئے ہر گروہ کے پاس جو کچھ ہے وہ اسی میں مگن ہے۔

یہی وہ اسلام ہے جس کا پیام زمانۂ دراز سے تمام انبیائے کرام دیتے آئے ہیں یہی سچا دین یا خدا کا ٹھہرایا ہوا راستہ ہے قرآن نے سورۂ فاتحہ میں اسی کو " صراط مستقیم " سے تعبیر کیا ہے جس پر چل کر افراد یا جماعتیں زندگی میں نیکی یا کامیابی پاتی ہیں یعنی قرآن کے الفاظ میں انہیں خدا کا انعام حاصل ہوتا ہے اور اس راستے سے منحرف ہونے والے نابود ہو جاتے ہیں یا ان پر خدا کا غضب نازل ہوتا ہے۔

اِنَّ الدِّيْنَ عِنْدَ اللّٰهِ الْاِسْلَامُ ۗ وَمَا اخْتَلَفَ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ اِلَّا مِنْ ۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْعِلْمُ بَغْيًا ۢ بَيْنَهُمْ ؕ وَمَنْ يَّكْفُرْ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ فَاِنَّ اللّٰهَ سَرِيْعُ الْحِسَابِ ○ فَاِنْ حَآجُّوْكَ فَقُلْ اَسْلَمْتُ وَجْهِيَ لِلّٰهِ وَمَنِ اتَّبَعَنِ ؕ وَقُلْ لِّلَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ وَالْاُمِّيّٖنَ ءَاَسْلَمْتُمْ ؕ فَاِنْ اَسْلَمُوْا فَقَدِ اهْتَدَوْا ۚ وَاِنْ تَوَلَّوْا فَاِنَّمَا عَلَيْكَ الْبَلٰغُ ؕ وَاللّٰهُ بَصِيْرٌ ۢ بِالْعِبَادِ ؑ ○ (۳: ۱۹-۲۰)

اللہ کے نزدیک دین ایک ہی ہے اور وہ الاسلام ہے اور یہ جو اہلِ کتاب نے اختلاف کیا (اور ایک دین پر مجتمع رہنے کی جگہ یہودیت اور نصرانیت کی گروہ بندیوں میں بٹ گئے) تو یہ اس لئے ہوا کہ اگرچہ علمِ حقیقت کی راہ ان پر کھل چکی تھی لیکن آپس کی ضد اور سرکشی سے اختلاف میں پڑ گئے اور (یاد رکھو) جو کوئی اللہ کی آیتوں سے انکار کرتا ہے تو اللہ کا قانون مکافات بھی حساب لینے میں سست رفتار نہیں پھر اگر یہ لوگ تم سے اس بارے میں جھگڑا کریں تو تم کہو میری اور میرے پیروؤں کی راہ تو یہ ہے کہ اللہ کے آگے سرِ اطاعت جھکا دینا اور ہم نے سر جھکا دیا ہے۔ پھر اہل کتاب سے اور ان پڑھ لوگوں سے (یعنی مشرکین عرب سے) پوچھو تم بھی اللہ کے آگے جھکتے ہو یا نہیں (یعنی ساری باتیں جھگڑے کی چھوڑ دو یہ بتلاؤ تمہیں خدا پرستی منظور ہے یا نہیں؟) اگر وہ جھک گئے تو (سارا جھگڑا ختم ہو گیا اور) انہوں نے راہ پالی اگر

روگردانی کریں تو تمہارے ذمے جو کچھ ہے وہ پیامِ حق پہنچا دینا ہے اور اللہ کی نظروں سے بندوں کا حال پوشیدہ نہیں ہے۔

قرآن کہتا ہے کہ دین کی حقیقت یہی ہے کہ خدا نے جو قانون فطرت انسان کے لئے ٹھہرا دیا ہے اس کی ٹھیک ٹھیک اطاعت کی جائے درحقیقت تمام کائناتِ ہستی اسی اصل پر قائم ہے اگر عالم تخلیق ذرہ برابر بھی اس راستے سے انحراف کرے تو سارا کارخانۂ ہستی درہم برہم ہو جائے۔

اَفَغَيْرَ دِيْنِ اللّٰهِ يَبْغُوْنَ وَلَهٗۤ اَسْلَمَ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ طَوْعًا وَّ كَرْهًا وَّاِلَيْهِ يُرْجَعُوْنَ ○ (۳ : ۸۳)

پھر کیا یہ لوگ چاہتے ہیں اللہ کا ٹھہرایا ہوا دین چھوڑ کر کوئی دوسرا دین ڈھونڈ نکالیں؟ حالانکہ آسمان و زمین میں جو کوئی بھی ہے سب چار و ناچار اسی کے (ٹھہرائے ہوئے قانونِ عمل کے) آگے جھکے ہوئے ہیں اور بالآخر سب کو اسی کی طرف لوٹنا ہے۔

جب قرآن کہتا ہے کہ 'الاسلام' یا اللہ کے آگے سرِ اطاعت جھکا دینے کا راستہ ہی خدا کا دین ہے اور ہر رسول نے اسی دین کی تبلیغ فرمائی ہے تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اس کے علاوہ دوسرا کوئی دین یا راستہ گروہ بندی یا تفرقہ اندازی پر مبنی ہو گا اور خدا کا عالمگیر دین نہیں ہو گا۔

وَمَنْ يَّبْتَغِ غَيْرَ الْاِسْلَامِ دِيْنًا فَلَنْ يُّقْبَلَ مِنْهُ ۚ وَهُوَ فِى الْاٰخِرَةِ مِنَ الْخٰسِرِيْنَ ○ (۳ : ۸۵)

اور جو اسلام کے سوا کوئی دوسرا دین چاہے گا تو یاد رکھو اس کی راہ کبھی قبول نہ کی جائے گی اور وہ آخرت کے دن دیکھے گا کہ تباہ ہونے والوں میں سے ہے۔

یہی وجہ ہے کہ قرآن نے تمام پیروانِ دعوت کو بار بار متنبہ کیا ہے کہ دین میں تفرقہ اندازی اور گروہ بندی سے بچیں اور اسی گمراہی میں نہ مبتلا ہو جائیں جس سے قرآن نے نجات دلائی ہے وہ کہتا ہے میری دعوت نے ان تمام انسانوں کو جو مذہب کے نام پر ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے تھے خدا پرستی کی راہ میں اسی طرح جوڑ دیا کہ ایک دوسرے سے نفرت کرنے والے ایک دوسرے کے جاں نثار بھائی بن گئے یہودی، عیسائی، مجوسی اور صابی ان سب کو دعوت قرآنی نے ایک صف میں کھڑا کر دیا اور اب یہ سب ایک دوسرے کے بانیانِ مذاہب کی تصدیق کرتے ہیں۔

وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰهِ جَمِيْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا ۠ وَاذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ كُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَيْنَ قُلُوْبِكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ بِنِعْمَتِهٖۤ اِخْوَانًا ۚ وَكُنْتُمْ عَلٰى شَفَا حُفْرَةٍ مِّنَ النَّارِ فَاَنْقَذَكُمْ مِّنْهَا ؕ كَذٰلِكَ يُبَيِّنُ اللّٰهُ لَكُمْ اٰيٰتِهٖ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ○ (۳ : ۱۰۳)

اور (دیکھو) سب مل جل کر اللہ کی رسی مضبوط پکڑ لو اور جدا جدا نہ ہو۔ اللہ نے تم پر فضل و کرم کیا ہے اسے یاد کرو تمہارا

حال یہ تھا کہ ایک دوسرے کے دشمن ہو رہے تھے۔ پھر اللہ نے تمہارے دلوں میں باہم گر الفت پیدا کر دی پھر ایسا ہوا کہ انعامِ الٰہی سے بھائی بھائی ہو گئے اور (دیکھو) تمہارا حال یہ تھا گویا آگ سے بھرا ہوا گڑھا ہے اور اس کے کنارے کھڑے ہو لیکن اللہ نے تمہیں بچا لیا۔ اللہ اس طرح اپنی کارفرمائیوں کی نشانیاں تم پر واضح کرتا ہے تاکہ ہدایت پاؤ۔

وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ تَفَرَّقُوْا وَاخْتَلَفُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا جَآءَهُمُ الْبَيِّنٰتُ ۭ وَاُولٰۗىِٕكَ لَھُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ۙ (۳:۱۰۵)

اور (دیکھو) ان لوگوں کی سی چال اختیار نہ کر لینا جو (ایک دین پر قائم رہنے کی جگہ) جدا جدا ہو گئے اور اختلاف میں پڑ گئے باوجودیکہ روشن دلیلیں ان کے سامنے آ چکی تھیں (یاد رکھو) یہی لوگ ہیں جن کے لئے (کامیابی و فلاح کی جگہ) بڑ (بھاری) عذاب ہے۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ (۶:۱۵۳)

اور (دیکھو) یہ میری راہ ہے بالکل سیدھی راہ، پس اسی ایک راہ پر چلو، طرح طرح کی راہوں کے پیچھے نہ پڑ جاؤ کہ وہ تمہیں خدا کی راہ سے ہٹا کر جدا جدا کر دیں گی۔ یہی بات ہے جس کا خدا تمہیں حکم دیتا ہے تاکہ تم نافرمانی سے بچو۔

نوٹ:

ابوالکلام آزاد عالمِ دین کے علاوہ ایک ماہرِ سیاست بھی تھے۔ اُن کے اپنے سیاسی نظریات اور سوچ تھی۔ اُن کے سیاسی نظریات سے اختلاف کے باوجود یہ قابلِ توجہ تحریر ہے۔

او

قرآن کا تصوّرِ خدا

ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ

قرآن کا تصوّرِ خدا

ڈاکٹر ملک غلام مرتضیٰ

اسلام سے پہلے اہلِ عرب کے ہاں خدا کا تصور تو تھا لیکن بہت ہی ادھورا۔ وہ ایک خالقِ کائنات اور رب کے وجود کو تو تسلیم کرتے تھے لیکن اسے تنہا اس کائنات کا مالک نہیں سمجھتے تھے۔

بالفاظِ دیگر ان کے یہاں توحید ربوبیت تو پائی جاتی تھی مگر توحید اُلوہیت نہیں تھی۔

یہودیوں کا خدا ان کا خاندانی خدا تھا، جس نے ساری کائنات کو صرف بنی اسرائیل کے لیے پیدا کیا، اور کائنات پیدا کرنے کے ساتویں دن وہ تھک کر بیٹھ گیا۔ یہ خدا صاحبِ اولاد تھا اور اس کی بیٹیاں تھیں۔

عیسائیوں کا خدا اپنی ساری خدائی اور اختیارات ابنِ مریم کو دے کر خود معطل ہو گیا تھا۔

ہندوؤں کے خدا نے اپنے وجود کو لاکھوں اوتاروں کی شکل میں تقسیم کر ڈالا اور برہما، مہیش اور بشن تینوں نے مل کر خدائی کے کاروبار باہم تقسیم کر لیے۔

ایرانیوں کے خدا کی خدائی نیکی اور بدی کی دو مملکتوں میں بٹی ہوئی تھی۔ ایک طرف یزداں اور دوسری طرف اہرمن!

دیکھیے اسلام نے اللہ تعالیٰ کا کیا تصور پیش کیا ہے۔ بہتر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کی ذات کا تعارف خود اللہ تعالیٰ کی زبانی ہو۔ فرماتا ہے:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَۚ اَلْحَیُّ الْقَیُّوْمُ ۚ لَا تَاْخُذُهٗ سِنَةٌ وَّلَا نَوْمٌ ؕ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ ؕ مَنْ ذَا الَّذِیْ یَشْفَعُ عِنْدَهٗۤ اِلَّا بِاِذْنِهٖ ؕ یَعْلَمُ مَا بَیْنَ اَیْدِیْهِمْ وَمَا خَلْفَهُمْ ۚ وَ لَا یُحِیْطُوْنَ بِشَیْءٍ مِّنْ عِلْمِهٖۤ اِلَّا بِمَا شَآءَ ۚ وَسِعَ كُرْسِیُّهُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ ۚ وَلَا یَئُوْدُهٗ حِفْظُهُمَا ۚ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْعَظِیْمُ ○ (البقرة: ۲۵۵)

"اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ وہی جیتا ہے اور سب اس کے سہارے جیتے ہیں۔ اس کو نہ اونگھ آتی ہے نہ نیند۔ آسمانوں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اسی کا ہے کون ایسا ہے جو اس کے سامنے اس کی اجازت کے بغیر سفارش کر سکے۔ جو لوگوں کے رُو برُو ہے اور جو ان کے پیچھے ہے سب کو جانتا ہے۔ اور وہ اس کے علم کے حصہ کا احاطہ نہیں کر سکتے مگر جتنا وہ چاہے اس کا تخت آسمانوں کو اور زمین کو سمائے ہے۔ ان آسمانوں کی اور زمین کی نگرانی اس کو تھکاتی نہیں۔ اور وہی اوپر اور بڑا ہے"

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ○ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی ؕ یُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِیْزُ

الْحَكِيْمُ ○ (الحشر: ۲۲ : ۲۴)

"وہ اللہ ہے جس کے سوا کوئی معبود نہیں، غائب اور حاضر ہر چیز کا جاننے والا ہے وہی رحمان اور رحیم ہے۔ وہ اللہ ہی ہے جسکے سوا کوئی معبود نہیں۔ وہ بادشاہ ہے نہایت مقدس، سراسر سلامتی، امن دینے والا، نگہبان، سب پر غالب، اپنا حکم بزور نافذ کرنے والا، اور بڑا ہی ہو کر رہنے والا۔ پاک ہے اللہ اس شرک سے جو لوگ کر رہے ہیں، وہ اللہ ہی ہے جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔ اس کے لیے بہترین نام ہیں۔ ہر چیز جو آسمانوں اور زمین میں ہے اس کی تسبیح کر رہی ہے اور وہ زبردست اور حکیم ہے"

وَهُوَ الْغَفُوْرُ الْوَدُوْدُ ○ ذُوالْعَرْشِ الْمَجِيْدُ ○ فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ ○ (بروج: ۱۴ : ۱۶)

"وہی گناہوں کا بخشنے والا ہے۔ بندوں سے محبت کرنے والا تخت کا مالک ہے بڑی شان والا ہے جو چاہتا ہے کر دیتا ہے"

وان مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ ○ (بنی اسرائیل: ۴۴)

"اور کوئی چیز نہیں جو اس کی حمد کی تسبیح نہ پڑھتی ہو"

وَلَهٗ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ . (آلِ عمران: ۸۳)

"اور آسمانوں میں اور زمین میں جو کچھ ہے سب اس کے زیرِ فرمان ہے"۔

لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ○ (التوبه: ۱۱۶)

"آسمانوں اور زمین کی بادشاہی اسی کی ہے"

كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ لَهُ الْحُكْمُ ○ (قصص: ۸۸)

"اس کی ذات کے سوا ہر چیز فانی ہے۔ اسی کے ہاتھ میں فیصلہ کی طاقت ہے"

لَيْسَ كَمِثْلِهٖ شَيْءٌ وَهُوَالسَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ ○ (شوریٰ: ۱۱)

"اس کے مانند کوئی چیز نہیں اور وہ سننے والا اور دیکھنے والا ہے"

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ (یونس: ۱۰۷)

"اور اگر اللہ تجھے مصیبت پہنچائے تو اس کے سوا اس کا دور کرنے والا نہیں۔ اور اگر وہ تیرے ساتھ بھلائی کرے تو اس کے فضل و کرم کو کوئی روکنے والا نہیں۔ اپنے بندوں میں سے جس کو چاہے اپنے فضل سے ممتاز کرے اور وہی گناہوں کو معاف کرنے والا رحم کرنے والا ہے"

یہود، ہنود، نصاریٰ اور مجوسیوں کا تصوّرِ خدا

اسلام سے پہلے ادیانِ سماوی تصورِ خدا کے بارے میں کافی افراط و تفریط کا شکار تھے۔ یہودیوں کے یہاں مذہب کی بنیاد سراسر دہشت، خوف و خشیت اور سخت گیری تھی۔ ان کا خدا فوجوں کا سپہ سالار اور شدید منتقم مزاج تھا۔ باپ کا بدلہ پشت یا پشت تک بیٹوں سے لینے والا۔

(خروج: ۲۰، ۵، ۳۴، ۷، واستثناء: ۴، ۲۴، ۶، ۱۵ وغیرہ)

اس کے برعکس عیسائیوں کے یہاں خدا محبت کا سراپا تھا۔ رحم و کرم اور شفقت اس کی سرشت میں داخل تھی۔

اس کا مطلب یہ نہیں کہ یہودیوں کی دینی کتب میں رحم و کرم سرے سے مفقود ہے یا عیسائیوں کی دینی کتب میں خوف و خشیت کا تذکرہ نہیں لیکن واقعہ یہ ہے کہ یہودیوں کے نزدیک خدا کا تصور یہ ہے کہ وہ دہشت اور سخت گیری کا سراپا ہے اور عیسائیوں کے یہاں خدا کا تصور یہ ہے کہ وہ محبت ہی محبت ہے۔

یہ اسلام ہی ہے جس نے اس افراط و تفریط کے درمیان نقطۂ اعتدال کو پیش نظر رکھا اور اس کا سبب واضح ہے کہ اسلام کے ہاں خدا کا تصور وہی ہے جو خدا کے ہاں سے پیش کیا گیا ہے۔ اس کے برعکس یہودیوں اور عیسائیوں میں خدا کا تصور وہ ہے جو انہوں نے اپنے جی سے گھڑ لیا اور صحیح تصور خدا کو تحریف کرنے کے بعد کچھ سے کچھ بنا ڈالا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ اسلام میں خدا نہ تو یہودیوں کے خدا کی طرح رب الافواج اور نہ وہ صرف بنی اسرائیل کا گھریلو خدا ہے اور نہ وہ عیسائیوں کی طرح مجسم انسان یا انسانوں کا باپ ہے۔ اسلام میں تو اللہ تعالیٰ کی ذات رحمٰن و رحیم اور کریم بھی ہے اور ساتھ ہی ساتھ وہ شدید العقاب بھی ہے۔ مسلمانوں کا شیوہ یہ ہے کہ وہ خدا سے ڈرتے بھی ہیں اور اس سے پیار بھی کرتے ہیں۔ اس سے امید بھی رکھتے ہیں اور خوف بھی۔ وہ اپنے خدا کو رحم کا پیکر بھی سمجھتے ہیں لیکن ادب کی وجہ سے اس کے سامنے ان کی آوازیں پست بھی ہو جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کی مدح میں فرماتا ہے:

إِنَّهُمْ كَانُوا يُسَارِعُونَ فِي الْخَيْرَاتِ وَيَدْعُونَنَا رَغَبًا وَرَهَبًا وَكَانُوا لَنَا خَاشِعِينَ ۝ (الانبیاء: ۹۰)

"وہ نیکی کے کاموں میں جلدی کرتے تھے اور ہم کو امید اور ڈر کے ساتھ پکارتے تھے۔ اور ہمارے آگے عاجزی کیا کرتے تھے"

وَخَشَعَتِ الْأَصْوَاتُ لِلرَّحْمَٰنِ ۝ (طٰہٰ: ۱۰۸)

"اور رحم والے کے ادب سے تمام آوازیں پست ہو گئیں"

یہ واقعہ ہے کہ دنیا میں دو قسم کے پیغمبر آئے۔ ایک تو جن پر خدا کے جلال و کبریائی کا جلوہ تھا ان کی تعلیم میں خدا کا خوف و خشیت طاری تھا۔ مثلاً حضرت نوح علیہ السلام اور حضرت موسیٰ علیہ السلام۔ دوسرے وہ جن پر اللہ تعالیٰ کی رحمانیت اور رحیمیت کا غلبہ تھا وہ اللہ کی محبت میں سرشار تھے اور لوگوں کو میحتانہ محبت کی طرف بلاتے تھے۔ مثلاً حضرت یحییٰ علیہ السلام اور حضرت عیسیٰ علیہ السلام۔ لیکن محمد رسول اللہ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی شخصیت وہ ہے جو امتِ وسط کے نبی ہیں جن پہ اللہ تعالیٰ کے جمال و جلال دونوں کا جلوہ عین اعتدال سے پڑا اور وہ ان دونوں صفتوں کی برزخ کبریٰ ہیں۔ ان کی شخصیت سے خشیت الٰہی اور اللہ تعالیٰ سے والہانہ عشق دونوں بیک وقت جھلکے پڑتے ہیں۔

یہ حقیقت ہے کہ جسے صرف اللہ تعالیٰ کی محبت نصیب ہوئی اور خشیت سے محروم رہا تو اللہ تعالیٰ سے بے خوف ہو کر اس کی نافرمانی تک کر گزرتا ہے۔ اس کے برعکس وہ شخص جسے صرف اللہ تعالیٰ کا خوف و خشیت نصیب ہوا اسے تقربِ الٰہی کا درجہ مطلوبہ نصیب نہیں ہوتا بلکہ دوسروں کو بھی وہ اللہ تعالیٰ کے رحم و کرم سے ناامید کر دیتا ہے۔

اسلام کا طریقہ یہ ہے کہ وہ لوگوں کو خوف و محبت کے کناروں سے ہٹا کر، جہاں سے ہر وقت نیچے گرنے کا خطرہ ہوتا ہے، خوف و خشیت اور رحم و محبت کے بیچ کی شاہراہ میں کھڑا کر دیتا ہے۔

اسی لیے کہا گیا ہے:

الایمان بین الخوف و الرجاء.

"ایمان ڈر اور امید کے درمیان درمیان ہے"۔

بندہ و خدا کے درمیان رشتۂ محبت

انسان ان دیکھی چیزوں کا تصور صرف دیکھی ہوئی چیزوں کی تشبیہ سے پیدا کرتا ہے اور اس طرح اسے اَن دیکھی چیزوں کا ایک تصور ذہن میں آجاتا ہے۔ بندہ و خدا کے درمیان محبت کے رشتے کی بھی یہی کیفیت ہے۔ انسان فطرۃً یہی چاہتا ہے کہ وہ خدا کے ساتھ اپنے تعلق کو بھی انہی مادی اور جسمانی رشتوں کے ذریعے سے ظاہر کرے جس طرح سے کہ وہ رشتے انسان اور انسان کے درمیان پائے جاتے ہیں۔ چنانچہ خالق و مخلوق کے باہمی ربط و تعلق کے اظہار کے لیے بہترین اسلوب یہ سمجھا گیا کہ خالق کو یا تو باپ سمجھا جائے جیسا کہ عیسائیوں نے کیا۔ یا خدا کو ماں کا درجہ دے دیا جائے جیسا کہ ہندوؤں نے کیا نتیجہ یہ ہوا کہ عیسائیت میں خالق کو باپ قرار دے دیا گیا، بندہ و خدا کا رشتہ بیٹے اور باپ کا رشتہ بن گیا اور ادھر ہندومت میں بے شمار دیویاں انسانوں کی ماتائیں بن گئیں۔

ہندوستان کی خاک میں میاں اور بیوی کا باہمی تعلق انتہائی عظیم سمجھا جاتا ہے۔ چنانچہ خالق و مخلوق کے رشتے کو بھی یہی رنگ دے دیا گیا اور بندے کو بیوی اور خدا کو خاوند کا رتبہ دیا گیا۔ چنانچہ ہندوستان میں سدا سہاگ فقراء اسی تخیل کی مضحکہ خیز تصویریں ہیں۔ ہم دیکھتے ہیں کہ جگہ جگہ سدا سہاگ فقیروں نے ساڑھیاں اور چوڑیاں پہن رکھی ہیں اور اللہ تعالیٰ سے شوخیاں کرتے پھرتے ہیں۔

اسلام بندہ و خدا کے باہمی رشتے کو اس سے کہیں زیادہ گہرا، مضبوط اور استوار ظاہر کرنا چاہتا ہے وہ محبت کے اس تخیل کو مادیت، جسمانیت اور انسانیت کی آلائشوں سے بالکل پاک و منزہ کر دیتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے متعلق باپ، ماں اور شوہر کا تصور اس درجہ مادی اور جسمانی ہے کہ وہ اسے توحید کے صحیح راستے سے ہٹا دیتا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام میں اظہارِ محبت کے اس اسلوب سے جس میں مادیت، جسمانیت اور انسانیت ہو، منع کیا گیا ہے اور ایسے تمام الفاظ کے استعمال کو شرک قرار دیا ہے۔

بعض اسماء و صفات کی شرح

لیکن اہم بات یہ ہے کہ اسلام نے، جہاں تک جذبات و احساسات کا تعلق ہے، بندہ و خدا کے باہمی تعلق کو اس سے بھی زیادہ گہری اور مضبوط بنیادوں پہ استوار کیا اور اس تعلق میں ان جذبات و عواطف سے انکار نہیں کیا جو ماں اور بیٹے یا باپ اور بیٹے کے درمیان ہوتے ہیں۔

لفظ "اللہ" عربی زبان میں الہ سے نکلا ہے۔ اِلہ کے اصل معنی غم، محبت اور تعلق خاطر کے ہیں۔ کہا جاتا ہے الہ الرجل الی الرجل، یعنی ایک شخص دوسرے شخص کی طرف شدت شوق و محبت سے متوجہ ہوا، یا اس کی پناہ پکڑی، یا اس کے ہاں سکون و اطمینان حاصل کیا۔ اسی طرح کہتے ہیں: الہ الفصیل بامہ، یعنی وہ بچہ جس کا دودھ چھڑایا گیا، بیقرار ہو کر ماں سے لپٹ گیا"

حضرت مولانا شاہ فضل رحمٰن گنج مراد آبادی قرآن مجید کی آیات کے ترجمے اکثر ہندی میں فرمایا کرتے تھے "اللہ" کا ترجمہ وہ "من موہن" یعنی "دلوں کا محبوب" کیا کرتے تھے۔ اللہ تو اسم ذاتی ہے لیکن صفات میں جو سب سے پہلے ہمارے سامنے آتی ہیں وہ "رحمٰن" اور "رحیم" ہیں۔ ان دونوں لفظوں کے تقریباً ایک ہی معنی ہیں یعنی رحم والا محبت اور لطف و کرم والا اور یہ دونوں رحم و کرم اور لطف و مہر کے معنی میں صفتِ مبالغہ کے صیغے ہیں۔

اللہ تعالیٰ کا ایک نام "الرؤف" بھی ہے، رؤف کا لفظ "رأفت" سے نکلا ہے۔ اس کے معنی اس محبت اور تعلقِ خاطر کے ہیں جو باپ کو اپنی اولاد سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا ایک نام "حنان" بھی ہے، حنان کا لفظ "حن" سے نکلا ہے "حن" اور "حنین" اس دردِ دل اور سوز و محبت کو کہتے ہیں جو ماں کو اپنی اولاد سے ہوتی ہے۔

یہاں یہ قابلِ غور بات ہے کہ قرآن مجید ان رشتوں کا نام تو نہیں لیتا ہے یعنی خدا کو باپ یا ماں کہنا کسی صورت میں جائز نہیں رکھتا لیکن اس محبت، رأفت اور ممتا کے جذبے کو ضرور ابھارتا ہے جو باپ اور بیٹے یا ماں اور بیٹے کے درمیان پائی جاتی ہے۔ یعنی ان رشتوں کی وجہ سے محبت اور پیار کے جو جذبات پیدا ہوتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ کے لیے بے تکلف استعمال کرتا ہے، لیکن ان رشتوں کا نام نہیں آنے دیتا۔ اور اس طرح سے مادیت اور جسمانیت کا تصور و تخیل لائے بغیر وہ روحانی طور پر ان جذبات و عواطف کو برقرار رکھتا ہے بلکہ اس میں مزید شدت پیدا کرتا ہے۔

دیکھیے اللہ تعالیٰ کا ایک نام "الودود" ہے جس کے معنی "پیارے" اور "محبوب" کے ہیں۔ یعنی وہ ہستی جو مہر و محبت اور عشق کا سراپا ہو۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ کا ایک نام "الولی" ہے جس کے معنی "یار اور دوست" کے ہیں۔

محبت کے مادی و جسمانی تصور سے گریز

تو بات واضح ہوئی کہ قرآن مجید اللہ تعالیٰ کو بندے کا محبوب بھی قرار دیتا ہے۔ یار دوست بھی اور اس کی ذات میں پدرانہ شفقت اور ماں کی مامتا کا بھی بدرجہ اتم اظہار کرتا ہے لیکن اس تعلق کو مادی اور جسمانی معنوں میں ہرگز استعمال نہیں کرنے دیتا۔ وہ اللہ تعالیٰ کے لیے باپ یا ماں کا لفظ استعمال کرنا جائز نہیں ٹھہراتا۔ اور نہ اسے شوہر ٹھہرا کے بندوں کو سدا سہاگ فقیر نہیں بناتا ہے۔

عیسائیوں اور ہندوؤں سے یہی بنیادی غلطی ہوئی۔ انہوں نے مجاز کو حقیقت اور استعارہ کو اصلیت سمجھ کر پاک اور روحانی تعلق کو مادیت اور جسمانیت کے دائرے میں مقید کر لیا اور یوں وہ توحید کی بلند سطح سے نیچے گر گئے۔

اصل بات یہ ہے کہ رشتہ حقیقت پر قائم رہنے کے لیے صرف محبت ہی کافی نہیں بلکہ آدابِ محبت کا جاننا بھی ضروری ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام نے استعارات اور مجازات کے استعمال میں بہت احتیاط برتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کے مہر و کرم، عشق و محبت اور مغفرت کے تذکروں کے ساتھ ادب و لحاظ کے قواعد کو فراموش نہیں کیا ہے۔

گنہگاروں کے لیے بھی سراپا محبت

پھر اللہ تعالیٰ نے بندے کے ساتھ اپنی محبت کا جو اظہار کیا ہے وہ معنوی طور پر اس قدر حسین ہے کہ اللہ تعالیٰ کے اسی اظہار محبت پہ ہی مر مٹنے کو جی چاہتا ہے۔ دیکھیے اپنے گنہگار بندوں کو خطاب فرماتا ہے تو کس قدر محبت سے ارشاد ہے:

قُلْ يٰعِبَادِيَ الَّذِيْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓى اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِيْعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ (زمر: ۵۳)

"اے پیغمبر میرے ان بندوں کو پیغام پہنچا دیجیے جنہوں نے اپنی جانوں پر ظلم کیا ہے کہ تم اللہ کی رحمت سے مایوس نہ ہو۔ اللہ یقیناً تمام گناہوں کو بخش دیتا ہے۔ بے شک وہ بخشش کرنے والا اور رحم کھانے والا ہے"

کیا ٹھکانا ہے اس محبت اور شفقت کا کہ گنہگار بندوں کو یوں خطاب کرتا ہے کہ اے میرے بندو!

حضرت ابو ایوب انصاری رضی اللہ عنہ نے اپنی وفات کے وقت لوگوں سے کہا کہ "آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ اگر تم لوگ گناہ نہ کرتے تو خدا کوئی اور مخلوق پیدا کرتا جو گناہ کرتی اور اس کو بخشتا"۔ (مسند احمد بن حنبل، جلد ۵، ص ۴۱۴)

نیکوں سے اور اچھوں سے تو ہر کوئی پیار کرتا ہے اور انہیں ڈھونڈ تا ہے مگر گناہگاروں کو صرف وہی ڈھونڈ تا ہے اور اس کی رحمت و مغفرت انہیں سہارا دیتی ہے۔

صحیح بخاری میں ہے کہ ایک صحابی کو شراب خوری کے جرم میں بار بار حضور کے سامنے لایا گیا تو صحابہ میں سے کسی شخص نے اس پر لعنت کر دی۔ رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ بات پسند نہ آئی، فرمایا:

لَا تَلْعَنْهُ اِنَّهٗ يُحِبُّ اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ. (بخاری، کتاب الحدود، باب مایقرأمن لعن شرب الخمر، صفحہ ۱۰۰۲)

"اس پر لعنت نہ کرو، کیونکہ اس کو خدا اور رسول سے محبت ہے"

جامع ترمذی میں ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندوں سے یوں خطاب فرماتا ہے:

"اے آدم کے فرزندو! جب تک تم مجھے پکارتے رہو گے اور مجھ سے آس لگائے رہو گے میں تمہیں بخشتا رہوں گا۔ خواہ تم میں کتنے ہی عیب کیوں نہ ہوں، مجھے پروا نہیں۔ اے آدم کے بیٹے، اگر تمہارے گناہ آسمان کے بادلوں تک بھی پہنچ جائیں اور پھر تم مجھ سے معافی مانگو تو میں تمہیں معاف کر دوں گا خواہ تم میں کتنے ہی عیوب کیوں نہ ہوں مجھے پروا نہیں اے آدم کے بیٹو! اگر پوری سطح زمین بھی تمہارے گناہوں سے بھری ہو پھر تم میرے پاس آؤ، اس حال میں کہ کسی کو میرا شریک نہ بناتے ہو تو میں بھی تمہارے پاس پوری سطح زمین بھر مغفرت لے کر آؤں گا"۔

(جامع الترمذی، ابواب الدعوۃ)

کیوں نہ ہو اپنی شان میں خود فرماتا ہے:

كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۝ (انعام: ۵۴)

"اللہ نے از خود اپنے اوپر رحمت کو لازم کر لیا ہے"

وَرَحْمَتِىْ وَسِعَتْ كُلَّ شَىْءٍ ۝ (اعراف: ۱۵۶)

"اور میری رحمت نے ہر چیز کو گھیر لیا ہے"۔

انسان کی زندگی میں دو چیزیں ہیں جو اس کے لیے سوہان روح بن جاتی ہیں۔ ایک ماضی و حال کی ناکامیاں اور ان کی یاد جنہیں غم اور حزن کہا جاتا ہے اور دوسرے مستقبل سے متعلق بعض خطرات اور ان کی فکر جسے خوف و دہشت کہا جاتا ہے، یعنی خوف و حزن۔ یہی دو کانٹے ہیں جو انسان کی زندگی میں درد و الم کا سبب ہیں۔ دیکھیے وہ آقائے رحمان و رحیم جب اپنے دوستوں پہ رحمت اور شفقت کا اظہار فرماتا ہے تو کس قدر خوبصورت انداز سے فرماتا ہے، کہتا ہے کہ تمہاری زندگی کے چمن زارے میں ان دونوں کانٹوں کو نکال کے پھینک دوں گا۔ ارشاد ہے:

اَلَآ اِنَّ اَوْلِيَآءَ اللّٰهِ لَاخَوْفٌ عَلَيْهِمْ وَلَاهُمْ يَحْزَنُوْنَ ۝ (یونس: ۶۲)

"ہاں خدا کے دوستوں کو نہ کوئی خوف ہے اور نہ وہ غمگین ہوں گے"
کسی جگہ فرماتا ہے:
يُحِبُّهُمْ وَ يُحِبُّوْنَهٗ ۝ (المائد: ٥٤)

"وہ اپنے بندوں سے پیار کرتا ہے اور اسکے بندے اس سے پیار کرتے ہیں"
اور کہیں فرماتا ہے:
رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ۝ (التوبہ: ١٠٠)
"وہ اپنے بندوں سے راضی ہو گیا اور اس کے بندے اس سے راضی ہو گئے"

صحیح بخاری اور صحیح مسلم میں کئی طریقوں سے حضرت انسؓ سے یہ روایت ہے کہ ایک دفعہ ایک صحابی نے حضور اکرمؐ کی خدمت میں حاضر ہو کر عرض کی کہ: "یارسول اللہ! قیامت کب آئے گی؟" فرمایا چھوڑو تم نے اس کے لیے کیا تیاری کر رکھی ہے صحابی نے عرض کیا "یارسول اللہ! میرے پاس نہ تو نمازوں کا بڑا ذخیرہ ہے اور نہ روزوں کا اور نہ صدقات و خیرات کا۔ جو کچھ سرمایہ ہے وہ بس یہی ہے کہ خدا اور رسول کی محبت ہے اور بس! حضور نے فرمایا تو انسان جس سے محبت کرے گا اسے اس کا ساتھ نصیب ہو جائے گا صحابہؓ نے اس بشارت کو سن کر اس دن جس قدر خوشی منائی اس سے پہلے کبھی اتنی خوشی نہیں منائی تھی۔ (مسلم، کتاب الادب، باب المرء مع من احب، بخاری کتاب الادب، باب ماجاء فی قول الرجل ویلک)

حدیث شریف میں ہے کہ میدانِ جنگ میں ایک عورت اپنے گم شدہ بچے کو دیوانگی کے عالم میں تلاش کرتی پھر رہی تھی۔ سامنے جو بچہ بھی نظر آتا جوشِ محبت میں اسے چھاتی سے لگا لیتی اور دودھ پلانے لگتی۔ حضورِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس عورت کو دیکھ کر صحابہؓ سے ارشاد فرمایا کیا یہ ممکن ہے کہ یہ عورت خود اپنے بچے کو اپنے ہاتھ سے دہکتی آگ میں ڈال دے صحابہ نے عرض کیا، ہرگز نہیں، آپؐ نے ارشاد فرمایا کہ جتنی محبت اس ماں کو اپنے بچے سے ہے خدا کو اپنے بندے سے اس سے کہیں زیادہ محبت ہے۔ (صحیح بخاری، کتاب الادب، باب رحمتہ الولد)۔

بندہ و خدا کا باہمی رشتہ و محبت ذیل کی دو آیتوں سے اور بھی واضح ہو جاتا ہے۔ ارشاد ہے:

وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰهِ ۝ (بقرہ: ١٦٥)

"اور جو ایمان لائے وہ سب سے زیادہ خدا سے محبت رکھتے ہیں"

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَنْ يَّرْتَدَّ مِنْكُمْ عَنْ دِيْنِهٖ فَسَوْفَ يَاْتِي اللّٰهُ بِقَوْمٍ يُّحِبُّهُمْ وَيُحِبُّوْنَهٗ ۝ (مائدہ: ٥٤)

"مسلمانو! اگر تم میں سے کوئی اپنے دین سے پھر جائے گا تو خدا کو اس کی کچھ پروا نہیں وہ ایسے لوگوں کو لاکھڑا کرے گا جن کو وہ پیار کرے گا اور وہ اس کو پیار کریں گے"

اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۝ (آل عمران: ۲۱)

"اگر تم کو خدا سے محبت ہے تو میرے (نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی) پیروی کرو، خدا بھی تم سے پیار کرے گا"

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ سَيَجْعَلُ لَهُمُ الرَّحْمٰنُ وُدًّا ۝ (مریم: ۹۶)

"جو لوگ ایمان لائے اور انہوں نے نیک کام کیے، رحمت والا خدا ان کے لیے (اردگرد ہر طرف) محبت پیدا کر دے گا"

دیکھ لیجیے محبتِ الٰہی کی یہ سب نیرنگیاں صرف اسلام ہی کے پردے پر نظر آتی ہیں اور عفو و کرم، رحمت و مغفرت کے بحرِ زخار کا یہ ساحلِ امید محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہی کے دکھانے سے انسانیت کو نظر آیا۔

باری تعالیٰ قرآنی دلائل کی روشنی میں

محمد عبدالسلام خاں

باری تعالیٰ قرآنی دلائل کی روشنی میں

محمد عبدالسلام خان

کائنات کی علت

کائنات کی علت ، وہ مادہ ہو یا اس کی کوئی بدلی ہوئی صورت یا پھر کوئی زیادہ ابتدائی نامعلوم حقیقت ——— عقل کی درماندگی ، قیاس کی نارسائی اور جستجو کی ناکامی کو بخت ، اتفاق یا حادثہ کہہ کر گزر جاؤ ——— ہے بہر حال ایسی بنیادی حقیقت جس کو مانے بغیر نہ انسانی عقل ایک قدم آگے بڑھ سکتی ہے اور نہ کائنات میں کوئی مفہوم پیدا ہوتا ہے ۔

انسانی شعور کی پوری معلوم تاریخ ——— چٹانوں پر ہو یا ستونوں اور گپھاؤں میں ، زمین دوز مقبروں میں ہو یا مندروں اور محلوں کے کھنڈروں میں ، زبانی کہانیوں ، گیتوں میں ہو یا پتوں ، چھالوں ، تختیوں اور کاغذوں میں ——— بہ تسلسل و تواتر گواہ ہے کہ بالادست اور ماورا ، قوت کی ہستی کا احساس انسان کی فطرت ہے ، اگر ہستی خارجی واقعہ ہے تو انسانی شعور کے لیے ایک بالادست طاقت بھی حقیقت اور خارجی واقعہ ہے ۔

اس بالادست قوت سے تغافل برت لیا جائے ، مبالغہ آمیز دلائل اور نارسا مشاہدات کے بوجھ سے اس فطری احساس کو دبا دیا جائے لیکن اس کو بالکل مٹا دینا بس کی بات نہیں ۔ کائنات ہو یا انسانی شعور ایک ماورائی حقیقت دونوں میں رچی بسی ہے نہ کائنات اس سے آزاد ہو کر رہ سکتی ہے اور نہ انسانی شعور اس کی گرفت سے بچ سکتا ہے ۔ کائنات کی یہ فطرت ہے ، انسانی شعور کی یہ ساخت ہے ۔

کائنات کی علت کے اوصافِ اوّلیہ

انفس ہو یا آفاق اس ماورائی مقتدر اور بالادست طاقت کے کھلے اور واضح علامات سب میں نمایاں ہیں جو پکار رہے ہیں کہ وہ حق ہے ۔

سَنُرِيهِمْ آيَاتِنَا فِي الْآفَاقِ وَفِي أَنفُسِهِمْ حَتَّىٰ يَتَبَيَّنَ لَهُمْ أَنَّهُ الْحَقُّ ۔ (حٰمٓ السجدہ: ۵۳)

اس حقیقت سے آنکھیں بند کر لی جائیں تو خود کائنات کی ہستی تاریک ہو جائے گی ۔ عالم کی روشنی اور اس کا نور یہی حقیقت ہے ۔ ہستی کی عقلی گواہی اور عملی شہادت یہی ہے ۔

أَوَلَمْ يَكْفِ بِرَبِّكَ أَنَّهُ عَلَىٰ كُلِّ شَيْءٍ شَهِيدٌ ۝

موجودات میں یہی سب سے عظیم و کبیر سب سے برتر اور علی و متعال ماورائی حقیقت ہے جو ہستی کے سلسلے کو تھامے ہوئے اور قائم رکھے ہوئے قیوم ہے ۔ نمود وجود کی نگراں اور رقیب ، حفیظ ، مقیت اور مہیمن ہے ۔ قرآن نے اس ظاہر اور کھلی ہوئی حقیقت کو مسلم اور ناقابلِ انکار واقعیت کے طور پر پیش کیا ہے ۔ اس کو خود کسی ثبوت

اور شہادت کی ضرورت نہیں ۔ چیزیں اس کی شہادت کی محتاج ہیں ۔ وہ خود بے نیاز صمد ہے ۔ عالم اس کا ضرور تمند ہے وہ عالم سے بے پروا اور غنی ہے ۔ یہ حقیقت قوت ، علت ــــــ جو بھی نام رکھو ــــــ پوری کائنات کو محیط ہے اتنی وسیع ہے کہ اس کی وسعت اور سمائی سے کوئی شے باہر نہیں ۔ روز مرہ کے مسلسل اور متواتر تغیرات ، تطورات اور شئون کی در پردہ اور باطن علت کے طور پر خود غیر متغیر اور متین ہے ۔ یہی سب سے پہلی اور اول ہے ، یہی سب سے پچھلی اور آخر ہے یہی وہ یکتا اور احد ہے جو کائنات سے قرین اور قریب ہے ۔ لاریب کہ وہ اتنی لطیف ہے کہ اس کو اس کی حقیقی حیثیت میں نہ دیکھا جاسکتا ہے ، نہ چھوا جاسکتا ہے ۔ سب پر فوق اور سب سے غالب ہے ۔ عزیز اور سب میں گراں اور گرامی ہے ۔ سلسلۂ ہستی کی سب سے قوی کڑی اور تمام کڑیوں کی ہستی کی آخری کفیل ہے ۔

حیات و ارادہ اور ان کے متعلقات ، شعور وغیرہ سے صرفِ نظر کرتے ہوئے جہاں تک مذکورہ قرآنی اوصاف کا تعلق ہے اس حقیقتِ کبریٰ کے تعقل کے لیے لازم ہیں بلکہ اس حقیقت کا انسانی تصور و تعقل کم و بیش یہی اوصاف ہیں ۔ انسانی عقل نے جہاں دھوکے کھائے ہیں اور دشواریوں میں الجھی ہے وہ اس حقیقت کی حیاتی خصوصیات ، شعور ارادہ اور اختیار یا کائنات سے اس کے تعلق کی نوعیت اور اس تعلق کی بنیاد پر اس کی تقدیسات اور تعینات ہیں ۔ مذاہب و ادیان کا اختلاف بھی اصلاً نتیجہ ہے اس تعلق کی نوعیت اور اس کے تعینات و تقدیسات میں اختلاف کا فلسفہ اور حکمت کی تردید یا تائید کا موضوع حقیقتۃً یہی خاص صفات ہیں نہ کہ خود اصل ماورائی حقیقت۔

قرآن کا انداز نظر

قرآن نے انسانی ذہن کے اسی الجھاؤ کو تنبیہوں ، توضیحوں اور امثال و واقعات سے سلجھایا ہے اور کائنات اور اس اقتدارِ اعلٰی کے تعلق کی صحیح نوعیت متعین کی ہے ۔ اس نے سامنے کے طبیعیاتی مظاہر سے ، ان کی ساخت اور ان کے طبیعی تغیرات سے ، ان کے بچے تُلے ٹھیک اندازوں اور تقدیروں سے ، ان کی وضعوں سے ، ان سے وابستہ فوائد اور مقاصد سے پھر انسانی خلق ، اس کے شعور اور آلاتِ حِس سے اور اس سے متعلقہ اغراض سے ، ان اغراض کے ساتھ فطرت کے لگاؤ اور اس کی موافقت سے واضح کیا ہے کہ کائنات کی آخری علت کو کیسا اور کس طرح کے اسماء و صفات سے متصف ہونا چاہیے ۔ ان موقعوں پر قرآن نے جذبات و میلانات کے بجائے انسان کی عقل و خرد اور اس کے تدبر اور تفکر کو مخاطب کیا ہے اور اس کی عقلی حِس کو انگیز کیا ہے ۔

کائنات اور اس کی عام خصوصیات

انسانی ذہن اپنی موشگافیوں کے باوجود کائنات کی واقعیت سے صرفِ نظر نہیں کر سکتا فلسفیانہ انتقاد اور حکمی مشاہدے کائنات کی خارجیت کے متعلق اس کے رویے میں تبدیلی نہیں پیدا کر سکتے ۔ خود انسان اور شعور بھی اسی

خارجیت کی ایک کڑی ہے جو پوری کائنات پر حاوی ہے۔ عالمِ انفس اور عالمِ آفاق ایک ہی حقیقت کے مربوط مظاہر ہیں ۔ انفس کی ساخت میں آفاق کا شعور شامل ہے اور آفاق کی معنویت انفس کے ساتھ قائم ہے ۔ یہ کوئی لمحاتی وجدان یا آنی وقوف نہیں ہے بلکہ ٹھوس اور دیر پا حقیقت ہے ۔ کیا انھوں نے اپنے نفسوں میں غور نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ نے آسمانوں اور زمین کو اور جو کچھ ان میں ہے ، نہیں پیدا کیا ہے مگر ایک حقیقت کی حیثیت سے اور ایک مقررہ مدت کے لیے (پارہ ۲۱ سورہ ۳۰ رکوع ۱)

مظاہر کونیہ کا تشخص اور تعدد ، ان کا استمرار اور تغیر ، ان میں تعامل اور توالد ، ان میں نظم و ضبط کیا اسی لیے نہیں ہے کہ "اس کے یہاں ہر چیز ایک (معین) اندازے (اور مناسب قدر) کے ساتھ ہے ۔" (۱۳-۱۳-۲) پھر چیزیں نہ خود بخود ہو گئی ہیں اور نہ انھوں نے یہ خاص نسبت اور یہ خاص اندازہ خود بخود حاصل کر لیا ہے بلکہ "ہر چیز کو پیدا کیا ہے اور اس کو ایک اندازہ (اور خاص تناسب) عطا کیا ہے ۔" (۱۸-۲۴-۱)

کائنات کا سادہ سے سادہ عنصر ہو یا نہایت پیچیدہ اور ترقی یافتہ ترکیب ، اس کی فطری ساخت نہ صرف یہ کہ اپنی جگہ ممکن حد تک تام ہے بلکہ اپنی پوری مدتِ بقا اور تمام اطوارِ وجود میں اپنی ضرورتوں کو پورا کرنے کے لیے جو اعمال اور استعدادیں لابد ہیں ، ان میں بھی مکمل ہے۔ گرد و پیش سے ساز کرنے کے لیے صلاحیتیں درکار ہیں ان میں پوری اور حسن آفرینش کا نمونہ ہے ۔ تو کیا مظاہر کا کمال کی طرف یہ رخ خود بخود ہو گیا ہے ۔ یہ نظامِ تعاون و تعاول از خود وجود میں آگیا ہے ۔ ہم آہنگی اور توافق کی طرف چیزیں اپنے آپ ہی بڑھ رہی ہیں ۔ کیا اس کے لیے اندرونی ساختوں ، ان کی الگ الگ خصوصیتوں پھر بیرونی صورتوں اور ان کے جدا جدا اعمال و وظائف اور قریب و بعید گرد و پیش ۔ باہم تعامل اور گزشتہ و آئندہ اثرات کا گہرا اور وسیع علم ضروری نہیں ہے ؟ اسباب و علل پر کامل اقتدار درکار نہیں ؟ موافقانہ رویہ یا رحمت لابد نہیں ؟ قرآن کہتا ہے :۔ "وہ جانتے والا ہے چھپی (اور پس پردہ حوادث اور اندرونی حقائق) اور کھلی کا۔ غالب (اور با اقتدار) ہے۔ رحمت (اور شفقت) والا ہے جس نے ہر اس چیز کو جس کو پیدا کیا ہے اچھا ہی بنایا ہے (۲۱-۳۲-۱) اس اندازِ صنعت اور اس طرزِ آفرینش اور اس نظامِ تعاون کے سطحی علم اور اتھلی دانائی کافی نہیں ۔ معمولی زور اور قوت مفید نہیں ، معروضی اور غیر جانبدارانہ رویہ بس نہیں ۔

طبیعی مظاہر کا تجزیہ کرتے چلے جاؤ ، اجزا کی خصوصیتوں پر نظر رکھو ، ان کے فاصلوں کا جائزہ لو پھر تعامل پر غور کرو ۔ محدود عناصر اور ان گنت نوعوں کو دیکھو ، سالموں کے اختلاف اور ان کے جواہر کی یکسانی پھر تکاشفی فرقوں کو ، برقیوں کی تعداد اور ان کے عددی اختلاف کے اثرات سب پر نظر ڈالو ، ان کی تالیفوں اور اِن تالیفوں کی بندش کے فرقوں کا لحاظ کرو پھر ان فرقوں پر مبنی خصوصیات کا مشاہدہ کرو اور پھر ترکیبی استحکام اور بندش کی چستی کی توجیہ کرو ۔ کیا عقل سلیم باور کرتی ہے کہ ناپیوستہ سالمات میں اپنی اپنی جگہ رہنے کی خواہش ذاتی ہے ۔ برقیے اپنے آپ ہی آپ اپنی تعداد مقرر کر لیتے ہیں اور محکم اور سخت بندش وجود میں آ جاتی ہے اور اس طرح یہ مختلف

النوع طبیعی اصناف نمودار ہو جاتے ہیں یا اس سب میں کسی علم و حکمت والی بااقتدار ذات کی صنعت گری جلوہ فرما ہے ۔ قرآن واضح کرتا ہے کہ نظامِ ہستی کی یہ چستی ، مظاہر میں یہ حسن انتظام اور موجودات میں یہ متین تعامل کی کارفرمائی ہے ۔ "اس ذات کی جس نے ہر شے کو متانت (اور چستی) عطا کی ہے"۔(۲۰-۲۷-۷)

اب اگر کائنات مخفی دھوکا اور فریب نہیں ہے تو پھر اس کا حقیقی ہونا' اس کے طبیعی مظاہر میں خاص اندازوں اور قدروں کا کار فرما ہونا ، ان کا کمال آفرینش اور حُسن خلق ، ان کی متانت اور استحکام ، نظم و ضبط عقلِ سلیم کے لیے دعوتِ فکر ہے کہ وہ فلسفیانہ دوراز کار احتمالات اور عقلِ نظری کے کھوکھلے امکانات کے پُرفریب جال میں پھنسے بغیر واقعاتی بصیرت سے کام لے اور عملی فیصلہ کرے کہ اس کارزارِ ہستی اور کارزارِ حیات میں بے بصیرت اسباب و علل اور اندھے طبیعی عوامل آپ ہی آپ فعال اور موثر ہیں یا ان کا انتخاب و اختیار پھر ان کی باگ ڈور علیم وحکیم اور مصلحت شناس مقتدر کے ہاتھ میں ہے ۔

اجرامِ ارضی و سماوی کی خلق اور ان کی نوعیت

کائنات کے سب سے بڑے طبیعی مظاہر ارضی و سماوی اجرام جن کی عظمت و ہیبت نے دنیا کی بڑی بڑی قوموں کو اپنے سامنے سجدہ ریز ہونے پر مجبور کر دیا تھا اور جن کے فرضی کارناموں کی دیو مالائیں بن چکی ہیں ، ان کی ابتدا یہ ہے کہ سما، (یااجرام سماوی) تو "دھواں (یا گرم گیس) تھا، چنانچہ اس سے اور زمین سے کہا کہ بخوشی یا بجبر وجود میں آجاؤ ۔ انھوں نے کہا ہم بخوشی آگئے ، تو ان کو سات سماوات کر دیا" (۲۴-۴۱-۲) یہ عظیم ترین گیسی مخلوق جس کی شان یہ تھی کہ ارض و سمٰوات خلط ملط (اور ملی جلی وحدت) تھے (۱۷-۲۱-۳) ان کو خاص قدروں اور صحیح ترین اندازوں سے "اب الگ الگ کیا" ۔ (۱۷-۲۱-۳) اور خاص خاص مجموں کے اجرام میں اس طرح تشکیل کیا کہ ایسا نظامِ گرفت بروئے کار آگیا کہ "ارض و سما (محض) اس کے حکم سے قائم ہیں ۔" (۲۱-۳-۳) اور دیکھنے والوں نے سمجھ لیا کہ "اللہ وہ ہے جس نے سماوات کو ایسے ستون کے بغیر اٹھائے رکھا ہے جس کو دیکھ سکو ۔" (۱۳-۱۳-۱) چنانچہ یہ اجرام اپنی ساخت طریقِ ساخت بلکہ اپنے مادّے میں بھی یکساں ہیں ۔ "اللہ وہ ہے جس نے سمٰواتِ سبعہ کو مطابق (اور یکساں) (۱) بنایا"۔ (۲۹-۶۷-۱)

اس معلوم نظامِ ہستی کی سب سے بڑی عظیم الشان مخلوق اجرام سماویہ کی ابتدائی شکل پر غور کرو ۔ ابھی نہ سورج ہے نہ چاند ، نہ زمین ہے اور بالائی فضا دھند ہے جو لامحدود خلا کے کسی گوشے یا حصے میں پھیلا ہوا ہے ۔ گرم گیس ہے جو کسی خاص وسعت میں بھری ہوئی ہے ۔ کیا لاشے محض نے آپ ہی آپ شے کا روپ دھارن کر لیا یا کوئی نامعلوم شے از خود دھوئیں یا گرم گیس میں تبدیل ہو گئی ؟ پھر اس گیس میں منضبط تغیرات کیوں کر پیدا ہونے شروع ہو گئے ؟ ٹھیک نظم کے ساتھ صحیح اندازوں کے ساتھ یہ خود بخود تقسیم ہو گئی ۔ اور پھر الگ

خصوصیتوں والے اجرام وجود میں آگئے اور ایک نہایت دقیق ، کامل اور ہم آہنگ نظامِ وجود بروئے کار آگیا ؟ زمین کو اجرام سماویہ کے تباہ کن اثرات سے محفوظ رکھنے کے لیے اور ان کی گوناگوں ہلاکت بار فعلیتوں کو منضبط کرنے کے لیے بالائی فضا تیار ہوگئی اور اس نے زمین کو لپیٹ لیا ۔ قرآن کہتا ہے ۔ "ہم نے آسمان کو محفوظ چھت بنا دیا ہے ۔" (۱۷-۲۱-۳) دوسری جگہ ارشاد ہے "کیا انھوں نے دیکھا نہیں اپنے اوپر آسمان کی طرف ہم نے اسے کیسا بنا دیا ہے؟" (۲۶-۵۰-۱) اللہ تو وہ ہے جس نے زمین کو مستقر اور آسمان کو گول گھر بنا دیا ہے۔ (۲۴-۴۰-۷) اس گول گھر میں تحفظ کا جو سامان ہے وہ تو ہے ہی، ساتھ ساتھ جمالیاتی نقطۂ نظر سے ستاروں کے زینت اور آرائش کا سامان ہونے میں بھی نچلی فضا کو کتنا دخل ہے جانتے والے جانتے ہیں۔ "ہم نے سب سے نچلے آسمان کو چراغوں سے مزین کر دیا ہے اور (ساتھ ساتھ) حفاظت کے لئے" (بھی) (۲۴-۲۱-۲) تو یہ کیا یہ سب کچھ محض طبیعی حادثہ ہے بے شعور مادے کے ازخود تغیرات ہیں۔ صرف طبیعیاتی فعلیت ہے یا اس میں کوئی گہرا علم، وسیع دانائی اور غیر معمولی اقتدار پنہاں ہے جس کو قرآن کہتا ہے:

ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ O (یٰسٓ : ۳۸)

چنانچہ کتنی ہی گہری ، کیسی ہی دقیق علمی نظر ڈالو اس خلق میں فرق نہیں پاؤ گے ۔ بار بار تجربے کرو ۔ نازک سے نازک آلات کی مدد لو لیکن اختلال اور نقصان کا سراغ نہیں لگا سکو گے اور آخر میں تمہاری خوردہ گیر نظر کو ناکام ہونا پڑے گا اور عجز و درماندگی کا اعتراف کرنا ہو گا ۔

زمین چاند اور سورج

یہ فیصلہ کرنے کے لیے کہ کائنات کی آخری علت کو کن اوصاف کا حامل ہونا چاہیے ۔ اور کیا علم و حکمت سے تہی مایہ ، اقتدار و اختیار سے بے بہرہ ہستی اس کارگاہِ وجود کا نقشہ مکمل کر سکتی ہے؟ زمین ، چاند اور سورج پر، جو حیات پر براہِ راست موثر ہیں ، نظر ڈالو ۔ دیکھو اللہ "وہ ہے جس نے زمین کو پھیلایا ۔ اور اس میں گڑھے (پہاڑ) بنائے اور دریا" بہائے" اور اس میں ہر قسم کے پھلوں سے جوڑ (نر و مادہ) مہیا کیے" (۱۳-۱۳-۱) پھر "اس میں ہر طرح کے چوپائے پھیلا دیئے ۔" (۲۱-۳۱-۳) اب زمین کا یہ انداز کہ وہ ذی حیات کا مسکن ہے ، نباتات کا لہلہاتا چمن اور فلک بوس پہاڑوں کی بیٹھک ہے ، دریاؤں کا رستہ اور سمندروں کا فرش ہے نظر میں رکھ کر سورج اور چاند کی حیات آفرینی پر غور کرو اور سوچو کہ ان کی منظم اور منضبط حرکات کی کیا اہمیت ہے خصوصاً جبکہ خود سورج اپنے ایک مستقر (اور مقام) کی طرف رواں ہے (۲۳-۳۶-۳) قرآن واضح کرتا ہے کہ "چاند کی منزلوں کا ہم نے اندازہ مقرر کر دیا ہے کہ وہ پرانے خوشے کی صورت (باریک اور خمیدہ شکل میں) پلٹ آتا ہے ۔ نہ سورج کو سزاوار ہے کہ وہ چاند کو آلے اور نہ رات دن پر چھائے اور سب (اپنے اپنے) فلک (اور مدار) میں رواں رہتے ہیں ۔" (۲۳-۳۶-۳)

ان حرکات یا ان اجرام کے فاصلوں میں فرق پڑ جاتا تو کیا یہ ارضی مسکن باقی رہ سکتا تھا ۔ اس کی حیات آفرینی ، اس کی یہ سرسبزی اور یہ رونق باقی رہ سکتی تھی ۔ قرآن نے بار بار زور دیا ہے کہ "سورج اور چاند حسابی اندازے کے ساتھ ہیں ۔" (۲۷-۵۵-۱) زمین کی حیات آفرینی ، اس کی روئیدگی اور اس کی رونق میں سورج اور چاند کی حرکتوں ، روشنیوں اور شعاعوں کو کتنا دخل ہے ۔ زندگی سے عام ہم آہنگی میں ان اجرام کی خصوصیتوں اور ان کے مقررہ اعمال و افعال کو جو تعلق ہے اس کو محض طبیعیاتی اتفاق کہہ کر گزر جانے سے مسئلے کی اطمینان بخش توجیہ ہو جاتی ہے ۔ یا سچ مچ یہ سب کسی جانے بوجھے منصوبے کی مقررہ کڑیاں ہیں اگر ہیں تو پھر اللہ "وہی ہے جس نے سورج کو روشن اور چاند کو منور کیا ہے اور اس کی منزلیں مقرر کی ہیں"۔ (۱۱-۱-۱) یوں بھی تو ہو سکتا تھا کہ بالائی فضا روشنی کی روک بن جاتی ، زمین کا فقط کوئی ایک ہی رخ سورج کے سامنے رہتا ، وہ زیادہ حرارت جذب کرتی ، سمندر تعدیل نہ کرتے ، چاند مدوجزر نہ لاتا ۔ چنانچہ یہ سب شب و روز کا تعاقب اور سورج اور چاند کی یہ خاص فعلیت غور کرنے کی چیزیں ہیں ۔ "کیا دیکھا نہیں کہ اللہ رات کو دن میں داخل کر دیتا ہے ۔ اور دن کو رات میں داخل کرتا ہے اور سورج اور چاند کو اس نے مسخر کر دیا ہے "۔ (۲۱-۳۱-۳) دوسری جگہ ارشاد ہے "اور وہ وہی ہے جس نے رات اور دن کو اور سورج اور چاند کو پیدا کیا سب اپنے (اپنے) فلک (مدار) میں تیرتے رہتے ہیں ۔" (۱۷-۲۱-۳) ایک جگہ کہا گیا ہے: "روز و شب کے اختلاف (اور تعاقب) اور آسمانوں اور زمین میں جو پیدا کیا ہے ، ایسی قوم کے لیے جو ڈرتی ہے ، نشانیاں ہیں ۔" (۱۱-۱۰-۴)

انسانی حیات اور اس کی نشوونما کے وسائل

زمین و آسمان کو ایک دوسرے زاویۂ نظر سے دیکھو کہ یہ ان کی مختلف فعلیتیں اور ان سے وابستہ دوسرے گوناگوں مظاہر اتفاقی حادثے اور بے مقصد طبیعی آثار ہیں یا کسی اہم اور برتر مخلوق کی زندگی اور اس کی نشوونما کی صلاحیت کا بھی کسی نہ کسی درجے میں لحاظ ہے ۔ "اور ہم نے زمین و آسمان کو اور جو کچھ اس میں ہے کھیل بنا کر (اور بے مقصد) نہیں پیدا کیا ہے ۔" (۱۷-۲۱-۲) کا بھی عملی ثبوت ہے ۔ زمین کو ایسی وضع دی گئی کہ وہ خاص قسم کے ذی حیات خصوصاً انسان کا مسکن ہونے کی بھرپور استعداد رکھتی ہے ۔ "وہ تو وہ ہے جس نے تمھارے لیے زمین کو فرش کی حیثیت دی" (۱-۲-۳) پھر اس میں زندوں اور مردوں سب کی گنجائش رکھی ۔ "کیا ہم نے زمین کو زندہ اور مردہ سب کے لئے جامع نہیں بنایا ہے ۔" (۲۹-۷۷-۱) اس کے کوہی سلسلوں کو دربند نہیں کر دیا گیا بلکہ آمد و رفت کو جاری رکھنے باہم تعلقات کو قائم کرنے اور آپس کے میل جول کو جاری رکھنے کے لیے ان میں درّے اور رستے کھلے رکھے ۔ "اور ہم نے ان میں درّے بنا دیے ہیں رستے کے انداز پر کہ وہ راہ پا سکیں ۔" (۱۷-۲۲-۳) اس کے سمندروں کو قابلِ عبور بنایا اور جہاز رانی اور کشتی بانی کی سہولتوں سے انسانوں کو نوازا ۔ "کیا دیکھا نہیں کہ سمندر

میں کشتیاں اللہ کی نعمت (وکرم) سے چلتی ہیں ۔" (۲۱-۳۱-۴) پھر بری اور بحری سفروں کو سہل بنانے کے لیے ستاروں کے طلوع و غروب اور ان کی حرکتوں کو ایسا انداز دیا کہ لق و دق بیابانوں میں حدودِ نظر سے زیادہ وسیع سمندروں اور سمتوں کی دریافت کا ذریعہ بن گئے "اور وہ تو وہ ہے جس نے تمھارے لیے ستاروں کو بنایا کہ تم بر و بحر کی تاریکیوں میں رستہ پا سکو ۔" (۷-۶-۱۲) ساتھ ساتھ "آسمان کو محفوظ چھت بنا دیا ہے ۔" (۱۷-۲۱-۳) تاکہ بالائی اجرام کی ہلاکت باریوں سے یہ کرۂ ارض محفوظ رہے اور جہاں تک مفید اثرات کا تعلق ہے وہ برابر پہنچتے رہیں ۔ موسموں کے ہیر پھیر سے حیات آفرینی اور اس کی مناسب نشوونما کا انتظام ہو ۔ حیاتِ ارضی کی بقا کے لیے اس کی ضرورتوں کے پورا ہوتے رہنے کا سامان کیا ۔ غذاؤں کا بندوبست کیا، وسائل معیشت مہیا کیے اور ایسی کروڑوں مخلوق کی بقا کے سامان فراہم کیے جو انسانی حیات کے لئے ضروری ہونے کے باوجود ان کا تغذیہ انسانی دسترس سے باہر ہے ۔ "اور ہم نے اس میں اگائیں ہر طرح کی موزونات (غلوں کی قسم سے) اور ہم نے اس میں تمہارے معیشتوں (کے وسائل) کو پیدا کیا اور ان کے لیے (بھی) جن کو تم رزق نہیں دیا کرتے ۔ اور کوئی ایسی شے نہیں مگر ہمارے پاس تو اس کے خزانے ہیں اور ہم انہیں اتارتے نہیں ہیں مگر ایک معین (اور مناسب) انداز سے ۔" (۱۴-۱۵-۲) خشک اور ایک طرح سے مردہ دانوں اور تخموں میں تولیدِ مثل کی قابلیت پیدا کر کے زرعی اور باغبانی نظام کی طرح ڈال دی، "یہی تو ہے کہ اللہ چیرنے والا ہے دانے اور گٹھلی کا کہ زندہ کو مردے سے نکالنے والا اور مردے کو زندہ سے ۔" (۷-۶-۱۲) زمین کے تمام قطعوں کو یکساں نہیں بنایا بلکہ سب میں کچھ کچھ فرق رکھے گئے اس طرح ان کی صلاحیتیں الگ الگ ہو گئیں ۔ کچھ زراعت اور اس کی مختلف اصناف کے لئے مخصوص ہیں تو کچھ میں باغوں کو نشوونما دینے کی استعداد ہے کچھ سبزہ زار بننے کی اچھی قابلیت رکھتے ہیں اور اس طرح انسانی حیات اور اس کے لوازم و مناسبات کے لئے زیادہ بہتر وسیلے کا کام دیتی ہے ۔ "اور زمین میں ملے جلے قطعے ہیں انگوروں کے باغ ہیں اور کھیتیاں اور نخلستان ہیں ۔" (۱۳-۱۳-۱) پھر درختوں، پودوں اور کھیتوں کی سیرابی کے لیے بارش کا انتظام ۔ "کیا دیکھا نہیں کہ اللہ چلاتا ہے ابر پھر اس کو موڑتا ہے پھر تہ بہ تہ کر دیتا ہے، تُو دیکھتا ہے کہ بارش اس سے نکلنے لگتی ہے ۔" (۱۸-۲۴-۶) پھر اس وقتی آب رسانی کے ساتھ ساتھ سیرابی کے لیے مستقل انتظام کیا ۔ پانی کو محفوظ کر کے چشموں اور دریاؤں کی صورت میں اس کا ذخیرہ رکھنا اور تقسیم کرنا ایک جانے بوجھے نظام کا پتا نہیں دیتے! "کیا دیکھا نہ، کہ اللہ نے آسمان (اور اوپر) سے پانی اتارا پھر زمین میں چشموں کی صورت اس کو رواں کیا اب اس سے اقسام کی کھیتیاں ابھر کر آتی ہیں ۔" (۲۳-۳۹-۲) نقل و حمل کو سہل بنانے میں، غذائی ضرورتوں میں کام آنے میں، پیداوار کو بڑھانے میں، ڈھور ڈنگروں کا اہم حصہ ہے (۲۳-۳۶-۵) چنانچہ اس زاویۂ نظر سے ان کی خلق انسانی نظامِ حیات کا ہی ایک جز ہے اور قرآنی تصریح کے مطابق سوجھ بوجھ رکھنے والوں کے لیے نشانی ہے (۲-۲-۲۰)

غرض یہ کہ کرۂ ارضی کا اپنی صلاحیت ، اپنے تحفظ ، اپنے موسموں اور آب و ہوا اور دوسرے مظاہر کے اعتبار سے پھر اپنی پیداوار اور ذخائر کے اعتبار سے زندگی سے خصوصاً انسانی زندگی سے موافق ہونا لاریب طبیعی اسباب کا مرہون ہے لیکن ان کثیر طبیعی اسباب کا اور گوناگوں علتوں کا یک جا اور ایک وقت فراہم ہو جانا اور وہ بھی پوری ہم آہنگی کے ساتھ محض اتفاقی حادثے سے جس کے پیچھے کوئی شعور اور ارادہ نہیں ، ایک کھوکھلا عقلی امکان ہے اور بس ۔

انسان کی پیدائش اور اس کے آلاتِ حس

کرہ ارض کی سب سے برتر ، بہتر اور سلسلۂ ارتقا کی سب سے پیچیدہ اور آخری کڑی انسان ہے اس کے غیر معمولی تعادل اور توازن ، اس کے آلاتِ حس و ادراک کی بے مثال پیچیدگی اور نزاکت اور مختلف و متخالف ظروف سے ساز کر لینے کی اہلیت غرض یہ کہ اپنی مجموعی حیثیت میں یہ حیاتیاتی ارتقا کا شاہکار دعوتِ فکر ہے ان سب کے لیے جو کائنات کو محض اتفاقی حادثہ منوانے اور تنہا طبیعی قوتوں کا وقتی تعامل تسلیم کرانے پر اصرار کرتے ہیں ۔ پہلے صرف ایک طبیعی مظہر کی حیثیت میں قدرت کی اس نادرہ کاری پر نظر ڈالیں ، ابتدا سے آخر تک اس کے شئون اور تطورات کو دیکھیں ، اس کے مدارجِ خلق اور مراحلِ حیات پر غور کریں "اور (خود) تمہاری آفرینش میں ۔۔۔ نشانیاں ہیں ان لوگوں کے لیے جو یقین (کی دولت) رکھتے ہیں ۔" (۲۵-۴۵-۱) اس باحیات اور حیات آفریں ، اس باشعور اور شعور زا "انسان کی آفرینش کی ابتدا (بے جان اور بے شعور مادّے یا) گارے سے کی ہے ۔ پھر اس کی نسل کو حقیر پانی (یا مردانہ رطوبت) میں کے خلاصے (۲) (یا تخم) سے بنایا پھر اس کو برابر (اور درست) کیا اور اس میں اپنی روح میں سے پھونکا ۔" (۲۱-۳۲-۱) یہ انسانی ہمواری اور تسویہ یک بارگی اور دفعتہ نہیں ہوا بلکہ متعدد مستقل صورتوں کے درجہ بدرجہ ارتقا سے انسان نے یہ مناسب اور متوازن صورت اختیار کی ہے پھر یہ ارتقا کھلی اور روشن فضا میں نہیں ہوا ہے بلکہ شکم مادر کی اندھیری کوٹھری میں رحم مادر کی بند تھیلی کے اندر ، پہلے بیضہ مادری کی جھلی میں اور پھر دیوار رحم کے بند سوراخ میں اور آخر میں مشیمے اور جرثومی جھلی کی اندھیاری (۳) میں ساتھ ساتھ نشوونما کے ہر مرحلے اور ہر ظرف و مقام کے مناسب خلق کے انداز بدلے ۔ "تمہیں تمہاری ماؤں کے پیٹوں میں پیدا کرتا ہے تین تاریکیوں میں ، یکے بعد دیگرے (انداز) آفرینش سے" (۲۳-۳۹-۱) چنانچہ نطفے (۴) (یا باردار بیضہ مادری) کے اندر کے ضروری تغیروں کی تکمیل کے اثنا میں یہ جنینی مادہ بہتا ہوا اور آخر میں اس بیضوی جھلی کو توڑتا ہوا دیوار رحم کی جھلی کو کاٹ کر ہد ریحاً اس سے متعلق اور اس میں جم جاتا ہے اب علقے (۵) یا جنین (EMBRYO) کی صورت میں مناسب نشوونما پاتا رہتا ہے ۔ یہاں تک کہ اپنی ارتقا کے ایک خاص اور اہم مرحلے میں داخل ہو جاتا ہے اور پہلے غیر متمیز اور انسانی مضغے (۶) یا جسد اور پیکر (FOETUS) کی شکل لیتا ہے ۔ اول اول خاص خاص اعضاء کی علامتیں ظاہر

ہونی شروع ہوتی ہیں یہاں تک کہ درجہ بدرجہ تمام اعضاء صورت پذیر ہو جاتے ہیں (۷) اور یہ انسانی پیکر بچہ اور طفل ہو کر سات قمری مہینوں میں ہی یا پھر مزید قوت و کمال حاصل کر کے کم و بیش دس قمری مہینوں میں انسانی برادری کے اضافے کا باعث ہو جاتا ہے ۔ "ہم نے تو تمہیں مٹی (اور بے جان مادّے) سے پیدا کیا تھا ۔ پھر نطفے سے پھر علقے سے پھر تام اور ناتام لوتھڑے سے تاکہ (ان عجیب و غریب مراحلِ آفرینش سے) تمھارے لیے (اپنے آپ کو) واضح کر دیں اور ہم تمہیں ارحام (مادر) میں جب تک چاہتے ہیں (تاہم) معین مدت کے لیے رکھتے ہیں ۔ پھر بچے کی حیثیت میں تمہیں نکالتے ہیں پھر (یہ نشوونما جاری رہتی ہے) کہ تم اپنی پوری طاقت کو پہنچ جاؤ۔ (۸) (۱۷-۲۲-۱) اب کی موجودہ شکل و صورت پر نظر ڈالو ۔ دوسری ذی حیات مخلوق سے مقابلہ کرو تو تم اس کو قدرت کی صناعی کا آخری نمونہ پاؤ گے اور اس واضح سچائی کو ماننے پر مجبور ہو جاؤ گے "تمہیں صورت عطا کی تو بہتر صورتیں بنائیں ۔" (۲۴-۴۰-۷) اس کے تعدل اور توازن کو دیکھو ، اس کے عواطف و میلانات کا جائزہ لو ، اس کے ادراکات و حسیات پر نظر ڈالو تو اس کو اس کی ساخت اور ترکیب کے اعتبار سے کرۂ ارضی کی سب سے برتر مخلوق پاؤ گے اور باور کر لو گے کہ "یہی تو ہے کہ ہم نے انسان کو (ساخت اور) تقویم کے اعتبار سے بہترین بنایا ہے ۔" (۳۰-۹۵-۱)

انسان یوں تو اپنی مجموعی حیثیت میں ارتقاء کا آخری نشان ہے ہی تاہم جن لوگوں نے جدید انکشافات کو سامنے رکھ کر انسانی سماعت، بصارت اور دماغی قوتوں پر غور کیا ہے، ان کی پیچیدہ، نازک صنعت اور ان کے عجیب و غریب اعمال اور خارجی آثار کے وصول، امتیاز اور پھر ان کی تقسیم اور درجہ بندی پھر ان کے ایصال اور تاثیر پر غور کیا ہے، ان کو فطرت کا غیر معمولی کمال اور قدرت کا نادر عمل قرار دیا ہے۔ قرآن نے بھی خاص طور سے ان آلات کی اہمیت کی طرف متوجہ کیا ہے۔ "اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور افئدہ (یا دل و دماغ) بنائے"۔ (۲۱-۱۰-۴) عام مشینی آلات یا خالص طبیعیاتی آثار کی طرح یہ آلات ابتداء سے ہی مکمل نہ تھے بلکہ ایک متواتر تدریج ہے۔ خامی سے پختگی کی طرف، ایک مسلسل ارتقاء ہے ضعف سے قوت کی طرف۔ "اور اللہ نے تمہیں شکم مادر سے ایسی حالت میں نکالا کہ تم کچھ نہیں جانتے تھے اور تمہارے لیے کان اور آنکھیں اور دل (یا دماغ) بنائے۔ (۱۴-۶-۱۱)

انسان کے اس کمال کی بلندی پر پہنچنے میں اس کے معلومات ، محسوسات ، جذبات اور عواطف کے نہایت صحیح طور پر منتقل ہونے کو بہت بڑا دخل ہے جس کا سب سے کامل اور بڑا ذریعہ قوتِ بیانی ہے ۔ اگر آدمی اپنے معلومات دوسروں تک ٹھیک ٹھیک نہ پہنچا سکتا ہوتا ۔ اپنے محسوسات سے دوسروں کو باخبر نہ کر سکتا ہوتا ، اپنی خواہشیں دوسروں پر نہ پیش کر سکتا ہوتا تو کیا انسانی معاشرہ ایسا ہی ہوتا جیسا اب ہے ، اظہار مافی الضمیر کی یہ انسانی قوت اس کی عجیب و غریب ساخت کا قابل لحاظ حصہ ہے چنانچہ قرآن نے اس کی اس قوت کے ساتھ خاص اعتنا کیا ہے ۔ "اس نے پیدا کیا انسان کو اور اس کو (اپنے مافی الضمیر کو) واضح کر دینا سکھلایا ۔" (۲۷-۵۵-۱) چنانچہ

بحیثیت مجموعی انسان کے اس عجیب و غریب ظہور کو ، اس کے ان غیر معمولی تطورات کو ، اس کے ان پیچیدہ آلاتِ حس و ادراک و اظہار کو اس پیکرِ حسن و جمال کے تعادل اور توازن کو ، اس کی نادرہ کار صلاحیتوں ، اس کی بے مثال فعلیتوں کو محض بے شعور طبیعی عوامل کی تاثیر کا اتفاقی کارنامہ کہنا آسان ہے یا ایک باشعور ، بااقتدار اور بامقصد خلق کا شاہکار قرار دینا ۔

انسانی ارتقاء اور معاشرتی ارتفاع کے وسائل

انسانی حسن و صورت اور حسنِ ساخت پر ہی اکتفا نہیں کر لیا بلکہ اس میں جو عقلی اور عملی قوتیں ودیعت ہیں ان سے کام لینے کے لیے ایک میدان بھی مہیا کیا گیا ہے اور اس طرح نیابت الٰہی کا مستحق ثابت کرنے کے لیے اس کو ایک کھلی فضا فراہم کر دی گئی اس کو عملی اور تجربے کی کامل آزادی ہے ۔ ان گنت اور خام مواد کی بھرپور فراوانی ہے ساری کائنات اس کا معمل اور تجربہ گاہ ہے ۔ "کیا تم نے دیکھا نہیں کہ اللہ نے تمہارے لیے وہ سب مسخر کر دیا جو آسمانوں میں ہے اور جو زمین میں ہے اور اپنی کھلی اور چھپی نعمتوں کی تم پر تکمیل کر دی ہے ۔ " (۲۱-۳۱-۳) زمین کی ہر شے اس کے عمل اور تجربے کے لئے آلہ اور وسیلہ ہے ۔ وہ جس طرح چاہے اس سے کام لے اور کائنات کی رہی سہی ناآہنگیوں میں آہنگ پیدا کر کے خلیفۃ اللہ فی الارض کی شہادت بہم پہنچائے ۔ "اور وہ وہی ہے جس نے تمہارے لیے ان سب کو پیدا کر دیا ہے جو زمین میں ہے ۔ " (۱-۲-۳)

انسان کی اس فطری ذمہ داری کو پورا کرنے کے لیے جس مضبوط اجتماع اور محکم تعاون کی ضرورت ہے اس کو بروئے کار لانے کے لیے جو جذباتی کشش لابد ہے انسان کو اس کا بھی وافر حصہ دیا گیا ہے ۔ " اور تمہارے آپس میں محبت اور شفقت پیدا کی ۔ " (۲۱-۳۰-۳) ساتھ ساتھ اس کی انفرادی راحت و آرام اور گھریلو سکون و دلی جمعیت کے جو سامان تھے ان کو بھی پوری فراخی سے مہیا کیا ۔ " اور اس کی نشانیوں میں سے ہے کہ اس نے تمہارے لیے تمہارے ہی میں سے جوڑے پیدا کیے کہ تم ان سے سکون حاصل کر سکو" ۔ (۲۱-۳۰-۳) "اور ہم نے تمہیں جوڑے پیدا کیا ، تمہاری نیند کو راحت بنایا اور رات کو ستر بنایا اور دن کو گزر بسر کے لیے بنایا ۔ " (۳۰-۸-۱) "کیا انہوں نے دیکھا نہیں کہ اپنے ہاتھوں کی بنائی ہوئی میں سے ہم نے ان کے لیے چوپائے پیدا کیے ۔ اب وہ ان کے مالک ہیں ۔ ہم نے ان کو ان کا مطیع کر دیا ہے ۔ ان سے ان کی سواریاں ہیں اور ان سے کھانے (بھی) ہیں اور ان کے لیے ان میں منفعتیں ہیں اور (دودھ) پینے کے موقعے ہیں ۔ " (۲۳-۳۶-۵) غرض یہ کہ ہر طرح سے انسانی زندگی کو خوشگوار بنانے کے لیے جو قدرتی ذرائع اور مادی وسائل مناسب اور ضروری تھے وہ سب موجود ہیں ۔

چنانچہ یہ انسانی صلاحیتیں اور فعلیتیں پھر ماحول کی ان کے ساتھ یہ قدرتی سازگاری کیا مقصدیت کی طرف رہنمائی نہیں کرتیں ؟ کیا محض بخت و اتفاق انسانی تکوین کی مکمل توجیہ ہے ؟ کیا حادثے مقصدیت کی تعلیل کے لیے کافی

ثابت ہو سکتے ہیں ؟ پھر ان توجیہوں سے عقلِ سلیم بھی طمانیت اور تسکین حاصل کر لیتی ہے ؟

کائنات کی علت کا حیات و شعور اور ان کے لوازم و مناسبات سے موصوف ہونا:

کائنات کے حقیقی ہونے ، کامل اور نظم و ضبط کے اعتبار سے محکم ہونے سے ، اس کے مظاہر کی طبیعیاتی تاریخ اور ان کے مواد ، انکی اوضاع اور ان کی حرکات کی ٹھیک ٹھیک مقررہ تقدیروں ، اندازوں اور ان کے آہنگ سے اور ان سب کے ایک خاص رخ کی طرف جھکاؤ سے پھر خصوصیت سے انسان کی طبیعی تاریخ اور اس کے ترقی یافتہ آلاتِ حس و ادراک سے ، اس کے لئے وسائل حیات کی فراہمی سے ، اس کی صلاحیتوں اور ان صلاحیتوں کے لیے میدانِ عمل کی بہم رسانی سے اور دوسری قدرتی سہولتوں سے قرآن نے اچھی طرح واضح کر دیا ہے کہ کائنات کے سبب اور علت کا نہ صرف یہ کہ خالق، باری، مصور ہونا کافی ہے بلکہ اس کی حیّ اور زندہ حقیقت کے تمام اعلیٰ اوصاف مرید، علیم، خبیر، سمیع، بصیر، حکیم اور مدبر سے موصوف ہونا چاہیے ۔ کائنات کا ایک خاص رخ کی طرف جھکاؤ اس کے بغیر قابل فہم نہیں کہ اس کا خالق اس کا رخ متعین کرنے والا اور ہادی ہے ، انسان کے ساتھ کائنات کا یہ تدریجی آہنگ اور ساز کیسے ہو سکتا ہے اگر قوی نظریہ پر قاہر اور قہار ذات کا رویہ رحیم، رؤف بلکہ ودود کا سا نہ ہو ۔

کیا انسانی شرف و مجد ، اس کے میدانِ عمل کی وسعت اس کے اقتدار کا پھیلاؤ کا یہ تقاضا نہیں کہ کائنات کی بڑی سے بڑی اور چھوٹی سے چھوٹی ہر شے کی طرف اس کا زاویۂ نظر بجائے انفعالی ہونے کے فعلی ہو اور حیرت سے ان کے سامنے سجدہ ریز ہونے کے بدلے ان سے کام لینے کی کوشش کرے طبیعی قوتوں کو اپنا خادم سمجھے اور تنہا اسی ذات کو جو قدیر اور فَعَّالٌ لِّمَا يُرِيْدُ (البروج : ۱٦) ہے ، اپنا مولیٰ، رب، ولی، نصیر اور رزاق محسوس کرے ۔ اس کی نیابتی صلاحیتوں کو ابھارنے اور خلافتی ذمہ داریوں کو پورا کرنے کے لیے جس میں استغناء ، بے باکی ، آزادی ، اعتماد نفس ، تحمل ، تنافس اور مساوات وغیرہ اوصاف کی ضرورت ہے اُن کو پیدا کرنے میں اس کا یہ احساس ممد و معاون ثابت ہو گا ۔

اس مسبب الاسباب اور علۃ العلل کا قدوس ہونا ، سلام ہونا حسیب اور مالک یوم الدین ہونا غفار و تواب ہونا پھر ان صفات کمالیہ کے اتصاف کے لوازم مثلاً حمید و مجید ہونا ، رشید ہونا نفسیاتی طور پر خود بندے کو جس کا کام اپنے آقا کے اسما حسنیٰ سے متاثر ہونا اور آپ میں ان کو منعکس کرنے کی کوشش کرنا ہے کتنا بلند اور برتر بنا دیتا ہے ۔

اگر قرآن مجید کی ان واضح تنبیہوں کو ، عقلِ سلیم کے کھلے تقاضوں کو ، فطرتِ انسانی کے مسلسل اور متواتر باطنی احساسات کو پھر انسان کی اخلاقی معاشرتی اور سیاسی ارتقاء میں اللہ کے برتر اور معیاری تصور کی افادیت کو نظر انداز کر دیا جائے اور عقلِ نظری کے بے سرو پا احتمالات اور مابعد الطبیعیاتی کھوکھلے امکانات کو اہمیت دی جائے تو پھر

باور کرنا پڑے گا کہ بے شعوری نے شعور کا روپ دھارن کیا ہے ، بے مقصدی نے مقصد کو جنم دیا ہے ، بے نظمی نے نظم پیدا کیا ہے ، حادثہ منصوبہ بندی ہوتا جا رہا ہے ، سادگی پیچیدگی بنتی جا رہی ہے اتنا ہی نہیں بلکہ بے کراں کائنات کے ان گنت مظاہر کے طبیعیاتی اور کیمیائی خصوصیات حادثہ ہیں بے سبب ، اتفاقات ہیں بے علت ، کیونکہ ان نامشاہد استنباطات اور غیر تجربی قیاسات کے پیچھے اگر مشاہدہ ہے تو صرف مادے کے تصور کا ، اگر تجربہ ہے تو محض اس کی تبدیلیوں کا اور علم ہے تو بس اس کی خصوصیات کا، اس کے مقابلے میں اگر ازلی ابدی باشعور اقتدارِ اعلیٰ کا قیاس زیادہ غیر عقلی ہے تو پھر کسی بندر کو ٹائپ کی مشین پر انگلی مارتے دیکھ کر یہ باور کر لینا کہ اس مشین پر ٹائپ کیا ہوا (غالب کا) قصیدہ اسی بندر کی انگلیوں کی اتفاقی تصنیف و کتابت ہے ، زیادہ قرینِ قیاس ہے اس یقین سے کہ کوئی شخص اس قصیدہ کو ٹائپ کر کے مشین پر چھوڑ گیا ہے ۔

حواشی

۱ ۔ عام اور مشہور معنی تو وہی ہیں جس کو لسان میں بیان کیا گیا ہے

وَالسَّمٰوٰتُ الطِّبَاقُ سُمِّيَتْ بِذٰلِكَ لِمُطَابَقَةِ بَعْضِهَا بَعْضًا اَىْ بَعْضُهَا فَوْقَ بَعْضٍ وَ قِيْلَ لِاَنَّ بَعْضَهَا مُطْبَقٌ عَلٰى بَعْضٍ .

لیکن اوپر نیچے میں یا ایک دوسرے پر ڈھکے ہونے اور چھائے ہوئے ہیں سب کی رویت یا ممکن نہیں ہے یا بہت مستبعد ہے ۔ حالانکہ

مَاتَرٰى فِىْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ. اَىِ الْاِخْتِلَافُ مِنَ الْفَوْتِ فَاِنَّ كُلًّا مِنَ الْمُتَضَادَّتَيْنِ فَاتَ عَنْهُ بَعْضُ مَا فِى الْاٰخَرِ ۔ اور هَلْ تَرٰى مِنْ فُطُوْرٍ، وَالْفُطُوْرُ الشُّقُوْقُ

میں رویت پر خاص زور دیا گیا ہے ۔ علاوہ ازیں یکسانی سے تفاوت زیادہ مناسب ہے ۔ مطابقت اصلاً اگرچہ مقدار اور پھیلاؤ کی مساوات ہے لیکن دوسری طرح کی برابریوں میں بھی اس کا استعمال متعارف ہے لسان میں ہے :۔

اَلْمُطَابَقَةُ، اَلْمُوَافَقَةُ، وَالتَّطَابُقُ الْاِتِّفَاقُ، وَطَابَقَهُ عَلَى الْاَمْرِ جَامَعَهُ وَاطَّبَقُوْا عَلَى الشَّىْءِ اَجْمَعُوْا عَلَيْهِ وَ يُقَالُ طَابَقَ فُلَانٌ فُلَانًا اِذَا وَافَقَهُ وَعَاوَنَهُ مُطَابَقَتُ الْمَرْاَةِ زَوْجَهَا اِذَا وَافَقَتْهُ

۲۔ لسان العرب میں ہے :۔

اَلسَّلُّ اِنْتِزَاعُ الشَّىْءِ وَ اِخْرَاجُهُ فِىْ رِفْقٍ . . . سُلَالَةُ الشَّىْءِ مَا اسْتُلَّ مِنْهُ . مِنْ سُلَالَةٍ مِنْ مَاءٍ

دوسری "من" غالباً ابتدا کے لیے ہے ۔ واللہ اعلم

۳۔ تقریباً دس گیارہ دن میں مادۂ تولید یا نطفہ بیضہ مادری کی جھلی میں بند بہتا ہوا دیوار رحم تک پہنچ جاتا ہے اور پھر جھلی توڑ کر دیوار رحم میں مدریجاً سرایت کر کے علقہ کی صورت میں استقرار پاتا ہے اور آہستہ آہستہ مشیمے (Chorion) کے اندر جرثومی جھلی (Amnion) پھیل کر جنین کو لپیٹ لیتی ہے ۔ اس طرح شکم مادر کے اندر رحم ، مشیمہ اور جرثومی جھلی کی تین تاریکیوں میں جنین جسدی انداز (پہلے غیر مخلقہ یا ناتمام مضغے اور پھر تام اور مخلقہ مضغے کی شکل میں) اختیار کرنا شروع کر دیتا ہے ۔

۴۔ لسان العرب میں ہے :۔ اَلنُّطْفَةُ الصَّبُّ . . . وَ نُطْفَانُ الْمَاءِ سَيَلَانُهُ ؛

گویا بار دار بچے پر نطفے کا اطلاق اس کی اس بہاؤ اور سیلان کی خصوصیت کی طرف اشارہ ہے ۔

۵۔ عَلِقَ بِالشَّیْءِ عَلَقًا وَ عَلَقَةً: نَشِبَ فِیْہِ وَ عَلِقَ الشَّیْءَ عَلَقًا وَ عَلِقًا وَ عَلِقَ بِہٖ عِلَاقَةً وَ عُلُوْقًا فَلَزِمَہٗ.

لسان العرب کی اس تصریح کے بموجب علقے میں تعلق، سرایت کرنے اور استقرار پا جانے کا مفہوم شامل ہے۔

۶۔ اِذَا صَارَتِ الْعَلَقَةُ الَّتِیْ خُلِقَ مِنْہَا الْاِنْسَانُ لَحْمَةً فَہِیَ مُضْغَةٌ۔

۷۔ یوں پہلے مضغہ غیر مخلقہ اور پھر ناتمام اور تام لوتھڑے کی شکلیں ظہور پذیر ہو جاتی ہیں۔ مخلقہ کو مقدم کرنے میں اس کی مثبت حیثیت کا لحاظ کیا گیا ہے تاکہ منفی غیر مخلقہ کا مفہوم واضح ہو جائے۔ ترتیب کو سامع کی عقل پر چھوڑ دیا گیا ہے۔

۸۔ ایک دوسرے موقع پر مضغے یا جسد اور پیکر (Foetus) کے دوسرے اندرونی تغیرات کو بیان کیا ہے کہ مضغے میں پہلے............ استخوانی ڈھانچہ متمیز اور ظاہر ہونے لگتا ہے اور اس تمیز اور ظہور کے بالکل عقب میں ہی اس ڈھانچے پر گوشت کا چڑھاؤ اور لپیٹ نمایاں ہونی شروع ہو جاتی ہے یہاں تک کہ ہڈیاں ڈھک جاتی ہیں "اور ہم نے تو انسان کو پیدا کیا ہے (مادے یا) گارے کے جوہر سے، تو پھر اس کو قائم (اور جمے ہوئے) ٹھکانے میں نطفہ بنا دیا پھر نطفے کو علقہ بنایا اب علقے کو مضغہ (یا پیکر) بنایا اب مضغے کو ہڈیاں کیا اب ہڈیوں پر گوشت پہنایا۔ پھر اس کو (بالکل) دوسری (اور نئی انداز) پیدائش دیدی تو برکت والا ہے اللہ سب سے بہتر خالق (۱۸-۲۳-۱)

سورۃ الحمد کی تفسیر ربانی

مولانا محمد یٰسین ندوی

سورۃ الحمد کی تفسیر ربانی

مولانا محمد یسین ندوی

فاتحۂ کلام

یہ سب تسلیم کرتے ہیں کہ قرآن مجید کی اولین اور بہترین تفسیر خود اسی کی آیاتِ کریمہ میں موجود ہے۔ ایک مقام پر جو حقیقت مجمل و مختصر آئی ہے وہ دوسرے مقام پر مفصل و مطول بیان ہوئی ہے۔ قرآنِ کریم کی قرآنِ کریم سے تفسیر و تشریح کا اصول جس طرح مسلّم ہے اسی طرح یہ کلیہ بھی حقیقتِ ثابتہ ہے کہ بہت سے دینی حقائق، قرآنی تعلیمات، اور کائناتی شواہد مواقعِ نزول اور مخاطبوں کے فہم و ادراک کے مطابق کھولے گئے ہیں۔ چونکہ یہ دونوں اصول و کلیے لازم و ملزوم کی حیثیت رکھتے ہیں اور ایک دوسرے کے مؤید ہیں اس لئے کلامِ الٰہی میں موقعہ و محل کی مناسبت سے معنی آفرینی پائی جاتی ہے۔ بیشتر علماء و محققین کا عقیدہ ہے کہ قرآنِ مجید میں آیات و کلمات، الفاظ و تراکیب اور حقائق و واقعات کی تکرار محض تکرارِ لفظی نہیں جو عبارت و کلام کی زیبائش و آرائش کے لئے لائی جاتی ہے، بلکہ وہ حسنِ کلام کے ساتھ ساتھ جدتِ معانی اور تجدید مفاہیم کا جمال بھی رکھتی ہے۔ اس لئے اگر قرآنِ مجید کی آیاتِ کریمہ کی تفسیر قرآنی الفاظ و تراکیب اور ہم معنی آیات و کلمات کی روشنی میں کی جائے تو ایک نیا جہانِ معنی اور ایک نیا طلسمِ حقیقت نظر آئے گا۔ جو قرآن فہمی کے نئے باب کھولنے کے ساتھ بندۂ ناچیز کو اپنے خالقِ بیکراں کے اور قریب لے جائے گا۔ یوں نزولِ قرآنِ کریم اور رسالتِ حضرتِ محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا عظیم ترین مقصد پورا ہو گا کہ انسان اپنے ربِ کریم و جلیل کی صحیح معرفت حاصل کرے، اس کی صحیح عبادت کر کے اپنی تخلیق کا مقصد پورا کرے، اور انعامِ الٰہی کے نتیجہ میں اپنے رحیم و غفور رب کی مغفرت و بخشش سے ہمکنار ہو کر اپنے عظیم ترین رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی امتِ مرحومہ میں ہونے کا حق ادا کرے اور دنیا و آخرت کی تمام سرمدی نعمتوں سے مستفیض ہو کر فوز و فلاح کی ابدی زندگی پائے۔

قرآنِ مجید ہی سے تفسیر و تشریح کا اصول و کلیہ مان لینے کے باوجود بہت کم ایسا ہوا ہے کہ تفسیرِ قرآن میں اس پر پوری طرح عمل کیا گیا ہو۔ ایسا نہیں ہے کہ ہمارے قدیم سلف، متوسط خلف اور جدید مفسرین اور معاصر علماء نے اپنی تفاسیر قرآنی میں یا دوسری اسلامی نگارشات میں تفسیر القرآن بالقرآن کے سنہری اصول کو بالکل نہ برتا ہو۔ انہوں

نے متعدد مقامات پر ایسا ضرور کیا ہے لیکن اسے زیادہ سے زیادہ جزوی کوشش یا بطور تمثیل تفسیر بالقرآن کہا جا سکتا ہے۔ اس نہج پر ابھی تک پورے قرآنِ مجید کی تفسیر یا تو کی ہی نہیں گئی اور جو بعض کوششیں کی گئی ہیں وہ ادھوری، نامکمل اور ناقص ہونے کے علاوہ برائے بیت ہی ہیں۔ ظاہر ہے کہ پورے قرآن مجید کی اسی کی آیاتِ کریمہ سے تفسیر کرنا خاصا مشکل، بہت دقت طلب اور کافی صبر آزما کام ہے۔ بیشتر انسانی طبائع تو اس کے خیال بے امکاں ہی سے پراگندگی کا شکار اور بشری ہمتیں دون ہمتی کی صید زبوں ہو جاتی ہیں۔ حالانکہ غور و فکر اور تدبر و تعقل سے کام لیا جائے اور ایک واضح فکر اور سوچے سمجھے منصوبہ سے کام کیا جائے تو پورے قرآنِ کریم کی ایسی تفسیر کرنی ناممکن و محال نہیں ہے۔ لیکن یہ خاصی پتّہ ماری اور جگر کاوی کا عمل مسلسل ہے اور تن آسانی اور سہل انگاری دوسرے آسان ذرائعِ تفسیر اور متداول وسائلِ تشریح تلاش کر لیتی ہے۔ حیرت اس پر زیادہ ہوتی ہے کہ قرآنِ مجید کی بہت سی مختصر سورتوں کی تفسیر بھی قرآنِ کریم کی آیات کے حوالہ سے نہیں کی گئی۔ اس قسم کی جو بعض کوششیں عملی شکل میں نظر آتی ہیں وہ بھی جزوی، ادھوری اور غیر علمی ہیں۔ سورۂ فاتحہ اپنی اہمیت و اولیت کے سبب بہت سے مفسرینِ کرام کی تفسیری و تشریحی کاوشوں کی مدتوں سے محور و مطمحِ نظر رہی ہے اور غالباً اس کی مختلف زبانوں میں ہزارہا تفسیریں کی گئی ہیں لیکن اسکی تمام آیاتِ کریمہ کی مکمل تفسیر قرآنِ مجید کی دوسری آیاتِ مقدسہ سے نہیں کی گئی ہے۔ البتہ چند مقامات پر دوسری آیات کا حوالہ ضرور دے دیا گیا ہے۔ اکثر و بیشتر یہ حوالہ استدلال و استشہاد کے بطور دیا گیا ہے جس سے تفسیر کے تقاضے اور تشریحی ضابطے پورے نہیں ہوتے۔

قرآن مجید کی کامل تفسیروں اور سورۂ فاتحہ کی مخصوص تشریحوں کے ایک بھرپور جائزے کے بعد اس ہیچمداں پر یہ حقیقتِ تلخ اجاگر ہوئی کہ ہمارے شاندار تفسیری ذخیرے اور صدیوں اور قرنوں کے جمع کردہ ورثے میں سورۂ فاتحہ کی مکمل قرآنی تفسیر نہیں پائی جاتی۔ لہٰذا اپنی بے بضاعتی، علمی کم مائیگی اور ذہنی و جسمانی درماندگی کے باوجود یہ خواہش خطیر اور تمنائے دشتِ امکان پیدا ہوئی کہ کم از کم سورۂ فاتحہ کی آیاتِ قرآنی سے مکمل تفسیر لکھی جائے۔ اپنی خامیوں اور کوتاہیوں کے پورے احساس کے باوجود اور بڑے غور و فکر، تامل و تردد اور سوچ بچار کے بعد اس راہِ پُر خطر میں راہوارِ قلم کو محض توفیقِ الٰہی اور فضلِ ربانی کے سہارے بڑھا دیا ہے اور اسی سے اس اہم کام کی تکمیل کی امید ہے۔ یہ امید قوی اور آرزو پختہ ہے کہ اُس اللہ کے نام سے قلم اٹھایا ہے جو رحمان و رحیم ہے اور جس نے قلم کے ذریعہ علم کے دروازے ہم سب پر وا کئے ہیں اور جو اپنے راستہ پر جدوجہد کرنے والوں کے لئے اپنے راستے کھول دیتا ہے۔ خالص توفیقِ الٰہی اور فضلِ ربانی کی ارزانی کے ساتھ ساتھ رسولِ اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت مطہرہ کا سہارا ہے جس نے قرآنِ کریم کے سیکھنے سکھانے کو خیر و فلاح کہا ہے۔ یہی وہ رحمۃ للعالمینی ہے جس نے امتِ مسلمہ کو کتاب و سنت کے چشمۂ صافی سے ہمیشہ وابستہ رکھا ہے۔ یہاں یہ اعتراف بھی کرتا چلوں کہ سورۂ فاتحہ کی اس قرآنی تفسیر کی تحریر و تکمیل میں صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کی تفسیری روایتوں، تابعین و مفسرین سلف کی تشریحی

کاوشوں اور متوسط و معاصر شارحین کی قرآنی تفسیروں کو بھی حسب مراتبِ عالیہ پوری کارفرمائی حاصل ہے۔ کیسے نہ کہوں کہ اس میں میرے تمام اساتذۂ کرام کی پُرسوز تعلیم و تدریس، تمام اسلامی مصنفین عظام جن کی تحریروں نے مجھے شعوری یا غیر شعوری طور پر متاثر کیا کی تحریر و تقریر کا بھی بھرپور دخل ہے۔ اور آخری بات یہ کہ میرے شفیق والدین خاص کر والدِ محترم کی دعاؤں اور تربیت و تعلیم کا خونِ جگر بھی شامل ہے۔ فوری مہمیز لگانے کا ثواب موجودہ مدیرِ نقوش کی قرآنی خدمت کو جاتا ہے۔

(۱) پہلی آیت

(الف) مختلف سورتوں میں ورود

سورۂ فاتحہ کی آیتِ فاتحہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ قرآن مجید میں کل چھ مقامات پر اور پانچ دوسری سورتوں میں آئی ہے۔ ایک بنیادی فرق یہ ہے کہ سورۂ فاتحہ کے "افتتاح" میں یہ آیت شریفہ لائی گئی ہے جبکہ دوسری سورتوں میں وہ بطور "خواتیم" لائی گئی ہے۔ دوسرے ان کے موقعہ و محل اور مناسبت کا بھی کافی فرق ہے۔ ظاہر ہے کہ اس کے سبب اس کے معانی و مفاہیم بھی مختلف ہیں۔ اس اختلافِ معنی و مفہوم نے اس کو "قندِ مکرر" کی بجائے "آیتِ نو" کا مقام عطا کر دیا ہے۔ سورۂ فاتحہ میں اس آیت کریمہ کے مقام و مرتبہ کے بارے میں علماء و مفسرین کا اختلاف ہے۔ جو مکتبِ فکر بسملہ کو سورۂ فاتحہ کی اولین آیت مانتا ہے ان کے نزدیک یہ دوسری آیت ہے مگر جو مفسرین و محققین بسملہ کو ایک آزاد و خود مختار اور آیت فاصل تسلیم کرتے ہیں ان کے نزدیک وہ اولین اور افتتاحی آیت ہے۔ دوسرے دلائل کے علاوہ اس آیتِ کریمہ کا مقام و مرتبہ بھی یہ تقاضا کرتا ہے کہ اس کو سورۂ فاتحہ کی اولین آیت مانا اور قرار دیا جائے کیونکہ اس کی اصلی معنویت اور بنیادی اہمیت اس کے افتتاحی کلمۂ الٰہی ہونے میں ہے نہ کہ دوسری یا درمیانی آیت ہونے میں۔ سنتِ الٰہی اور حکم ربانی دونوں کے مطابق کلامِ الٰہی کا آغاز و افتتاح خود صاحبِ کلامِ عالی نے اپنے رحمان و رحیم نامِ نامی اور اسمِ جلالت و محبت سے کر کے پہلی حقیقتِ ثابتہ جو انسان و حیوان، جمادات و نباتات، عاقل و غیر عاقل غرضکہ کل کائنات اور اہلِ کائنات پر ظاہر کی وہ یہ ہے کہ "سب تعریف اللہ کو ہے، جو صاحب سارے جہان کا۔" ہر سورت کے ساتھ بسملہ کی تکرار و تجدید بھی یہ ثابت کرتی ہے کہ حمدِ الٰہی پر مشتمل آیتِ کریمہ ہی سورۂ فاتحہ کی اولین آیت ہے اور وہ بالواسطہ سہی اس کلمۂ عالی کی معنویت، اہمیت، لطافت اور گہرائی و گیرائی کو اور واضح کرتی ہے۔ بلاریب ساری اور ہر طرح کی حمد کی سزاوار وہ ذاتِ عالی صفات ہے جو اللہ جیسے عظیم الشان اور منفرد اسمِ جلالت سے موسوم و معروف ہے۔ پھر حمد کا اثبات اللہ کے لئے کیا گیا ہے، خالص اللہ کے لئے اور اس کی کسی صفت کو اس میں شریک نہیں کیا گیا۔ دوسری صفاتِ عالیہ اس ذاتِ عالی کی بیکراں جہات سے مخلوقاتِ عالم کو متعارف کرانے کے لئے لائی گئی ہیں جو اپنی اپنی جگہ ضروری اور اہم ہیں۔

مصحفِ قرآنی کی موجودہ ترتیب کے مطابق سورۂ انعام دوسری سورت ہے جس میں یہ آیت کریمہ (۴۵) ایک خاص سیاق و سباق میں لائی گئی ہے۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَآ اِلٰٓى اُمَمٍ مِّنْ قَبْلِكَ فَاَخَذْنٰهُمْ بِالْبَاْسَآءِ وَالضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ ○ فَلَوْلَآ اِذْ جَآءَهُمْ بَاْسُنَا تَضَرَّعُوْا وَلٰكِنْ قَسَتْ قُلُوْبُهُمْ وَ زَيَّنَ لَهُمُ الشَّيْطٰنُ مَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ فَلَمَّا نَسُوْا مَا ذُكِّرُوْا بِهٖ فَتَحْنَا عَلَيْهِمْ اَبْوَابَ كُلِّ شَيْءٍ ؕ حَتّٰٓى اِذَا فَرِحُوْا بِمَآ اُوْتُوْٓا اَخَذْنٰهُمْ بَغْتَةً فَاِذَا هُمْ مُّبْلِسُوْنَ ○ فَقُطِعَ دَابِرُ الْقَوْمِ الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا ؕ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الانعام: ٤٢-٤٥)

"اور ہم نے رسول بھیجے تھے بہت امتوں پر، تجھ سے پہلے، پھر ان کو پکڑا سختی میں اور تکلیف میں، شاید وہ گڑگڑاویں۔ پھر کیوں نہ، جب پہنچا ان پر عذاب ہمارا، گڑگڑائے ہوتے؟ اور لیکن سخت ہو گئے دل ان کے اور ان کو بھلے دکھائے شیطان نے، جو کام کر رہے تھے۔ پھر جب بھول گئے جو نصیحت کی تھی ان کو، کھول دئے ہم نے ان پر دروازے ہر چیز کے، یہاں تک کہ جب خوش ہوئے پائی ہوئی چیز سے، پکڑا ہم نے ان کو بے خبر، پھر تب ہی وہ رہ گئے ناامید، پھر کٹ گئی جڑ ان ظالموں کی، اور سراہئے کام اللہ کا جو رب ہے سارے جہان کا۔"

یہاں پروردگارِ عالم نے ظالموں کو سزا دینے اور ان کے ساتھ اپنے ابدی و سرمدی قانون کے مطابق عدل و انصاف کرنے پر سارے جہانوں کے رب اللہ کی حمد کی ہے۔ وہ ستائش و تعریف کے معنی میں ہے۔ بعض مفسرین نے اس سزائے ربانی کو بطورِ "ربوبیت عامہ" اور "رحمتِ عظیم" قرار دے کر رب العالمین اور پروردگارِ عالم کے لئے باعث حمد و شکر کے معنی میں لیا ہے۔ مولانا شبیر احمد عثمانی فرماتے ہیں "ظالموں کا استیصال بھی اسکی ربوبیت عامہ کا اثر اور مجموعہ عالم کے لئے رحمتِ عظیم ہے اس لئے یہاں حمد و شکر کا اظہار فرمایا"۔ مولانا امین احسن اصلاحی نے اس خیال میں مزید ترقی دی اور فرمایا کہ "۔۔۔ رب کس طرح گوارا کر سکتا ہے کہ وہ اپنے چمن میں ایک ایسے درخت کو جگہ گھیرے رکھنے کے لئے چھوڑ دے جس کی زہریلی ہوا اور جس کے مسموم برگ و بار پورے چمن کو غارت کر کے رکھ دیں۔ پس حمد و شکر کا سزاوار ہے وہ رب العالمین جو ایسی نابکار قوموں کی جڑ کاٹ کر رکھ دیتا ہے۔" مولانا موصوف کا خیال ہے کہ "قرآن مجید میں جہاں جہاں بھی یہ لفظ اس ترکیب کے ساتھ استعمال ہوا ہے اسی مفہوم کو ادا کرنے کے لئے استعمال ہوا ہے جس مفہوم کو ہم شکر کے لفظ سے ادا کرتے ہیں"۔ انہوں نے اعراف نمبر ۴۳ یونس نمبر ۱۰ اور ابراہیم نمبر ۳۹ آیات کریمہ نقل کی ہیں جو ان کے خیال سے شکر کا مفہوم رکھتی ہیں۔ اگرچہ ان کو بھی احساس ہے کہ "استعمالات کے لحاظ سے اگرچہ "حمد" کا لفظ شکر کے مقابل میں زیادہ وسیع ہے۔ شکر کا لفظ کسی کی صرف انہی خوبیوں اور انہی کمالات کے اعتراف کے موقع پر بولا جاتا ہے جن کا فیض آدمی کو خود پہونچ رہا ہو۔ برعکس اس کے حمد ہر قسم کی خوبیوں اور ہر قسم کے کمالات کا اعتراف کے لئے عام ہے۔۔۔" اس خیال کے پس پشت یہ نظریہ کار فرما ہے کہ ان مواقع پر انسان شکر ادا کرتا ہے۔ اللہ

تعالیٰ تو شکر نہیں ادا کرتا لہذا جن آیات کریمہ میں الحمد کا اظہار بطورِ قولِ الٰہی ہوا ہے وہاں حمد و تعریف ہی صحیح ہے۔ البتہ جہاں انسان کی زبان سے کسی نعمت کے ملنے پر لفظ حمد بولا گیا ہے وہاں شکر کا مفہوم آسکتا ہے تاہم وہاں بھی تعریف و ثنا اور حمد ہی بہتر اور موزوں تر ہے کہ وہ "شکر الٰہی بزبان انعام یافتہ" کو بھی شامل ہے اور اللہ تعالیٰ کی بیکراں حمد کو بھی۔

اس کے بالکل برعکس سورۂ یونس نمبر ۱۰ میں اس آیت کریمہ کا موقعہ و محل ہے۔ وہاں انعامات الٰہی سے اہلِ جنت کی سرفرازی و فیضیابی پر ان کی زبانِ شکر بیان سے اللہ رب العالمین کی حمد ادا کرائی گئی ہے:

اِنَّ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ يَهْدِيْهِمْ رَبُّهُمْ بِاِيْمَانِهِمْ ۚ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○ دَعْوٰىهُمْ فِيْهَا سُبْحٰنَكَ اللّٰهُمَّ وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۚ وَ اٰخِرُ دَعْوٰىهُمْ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (یونس: ۱۰-۱۵)

جو لوگ یقین لائے اور کئے کام نیک، راہ دے گا ان کو رب ان کا ان کے ایمان سے، بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں، باغوں میں آرام کے انکی دعا اس جگہ، یہ کہ پاک ذات ہے تیری یا اللہ! اور ملاقات ان کی سلام۔ اور تمام ان کی دعا اس پر، کہ سب خوبی اللہ کو جو صاحب سارے جہان کا۔

شاہ عبد القادر دہلوی نے اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ "اول عجائب نعمتیں دیکھ کر کہیں گے پاک ذات یعنی سبحان اللہ۔ پھر اس کی لذت پا کر کہیں گے الحمد للہ۔۔۔" مولانا عثمانی نے ان آیاتِ کریمہ کی تفسیر میں شاہ صاحب موصوف کی عبارت کو مفصل بنا دیا ہے ورنہ بنیادی مفہوم اور تشریح یکساں ہے۔ ان دونوں بزرگوں نے حافظ ابن کثیر کی بیان کردہ روایات کی تشریح اپنے الفاظ میں کر دی ہے۔ حافظِ موصوف نے البتہ حمد کی مناسبت سے بہت عمدہ تشریح کی ہے۔ "اس میں یہ دلالت بھی مستور ہے کہ اللہ تعالیٰ ہی ہمیشہ سزاوارِ حمد (المحمود) ہے اور ہمیشہ ہمیشہ وہی معبود رہا ہے۔ اسی بنا پر اس نے اپنے نفس کی حمد اپنے خلق کی ابتدا اور اس کے استمرار کے وقت کی ہے اور اپنی کتاب کی ابتدا اور اس کی تنزیل کے آغاز پر بھی کی ہے۔ چنانچہ فرماتا ہے: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ عَلٰى عَبْدِهِ الْكِتٰبَ (۱۸ : ۱) (سراہئے اللہ کو جس نے اتاری اپنے بندے پر کتاب۔ کہف نمبر ۱) اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ (۶ : ۱) (سب تعریف اللہ کو جس نے بنائے آسمان و زمین۔ انعام نمبر ۱) وغیرہ آیات جن کا مفصل بیان طولِ کلام کا موجب ہو گا۔ بلا ریب وہی اول و آخر میں، اور وہی حیاتِ دنیا اور آخرت میں، اور سارے احوال میں سزاوار حمد ہے۔" انہوں نے اپنی اس تفسیر کی ایک حدیثِ نبوی سے تائید کی ہے جس میں اہلِ جنت کے تسبیح و تحمید کرنے کے الہام کا حوالہ ہے۔ مولانا اصلاحی فرماتے ہیں کہ "یہ تکمیلِ نعمت پر اظہارِ شکر ہے کہ اہلِ جنت جب دیکھیں گے کہ ہر طرف نعمت ہی نعمت ہے تو بے تحاشا ان کی زبان سے یہ شکر کا کلمہ نکلے گا۔" مولانا تھانوی، مفتی شفیع، اور مولانا دریابادی نے شاہ دہلوی اور

مولانا عثمانی سے اتفاق کیا ہے، بعض جزوی تشریحات اور الفاظ و تراکیب کا اختلاف ہے۔ البتہ مولانا دریابادی کے یہاں یہ تصریح ہے "اور آخر میں منزل ادائے شکر کی آتی ہے۔" ان تمام تفسیری تشریحات کے باوجود یہ حقیقت اپنی جگہ رہتی ہے کہ قرآنِ مجید میں اس مقام پر حمدِ الٰہی کا مفہوم اصلی یعنی ستائش و تعریف ربانی ہی ہے۔ کیونکہ شکرِ الٰہی خواہ عام نعمتوں پر ہو یا جنت کی خاص نعمتوں پر وہ بہر حال محدود اور ایک خاص سیاق و سباق کے اندر محصور ہے جبکہ اللہ رب العالمین کی عام تعریف و حمد شکر و امتنان کے جذبات کی عکاسی اور ترجمانی کے ساتھ ساتھ اللہ تعالیٰ کی اس بیکران ولامحدود حمد پر بھی مشتمل ہے جو اس کی ذات کا حق ہے خواہ وہ نعمت و فضل سے نوازے یا نہ نوازے۔ وہ نوازنے اور فضل و اکرام کرنے سے قبل بھی محمود و سزاوارِ حمد ہے اور اس کے بعد بھی۔ یہی حمدِ ازلی و ابدی اور تعریف و ستائش سرمدی یہاں مراد ہے۔ خود آیتِ کریمہ کی اندرونی شہادت بھی اسی معنی و مفہوم پر دلالت کرتی ہے۔ اور وہ ہے تسبیح و تحمید کی ایک دوسرے کے ساتھ مقارنت۔ جنت کی نعمتوں کو اول وہلہ میں دیکھ کر اللہ تعالیٰ کی تسبیح اہلِ جنت کی زبان سے نکلے گی اور جب وہ خود ان سے سرفراز ہوں گے تو ان کی زبان پر حمد و ستائشِ الٰہی جاری ہو جائے گی۔

تیسرا موقعہ و محل سورۂ صافات نمبر ۱۸۲ میں نظر آتا ہے جہاں یہ آیتِ کریمہ حق و باطل کی آویزش و تفریق اور حزب الٰہی کی اطاعت اور اہلِ جہنم کی معصیت اور ان دونوں کے اعمال کے نتائج و عواقب کے پس منظر میں بیان کی گئی ہے:

وَلَقَدْ سَبَقَتْ كَلِمَتُنَا لِعِبَادِنَا الْمُرْسَلِيْنَ ۚۖ اِنَّهُمْ لَهُمُ الْمَنْصُوْرُوْنَ ۠ وَ اِنَّ جُنْدَنَا لَهُمُ الْغٰلِبُوْنَ ○ فَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۙ وَّاَبْصِرْهُمْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ○ اَفَبِعَذَابِنَا يَسْتَعْجِلُوْنَ ○ فَاِذَا نَزَلَ بِسَاحَتِهِمْ فَسَآءَ صَبَاحُ الْمُنْذَرِيْنَ ○ وَتَوَلَّ عَنْهُمْ حَتّٰى حِيْنٍ ۙ وَّاَبْصِرْ فَسَوْفَ يُبْصِرُوْنَ ○ سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت: ۱۷۱-۱۸۲)

اور پہلے ہو چکا ہمارا حکم اپنے بندوں کے حق میں جو رسول ہیں۔ بے شک انہی کو مدد ہوتی ہے۔ اور ہمارا لشکر جو ہے، بے شک وہی زبر ہے۔ سو تو ان سے پھر یا ایک وقت تک۔ اور ان کو دیکھتا رہ، کہ آگے دیکھ لیں گے۔ کیا ہماری آفت شتاب مانگتے ہیں؟ پھر جب آ اترے گی ان کے میدان میں، تو بُری صبح ہو گی ڈرائے گیوں (ڈرائے ہوئے لوگوں) کی۔ اور پھر یا ان سے ایک وقت تک۔ اور دیکھا رہ۔ اب آگے دیکھ لیں گے۔ پاک ذات ہے تیرے رب کی، عزت کا صاحب، پاک ہے ان باتوں سے جو کرتے ہیں اور سلام ہے رسولوں پر۔ اور سب خوبی اللہ کو، جو رب ہے سارے جہان کا۔

حافظ ابن کثیر نے اس مقام پر بھی اللہ کو اول و آخر میں اور ہر حال میں سزاوارِ حمد کہا ہے۔ پھر تسبیح و تحمید کی مقارنت کی حقیقت اجاگر کی ہے کہ جس طرح تسبیح نقص سے اللہ تعالیٰ کی تنزیہ کرتی اور ہر خامی سے اس کی براءت کرتی ہے اور کمال کے اثبات پر مطابقت کی دلالت کے ساتھ مستلزم ہے اسی طرح اس کے صفاتِ کمال پر دلالت کرنے کے

ساتھ اس کی تنزیہ و براءت کرتی ہے۔ تسبیح و تحمید کی یہ مقارنت نہ صرف اس مقام پر ہے بلکہ بہت سی آیات کریمہ میں پائی جاتی ہے۔ شیخ الہند نے ترجمۂ حمد میں شاہ عبد القادر کی اتباع کی ہے اور مولانا تھانوی نے "خوبیوں" سے تعبیر کیا ہے۔ مولانا مودودی نے "ساری تعریف" ترجمہ کیا ہے۔ اور مولانا اصلاحی فرماتے ہیں کہ "اللہ حمد و شکر کا سزاوار ہے اس وجہ سے وہ اس کشمکشِ حق و باطل میں لازماً حق کا بول بالا کرے گا اور باطل کو شکست دے گا۔۔۔ اس کی اس پروردگاری کا لازمی تقاضا ہے کہ اس دنیا میں بھی اس کا عدل ظاہر ہو اور آخرت میں بھی اس کے عدلِ کامل کا ظہور ہو۔ یہی اس کی ربوبیت کا تقاضا ہے اور اسی بنیاد پر وہ دنیا اور آخرت دونوں میں سزاوارِ حمد ہے۔" آیتِ کریمہ کی خارجی اور اندرونی دونوں قسم کی شہادت سے یہاں اللہ رب العالمین کی حمد و تعریف اور ستائش کے معنی نکلتے ہیں۔ اور اس کی عمدہ ترجمانی حافظ ابن کثیر کے ہاں ملتی ہے۔

سورۂ زمر نمبر ۷۵، میں آیت کریمہ کا پس منظر یہ ہے کہ دوزخ والے دوزخ میں جھونکے جا چکے ہوں گے اور جنت والے جنت کے انعاماتِ الٰہی سے سرخرو ہو کر حمدِ الٰہی میں مصروف ہوں گے اور حق کے ساتھ فیصلہ الٰہی ہونے کے بعد ملائکہ عرشِ الٰہی کو گھیرے ہوئے اپنے رب کی حمد کی تسبیح کرتے ہوں گے کہ ندا آئے گی کہ ساری اور ہر طرح کی حمد رب العالمین کے لئے ہی خاص ہے:

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَقِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (زمر-۷۵)

اور تو دیکھے فرشتے گھر رہے ہیں عرش کے گرد۔ پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں۔ اور فیصلہ ہوا ہے ان میں انصاف کا۔ اور یہی بات ہوئی کہ سب خوبی ہے اللہ کو، جو صاحب ہے سارے جہان کا۔

حافظ ابن کثیر اس مقام پر آیتِ کریمہ کی تفسیر فرماتے ہیں کہ تمام کائنات نے خواہ وہ ناطق ہو یا غیر ناطق (بہیم) اللہ رب العالمین کے حکم اور عدل کے بارے میں یا ان کے حوالہ سے اس کی حمد سے اپنی سعادتِ نطق حاصل کی ہے اسی بنا پر اس قول کو کسی قائل کی طرف مسند نہیں کیا گیا بلکہ مطلق رکھا گیا۔ اس میں یہ دلالت پائی جاتی ہے کہ تمام مخلوقات نے اللہ کی حمد کی گواہی دی۔ حضرت قتادہ کا قول ہے کہ اللہ تعالیٰ نے الحمد للہ الذی خلق السموات والارض میں خلق کا حمدِ الٰہی سے افتتاح و آغاز کیا اور دوسرے قولِ الٰہی: وقیل الحمد للہ رب العالمین میں اسی کی حمد پر اس کا اختتام کیا "مولانا عثمانی" نے خاتمۂ سورت پر تمام اصولی مضامین کا خلاصہ "یعنی اللہ کی ذات تمام عیوب و نقائص سے پاک اور تمام محاسن و کمالات کی جامع ہے۔ سب خوبیاں اسی کی ذات میں مجتمع ہیں۔۔۔" مولانا تھانوی نے ترجمہ و تشریح کی کہ "کہا جاوے گا کہ ساری خوبیاں خدا کو زیبا ہیں جو تمام عالم کا پروردگار ہے (جس نے ایسا عمدہ فیصلہ کیا پھر اس نعرۂ تحسین پر دربار برخاست ہو جاوے گا۔" مولانا دریابادی کے ہاں اپنے مرشد کے الفاظ و معانی کی بازگشت موجود ہے۔ مولانا مودودی کا مختصر تبصرہ ہے: "یعنی پوری کائنات اللہ کی حمد پکار اٹھے گی۔" مولانا اصلاحی کی تفسیر نسبتاً مفصل ہے: "یعنی اس کامل عدل و رحمت کے

ظہور کے بعد ہر گوشے سے یہ صدا بلند ہوگی کہ شکر کا سزاوار ہے اللہ، عالم کا خداوند! یعنی اہلِ ایمان بھی یہ صدا بلند کریں گے اور حاملینِ عرش ملائکہ بھی ان کی ہم نوائی کریں گے۔ اس آیت سے معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کو جو چیز سزاوارِ حمد و شکر بناتی ہے وہ اس کا عدل اور نیک و بد کے درمیان اس کا فرق و امتیاز ہے۔ اگر یہ چیز نہ ہو تو یہ دنیا ایک اندھیر نگری ہے اور ایک اندھیر نگری کے خالق کو کوئی حمد و شکر کا سزاوار نہیں مان سکتا۔۔۔" مختلف تفسیری توجیہات اور تشریحی بیانات کے باوجود یہ حقیقت امری اپنی جگہ پر قائم ہے اور اسی کی طرف آیتِ کریمہ کے اس موقعہ و محل میں بھی وضاحت موجود ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے محمود اور سزاوارِ حمد ہے، وہ اول میں بھی اور آخر میں حمد کا مستحق ہے اور جمیع احوال دنیا و آخرت میں بھی ہے۔ وہ فیصلہ و عدل کرنے سے پہلے اور اس کے بعد بھی لائق ستائش و تعریف ہے۔ اس کو کوئی چیز سزاوارِ حمد و شکر نہیں بناتی۔ کائنات کی تسبیح حمد الٰہی صفتِ الٰہی کی تحسینی اور اعترافی نعت ہے نہ کہ وجہ حمد الٰہی۔

آیتِ کریمہ کا آخری موقعہ و محل سورۂ مومن/غافر نمبر ۶۰ میں ہے جہاں اللہ تعالیٰ نے پہلے اپنے آپ کو ہر چیز کا خالق کہا ہے اور اپنی تخلیقات میں آسمان و زمین کی بطور چھت اور مقامِ قرار تخلیق، انسان کی بہترین صورت پر تشکیل اور طیبات کے رزق کی ارزانی کا ذکر کر کے انسان کو اپنی عبادت و اطاعت کی دعوت دی ہے اور خاتمہ حمد پر کیا ہے:

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ هُوَ الْحَيُّ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَادْعُوْهُ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ ؕ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (۴۰ : ۶۴-۶۵)

اللہ ہے جس نے بنا دی تم کو زمین ٹھہراؤ، اور آسمان عمارت، اور تم کو صورت بنائی، پھر اچھی بنائیں صورتیں تمہاری، اور روزی دی تم کو ستھری چیزوں سے۔ وہ اللہ ہے رب تمہارا۔ سو بڑی برکت ہے اللہ کی جو رب ہے سارے جہان کا۔ وہ ہے زندہ رہنے والا، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، سو اس کو پکارو نری کر کر (خالص کر کے) اس کی بندگی۔ سب خوبی اللہ کو جو رب ہے سارے جہان کا۔

حافظ ابن کثیر نے اس آیت کی تشریح میں کئی احادیثِ نبوی اور سنن مطہرہ اور آثارِ صحابہ بیان کئے ہیں کہ جو شخص لا الٰہ الا اللہ کہے وہ اس آیت کی متابعت میں الحمد للہ رب العالمین ضرور کہے اور یہ کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہر نماز کے بعد لا الٰہ الا اللہ وحدہٗ لاشریک لہٗ ضرور کہا کرتے تھے۔ مولانا عثمانی نے مختصراً اس سنت و امر کا حوالہ دیا ہے اور مزید کہا ہے کہ "کمالات اور خوبیاں سب وجودیات کے تابع ہیں جو حی علی الاطلاق ہے وہ ہی عبادت کا مستحق اور تمام کمالات اور خوبیوں کا مالک ہوگا، اسی لئے ھو الحی کے بعد الحمد للہ رب العالمین فرمایا۔۔۔" مولانا تھانوی نے صرف ترجمۂ آیت پر اکتفا کی ہے اور ان کے مسترشد مولانا دریابادی نے بھی یہی کیا ہے۔ مولانا مودودی نے مختصر تشریح یوں کی ہے کہ "کوئی دوسرا نہیں ہے جس کی حمد و ثنا کے گیت گائے جائیں اور جس کے شکرانے بجا لائے جائیں۔" مولانا اصلاحی نے بھی مختصر تفسیر پر قناعت کی ہے۔ "اللہ ہی کو پکارو اور پورے اخلاص کے ساتھ اس کی اطاعت کرو۔ اس لئے کہ شکر کا سزا

وار اللہ ہی ہے جو تمام عالم کا رب ہے۔" آیتِ کریمہ کی ترکیب و ساخت واضح کرتی ہے کہ اس میں جو صفاتِ الٰہی مذکور ہوئیں یعنی خالق، رازق، الٰہ، رب، حی وہ سب کی سب بھی اسی حقیقت امری کو واضح کرتی ہیں کہ حمد ہر طرح کی اور ساری کی ساری اللہ ہی کے لئے ہے۔ اگر یہ صفاتِ عالیہ نہ بیان کی جاتیں تو بھی حمد اسی کی ذات کے لئے ہی ہے۔ کیونکہ وہ اپنی ذات سے محمود ہے۔ اس لئے محمود سزاوارِ حمد نہیں کہ یہ صفات اس میں پائی جاتی ہیں۔ حمد پر مشتمل آخری آیت کا فقرہ یہی بتاتا ہے۔

آیتِ کریمہ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ کے مذکورہ بالا چھ مقاماتِ قرآنی کے تفصیلی مطالعہ سے یہ حقیقت بھی عیاں ہوتی ہے کہ صرف سورۂ فاتحہ میں وہ مکمل آیت ہے مگر دوسری پانچ سورتوں میں سے صرف سورۂ صافات میں مکمل آیت ہے اور باقی چار میں جزوِ آیت۔ اس کے مختلف مقامات پر موقعہ محل کی مناسبت سے لانے جانے کی حکمت و معنویت کا اندازہ اس کے تجزیہ سے ہوتا ہے۔ سورۂ فاتحہ میں بغیر کسی پس منظر کے مطلق حمد کو اللہ کے لئے خاص ہونے کا واضح بیان ہے اور ہر طرح کی اور ساری حمد کے مخصوص ہونے کا اعلان ہے۔ سورۂ انعام میں ظالموں کے ظلم کے عقاب و عذاب کے پس منظر میں اور عدل و انصاف کے پیش منظر میں حمدِ الٰہی کے اللہ رب العالمین کے لئے خاص ہونے کا ذکر کیا گیا ہے جبکہ سورۂ یونس میں اہلِ جنت کے انعامات و اکراماتِ الٰہی سے اپنی سرفرازی کے بعد اللہ رب العالمین کی حمد کی ہے۔ یہ حمد تسبیحِ الٰہی کے ساتھ مقارنت رکھتی ہے اور ہر حمد و ستائش کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص ہونے کو بیان کرتی ہے۔ سورۂ صافات میں حق و باطل کی آویزش میں حق کی فتح اور باطل کی شکست اور حزبِ الٰہی کی فلاح اور اہلِ جہنم کی ناکامی کے پس منظر میں مطلق حمد کو صرف اللہ رب العالمین کے لئے مخصوص کیا گیا ہے۔ سورۂ زمر میں حق و باطل والوں کے درمیان آخری فیصلہ کرنے کے بعد اللہ رب العالمین کو سزاوارِ حمد ثنا قرار دیا گیا ہے۔ اور چھٹی اور آخری آیت میں (سورۂ مومن / غافر میں) اللہ تعالیٰ کی مختلف صفات جیسے خالقیت، رزاقی، حیات، الوہیت، اور ربوبیت کو بیان کرنے کے بعد اللہ رب العالمین کو ہر قسم کی اور تمام حمد کا مستحقِ واحد قرار دیا گیا ہے۔ ان مختلف مقامات پر ان کے سیاق و سباق میں اللہ رب العالمین کو سزاوارِ حمد و ثنا دکھایا گیا ہے اور یہ ہی ثابت کرتا ہے کہ کوئی پس منظر، کوئی سیاق و سباق، کوئی صفت، کوئی سبب اور کوئی فعل یعنی کوئی بھی چیز حمد و ثنا کو اللہ رب العالمین کے لئے خاص نہیں کرتی، وہ اسے مشروط و محدود نہیں کرتی، اور واضح کرتی ہے جیسا کہ حافظ ابن کثیر نے کہا ہے کہ اللہ تعالیٰ اس دنیا میں بھی، آخرت میں بھی اور ہر زمان و مکان کے تمام احوال میں بھی سزاوارِ حمد ہے۔ وہ ازل سے تا ابد حمد ہے، کہ وہ اپنی ذات سے محمود (سزاوارِ حمد و مستحق ثنا) ہے۔

(ب) مفاہیم و معانی حمد:

(۱) حمد کی ترکیب صلہ کے ساتھ

لفظ "حمد" قرآن مجید میں کل اڑتیس (۳۸) بار آیا ہے۔ اور اس کے مختلف انداز اور تراکیب ہیں۔ پہلی چھ آیات کا اوپر ان کے پس منظر کے ساتھ ذکر آچکا ہے۔ ایک انداز یہ ہے کہ سورتوں کا آغاز و افتتاح، سورۂ فاتحہ کی مانند، حم

کو اللہ کے لئے خاص کر کے کیا گیا ہے اور ان سب مقامات پر "الذی" کے صلہ کے ساتھ اللہ تعالیٰ کی کسی صفت فعل کا ذکر لایا گیا ہے۔ ایسی تین سورتیں ہیں۔ سورۃ انعام نمبر ۱، سورۃ کہف نمبر ۱ اور سورۃ سبا نمبر ۱۔ سورۃ انعام میں اللہ کی حمد کرنے کے بعد اس کی "صفات خالقیت و ربوبیت" کا ذکر کیا ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَ جَعَلَ الظُّلُمٰتِ وَالنُّوْرَ ۗ ثُمَّ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا بِرَبِّهِمْ یَعْدِلُوْنَ ○ (۶ : ۱)

سب تعریف اللہ کو، جس نے بنائے آسمان و زمین، اور ٹھہرایا اندھیرا اور اجالا، پھر یہ منکر اپنے رب کے ساتھ کسی کو برابر کرتے ہیں۔

حافظ ابن کثیر فرماتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات والاصفات کی حمد اس بنا پر کرتا ہے کہ اس نے آسمانوں اور زمین کو اپنے بندوں کے لئے وجہ قرار بنا کر پیدا کیا ہے۔ اور ان کے رات دن میں ان کی منفعت کے لئے تاریکیوں اور نور کو تخلیق کیا ظلمات کو جمع اور نور کو واحد لائے کیونکہ موخرالذکر اشرف ہے۔ مولانا عثمانی نے اسطرح تفسیر کی ہے کہ "وہ ذاتِ پاک جو تمام صفاتِ کمال کی جامع اور ہر قسم کی خوبیوں کا منبع ہونے کی وجہ سے سب تعریفوں اور ہر طرح کی حمد و ثنا کی بلاشرکت غیرے مستحق ہے جس نے آسمان و زمین یعنی کل علویات و سفلیات کو پیدا کیا۔" مولانا تھانوی تفسیر کرتے ہیں کہ "حمد کو اولاً اسم ذات کے متعلق کرنا پھر اس کو صفاتِ خاصہ کے ساتھ موصوف کرنا اشارہ اس طرف ہے کہ حق تعالیٰ کو حمد کا استحقاق دو وجہ سے ہے۔ من حیث الذات بھی۔ من حیث الصفات بھی۔ اور من حیث الذات کے معنی نفی صفات کا نہیں بلکہ معنی یہ ہیں کہ اس وقت صفات کی طرف نظر نہیں۔" مولانا دریابادی نے اپنے مرشد کی تفسیر مذکورہ بالا نقل کرنے کے علاوہ امامِ رازی کا نکتہ بھی نقل کیا ہے کہ اللہ کی ذات و صفات کو بندوں پر قیاس نہ کرنا چاہئے اور نہ ہی اس کو حمد کو۔ مولانا اصلاحی نے حمد کی تحقیق کے لیے سورۃ فاتحہ کا حوالہ دے کر دوسری تفسیریں کی ہیں۔ آیت کریمہ کی اپنی شہادت ہے کہ حمد کو صرف اللہ کے لئے ثابت کیا گیا ہے اور اس کی دوسری صفاتِ فعلی کا ذکر بطور تعارف و احسان ہے۔ دوسرے یہ کہ تخلیق آسمان و زمین اور تفریق ظلمات و نور سے قبل بھی وہ اللہ تھا اور اس کام کے بعد بھی ہے اور ہمیشہ رہے گا اس لئے حمد و ثنا اس کی اپنی ذات کے ساتھ لازم ہے۔

سورۃ کہف میں حمد کا ذاتِ الٰہی کے لئے اثبات کرنے کے بعد اس کی ایک اور صفتِ فعلی کا ذکر بطور احسان و منت کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے انسانوں کی ہدایت کے لئے اپنے بندہ پر اپنی ایسی کتاب اتاری جس میں کوئی کجی نہیں ہے اور جو ہر طرح سے قیم (استوار) ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْٓ اَنْزَلَ عَلٰی عَبْدِهِ الْكِتٰبَ وَلَمْ یَجْعَلْ لَّهٗ عِوَجًا ○ قَیِّمًا لِّیُنْذِرَ بَاْسًا شَدِیْدًا مِّنْ لَّدُنْهُ وَ یُبَشِّرَ الْمُؤْمِنِیْنَ الَّذِیْنَ یَعْمَلُوْنَ الصّٰلِحٰتِ اَنَّ لَهُمْ اَجْرًا حَسَنًا ○ (۱۸ : ۱)

سراہئے اللہ کو، جس نے اتاری اپنے بندے پر کتاب اور نہ رکھی اس میں کچھ کجی، ٹھیک اتاری، تاڈر سنادے ایک سخت آفت کا اس کی طرف سے۔ اور خوشخبری دے یقین لانے والوں کو، جو کرتے ہیں نیکیاں، کہ ان کو اچھا نیگ (اجر) ہے۔

حافظ ابن کثیر نے قرآنی آیات کی روشنی میں اس مقام پر حمدِ الٰہی کی تشریح کی ہے اور اس سے قبل بھی کی ہے جس کا یہاں حوالہ دے کر کہا ہے کہ "اللہ تعالیٰ اپنے نفسِ مقدس کی حمد معاملات امور کے فواتح اور خواتم (افتتاح و اختتام) پر کرتا ہے کہ وہ ہر حال میں محمود ہے اور اس کے لئے اولیٰ اور آخرت دونوں میں حمد ہے۔ اس لئے اس نے اپنے رسول کریم محمد صلوات اللہ وسلامہ علیہ پر اپنی کتابِ عزیز نازل کرنے پر اپنی ذات کی حمد کی کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کی ان نعمتوں میں جو اس نے زمین والوں پر کی ہیں وہ سب سے بڑی نعمت ہے کہ اس کے ذریعہ وہ ان کو تاریکیوں سے نکال کر نور کی طرف لے جاتا ہے۔ اس میں کوئی کجی نہیں بلکہ اس کو کتابِ مستقیم بنایا ہے اور وہ صراطِ مستقیم کی ہدایت دیتی ہے۔ وہ ایک واضح روشن دلیل ہے جو کافروں کے لئے نذیر اور مومنین کے لئے بشیر ہے۔ مولانا عثمانی نے لکھا ہے کہ "اعلیٰ سے اعلیٰ تعریف اور شکر کا مستحق وہی خدا ہو سکتا ہے جس نے اپنے مخصوص و مقرب ترین بندے محمد رسول اللہ صلی اللہ وسلم پر سب سے اعلیٰ و اکمل کتاب اتاری۔" مولانا تھانوی، ان کے مسترشد مولانا دریابادی اور دوسرے تمام مفسرین نے بھی جو تشریحات کی ہیں ان سے یہ واضح ہوتا ہے کہ حمد اللہ تعالیٰ کے لئے وہ مخصوص و لازم صفت اور وہ سرمدی حق ہے جو اس کی تمام صفاتِ فعلی کے صدور سے قبل ہی اسے حاصل تھا اور اس کے بعد بھی اسے حاصل ہے۔

اولین سورت کی مانند تیسری سورت جس کا آغاز حمدِ الٰہی سے ہوا ہے وہ سورۂ سبا ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ کی ملکیتِ کائنات کے ساتھ ساتھ آغاز و انجام میں حمد کو صرف اسی کی ذات کے لئے مخصوص ہونے کی وضاحت بھی کی گئی ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَهٗ مَافِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ وَلَهُ الْحَمْدُ فِی الْاٰخِرَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِیْمُ الْخَبِیْرُ ○ (۳۴: ۱)

سب خوبی اللہ کی ہے، جس کا ہے جو کچھ آسمان و زمین، اور اسی کی تعریف ہے آخرت میں، اور وہی ہے حکمتوں والا، سب جانتا۔

حافظ ابن کثیر نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "اللہ تعالیٰ اپنی ذاتِ کریمہ کے بارے میں خبر دیتا ہے کہ دنیا و آخرت میں حمدِ مطلق اسی کے لئے ہے کیونکہ وہ اہل دنیا و آخرت کا منعم اور فضل کرنے والا ہے اور وہ ان سب کا تمام حالات میں حاکم و مالک ہے۔" انہوں نے اسی کی تائید میں سورۂ قصص نمبر ۰ کی آیت کو بھی نقل کیا ہے۔ اسی بات کو مولانا عثمانی نے یوں بیان کیا ہے کہ "سب خوبیاں اور تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جو اکیلا بلا شرکتِ غیرے تمام آسمانی و زمینی چیزوں کا مالک و خالق اور نہایت حکمت و خبرداری سے ان کی تدبیر کرتا ہے۔" مولانا مودودی کی تشریح یہ ہے: "حمد کا لفظ عربی زبان میں تعریف اور شکر دونوں کے لئے استعمال ہوتا ہے اور یہاں دونوں مراد ہیں۔" پھر مولانا

موصوف نے دنیاو آخرت میں جو جمال و کمال، حکمت و قدرت اور صناعی و کاریگری اور نعمتیں و برکتیں نظر آتی ہیں ان کی تعریف کا مستحق اسی کو بتایا ہے اس طرح دنیاو آخرت سے سرفرازی پر وہ تعریف کے علاوہ شکر کا مستحق بنتا ہے۔ مولانا اصلاحی نے "اس سورہ کی بنیاد شکر اور اس کے لوازم و مقتضیات پر" ہونے کی تفصیل بیان کی ہے اور اس آیت میں حمد کو "اہل ایمان کا ترانۂ حمد" قرار دیا ہے "جو آخرت میں تمام حقائق کے ظہور اور اللہ تعالیٰ کے جملہ وعدوں کے ایفاء کے بعد ان کی زبانوں سے بلند ہوگا۔" انہوں نے اپنی تائید میں سورۂ یونس نمبر ۱۰ کا حوالہ بھی دیا ہے۔ مولانا دریابادی نے آیت کریمہ کے دوسرے فقرہ کی تشریح میں لکھا ہے کہ "جس طرح آج سزاوارِ حمد وہ ذات اپنے تمام مظاہر تکوینی کے لحاظ سے ہے کل بروز کامل اور انکشاف حقائق کے وقت بھی قابل حمد وہی نظر آئے گی۔ یہ بھی کہا گیا ہے کہ قابل حمد ہے وہ ذات ابتداءً یعنی ازل میں باعتبار تخلیق و ایجاد کے اور آخرت میں باعتبار ربوبیت و عطایائے انعامات کے۔۔" شکر کے معنی مراد لینے میں قباحت یہ ہے کہ اس آیت کو بہ تکلف اہل ایمان کا نعرۂ حمد ماننا پڑے گا جبکہ آیتِ کریمہ کا پورا دروبست اسے قولِ الٰہی بتاتا ہے اور جو زبانِ الٰہی سے ذات الٰہی کی حمدِ ربانی ہے۔ کائنات کی ملکیت اور اس کی حکمت و خبریت اور اخروی حمد کی حقیقت اس کے بتائے بغیر واضح نہیں ہو سکتی۔ لہذا یہ حمدِ الٰہی دربابِ نفسِ الٰہی ہے جو اس کو ہر حال میں محمود ثابت کرتی ہے۔

اسی زمرہ میں سورۂ فاطر کی اولین آیت آتی ہے جو اگرچہ کسی صلہ کے ساتھ نہیں ہے مگر حمدِ الٰہی پر مشتمل ہے۔ اس میں اللہ کی جو دوسری صفات لائی گئی ہیں وہ آسمان و زمین اور فرشتوں کے خالق کی ہیں اور اس کی خالقیت مطلق پر اصل زور ہے:

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِكَةِ رُسُلًا اُولِيْٓ اَجْنِحَةٍ مَّثْنٰى وَثُلٰثَ وَرُبٰعَ ۭ يَزِيْدُ فِي الْخَلْقِ مَا يَشَاۗءُ ۭ اِنَّ اللّٰهَ عَلٰي كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (۳۵ : ۱)

سب خوبی اللہ کو ہے، جس نے بنا نکالے آسمان و زمین، جس نے ٹھہرائے فرشتے پیغام لانے والے، جن کے پر ہیں اور دو دو اور تین تین اور چار چار بڑھاتا ہے پیدائش میں جو چاہے۔ بے شک اللہ ہر چیز کر سکتا ہے۔

عام طور سے مفسرینِ کرام نے اس سورۂ کریمہ کی اولین آیت میں حمد کی تفسیر کو نظر انداز کر کے دوسری تفسیرات پر توجہ مبذول کی ہے۔ مولانا اصلاحی ان معدودے چند مفسرین میں ہیں جنہوں نے یہاں بھی "الحمد" کو بمعنی شکر لیا ہے اور اسطور اس کی تفسیر کی ہے "پچھلی سورہ کا آغاز بھی الحمد للہ ہی سے ہوا ہے۔ اس سے دونوں سورتوں کے مزاج کی مناسبت واضح ہوتی ہے دین کی بنیاد توحید پر ہے اور توحید کی حقیقت اللہ ہی کی شکر گزاری ہے اس لئے کہ آسمانوں اور زمین کو عدم سے وجود میں لانے والا اللہ ہی ہے اور بندوں کو جو ظاہری و باطنی نعمتیں بھی حاصل ہوئی ہیں سب اللہ ہی کا عطیہ ہیں۔" زیادہ تر مفسرین کرام نے اللہ کے آسمانوں اور زمین کے فاطر ہونے، فرشتوں کے پیغام رساں بنانے، ان کے بازوؤں کی تعداد اور تخلیق عام میں اضافہ فرمانے پر بحث کی ہے۔ فاطر اور خالق کا فرق واضح کرتے

ہوئے بیشتر مفسرین یہ خیال پیش کرتے ہیں کہ فاطر وہ خالق ہے جو اول بار کسی شے کو عدم سے وجود میں لاتا ہے جبکہ خالق کے لئے ایسی کوئی شرط نہیں ہے۔ وہ محض تخلیق کار ہوسکتا ہے۔ مولانا عثمانی فرماتے ہیں کہ "آسمان و زمین کو ابتداءً عدم سے نکال کر وجود میں لایا۔ پہلے سے کوئی نمونہ اور تخلیق کا قانون موجود نہ تھا۔" مولانا دریا بادی تشریح کرتے ہیں کہ "فاطر وہ ہے جو عدم سے وجود میں، نیستی سے ہستی میں لائے، نہ وہ کہ جو صرف ترتیب و تنظیم از سرِ نو کردے۔" انہوں نے امام راغب اور امام قرطبی کے علاوہ معالم التنزیل بغوی سے بھی اپنی تائید میں فاطر کی تعریفات نقل کی ہیں۔ آیتِ کریمہ کا اندرونی دروبست اور سورت میں اسکا مقام و مرتبہ واضح کرتا ہے کہ یہ قول الٰہی ہے جو ذاتِ الٰہی کی حمد کی حقیقت اجاگر کر رہا ہے۔ قولِ بشر یا مقولۂ مخلوق نہیں کہ وہ شکر و شکر گزاری بیان کرے۔

(۲) خالص حمدِ الٰہی بزبانِ الٰہی

الحمد للہ کی ترکیب و فقرہ قرآن مجید میں بارہ (۱۲) مقامات پر مزید آیا ہے۔ ان میں سے دو مقامات سورۂ نحل ۷۵ اور سورۂ زمر ۲۹، میں وہ مقولہ الٰہی ہے، پانچ مقامات پر اہلِ ایمان کے مقولہ کے بطور اللہ تعالیٰ نے نقل فرمایا ہے۔ سورۂ اعراف نمبر ۴۳، سورۂ ابراہیم نمبر ۳۹، سورۂ نمل نمبر ۱۰، سورۂ فاطر نمبر ۳۴ اور سورۂ زمر نمبر ۷۴ میں۔ اور بقیہ پانچ مقامات پر اللہ تعالیٰ نے اپنے نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور آپ کی وساطت سے تمام اہلِ ایمان کو حمدِ الٰہی کرنے کا حکم دیا ہے۔ سورۂ اسراء نمبر ۱۱۱، سورۂ مومنون نمبر ۲۸، سورۂ نمل نمبر ۵۹ اور نمبر ۹۳ اور سورۂ عنکبوت نمبر ۶۳ میں۔

سورۂ نحل نمبر ۷۵ اور سورۂ زمر ۲۹ میں جہاں یہ کلمۂ طیبہ بطور مقولۂ الٰہی نقل ہوا ہے دل چسپ بات یہ ہے کہ دونوں جگہ ایک جیسے پس منظر میں آیا ہے۔ دراصل وہ افضل و غیر افضل کے موازنے کے مواقع پر آیا ہے۔ سورۂ نحل میں فرمانِ الٰہی ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا عَبْدًا مَّمْلُوْكًا لَّا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّمَنْ رَّزَقْنٰهُ مِنَّا رِزْقًا حَسَنًا فَهُوَ يُنْفِقُ مِنْهُ سِرًّا وَّجَهْرًا ۭ هَلْ يَسْتَوٗنَ ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (۱۶ : ۷۵)

اللہ نے بتائی ایک کہاوت، ایک بندہ پرایا مال، نہیں مقدور رکھتا کسی چیز پر، اور ایک جس کو ہم نے روزی دی اپنی طرف سے خاصی روزی، سو وہ خرچ کرتا ہے اس میں سے چھپے اور کھلے، کہیں برابر ہوتے ہیں، سب تعریف اللہ کو ہے، پر وہ بہت لوگ نہیں ملتے۔

سورۂ زمر نمبر ۲۹ میں فرمانِ الٰہی ہے:

ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِيْهِ شُرَكَاۗءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَرَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ ۭ هَلْ يَسْتَوِيٰنِ مَثَلًا ۭ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ ۭ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ۝ (۳۹ : ۲۹)

اللہ نے بتائی ایک کہاوت، ایک مرد ہے کہ اس میں کئی شریک ضدی، اور ایک مرد ہے پورا ایک شخص کا، کوئی برابری ہوتی ہے ان کی کہاوت، سب خوبی اللہ کو ہے، پر وہ بہت لوگ سمجھ نہیں رکھتے۔

ان دونوں آیاتِ کریمہ میں افضل و غیر افضل کا جو عام طور سے مفسرین کے ہاں بالترتیب مومن و کافر سے عبارت ہیں موازنہ و مقابلہ کرنے کے بعد یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ کیا یہ دونوں برابر ہیں؟ ظاہر ہے کہ وہ برابر نہیں اور اول الذکر کو ہر حال میں فضیلت حاصل ہے۔ اس پر اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد بیان کی کہ اُس نے مومن و موحد کا فرق و امتیاز کافر و مشرک سے قائم کیا اور پھر ان کی مثال بیان کر کے دونوں راستوں کی وضاحت فرما دی۔ بعض مفسرین نے یہاں اہلِ ایمان کے حمد و شکر کرنے کے معنی لئے ہیں۔ حافظ ابن حجر نے سورۂ نحل میں اللہ کو تعریفوں یعنی حمد کے لائق مانا ہے اور کہا ہے کہ اکثر مشرک بے علمی پر تلے ہوئے ہیں۔ جبکہ سورۂ زمر میں "اس ظاہر باہر روشن اور صاف مثال کے بیان پر بھی رب العالمین کی حمد و ثنا بیان کرنے" کی بات کہی ہے کہ اس سے حقیقت بالکل عیاں ہو گئی۔ مولانا اصلاحی الحمد للہ کے تحت لکھتے ہیں کہ "اگر صحیح طور پر سوچیں تو ان پر یہ حقیقت واضح ہو گی کہ شکر کا سزاوار اللہ ہے لیکن ان میں سے اکثر اس بدیہی حقیقت سے واقف نہیں۔" سورۂ زمر میں بھی مولانا اصلاحی نے سزاوارِ شکر کے معنی لئے ہیں اور بندوں کو اس کا شکر ادا کرنے اور اطاعت و بندگی کرنے کا امر الٰہی مراد لیا ہے۔ دونوں آیات کریمہ کے در و بست اور پورے سیاق و سباق میں اللہ کے سزاوارِ حمد ہونے کا مفہوم ہی زیادہ صحیح و مناسب معلوم ہوتا ہے۔

(۳) حمدِ الٰہی بزبان اہلِ ایمان و جنت

جن پانچ آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے الحمد للہ کو بطور مقولہ اہلِ ایمان نقل فرمایا ہے وہ بالترتیب حسب ذیل ہیں:

وَ نَزَعْنَا مَا فِیْ صُدُوْرِهِمْ مِّنْ غِلٍّ تَجْرِیْ مِنْ تَحْتِهِمُ الْاَنْهٰرُ ۚ وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ هَدٰىنَا لِهٰذَا ۗ وَمَا كُنَّا لِنَهْتَدِیَ لَوْلَاۤ اَنْ هَدٰىنَا اللّٰهُ ۚ لَقَدْ جَآءَتْ رُسُلُ رَبِّنَا بِالْحَقِّ ؕ وَنُوْدُوْۤا اَنْ تِلْكُمُ الْجَنَّةُ اُوْرِثْتُمُوْهَا بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (الاعراف ۴۳)

اور نکال لی ہم نے، جو ان کے دل میں تھی خفگی، بہتی ہیں ان کے نیچے نہریں، اور کہتے ہیں: شکر اللہ کو، جس نے ہم کو یہاں راہ دی، اور ہم نہ تھے راہ پانے والے، اگر نہ راہ دیتا ہم کو اللہ۔ بیشک لائے تھے رسول، ہمارے رب کی تحقیق بات، اور آواز ہوئی کہ یہ جنت ہے، وارث ہوئے تم اس کے، بدلا اپنے کاموں کا۔"

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ وَهَبَ لِیْ عَلَى الْكِبَرِ اِسْمٰعِیْلَ وَاِسْحٰقَ ؕ اِنَّ رَبِّیْ لَسَمِیْعُ الدُّعَآءِ □ (ابراھیم ۳۹)

شکر ہے اللہ کو جس نے بخشا مجھ کو بڑی عمر میں اسماعیل اور اسحاق۔ بے شک میرا رب سنتا ہے پکار۔

وَلَقَدْ اٰتَیْنَا دَاوٗدَ وَسُلَیْمٰنَ عِلْمًا ۚ وَقَالَا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ فَضَّلَنَا عَلٰى كَثِیْرٍ مِّنْ عِبَادِهِ الْمُؤْمِنِیْنَ ○ (النمل ۱۵)

اور ہم نے دیا داؤد اور سلیمان کو ایک علم۔ اور بولے (وہ دونوں) شکر اللہ کا، جس نے ہم کو بڑھایا اپنے بہت بندوں ایمان والوں پر۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ اَذْهَبَ عَنَّا الْحَزَنَ ؕ اِنَّ رَبَّنَا لَغَفُوْرٌ شَكُوْرُ ○ (فاطر ۳۴)

اور کہیں گے شکر اللہ کا، جس نے دور کیا ہم سے غم، بے شک ہمارا رب بخشتا ہے قبول کرتا۔

وَقَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَاَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَاۤءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ ○ (الزمر ۷۴)

اور وہ بولے شکر اللہ کا۔ جس نے سچ کیا ہم سے اپنا وعدہ، اور وارث کیا ہم کو اس زمین کا گھر، پکڑ لیں بہشت میں جہاں چاہیں۔ سو کیا خوب نیگ [اجر] ہے محنت کرنے والوں کا!

ان میں سے دوسری آیت حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قول کو نقل کرتی ہے جبکہ تیسری میں حضرات داؤد و سلیمان علیہما السلام کی بیان کردہ حمد و ثنائے الٰہی کا ذکر ہے۔ باقی تین آیات اہلِ جنت کے مقولے ہیں جو جنت میں انعاماتِ الٰہی سے سرفرازی کے بعد کہیں گے۔ شاہ عبد القادر دہلوی نے اپنے ترجمہ میں ان پانچوں آیات میں حمد کا ترجمہ شکر کرکے اپنا موقف واضح کر دیا ہے۔ شیخ الہند اور مولانا عثمانی، مولانا تھانوی، مولانا دریابادی، اور مولانا اصلاحی غرضیکہ بیشتر مفسرین نے الحمد کا ترجمہ بھی بیشتر جگہ شکر سے کیا ہے اور تفسیر بھی۔ البتہ کہیں کہیں ترجمہ میں حمد اور تعریف کے الفاظ استعمال کئے ہیں اور ایک آدھ جگہ حمد سے تعریف بھی کی ہے جیسے مولانا دریابادی سورۂ اعراف کی آیت کریمہ کے ضمن میں فرماتے ہیں کہ "عبدیت تو اہلِ جنت کے رگ و ریشہ میں رچی ہوگی، وہاں پہونچ کر بھی زبان تمام ترحمدِ الٰہی اور اپنی عبدیت ہی کے اقرار پر کھلے گی۔" مولانا مودودی نے اس مقام پر "حمد و ثنا اور شکر و احسان مندی میں رطب اللسان" ہونے کا ذکر کیا ہے۔ حافظ ابن کثیر نے پہلی دو آیات کے بارے میں تو الحمد کی واضح تفسیر نہیں کی ہے لیکن سورۂ نمل میں حضرات داؤد و سلیمان کے کلمۂ حمد و مقولہ ثنائے الٰہی کے بارے میں جو کچھ لکھا ہے اس سے ان کا رجحان حمد کی طرف واضح ہوتا ہے۔ چنانچہ ان کے مطابق حضرت عمر بن عبد العزیز نے لکھا تھا کہ اللہ تعالیٰ جب بندہ پر کوئی انعام و نعمت کرتا ہے اور وہ اس پر اللہ کی حمد کرتا ہے تو اس کی حمد اس کی نعمت سے افضل ہو جاتی ہے جیسا کہ کلامِ الٰہی میں آیا ہے۔ اگرچہ یہاں ان تمام آیات کریمہ میں الحمد کا مفہوم شکر بالکل صحیح ہے تاہم حمدِ الٰہی میں جو بات، جو معنویت اور جو وسعت و گیرائی ہے وہ شکر میں نہیں۔ ظاہر ہے کہ لفظ شکر اللہ تعالیٰ نے کئی مقامات پر اپنے کلام پاک میں استعمال کیا ہے۔ مگر ان مقامات پر اس نے "الحمد" کو ترجیح دی اور اس کی وجہ ظاہر ہے کہ حمدِ الٰہی میں شکر و احسان مندی کے علاوہ اللہ تعالیٰ کی ذاتِ حمیدہ و ستودہ کی عمیم و وسیع حمد شامل ہے جو کسی دوسرے منعم کے لئے نہیں ہو سکتی۔

(۴) اہلِ ایمان کو حمدِ الٰہی کا حکم ربانی

وہ پانچ آیاتِ کریمہ جن میں اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد کہنے کا حکم دیا ہے بالترتیب یہ ہیں:

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَلَمْ یَكُنْ لَّهٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَكَبِّرْهُ تَكْبِیْرًا ○ (الاسراء ۱۱۱)

اور کہہ سراہئے اللہ کو، جس نے نہیں رکھی اولاد، نہ کوئی اس کا ساتھی سلطنت میں، نہ کوئی اس کا مددگار ذلت کے وقت پر، اور اس کی بڑائی کر بڑا جان کر۔

فَاِذَا اسْتَوَیْتَ اَنْتَ وَمَنْ مَّعَكَ عَلَى الْفُلْكِ فَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ نَجّٰنَا مِنَ الْقَوْمِ الظّٰلِمِیْنَ ○ (المومنون ۲۸)

پھر جب چڑھ چکے تو، اور جو تیرے ساتھ ہے، کشتی پر۔ تو کہہ: شکر اللہ کا، جس نے چھڑایا ہم کو، گنہگار لوگوں سے۔

قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ وَسَلٰمٌ عَلٰى عِبَادِهِ الَّذِیْنَ اصْطَفٰى ؕ ءٰٓاللّٰهُ خَیْرٌ اَمَّا یُشْرِكُوْنَ ○ (النمل ۵۹)

تو کہہ، تعریف ہے اللہ کو، اور سلام ہے اس کے بندوں پر جن کو اس نے پسند کیا، بھلا اللہ بہتر یا جن کو وہ شریک کرتے ہیں؟

وَقُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ سَیُرِیْكُمْ اٰیٰتِهٖ فَتَعْرِفُوْنَهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِغَافِلٍ عَمَّا تَعْمَلُوْنَ ○ (النمل ۹۳)

اور کہہ، تعریف ہے سب اللہ کو، آگے دکھادے گا تم کو اپنے نمونے تو ان کو پہچان لوگے۔ اور تیرا رب بے خبر نہیں ان کاموں سے جو کرتے ہو۔

وَلَئِنْ سَاَلْتَهُمْ مَّنْ نَّزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَحْیَا بِهِ الْاَرْضَ مِنْۢ بَعْدِ مَوْتِهَا لَیَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ ؕ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْقِلُوْنَ ○ (العنکبوت ۶۳)

اور جو تو پوچھے ان سے کس نے اتارا آسمان سے پانی؟ پھر جلادیا اس سے زمین کو، اس کے مرے پیچھے؟ تو کہیں گے، اللہ نے تو کہہ، سب خوبی اللہ کو ہے، پر بہت لوگ نہیں بوجھتے۔

ان پانچوں میں سے صرف دوسری آیت کریمہ میں حضرت نوح علیہ السلام کو طوفان آنے کے بعد کشتی پر سوار ہونے اور ظالموں سے نجات پانے پر اللہ کی حمد کہنے کا حکم الٰہی ہے باقی چار آیاتِ کریمہ میں خطاب رسولِ اکرم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے ہے۔ شاہ عبدالقادر علیہ الرحمہ نے صرف دوسری آیت میں ہی اس کو شکر کے معنی میں لیا ہے اور باقی آیات میں اگرچہ ان کا ترجمہ سراہنے، تعریف اور خوبی سے کیا ہے تاہم ان سب سے ان کی مراد حمد الٰہی ہی ہے۔ شیخ الہند اور مولانا عثمانی نے شاہ صاحب کی پیروی کی ہے۔ سورۂ اسراء میں مولانا عثمانی فرماتے ہیں کہ "یعنی

ساری خوبیاں اور تعریفیں اللہ کے لئے ہیں جو اپنی ہر صفت و کمال میں یگانہ ہے۔" انہوں نے اگرچہ دوسرے حاشیہ میں تعریف کے ساتھ شکر کا لفظ بھی استعمال کر کے دونوں کو جمع کر دیا ہے تاہم ان کے ہاں حمد کا رجحان زیادہ غالب ہے۔ چنانچہ سورۂ نمل کی دونوں آیات میں وہ تعریف و حمد پر زیادہ زور دیتے ہیں۔ اگرچہ بعض دوسرے مفسرین کے حوالہ سے وہ حمد و ثنا اور شکر کو جمع بھی کرتے ہیں۔ مولانا تھانوی نے آیت کریمہ کا ترجمہ یوں کیا ہے: اور کہہ دیجئے کہ تمام خوبیاں اسی اللہ کے لئے ہیں۔۔۔ فائدہ میں اس کی مزید تشریح کی ہے کہ "تمام خوبیاں اسی اللہ (پاک) کے لئے (خاص) ہیں۔۔۔" اور لطیفہ دوم یہ لکھا ہے کہ "سورت کو تسبیح سے شروع کیا اور تحمید و تکبیر پر ختم کیا پس سبحان اللہ والحمد للہ واللہ اکبر کے معانی پر فاتحہ اور خاتمہ ہوا۔" ان کے ہاں بھی حمد ہی پر زور ہے۔ ان کے مسترشد مولانا دریابادی نے سورۂ اسراء میں لکھا ہے کہ "اسی کی ذات و صفات کی تبلیغ کرتے رہئے۔" سورۂ مومنون میں ترجمہ "ساری حمد" کر کے تشریح کی ہے انبیاء و مومنین کو ایک ایک ادب کی تعلیم اللہ کی طرف سے ہوتی رہتی ہے اور ہر نعمت کو اسی کی جانب منسوب کرنا سکھایا جاتا ہے۔" سورۂ نمل نمبر ۵۹ میں لکھا ہے کہ "خیال رہے کہ حمدِ الٰہی زبان پر لانے کا یہ حکم عین ہلاکتِ کفار کے موقعہ پر مل رہا ہے۔ جیسا کہ صاحبِ روح المعانی نے توجہ دلائی ہے۔" اسی سورہ کی آخری آیت میں "ساری تعریف" ترجمہ کر کے تشریح دوسرے امور کی ہے۔ اور اسی طرح سورۂ عنکبوت میں الحمد للہ ہی قائم رکھی ہے۔ مولانا مودودی نے اکثر جگہ اس سے مراد حمد و تعریف ہی لی ہے صرف حضرت نوح کے بارے میں اس کو کلمۂ شکر قرار دیا ہے اور سورۂ عنکبوت میں دونوں معنی حمد و شکر مراد لئے ہیں۔ مولانا اصلاحی نے ہر جگہ شکر کو ترجیح دی ہے۔ حافظ ابن کثیر نے اکثر جگہ حمد و ثنا ہی کو مراد لیا ہے۔ سورۂ اسراء میں فرماتے ہیں کہ جب اللہ نے اپنے نفس کریمہ کے لئے اسماء حسنیٰ ثابت کر دیے تو اپنے نفس کو نقائص سے منزہ کر دیا۔ اور آخر میں سورۂ اخلاص نقل کر دی ہے۔ حافظ موصوف نے دوسرے مقامات پر بھی حمد و تعریف ہی کے معانی مراد لئے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ان تمام مقامات پر حمد کا استعمال کر کے واضح کر دیا ہے کہ یہاں حمد و ثنائے الٰہی ہی مراد ہو سکتی ہے کیونکہ اس میں جو وسعت و معنویت ہے اور جو گہرائی و گیرائی ہے وہ شکر میں نہیں۔ منعم کی اگر حمد کی جائے تو اس میں شکر از خود شامل ہو جاتا ہے۔ پھر شکر میں اللہ تعالیٰ کی ذات کے محمود ہونے کا کوئی اشارہ نہیں ملتا جبکہ اصل بات تو حمدِ الٰہی کی ہے۔ پھر شکر تو صرف بندوں کی طرف سے ہو سکتا ہے اور حمد دونوں کی جانب سے۔

(۵) حمد کی تقدیم

تمام مفسرین کرام اور علماءِ محققین کا متفقہ فیصلہ و عقیدہ ہے کہ قرآنِ مجید میں ہر لفظ و ترکیب اور فقرہ و جملہ اپنے موقعہ و محل اور معنی و مفہوم کے اعتبار سے موزوں ترین معنی آگیں اور مقصود آفرین ہے بایں طور کہ اس کی ساخت و ترتیب اور موقعہ و محل میں کوئی تبدیلی نہیں کی جا سکتی اور اگر کسی حرف و لفظ کو بدل دیا جائے یا صرف اس کی

جگہ تبدیل کر دی جائے تو معنی و مفہوم میں فرق پڑ جائے گا اور اعجازِ قرآنِ کریم متاثر ہو جائے گا۔ اگر مفسرین و محققین کا یہ فیصلہ و عقیدہ نہ بھی ہوتا تو عقلِ سلیم ذوقِ سخن اور مذاقِ وحی الٰہی یہ تقاضا کرتا کہ کلامِ الٰہی کا ہر لفظ و فقرہ، ہر جملہ و ترکیب اور ہر آیت و عبارت اپنی جگہ انگشتری میں نگینے کی طرح نصب ہے اور اپنی اسی ہیئت و ساخت اور اسی ترکیب و ترتیب میں بہترین و دلنشین ترین اسلوب میں مقصود الٰہی اجاگر کرتی ہے اوپر کی تمام آیاتِ کریمہ اور امثالِ قرآنیہ میں حمدِ الٰہی کی حقیقت کو عیاں کرنے والا فقرہ "الحمد للہ" آیا ہے جس میں حمد کو اللہ پر ایک خاص مقصد سے مقدم رکھا گیا ہے۔ اور یہ مقصد یہ ہے کہ حمد کی ہر نوع اور ہر جنس اور ہر قسم کو اور تمام محامد اور جمیع ثناؤں کو اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص اور محصور کر دیا جائے۔ اصطلاح میں اس کا الف لام استغراق اور جنس کے لئے ہے جس کا اظہار اللہ کے نام نامی کے ساتھ متصل حرف لام سے بھی ہوتا ہے۔ ورنہ حقیقتاً اللہ سے تو کوئی شے حتیٰ کہ اس کی حمد بھی مقدم نہیں۔ امام راغب اصفہانی، امام زمخشری، امام ابن کثیر اور بہت سے دوسرے علما و مفسرین نے اس موضوع پر کلام کیا ہے۔ اور سورۂ فاتحہ کی تفسیر کے گذشتہ جائزے میں ان کا ذکر آچکا ہے۔ ان کی بحثوں اور اوپر بیان کردہ "الحمد للہ" پر مبنی آیات کی تشریحوں سے یہ بات واضح تر ہوتی ہے کہ ان تمام مقامات پر اللہ تعالیٰ نے کلام کے سیاق و سباق اور موقعہ و محل کی مناسبت کے تقاضے میں ہر جگہ حمد کو اپنے نام نامی پر مقدم رکھا کہ یہ ثابت کرنا تھا کہ جو کچھ ہوا سو ہوا مگر حمد تو اللہ ہی کو زیب دیتی ہے کہ وہی تنہا سزاوارِ حمد ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں۔

(٦) حمد کی تاخیر

لیکن قرآن مجید میں ایک جگہ ایسی بھی ہے جہاں یہ ترتیب و ترکیب بدل دی گئی ہے اور اللہ کو حمد پر مقدم کر دیا گیا ہے اور وہ مقام ہے سورۂ جاثیہ نمبر ۳۶۔ کلامِ الٰہی کا سیاق و سباق یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان و عمل صالح والوں کو اپنی رحمت میں داخل کرے گا جو بڑی ظاہر کامیابی ہے لیکن جن لوگوں نے اس کا انکار کیا تھا ان سے فرمائے گا کیا تم کو میری آیات نہیں سنائی جاتی تھیں؟ لیکن تم تو کبر و غرور میں مبتلا اور جرم کے مرتکب لوگ تھے۔ تم کو جب قیامت کی یاددہانی کرائی جاتی تھی تو تم کہتے تھے کہ ہم قیامت نہیں جانتے کہ کیا ہے؟ وہ تو محض ایک وہم و گمان ہے جس پر ہمیں یقین نہیں آتا لیکن پھر جب وہ آئے گی تو ان کے برے اعمال ان کو گھیر لیں گے اور وہ اپنے مذاق و تمسخر کا نشانہ خود بنیں گے۔ آگے فرمانِ الٰہی اپنے اصلی الفاظ میں ملاحظہ ہو:

وَقِيْلَ الْيَوْمَ نَنْسٰكُمْ كَمَا نَسِيْتُمْ لِقَآءَ يَوْمِكُمْ هٰذَا وَمَاْوٰكُمُ النَّارُ وَمَا لَكُمْ مِّنْ نّٰصِرِيْنَ ○ ذٰلِكُمْ بِاَنَّكُمُ اتَّخَذْتُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ هُزُوًا وَّ غَرَّتْكُمُ الْحَيٰوةُ الدُّنْيَا فَالْيَوْمَ لَا يُخْرَجُوْنَ مِنْهَا وَلَا هُمْ يُسْتَعْتَبُوْنَ ○ فَلِلّٰهِ الْحَمْدُ رَبِّ السَّمٰوٰتِ وَ رَبِّ الْاَرْضِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الجاثیه ٣٤-٣٦)

اور حکم ہوا، کہ آج ہم تم کو بھلائیں گے، جیسے تم نے بھلا دیا اپنے اس دن کا ملنا۔ اور گھر تمہارا دوزخ ہے۔ اور کوئی نہیں

تمہارے مددگار۔ یہ تم پر اس واسطے کہ تم نے پکڑا اللہ کی باتوں کو ٹھٹھا (سمجھ کر) اور بہکے دنیا کے جینے پر۔ سو آج نہ ان کو نکالنا ہے وہاں سے، اور نہ ان سے چاہیں توبہ۔ سو اللہ کو ہے سب خوبی، جو رب ہے آسمانوں کا اور رب ہے زمین کا، رب سارے جہان کا۔

ہمارے بیشتر متداول مفسرین نے اللہ کی حمد پر تقدیم کی حکمت پر کم از کم سورۂ جاثیہ میں کسی نے بھی نہیں لکھا ہے۔ یہاں کلام کے سیاق و سباق کا یہی تقاضا ہے کہ اللہ کو حمد پر مقدم رکھا جائے۔ اگر حمد کو اللہ پر مقدم رکھا جاتا تو وہ زور وہ حصر اور اللہ کی ذات کے لئے اور صرف اس کے لئے حمد کے خاص ہونے کا مفہوم نہ پیدا ہوتا۔ اور اسی بنا پر اگلی اور سورت کی آخری آیت میں بھی یہی انداز اختیار کیا گیا ہے:

وَلَهُ الْكِبْرِيَآءُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ص وَهُوَالْعَزِيْزُالْحَكِيْمُ

(اور اسی کو بڑائی ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ اور وہی ہے زبردست حکمت والا)۔

ان دونوں آیات کریمہ میں حمد پر اللہ کی تقدیم اس امر کو واضح اور راسخ کرنے کے لئے ضروری تھی کہ اللہ تعالیٰ ہی حمد و کبریائی کا سزاوار اصلی ہے۔

اللہ کے لئے لائی جانے والی ضمیر ہٗ کو حمد پر مقدم کر کے صرف اور صرف اللہ کے لئے حمد کا حصر پیدا کرنے کے لئے تین اور مقامات پر یہی انداز بیان اختیار کیا گیا ہے۔ اور وہ ہیں سورہ قصص نمبر ۷۰، سورہ روم نمبر ۱۸ اور سورۂ سبا نمبر ۱ بالترتیب یہ آیات کریمہ یہ ہیں:

وَهُوَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ط لَهُ الْحَمْدُ فِى الْاُوْلٰى وَالْاٰخِرَةِ ز وَلَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (قصص ۷۰)

اور وہی اللہ ہے! کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا۔ اسی کی تعریف ہے پہلے میں اور پچھلے میں، اور اسی کے ہاتھ حکم ہے، اور اسی پاس پھیرے جاؤ گے۔

فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ حِيْنَ تُمْسُوْنَ وَحِيْنَ تُصْبِحُوْنَ ○ وَلَهُ الْحَمْدُ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ عَشِيًّا وَّ حِيْنَ تُظْهِرُوْنَ ○ (روم ۱۷-۱۸)

سو پاک اللہ کی یاد ہے۔ جب شام کرو اور صبح کرو۔ اور اسی کی خوبی ہے آسمان و زمین میں۔ اور پچھلے وقت اور جب (تم) دوپہر ہو (کرو)۔

وَلَهُ الْحَمْدُ فِى الْاٰخِرَةِ ط وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ○ (سبا ۱)

اور اسی کی تعریف ہے آخرت میں اور وہی ہے حکمتوں والا سب جانتا۔

ان تینوں آیات کریمہ میں اول تو حمد کو اللہ تعالیٰ کے لئے خاص کر کے حصر کے معانی پیدا کئے کہ اور کوئی حمد کا مستحق نہیں پھر زمان و مکان اور ان کے سارے احوال و اوقات کا بھی احاطہ کر لیا۔ پہلی آیت میں اللہ کے قطعی وجود اور غیر اللہ کی حتمی نفی کر کے اس دنیا میں اور آخرت میں دونوں جگہ اسی کو سزاوارِ حمد و مستحق ثنا قرار دیا۔ اور اسی کے

حکم و فیصلہ کو قطعی و آخری اور اسی کی طرف واپسی کو لازمی اور منطقی بتایا۔ دوسری آیت کریمہ میں زمان و مکان کے تمام احوال گھیر لئے کہ خواہ صبح ہو یا شام، آسمان ہو یا زمین، رات ہو یا دوپہر یعنی رات دن کے ابتدائی اوقات ہوں یا درمیان کے ہر جگہ اور ہر آن اللہ کی حمد کا نغمہ گونج رہا ہے۔ اگرچہ دنیا میں دوسروں کی تعریف و ثنا ہوتی رہتی ہے مگر وہ عارضی اور فانی ہے۔ اصل حمد تو اللہ تعالیٰ ہی کی ہے اور اس کو سزاوار ہے اور آخری آیت میں جیساکہ پہلے الحمد للہ کے ضمن میں دیکھ چکے ہیں کہ آسمان و زمین جو دنیائے فانی کے مقامات و مکان ہیں حمد الٰہی سے معمور ہیں اور پھر آخرت میں حمد کی حصر کر دی کہ اس میں اللہ کے علاوہ کسی کی حمد کی گنجائش ہی نہ ہوگی۔ اس دن ساری کی ساری حمد اسی ذات کے لئے مخصوص ہوگی۔ اسی فرق کو واضح کرنے کے لئے اس آیت میں دو انداز اختیار کئے ہیں۔

ایک اور آیت کریمہ میں یہی اسلوبِ حصر اختیار کیا گیا ہے مگر اس میں حمد کے ساتھ ملک کا اضافہ کر دیا گیا ہے۔ سورۃ تغابن نمبر ۱ میں فرمانِ الٰہی ہے:

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْأَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ (٦٤ : ١)

پاکی بولتا ہے اللہ کی، جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اسی کا راج ہے، اور اسی کی تعریف ہے۔ اور وہ ہر چیز کر سکتا ہے۔

حافظ ابن کثیر کے بقول یہ سورت مسبحات (اللہ کی تسبیح سے شروع ہونے والی سورتوں) میں آخری ہے۔ آسمان و زمین کی کل خِلقت اپنے مالک و خالق کی تقدیس و تسبیح کرتی ہے کہ اسی کا مُلک و راج اور اسی کی فرمانروائی و پادشاہی ہے اور صرف اسی کی حمد ہے۔ یعنی صرف اللہ تعالیٰ ہی تمام کائنات میں سزاوارِ حمد ہے۔ مولانا عثمانی لکھتے ہیں کہ "جس کسی کا راج دنیا میں دکھائی دیتا ہے وہ اسی کا دیا ہوا ہے اور جس کسی کی تعریف کی جاتی ہے وہ حقیقت میں اسی کی تعریف ہے۔" مولانا دریابادی کے نزدیک "محمودیت کا مرکز صرف وہی ذاتِ پاک ہے۔" مولانا مودودی نے آغازِ سورہ کے کئی الفاظ و کلمات کی مفصل تشریحات کر کے حمد کے بارے میں لکھا ہے کہ "وہی اکیلا تعریف کا مستحق ہے، دوسری جس ہستی میں بھی کوئی قابلِ تعریف خوبی پائی جاتی ہے وہ اسی کی عطا کی ہوئی ہے۔ اور اگر حمد کو شکر کے معنی میں لیا جائے تو شکر کا بھی اصل مستحق وہی ہے، کیونکہ ساری نعمتیں اسی کی پیدا کی ہوئی ہیں، اور ساری مخلوقات کا حقیقی محسن اس کے سوا کوئی نہیں ہے۔" مولانا اصلاحی نے شکر کے معنی میں کہا ہے مسبحات کی آخری سورت اتفاق سے "الحمد" والی ترکیب الٰہی کی بھی آخری سورت ہمارے اس جائزے میں بن گئی ہے۔ آیت کریمہ پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ اس میں زور و تاکید کے لحاظ سے اور اصل حقیقت کے اعتبار سے بھی اللہ کو ہر چیز پر مقدم رکھا گیا ہے۔ چنانچہ آسمان و زمین کی ملکیت ہو یا ملک و باد شاہی عام، یا حمد ہو یا ہر شے پر اسکی قدرت اللہ کو یا اسکی ضمیر کو مقدم رکھا گیا ہے اور یہ انداز حصر و تحقیق کے لئے زیادہ موزوں ہے۔ ظاہر ہے کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے سوا اور کوئی ان میں کسی شے کا مالک ہے اور نہ تسبیح و تحمید کا مستحق۔

(۷) حمد اضافت کے ساتھ

گذشتہ تمام آیاتِ کریمہ میں حمد کو حرف تعریف: "ال" کے ساتھ معرفہ بنا کر مطلق لایا گیا جس میں استغراق کے معنی ہیں۔ قرآن مجید کی متعدد آیات ایسی ہیں جن میں حمد کی اضافت کی گئی ہے۔ اکثر جگہ یہ اضافت "رب" کی طرف ہے اور کچھ مقامات پر وہ واحد یا جمع ضمیر غائب یا حاضر کی طرف مضاف ہے۔ ان اضافتوں والی آیات میں بھی مقام و محل کے اعتبار سے مختلف انداز اختیار کئے گئے ہیں۔ کہیں "بحمد ربک" ہے، تو کہیں "حمد ربہم" ہے۔ کہیں "بحمدک" ہے تو کہیں "بحمدہ" ہے۔ اور ایک اہم حقیقت یہ ہے کہ اس سے قبل جو فعل (اکثر جگہ امر) لایا گیا ہے وہ تسبیح سے مشتق ہے بقول حافظ ابن کثیر تمام مقامات پر تسبیح و تحمید کو مقرون کر کے دو آتشہ کرایا گیا ہے۔ اس قسم کی آیات کو ہم چار زمروں میں منقسم کر سکتے ہیں۔ اول زمرہ میں وہ آیات ہیں جن میں "بحمدہ" کی ترکیب آئی ہے اور وہ چار آیات ہیں: سورۂ رعد نمبر ۱۳، سورۂ اسراء نمبر ۴۴ اور نمبر ۵۲ اور سورۂ فرقان نمبر ۵۸۔ اتنی ہی تعداد میں دوسرے زمرہ میں "بحمد ربہم" کی ترکیب آئی ہے: سورۂ سجدہ نمبر ۱۰، سورۂ زمر نمبر ۷۵، سورۂ غافر نمبر ۷ اور سورۂ شوریٰ نمبر ۵ صرف ایک آیت میں "بحمدک" کی ترکیب آئی ہے جو سورۂ بقرہ نمبر ۳۰ ہے اور یہ تیسرا زمرہ ہے۔ اور چوتھے زمرہ میں "بحمد ربک" آئی ہے جو چھ آیات میں ہے: سورۂ حجر نمبر ۹۸، سورۂ طٰہٰ نمبر ۱۳۰، سورۂ غافر نمبر ۵۵، سورۂ ق نمبر ۳۹، سورۂ طور نمبر ۴۸ اور سورۂ نصر نمبر ۳۔

(الف) زمرۂ اوّل: بِحَمْدِہٖ

اول زمرہ کی آیاتِ کریمہ بالترتیب یہ ہیں،

وَيُسَبِّحُ الرَّعْدُ بِحَمْدِهٖ وَالْمَلٰٓئِكَةُ مِنْ خِيْفَتِهٖ ۚ وَيُرْسِلُ الصَّوَاعِقَ فَيُصِيْبُ بِهَا مَنْ يَّشَآءُ وَهُمْ يُجَادِلُوْنَ فِى اللّٰهِ ۚ وَهُوَ شَدِيْدُ الْمِحَالِ ۝ (۱۳ : ۱۳)

اور پڑھتی ہے گرج خوبیاں اس کی، اور سب فرشتے اس کے ڈر سے اور بھیجتا ہے کڑاکے، پھر ڈالتا ہے جس پر چاہے، اور یہ لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی بات میں۔ اور اس کی آن سخت ہے۔

تُسَبِّحُ لَهُ السَّمٰوٰتُ السَّبْعُ وَالْاَرْضُ وَمَنْ فِيْهِنَّ ۭ وَاِنْ مِّنْ شَيْءٍ اِلَّا يُسَبِّحُ بِحَمْدِهٖ وَلٰكِنْ لَّا تَفْقَهُوْنَ تَسْبِيْحَهُمْ ۭ اِنَّهٗ كَانَ حَلِيْمًا غَفُوْرًا ۝ (۱۷ : ۴۴)

اس کی ستھرائی بولتے ہیں آسمان ساتوں، اور زمین، اور جو کوئی ان میں ہے۔ اور کوئی چیز نہیں جو نہیں پڑھتی خوبیاں اس کی، لیکن تم نہیں سمجھتے ان کا پڑھنا۔ بے شک وہ ہے تحمل والا بخشتا۔

يَوْمَ يَدْعُوْكُمْ فَتَسْتَجِيْبُوْنَ بِحَمْدِهٖ وَتَظُنُّوْنَ اِنْ لَّبِثْتُمْ اِلَّا قَلِيْلًا ۝ (۱۷ : ۵۲)

جس دن تم کو پکارے گا، پھر چلے آؤ گے سراہتے اس کو اور اٹکو گے (گمان کرو گے) کہ دیر نہیں لگی تم کو مگر تھوڑی۔

وَتَوَكَّلْ عَلَى الْحَيِّ الَّذِيْ لَا يَمُوْتُ وَسَبِّحْ بِحَمْدِهٖ ۭ وَكَفٰى بِهٖ بِذُنُوْبِ عِبَادِهٖ خَبِيْرًا ۝ (۲۵ : ۵۹)

اور بھروسا کر اس جیتے پر جو نہیں مرتا، اور یاد کر اس کی خوبیاں۔ اور وہ بس ہے اپنے بندوں کے گناہوں سے خبردار۔

آیاتِ بالا کا معنوی تجزیہ کرنے سے یہ حقیقت ظاہر ہوتی ہے کہ بجلی کی کڑک اللہ کی حمد کی تسبیح پڑھتی ہے اور فرشتے خوفِ خدا سے تسبیح و تحمید کرتے ہیں۔ مولانا مودودی نے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "بادلوں کی گرج یہ ظاہر کرتی ہے کہ جس خدا نے یہ ہوائیں چلائیں۔ اور اس بجلی کو بارش کا ذریعہ بنایا۔ وہ سبوح و قدوس ہے، اپنی حکمت اور قدرت میں کامل ہے۔۔۔ اور اپنی خدائی میں لاشریک ہے۔ جانوروں کی طرح سننے والے تو ان بادلوں میں صرف گرج کی آواز ہی سنتے ہیں مگر جو ہوش کے کان رکھتے ہیں وہ بادلوں کی زبان سے توحید کا یہ اعلان سنتے ہیں۔۔۔ فرشتوں کے جلالِ خداوندی سے لرزنے اور تسبیح کرنے کا ذکر خصوصیت کے ساتھ یہاں اس لئے کیا کہ مشرکین ہر زمانے میں فرشتوں کو دیوتا اور معبود قرار دیتے رہے ہیں۔۔۔" مولانا اصلاحی تشریح فرماتے ہیں: "تسبیح میں تنزیہ کا پہلو غالب ہے اور حمد میں صفاتِ حسنٰی کے اقرار و اعتراف کا۔۔۔ ادھر رعد و برق اور فرشتوں کا حال یہ ہے کہ وہ ہر وقت خوفِ الٰہی سے اس کی تسبیح اور حمد میں مصروف رہتے ہیں۔" مولانا موصوف کے نزدیک رعد بھی خوفِ خدا سے لرزتی اور تسبیح کرتی رہتی ہے۔ بہت سے مفسرین کرام نے جن میں امام رازی، مولانا تھانوی اور مولانا دریابادی وغیرہ شامل ہیں۔ رعد سے مراد وہ فرشتہ بھی لیا ہے جو بادلوں کے انتظام پر متعین ہے۔ یہ مراد بہ تکلف ہے۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان رعد کے بارے میں واضح ہے لہٰذا کسی دوسرے کو مراد لینے کی ضرورت نہیں۔ اسی طرح رعد کی تسبیح و حمد کرنے کا اعلان اللہ تعالیٰ فرما رہا ہے جو خبر اور واقعہ ہے۔ ہوش کے کان رکھنے والے اس میں توحید کا اعلان دیکھتے ہیں تو یہ اہلِ ایمان و خشیت الٰہی کا جذبہ ہے اور محمود ہے، مگر قرآن مجید کا مقصود نہیں معلوم ہوتا۔ تسبیح و تحمید تو اس کائنات کا ذرہ ذرہ کر رہا ہے جیسا کہ اگلی آیت میں واضح فرما دیا گیا۔ اور وہ تسبیح و تحمید رعد کی تائید کرتی ہے۔

تمام مفسرین کرام نے کائنات کی ہر شے کی تسبیح و تحمید الٰہی کرنے کا ذکر کر کے اس ظاہر و باہر حقیقت کی تشریح مختصر کی ہے۔ ان میں سے مولانا دریابادی کی تشریح تمام نکات اور مکاتبِ فکر کی ترجمانی کرتی ہے: "ہر ایک مخلوق اپنے خالق کی قدوسیت کا اعلان اپنے مرتبۂ وجود کے متناسب و مطابق برابر کرتی رہتی ہے خواہ زبان سے ہو یا زبانِ حال سے۔ موجوداتِ عالم کا ذرہ ذرہ اپنے حدوث و امکان کی بنا پر صانعِ مطلق کے نہ صرف وجوبِ وجود کی بلکہ یکتائی، صناعی، قدرت کی بھی شہادت علانیہ دے رہا ہے۔ محققینِ عارفین نے تصریح کی ہے اور یہی بات دل کو لگتی ہے کہ آیت میں لفظ تسبیح اپنے عموم کے ساتھ تسبیح قالی اور حقیقی اور تسبیح حالی اور حکمی دونوں پر شامل ہے۔ مطیعین کی تسبیح حقیقی و قالی ہوتی ہے، غیر مطیعین کی صرف حالی۔" تقریباً تمام مفسرین نے یہ حقیقت تسلیم کی ہے کہ "تسبیح کی اصل روح تنزیہ ہے یعنی اللہ تعالیٰ کو ان تمام نسبتوں اور صفتوں سے بری اور بالاتر قرار دینا جو اسکی اعلیٰ ذات اور شان کے منافی ہیں۔ اس کے ساتھ جب "بحمدہ" کی قید لگ جاتی ہے۔ تو اس کے اندر تنزیہ کے ساتھ اثبات کا مفہوم بھی پیدا ہو جاتا ہے یعنی اسکو تمام اعلیٰ صفات سے متصف قرار دینا۔"

تیسری آیتِ کریمہ ایک اور حقیقت اجاگر کرتی ہے کہ جب رعد و فرشتے یعنی آسمانی مخلوقات اور کائنات کی ہر شے اللہ واحد و لاشریک کی تسبیح و تحمید میں ہر آن و زمان منہمک ہے تو قیامت کے دن جب تم سب اٹھائے جاؤ گے تو سب کے سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح و تحمید کرتے ہوئے اٹھو گے اور سب سے بڑے دربار میں حاضر ہو گے۔ یعنی بقولِ دریا بادی "تعمیلِ ارشاد اور حمدِ الٰہی پر اپنے کو مجبور و مضطر پاؤ گے۔" بقولِ مودودی "یہ ایک بڑی حقیقت کی طرف ایک لطیف اشارہ ہے۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ مومن اور کافر ہر ایک کی زبان پر اس وقت اللہ کی حمد ہوگی: مومن کی زبان پر اس لیے کہ پہلی زندگی میں اس کا اعتقاد و یقین اور اس کا وظیفہ یہی تھا۔ اور کافر کی زبان پر اس لیے اس کی فطرت میں یہی چیز ودیعت تھی مگر اپنی حماقت سے وہ اس پر پردہ ڈالے ہوئے تھا۔۔۔ سارے مصنوعی حجابات ہٹ جائیں گے اور اصل فطرت کی شہادت بلاارادہ اس کی زبان پر جاری ہو جائے گی۔"

جب یہ ساری حقیقتیں ہیں تو پہلے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو اور پھر آپ کے واسطے سے پوری نوع انسانی کو آخری آیت میں حکم ہوا کہ ایسے لاشریک و واحد اللہ کی تسبیح و تحمید کرتے رہیں اور کسی وقت اس کو فراموش نہ کریں کہ اسی سے پوری کائنات کی فلاح وابستہ ہے۔ حافظ ابن کثیر کے مطابق تسبیح و تحمید کو مقرون کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور اسی بنا پر رسولِ اکرم صلی اللہ وسلم پڑھا کرتے تھے: "سبحانک اللھم ربنا و بحمدک" یعنی اسی کے لیے عبادت و توکل کو خالص کر لو۔" مولانا عثمانی نے اسی کو مختصراً اپنے الفاظ میں کہا ہے۔ مولانا اصلاحی کے نزدیک "یہ حصولِ صبر و توکل کا وسیلہ ہے۔ قرآن مجید میں جہاں جہاں نبی صلی اللہ علیہ وسلم کو صبر و توکل کی تلقین فرمائی گئی ہے وہاں زیادہ سے زیادہ خدا کی تسبیح و تحمید میں مشغول رہنے اور اہتمامِ نماز کی تاکید فرمائی گئی ہے۔"

زیادہ تر مفسرین کرام نے فتح و نصر کی بشارت اور استغفار و تحمید کے امرِ الٰہی میں یہ تعلق جوڑا ہے کہ بقول مولانا تھانوی "(اس وقت سمجھئے کہ مقصود دنیا میں رہنے کا اور بعثت کا تکمیلِ دین ختم ہوا اور اس وجہ سے سفرِ آخرت کا قریب ہے پس اس کے لیے تیاری کیجئے اور) اپنے رب کی تسبیح و تحمید کیجئے اور اس سے مغفرت کی درخواست کیجئے (یعنی ایسے امور سے جو خلافِ اولیٰ واقع ہو گئے ہیں....)" مولانا موصوف نے اس کے لیے سورہ محمد ۱۹: فاعلم انہ لاالٰہ الا اللہ فاستغفر الخ سے استشہاد کیا ہے۔" مولانا تھانوی کی مانند مولانا دریابادی، مولانا مودودی، مولانا اصلاحی وغیرہ نے بھی یہی مفہومِ حمد و استغفار بیان کیا ہے کچھ اختلاف فرق کے ساتھ دراصل اس تفسیر کا منبع و ماخذ وہ "احادیثِ کثیرہ مرفوعہ و موقوفہ" ہیں جن میں "اس سورت کی یہ تفسیر آئی ہے۔" احادیث و آثار سے تفسیرِ قرآن کریم کرنا دوسرا بڑا اصول ہے اور اس سے کسی کو انکار نہیں ہو سکتا۔ اور اس آیتِ کریمہ کے باب میں وہ سب سے بڑی خارجی شہادت ہے مگر قرآنِ مجید کی اندرونی شہادت یہ واضح کرتی ہے کہ فتح و کامرانی اور غلبۂ اسلام کے وقت اور زیادہ استغفار و تحمید کرنی چاہئے کہ ہر بندۂ شکور کا یہی وطیرہ صادقہ اور سب سے بڑے بندۂ شکور حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کا یہی اسوۂ حسنہ رہا ہے۔

(ب) زمرۂ دوم: بِحَمْدِ رَبِّہِمْ

دوسرے زمرہ کی چار آیاتِ کریمہ بالترتیب حسب ذیل ہیں:

اِنَّمَا يُؤْمِنُ بِاٰيٰتِنَا الَّذِيْنَ اِذَا ذُكِّرُوْا بِهَا خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ سَبَّحُوْا بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَهُمْ لَايَسْتَكْبِرُوْنَ ○ (السجدہ ۱۵)

ہماری باتوں کو مانتے وہ ہیں، کہ جب ان کو سمجھائیے ان سے، گر پڑیں سجدہ کر کر، اور پاک ذات کو یاد کریں اپنے رب کی خوبیوں سے، اور وہ بڑائی نہیں کرتے۔

وَتَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الزمر ۷۵)

اور تو دیکھے، فرشتے گھر رہے ہیں عرش کے گرد، پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں۔ اور فیصلہ ہوا ہے ان میں انصاف کا، اور یہ بات ہوئی کہ سب خوبی ہے اللہ کو، جو صاحب ہے سارے جہان کا۔

اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّعِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَاتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَقِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ○ (المومن/ غافر ۷)

جو لوگ اٹھا رہے ہیں عرش، اور جو اس کے گرد ہیں، پاکی بولتے ہیں اپنے رب کی خوبیاں، اور اس پر یقین رکھتے ہیں، اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان والوں کے، اے رب ہمارے! ہر چیز سمائی ہے تیری مہر میں اور خبر میں۔ سو معاف کر ان کو جو توبہ کریں، اور چلیں تیری راہ، اور بچا ان کو آگ کی مار سے

تَكَادُ السَّمٰوٰتُ يَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِهِنَّ وَ الْمَلٰٓئِكَةُ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَيَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ؕ اَلَآ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ (الشوریٰ ۵)

قریب ہے، کہ آسمان پھٹ پڑیں اوپر سے، اور فرشتے پاکی بولتے ہیں خوبیاں اپنے رب کی، اور گناہ بخشواتے ہیں زمین والوں کا، سنتا ہے! وہی ہے معاف کرنے والا مہربان۔

چاروں آیاتِ کریمہ اپنے معانی و مفاہیم کے لحاظ سے بہت واضح ہیں۔ اول اہلِ ایمان کی تسبیح و تحمید کو واضح کرتی ہے۔ اور باقی تینوں فرشتوں کی تسبیح و تحمیدِ الٰہی کی حقیقت اجاگر کرتی ہیں۔ ان آیات میں ایک لحاظ سے معنوی ارتقا بھی پایا جاتا ہے کہ پہلے مومنوں کے تذکیرِ آیاتِ الٰہی کے وقت تسبیح و تحمید کا ذکر ہے اور پھر دوسری آیت میں ان فرشتوں کی تسبیح و تحمید کا ذکر ہے جو عرش الٰہی کے اردگرد گھیرا ڈالے اپنے وظیفہ میں منہمک ہیں۔ تیسری آیت میں عرش

الٰہی کے گرد موجود رہنے والوں کے ساتھ حاملینِ عرش الٰہی کی تسبیح و تحمید کو بیان کیا ہے جبکہ آخری آیت میں تمام فرشتوں کی عمومی تسبیح و تحمید کا بیان ہے۔ ان آیات میں ان کے اپنے "رب کی حمد" کا فقرہ ہر لحاظ سے اہم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کا بیان ہے جو ان کے بارے میں دیا جا رہا ہے۔ وہاں ان کے رب کا ذکر خاص سیاق میں آیا ہے جو حمدِ الٰہی کو بھی خاص بناتا ہے۔

(ج) زمرۂ سوم: بِحَمْدِكَ

تیسرے زمرہ کی واحد آیت جو سورۂ بقرہ ۳۰ ہے حسبِ ذیل ہے:

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ جَاعِلٌ فِي الْاَرْضِ خَلِيْفَةً ۭ قَالُوْٓا اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَيَسْفِكُ الدِّمَاۗءَ ۚ وَنَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَنُقَدِّسُ لَكَ ۭ قَالَ اِنِّىْٓ اَعْلَمُ مَا لَا تَعْلَمُوْنَ ۝ (البقرۃ ۳۰)

اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو، مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب۔ بولے: کیا تو رکھے گا اس میں، جو شخص فساد کرے وہاں اور کرے خون؟ اور ہم پڑھتے ہیں تیری خوبیاں، اور یاد کرتے ہیں تیری پاک ذات کو۔ کہا، مجھ کو معلوم ہے جو تم نہیں جانتے۔

حافظ ابن کثیر نے متعدد علماءِ سلف اور مفسرین قدیم کے اقوال تسبیح و تحمید اور تقدیس کے معانی میں بیان کر کے کئی احادیث صحیحہ و سننِ مطہرہ سے اس کی تائید بھی کی ہے۔ مولانا اصلاحی فرماتے ہیں کہ "تسبیح کی اصل حقیقت لُغت کے اعتبار سے کسی کے سامنے عجز و تذلل کے ساتھ بچھ جانا ہے۔ تسبیح قول سے بھی ہوتی ہے اور عمل سے بھی ہوتی ہے۔ عمل سے خدا کی تسبیح کا مفہوم خدا کے احکام کی تعمیل میں ہر وقت سر فگندہ رہنا ہے، یہ تسبیح اس کائنات کی، وہ چیزیں بھی کرتی ہیں جو غیر ذی روح اور غیر ذی ارادہ ہیں... قول تسبیح سے مراد خدا کی پاکی بیان کرنا ہے... لیکن جب اس کے ساتھ حمد کی قید بھی بڑھا دی جائے۔ تو اس میں تنزیہ کے ساتھ اثبات کا مفہوم بھی پیدا ہو جاتا ہے..."

مولانا دریابادی نے روح المعانی وغیرہ تفاسیر کے حوالہ سے اس کی تفسیر یوں کی ہے۔ "بحمدک میں "ب" تسبیح کے ساتھ حمد کے دوامِ معیت کے اظہار کے لیے ہے.... لکَ میں "ل" اظہارِ تخصیص کے لیے ہے۔ یعنی تقدیس خاص تیری رضا ہی کے لیے ہے.... تسبیح کا اطلاق باعتبار طاعات کے ہوتا ہے اور تقدیس کا بلحاظ اعتقادات کے...."

ظاہر ہے کہ یہ مکالمہ فرشتوں اور اللہ تعالیٰ کے درمیان روبرو ہو رہا تھا اس لیے یہاں خطاب کی ضمیر کے ساتھ حمد کو متصل کر کے لایا گیا: "بحمدک" چونکہ تسبیح و تحمید کو مقرون کرنے سے نقائص و عیوب سے تنزیہ اور صفاتِ کمال و جمال کے ساتھ اس کو متصف قرار دینے کا مفہوم بیک وقت پیدا ہوتا ہے جو اصلی مقصود ہے اس لیے اکثر مقامات پر ان دونوں کو ہمیشہ جمع کر کے لایا گیا ہے۔ یہاں تقدیس کو بھی جمع کر دیا گیا ہے یعنی قولی، فعلی اور حالی تمام قسم کی تعریف و ثنا اس میں شامل ہے اس میں فکر و عقیدہ، خیال و خواب، عمل و فعل اور قال و قول کے ساتھ حال اور زبانِ حال یعنی ہر طرح کی ادائیگی کا اعتبار کیا گیا ہے۔

(د) زمرۂ چہارم: بِحَمْدِ رَبِّكَ

چوتھے زمرہ کی چھ آیاتِ کریمہ حسب ذیل ہیں جن میں فسبح بحمد ربک کا حکمِ الٰہی موجود ہے:

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَكُنْ مِّنَ السّٰجِدِيْنَ ○ (الحجر ۹۸)

سو تو یاد کر خوبیاں اپنے رب کی، اور رہ سجدہ کرنے والوں میں۔

فَاصْبِرْ عَلٰى مَايَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَقَبْلَ غُرُوْبِهَا ۚ وَمِنْ اٰنَآئِ الَّيْلِ فَسَبِّحْ وَ اَطْرَافَ النَّهَارِ لَعَلَّكَ تَرْضٰى ○ (طٰه ۱۳۰)

سو تو سہتارہ جو کہیں، اور پڑھتارہ خوبیاں اپنے رب کی، سورج نکلنے سے پہلے اور ڈوبنے سے پہلے، اور کچھ گھڑیوں میں رات کی، پڑھا کر اور دن کی حدوں پر، شاید تو راضی ہو گا۔

فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ ○ (المؤمن/ غافر ۵۵)

سو تو ٹھہرا رہ، بے شک وعدہ اللہ کا ٹھیک ہے، اور بخشوا اپنے گناہ، اور پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں، شام کو اور صبح کو۔

فَاصْبِرْ عَلٰى مَايَقُوْلُوْنَ وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ الْغُرُوْبِ ○ (ق ۳۹)

سو تو سہتارہ، جو کہتے ہیں، اور پاکی بول خوبیاں اپنے رب کی، پہلے سورج نکلنے سے اور پہلے ڈوبنے سے۔

وَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ فَاِنَّكَ بِاَعْيُنِنَا وَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ حِيْنَ تَقُوْمُ ○ وَمِنَ الَّيْلِ فَسَبِّحْهُ وَ اِدْبَارَ النُّجُوْمِ ○ (طور ۴۸-۴۹)

اور تو ٹھہرا رہ منتظر اپنے رب کے حکم کا کہ تو ہماری آنکھوں کے سامنے ہے۔ اور پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں جس وقت تو اٹھتا ہے۔ اور کچھ رات میں بول اس کی پاکی، اور پیٹھ دیتے وقت تاروں کی۔

اِذَاجَآءَ نَصْرُ اللّٰهِ وَالْفَتْحُ ۙ وَرَاَيْتَ النَّاسَ يَدْخُلُوْنَ فِيْ دِيْنِ اللّٰهِ اَفْوَاجًا ۙ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ وَاسْتَغْفِرْهُ ؕ اِنَّهٗ كَانَ تَوَّابًا ○ (النصر ۱-۳)

جب پہنچ چکی مدد اللہ کی اور فیصلہ، اور تو نے دیکھے لوگ، پیٹھتے (داخل ہوتے) اللہ کے دین میں فوج فوج، اب پاکی بول اپنے رب کی خوبیاں، اور گناہ بخشوا اس سے، بیشک وہ معاف کرنے والا ہے۔

ان آیاتِ کریمہ میں پہلی پانچ میں اول حقیقت یہ ہے کہ ان میں تسبیح و تحمیدِ الٰہی کو مقرون کرنے کے علاوہ اس کو صبر کے ساتھ بھی جمع کر دیا ہے اگرچہ پہلی آیت میں اس کا صاف ذکر نہیں ہے۔ دوم یہ کہ ان پانچوں آیات کا موقع غم و اندوہ کا ہے کہ آپ کے دشمن اور اسلام کے مخالفین طرح طرح کی باتیں کرتے تھے اور آپ کو ستاتے اور پریشان کرتے تھے پہلے آپکو حکم دیا گیا کہ ان کے کہے کی، ان کے استہزا اور مذاق کی، ان کے لعن طعن اور ظلم و فساد کی پروانہ

کریں، ان سب پر صبر کریں کہ اللہ تعالیٰ سب کچھ دیکھ رہا ہے۔ اور وہی ان کے استہزاء و مذاق کی آپ کی طرف سے کفایت و دفاع کرنے والا ہے اور پھر صبر کے ساتھ آپ کو حکم دیا گیا کہ آپ اپنے رب کی حمد کے ساتھ ساتھ تسبیح کرتے رہیں کہ وہ صبر کو پیدا اور قائم کرنے والی تیر بہدف دوا اور ترکیب بھی ہے۔ تیسری اہم حقیقت جس کا ان آیاتِ کریمہ میں مفصل ذکر ہے وہ تسبیح و تحمید الٰہی کے اوقات ہیں۔ پہلی آیت میں عام ذکر ہے کہ خواہ دن ہو یا رات خواہ کوئی بھی حال ہو آپ کو اللہ کی تسبیح و تحمید کرتے رہنے کا حکم دیا گیا۔ دوسری آیت میں اوقات کی وضاحت و صراحت کر دی گئی کہ سورج کے طلوع و غروب سے قبل، رات کی خاموش گھڑیوں میں اور دن کے سارے سروں پر تسبیح و تحمید کیجئے۔ عام طور سے مفسرین کرام نے ان آیاتِ کریمہ سے بالعموم اور سورۂ طٰہٰ کی آیت سے بالخصوص نمازِ پنجگانہ کو مراد لیا ہے کہ وہ بہترین تسبیح و تحمید ہے۔ چنانچہ حافظ ابنِ کثیر نے سورج طلوع ہونے کے قبل کی تسبیح و تحمید سے نمازِ فجر، غروبِ شمس سے قبل سے نمازِ عصر مراد لے کر صحیحین سے حضرت جریر بن عبداللہ بجلی کی روایت تائید میں بیان کی ہے اور بعض اور احادیث و روایات کا ذکر کیا ہے۔ رات کی گھڑیوں میں تسبیح و تحمید سے نمازِ تہجد مراد لی ہے اور بعض مفسرین کا مسلک بیان کیا ہے کہ وہ مغرب و عشاء اس سے مراد لیتے ہیں۔ حافظ موصوف نے أطرافَ النَّہار (دن کے سروں) سے وقت کی کوئی مراد نہیں بیان کی اسے صرف آنائِ الیل کے مقابل بتا دیا ہے۔ البتہ مولانا عثمانی نے حافظِ موصوف کی دوسری تشریحات سے اتفاق کرتے ہوئے اس کی تفسیر میں لکھا ہے کہ "یہ ظہر کی نماز ہوئی کیونکہ اس وقت دن کے نصفِ اول اور نصفِ آخر کی حدیں ملتی ہیں۔" اور صراح و قاموس وغیرہ سے اس کے لغوی معانی یعنی کسی شے کے حصہ بیان کر کے کہتے ہیں کہ "اس صورت میں نہار کو جنس مان کر ہر دن کا ایک خاص حصہ مراد ہو سکتا ہے جہاں دن کی تنصیف ہوتی ہے" مولانا دریابادی نے قبلِ غروب میں ظہر و عصر کی نمازیں، آنائِ الیل میں مغرب و عشاء کی نمازیں مراد لے کر فرمایا ہے کہ "اطراف النہار سے نمازِ فجر و مغرب کی مکرر تاکید ہو گئی۔" یہ بیضاوی کا خیال ہے۔ دوسرے اقوال بھی بیان کئے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ مولانا عثمانی نے اطراف النہار کی تشریح بیضاوی سے لی ہے۔ مولانا مودودی نے "رات کے اوقات میں عشاء اور تہجد کی نماز ..... دن کے کناروں سے فجر، ظہر اور مغرب کی نماز" مراد لی ہے۔ مولانا اصلاحی نے مولانا مودودی سے اتفاق کرتے ہوئے اطراف النہار سے چاشت، ظہر اور مغرب کی نمازیں مراد لی ہیں۔ انہوں نے صبر و عزیمت کے حصول کے لیے نوافل کے اہتمام کو بھی ضروری قرار دیا ہے اور ان اوقات سے نماز پنجگانہ کے علاوہ عام تسبیح و تحمید بھی مراد لی ہے۔

تیسری آیتِ کریمہ میں شام اور صبح کی تسبیح و تحمید کرنے کا حکم ہے۔ بیشتر مفسرین جیسے حافظ ابنِ کثیر، شاہ دہلوی، مولانا عثمانی، مولانا تھانوی، مولانا دریابادی، مولانا مودودی، مولانا اصلاحی کے علاوہ زمخشری، رازی اور آلوسی وغیرہ نے اس سے صبح و شام مراد لے کر عام تسبیح و تحمید، جو ہمہ وقتی اور دوامی ہو، مراد لی ہے۔ حافظ ابنِ کثیر وغیرہ کئی مفسرین نے سنتِ نبوی کا حوالہ بھی دیا ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم ہر آن، اٹھتے بیٹھتے، کھاتے پیتے، ہر حال میں تسبیح

تحمید فرمایا کرتے تھے۔ مسنون دعاؤں سے اس کی تائید مزید ہوتی ہے جو انسان کے ہر کام اور ہر وقت کے لیے آپ نے مسنون فرمائی ہیں۔ چوتھی آیتِ کریمہ (ق ۳۹) میں ایک بار پھر کئی اوقات — سورج کے طلوع و غروب سے قبل، راتوں میں اور سجدہ کے بعد — کی تصریح کی گئی ہے۔ عام طور پر سب ہی مفسرین کرام نے ان سے نمازِ پنجگانہ کے ساتھ ساتھ نوافل اور دوسری تسبیحات و اوراد مراد لئے ہیں۔ احادیثِ نبوی اور سننِ مطہرہ سے واضح ہوتا ہے کہ آپ خود بھی فرض نمازوں کے علاوہ سنتوں اور نفلوں اور دعاؤں و تسبیحوں کا اہتمام فرماتے تھے اور دوسروں کو بھی اس کی تاکید کرتے تھے۔ اسی طرح پانچویں آیت میں ہمہ وقتی تسبیح و تحمید اور دن رات کے ہر لمحہ اور اپنے اوقات کے ہر حصہ میں ذکرِ الٰہی کرنے کا حکم ہے۔ یہی تمام مفسرین نے مراد لیا ہے، اور یہی آیاتِ کریمہ کے مجموعی مفہوم سے واضح ہوتا ہے۔

ان آیاتِ کریمہ کے برعکس آخری اور چھٹی آیت میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتح و کامرانی، نصرت و حمایتِ ربانی اور عزت و شوکت سلطانی کے وقت اپنے رب کی حمد و تسبیح کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ بعض مفسرینِ عظام جیسے شاہ عبدالقادر، مولانا عثمانی اور مولانا تھانوی وغیرہ نے اس سورت کے اس حکم کو صرف آپ کے وظیفۂ آخر کی تکمیل پر حمدِ الٰہی سے متعلق قرار دیا ہے اور آپ کی وفات و اجل کا ذکر کیا ہے۔ جبکہ دوسرے طبقۂ مفسرین جن میں حافظ ابن کثیر، مولانا دریابادی، مولانا مودودی اور مولانا اصلاحی شامل ہیں دونوں پہلوؤں کو مراد لیا ہے۔ اول یہ کہ "انتہائی فتح مندیوں، اور کامرانیوں کا وقت ..... اللہ کی یاد کی منزلیں طے کرنے کے بعد حمد و تسبیح و استغفار میں اور لگ جائیے۔" حافظ ابن کثیر نے لکھا ہے کہ فتح مکہ کے بعد آپ نے پہلی بار جو چاشت کی آٹھ رکعات نماز پڑھی تھی وہ دراصل صلاۃِ فتح تھی اور دوسرے خلفاء اور امراء کرام جیسے حضرات عمر فاروق اور سعد بن ابی وقاص کا بھی یہی معمول و مسنون طریقہ تھا۔ بہت سی احادیث میں آتا ہے کہ آپ اس سورہ کے نزول کے بعد کثرت سے تسبیح و تحمید و استغفار کیا کرتے تھے اور اس پر برابر اضافہ کرتے رہے۔ غرضکہ فتح و مسرت ہو یا صدمہ و پریشانی ہر آن اللہ کی تحمید کرنی ضروری ہے۔ ان آیات مطہرہ کا مجموعی حکم یہی ہے۔

(۸) معانیٔ حمد کی تحلیلی تلخیص

حمدِ الٰہی پر مشتمل تمام آیاتِ قرآنی کا تجزیہ و تحلیل کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ:

۱۔ حمد کی تمام قسمیں اور سب کی سب حمد و ثنا اللہ تعالیٰ کے لیے ہے جو رب العالمین ہے اور بہت سی دوسری صفاتِ عالیہ سے متصف اور تمام عیوب و نقائص سے منزہ ہے۔

۲۔ حمد و ثنا کا صرف اللہ تعالیٰ ہی سزاوار و مستحق ہے۔ اس کے سوا اور کوئی اس کا استحقاق نہیں رکھتا۔ دنیا جہان میں جہاں کہیں اور جس کسی کی اور جس جگہ بھی حمد و تعریف ہو رہی ہے وہ فانی، عارضی اور غیر حقیقی ہے۔ لافانی مستقل،

اور حقیقی حمد و ثنا صرف اللہ تعالیٰ کی ہے کہ وہی اپنی ذات سے قائم ہے اور حمد و ثنا اس کی ذات گرامی سے وابستہ۔

۳۔ یہ خیال کہ غیر اللہ کی مدح و ثنا اور ستائش و تعریف بھی اصلاً اللہ تعالیٰ ہی کی ہے خطرناک اور غیر اسلامی رجحانات کا حامل بھی ہو سکتا ہے۔ یہ صحیح ہے کہ مالک و خالق اور پروردگارِ حقیقی ہونے کے سبب وہ اپنے مخلوقات اور تمام غیر اللہ کی ثنا و تعریف کا بایں طور مستحق ہے کہ مخلوقات و مصنوعات اپنے خالق و صانع کی صناعی اور تخلیق پر دلالت کرتی ہیں تاہم اس میں شرک کی بو بھی آتی ہے کہ حمدِ الٰہی میں کسی غیر کی شرکت ہو جاتی ہے۔ اس لیے ثنائے غیر اور حمدِ مخلوق مردود و ممنوع قرار دی گئی ہے اور صرف حمدِ الٰہی اور ثنائے ربانی ممدوح و جائز رکھی گئی ہے۔

۴۔ چونکہ حمد الٰہی اس کی کسی صفتِ فعلی یا صفتِ اسمی سے وابستہ نہیں بلکہ اس کی ذاتِ سرمدی سے وابستہ ہے اس لیے اس کی حمد کسی فعل و عمل کے نتیجہ یا پاداش میں وقوع پذیر نہیں ہوتی۔ وہ ذاتِ بیکراں ہے اور اس کی حمد بھی بیکراں۔

۵۔ اسی لیے حمدِ الٰہی کے بارے میں خود قرآنِ مجید نے واضح کیا ہے کہ اس دنیائے دنی بلکہ ازلی میں بھی اسی کی حمد تھی اور آج بھی اسی کی حمد ہے اور آخرت میں بھی اسی کی حمد ہو گی۔ یعنی جس طرح مکان کی قید اس کی ذات پر عائد نہیں ہوتی اسی طرح زمان — ماضی، حال اور مستقبل — کا بھی اس پر اطلاق نہیں ہوتا۔

۶۔ مکان کی قید سے حمدِ الٰہی کو آزاد کرنے کی حقیقت ان آیاتِ کریمہ میں بیان کی گئی ہے جن میں یہ کہا گیا ہے کہ خواہ آسمان ہوں یا زمین، خواہ ان دونوں کی پہنائیاں ہوں یا عرشِ الٰہی کی بلندی، ہر جگہ اور ہر مکان پر اس کی حمد کا زمزمہ گونج رہا ہے۔

۷۔ حمدِ الٰہی کا یہ سرمدی نغمہ ہر نوعِ تخلیقِ ربانی کی فطرت میں ودیعت کر دیا گیا ہے اس لیے وہ اپنے قال و حال اور زبان و عمل غرضکہ ہر ہر ممکن انداز میں اپنے اللہ کی حمد میں رطب اللسان ہیں۔ اس کائنات کی ہر شے حمدِ الٰہی میں مشغول و منہمک ہے۔ خواہ ان کی تسبیح و تحمید کا کسی کو شعور و ادراک ہو یا نہ ہو۔

۸۔ حمدِ الٰہی تو ہر مخلوق کا وہ وظیفۂ حیات ہے جو اس کو تخلیق سے ملا ہے۔ لہٰذا وہ تخلیق علوی ہو یا سفلی، آسمانی ہو یا زمینی، بری ہو یا بحری، خاکی ہو یا آبی، ناری ہو یا نوری — ہر مخلوق ہمہ وقت تسبیح اور تحمیدِ الٰہی میں لگی ہوئی ہے۔ ان میں اللہ کے مقرب و مخصوص فرشتے، عام فرشتے، کارکن فرشتے ہر طرح کے فرشتے شامل ہیں اور اسی طرح تمام سفلی مخلوق خواہ جمادات و فطری قوتیں ہوں یا ذی روح اور باشعور افراد۔ آسمان و زمین ہوں یا ستارے، چاند سورج ہوں، یا تمام دوسری مخلوقات۔

۹۔ ذی شعور اور مکلف بندگانِ الٰہی میں اہلِ ایمان و صاحبانِ عملِ صالح اپنے قول و عمل اور حال و زبان ہر طرح سے حمدِ الٰہی کرتے رہتے ہیں۔ جو اہلِ شقاق و حاملانِ نفاق اور صاحبانِ کفر و شرک ہیں وہ اپنی جہالتِ نفس اور عنادِ باطن سے زبان و قال کو تو روکے رکھتے ہیں کہ اللہ نے ان کو ان پر اختیار دیا ہے لیکن ان کے فطری قویٰ اور ان کا حال جن پر ان کو

کوئی قابو نہیں بہر حال حمدِ الٰہی کرتے ہیں۔ جس کا احساس و ادراک ان کو ہوتا رہتا ہے اور یہی وہ احساس و ادراک کی ضربِ کلیمی ہے جو آڑے اوقات میں ان کی زبان و عمل کو بھی حمدِ الٰہی پر مجبور کر دیتی ہے اگرچہ وہ اس کی چوٹ ٹھنڈی پڑتے ہی پھر اپنے ظلم و عناد پر اڑ جاتے ہیں۔ مگر بندگانِ الٰہی اپنے اللہ کی حمد دنیا و آخرت میں دن رات میں، غمی خوشی میں، ہر آن اور ہر لمحہ کرتے رہتے ہیں اور کبھی اس فریضۂ الٰہی اور وظیفۂ حیات سے روگردانی نہیں کرتے۔

۱۰۔ حمدِ الٰہی سے کوئی فائدہ محمود و ممدوح کو نہیں بلکہ وہ سراسر حمد کرنے والوں اور تسبیحِ حمد پڑھنے والوں کے فائدہ کی چیز ہے۔ وہ ان کو غمِ روزگار اور آلامِ دل سے نجات دیتی، ان کو صبر آزما اور حوصلہ شکن حالات میں صبر عطا کرتی، مسرت و انبساط میں اعتدال و استقامت بخشتی، اور دنیا جہان میں ہر قسم کی فوز و فلاح سے ہمکنار کرتی ہے۔ اسی لیے ان کے اللہ نے، ان کے ممدوح نے اور ان کے محمود نے ان کی اپنی بھلائی کی خاطر ان کو حکم دیا ہے کہ وہ ہر آن و ہر لمحہ اپنے اللہ کی حمد کی تسبیح پڑھا کریں۔ ہر وقت اور ہر کام میں ذکرِ الٰہی کیا کریں۔ طیش کا زمانہ ہو تو، عیش کا دور ہو تو، غم و اندوہ کا موقعہ ہو تو، اور مسرت و سرور کا لمحہ ہو تو، ہر وقت و ہر مقام پر حمدِ الٰہی کیا کریں کہ یہی علاجِ دردِ دل اور داروئے نشاط ہے۔

۱۱۔ اللہ رب العالمین اگرچہ رب ہے، خالق و مالک ہے اور اپنی مخلوقات کے لیے سراپا رحمت و مغفرت ہے مگر اس تعلقِ خاطر کے باوجود جو اس کو اپنے بندوں سے ممتا بھری ماں سے بھی زیادہ ہے وہ ان کی حمد و تعریف اور ثنا و ستائش کا محتاج نہیں اور نہ اس کی پروا کرتا ہے۔ وہ غنی ہے وہ حمید ہے۔ یعنی وہ کسی کی حمد سے محمود نہیں بنا بلکہ وہ اپنی ذات سے حمید ہے۔ خواہ کوئی اس کی حمد کرے یا نہ کرے اس کی محمود ذات پر کچھ اثر نہیں پڑتا۔ نہ کسی کی حمد سے اس کی حمد میں اضافہ ہوتا ہے اور نہ کسی کے حمد نہ کرنے سے اس کی حمد میں نقصان ہوتا ہے کہ وہ ان کی حمد کرنے سے پہلے اتنا ہی محمود و حمید تھا جتنا اس کے کرنے کے بعد یا اس کے نہ کرنے کے بعد۔

۱۲۔ مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ سے اللہ تعالیٰ کے محمود بالذات ہونے کا علم ہوتا ہے کیونکہ حمد کو بعض آیات میں اس کے لیے محصور کر دیا گیا ہے، بعض میں ہر ذرۂ کائنات کے حمدِ الٰہی کرنے کی حقیقت بیان کی گئی ہے مگر کسی قسم کا شبہہ نہ رہ جائے اللہ تعالیٰ نے متعدد آیات میں مزید صراحت کر دی ہے کہ وہ نہ صرف حمید ہے بلکہ غنی بھی ہے یعنی اپنی ذات سے محمود اور دوسروں کی حمد و تعریف سے مستغنی۔ حمد اس کی ذاتِ حمیدہ کا ایک لازمہ ہے اور غیر کی حمد و ثنا سے اس کا استغناء اس کا ایک لازمی وصف۔

(۹) اللہ غنی حمید ہے

قرآن مجید میں ایسی آیاتِ کریمہ جن میں اللہ تعالیٰ کو حمید کہا گیا ہے سترہ ہیں جن میں سے گیارہ وہ ہیں جو اس کو غنی بھی بتاتی ہیں۔

ان آیاتِ کریمہ کا تجزیہ ذیل میں پیش ہے۔

يَٰٓأَيُّهَا الَّذِينَ اٰمَنُوٓا اَنْفِقُوا مِنْ طَيِّبٰتِ مَاكَسَبْتُمْ وَمِمَّآ اَخْرَجْنَا لَكُمْ مِّنَ الْاَرْضِ ص وَلَاتَيَمَّمُوا الْخَبِيْثَ مِنْهُ تُنْفِقُوْنَ وَلَسْتُمْ بِاٰخِذِيْهِ اِلَّآ اَنْ تُغْمِضُوْا فِيْهِ ط وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○ (البقره ۲۶۷)

اے ایمان والو! خرچ کرو ستھری چیز بس اپنی کمائی میں سے، اور جو ہم نے نکال دیا تم کو زمین میں سے، اور نیت نہ رکھو گندی چیز پر کہ خرچ کرو، اور تم آپ وہ نہ لوگے، مگر جو آنکھیں موند لو۔ اور جان رکھو کہ اللہ بے پرواہ ہے، خوبیوں والا۔

وَقَالَ مُوْسٰى اِنْ تَكْفُرُوْٓا اَنْتُمْ وَمَنْ فِي الْاَرْضِ جَمِيْعًا لا فَاِنَّ اللّٰهَ لَغَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○ (ابراهيم ۸)

اور کہا موسیٰ نے، اگر منکر ہو گئے تم، اور جو لوگ زمین میں ہیں سارے، تو اللہ بے پرواہ ہے، سب خوبیوں سراہا۔

لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ط وَاِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ○ (الحج ٦٤)

اسی کا ہے، جو کچھ آسمان و زمین میں ہے، اور اللہ وہی ہے بے پرواہ سب خوبیوں سراہا۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا لُقْمٰنَ الْحِكْمَةَ اَنِ اشْكُرْ لِلّٰهِ ط وَمَنْ يَّشْكُرْ فَاِنَّمَا يَشْكُرُ لِنَفْسِهٖ ج وَمَنْ كَفَرَ فَاِنَّ اللّٰهَ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○ (لقمن ۱۲)

اور ہم نے دی ہے لقمان کو عقلمندی، کہ حق مان اللہ کا۔ اور جو کوئی حق مانے اللہ کا، تو مانے گا اپنے بھلے کو، اور جو کوئی منکر ہو گا، تو اللہ بے پرواہ ہے سب خوبیوں سراہا۔

لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ط اِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ○ (لقمن ٢٦)

اللہ کا ہے، جو کچھ ہے آسمان و زمین میں، بے شک اللہ ہی ہے بے پرواہ سب خوبیوں سراہا۔

يَٰٓأَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ج وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ○ (الفاطر ١٥)

لوگو! تم ہو محتاج اللہ کی طرف۔ اور اللہ وہی ہے بے پروا، سب خوبیوں سراہا۔

اَلَّذِيْنَ يَبْخَلُوْنَ وَ يَاْمُرُوْنَ النَّاسَ بِالْبُخْلِ وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ○ (حديد ٢٤)

وہ جو آپ نہ دیں، اور سکھاویں لوگوں کو نہ دینا۔ اور جو کوئی منہ موڑے، تو اللہ آپ ہے بے پرواہ سب خوبیوں سراہا۔

لَقَدْكَانَ لَكُمْ فِيْهِمْ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ لِّمَنْ كَانَ يَرْجُوا اللّٰهَ وَالْيَوْمَ الْاٰخِرَ ط وَمَنْ يَّتَوَلَّ فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ ○ (الممتحنة ٦)

البتہ تم کو بھلی چال چلنی ہے ان کی، جو کوئی امید رکھتا ہو اللہ کی، اور پچھلے دن کی، اور جو کوئی منہ پھیرے، تو اللہ وہی ہے بے پرواہ خوبیوں سراہا۔

ذٰلِكَ بِاَنَّهٗ كَانَتْ تَّاْتِيْهِمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَقَالُوْٓا اَبَشَرٌ يَّهْدُوْنَنَا فَكَفَرُوْا وَ تَوَلَّوْا وَّاسْتَغْنَى اللّٰهُ ط وَ اللّٰهُ غَنِيٌّ حَمِيْدٌ ○ (التغابن ٦)

یہ اس پر کہ لاتے تھے ان پاس ان کے رسول نشانیاں، پھر کہتے، کیا آدمی ہم کو راہ سوجھاویں گے؟ پھر منکر ہوئے اور منہ موڑا، اور اللہ نے بے پروائی کی۔ اور اللہ بے پروا ہے سب خوبیوں سراہا۔

غنی حمید پر مشتمل ایک اور آیت کا انداز ذرا مختلف ہے:

وَ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَ لَقَدْ وَصَّيْنَا الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ مِنْ قَبْلِكُمْ وَاِيَّاكُمْ اَنِ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَاِنْ تَكْفُرُوْا فَاِنَّ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَنِيًّا حَمِيْدًا ○ (النسآء ۱۳۱)

اور اللہ کا ہے، جو کچھ ہے آسمان و زمین میں۔ اور ہم نے کہہ رکھا ہے، پہلی کتاب والوں کو، اور تم کو، کہ ڈرتے رہو اللہ سے، اور اگر منکر ہو گئے، تو اللہ کا ہے، جو کچھ آسمان و زمین میں۔ اور اللہ بے پروا ہے، سب خوبیوں سراہا۔

(۱۰) اللہ حمید ہے

باقی آیاتِ کریمہ میں غنی کی صفت نہیں ہے۔ یا تو صرف حمید ہے یا دوسری صفات ہیں:

قَالُوْٓا اَتَعْجَبِيْنَ مِنْ اَمْرِ اللّٰهِ رَحْمَتُ اللّٰهِ وَ بَرَكٰتُهٗ عَلَيْكُمْ اَهْلَ الْبَيْتِ ؕ اِنَّهٗ حَمِيْدٌ مَّجِيْدٌ ○ (هود ۷۳)

وہ بولے: کیا تعجب کرتی ہے اللہ کے حکم سے؟ اللہ کی مہر ہے اور برکتیں تم پر، اے گھر والو! وہ ہے سراہا بڑائیوں والا۔

لَّا يَاْتِيْهِ الْبَاطِلُ مِنْ ۢ بَيْنِ يَدَيْهِ وَلَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِيْلٌ مِّنْ حَكِيْمٍ حَمِيْدٍ ○ (فصلت/ حم السجدة ۴۲)

اس پر جھوٹ کا دخل نہیں، آگے سے نہ پیچھے سے۔ اتاری ہے حکمتوں والے سب خوبیوں سراہے کی۔

وَهُوَ الَّذِيْ يُنَزِّلُ الْغَيْثَ مِنْ ۢ بَعْدِ مَا قَنَطُوْا وَ يَنْشُرُ رَحْمَتَهٗ ؕ وَهُوَ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ ○ (الشورىٰ ۲۸)

اور وہی ہے، جو اتارتا ہے مینہ، پیچھے اس سے کہ آس توڑ چکے اور پھیلاتا ہے اپنی مہر۔ اور وہی ہے کام بنانے والا، خوبیوں سراہا۔

وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ○ (الحج ۲۴)

اور راہ پائی انہوں نے ستھری بات کی اور راہ پائی اس خوبیوں سراہے کی راہ۔

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ○ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ وَوَيْلٌ لِّلْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ شَدِيْدِ ○ (ابرٰهيم ۱-۲)

ایک کتاب ہے کہ ہم نے اتاری تیری طرف، کہ تو نکالے لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کو، ان کے رب کے حکم سے، راہ پر اس زبردست سراہے اللہ کی۔ جس کا ہے سب، جو کچھ آسمانوں و زمین میں۔ اور خرابی ہے منکروں کو، ایک سخت عذاب سے۔

وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ○ (سبا ٦)

اور دیکھ لیں جن کو ملی ہے سمجھ، کہ جو تجھ پر اترا تیرے رب سے، وہی ٹھیک ہے، اور سوجھاتا ہے راہ اس زبردست خوبیوں والے کی۔

وَمَا نَقَمُوْا مِنْهُمْ اِلَّآ اَنْ يُّؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۙ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ وَاللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ شَهِيْدٌ ○ (البروج ۸-۹)

اور ان سے بدلا نہ لیتے تھے، مگر اسی کا، کہ یقین لائے اللہ پر، جو زبردست ہے خوبیوں سراہا۔ جس کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور اللہ کے سامنے ہے ہر چیز۔

ان آیات کریمہ کے مختصر تجزیہ سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ پہلی آیت میں اللہ تعالیٰ کو صدقہ و زکوٰۃ میں اچھی چیزیں دینے اور بُری چیزیں نہ دینے کے حوالہ سے غنی (مستغنی) اور حمید (اپنی ذات سے حمد سے متصف) قرار دیا گیا ہے۔ یعنی زکوٰۃ و صدقہ میں اچھی چیزوں میں اللہ کا کوئی فائدہ ہے اور گندی چیزوں میں نہ اس کا کوئی نقصان ہے کیونکہ اس کو تمہارے صدقہ و زکوٰۃ کی ضرورت نہیں اور وہ تمام صفاتِ حمیدہ کا پیکرِ ذاتی ہے۔ دوسری آیت میں یہ حقیقت اجاگر کی گئی ہے کہ اگر تمام لوگ، کائنات کے تمام ذی شعور اور ساری مخلوقات اللہ تعالیٰ کا انکار و کفر کر دیں تو اس کی ذات و صفات پر، اس کی پادشاہی و فرمانروائی پر، اور اس کی مالکیت و ربوبیت پر کوئی حرف نہیں آتا کہ وہ بذاتِ خود صفاتِ حمیدہ سے متصف اور مستغنی ہے اور کسی کی توصیف و تعریف، حمد و ثنا اور ستائش و زیبائش کا محتاج نہیں۔ پانچویں آیت میں اسی بات کو مزید نکھارا گیا کہ اللہ تعالیٰ کا جو شکر کرتا ہے وہ اپنے بھلے کے لیے کرتا ہے اور حضرت لقمان جیسے صاحبانِ حکمت و بصیرت ارشادِ الٰہی کی تعمیل میں بھی اور اپنی سعید فطرت کے تقاضے کے تحت بھی اپنے مالک و خالق کا شکر ادا کرتے رہتے تھے اور جو کفر کرتے ہیں وہ اپنا ہی نقصان کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ پر نہ ان کے شکر کا فائدہ مرتب ہوتا ہے اور نہ ان کے کفر کا نقصان، کیونکہ وہ تو مستغنی ذات ہے اور صفاتِ حمد سے متصف پیکر۔ تیسری اور پانچویں آیاتِ کریمہ معمولی لفظی فرق کے ساتھ بالکل ہم لفظ و ہم معنی ہیں کہ جو ذاتِ اعلیٰ و اقدس آسمان و زمین کی مالک و فرمانروا ہو اس کو کسی کی تعریف و ستائش کی حاجت نہیں۔ وہ ان کی اطاعت و عبادت کا بھی محتاج نہیں کیونکہ وہ تو خود داتا ہے اور اپنی ذات میں پیکر حمد و ثنا اور منبعِ جود و سخا ہے۔ چھٹی اور ساتویں آیاتِ کریمہ میں یہ حقیقت مزید اجاگر کی کہ تمام مخلوقات بالخصوص انسان اللہ کے محتاج ہیں اور ایک محتاج اپنے اللہ کو اپنے داتا کو کیا دے سکتا ہے کیونکہ وہ تو بلکہ وہی تو غنی اور حمید ہے۔ جو لوگ اس کا ادراک رکھتے ہیں وہ اللہ کی راہ میں اسی کا دیا ہوا مال خرچ کر کے اس کی خوشنودی اور اپنی رفعت و منزلت حاصل کرتے ہیں اور جو خود بخل کرتے ہیں اور اپنی سفلی فطرت کے تحت دوسروں کو بھی بخل کرنے اور اللہ کی راہ میں خرچ نہ کرنے کا حکم دیتے ہیں وہ سرکشی کرتے ہیں اور خود اس کا خمیازہ بھگتیں گے۔ اللہ کو اس کی کیا پروا؟ وہ تو خود اپنی ذات

میں غنی صاحبِ صفاتِ ستودہ ہے۔ اگلی دو آیاتِ کریمہ۔ آٹھویں اور نویں میں رسولوں کو ہدایتِ الٰہی دینے والا اور ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی کرنے پر اجر و ثواب اور نجات و فلاح کا مدار بتایا گیا۔ اب جو لوگ کسی سبب سے خواہ بشریتِ رسول کے سبب یا اپنی فطرت کی کسی کجی کے سبب ان ربانی ہادیوں سے فیض نہیں اٹھاتے، ان کے اسوۂ حسنہ کی پیروی نہیں کرتے اور کفر و انکار پر آمادہ ہیں تو کس کا نقصان ہے اللہ تو غنی اور حمید ہے۔ اس انداز کی آخری آیت میں اللہ کی کائناتی فرمانروائی اور تشریعی و تکوینی پادشاہی کا ذکر کر کے بتایا گیا ہے کہ اگر انسان کفر و سرکشی پر اڑا رہے تو یہ نہ سمجھے کہ اللہ کی کوئی اطاعت و فرمانبرداری نہیں کرتا۔ سارے آسمانوں اور پوری کائنات کی تمام چیزیں اس کی فرمانروائی کو تسلیم کرتی، اس کی اطاعت و عبادت اور تسبیح و تحمید کرتی ہیں مگر اس غنی و مستغنی اور حمید و محمود کو ان کی اطاعت و عبادت اور حمد و ثنا کی حاجت نہیں۔ وہ تو اپنا وظیفۂ حیات ادا کر رہی ہیں۔ ان کے اللہ کی ذات تو خود حمید و محمود اور مستغنی و صمد ہے۔ غور و فکر اور تدبر و تعقل سے کام لیا جائے تو ان آیات سے یہ امر واضح کر دیا گیا ہے کہ خواہ عقیدہ و ایمان کا معاملہ ہو یا اس کے مخالف کفر و انکار کا، عملِ صالح کا ہو یا اس کے برعکس عمل فاسد کا، اللہ تعالیٰ کو کسی کی بھی ذاتی و صفاتی حمد و ثنا کی حاجت و ضرورت نہیں۔ وہ صاحبِ حمد و مالکِ ثنا تو دوسروں کو محمود و قابلِ ثنا بناتا ہے۔ حمد و ثنا تو اس کی ذات سے وابستہ ہے۔ اسے کسی کے فعلِ ثنا اور عملِ حمد کی حاجت نہیں۔

باقی سات آیاتِ کریمہ جن میں اللہ کی صفت حمید آئی ہے اور جو غنی کی صفت سے خالی ہیں مختلف حوالوں سے اللہ تعالیٰ کی حمد و ثنا کو ذاتی صفت ثابت کرتی ہیں۔ پہلی آیت کا خاص پس منظر یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت ابراہیم اور ان کی اہلیہ محترمہ حضرت سارہ کو بڑھاپے میں اپنی رحمتِ کاملہ سے اولادِ نرینہ سے نوازنے کی خوشخبری دی۔ حضرت ابراہیم تو اللہ کے خلیل اور برگزیدہ نبی تھے اس لیے ان کو تو کوئی حیرت و استعجاب نہیں ہوا مگر ان کی اہلیہ کو ہوا۔ تو خوشخبری دینے والے فرشتوں نے ان کی حیرت دور کی اور بتایا کہ آپ کے گھرانے پر اللہ کی خاص رحمت و برکت ہے کیونکہ وہ تو اپنی ذات سے حمد و مجد والا ہے اور ایسی شاندار بشارت سن کر تو اس حمید مجید اللہ کی اور بھی حمد و مجد کرنی چاہیئے۔ حافظ ابنِ کثیر نے اس کی تشریح میں لکھا ہے کہ وہی اپنے تمام افعال و اقوال میں حمید ہے اور وہی اپنی تمام صفات میں اور ذاتِ احد میں محمود اور مُمجّد (صاحبِ حمد و اہلِ مجد) ہے۔ جبکہ مولانا اصلاحی جیسے کئی مفسرین کرام نے شکر کے معنی یہاں خاص کر لئے ہیں۔ تیرھویں آیت میں مایوسی کے بعد انسانوں کو بارش جیسی نعمت سے سرفراز کرنے اور اس کے ذریعہ اپنی رحمت سے لوگوں کو ڈھانپ لینے کا ذکر ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی مایوسی کے بعد جب وہ نعمتِ غیر مترقبہ ملتی ہے تو اہلِ ایمان کی زبانیں اللہ کی حمد میں رطب اللسان ہو جاتی ہیں اور کفر و تمرد پر آمادہ عناصر مزید کفر و سرکشی کرتے اور رحمتِ الٰہی کا انکار کر کے ہفوات بکتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ شکرگزاروں کی حمد سے اور ناشکروں کی نکتہ چینی خاموشی یا ناشکری سے مستغنی اپنی ذات میں حمید ہے۔ باقی آیات میں کتابِ الٰہی (قرآنِ مجید)، وحیِ الٰہی (قرآن

مجید) کے کتابِ ہدایت ہونے اُس کے ذریعہ لوگوں کو تاریکیوں سے نور میں لانے، اہلِ علم کے اعتراف حق کرنے اور خود کتابِ الٰہی کو اپنی جگہ باطل سے ہر طرح محفوظ رکھنے اور اس کے نتیجہ میں اہلِ ایمان کے ایمان لانے اور اہلِ کفر و تمرد کے ہاتھوں تعذیب سے گذرنے کا ذکر کر کے اللہ تعالیٰ کو حمید کہا ہے۔ اور ساتھ میں کئی مقامات پر دوسری مناسب صفات بھی اس کے ساتھ جوڑ دی ہیں۔ ان میں پندرھویں اور سترھویں آیات میں تین صفاتِ الٰہی کو اسمِ ذات اللہ کے ساتھ مقرون کیا گیا ہے جو بہت اہم ہے۔ وہ صفات ہیں: عزیز، حمید اور ملِک جس کا ذکر ملک یا پادشاہی ارض و سما کے معروف فقرہ سے کیا گیا ہے۔

حمدِ الٰہی پر مشتمل تمام آیاتِ کریمہ کے اس غائر مطالعہ اور مفصل تجزیہ سے یہ حقیقت روشن ہوتی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی ذات سے حمید و محمود ہے یعنی حمد و ثنا اور تعریف و تحسین اس کی ذات والاصفات کے ساتھ قائم و دائم ہے۔ یہی سبب ہے کہ وہ ازل سے تا ابد حمید و محمود ہے اور حمد اس کے کسی کام کسی فعل اور کسی صفت کے وقت اس کی ذات سے کسی لمحہ اور کسی زمان و آن میں الگ نہیں ہوتی۔ اسی طرح وہ کسی غیر کے حمد کرنے اور تعریف و ثنا کرنے سے محمود و حمید نہیں ہوتا۔ کوئی حمد کرے یا نہ کرے وہ محمود ہی رہتا ہے اور اس کی حمیدیت میں شمہ بھر فرق نہیں آتا۔ حتیٰ کہ کوئی اس کی جنابِ قدوسیت و محمودیت میں گستاخی کر کے اس کی۔ نعوذ باللہ۔ مذمت و برائی کرے تو بھی اس کی حمد جوں کی توں قائم رہتی ہے۔ جس طرح حمد اس کی ذاتِ والاصفات کے ساتھ قائم و دائم ہے اسی طرح تمام مخلوقات کی جبلت و فطرت میں یہ امر ودیعت ہے کہ اپنے اللہ و رب کی حمد و ثنا کرے۔ اسی حقیقت کو قرآنِ مجید کی متعدد آیاتِ کریمہ کے ذریعہ تمام مظاہرِ فطرت اور فرشتوں وغیرہ جیسی مجبور و مطیع اور مامور مخلوقات کی حمد و تسبیحِ مسلسل کرنے سے اجاگر کیا گیا ہے۔ جبکہ انسان و جن جیسی مخلوقاتِ مختار کو ہر آن و زمان میں اور ہر مکان و مقام میں ہر کام و عمل پر اللہ تعالیٰ کی حمد کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ اللہ تعالیٰ کے متقی و نیک بندے اس کے حکم کی تعمیل میں بھی اور اپنے جذبۂ تشکر اور فطرتِ مخلوقیت کے تحت بھی اس کی ہمیشہ حمد کرتے رہتے ہیں۔ اور جو بد نہاد ہیں وہ بھی اس سے گریز کرتے ہیں اگرچہ ان کا گریز و اعراض ان کے اختیار کا اظہار ہوتا ہے تاہم ان کی جبلت و فطرت اپنے عمل و فعل سے اپنے خالق و مالک کی حمد کرتی رہتی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس حمدِ ربانی اور ثناخوانیِ الٰہی سے خود حامد و ثناخواں کو فیض پہنچتا رہتا ہے کہ وہ محمود و حمید تو کسی کی حمد و ثنا سے مستغنی ہے مگر وہ چونکہ کریم و حلیم اور رحمٰن رحیم ہے اس لیے اپنے بندۂ حامد اور چاکرِ ثناخواں کی تعمیلِ ارشادِ الٰہی سے خوش ہو کر اس کو ہر حمد و شکر پر بیش از بیش نعمت عطا کرتا ہے۔ قرآنِ مجید میں جہاں جہاں حمد زبانِ الٰہی سے ادا ہوئی ہے وہ خالص حمد ہے کہ زبانِ الٰہی سے شکر کس کا ادا ہو سکتا ہے؟ مگر جہاں وہ کسی بندۂ الٰہی کی زبان سے ادا کی گئی ہے وہاں بھی شکر کے مقابلہ حمد کا مفہوم ہی زیادہ موزوں اور بہتر ہے کہ وہ شکرِ بندہ اور حمدِ الٰہی دونوں کا جامع ہے۔

(۱۱) "اللہ" قرآن میں: مختلف اسالیب

اللہ تعالیٰ کی کتابِ حکیم میں اللہ کا ذکر آنا تا گزیر ہے لہٰذا وہ قرآنِ مجید میں ایک شمار و تجزیہ کے مطابق تقریباً دو ہزار

چھ سو ستانوے بار/ مقامات پر آیا ہے۔ ان میں سے حالتِ فاعلی میں (اَللّٰہُ) نو سو اسی مقامات پر۔ حالتِ مفعولی میں (اللّٰہَ) پانچ سو بانوے بار اور حالتِ جر میں (اَللّٰہِ) گیارہ سو پچیس مرتبہ مذکور ہوا ہے۔ پانچ آیاتِ کریمہ میں وہ حالت نداء میں اللّٰھم آیا ہے۔ وہ آیات ہیں: آلِ عمران ۲۶، مائدہ: ۱۱۴، انفال: ۳۲، یونس: ۱۰ اور زمر: ۴۶۔ ظاہر ہے کہ اللہ کا قرآنِ مجید کی ان تمام آیاتِ کریمہ میں تجزیہ کرنا بڑا دقت طلب اور صبر آزما کام ہے جو دفتر کے دفتر چاہتا ہے اور بقولِ الٰہی کلماتِ الٰہی اتنے زیادہ اور حد و شمار سے اتنے ماورا ہیں کہ ان کے لکھنے کے لیے پوری زمین کے تمام درختوں کے قلم اور چودہ سمندروں کی روشنائی بھی ناکافی ہے۔ عقل و منطق بھی یہی بتاتی ہے کہ بیکراں و بے مکان و زماں اللہ کی صفات و افعال کا حال بھی بیکراں و بے حد و حساب ہے اور ہم محدود علم و عقل اور کم بصیرت والوں کے لیے محال، لہٰذا بعض صفاتِ عالیہ اور افعالِ جلیلہ کے پس منظر میں ان چاروں اقسام کی آیات کا ایک نمونہ کا تجزیہ پیش کیا جاتا ہے۔

(الف) اسلوبِ اوّل: لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوْ

اللہ تعالیٰ کی سب سے بڑی صفت الٰہ (معبود اور سزاوارِ عبادت) ہونا ہے۔ اس حقیقت کو قرآنِ مجید میں مختلف انداز اور گوناگوں اسلوب میں بیان کیا گیا ہے تاکہ کم عقل اور نا سمجھ انسانوں کے عقل و دماغ اور قلب و دل کے دروازے کھلیں اور وہ اپنے معبودِ حقیقی کو جس کے سوا اور کوئی معبود نہیں صحیح صحیح پہچان سکیں۔ سب سے اہم اسلوب "لا الٰہ الا اللہ" ہے جو چند آیات میں آیا ہے جیسے صافات: ۳۵، محمد: ۱۹، اسی کا دوسرا رنگ جو دوسرے تمام اسالیب میں سب سے اہم ہے "لا الٰہ الا ہو" والا اسلوب ہے جو متعدد آیات میں آیا ہے جیسے بقرہ: ۱۶۳، ۲۵۵، آلِ عمران: ۲، ۶، ۱۸، نساء: ۸۷، انعام: ۱۰۲، ۱۰۶، اعراف: ۱۵۸، توبہ: ۳۱، ۱۲۹، ہود: ۱۴، رعد: ۳۰، طٰہٰ: ۸، ۹۸، مومنون: ۱۱۶، نمل: ۲۶، قصص: ۷۰، ۸۸، فاطر: ۳، زمر: ۶، غافر: ۳، ۶۲، ۶۵، حشر: ۲۲، ۲۳، تغابن: ۱۳ اور مزمل: ۹۔ چند آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنی جانب نسبت کر کے صیغۂ متکلم کی ضمیر میں اپنی الوہیت ثابت کی ہے۔ جیسے سورۂ نحل: ۲، طٰہٰ: ۱۴، اور سورۂ انبیاء: ۲۵ صرف ایک آیت میں حضرت یونس علیہ السلام کی زبانِ اقرار سے لا الٰہ الا انت کہلوایا گیا ہے (انبیاء: ۸۷)

ان میں سے چند آیاتِ کریمہ بطور مثال پیش ہیں:

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ ۝ (بقرہ ۲۵۵ ، ال عمران ۲)

اللہ! اس کے سوا کسی کی بندگی نہیں، جیتا ہے سب کا تھامنے والا۔

شَهِدَ اللّٰهُ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ وَالْمَلٰٓئِكَةُ وَاُولُوا الْعِلْمِ قَآئِمًا بِالْقِسْطِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (آل عمران ۱۸)

اللہ نے گواہی دی، کہ کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، اور فرشتوں نے، اور علم والوں نے، وہی حاکم انصاف کا، کسی کو بندگی نہیں اس کے سوا، زبردست ہے حکمت والا۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَيَجْمَعَنَّكُمْ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ لَا رَيْبَ فِيْهِ ۭ وَمَنْ اَصْدَقُ مِنَ اللّٰهِ حَدِيْثًا ۝ (النسآء ۸۷)

اللہ کے سوا کسی کی بندگی نہیں۔ تم کو جمع کرے گا قیامت کے دن، اس میں شک نہیں۔ اور اللہ سے سچی کس کی بات؟

ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ فَاعْبُدُوْهُ ۚ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ وَّكِيْلٌ ۝ (انعام ۱۰۲)

یہ اللہ ہے رب تمہارا، اس کے سوا کسی کو بندگی نہیں، بنانے والا ہر چیز کا سو تم اس کی بندگی کرو، اور اس پر ہر چیز کا حوالہ ہے۔

اِتَّبِعْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ وَ اَعْرِضْ عَنِ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (انعام ۱۰۶)

تو چل اس پر، جو حکم آوے تجھ کو تیرے رب سے کہ کسی کی بندگی نہیں سوا اس کے، اور جانے دے شرک کرنے والوں کو۔

اِتَّخَذُوْٓا اَحْبَارَهُمْ وَ رُهْبَانَهُمْ اَرْبَابًا مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَالْمَسِيْحَ ابْنَ مَرْيَمَ ۚ وَمَآ اُمِرُوْٓا اِلَّا لِيَعْبُدُوْٓا اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ سُبْحٰنَهٗ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ (التوبہ ۳۱)

ٹھہرائے ہیں اپنے عالم اور درویش خدا، اللہ کو چھوڑ کر اور مسیح بیٹا مریم کا، اور حکم یہی ہوا تھا کہ بندگی کریں ایک صاحب کی، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، وہ پاک ہے ان کے شریک بتانے سے۔

فَاِنْ تَوَلَّوْا فَقُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَهُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ (توبہ ۱۲۹)

پھر اگر وہ پھر جاویں تو تو کہہ، بس ہے مجھ کو اللہ، کسی کی بندگی نہیں سوائے اس کے۔ اسی پر میں نے بھروسا کیا۔ اور وہی ہے صاحب تخت کا۔

فَاِلَّمْ يَسْتَجِيْبُوْا لَكُمْ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّمَآ اُنْزِلَ بِعِلْمِ اللّٰهِ وَاَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَهَلْ اَنْتُمْ مُّسْلِمُوْنَ ۝ (ھود ۱۴)

پھر اگر نہ کریں تمہارا کہنا، تو جان لو کہ یہ اترا ہے اللہ کی خبر سے، اور کوئی حاکم نہیں سوا اس کے، پھر اب تم حکم مانتے ہو؟

يُنَزِّلُ الْمَلٰٓئِكَةَ بِالرُّوْحِ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖٓ اَنْ اَنْذِرُوْٓا اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاتَّقُوْنِ ۝ (نحل ۲)

اتارتا ہے فرشتے بھید لے کر اپنے حکم سے، جس پر چاہے اپنے بندوں میں، کہ خبر پہنچا دو، کہ کسی کی بندگی نہیں۔ میرے سو مجھ سے ڈرو۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۝ (طٰهٰ ۸)

اللہ ہے جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی، اس کے ہیں سب نام خاصے۔

اِنَّنِيْٓ اَنَا اللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدْنِيْ ۙ وَ اَقِمِ الصَّلٰوةَ لِذِكْرِيْ ۝ (طٰه ۱۴)

میں جو ہوں، میں اللہ ہوں، کسی کی بندگی نہیں سوا میرے، سو میری بندگی کر، اور نماز کھڑی رکھ میری یاد کو۔

اِنَّمَآ اِلٰـهُكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۭ وَسِعَ كُلَّ شَيْءٍ عِلْمًا ۝ (طٰہٰ ۹۸)

تمہارا صاحب وہی اللہ ہے، جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی سب چیز سما گئی ہے اس کی خبر میں۔

وَمَآ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا نُوْحِيْٓ اِلَيْهِ اَنَّهٗ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنَا فَاعْبُدُوْنِ ۝ (الانبیآء ۲۵)

اور نہیں بھیجا ہم نے، تجھ سے پہلے کوئی رسول، مگر اس کو یہی حکم بھیجا کہ بات یوں ہے کسی کی بندگی نہیں سوائے میرے، سو میری بندگی کرو۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ۝ (المومنون ۱۱۶)

سو بہت اوپر ہے اللہ وہ بادشاہ سچا، کوئی حاکم نہیں اس کے سوا۔ مالک اس خاصے تخت کا۔

اَللّٰهُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ۝ (نمل ۲۶)

اللہ ہے! کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا۔ صاحب تخت بڑے کا۔

وَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰـهًا اٰخَرَ ۘ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۣ كُلُّ شَيْءٍ هَالِكٌ اِلَّا وَجْهَهٗ ۭ لَهُ الْحُكْمُ وَاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۝ (القصص ۸۸)

اور مت پکار اللہ کے سوا اور حاکم، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، ہر چیز فنا ہے مگر اس کا منہ، اسی کا حکم ہے، اور اسی کی طرف پھر جاؤ گے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ ۭ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَيْرُ اللّٰهِ يَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَاۗءِ وَالْاَرْضِ ۭ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ڮ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ ۝ (فاطر ۳)

لوگو! یاد کرو احسان اللہ کا اپنے اوپر، کوئی ہے بنانے والا اللہ کے سوا؟ روزی دیتا تم کو آسمان اور زمین سے۔ کوئی حاکم نہیں مگر وہ۔ پھر کہاں سے الٹے جاتے ہو؟

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ۝ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَاۗءُ الْحُسْنٰى ۭ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۝ (الحشر ۲۲-۲۴)

وہ اللہ ہے جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی، جانتا ہے چھپا اور کھلا، وہ ہے بڑا مہربان رحم والا۔ وہ اللہ ہے! جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی، وہ بادشاہ، پاک ذات، چنگا، امان دیتا، پناہ میں لیتا، زبردست دباؤ والا، صاحب بڑائی کا، پاک ہے اللہ

اس سے جو شریک بتاتے ہیں۔ وہ اللہ ہے بنانے والا، نکال کھڑا کرتا، صورت کھینچتا، اسی کے ہیں سب نام خاصے، اس کی پاکی بولتا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور وہی ہے زبردست حکمت والا۔

ان آیاتِ کریمہ کی تشریح کی ضرورت نہیں کہ وہ خود منہ بولتی توحیدِ الٰہی کی شہادت ہیں۔ چند ضروری نکات پر توجہ دلانے کے لیے عرض کیا جاتا ہے کہ ان آیاتِ مقدسہ میں اللہ تعالیٰ کی ذاتِ والاصفات کا ذکر اس کے اسمِ جلالت کے ساتھ بھی آیا ہے۔ اور "ھو" کی اہم ترین اور معنی خیز ضمیر کے ساتھ کہ اس سے اللہ کے سوا اور کوئی مراد نہیں ہو سکتا۔ دلچسپ حقیقت اور توحیدِ ربانی کی سچی شہادت یہ ہے کہ ھُو (وہ) دوسرے مذاہب عالم خاص کر آسمانی ادیانِ الہامی میں اللہ تعالیٰ کے لیے ہی آتا ہے۔ اس کے ساتھ اللہ تعالیٰ نے بعض آیاتِ مقدسہ میں اپنی ذات کی طرف "أنا" (میں) کہہ کر بھی اشارہ کیا ہے جو بہت اہم اور ذاتی ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی شہادت دی ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور اس کی شہادت سے بڑھ کر کس کی گواہی ہو سکتی ہے؟ پھر اس حقیقتِ عالی پر ملائکہ بھی گواہ ہیں اور اہلِ علم بھی۔ اللہ تعالیٰ نے تمام رسولوں کو اس حقیقت سے آگاہ کر کے ان کو اور ان کی امتوں کو اپنی ہی بندگی کرنے کا حکم دیا تھا مگر بہت سی امتوں نے اس سے روگردانی کی اور غیر اللہ کو معبود بنا لیا۔ اللہ تعالیٰ نے اپنے عظیم رسول حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کو حکم دیا کہ اس کے سوا اور کسی کو الٰہ و معبود نہ مانیں اور سب کو اسی کی دعوت دیں۔ اگر کوئی اس سے اعراض کرے تو فرما دیں کہ وہی میرا اللہ ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں۔ یہی حکم آپ سے پہلے حضرت موسیٰ کو دیا تھا اور اسی حکم کو فرشتوں کے ذریعہ تمام انسانوں تک پہونچایا تھا۔ یہ ایسی حقیقت امری ہے کہ اس کا انکار ممکن نہیں۔ ان آیات میں اللہ تعالیٰ کی کئی اہم ترین صفاتِ ذاتی اور فعلی کا بھی ذکر ہے۔ وہ زندہ جاوید، دوسروں کو حیات بخشنے والا، خالق، رازق، وکیل، رب، علیم، اسماءِ حسنیٰ کا مالک، عالمِ غیب و شہادت، پادشاہ، عزیز اور جبار ہے۔ وہ دراصل تمام اسماءِ حسنیٰ اور صفاتِ عالیہ کا مالک ہے جیسا کہ ان آیاتِ کریمہ کے علاوہ دوسری بے شمار آیاتِ مقدسہ میں کہا گیا ہے۔

(ب) اسلوب دوم: وَمَا مِنْ إِلٰهٍ اِلاَّ اللّٰهُ

توحیدِ الٰہی کو ثابت کرنے والی دوسری بہت سی آیات ہیں۔ ان میں ایک اسلوب " وَمَا مِنْ إِلٰهٍ اِلاَّ اللّٰهُ " ہے جو سورۂ آل عمران ۶۲ اور ص ۶۵ میں پایا جاتا ہے اور وہ آیات بالترتیب حسب ذیل ہیں:

اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْقَصَصُ الْحَقُّ ۚ وَمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلاَّ اللّٰهُ ۗ وَ اِنَّ اللّٰهَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ○ (۳ : ۶۲)

یہ جو ہے سو یہی ہے بیان تحقیق، اور کسی کی بندگی نہیں سوا اللہ کے، اور اللہ جو ہے وہی ہے زبردست حکمت والا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۖ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلاَّ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○ (۳۸ : ۶۵)

تو کہہ میں تو یہی ہوں ڈر سنانے والا۔ اور حاکم کوئی نہیں مگر اللہ اکیلا دباؤ والا۔

(ج) اسلوب سوم: مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ

ایک اور اسلوب جو عام طور سے انبیاء کرام نے اپنی قوموں کو مخاطب کرتے وقت اختیار کیا تھا۔ یہ ہے:

لَقَدْ اَرْسَلْنَا نُوْحًا اِلٰى قَوْمِهٖ فَقَالَ يٰقَوْمِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ (الاعراف : ۵۹)

ہم نے بھیجا نوح کو، اس کی قوم کی طرف، تو بولا، اے قوم! بندگی کرو اللہ کی، کوئی نہیں تمہارا صاحب اس کے سوا۔

یہی اسلوب حضرات ھود، صالح اور شعیب علیہم السلام کی دعوتِ اسلام میں بیان کیا گیا ہے جیسا کہ اسی سورہ کی آیات: ۶۵، ۷۳، اور ۸۵ میں نظر آتا ہے۔ ان کے علاوہ دوسری سورتوں میں بھی یہ اسلوب پایا جاتا ہے مثلاً سورہ ھود: ۵۰، ۶۱، ۸۴، المومنون: ۲۳، ۳۲۔

(د) اسلوب چہارم ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ

اللہ تعالیٰ کی الوہیت ثابت کرنے کے لیے متعدد آیات میں استفہام کے کم از کم دو اسلوب اختیار کئے ہیں۔ ایک سورۂ نمل کی متعدد آیات میں ہے جیسے:

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ هُمْ قَوْمٌ يَّعْدِلُوْنَ ○ (۲۷ : ۶۰)

اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ؟ کوئی نہیں، ان بہتوں کو سمجھ نہیں۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ ○ (۲۷ : ۶۱)

اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ؟ کوئی نہیں، ان بہتوں کو سمجھ نہیں۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ○ (۲۷ : ۶۲)

اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ؟ تم سوچ کم کرتے ہو۔

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ تَعٰلَى اللّٰهُ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (۲۷ : ۶۳)

اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ؟ اللہ بہت اوپر ہے اس سے جو شریک بناتے ہیں

ءَاِلٰهٌ مَّعَ اللّٰهِ قُلْ هَاتُوْا بُرْهَانَكُمْ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ○ (۲۷ : ۶۴)

اب کوئی حاکم ہے اللہ کے ساتھ؟ تو کہہ، لاؤ اپنی سند اگر سچے ہو۔

(س) اسلوبِ پنجم: مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ

دوسرا اسلوب استفہام سورۂ قصص کی دو آیاتِ کریمہ ۲ ــــ ۷۱ میں پایا جاتا ہے:

قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ الَّيْلَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِضِيَآءٍ اَفَلَا

تَسْمَعُوْنَ ○ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ جَعَلَ اللّٰهُ عَلَيْكُمُ النَّهَارَ سَرْمَدًا اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ مَنْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ يَاْتِيْكُمْ بِلَيْلٍ تَسْكُنُوْنَ فِيْهِ ؕ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ ○ (القصص: ۷۱-۷۲)

تو کہہ! دیکھو تو اگر اللہ رکھ دے تم پر رات ہمیشہ کو قیامت کے دن تک، کون حاکم ہے اللہ کے سوا، کہ لاوے تم کو کہیں روشنی؟ پھر کیا تم سنتے نہیں؟ تو کہہ، دیکھو تو، اگر رکھدے اللہ تم پر دن ہمیشہ کو قیامت کے دن تک، کون حاکم ہے اللہ کے سوا؟ کہ لاوے تم کو رات جس میں چین پکڑو، کیا تم نہیں دیکھتے؟

یہی اسلوب بعض اور آیاتِ کریمہ میں پایا جاتا ہے جیسے سورۂ انعام ۶۴، "غیر" کے ساتھ دوسرے کئی اسالیب بھی اللہ کی الوہیت و وحدانیت ثابت کرنے کے لیے اختیار کئے گئے ہیں مثلاً سورۂ فاطر ۳ جس کا ذکر اوپر آچکا۔ یا جیسے سورۂ طور کی آیت ۴۳ ہے:

اَمْ لَهُمْ اِلٰهٌ غَيْرُ اللّٰهِ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (۵۲ : ۴۳)

کیا ان کا کوئی حاکم ہے اللہ کے سوا؟ وہ اللہ نرالا ہے ان کا شریک بتلانے سے۔

اسی طرح سورۂ اعراف ۱۴۰ میں یہ اسلوب دوسرے الفاظ میں اختیار کیا گیا ہے۔

(ص) اسلوب ششم: لَاتَجْعَلْ/ لَاتَجْعَلُوْا مَعَ اللهِ إلٰهًا اٰخَرَ

متعدد آیات میں اللہ تعالیٰ نے مختلف رسولوں کی زبانوں سے اور جداگانہ پس منظر اور گوناگوں اسالیب میں اللہ کے ساتھ کسی اور کو الٰہ و معبود بنانے سے روکا ہے۔ جیسے سورۂ قصص نمبر ۸۸ میں گذر چکا۔ ایسی بعض اور آیات یہ ہیں:

لَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَقْعُدَ مَذْمُوْمًا مَّخْذُوْلًا ○ (۱۷ : ۲۲)

نہ ٹھہرا اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم، پھر بیٹھ رہے گا تو اولاہنا پاکر بے کس ہو کر۔

وَلَا تَجْعَلْ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتُلْقٰى فِيْ جَهَنَّمَ مَلُوْمًا مَّدْحُوْرًا ○ (۱۷ : ۳۹)

اور نہ ٹھہرا اللہ کے سوا اور کی بندگی، پھر پڑے تو دوزخ میں اولاہنا کھایا دھکیلا۔ (اسراء نمبر ۲۲ اور نمبر ۳۹)۔

فَلَا تَدْعُ مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ فَتَكُوْنَ مِنَ الْمُعَذَّبِيْنَ ○ (۲۶ : ۲۱۳)

سو تو مت پکار اللہ کے ساتھ دوسرا حاکم، پھر تو پڑے عذاب میں۔ (الشعراء نمبر ۲۱۳)

وَلَا تَجْعَلُوْا مَعَ اللّٰهِ اِلٰهًا اٰخَرَ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ مِّنْهُ نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ ○ (۵۱ : ۵۱)

اور نہ ٹھہراؤ اللہ کے ساتھ اور کوئی پوجنے کا، میں تم کو اس کی طرف سے ڈر سناتا ہوں کھول کر۔ (الذٰریٰت نمبر ۵۱)

ایسی متعدد آیات ہیں اور ان کی تائید میں دوسری اسالیب کی بھی آیات ہیں۔

(ط) اسلوب ہفتم: اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِد

آخر میں چند وہ آیات کریمہ جو واضح الفاظ و اسلوب میں اللہ کی وحدانیت کا اعلان کرتی ہیں:

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (البقرہ ۱۶۳) اور تمہارا رب اکیلا رب ہے۔ کسی کو پوجنا نہیں اسکے سوا، بڑا مہربان ہے، رحم والا۔ إلٰہ واحد کا واضح ذکر بہت سی آیات میں آیا ہے جیسے نساء نمبر ۱۷۱، مائدہ نمبر ۷۳، انعام نمبر ۱۹، ابراہیم نمبر ۵۲، نحل نمبر ۲۲، نمبر ۵۱، کہف نمبر ۱۱۰، انبیاء نمبر ۱۰۸، الحج نمبر ۳۴، صافات نمبر ۶۵ اور فصلت نمبر ۶ وغیرہ۔

(۱۲) حالتِ فاعلی میں — افعال الٰہی کا مبتدا

حالت فاعلی میں اللہ یا تو بطور مبتدا آیا ہے یعنی اس کی خبر میں اس کی کوئی صفت آئی ہے یا کوئی اس کا فعل اور یہ دونوں لامحدود ہیں کیونکہ اللہ کے بے شمار اسمائے حُسنیٰ اور صفاتِ علیا ہیں۔ اور وہ ہر کام اور ہر فعل کرنے پر قادر ہے۔ ان سب کا احاطہ ناممکن ہے۔ اس لئے اللہ تعالیٰ کے بعض اہم ترین افعال کا ذکر کیا جاتا ہے۔ جہاں تک اس کے اسمائے حسنیٰ کا تعلق ہے وہ کہیں اور زیر بحث لائے گئے ہیں اور ان کا حوالہ بلکہ اچھا خاصا ذکر اوپر بہت سی آیاتِ کریمہ میں آچکا ہے۔

اللہ تعالیٰ تخلیق فرماتا اور زندگی و موت دیتا ہے اور وہی قیامت میں تمام مخلوقات مکلفہ کو پھر سے جی اٹھائے گا: (بقرہ نمبر ۲۸، نمبر ۱۴۸، نمبر ۲۵۹، آل عمران نمبر ۴۷، نمبر ۱۵۶، انعام نمبر ۱۰۲، زمر نمبر ۴۲، جاثیہ نمبر ۲۲، نمبر ۳۶۔

وہ بندوں پر فضل فرماتا ہے: (بقرہ نمبر ۹۰، نمبر ۱۰۵، آلِ عمران ۴-۳، نساء نمبر ۳۲، مائدہ نمبر ۵۴، فتح نمبر ۲۵ وغیرہ)۔

وہ ان کو بارش کے ذریعہ زندگی اور رزق دیتا ہے: (بقرہ نمبر ۱۶۴، نمبر ۲۱۲، شوریٰ نمبر ۱۹، نمبر ۲۷، تغابن نمبر ۱۱، نوح نمبر ۹-۱۷ وغیرہ)۔

وہ ان کو ہدایت دیتا ہے اور اپنے رسولوں اور کتابوں کے ذریعہ ان کی دنیا و آخرت سنوارتا ہے: (بقرہ نمبر ۲-۲۱۳، آل عمران نمبر ۸۶، نساء نمبر ۸۸، انعام نمبر ۳۹، نمبر ۹۰، اعراف نمبر ۴۳، شوریٰ نمبر ۱۳، حجرات نمبر ۱۷، حدید نمبر ۱۰، نمبر ۲۱، اور متعدد آیات کریمہ۔) اور غرضیکہ جو چاہتا ہے وہ کرتا ہے کہ وہ ہر شے پر قادر ہے: (آل عمران نمبر ۴۰، نساء نمبر ۱۳۶، مائدہ نمبر ۱۷، نمبر ۴۰، اعراف نمبر ۵۴، توبہ نمبر ۳۹ وغیرہ)

(۱۳) حالتِ مفعولی میں

حالتِ مفعولی میں اللہ کا ذکر قرآن مجید کی جن آیات میں آیا ہے اور جو اللہ تعالیٰ کی کسی صفت اور فعل سے تعلق رکھتی ہیں۔ وہ بہت ہیں۔ چند کا مثال کے طور پر ذکر کیا جاتا ہے: اللہ عالم الغیب والشہادہ ہے (بقرہ نمبر ۷۷، آلِ عمران

نمبر ۵، مائدہ نمبر ۷، انفال نمبر ۴۳)۔

اللہ کے سوا اور کسی کی عبادت نہ کرو: (بقرہ نمبر ۸۳، آل عمران نمبر ۶۴، نساء نمبر ۳۶، اعراف نمبر ۵۹، نمبر ۸۵۔ ۷۳، ہود نمبر ۲ وغیرہ)۔

اللہ تعالیٰ رازق بلاحساب ہے: (آل عمران نمبر ۲۷، حج نمبر ۵۸، روم نمبر ۳۷، زمر نمبر ۵۲، شوریٰ نمبر ۱۲، وغیرہ)۔

اللہ تعالیٰ ہر شے پر قادر ہے: (بقرہ نمبر ۱۰۶، نمبر ۱۰۹، آل عمران نمبر ۱۶۵، طلاق نمبر ۱۲، جن نمبر ۱۲ اور متعدد آیات کریمہ)۔

اللہ کا تقویٰ اختیار کرو: (مائدہ نمبر ۱۱، نمبر ۸۸، انفال نمبر ۶۹، مومنون نمبر ۲۳، حدید نمبر ۲۸، حشر نمبر ۱۸، ممتحنہ نمبر ۱۱ وغیرہ)۔

وہ آسمان و زمین اور پوری کائنات کا مالک ہے: (بقرہ نمبر ۱۰۷، مائدہ نمبر ۴ ، توبہ نمبر ۱۱۶، وغیرہ متعدد آیات میں ذکر ہے)۔

وہ صبر کرنے والوں کے ساتھ ہے: (بقرہ نمبر ۱۵۳ وغیرہ)

وہ تقویٰ و احسان والوں اور مومنوں کے ساتھ ہے: (بقرہ نمبر ۵۔ ۱۹۴، نمبر ۲۲۲، وغیرہ) وہ غفور رحیم ہے: (بقرہ نمبر ۱۹۲، نمبر ۱۹۹، نمبر ۲۳۶، نساء نمبر ۱۲۹، مائدہ نمبر ۳۴، انفال نمبر ۶۹،)

(۱۴) حالتِ جر میں:

حالتِ جر میں اللہ تعالیٰ کا جہاں ذکر آیا ہے ان میں اس کی صفات و فعل کے لحاظ سے اس کی ملکیت و حاکمیت کا ذکر زیادہ غالب ہے۔ مثلاً رزق کی ملکیتِ الٰہی اور عطائے خاص کا ذکر یوں ہے:

كُلُوْا وَاشْرَبُوْا مِنْ رِّزْقِ اللّٰهِ وَلَا تَعْثَوْا فِي الْاَرْضِ مُفْسِدِيْنَ (بقرہ نمبر ۶۰) کھاؤ پیو روزی اللہ کی، اور نہ پھرو ملک میں فساد مچاتے۔ رزق و طیبات رزق کا ذکر متعدد آیات میں ہے، بقرہ نمبر ۱۷۲، طٰہٰ نمبر ۱۳۱، ہود نمبر ۶ وغیرہ)۔

اس کے فضل عام کا ذکر متعدد آیات میں ہے: (بقرہ نمبر ۶۴، نساء نمبر ۷۰، نمبر ۸۳، نمبر ۱۱۳، یونس نمبر ۵۸، یوسف نمبر ۳۸ وغیرہ) اس کی آیات کا ذکر ہے: (سورہ بقرہ نمبر ۲۵۲، آل عمران نمبر ۱۰۸، نمبر ۱۱۲، انفال نمبر ۵۲، توبہ نمبر ۶۵، وغیرہ متعدد آیات میں) اس کی ملکیت کائنات کا ذکر یوں ہے: وَلِلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَالْمَغْرِبُ بقرہ نمبر ۱۱۵ (اور اللہ کے لئے ہے مشرق و مغرب) نیز ملاحظہ ہو بقرہ نمبر ۱۴۲، نمبر ۲۸۴ آلِ عمران نمبر ۱۸۰، نمبر ۱۸۹، نساء نمبر ۸، نمبر ۱۳۶، مائدہ نمبر ۱۷، نمبر ۱۲۰ یونس نمبر ۵۵ وغیرہ) اسی کی ہدایت ہے (بقرہ نمبر ۱۲، نمبر ۱۴۲، آل عمران نمبر ۷۳، وغیرہ) اور وہی مغفرت و رحمت والا ہے (آل عمران نمبر ۱۵۷ وغیرہ)۔

یہ تمام آیات بطور مثال قرآن مجید میں اللہ کے ذکر کو سمجھانے کے لئے پیش کی گئی ہیں۔ ورنہ ظاہر ہے کہ پورا کلام الٰہی اپنے متکلم کے اسمِ جلالت سے بھرا ہوا ہے۔ اللہ تعالیٰ کا مقصد یہ ہے کہ وہ اپنے بندوں کو اپنی معرفت دے اس

لئے اس نے طرح طرح سے اپنے بارے میں وہ حقائق کھولے ہیں جو ان کی فوز و فلاح دنیوی اور نجات و مغفرت اخروی کے لئے ضروری ہیں۔ اور ان حقائق و معلومات سے تعرض نہیں کیا جو انسانی فہم سے بالاتر ہیں اور ان کے لئے کسی مصرف کے نہیں۔ اسی بنا پر ذاتِ اللہ تعالیٰ کی تفصیلات نہیں بیان کی گئی ہیں۔ اور جو تفصیلات دی گئی ہیں وہ یا تو صفاتِ ربانی کے حوالہ سے ہیں یا بعض مثالوں کے ذریعہ سے۔ جیسے سورۂ نصر میں اللہ تعالیٰ کو آسمانوں کا اور زمین کا نور کہا ہے ایک ایسا نور جو کسی طاقِ عالی میں رکھے ہوئے شیشہ کے چراغ سے ہویدا ہو اور اس کی روشنی اس بابرکت درخت کے تیل کی مرہون منت ہو جو نہ تو شرقی ہو نہ غربی اور جس کی صفائی اور شفافی اتنی ہے کہ بلا آگ دکھائے وہ جل اٹھتا ہے۔ یہ تو محض اس کی ذاتِ بے ہمتا کی ایک قابلِ فہم مثال ہے ورنہ نہ اس کی ذات کی کوئی مثال ہے اور نہ اس کی مثال کی مثال۔ اس جیسا تو کوئی نہیں۔ مزید بحث کلامِ الٰہی میں ذاتِ الٰہی کے تصور پر بحث میں ملے گی۔

(۱۵) صفتِ ربوبیتِ الٰہی

اللہ تعالیٰ نے اپنے اسمِ جلالت کے لئے پہلی صفت جو بیان فرمائی ہے وہ "رب العالمین" ہے۔ قرآن مجید میں یہ صفتِ الٰہی کل چوراسی (۸۴) مقامات پر آئی ہے اور "رب العالمین" ان میں سے نصف بیالیس (۴۲) آیات میں وارد ہوئی ہے اور "رب" کے ساتھ مختلف تراکیبِ قرآنی اپنے مواقع و محال کے اعتبار سے مختلف تعداد میں لائی گئی ہیں۔ مناسب معلوم ہوتا ہے کہ پہلے تمام آیاتِ "رب العٰلمین" کا تجزیہ کر لیا جائے کہ سورۃ الحمد / الفاتحہ میں یہی صفتِ اولین ہے۔ ان آیاتِ مقدسہ کو چھوڑ کر جن کا ذکر "حمد" کی مناسبت سے آچکا ہے بقیہ میں سے کچھ آیاتِ کریمہ مختلف انبیاء کرام کی "رسالتِ رب العالمین" کے ضمن میں آئی ہیں یا ان کے پاس حکم و اطاعتِ الٰہی کے نزول کے باب میں وارد ہوئی ہیں۔ کچھ ان انبیاء کرام کے مومنوں کے حوالہ سے مذکور ہوئی ہیں۔ بعض منشائے و حکم الٰہی کے متعلق ہیں تو بعض میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو رب العالمین کی اطاعت و عبادت کا حکم ہے کچھ خلق و امر الٰہی کا حوالہ دیتی ہیں اور ایک دو روزِ قیامت، اہلِ جنت و جہنم کے حوالہ سے ہیں۔ کئی ایک قرآن مجید کو تنزیل رب العالمین بتاتی ہیں اور حد یہ کہ ایک میں شیطان رجیم بھی رب العالمین کا اعتراف کرتا نظر آتا ہے۔ ان تمام آیاتِ کریمہ کا تجزیہ ان کے طبقہ اور زمرہ کے مطابق ذیل میں کیا جا رہا ہے:

(الف) رب العالمینی

نوعِ انسانی کے زمانۂ تقدم کے لحاظ سے پہلی وہ آیت ہے جو ہابیل و قابیل کے متعلق سورہ مائدہ نمبر ۲۸ میں ہے۔

لَئِنۡۢ بَسَطۡتَّ اِلَیَّ یَدَکَ لِتَقۡتُلَنِیۡ مَاۤ اَنَا بِبَاسِطٍ یَّدِیَ اِلَیۡکَ لِاَقۡتُلَکَ ۚ اِنِّیۡۤ اَخَافُ اللّٰہَ رَبَّ الۡعٰلَمِیۡنَ ○ (۵ : ۲۸)

اگر تو ہاتھ چلاوے گا مجھ کو مارنے کو، میں نہ ہاتھ چلاؤں گا تجھ پر مارنے کو میں ڈرتا ہوں اللہ سے، جو صاحب ہے سب جہان کا۔

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ آدم علیہ السلام کے دو بیٹوں ہابیل و قابیل نے جنابِ الٰہی میں نذر و قربانی پیش کی۔ اللہ تعالیٰ نے ہابیل کی نذر قبول کر لی اور قابیل کی نہ کی۔ قابیل نے مارے حسد کے اپنے بھائی کا خاتمہ کرنا چاہا۔ یہ ہابیل کا مقولہ ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کی طرف سے ادا کیا ہے۔ اس آیت میں ہابیل نے حضرت آدم کے حین حیات ہی اللہ کی رب العالمینی کا اعلان کیا تھا۔

اس کے بعد کئی سورتوں میں حضرت نوح علیہ السلام کے حوالہ سے اللہ رب العالمین کہا گیا ہے: سورۂ اعراف نمبر ۶۱ میں ہے کہ جب حضرت نوح علیہ السلام نے اپنی قوم کو اللہ واحد کی عبادت کی طرف بلایا جس کے سوا کوئی معبود نہیں اور ان کو قیامت سے ڈرایا تو ان کی قوم نے خود ان کو گمراہی میں مبتلا بتادیا۔ اس پر حضرت نوح نے فرمایا:

قَالَ یٰقَوْمِ لَیْسَ بِیْ ضَلٰلَةٌ وَّ لٰكِنِّیْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (۷ : ۶۱)

بولا اے قوم! میں کچھ بہکا نہیں ہوں، لیکن میں بھیجا ہوں جہان کے صاحب کا۔

حضرت نوح نے اپنی قوم کو دعوتِ الٰہی دی تو واضح کر دیا کہ وہ رسولِ امین ہیں اور وہ ان سے کوئی اجر نہیں چاہتے کہ ان کا اجر رب العالمین کے پاس ہے:

وَمَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَیْهِ مِنْ اَجْرٍ ۚ اِنْ اَجْرِیَ اِلَّا عَلٰی رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (الشعرآء ۱۰۹)

اور مانگتا نہیں میں تم سے اس پر کچھ نیگ (اجر) میرا نیگ ہے اسی جہان کے صاحب پر۔

حضرت نوح کی طرح بالکل یہی پس منظر اور کلام چار اور پیغمبران الٰہی کے بارے میں نقل کیا گیا ہے۔ یہ انبیاء کرام ہیں حضرات ہود، صالح، لوط اور شعیب علیہم السلام (سورۃ الشعراء نمبر ۱۲۷، نمبر ۱۴۵، نمبر ۱۶۴، اور نمبر ۱۸۰ بالترتیب) ان سب آیاتِ کریمہ میں مذکورہ بالا انبیائے کرام نے اللہ کو "رب العالمین" بتا کر اسی سے اپنا اجر چاہا تھا۔ سورۂ اعراف نمبر ۶۷ میں حضرت ھود کو بھی حضرت نوح کی مانند "رسول رب العٰلمین" فرمایا گیا ہے۔ ان میں اللہ کو رب العالمین اس لئے کہا گیا کہ وہ بندوں کی مادی اور روحانی دونوں ضروریات پوری کرتا ہے اور ان کی دونوں طرح سے تربیت و پرورش فرماتا ہے۔

دوسرے جلیل القدر پیغمبر حضرت ابراہیم علیہ السلام ہیں جن کے حوالہ سے کئی آیات میں یہ فقرہ مبارکہ آیا ہے:

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (البقرۃ ۱۳۱)

جب اس کو کہا اس کے رب نے، حکم بردار ہو! بولا، میں حکم میں آیا جہان کے صاحب کے۔

قَالَ اَفَرَءَیْتُمْ مَّا كُنْتُمْ تَعْبُدُوْنَ ○ اَنْتُمْ وَ اٰبَآؤُكُمُ الْاَقْدَمُوْنَ ○ فَاِنَّهُمْ عَدُوٌّ لِّیْٓ اِلَّا رَبَّ

الْعٰلَمِيْنَ ○ (الشعرآء ۷۵-۷۷)

کہا، بھلا دیکھتے ہو؟ جن کو پوجتے رہے ہو، تم اور تمہارا باپ دادے اگلے سو وہ میرے غنیم ہیں مگر جہان کا صاحب۔

اِذْ قَالَ لِاَبِيْهِ وَقَوْمِهٖ مَاذَا تَعْبُدُوْنَ ○ اَئِفْكًا اٰلِهَةً دُوْنَ اللّٰهِ تُرِيْدُوْنَ ○ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الصّٰٓفّٰت ۸۵-۸۷)

جب کہا اپنے باپ کو اور اس کی قوم کو: تم کیا پوجتے ہو؟ کیوں جھوٹ بنائے حاکموں کو، اللہ کے سوا چاہتے ہو؟ پھر کیا خیال کیا ہے تم نے جہان کے صاحب کو۔

ان آیاتِ مقدسہ میں یہ حقیقت واضح کی گئی کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی قوم بشمول ان کے والد آزر[۱] کے بتوں اور جھوٹے خداؤں کی عبادت اس لئے کرتے تھے کہ وہ ان کی پرورش و تربیت کرتے ہیں۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے ان کی غلط فہمی اور ان کی غلطی درست کی اور فرمایا کہ عبادت و پرستش کے لائق صرف اللہ ہی ہے جو رب العالمین ہے یعنی سارے جہانوں کا رب۔ اسی بنا پر ان کو جب حکم ہوا کہ اطاعت الٰہی کریں تو انہوں نے اس کی ربوبیت کا اعتراف کرتے ہوئے اس کی اطاعت کی اور اس پر اسلام لے آئے۔

حضرت موسیٰ اور ان کے برادرِ عزیز حضرت ہارون علیہ السلام اور دربارِ فرعون کے مقابل جادوگروں کے حضرت موسیٰ سے ہار جانے کے بعد ایمان لانے کے پس منظر میں کئی آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کو "رب العٰلمین" کہا گیا ہے:

قَالَ يٰقَوْمِ لَيْسَ بِيْ سَفَاهَةٌ وَّلٰكِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (اعراف ۶۷)

بولا، اے قوم! میں کچھ بے عقل نہیں، لیکن میں بھیجا ہوں جہان کے صاحب کا۔

وَقَالَ مُوْسٰى يٰفِرْعَوْنُ اِنِّيْ رَسُوْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (اعراف ۱۰۴)

اور کہا موسیٰ نے، اے فرعون! میں بھیجا ہوں جہان کے صاحب کا۔

. . . فَاْتِيَا فِرْعَوْنَ فَقُوْلَآ اِنَّا رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الشعرآء ۱۶)

سو جاؤ فرعون کے پاس، اور کہو، ہم پیغام لائے ہیں جہان کے صاحب کا۔

قَالَ فِرْعَوْنُ وَمَا رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ قَالَ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ مُّوْقِنِيْنَ ○ (الشعرآء ۲۳-۲۴)

بولا فرعون، کیا معنی جہان کا صاحب؟ کہا، صاحب آسمان و زمین کا، اور جو ان کے بیچ ہے، اگر تم یقین کرو۔

فَلَمَّا جَآءَهَا نُوْدِيَ اَنْۢ بُوْرِكَ مَنْ فِي النَّارِ وَمَنْ حَوْلَهَا ؕ وَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (النمل ۸)

پھر جب پہنچا اس پاس، آواز آئی، کہ برکت رکھتا ہے جو کوئی آگ میں ہے، اور جو اس کے آس پاس، اور پاک ہے ذات اللہ کی جو صاحب سارے جہان کا۔

(۱) بعض مفسرین نے آزر کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کا چچا لکھا ہے۔

فَلَمَّآ اَتٰىهَا نُوْدِیَ مِنْ شَاطِیءِ الْوَادِ الْاَیْمَنِ فِی الْبُقْعَةِ الْمُبٰرَکَةِ مِنَ الشَّجَرَةِ اَنْ یّٰمُوْسٰی اِنِّیْ اَنَا اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (القصص ۳۰)

پھر جب پہنچا اس پاس، آواز ہوئی میدان کے داہنے کنارے سے، برکت والے تختے سے، اس درخت سے کہ اے موسیٰ! میں ہوں، میں اللہ جہان کا رب۔

وَلَقَدْ اَرْسَلْنَا مُوْسٰی بِاٰیٰتِنَآ اِلٰی فِرْعَوْنَ وَ مَلَا۠ئِهٖ فَقَالَ اِنِّیْ رَسُوْلُ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (الزخرف ۴۶)

اور ہم نے بھیجا موسیٰ اپنی نشانیاں دے کر، فرعون اور اس کے سرداروں کے پاس، تو کہا، میں بھیجا ہوں جہان کے صاحب کا۔

وَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ۝ قَالُوْآ اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ ۝ (اعراف ۱۲۰-۱۲۲)

اور ڈالے گئے ساحر سجدہ میں، بولے، ہم نے مانا جہان کے صاحب کو، جو صاحب موسیٰ اور ہارون کا۔

فَاُلْقِیَ السَّحَرَةُ سٰجِدِیْنَ ۝ قَالُوْآ اٰمَنَّا بِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ رَبِّ مُوْسٰی وَ هٰرُوْنَ ۝ (الشعرآء ۴۶-۴۸)

پھر اوندھے گرے جادوگر سجدہ میں، بولے، ہم نے مانا جہان کے رب کو جو رب موسیٰ اور ہارون کا۔

دوسرے انبیاء کرام کی مانند حضرات موسیٰ و ہارون نے اللہ کو رب العالمین مانا کہ ان کو اللہ تعالیٰ نے اپنی ربوبیت عامہ سے رسول و نبی بنایا تھا اور اسی حیثیت سے جب وہ دربار فرعونی میں دعوتِ حق لے کر آئے تو انہوں نے اپنے آپ کو رب العالمین کا فرستادہ بنا کر پیش کیا کہ جس طرح وہ اس کی ربوبیت سے نبی و رسول بنے ہیں اسی طرح سب لوگوں کو اللہ کو رب العالمین مان لینا چاہئے اور حقیقت کھلتے ہی جادوگروں نے اسے رب العالمین تسلیم کر لیا کہ جھوٹے حجاباتِ ربوبیت ان کی آنکھوں سے ہٹ گئے تھے۔ ایک آیت (سورۂ نمل نمبر ۴۴) میں ملکہ سبا جب دربارِ سلیمانی میں آتی اور اسلام قبول کرتی ہے تو وہ اللہ رب العالمین کا نام لیتی ہے جو حضرت سلیمان علیہ السلام کے رب تھے۔ کیونکہ مظاہرِ فطرت کی پرستش کا حجاب اٹھ چکا تھا اور اس نے اللہ تعالیٰ کی ربوبیت پہچان لی تھی۔

کئی آیاتِ کریمہ میں ہمارے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا تو رب العٰلمین پر اسلام لانے کا حکم دیا گیا یا دوسرے احکام رب العالمین کے حوالے سے دئے گئے ہیں۔ یہ آیاتِ کریمہ ہیں: سورۂ انعام نمبر ۷۱، نمبر ۱۶۲، غافر نمبر ۶۶، فصلت نمبر ۹۔

... قُلْ اِنَّ هُدَی اللّٰهِ هُوَ الْهُدٰی ؕ وَ اُمِرْنَا لِنُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ (انعام ۷۱)

تو کہہ، اللہ نے راہ بتائی، وہی راہ ہے، اور ہم کو حکم ہوا ہے کہ تابع رہیں جہان کے صاحب کے۔

قُلْ اِنَّ صَلَاتِیْ وَنُسُکِیْ وَ مَحْیَایَ وَمَمَاتِیْ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۝ لَاشَرِیْکَ لَهٗ ۚ وَبِذٰلِکَ اُمِرْتُ وَ اَنَا اَوَّلُ الْمُسْلِمِیْنَ ۝ (انعام ۱۶۲-۱۶۳)

تو کہہ، میری نماز اور قربانی، اور میرا جینا اور مرنا اللہ کی طرف ہے، جو صاحب سارے جہان کا۔ کوئی نہیں اس کا شریک اور یہی مجھ کو حکم ہوا، اور میں سب سے پہلے حکم بردار ہوں۔

قُلْ اِنِّیْ نُهِیْتُ اَنْ اَعْبُدَ الَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ لَمَّا جَآءَنِیَ الْبَیِّنٰتُ مِنْ رَّبِّیْ ۔ وَاُمِرْتُ اَنْ اُسْلِمَ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (غافر/ مومن ٦٦)

تو کہہ، مجھ کو منع ہوا کہ پوجوں جن کو تم پکارتے ہو سوا اللہ کے، جب پہنچ چکیں مجھ کو کھلی نشانیاں میرے رب سے، اور حکم ہوا کہ تابع رہوں جہان کے صاحب کے۔

قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِیْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِیْ یَوْمَیْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (حٰم السجدہ/ فصلت ۹)

تو کہہ، کیا تم منکر ہو اس سے جس نے بنائی زمین دو دن میں؟ اور برابر کرتے ہو اس کے ساتھ اوروں کو؟ وہ ہے رب جہان کا۔

اگرچہ یہ آیاتِ کریمہ اپنے معانی و مفاہیم کے اعتبار سے بالکل واضح ہیں تاہم ان کے بیان کردہ چند حقائق پر توجہ دلانی ضروری ہے۔ پہلی حقیقت تو یہ آشکار کی گئی کہ اللہ کی ہدایت ہی اصل ہدایت ہے اور وہ یہ کہ ہم رب العالمین کے آگے سر تسلیم خم کر دیں۔ دوسری حقیقت یہ کہ ہماری عبادت، ہماری زندگی اور ہماری موت سب اللہ رب العالمین کے لئے ہے جو الٰہ لاشریک ہے اور تیسری حقیقت یہ ہے کہ اللہ کی طرف سے علم آجانے کے بعد غیر اللہ کی عبادت حرام ہے اور صرف اسی کی عبادت کرنی چاہئے کیونکہ وہی اکلوتا رب العالمین ہے اور اس کے ساتھ ہمیں کسی کو شریک نہیں کرنا چاہئے یہ چوتھی حقیقت ہے۔ یہ سارے حقائق تکوینی و تشریعی اللہ رب العالمین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ تمام انسانوں پر منکشف فرماتے ہیں اور اس طرح اپنی رب العالمینی کا اظہار فرمایا ہے کہ وہ ربوبیت عام کے سبب ہی انسانوں کو زندگی دیتا، موت سے ہمکنار کر کے آخرت کی مستقل اور دائمی زندگی عطا فرماتا ہے۔ پھر وہ ان کو ہدایت دیتا ہے کہ وہ ان کی پرورش روحانی کرتا ہے۔ اس لئے نماز و روزہ اور زندگی و موت سب اللہ رب العالمین کے لئے ہونا چاہئے دوسروں کے لئے نہیں کہ وہ رب نہیں ہیں۔

ظاہر ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم سے جو قرآنِ مجید کا تعلق ہے اس کا تقاضا تھا کہ اس کتابِ عزیز کے حوالہ سے بھی اللہ رب العالمین کا ذکر خیر آتا چنانچہ کئی آیات میں اللہ رب العالمین نے اپنی کتابِ ربانی کے ذریعہ ربوبیت عامہ کا اظہار فرمایا ہے۔ یہ آیاتِ کریمہ ہیں: یونس نمبر ۳۷، شعراء نمبر ۱۹۲، سجدہ نمبر ۲ واقعہ نمبر ۸۰ اور حاقہ نمبر ۴۳۔

وَمَا كَانَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ اَنْ یُّفْتَرٰی مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَلٰكِنْ تَصْدِیْقَ الَّذِیْ بَیْنَ یَدَیْهِ وَ تَفْصِیْلَ الْكِتٰبِ لَا رَیْبَ فِیْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (۱۰ : ۳۷)

اور وہ نہیں یہ قرآن کہ کوئی بنالے اللہ کے سوا، اور لیکن سچا کرتا ہے اگلے کلام کو، اور بیان کتاب کا۔ جس میں شبہہ نہیں، جہان کے صاحب سے۔

وَاِنَّهٗ لَتَنْزِيْلُ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ نَزَلَ بِهِ الرُّوْحُ الْاَمِيْنُ ۝ عَلٰى قَلْبِكَ لِتَكُوْنَ مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ بِلِسَانٍ عَرَبِيٍّ مُّبِيْنٍ ۝ (۲۶ : ۱۹۲-۱۹۵)

اور یہ قرآن ہے اتارا جہان کے صاحب کا۔ لے اترا ہے اس کو فرشتہ معتبر، تیرے دل پر، کہ تو ہوئے ڈر سنانے والا کھلی عربی زبان سے۔

تَنْزِيْلُ الْكِتٰبِ لَا رَيْبَ فِيْهِ مِنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۚ بَلْ هُوَ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اَتٰىهُمْ مِّنْ نَّذِيْرٍ مِّنْ قَبْلِكَ لَعَلَّهُمْ يَهْتَدُوْنَ ۝ (۳۲ : ۲)

اتارا کتاب کا ہے، اس میں کچھ دھوکا نہیں، جہان کے صاحب سے۔ کیا کہتے ہیں یہ باندھ لایا؟ کوئی نہیں، وہ ٹھیک ہے تیرے رب کی طرف سے کہ تو ڈر سنا دے ایک لوگوں کو جن کو نہیں آیا کوئی ڈرانے والا تجھ سے پہلے، شاید وہ راہ پر آویں۔

اِنَّهٗ لَقُرْاٰنٌ كَرِيْمٌ ۝ فِيْ كِتٰبٍ مَّكْنُوْنٍ ۝ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (۵۶ : ۷۷-۸۰)

بے شک یہ قرآن ہے عزت والا، لکھا چھپی کتاب میں، اس کو وہی چھوتے ہیں جو پاک بنے ہیں۔ اتارا ہے جہان کے صاحب سے۔

اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۝ وَّمَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۝ وَلَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ۚ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۝ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (۶۹ : ۴۰-۴۳)

یہ کہا ہے ایک پیغام لانے والے سردار کا، اور نہیں یہ کہا کسی شاعر کا، تم تھوڑا یقین کرتے ہو، اور نہ کہا پریوں والے کا، تم تھوڑا دھیان کرتے ہو۔ یہ اتارا ہے جہان کے رب کا۔

ان تمام آیات میں جو حقیقتیں مشترک ہیں وہ یہ کہ یہ قرآن مجید رب العالمین کا نازل کردہ ہے اور اس میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اس کی ربوبیت کا تقاضا تھا کہ وہ انسانوں کی روحانی تربیت کے لئے اپنے پاس سے ہدایت نامہ بھیجے۔ اس میں بایں طور کسی شک و شبہہ کی گنجائش نہیں۔ وہ تذکیر کے لیے اتارا گیا ہے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دل پر ایک معتبر پیغامبر الٰہی اور معتمد فرشتے کے ذریعے تاکہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم لوگوں کو باخبر کریں اور لوگ جو پہلے ڈرائے یا باخبر نہیں کئے گئے وہ پیغام الٰہی پاکر ہدایت پائیں۔ وہ کسی انسان شاعر یا کاہن یا اور کسی کا گھڑا ہوا نہیں بلکہ وہ کلام پاک ہے جو اگلے صحیفوں کی تائید کرتا ہے۔ یہ اس بات کی مزید دلیل ہے کہ وہ اسی کتاب مکنون سے اسی رب

العالمین کا نازل کردہ ہے جس سے اگلے صحیفے اترے تھے۔ لیکن اس ذکرِ الٰہی سے انسان اسی وقت مستفید ہو سکتا ہے جب اللہ رب العالمین کی مرضی ہو جیسا کہ وہ سورۂ تکویر نمبر ۲۹ میں فرمایا ہے:

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ لِمَنْ شَآءَ مِنْكُمْ اَنْ يَّسْتَقِيْمَ ○ وَمَا تَشَآءُوْنَ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (۸۱ : ۲۷-۲۹)

یہ تو ایک سمجھوتی ہے جہان کے واسطے۔ جو کوئی چاہے تم میں کہ سیدھا چلے، اور تم جبھی چاہو کہ چاہے اللہ جہان کا صاحب۔

انبیاء و رسل، اہلِ ایمان اور کتاب و قرآن کے حوالوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان مخالفوں اور منکروں کی زبان سے اپنی "رب العالمینی" کا اقرار و اعتراف کرا لیا جو اپنی زندگی بھر اس کا بظاہر اور اپنے اقوال میں انکار کرتے رہے لیکن حالات کی سنگینی اور نوشتۂ دیوار کی ناقابل تردید خیرگی نے ان کی زبانوں پر اقرارِ ربوبیت الٰہی کا اعلان جاری کرا دیا۔ کفر و انکار سے جو مقامِ سرمدی ابلیس / شیطان کو ملا اور اس مردود کے بہکاوے میں آکر جو انجام اہلِ دوزخ کا ہوا وہ انکار و کفر کا بد ترین نمونہ ہے اور قرآن مجید کی دو آیاتِ کریمہ —— سورۂ حشر نمبر ۱۶ اور سورۂ شعراء نمبر ۹۸ — میں انہیں دونوں انتہائی سرکشوں کا اقرار رب العالمینی نقل کیا گیا ہے جو بالترتیب حسبِ ذیل ہیں:

كَمَثَلِ الشَّيْطٰنِ اِذْ قَالَ لِلْاِنْسَانِ اكْفُرْ ۚ فَلَمَّا كَفَرَ قَالَ اِنِّيْ بَرِيْٓءٌ مِّنْكَ اِنِّيْٓ اَخَافُ اللّٰهَ رَبَّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (۵۹ : ۱۶)

جیسے کہاوت شیطان کی، جب کہے انسان کو، تو منکر ہو، پھر جب وہ منکر ہوا، کہے کہ میں الگ ہوں تجھ سے، میں ڈرتا ہوں اللہ سے جو رب ہے سارے جہان کا۔

فَكُبْكِبُوْا فِيْهَا هُمْ وَالْغَاوٗنَ ○ وَجُنُوْدُ اِبْلِيْسَ اَجْمَعُوْنَ ○ قَالُوْا وَهُمْ فِيْهَا يَخْتَصِمُوْنَ ○ تَاللّٰهِ اِنْ كُنَّا لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ○ اِذْ نُسَوِّيْكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (۲۶ : ۹۴-۹۸)

پھر اوندھے ڈالے اس میں وہ اور سب بے راہ۔ اور لشکر ابلیس سارے کہیں گے جب وہ وہاں جھگڑنے لگیں، قسم اللہ کی! ہم تھے صریح غلطی میں۔ جب تم برابر کرتے تھے جہان کے صاحب کے۔

شیطان انسان کو کفر پر آمادہ کرتا ہے اور جب وہ نابلد و ناسمجھ اپنی جہالت کے سبب اس کی گمراہی سے بہک کر کفر کا راستہ اختیار کرتا ہے تو چونکہ شیطان حقیقت حال سے باخبر ہے لہٰذا وہ اللہ رب العالمین سے خوف کا اظہار کرتے ہوئے انسان کے کفر سے اپنی براءت کا اظہار کرتا ہے۔ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی کا خیال ہے کہ دنیا میں بدر کے دن فرشتوں کو دیکھ کر شیطان بھاگا تھا اور قیامت کے دن وہ یہ کہے گا بھی۔ مولانا عثمانی نے بعض اور مفسرین کی مانند شیطان کے اس قول کو ریا اور مکاری پر محمول کیا ہے۔ مولانا تھانوی فرماتے ہیں کہ "۔۔۔ اس شیطان نے اس انسان کو

اول بہکایا پھر وقت پر ساتھ نہ دیا اور دونوں خسران میں پڑے۔" معاملہ کچھ بھی ہو۔ بہر حال یہ بہکے ہوئے، گمراہ لوگ توبہ سے محروم اور ایمان سے خالی مریں گے تو جہنم کا ایندھن بنیں گے اور وہاں ان کو اپنا خراب انجام نظر آئے گا تو اللہ کی رب العالمینی کا اقرار زبان سے بھی کر اٹھیں گے۔ مگر اس وقت ان کو اس اقرارِ ربوبیت الٰہی سے کوئی فائدہ نہ پہونچے گا کہ انہوں نے اس سے استفادہ کا زمانہ گنوا دیا تھا۔

مذکورہ بالا تمام ذرائع اور وسائل کے ذریعہ انسان کو سیدھی راہ کی خبر دینے اور اس پر چلنے کے فوائد گنانے اور اس سے اعراض کرنے کے عواقب جتانے کے بعد اللہ تعالیٰ نے براہ راست اپنی خلاقی اور قدرت کا ذکر کیا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو رب العالمین ہے انسانوں کے علاوہ آسمانوں اور زمینوں کی تخلیق کرتا اور ان کے مابین کی تمام چیزوں کی پرورش و پرداخت کرتا ہے لہذا اسی کی عبادت و اطاعت کرنی ہے کہ اس کا بھی وہ رب العالمین انعام و اجر عطا کرے گا اور جس نے روگردانی اور نافرمانی پر کمر باندھی وہ سمجھ لے کہ واپسی اسی رب العالمین ہی کے پاس ہوگی۔ ان ہی حقائق کو مندرجہ ذیل آیات میں پیش کیا ہے:

اِنَّ رَبَّكُمُ اللّٰهُ الَّذِيْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ يُغْشِي الَّيْلَ النَّهَارَ يَطْلُبُهٗ حَثِيْثًا وَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ وَالنُّجُوْمَ مُسَخَّرٰتٍ بِاَمْرِهٖ اَلَا لَهُ الْخَلْقُ وَالْاَمْرُ تَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (الاعراف ٥٤)

تمہارا رب اللہ ہے، جس نے بنائے آسمان و زمین، چھ دن میں، پھر بیٹھا تخت پر، اوڑھاتا ہے رات پر دن، اس کے پیچھے لگا آتا ہے دوڑتا۔ اور سورج اور چاند اور تارے، کام لگے اس کے حکم پر اس لو! اسی کا کام ہے بنانا اور حکم فرمانا۔ بڑی برکت اللہ کی جو صاحب سارے جہان کا۔

اَللّٰهُ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّالسَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَكُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ وَرَزَقَكُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ ج فَتَبٰرَكَ اللّٰهُ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ ۝ (المومن/ غافر ٦٤)

اللہ ہے جس نے بنا دی تم کو زمین ٹھہراؤ، اور آسمان عمارت، اور تم کو صورت بنائی، پھر اچھی بنائیں صورتیں تمہاری، اور روزی دی تم کو ستھری چیزوں سے۔ وہ اللہ ہے رب تمہارا۔ سو بڑی برکت ہے اللہ کی، جو رب ہے سارے جہان کا۔

ان دونوں آیاتِ کریمہ میں اللہ کے رب ہونے کا اور پھر رب العالمین ہونے کا ذکر انتہائی خوبصورت انداز اور دلنشیں اسلوب میں کیا گیا ہے۔ اس نے محض کائنات کی تخلیق نہیں اور نہ صرف انسان کو پیدا کیا گیا بلکہ اس کی تخلیق کا کام برابر جاری اور اس کا امر و حکم برابر ساری ہے۔ تمام کائنات کی حکومت اسی کے ہاتھ میں ہے اور وہ اللہ رب العالمین بڑی برکت والا ہے لہذا یہ نہ سمجھ لینا چاہئے کہ بس یہی دنیا ہے۔ اس کے بعد آخرت آنے والی ہے اور لوگوں کو اپنے رب العالمین کے حضور حاضر ہونا ہے۔

اَلَا یَظُنُّ اُولٰٓئِكَ اَنَّھُمْ مَّبْعُوْثُوْنَ ○ لِیَوْمٍ عَظِیْمٍ ○ یَّوْمَ یَقُوْمُ النَّاسُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (مطففین ٤-٦)

کیا خیال نہیں رکھتے وہ لوگ؟ کہ ان کو اٹھنا ہے ایک بڑے دن میں۔ جس دن کھڑے رہیں لوگ راہ دیکھتے جہان کے صاحب کی۔

(١٦) رب دوسری اضافتوں کے ساتھ

(الف) ربُّ کُلِّ شَیْءٍ:

اگرچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو سارے جہانوں کا رب کہہ کر اور "رب العالمین" بتا کر یہ واضح کر دیا کہ صرف وہی پروردگارِ عالم ہے اور اس کے سوا اور کوئی نہیں تاہم ناسمجھ انسانوں کو سمجھانے اور ان کو تذکیر کر کے اپنی راہ پر چلانے کے لئے اللہ رب العالمین نے طرح طرح سے "رب" کا کبھی اضافت کے ساتھ کبھی صفت کے ساتھ اور کبھی مختلف افعال و صفاتِ ربانی سے جوڑ کر اپنے کلامِ پاک میں تذکرہ کیا ہے تاکہ کسی قسم کا شک و شبہہ نہ رہ جائے۔ اوپر بعض آیاتِ کریمہ میں گزر چکا ہے کہ رب العٰلمین کی مزید تشریح پروردگارِ عالم نے ربِ موسیٰ وہارون کہہ کر کی تھی تاکہ بنو اسرائیل کی سمجھ میں بات خوب اچھی طرح آ جائے اور پروردگار عالم کے بارے میں کوئی شبہہ نہ رہ جائے کہ اس سے مراد وہی ذاتِ مقدس ہے جو ابتدائے آفرینش سے تمام انبیاء و رسل اور پوری کائنات کا رب ہے۔ حضرات موسیٰ وہارون کا رب تین مزید آیاتِ کریمہ — اعراف نمبر ۱۲۲، طٰہٰ نمبر ۷۰ اور شعراء نمبر ۴۸ میں بھی کہا گیا ہے۔ اسی طرح "رب العالمین" کو ایک آیتِ کریمہ میں ہر شے کا رب کہہ کر عاقل و غیر عاقل ساری مخلوقات کو شامل کر لیا گیا ہے:

قُلْ اَغَیْرَ اللّٰهِ اَبْغِیْ رَبًّا وَّهُوَ رَبُّ كُلِّ شَیْءٍ ؕ وَلَا تَكْسِبُ كُلُّ نَفْسٍ اِلَّا عَلَیْهَا ج وَلَا تَزِرُ وَازِرَةٌ وِّزْرَ اُخْرٰی ۚ ثُمَّ اِلٰی رَبِّكُمْ مَّرْجِعُكُمْ فَیُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ فِیْهِ تَخْتَلِفُوْنَ ○ (انعام ١٦٤)

تو کہہ، اب میں سوا اللہ کے تلاش کروں کوئی رب؟ اور وہی ہے رب ہر چیز کا۔ اور جو کوئی کماوے سو اس کے ذمہ پر۔ اور بوجھ نہ اٹھاوے کا ایک شخص دوسرے کا۔ پھر تمہارے رب پاس ہے رجوع تمہاری (تمہارا) سو وہ جتاوے گا جس بات میں تم جھگڑتے تھے۔

اس آیتِ کریمہ میں واضح طور سے اللہ کو رب قرار دے کر ہر شے کا رب بتایا گیا ہے اور پھر تمہارے رب کہہ کر اسی کی طرف انسانوں کے لوٹنے کی حقیقت واضح کر کے یہ جتا دیا گیا کہ انسان کی آفرینش اور بعث بعد الموت دونوں اسی رب کے ہاتھ ہیں جو ان دونوں مراحل حیات کے درمیان تمہاری پرورش کرتا رہتا ہے۔ اس سے قبل کی آیت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ حکم دیا گیا تھا کہ وہ اپنی نماز و قربانی اور حیات و موت کو اللہ رب العٰلمین کے لئے سمجھیں اور اسی پر ایمان رکھیں اور اسی کی اطاعت کریں کہ وہ لاشریک ہے۔ اس طرح رب العٰلمین کو شخصی پروردگار، ہر شے کا رب، انسانوں کا رب اور لاشریک بتایا گیا۔

(ب) رَبُّكُمْ وَ رَبُّ آبَائِكُمْ

اپنی ربوبیت خاصہ اور شخصی پروردگاری کا ایک اور اظہار قرآن مجید میں رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ

(تمہارا اور تمہارے پہلے آباء و اجداد کا رب) کہہ کر کیا گیا ہے۔ ایسا فقرہ تین آیات میں آیا ہے: شعراء نمبر ۲۶، صافات نمبر ۱۲۶ اور دخان نمبر ۸۔

قَالَ رَبُّكُمْ وَ رَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ○ (الشعرآء ۲۶)

کہا، صاحب تمہارا اور صاحب تمہارے اگلے باپ دادوں کا۔

اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ○ اللّٰهَ رَبَّكُمْ وَرَبَّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت ۱۲۵-۱۲۶)

کیا تم پکارتے ہو بعل کو؟ اور چھوڑتے ہو بہتر بنانے والے کو۔ جو اللہ ہے رب تمہارا، اور رب تمہارے اگلے باپ دادوں کا۔

لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ يُحْيٖ وَيُمِيْتُ ۭ رَبُّكُمْ وَرَبُّ اٰبَآئِكُمُ الْاَوَّلِيْنَ ○ (الدخان ۸)

کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، جلاتا ہے اور مارتا ہے، رب تمہارا، اور رب تمہارے اگلے باپ دادوں کا۔

ان تینوں آیاتِ کریمہ میں اول آیت حضرت موسیٰ اور فرعونِ مصر کے درمیان ہونے والے مکالمہ سے تعلق رکھتی ہے جس میں فرعون نے حضرت موسیٰ سے سوال کیا تھا کہ رب العٰلمین کون ہے؟ تو انہوں نے اس کی تشریح پہلے یہ کہہ کر کی کہ وہ آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی ہر شے کا رب ہے لیکن جب فرعونِ مصر نے ازراہِ تمسخر و استعجاب اپنے درباروالوں کو مخاطب کرکے کہا کہ تم لوگ سن رہے ہو یہ کیا کہہ رہے ہیں؟ تو حضرت موسیٰ نے ان سب کو مخاطب کر کے فرمایا تھا کہ وہی رب تمہارا اور تمہارے اگلے باپ دادوں کا بھی ہے اور افسوس کہ تم نے دوسروں کو رب بنا رکھا ہے۔ حضرت موسیٰ نے اس کے بعد اللہ کو مشرق و مغرب اور ان دونوں کے درمیان کی چیزوں کا رب بھی بتایا تھا۔ گویا کہ انہوں نے زمان و مکان کے ہر مرحلہ اور ہر حالت کو شامل کر لیا تھا۔ دوسری آیت حضرت الیاس کی دعوتِ ربانی کی طرف اشارہ کرتی ہے کہ انہوں نے اپنی قوم کو قومی بت "بعل" کی عبادت ترک کرکے اپنے اللہ اور اپنے حقیقی رب کی عبادت کی دعوت دی تھی۔ آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف سے اس حقیقت امری کو واضح کیا ہے کہ وہ تمہارا ہی نہیں بلکہ تمہارے باپ دادا کا بھی رب ہے اور اب جو تم اس کی راہ چھوڑ کر باپ دادا کی راہ پر چلنے کا اظہار و اعلان کرتے ہو تو وہ غلط ہے کیونکہ ان کی اصل راہ تو اسی رب کی راہ تھی جو ان کا خالق و مالک اور پروردگار اور جلانے اور مارنے والا ہے وہی ان کا اصلی الٰہ و معبود ہے اور اس کے سوا ان کا اور تمہارا کوئی معبود نہیں۔

(ج) اضافت کی مختلف شکلیں

انسانوں کے مختلف طبقات اور گروہوں کو مخاطب کرکے اللہ تعالیٰ نے کبھی اپنی زبان مبارک سے اپنے کلام میں "رَبُّکُمْ" (تم سب کا رب) کہا ہے کبھی موقعہ و محل کے لحاظ سے "رَبُّکُمَا" (تم دونوں کا رب) کہا ہے اور کبھی خاص رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یا کسی اور رسول و برگزیدہ شخص کو مخاطب کرکے "رَبُّکَ" (آپ کا رب) فرمایا ہے۔ ایک اندازہ کے مطابق "رَبُّکُمْ" پورے قرآنِ مجید میں ایک سو اٹھارہ بار "رَبُّکُمَا" صرف تینتیس بار اور "رَبُّکَ" دو سو بیالیس مقامات پر آیا ہے۔ اسی طرح ضمیر غائب میں رَبُّہٗ (اس مرد کا رب) چھہتر مرتبہ "رَبُّہَا" (اس عورت کا رب) نو مقامات پر، "رَبُّہُمْ" (ان سب مردوں کا رب) ایک سو پچیس بار، "رَبُّہُمَا" (ان دونوں کا رب) تین مرتبہ آیا ہے۔ ضمیر متکلم کے ساتھ اضافت کرکے "رَبُّنَا" (ہمارا رب) ایک سو دس بار اور "رَبِّیْ" (میرا رب) ایک سو ایک مرتبہ لایا گیا ہے۔ جبکہ انسانوں کی طرف بطور منادیٰ "رَبِّ" (اے میرے رب) سرسٹھ آیات میں آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ ان سب کا احاطہ کرنا ناممکن ہے محض ایک ایک مثال ہر ایک کی دی جاتی ہے۔

وَاِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّیْ جَاعِلٌ فِی الْاَرْضِ خَلِیْفَةً (البقرۃ ۳۰)

اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں کو، مجھ کو بنانا ہے زمین میں ایک نائب۔

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ (البقرۃ ۲۱)

لوگو! بندگی کرو اپنے رب کی جس نے بنایا تم کو اور تم سے اگلوں کو۔

سَنَفْرُغُ لَكُمْ اَیُّهَ الثَّقَلٰنِ ۚ فَبِاَیِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ (الرحمٰن ۳۱-۳۲)

ہم فارغ ہوتے ہیں تمہاری طرف سے! دو بوجھل قافلو! پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے۔

اِذْ قَالَ لَهٗ رَبُّهٗٓ اَسْلِمْ ۙ قَالَ اَسْلَمْتُ لِرَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ○ (البقرہ ۱۳۱)

جب اس کو کہا اس کے رب نے، حکم بردار ہو، بولا، میں حکم میں آیا جہان کے صاحب کے۔

وَاَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَوُضِعَ الْكِتٰبُ (الزمر ۶۹)

اور چمکی زمین اپنے رب کے نور سے، اور لا دھرا دفتر۔۔۔

اُولٰٓئِكَ عَلٰی هُدًی مِّنْ رَّبِّهِمْ ○ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ○ (البقرہ ۵)

انہوں نے پائی ہے راہ اپنے رب کی، اور وہی مراد کو پہونچے۔

فَلَمَّآ اَثْقَلَتْ دَّعَوَا اللّٰهَ رَبَّهُمَا لَئِنْ اٰتَیْتَنَا صَالِحًا لَّنَكُوْنَنَّ مِنَ الشّٰكِرِیْنَ ○ (اعراف ۱۸۹)

پھر جب بوجھل ہوئی، دونوں نے پکارا اللہ اپنے رب کو، اگر تو ہم کو بخشے چنگا بھلا، تو ہم تیرا شکر کریں۔

رَبُّنَا رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ لَنْ نَّدْعُوَاۡ مِنْ دُوْنِهٖٓ اِلٰهًا (کہف ۱۴)

ہمارا رب ہے رب آسمان زمین کا، نہ پکاریں گے ہم اس کے سوا کسی کو ٹھاکر۔

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَ رَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ (آل عمران ۵۱)

بے شک اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا، سو اس کی بندگی کرو یہ سیدھی راہ ہے۔

قَالَ رَبِّ فَاَنْظِرْنِيْٓ اِلٰى يَوْمِ يُبْعَثُوْنَ ۝ (الحجر ۳۶)

بولا اے رب! تو مجھ کو ڈھیل دے اس دن تک کہ مردے جیویں۔

ان آیاتِ کریمہ میں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم، تمام انسانوں اور جن وانس دونوں کو مخاطب کر کے اللہ کو ان کا رب بتایا گیا ہے۔ دوسری قسم کی آیات میں حضرت ابراہیم کے رب کو رب العالمین اور زمین کا رب بتایا گیا اور تمام ہدایت یافتہ لوگوں کا رب بھی اسی کو کہا گیا ہے۔ اور ایک آیت کریمہ میں میاں بیوی یعنی مرد و عورت کا رب کہہ کر یاد کیا گیا ہے۔ ہمارے رب کو آسمان و زمین کا رب بتایا گیا ہے اور اس کے سوا حضرت عیسٰی علیہ السلام کی زبان سے کہلوایا گیا ہے کہ میرا اور تمہارا رب اللہ ہی ہے اور اس کی عبادت ہی صراط مستقیم ہے اور تو اور شیطان نے اللہ کی نافرمانی کرنے کے باوجود جب اپنی گمراہ کرنے کی پالیسی کی اجازت چاہی تو اللہ کو میرا رب کہہ کر خطاب کیا تھا۔

(د) رَبُّ السَّمٰوَاتِ وَالْاَرْضِ

اوپر کئی آیاتِ کریمہ میں گذر چکا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اپنے تئیں "رب السمٰوات والارض" اور اسی طرح کی اور چیزوں کا رب کہا ہے۔ چنانچہ کم از کم گیارہ آیات میں "رب السمٰوات والارض وما بینہما" فرمایا ہے جو یہ ہیں: رعد نمبر ۱۶، اسراء نمبر ۱۰۲، کہف نمبر ۱۴، مریم نمبر ۶۵، انبیاء نمبر ۵۶، شعراء نمبر ۲۴، صافات نمبر ۵، زخرف نمبر ۸۲، دخان نمبر، اور نبا نمبر ۳۷۔ ایک آیتِ کریمہ (مومنون نمبر ۸۶) میں "رب السمٰوات السبع" آیا ہے۔ اور ایک آیت میں (جاثیہ نمبر ۳۶) "رب السمٰوات و رب الارض رب العالمین" آیا ہے اور ایک ہی آیت (ذاریات نمبر ۲۳) میں "رب السمآء والارض"۔ ان میں سے بعض آیات اوپر گذر چکی ہیں اور چند بطور نمونہ پیش ہیں کہ آسمان و زمین اور ان دونوں کی پہنائیوں کا رب ہمارا رب ہے:

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَاتَّخَذْتُمْ مِّنْ دُوْنِهٖٓ اَوْلِيَآءَ لَا يَمْلِكُوْنَ لِاَنْفُسِهِمْ نَفْعًا وَّلَا ضَرًّا ؕ قُلْ هَلْ يَسْتَوِي الْاَعْمٰى وَالْبَصِيْرُ ۙ اَمْ هَلْ تَسْتَوِي الظُّلُمٰتُ وَالنُّوْرُ ۚ اَمْ جَعَلُوْا لِلّٰهِ شُرَكَآءَ خَلَقُوْا كَخَلْقِهٖ فَتَشَابَهَ الْخَلْقُ عَلَيْهِمْ ؕ قُلِ اللّٰهُ خَالِقُ كُلِّ شَيْءٍ وَّهُوَ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۝ (الرعد ۱۶)

پوچھ کون ہے رب آسمان و زمین کا؟ کہہ، اللہ۔ کہہ، پھر تم نے پکڑے ہیں اس کے سوا حمایتی، جو مالک نہیں اپنے بھلے برے کے؟ کہہ، کوئی برابر ہوتا ہے اندھا اور دیکھتا؟ یا کہیں برابر ہے اندھیرا اور اجالا، یا ٹھہرائے ہیں انہوں نے اللہ کے شریک۔ کہ انہوں نے کچھ بنایا ہے جیسے بنایا اللہ نے، پھر مل گئی پیدائش ان کی نظر میں۔ کہہ، اللہ ہے بنانے والا ہر چیز

کا، اور وہی ہے اکیلا زبردست۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا فَاعْبُدْهُ وَاصْطَبِرْ لِعِبَادَتِهٖ ۔ هَلْ تَعْلَمُ لَهٗ سَمِيًّا ○ (مریم ٦٥)

رب آسمانوں کا اور زمین کا اور جو ان کے بیچ ہے، سو اسی کی بندگی کر، اور ٹھہرا رہ اس کی بندگی پر کوئی پہچانتا ہے؟ تو اس کے نام کا۔

قَالَ بَلْ رَّبُّكُمْ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ الَّذِيْ فَطَرَهُنَّ ۔ وَاَنَا عَلٰى ذٰلِكُمْ مِّنَ الشّٰهِدِيْنَ ○ (الانبیآء ٥٦)

بولا، نہیں پر رب تمہارا وہی ہے، رب آسمان اور زمین کا، جس نے ان کو بنایا، اور میں اسی بات کا قائل ہوں۔

اِنَّ اِلٰهَكُمْ لَوَاحِدٌ ○ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَ رَبُّ الْمَشَارِقِ ○ (الصّٰفّٰت ٤-٥)

بے شک حاکم تمہارا ایک ہے۔ رب آسمانوں کا اور زمین کا، اور جو ان کے بیچ ہے۔ اور رب مشرقوں کا۔

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا مُنْذِرٌ ۔ وَّمَا مِنْ اِلٰهٍ اِلَّا اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ○ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا الْعَزِيْزُ الْغَفَّارُ ○ (ص ٦٥-٦٦)

تو کہہ، میں تو یہی ہوں ڈر سنانے والا۔ اور حاکم کوئی نہیں مگر اللہ اکیلا، دباؤ والا۔ رب آسمانوں کا اور زمین کا۔ اور جو ان کے بیچ ہے زبردست گناہ بخشنے والا۔

قُلْ مَنْ رَّبُّ السَّمٰوٰتِ السَّبْعِ وَ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ ○ سَيَقُوْلُوْنَ لِلّٰهِ ۔ قُلْ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ (المومنون ٨٦-٨٧)

تو کہہ، کون ہے مالک سات آسمانوں کا اور مالک اس بڑے تخت کا؟ بتاویں گے اللہ کو، تو کہہ، پھر تم ڈر نہیں رکھتے؟

(س) رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِيْمِ

آخری آیت میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے "رب العرش العظیم" کا فقرہ استعمال کیا ہے۔ یہ اور کئی آیات میں آیا ہے، کبھی اسی صفتِ عظیم کے ساتھ، کبھی دوسری صفت کے ساتھ، اور کبھی بلا صفت۔ عرش الٰہی کا تصور بڑا قدیم ہے۔ اور مشرکین عرب بھی اس سے واقف تھے اور ان کے نزدیک اس کی بڑی عظمت تھی جیسے کہ شاہی تخت کی ہوتی ہے کہ وہ ملک و سلطنت، طاقت و شوکت اور اقتدار و اختیار کا نشان ہوتا ہے۔ چنانچہ اس آیت کے علاوہ توبہ نمبر ۱۲۹، انبیاء نمبر ۲۲، مومنون نمبر ۱۱٦، نمل نمبر ۲٦، اور زخرف نمبر ۸۲ میں اللہ تعالیٰ کے لئے رب العرش کا مزید ذکر آیا ہے۔ ان میں سے کئی ایک کا ذکر اوپر کسی نہ کسی ذیل میں آیا ہے۔ جن کا ذکر نہیں آسکا ہے وہ درج ذیل ہیں:

لَوْكَانَ فِيْهِمَآ اٰلِهَةٌ اِلَّا اللّٰهُ لَفَسَدَتَا ۚ فَسُبْحٰنَ اللّٰهِ رَبِّ الْعَرْشِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ○ (الانبیآء ۲۲)

اگر ہوتے ان دونوں میں اور حاکم، سوا اللہ کے، دونوں خراب ہوتے، سو پاک ہے اللہ، تخت کا صاحب، ان باتوں سے جو بتاتے ہیں۔

ان تمام آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کو آسمان و زمین کا رب، اللہ کے سوا اور کسی کے معبود نہ ہونے کا ذکر کیا گیا ہے۔ صرف اسی اللہ واحد کی الوہیت و معبودیت کا ناقابلِ تردید اعلان کیا گیا ہے۔ اسی کو زمین و آسمان کا محور اور ان کے قیامِ صحیح کا باعث بتایا گیا ہے۔ وہ مشرکوں اور کافروں کی بیان کردہ صفات اور الزامات سے پاک و صاف ہے۔ وہی انسان کا محورِ توکل اور مرکزِ کفایت ہے۔ اسی پر بھروسا واعتماد کرنا چاہئے کہ اس کے سوا اور کوئی اعتماد کے لائق نہیں ہے۔ وہی سچا بادشاہ (الملک الحق) ہے اور وہ بلندی و رفعت والا ہے اور وہی عرش عظیم کا رب ہے۔ اس عرش عظیم کا جو امر الٰہی اور حکمِ ربانی کا مظہر اور تدبیر کائنات اور تنظیم مخلوقات کا مرکز ہے کہ اللہ رب العالمین اپنی کائنات و مخلوقات کا اسی مقامِ عالی سے انتظام کرتا ہے۔ یہی وہ رب العرش العظیم ہے جو اللہ ہے اور جو رب العالمین ہے۔

(س) رَبُّ الْمَشَارِقِ وَالْمَغَارِب

قرآن مجید کی کئی آیاتِ مقدسہ میں اللہ کی ربوبیت کو سمتوں سے بھی مربوط کیا گیا ہے۔ یہ آسمان و زمین کی پہنائی اور عرش الٰہی سے فرش ارضی تک پہنائی کی عمودیت کو مشرق و مغرب یا جنوب و شمال کی افقی پہنائی سے جوڑ کر ربوبیت الٰہی کو بیکراں گیرائی و گہرائی اور آفاقیت عطا کرنے کی تعبیر ہے۔ جن آیاتِ کریمہ میں ربوبیت الٰہی کو سمتوں سے جوڑا گیا ہے وہ یہ ہیں: شعراء نمبر ۲۸، صافات نمبر ۵، رحمٰن نمبر ۱۷، معارج نمبر ۴۰ اور مزمل نمبر ۹۔

قَالَ رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ وَمَا بَيْنَهُمَا ؕ اِنْ كُنْتُمْ تَعْقِلُوْنَ ○ (الشعرآء ۲۸)

کہا، رب مشرق اور مغرب کا اور جو ان کے بیچ ہے، اگر تم بوجھ رکھتے ہو۔

رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَ رَبُّ الْمَشَارِقِ ○ (۳۷ : ۵)

رب آسمانوں کا اور زمین کا، اور جو ان کے بیچ ہے، اور رب مشرقوں کا۔

رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ ○ فَبِاَيِّ اٰلَآءِ رَبِّكُمَا تُكَذِّبٰنِ ○ (۵۵ : ۱۷-۱۸)

مالک دو مشرق کا، اور مالک دو مغرب کا۔ پھر کیا کیا نعمتیں اپنے رب کی جھٹلاؤ گے؟

فَلَآ اُقْسِمُ بِرَبِّ الْمَشٰرِقِ وَالْمَغٰرِبِ اِنَّا لَقٰدِرُوْنَ ○ عَلٰٓى اَنْ نُّبَدِّلَ خَيْرًا مِّنْهُمْ ۙ وَ مَا نَحْنُ بِمَسْبُوْقِيْنَ ○ (۷۰ : ۴۰-۴۱)

سو میں قسم کھاتا ہوں مشرقوں اور مغربوں کے مالک کی، ہم سکتے ہیں کہ بدل کر لے آویں ان سے بہتر، اور ہم سے چھپ (بڑھ) نہ جاویں گے۔

رَبُّ الْمَشْرِقِ وَ الْمَغْرِبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ فَاتَّخِذْهُ وَكِيْلًا ○ (۷۳ : ۹)

مالک مشرق اور مغرب کا، اس بن کسی کی بندگی نہیں، سو پکڑ اسکو کام سونپا۔

پہلی آیت اس مکالمہ سے تعلق رکھتی ہے جو حضرت موسیٰ اور فرعونِ مصر کے درمیان پہلی دعوتِ الٰہی کے دوران ہوا تھا۔ اس میں پہلے حضرت موسیٰ علیہ السلام نے فرعون کو بتایا کہ وہ رسولِ رب العالمین ہیں اور اس کو ایمان کی دعوت دی۔ پھر اس کے سوال و استعجاب و استہزا پر یکے بعد دیگرے اللہ کی ربوبیت ثابت کرنے کے لئے اللہ کو آسمانوں اور زمین اور ان دونوں کے درمیان کی پہنائی کا رب کہا، پھر ان کا اور ان کے گذشتہ باپ دادا کا رب بتایا اور پھر مشرق و مغرب اور ان کے درمیان کی پہنائی کا رب بتایا جس پر فرعون لاچار و جواب ہو کر غضب و تمرد پر اتر آیا۔ بقیہ آیات میں بھی اللہ کی آفاقی اور کائناتی ربوبیت انسانوں اور جنات پر اس کی حکومت، آفاق و انفس پر اس کی قدرت، بلاشرکت غیرے اس کی الوہیت اور اسی کی اکلوتی وکالت کا واضح بیان ہے جو یہ بتاتا ہے کہ وہ نہ صرف ان سب چیزوں کا، اس پوری کائنات کا مالک و خالق اور حاکم و مدبر ہے بلکہ ان کا رب اور پروردگار بھی ہے۔ اسی ضمن میں سورہ فلق نمبر ۱ آتی ہے جس میں اللہ تعالیٰ کو رب الفلق (صبح کا رب) کہا گیا ہے کہ آسمان و زمین اور مشرق و مغرب سے اس کا تعلق واضح ہے۔

(ط) رَبُّ الشِّعریٰ

بعض مواقعِ دعوت اور مقاماتِ انذار کے لحاظ سے اللہ تعالیٰ نے اپنے تئیں بعض اور چیزوں کا رب بھی کہا ہے جن کو عرب سماج میں بڑی اہمیت تھی ان کے دل و دماغ پر ان کی حکومت تھی۔ مثلاً سورۂ نجم نمبر ۴۹ میں فرمایا ہے:

وَاَنَّهٗ هُوَ رَبُّ الشِّعْرٰى ۝ (۵۳ : ۴۹)

اور یہ کہ وہی ہے رب شعریٰ کا۔

عربوں کے نزدیک بڑے تارے (شعریٰ) کی بہت اہمیت تھی اتنی اہمیت کہ وہ اس کو معبود سمجھ کر پوجنے لگے تھے۔ وہ سمجھتے تھے کہ "عالم کے احوال میں اس کی بڑی تاثیر ہے۔" اور یہ کچھ شعریٰ یا تاروں پر موقوف نہیں تمام اہلِ شرک اسی غلط فہمی اور خبط میں مبتلا ہیں کہ مظاہرِ الٰہی کو کسی قسم کی ذاتی تاثیر حاصل ہے جو ان کو انسانوں پر خاص کر اور کائنات کی دوسری اشیاء پر تاثیر عطا کرتی اور حکومت فراہم کرتی ہیں۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے جہاں عربوں کے دوسرے معبودانِ باطل۔ لات و عزیٰ اور مناۃ۔ وغیرہ کی تردید کی اور ان کے خیالات فاسدہ اور افکار مشرکانہ پر ضرب لگائی وہاں یہ بھی جتادیا کہ وہ شعریٰ کا بھی رب ہے جو اپنے پروردگار کا ویسا ہی محکوم، عابد اور مطیع ہے جس طرح کائنات و عالمین کی دوسری تمام چیزیں۔ اور اس میں بذاتہ کوئی تاثیر و قوت نہیں اور جو کچھ ہے وہ اسی کا رب، جو رب العالمین، کی عطا کردہ ہے

(ع) رَبُّ الْبَیْت وَالْبَلَد

عربوں کے نزدیک شہر مکہ اور خانۂ کعبہ کی بھی بڑی اہمیت تھی اللہ تعالیٰ نے ان کے اس عقیدہ کے پس منظر میں

اپنی ربوبیت و الوہیت عامہ کی تذکیر فرمائی کہ جس شہر اور جس گھر کی تم اتنی عزت و تکریم کرتے ہو وہ دراصل اس کے پروردگار کی عطا کردہ ہے اور اسی کی عبادت تم کو کرنی چاہیئے اگر تم سچ مچ اس شہر کے عاشق اور اس گھر کے عقیدت مند ہو:

اِنَّمَآ اُمِرْتُ اَنْ اَعْبُدَ رَبَّ هٰذِهِ الْبَلْدَةِ الَّذِيْ حَرَّمَهَا وَلَهٗ كُلُّ شَيْءٍ وَّاُمِرْتُ اَنْ اَكُوْنَ مِنَ الْمُسْلِمِيْنَ ○ (النمل ۹۱)

مجھ کو یہی حکم ہے کہ بندگی کروں اس شہر کے مالک کی جس نے اس کو رکھا ادب کا۔ اور اسی کی ہے ہر چیز۔ اور حکم ہے کہ رہوں حکم برداروں میں۔

فَلْيَعْبُدُوْا رَبَّ هٰذَا الْبَيْتِ ۙ الَّذِيْٓ اَطْعَمَهُمْ مِّنْ جُوْعٍ ۙ وَّاٰمَنَهُمْ مِّنْ خَوْفٍ ○ (ایلاف/ قریش ۳-۴)

تو چاہیئے بندگی کریں اس گھر کے رب کی، جس نے ان کو کھانا دیا بھوک میں، اور امن دیا ڈر میں۔

(ف) رَبِّ النَّاس

اللہ تعالیٰ نے مختلف چیزوں، قوتوں اور عناصر پر اپنی ربوبیت ثابت کرنے کے بعد یہ واضح فرمادیا کہ وہ انسان کا اور لوگوں کا رب ہے۔ اس لئے سورہ الناس نمبر ۱ میں جو آخری آیت ہے اس حقیقت کو جو پہلے سے ظاہر و باہر تھی بالکل واشگاف انداز میں واضح کر دیا:

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ۙ مَلِكِ النَّاسِ ۙ اِلٰهِ النَّاسِ ۙ (الناس ۱-۳)

تو کہہ، میں پناہ میں آیا لوگوں کے رب کی، لوگوں کے بادشاہ کی، لوگوں کے پوجے (معبود) کی۔

یہاں نہ صرف وہ رب کی صورت میں جلوہ گر ہے بلکہ وہ لوگوں کا بادشاہ و معبود بھی ہے اور تمام انسانوں کی آخری جائے پناہ۔ بادشاہ کی حیثیت سے اس کی اطاعت فرض ہے، الٰہ و معبود کی حیثیت سے اس کی عبادت فرض ہے اور رب کی حیثیت سے اس کی محبت و محبوبیت فرض ہے۔ اگرچہ رب میں پرورده کی محبت و شفقت اور پروردگار کی مغفرت و بخشش کا مفہوم موجود ہے تاہم پروردگارِ عالم نے بعض آیاتِ کریمہ میں کسی نہ کسی حوالہ سے اس کو بھی واضح فرمادیا ہے:

لَقَدْ كَانَ لِسَبَاٍ فِيْ مَسْكَنِهِمْ اٰيَةٌ ۚ جَنَّتٰنِ عَنْ يَّمِيْنٍ وَّ شِمَالٍ ۵ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِ رَبِّكُمْ وَاشْكُرُوْا لَهٗ ۭ بَلْدَةٌ طَيِّبَةٌ وَّرَبٌّ غَفُوْرٌ ○ (سبا ۱۵)

قوم سبا کو تھی ان کی بستی میں نشانی، دو باغ داہنے اور بائیں کھاؤ روزی اپنے رب کی، اور اس کا شکر کرو، دیس ہے پاکیزہ اور رب ہے گناہ بخشتا۔

اگرچہ اس آیتِ کریمہ میں قومِ سبا کے حوالے سے اللہ کو "رب غفور" کہا گیا ہے تاہم کوئی ایسی بستی نہیں جو اس

کی مغفرت اور اس کی بخشش اور اس کی عطایا و انعامات سے محروم ہو کہ وہ اصلاً رب رحیم ہے۔ "سلٰم قولاً من رب رحیم" (سلام بولنا ہے، رب مہربان سے) اہل جنت کی سلامتی اور رب رحیم کی رحمت سے فیضیابی صرف اسی وقت ممکن ہے جب وہ اس دنیا میں بھی اس کی رحمت و مغفرت سے ہمکنار و فیضیاب ہوں۔ اور اللہ تو رب العالمین ہے اور وہ اپنے بندوں پر رحیم و کریم ہے۔ کیونکہ وہ تو بلند و عزت و کبریائی والا ہے اور اسی کو ساری حمد و ستائش زیبا ہے۔ ظاہر ہے کہ ایسی عالی صفات والا رب ہی عزت و تکریم کا، عبادت و اطاعت کا اور حمد و ستائش کا مستحق ہو سکتا ہے:

سُبْحٰنَ رَبِّكَ رَبِّ الْعِزَّةِ عَمَّا يَصِفُوْنَ ۚ وَسَلٰمٌ عَلَى الْمُرْسَلِيْنَ ۚ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت ۱۸۰-۱۸۲)

پاک ذات ہے تیرے رب کی، عزت کا صاحب، پاک ہے ان باتوں سے جو کرتے ہیں۔ اور سلام ہے رسولوں پر، اور سب خوبی اللہ کو، جو رب ہے سارے جہان کا۔

(۱۷) معانی و مفاہیم اَلْعَالَمِیْن

(الف) بنو اسرائیل کے حوالہ سے

قرآنِ مجید کی بیالیس آیاتِ کریمہ کے تجزیہ سے جن میں "العالمین" رب کا مضاف الیہ بن کر آیا ہے بخوبی اس لفظ کے معانی و مفاہیم واضح ہو چکے ہیں اور متعدد دوسری آیاتِ کریمہ سے "رب" کے معانی و مفاہیم سے ان پر مزید روشنی پڑ چکی ہے تاہم یہ ایک قرآنی حقیقت ہے کہ اس لفظ "العالمین" کو تنہا مختلف سیاق و سباق میں اکتیس مختلف مقامات پر مزید لایا گیا ہے۔ ان آیات کے مطالعہ و تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ان میں سے ایک نوع کی وہ آیات ہیں جن میں کسی قوم یا طبقہ کو تمام عالموں پر فضیلت بخشنے کی بات کہی گئی ہے جیسے:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَ اَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ (بقرہ ۴۷ ، ۱۲۲)

اے بنی اسرائیل! یاد کرو احسان میرا، جو میں نے تم پر کیا۔ اور وہ جو میں نے تم کو بڑا کیا جہان کے لوگوں سے۔

وَاِذْ قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهٖ يٰقَوْمِ اذْكُرُوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ عَلَيْكُمْ اِذْ جَعَلَ فِيْكُمْ اَنْۢبِيَآءَ وَجَعَلَكُمْ مُّلُوْكًا ۖ وَّاٰتٰىكُمْ مَّا لَمْ يُؤْتِ اَحَدًا مِّنَ الْعٰلَمِيْنَ ○ (مائدہ ۲۰)

اور جب کہا موسیٰ نے اپنی قوم کو، اے قوم! یاد کرو، احسان اللہ کا اپنے اوپر، جب پیدا کئے تم میں نبی، اور کر دیا تم کو بادشاہ، اور دیا تم کو، جو نہیں دیا کسی کو، جہان میں۔

قَالَ اَغَيْرَ اللّٰهِ اَبْغِيْكُمْ اِلٰهًا وَّهُوَ فَضَّلَكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ (اعراف ۱۴۰)

کہا، کیا اللہ کے سوا ڈھونڈ دوں تم کو کوئی معبود؟ اور اس نے تم کو بزرگی دی سب جہان پر۔

وَلَقَدِ اخْتَرْنٰهُمْ عَلٰى عِلْمٍ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ (دخان ۳۲)

اور ان کو ہم نے پسند کیا جان بوجھ کر، جہان کے لوگوں سے۔

وَلَقَدْ اٰتَيْنَا بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ الْكِتٰبَ وَالْحُكْمَ وَالنُّبُوَّةَ وَرَزَقْنٰهُمْ مِّنَ الطَّيِّبٰتِ وَفَضَّلْنٰهُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ (جاثیہ ۱۶)

اور ہم نے دی ہے بنی اسرائیل کو، کتاب اور حکومت اور پیغمبری، اور کھانے کو دیں ستھری چیزیں، اور بزرگی دی ان کو جہان پر۔

ان تمام آیاتِ کریمہ میں سارے جہانوں (عالمین) پر بنو اسرائیل کو فضیلت دینے کی بات کہی گئی ہے۔ مفسرین کرام نے فضیلت بنی اسرائیل کی طرح طرح سے تفسیر کی ہے۔ امام قرطبی کے نزدیک یہ فضیلت اس بنا پر تھی کہ ان میں انبیاء بنائے اور یہ ان کے لئے خاص تھی اور کسی اور کو حاصل نہ تھی۔ امام رازی اسے مطلق تفضیل نہیں ایک خاص قسم کی فضیلت مانتے ہیں۔ مولانا عثمانی کے نزدیک یہ فضیلتِ عام تھی اور بنو اسرائیل کے وجود کے دن سے شروع ہو کر نزولِ قرآن تک باقی رہی۔ مولانا دریابادی اس کو نسلی یعنی بنو اسرائیل کی فضیلت مانتے ہیں نہ کہ امتِ موسوی کی، اور وہ فضیلت "مسلکِ توحید کی تھی" جو ان کے ہر زمانہ میں ان کو حاصل رہی مولانا مودودی کے نزدیک وہ اس دور میں تھی جب تمام دنیا کی قوموں میں ایک بنی اسرائیل کی قوم ہی ایسی تھی جس کے پاس اللہ کا دیا ہوا علم حق تھا اور جسے اقوامِ عالم کا امام و رہنما بنا دیا گیا تھا تاکہ وہ بندگیٔ رب کے راستے پر سب قوموں کو بلائے اور چلائے۔" مولانا اصلاحی نے اس کو ایک خاص دور سے وابستہ و محدود اور قوموں کی ہدایت و رہنمائی سے مشروط اور اللہ تعالیٰ ہی کی عطا کردہ نعمت بتائی ہے۔

قرآن مجید کی آیاتِ خمسۂ مذکورہ بالا پر غور کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ ان پر اللہ تعالیٰ نے جو نعمت کی تھی اور عالمین پر ان کو جو فضیلت عطا کی تھی وہ اس طور تھی کہ ان میں بہت سے انبیاء بنائے، ان کو بادشاہ و حکمران بنایا، ان کو توحیدِ الٰہیٰ کی نعمت دی، ان کو کتاب الٰہیٰ سے نوازا، ان کو حکم و نبوت سے سرفراز کیا، ان کو بہترین رزق عطا کیا اور ان کو وہ سب عنایت فرمایا جو جہانوں میں سے کسی کو نہیں دیا۔ یہ فضیلت آفاقی تھی اور ان کے وجود بلکہ نعمتِ الٰہی کے آغاز سے شروع ہوئی اور جب تک اللہ تعالیٰ کی مذکورہ بالا نعمتیں ان کو حاصل رہیں ان کو سارے جہان پر فضیلت و تفوق حاصل رہا۔ ان آیاتِ کریمہ سے یہ بھی واضح ہوتا ہے کہ اسرائیل کی سارے عالموں اور تمام جہانوں پر یہ فضیلت صرف ان اسباب و انعاماتِ الٰہی کے سبب تھی اور ان میں انہیں کو فضیلت و نعمت حاصل تھی جو اس سے سرفراز و ممتاز کئے گئے تھے۔ ان کی یہ فضیلت نہ نسلی تھی اور نہ کسبی، وہ خالص عطیۂ الٰہی تھی اور ان اسباب و عوامل کے سبب تھی جن کے لئے ان کا تمام اقوامِ عالم میں انتخاب ہوا تھا۔ گویا یہ "منصبی فضیلت" تھی۔ عالمین کے لفظ سے یہ غلط فہمی نہ ہوئی چاہئے کہ وہ ازلی و ابدی یا سرمدی فضیلت تھی، کہ اس میں اول تا آخر تمام عالم شامل ہیں۔ کیونکہ بنو اسرائیل خود آفاقی یا ازلی و ابدی نہ تھے۔ وہ ایک خاص دور میں ابھرے اور ایک خاص نقطۂ وقت تک "منصبی فضیلت" سے یا نعمتِ الٰہی سے فیضیاب رہے اور اس

کے اختتام کے ساتھ ان کی فضیلت بھی ختم ہو گئی۔ ان کی فضیلت سے متعلق تمام آیات میں نعمتِ الٰہی کا واضح یا مضمر ذکر ضرور موجود ہے اور نعمت کو فضیلت سے الگ نہیں کیا جا سکتا۔ اسی طرح اللہ کی رب العالمینی میں جو عالمین کا تصور ہے اس پر بھی اس کو قیاس نہ کرنا چاہئے کہ اللہ تو ازلی و ابدی اور سرمدی اور یکراں ہے اس کے لئے عالمین بھی اس کی شان کے مطابق اسی طرح ازلی، ابدی اور سرمدی ہیں۔ محدود اور محصور بندوں کے عالمین نہیں جو موقت و محدود ہیں۔

(ب) انبیائے کرام کے حوالہ سے

اسی قوم بنی اسرائیل کے دو افراد کی فضیلت کا بھی دو آیات میں ذکر آیا ہے:

وَاِذْ قَالَتِ الْمَلٰٓئِكَةُ يٰمَرْيَمُ اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰكِ وَ طَهَّرَكِ وَاصْطَفٰكِ عَلٰى نِسَآءِ الْعٰلَمِيْنَ ○ (ال عمران ۴۲)

اور جب فرشتے بولے، اے مریم! اللہ نے تجھ کو پسند کیا، اور ستھرا بنایا، اور پسند کیا تجھ کو سب جہان کی عورتوں سے۔

وَالَّتِىْٓ اَحْصَنَتْ فَرْجَهَا فَنَفَخْنَا فِيْهَا مِنْ رُّوْحِنَا وَجَعَلْنٰهَا وَ ابْنَهَآ اٰيَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (الانبیآء ۱۹)

اور وہ عورت، جس نے قید میں رکھی اپنی شہوت، پھر پھونک دی ہم نے اس عورت میں اپنی روح، اور کیا اس کو اور اس کے بیٹے کو نمونہ جہان والوں کو۔

ان دونوں آیات میں حضرت مریم اور ان کے فرزند حضرت عیسیٰ کی فضیلت بیان کی گئی ہے اور ان کے آیتِ ربانی ہونے کا ذکر کیا گیا ہے اسی طرح سورۂ عنکبوت نمبر ۱۰ میں حضرت نوح کی کشتی کو سارے جہانوں کے لئے ایک آیتِ ربانی بنانے کی بات کہی گئی ہے۔ واقعہ یہ ہے کہ تینوں چیزیں سچ مچ آیاتِ ربانی اس وقت سے لے کر اب تک سارے جہانوں کے لئے ہیں۔ اسی طرح کئی آیاتِ کریمہ میں بعض انبیائے کرام کا نام لے کر عالموں پر ان کو فضیلت دینے کی صراحت کی گئی ہے:

اِنَّ اللّٰهَ اصْطَفٰٓى اٰدَمَ وَ نُوْحًا وَّاٰلَ اِبْرٰهِيْمَ وَ اٰلَ عِمْرٰنَ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ (آل عمران ۳۳)

اللہ نے پسند کیا آدم کو، اور نوح کو، اور ابراہیم کے گھر کو، اور عمران کے گھر کو، سارے جہان سے۔

وَتِلْكَ حُجَّتُنَآ اٰتَيْنٰهَآ اِبْرٰهِيْمَ عَلٰى قَوْمِهٖ ؕ نَرْفَعُ دَرَجٰتٍ مَّنْ نَّشَآءُ ؕ اِنَّ رَبَّكَ حَكِيْمٌ عَلِيْمٌ ○ وَ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ج وَ نُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَ مِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَيُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ○ وَزَكَرِيَّا وَ يَحْيٰى وَ عِيْسٰى وَاِلْيَاسَ ؕ كُلٌّ مِّنَ الصّٰلِحِيْنَ ○ وَ اِسْمٰعِيْلَ وَالْيَسَعَ وَ يُوْنُسَ وَلُوْطًا ؕ وَكُلًّا فَضَّلْنَا عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ○ (الانعام ۸۳-۸۶)

اور یہ ہماری دلیل ہے، کہ ہم نے دی ابراہیم کو اس کی قوم کے مقابل، درجے بلند کرتے ہیں، جس کو چاہیں۔ تیرا رب تدبر والا ہے خبردار۔ اور اس کو بخشا ہم نے، اسحٰق اور یعقوب۔ سب کو ہدایت دی۔ اور نوح کو ہدایت دی ان سب

سے پہلے، اور اس کی اولاد میں داؤد اور سلیمان کو، اور ایوب و یوسف کو اور موسیٰ اور ہارون کو، اور ہم یوں بدلا دیتے ہیں، نیک کام والوں کو۔ اور زکریا اور یحییٰ اور عیسیٰ اور الیاس کو، سب ہیں نیک بختوں میں، اور اسمٰعیل اور الیسع کو اور یونس اور لوط کو، اور سب کو ہم نے بزرگی دی سارے جہان والوں پر۔

سَلٰمٌ عَلٰى نُوْحٍ فِى الْعٰلَمِيْنَ ○ (الصّٰفّٰت ۷۹)

کہ سلام ہے نوح پر سارے جہان والوں میں۔

ان آیاتِ کریمہ میں جن انبیاء کرام علیہم السلام کا ذکر خیر ہے ان کی عالمین پر فضیلت تو ہے ہی، ان تمام انبیاء کی بھی فضیلت موجود ہے خواہ مضمر و غیر صریح ہو جن کا ذکر نہیں آیا ہے کہ وہ طبقۂ انبیاء کی تمام غیر انبیاء پر فضیلت کا معاملہ ہے۔ ان میں سے ہر ایک کو اپنے زمانے سے تاقیامت فضیلت حاصل ہے۔ یہ ان کی فضیلت عام ہے۔ پھر ان کی باہمی فضیلت ہے جو خاص ہے اور جس کا ذکر سورۂ بقرہ نمبر ۲۵۳ میں ہے تلک الرسل فضلنا بعضھم علی بعض (یہ سب رسول، بڑائی دی ہم نے ان پر ایک کو ایک سے) ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو جو فضیلتِ خاص حاصل ہے وہ ختم المرسلین اور رحمۃ للعالمین ہونے کے سبب ہے اور وہ خاص الخاص فضیلت ہے۔

(ج) بلاد و مقامات کے حوالہ سے

طبقات و امم اور افراد و انبیاء کی طرح بعض مقامات و بلاد کو بھی دوسروں پر فضیلت دی ہے اور ان کو تمام عالمین کے لئے بابرکت اور وجہ ہدایت بنایا ہے:

اِنَّ اَوَّلَ بَيْتٍ وُّضِعَ لِلنَّاسِ لَلَّذِىْ بِبَكَّةَ مُبٰرَكًا وَّهُدًى لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (آل عمران ۹۶)

تحقیق پہلا گھر جو ٹھہرا لوگوں کے واسطے یہی ہے جو مکے میں ہے، برکت والا اور نیک راہ جہان کے لوگوں کو۔

وَنَجَّيْنٰهُ وَ لُوْطًا اِلَى الْاَرْضِ الَّتِىْ بٰرَكْنَا فِيْهَا لِلْعٰلَمِيْنَ ○ (الانبیآء ۷۱)

اور بچا نکالا ہم نے اس کو اور لوط کو، اس زمین کی طرف جس میں برکت رکھی ہم نے جہان کے واسطے۔

پہلی آیت میں خانۂ کعبہ / بیت اللہ کے تمام عالموں اور سارے جہانوں کے لئے ہدایت اور بابرکت ہونے کا ذکر ہے اور روایات کے مطابق اس کی یہ برکت وہدایت حضرت آدم علیہ السلام کی تخلیق و بعثت سے قبل ہی مقدر ہو چکی تھی اور انسان کی تخلیق کے نقطۂ آغاز سے تاقیامِ قیامت جاری رہے گی کہ انسانی تاریخ کے ہر دور میں وہ نہ صرف انبیاء کرام اور رسولانِ عظام کا مرکز قلب و نظر اور جولان گاہِ دعوت و بشارت رہا بلکہ تمام انسانوں اور ساری مخلوقات اور تمام جہانوں کے لئے بھی مبارک ہدایت بنا رہا ہے۔ جبکہ دوسری آیتِ کریمہ میں حضرت ابراہیم اور حضرت لوط علیہما السلام کی جائے پناہ اور مقامِ ہجرت کی طرف اشارہ ہے کہ وہ اللہ کی بنائی ہوئی بابرکت سرزمین ہے اور جو سارے جہانوں کے لئے بابرکت رہی ہے۔ مورخین کی روایات اور مفسرین کی تشریحات کے مطابق وہ سرزمین شام تھی۔ حافظ ابن کثیر کی بیان کردہ بیشتر روایات میں ارضِ شام ہے، ایک روایت میں حضرت ابن عباس کا قول مکہ کے بارے میں نقل کیا گیا ہے شاہ عبدالقادر۔

مولانا عثمانی۔ مولانا تھانوی اور مولانا دریابادی نے اس سے ارض شام مراد لی ہے جبکہ مولانا مودودی نے ارض شام و کنعان کہا ہے اور مولانا اصلاحی نے صرف ارض کنعان کہا ہے۔ واقعات و روایات اور انبیاء کرام کی دعوت و سرگرمی اور دوسری مادی اور روحانی ترجیحات کے لحاظ سے وہ وسیع تر علاقہ شام ہی مراد معلوم ہوتا ہے کہ جس میں ارض فلسطین خاص کر وہ ارض مقدس شامل ہے جس کا ذکر قرآن مجید کی کئی اور آیات میں آیا ہے۔ واقعی یہی علاقہ آج تک اقوامِ عالم کے لئے مقدس و بابرکت ہے باس طور اسے حرمین شریفین کے بعد سارے جہانوں پر فضیلت حاصل ہے۔

(د) مختلف حوالوں سے

اسی طرح بعض دوسری آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سارے جہانوں سے اپنے غنی ہونے کا ذکر فرمایا ہے (آل عمران نمبر ۹۷ عنکبوت نمبر ۷)۔ بعض میں اپنے آفاقی اور کائناتی فضل و کرم کا اعلان کیا ہے (البقرہ نمبر ۲۵۱)، بعض میں اپنے عالم الغیب ہونے کا ذکر کیا ہے (عنکبوت نمبر ۱۰)، کسی میں عالمین پر اپنے ظلم سے انکار کیا ہے (آل عمران نمبر ۱۰۸)، کہیں اپنے سخت ترین عذاب کی عالمین کے حوالہ سے وعید فرمائی ہے (مائدہ نمبر ۱۱۵)، کہیں قوم لوط کی جنسی کجروی اور امرد پرستی کو سارے جہانوں میں بد ترین گناہ قرار دیا (اعراف نمبر ۸۰، حجر نمبر ۷۰، شعراء نمبر ۱۶۵، عنکبوت نمبر ۲۸)۔ ان تمام آیات میں عالمین کا ذکر اللہ کے اعتبار سے ازلی اور ابدی اور افراد و طبقاتِ انسانی کے لحاظ سے مقید و محدود ہے۔ عالمین کے حوالہ سے دو قسم کی اور آیات ہیں جو عالمی اور آفاقی حیثیت رکھتی ہیں: اول وحیٔ الٰہی خاص کر قرآنِ مجید کے سارے جہانوں کے لئے باعثِ تذکیر و ذکر اور وجہ ہدایت و رہنمائی کے متعلق اور دوسری رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آفاقی و کائناتی رسالت اور رحمۃ للعالمینی کے بارے میں، جو بالترتیب یہ ہیں:۔

قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰى لِلْعٰلَمِيْنَ ۝ (انعام ۹۱)

تو کہہ، نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ مزدوری، یہ محض نصیحت ہے جہان کے لوگوں کو۔

وَمَا تَسْئَلُهُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ ۭ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (یوسف ۱۰۴)

اور تو مانگتا نہیں ان سے، اس پر کچھ نیگ (اجر) یہ تو اور کچھ نہیں مگر نصیحت سارے عالم کو۔

تَبٰرَكَ الَّذِيْ نَزَّلَ الْفُرْقَانَ عَلٰي عَبْدِهٖ لِيَكُوْنَ لِلْعٰلَمِيْنَ نَذِيْرًا ۝ (فرقان ۱)

بڑی برکت ہے اس کی جس نے اتارا فیصلہ اپنے بندے پر کہ رہے جہان والوں کو ڈر۔

قُلْ مَآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّ مَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ ۝ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (ص ۸۶-۸۷)

تو کہہ، میں مانگتا نہیں تم سے اس پر کچھ نیگ۔ اور میں نہیں آپ کو بنانے والا۔ یہ تو ایک سمجھوتی (ذکر) ہے سارے جہان والوں کو۔

وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ۝ (القلم ۵۲)

اور یہ تو یہی سمجھوتی ہے سارے جہان والوں کو۔

اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ ○ (تکویر ۲۷)
یہ تو ایک سمجھوتی ہے جہان کے واسطے۔
وَمَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیآء ۱۰۷)
اور تجھ کو جو ہم نے بھیجا سو مہر کر کر جہان کے لوگوں پر۔

ان تمام آیاتِ کریمہ میں یہ حقیقت واضح کر دی گئی کہ آپ سارے جہانوں کے لئے نذیر اور سارے عالموں کے لئے رحمت بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپ کو یہ قرآن و کلام الٰہی دیا گیا ہے وہ تمام انسانوں اور تمام عالموں اور جہانوں کے مکلفین کیلئے باعث ہدایت ہے۔ اور ظاہر ہے کہ جسطرح دوسرے تمام انبیاء کرام رب العالمین کے رسول تھے اسیطرح آپ بھی رب العالمین کے رسول ہیں اور آپ کو یہ فضیلتِ خاص ہے کہ آپ سارے جہانوں کے لئے رسول و پیغمبر بنا کر بھیجے گئے ہیں اور آپ کی کتاب بھی آفاقی ہے۔

۲۔ دوسری آیتِ کریمہ

سورۂ فاتحہ کی دوسری آیتِ کریمہ: "الرحمٰن الرحیم" ہے جو اللہ تعالیٰ کی دوسری اور تیسری اہم ترین صفات ہیں۔ بسملہ / تسمیہ کے علاوہ "الرحمٰن الرحیم" کی دونوں صفاتِ ربانی مربوط کر کے پانچ اور مقامات / آیاتِ مقدسہ میں آئی ہے: سورۂ فاتحہ نمبر ۲، بقرہ نمبر ۱۶۳، نمل نمبر ۳۰، فصلت / حٰم السجدہ نمبر ۲ اور حشر نمبر ۲۲۔ ان دونوں صفات میں سے "الرحمٰن" قرآنِ مجید میں کل ستاون مقامات پر آئی ہے اور "الرحیم" کل پچانوے مقامات پر۔ "الرحمٰن" کو "الرحیم" کے علاوہ اور کسی صفتِ ربانی کے ساتھ مربوط نہیں کیا گیا ہے اور اسی بنا پر مفسرین و محققین کا یہ خیال صحیح ہے کہ جس طرح اس کا اسمِ جلالت اللہ دوسری صفاتِ الٰہی کے موصوف کے طور پر آتا ہے اور وہ خود کسی کی صفت نہیں بنتا اسی طرح اس کا اسم محبت رحمٰن بھی دوسری صفاتِ ربانی کے موصوف کے اعتبار سے آتا ہے اور وہ خود صفت نہیں آتا۔ یہ دونوں دراصل اللہ تعالیٰ کے اسمِ جلال و اسم جمال ہیں۔

(۱) اَلرَّحْمٰنِ الرَّحِيْم کا زوج

پہلے ان آیات گرامی کا مطالعہ جو ان دونوں اسمائے جمال و صفاتِ محبت کا ارتباط رکھتی ہیں یعنی جن میں الرحمٰن الرحیم زوج بن کر ایک ساتھ بطور موصوف و صفت آئے ہیں:

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ (بِسْمَلَة)
شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔
الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ○ (اَلفَاتِحَه ۲)
بہت مہربان، نہایت رحم والا۔

وَاِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ (البقرہ ۱۶۳)

اور تمہارا رب اکیلا رب ہے۔ کسی کو پوجنا نہیں اس کے سوا بڑا مہربان ہے رحم والا۔

اِنَّهٗ مِنْ سُلَيْمٰنَ وَاِنَّهٗ بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ (النمل ۳۰)

وہ خط ہے سلیمان کی طرف سے، اور وہ ہے شروع اللہ کے نام سے جو بڑا مہربان نہایت رحم والا۔

تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۝ (حٰم السجدہ ۲)

کچھ اتارا ہے بڑے مہربان رحم والے سے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ ۝ (الحشر ۲۲)

وہ اللہ ہے جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی، جانتا ہے چھپا اور کھلا۔ وہ ہے بڑا مہربان رحم والا۔

ان تمام آیاتِ مقدسہ میں الرحمٰن الرحیم کی جوڑی یا زوج کو کسی نہ کسی سیاق و سباق اور پس منظر میں لایا گیا ہے۔ اولین آیتِ مطہرہ میں وہ اسمِ جلالت اللہ کی دو صفتوں کے طور پر لائی گئی ہے اور پس منظر اسمِ الٰہی سے آغاز و ابتدا کرنے کا ہے جبکہ دوسری آیت میں وہ بذاتِ خود دو صفاتِ عالیہ ہیں لیکن ان کا ربط پہلی آیت سے ہے اور اس کے مطابق وہ اسمِ جلالت کی صفات ہونے کے ساتھ حمدِ الٰہی سے بھی وابستہ ہیں اور اس کا مظہر بھی۔ اسی کے ساتھ وہ اسمِ جلالت کی ایک اور صفت "رب العالمین" سے بھی مربوط ہیں۔ گویا کہ وہ سہ گونہ نسبت رکھتی ہیں۔ تیسری آیت میں وہ ہمارے ایسے الٰہ کی صفات کے طور پر آئی ہیں جو واحد ہے اور جس کے سوا اور کوئی الٰہ ہے ہی نہیں۔ یہاں رحمان و رحیم اللہ تعالیٰ کے مثبت طور سے الٰہ واحد اور معبود واحد ہونے کے ساتھ وابستہ ہے اور منفی طور سے اس کے سوا اور کسی کے الٰہ نہ ہونے کے اعلان کے ساتھ بھی مربوط ہے۔ چوتھی آیت میں بسملہ کی مانند آغاز و افتتاح اور ابتدا کرنے کے عام اور مطلق مفہوم اور حقیقت امری کا اظہار کرنے کے علاوہ ایک خاص و مخصوص افتتاح و آغاز کرنے کا بھی اعلان کرتی ہے۔ اور وہ ہے حضرت سلیمان علیہ السلام کے خطِ مبارک کے نامِ الٰہی سے آغاز کرنے کا جو انہوں نے اپنی جانب سے ملکۂ سبا کے نام اس کو دعوتِ اسلام لانے کے لئے لکھا تھا۔ پانچویں آیت میں الرحمٰن الرحیم کی صفات بطور اسمِ جمال آئی ہیں کہ وہ اللہ تعالیٰ کے اسمِ جلالت کے ساتھ یہاں وابستہ نہیں کی گئیں بلکہ الرحمٰن کو بطور اسمِ جمال لایا گیا ہے اور رحیم اس کی صفت ہے۔ اس آیتِ کریمہ میں ایک اہم حقیقت یہ بیان کی گئی ہے کہ یہ قرآنِ مجید اس ذاتِ گرامی کا نازل کردہ ہے جو الرحمٰن الرحیم ہے۔ یعنی وہ خالق و مالک اور رحمان رحیم جو ہمارا الٰہ و معبود ہے اس نے ایسی کتاب نازل کی ہے جو جانتے والی قوم کے لئے قرآنِ عربی ہے اور جسکی آیات تفصیل کر کے بیان کر دی گئی ہیں تاکہ وہ انکو بشارت دے اور انکو عاقبت سے ڈرائے بھی۔ کیونکہ اکثر لوگ اس سے روگردانی کر کے سننے سے انکار کر دیتے ہیں۔ آخری آیت میں ایک مزید صفتِ ربانی کا اضافہ کیا گیا ہے کہ وہ عالم الغیب والشہادۃ ہے۔ اس کے علاوہ دوسری صفات اوپر والی بیان ہوئی ہیں کہ وہ واحد الٰہ ہے اور اس کے سوا اور کوئی معبود نہیں اور وہ رحمٰن رحیم ہے اور ان سب کو اللہ کے اسمِ جلالت سے جوڑ دیا گیا ہے۔

(۲) رَحْمٰن رَحِیْم کے معانی

لغت کے اعتبار سے رحمان فَعْلَان کے وزن پر اسمِ مبالغہ ہے جبکہ رحیم فَعِیْل کے وزن پر اسم مبالغہ۔ اسم مبالغہ ہونے کے سبب یہ واضح ہے کہ حامل صفت یا موصوف میں رحم کا مادہ مبالغہ کے ساتھ یعنی بہت زیادہ پایا جاتا ہے۔ اس اعتبار سے دونوں اسمائے مبالغہ یکساں معنی رکھتے ہیں لیکن دونوں کی ساخت میں فرق ہونے نیز مختلف اوزان پر ہونے کے سبب ان کے معانی و مفاہیم میں فرق بھی ہے۔ اور وہ یہ کہ فَعْلَان کے وزن کی خصوصیت کے مطابق رحمٰن رحم سے بھرا ہوا ہے جیسے کہ سکران نشہ سے اور عطشان پیاس سے لبالب بھرا ہوتا ہے۔ فَعِیْل کے وزن میں معنی مبالغہ کے ساتھ ساتھ استقلال کے معنی بھی پائے جاتے ہیں۔ رَاحِمٌ جو فعل رَحِمَ کا اسم فاعل ہے اگرچہ رحم کرنے والے کے معنی رکھتا ہے تاہم اس کا رحم کرنا مستقل فعل اور دوامی عمل نہیں۔ وہ ایک بار رحم کر کے بھی راحم بن سکتا ہے اور اپنے فعل رحم سے پہلے یا بعد میں بے رحم بھی ہو سکتا ہے۔ جبکہ رحیم فعل رحم اور عمل مہر سے کبھی خالی نہیں ہو سکتا کہ وہ اس کی ایسی لازمی صفت ہے جو اس کی ذات سے وابستہ ہوتی ہے اور کبھی اس سے جدا نہیں ہوتی۔ رحمان رحیم کہہ کر اللہ تعالیٰ نے یہ واضح فرما دیا کہ وہ پیکر رحم ہے اور اس کی صفتِ رحم اس کی فطرتِ ثانیہ ہے جو ازل سے تا ابد سرمدی طور سے جاری رہتی ہے۔

مفسرینِ عظام اور ماہرینِ لغتِ کرام نے ان دونوں اسمائے جمال اور صفاتِ محبت کے معانی و مفاہیم اور ان کے باہمی فرق کو اپنی اپنی تفاسیر و کتب میں بیان کیا ہے۔ ان کا مفصل بیان تو سورۂ فاتحہ کے تفسیری جائزے میں پیش کیا گیا ہے تاہم یہاں چند مفسرین کی تشریحات بطور نمونہ پیش کی جاتی ہیں تاکہ ان کے معانی و مفاہیم کی اور بہتر ترسیل کی جا سکے۔ حافظ ابن کثیر نے رحمٰن اور رحیم کے بارے میں دو نقطۂ نظر پیش کئے ہیں: اور یہ کہ رحمٰن رحیم سے زیادہ مبالغہ کا صیغہ ہے اور اس کے حامل علامہ ابن جریر اور بہت سے علمائے سلف ہیں بلکہ انہوں نے علمائے سلف کا اس پر اتفاق نقل کیا ہے۔ جبکہ دوسرے نقطۂ نظر کے مطابق رحیم رحمٰن سے زیادہ مبالغہ کا صیغہ ہے۔ لیکن ابن کثیر کو خود اس سے اتفاق نہیں اس لئے انہوں نے اس خیال کو "زَعَمَ" کے لفظ سے شروع کیا ہے جو اس روایت کی کمزوری کی طرف اشارہ کرتا ہے۔ ان دونوں میں ایک اور فرق یہ بیان کیا ہے کہ رحمان اللہ تعالیٰ کے لئے مخصوص ہے اور کسی غیر کے لئے استعمال نہیں ہو سکتا جبکہ رحیم غیر اللہ کے لئے بھی ہو سکتا ہے۔ یعنی موخر الذکر دونوں کے لئے عام ہے۔ بلاشبہہ یہ فرق دونوں میں پایا جاتا ہے مگر اسم مبالغہ کی حیثیت سے نہیں بلکہ اس بنا پر کہ رحمٰن اللہ تعالیٰ کے لئے اسمِ خاص ہے اس کے اسم جلالت اللہ کی مانند، جیسا کہ ہم بعد میں اپنی بحث میں ملاحظہ کریں گے۔ شیخ الہند مولانا محمود حسن کے خیال میں "رحمٰن اور رحیم دونوں مبالغہ کے صیغے ہیں اور رحمٰن میں رحیم سے زیادہ مبالغہ ہے۔" مولانا تھانوی، مولانا عثمانی اور مولانا مودودی نے تقریباً یہی بات کہی ہے۔ مولانا دریابادی کے خیال میں رحمان "مصدرِ رحمۃ سے صیغۂ مبالغہ ہے فعلان کے وزن پر، زیادتی صفت کے لئے، جس کے بعد زیادتی کا کوئی درجہ نہ ہو۔۔۔ رحیم بھی اسمِ صفت صیغۂ مبالغہ ہے، فَعِیْل کے وزن پر تکرار و تواتر کے اظہار کے لئے۔ گویا صفتِ رحمت و شفقت کی انتہائی قوت کا اظہار رحمٰن سے ہو رہا

ہے اور انتہائی کثرت کا رحیم ہے۔۔۔ رحمٰن میں شانِ کرم کا عموم مومن و کافر سب کے لئے اور اسی لئے اس کا ظہور اسی دنیامیں بھی ہو رہا ہے۔ رحیم میں تجلی رحمت و مغفرت کا خصوص ہے اہلِ ایمان کے ساتھ، اس لئے اس کا پورا ظہور آخرت ہی میں ہو گا۔ اور اسی معنی میں یہ حدیث صحیح مسلم میں صحابی ابن مسعود کے واسطہ سے آئی ہے: الرحمٰن رحمٰنُ الدنیا والرحیم رحیم الآخرۃ (رحمٰن دنیا کا رحمٰن ہے جبکہ رحیم آخرت کا رحیم ہے)۔ یہی قول اور تشریح اور بہت سے مفسرین علماء سے منقول ہے۔ مولانا دریابادی نے صوفیانہ مذاق کی یہ تشریح بھی نقل کی ہے کہ "رحمانیت وہ تربیت ہے جو ذرائع و وسائط کے ساتھ ہو اور رحیمیت و تربیت ہے جو براہ راست و بلاواسطہ ہو، رحمانیت وہ شفقت ہے جو طبیب مریض کے ساتھ رکھتا ہے اور رحیمیت محض شفقت محض ہے۔" اور اس کے لئے انہوں نے روح المعانی کا حوالہ دیا ہے۔ اس پر مکمل بحث تو بعد میں آئے گی لیکن یہ صوفیانہ تشریح عربی زبان و لغت کے خلاف تو ہے ہی۔ قرآن مجید اور اسلام کی روح کے خلاف بھی ہے۔ مولانا اصلاحی نے دونوں اسمائے جمال کے صیغوں اور ان کے معانی کی بحث کے بعد فرمایا ہے کہ "۔۔۔ بعض لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ "رحیم" کے مقابل میں "رحمان" میں زیادہ مبالغہ ہے اس وجہ سے "رحمان" کے بعد "رحیم" کا لفظ ان کے خیال میں ایک زائد لفظ ہے جس کی چنداں ضرورت تو نہیں تھی لیکن یہ تاکیدِ مزید کے طور پر آگیا ہے۔ ہمارے نزدیک یہ خیال صحیح نہیں ہے۔ عربی زبان کے استعمالات کے لحاظ سے فَعْلَان کا وزن جوش و خروش اور ہیجان پر دلیل ہوتا ہے اور فَعِیْل کا وزن دوام و استمرار اور پائیداری و استواری پر۔ اس وجہ سے ان دونوں صفتوں میں سے کوئی صفت بھی برائے بیت نہیں ہے بلکہ ان میں سے ایک خدا کی رحمت کے جوش و خروش کو ظاہر کر رہی ہے، دوسری اس کے دوام و تسلسل کو۔۔۔ پھر اس کی رحمتیں اسی چند روزہ زندگی ہی تک محدود نہیں ہیں بلکہ جو لوگ اس کے بتائے ہوئے راستے پر چلتے رہیں گے ان پر اس کی رحمت ایک ایسی ابدی اور لازوال زندگی میں بھی ہوگی جو کبھی ختم ہونے والی نہیں ہے۔۔۔ یہ ساری حقیقت اس وقت تک ظاہر نہیں ہو سکتی جب تک یہ دونوں لفظ مل کر اس کو ظاہر نہ کریں۔" مولانا اصلاحی کی یہ تفسیر بہت دلنشیں اور صحیح ہے جبکہ ان کے ترجمہ میں رحمان و رحیم کے الفاظ جوں کے توں موجود ہیں۔ ان سے تقریباً ڈیڑھ سو سال قبل حضرت سید احمد شہید نے اپنی تفسیر سورۂ فاتحہ میں ان دونوں صفاتِ ربانی کا ترجمہ کیا ہے: "بہت رحم والا ہمیشہ کو رحم کرتا ہے۔" پھر اس کی تشریح میں فرماتے ہیں کہ "جو شخص کہ رحم اور پرورش کرتا ہے اور اس سے ہر کوئی وقت بے وقت مانگے تو گھبرا جاتا ہے اور کبھی کبھی خفا ہو کر سخت کہنے لگتا اور جھنجھلاتا ہے۔ اللہ کا ایسا رحم اور ہمیشہ بہت اور ہمیشہ ہے کہ اس کو کبھی کسی کے مانگنے اور پرورش کرنے سے خفگی اور جھنجھلاہٹ نہیں آتی۔ جتنا کوئی مانگے وہ اتنا ہی خوش ہو۔ اس لئے اس نے الرحمٰن الرحیم فرمایا۔۔" لہٰذا "الرحمٰن الرحیم" کا ترجمہ حضرت سید احمد شہید کا بہترین ہے یعنی "پیکر رحمت اور دوامی رحمت والا۔" جسکی ذات میں رحمت اسی طرح پیوست ہے جس طرح اس کی حیات اور اس سے رحمت کا صدور و فیضان ہر آن بلا کسی انقطاع کے ہوتا رہتا ہے۔

(۳) اَلرَّحْمٰن بطور اسمِ علم

اللہ تعالیٰ نے اپنی ذاتِ والا صفات کے لئے دوسرا اسمِ علم رحمٰن استعمال کیا ہے اور وہ اس حیثیت سے کم از کم اکیاون بار آیا ہے۔ یعنی الرحمٰن بطور اسمِ رحمت و اسمِ ذات۔ وہ اسمِ جلالت اللہ کے بدل کا کام بھی دیتا ہے جیسا کہ قرآنِ مجید کی کئی آیاتِ کریمہ میں تصریح کی گئی ہے اور ان میں سب سے واضح سورۂ اسراء کی آیت ہے پھر سورۂ فصلت کی آیت: قُلِ ادْعُوا اللّٰهَ اَوِ ادْعُوا الرَّحْمٰنَ ؕ اَيًّا مَّا تَدْعُوْا فَلَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ۚ (الاسراء ۱۱۰)

کہہ، اللہ کو پکارو یا رحمٰن کو، جو کہہ کر پکارو گے، سو اسی کے ہیں سب نام خاصے۔

تَنْزِيْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ (فُصِّلَتْ ۲)

کچھ اتارا ہے بڑے مہربان رحم والے سے۔

ان دونوں آیاتِ کریمہ کے علاوہ اور تمام آیاتِ مقدسہ جن میں الرحمٰن اللہ کی جگہ آیا ہے اسمِ علم اور اسمِ معرفہ ہی کا کام دیتا ہے جیسا کہ اگلے تجزیہ سے معلوم ہو گا۔

اسمِ جمال رحمان پر مشتمل آیاتِ مقدسہ کو معانی و مفاہیم اور سیاق و سباق اور پس و پیش منظر کے اعتبار سے کئی زمروں میں تقسیم کیا جا سکتا ہے: ایک نوع ان آیاتِ مطہرہ کی ہے جن میں رحمٰن کی عبادت و اطاعت کرنے کا واضح ذکر ہے۔ پھر عبادت و اطاعت کی نوع کے لحاظ سے ان کی ایک ذیلی تقسیم کی جا سکتی ہے۔ ایک نوع اہلِ ایمان کے رحمٰن پر ایمان و عقیدہ کے لحاظ سے کی جا سکتی ہے کہ ان پر ان کے ایمان و عقیدہ کے نتیجے میں کیا اثر مرتب ہوتا ہے اور دوسری نوع اہلِ کفر و عصیان کے انکار و تمرد کے اعتبار سے کی جا سکتی ہے کہ ان کے کفر و ضلالت کے کیا عواقب ہو سکتے ہیں۔ کئی آیاتِ مقدسہ میں ذاتِ الٰہی کے ایجابی اوصافِ حمیدہ بیان کئے گئے ہیں جیسے وہ ملجا و ماویٰ ہے، شفاعت کا حق عطا کرتا ہے، عرش پر استوا فرماتا ہے ہر شے کا حاکم و مالک ہے، وہ ان کا محافظ ہے، اسی سے استعانت کی جا سکتی ہے، وہ ذکر و وحی الٰہی اور قرآنِ کریم کا نازل کرنے والا ہے، اسی کا ارادہ و منشا حتمی ہے، وہ معلم و صادق الوعد ہے۔ وہ عالم الغیب والشہادہ ہے۔ وہ خالق اور اپنی خلق کو قائم رکھنے والا ہے۔ وہ رب ہے وہ منصور و ناصر ہے۔ اس کی بعض سلبی صفاتِ ستودہ کا بھی ذکر ہے اور ان میں خاص کر اس کا بے ولد ہونا بہت سی آیات میں مذکور ہوا ہے۔ ان کے علاوہ بھی اور کئی سلبی صفات ہیں جن کا ذکر اگلے تجزیہ میں آ رہا ہے۔

الرحمٰن الرحیم کی زوج والی آیاتِ کریمہ اور اوپر سورۂ اسراء نمبر ۱۱۰ کی آیت مذکورہ بالا سے اس کے معبود ہونے کا واضح ذکر ملتا ہے اور اسی طرح مومنوں کے ایمان و عقیدہ اور کافروں و مشرکوں کے کفر و انکار پر مشتمل آیاتِ کریمہ سے بھی رحمٰن کے معبود حقیقی ہونے کا ذکر معلوم ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ جن آیاتِ کریمہ میں رحمٰن کی عبادت کرنے کا حکم دیا گیا ہے یا جن میں اس کے تمام مخلوقاتِ عالم کے معبود ہونے کا اعلان کیا گیا ہے وہ بھی اس کی معبودیت اور الوہیت پر دلالت کرتی ہیں۔ ذیل میں ایسی ہی آیاتِ کریمہ پہلے بیان کی جاتی ہیں:

اِنْ كُلُّ مَنْ فِى السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ اِلَّاۤ اٰتِى الرَّحْمٰنِ عَبْدًا ○ (مریم ۹۳)

کوئی نہیں آسمان و زمین میں جو نہ آوے رحمان کا بندہ ہو کر۔

وَعِبَادُ الرَّحْمٰنِ الَّذِیْنَ یَمْشُوْنَ عَلَی الْاَرْضِ هَوْنًا وَّاِذَا خَاطَبَهُمُ الْجٰهِلُوْنَ قَالُوْا سَلٰمًا ○ (الفرقان ۶۳)

اور بندے رحمٰن کے وہ ہیں جو چلتے ہیں زمین پر دبے پاؤں، اور جب بات کرنے لگیں ان سے بے سمجھ لوگ کہیں صاحب سلامت۔

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِكَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا ؕ اَشَهِدُوْا خَلْقَهُمْ ؕ سَتُكْتَبُ شَهَادَتُهُمْ وَیُسْئَلُوْنَ ○ وَقَالُوْا لَوْشَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰهُمْ ؕ مَالَهُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ؕ اِنْ هُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ ○ (الزخرف ۱۹۔۲۰)

اور ٹھہرایا فرشتوں کو، جو بندے ہیں رحمٰن کے، عورت۔ کیا دیکھتے تھے ان کا بننا؟ اب لکھ رکھیں گے ان کی گواہی، اور ان سے پوچھ ہوگی۔ اور کہتے ہیں، اگر چاہتا رحمٰن، ہم نہ پوجتے ان کو، کچھ خبر نہیں ان کو اس کی۔ یہ سب اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔

وَسْئَلْ مَنْ اَرْسَلْنَا مِنْ قَبْلِكَ مِنْ رُّسُلِنَآ ؗ اَجَعَلْنَا مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ اٰلِهَةً یُّعْبَدُوْنَ ○ (الزخرف ۴۵)

اور پوچھ دیکھ، جو رسول بھیجے ہم نے تجھ سے پہلے، کبھی ہم نے رکھے ہیں رحمٰن کے سوا اور حاکم، کہ پوجے جاویں؟

ان آیاتِ کریمہ میں اور ان کے علاوہ دوسری میں بھی اللہ تعالیٰ کو معبودِ حقیقی اور الٰہ واحد کہا گیا ہے اور دوسری تمام مخلوقات کو رحمٰن کا بندہ۔ اولین آیت میں آسمانوں اور زمین کی تمام جاندار و مکلف مخلوق کو رحمٰن کے بندے بتایا گیا ہے جبکہ دوسری آیت میں نیک بندوں کو، تیسری میں فرشتوں کو اور منکرین حق کو بھی حقیقت حال کے لحاظ سے بندۂ رحمٰن قرار دیا گیا ہے۔ آخری آیت میں اس بات کی صاف وضاحت کر دی گئی کہ رحمٰن کے سوا اور کوئی معبود نہیں ہیں جن کی عبادت کی جائے اور یہ حقیقت امری ازلی و ابدی ہے۔ رحمٰن ہی کی عبادت کا حکم اللہ تعالیٰ نے اپنے تمام رسولوں کو دیا تھا اور یہی حکم علی حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی دیا گیا۔ اسی رحمٰن کی عبادت تمام نیک بندے کرتے ہیں اور کافر اسی کے منکر ہیں۔

وحی الٰہی کا حکم، اہل ایمان کے اقرار و عبادت، اہل کفر و طغیان کا انکار و سرکشی، اور ان دونوں کے عواقب و نتائج کے اعتبار سے آیاتِ کریمہ ترتیب وار یہ ہیں:

قَالَتْ اِنِّیْۤ اَعُوْذُ بِالرَّحْمٰنِ مِنْكَ اِنْ كُنْتَ تَقِیًّا ○ (مریم ۱۸)

بولی، مجھ کو رحمٰن کی پناہ تجھ سے، اگر تو ڈر رکھتا ہے۔

اِنِّیْ نَذَرْتُ لِلرَّحْمٰنِ صَوْمًا فَلَنْ اُكَلِّمَ الْیَوْمَ اِنْسِیًّا ○ (مریم ۲۶)

میں نے مانا ہے رحمٰن کا ایک روزہ، سو بات نہ کروں گی آج کسی آدمی سے۔

یٰۤاَبَتِ لَاتَعْبُدِ الشَّیْطٰنَ ؕ اِنَّ الشَّیْطٰنَ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ عَصِیًّا ○ یٰۤاَبَتِ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ فَتَكُوْنَ لِلشَّیْطٰنِ وَلِیًّا ○ (مریم ۴۴۔۴۵)

اے باپ میرے! مت پوج شیطان کو۔ بے شک شیطان ہے رحمان کا بے حکم۔ اے باپ میرے! میں ڈرتا ہوں کہیں آ لگے تجھ کو ایک آفت رحمٰن سے، پھر تو ہو جاوے شیطان کا ساتھی۔

اذا تتلى عليهم ايت الرحمن خروا سجدا و بكيا ○ (مریم ۵۸)

جب ان کو سنائیے آیتیں رحمان کی، گرتے ہیں سجدے میں، اور روتے (ہیں)۔

جنت عدن التي وعد الرحمن عبادہ بالغيب انه كان وعده ماتيا ○ (مریم ۶۱)

باغوں میں بسنے کے، جن کا وعدہ دیا ہے رحمٰن نے اپنے بندوں کو بن دیکھے۔ بیشک ہے اس کے وعدہ پر پہنچنا۔

يوم نحشر المتقين الى الرحمن وفدا ○ (مریم ۸۵)

جس دن ہم اکٹھا کر لاویں گے پرہیزگاروں کو رحمٰن کے پاس مہمان بلائے

ان الذين امنوا و عملوا الصلحت سيجعل لهم الرحمن ودا ○ (مریم ۹۶)

جو یقین لائے اور کی ہیں نیکیاں ان کو دے گا رحمٰن محبت۔

ان ربكم الرحمن فاتبعوني واطيعوا امري ○ (طٰہٰ ۹۰)

اور تمہارا رب رحمٰن ہے، سو میری راہ چلو اور مانو میری بات۔

واذا قيل لهم اسجدوا للرحمن قالوا وما الرحمن انسجد لما تامرنا و زادهم نفورا ○ (الفرقان ۶۰)

اور جب کہئے ان کو، سجدہ کرو رحمٰن کو، کہیں: رحمان کیا ہے؟ کیا سجدہ کرنے لگیں گے ہم جس کو تو فرما دے گا؟

انما تنذر من اتبع الذكر وخشي الرحمن بالغيب فبشره بمغفرة واجر كريم ○ (یٰسٓ ۱۱)

تو تو ڈر سناوے اس کو، جو چلے سمجھانے پر، اور ڈرے رحمٰن سے بن دیکھے۔ سو اس کو دے خوشخبری معافی کی اور عزت کے نیک (اجر) کی۔

قالوا يويلنا من بعثنا من مرقدنا هذا ما وعد الرحمن وصدق المرسلون ○ (یٰسٓ ۵۲)

کہیں گے، اے خرابی ہماری! کس نے اٹھا دیا ہم کو ہماری نیند کی جگہ سے۔ یہ وہ ہے جو وعدہ دیا تھا رحمٰن نے، اور سچ کہا تھا بھیجے ہوؤں نے۔

من خشي الرحمن بالغيب وجاء بقلب منيب ○ ادخلوها بسلم ذلك يوم الخلود ○ (ق ۳۳-۳۴)

جو ڈرا رحمٰن سے بن دیکھے، اور لایا دل جس میں رجوع ہے، چلے جاؤ اس میں سلامت، یہ دن ہے ہمیشہ رہنے کا۔

قل هو الرحمن امنا به و عليه توكلنا فستعلمون من هو في ضلل مبين ○ (الملك ۲۹)

تو کہہ، وہی رحمٰن ہے، ہم نے اس کو مانا، اور اسی پر بھروسا کیا، سو اب جان لو گے، کون پڑا ہے صریح بہکاوے میں؟

اگرچہ اوپر کی بعض آیات میں کافروں اور منکروں کا بھی ضمناً ذکر آ گیا ہے لیکن وہ زیادہ تر ایسی آیات ہیں جو حکم الٰہی اور اہل ایمان کے طرز عمل پر مبنی ہیں۔ ان میں پہلی دو آیات حضرت مریم کے ایمان الٰہی اور عبادت ربانی کی طرف

اشارہ کرتی ہیں تو تیسری آیت کریمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعوتِ اسلامی اور ان کے ایمان و تبلیغ کو بیان کرتی ہے۔ چوتھی آیت میں دنیا میں اہل ایمان کی کلامِ رحمٰن سے تاثر و قبولیت بتاتی ہے اور پانچویں میں رحمٰن کی جانب سے انکے ایمان و عمل کے بدلے جنت کا وعدہ کرتی ہے۔ چھٹی اور ساتویں آیات بھی اہلِ ایمان کے دنیا و آخرت میں انعاماتِ رحمٰن سے مستفیض ہونے کو بیان کرتی ہیں۔ آٹھویں آیت اپنے رب رحمٰن کی عبادت اور رسولوں کی اطاعت کی دعوت دیتی ہے تو نویں رحمٰن کی عبادت کی طرف بلانے کے ساتھ اہلِ کفر و عناد کے تمرد و سرکشی کو بھی بیان کرتی ہے۔ باقی چار آیاتِ کریمہ بھی اہلِ ایمان کے ایمان، قبولِ حق، خشیتِ رحمٰن توکلِ ربانی اور انجامِ کار آخرت میں رحمٰن کے عطایائے بیکراں سے ان کی سرفرازی کی خوشخبری سناتی ہیں۔ ان کے علاوہ کئی آیاتِ مقدسہ خالصتاً اہل کفر و تمرد کے رحمٰن سے بغاوت کرنے اور نتیجتاً اپنے انجامِ بد کو پہونچنے کی تصویر کشی کرتی ہیں۔

كَذٰلِكَ اَرْسَلْنٰكَ فِيْٓ اُمَّةٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهَآ اُمَمٌ لِّتَتْلُوَاْ عَلَيْهِمُ الَّذِيْٓ اَوْحَيْنَآ اِلَيْكَ وَهُمْ يَكْفُرُوْنَ بِالرَّحْمٰنِ ؕ قُلْ هُوَ رَبِّيْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عَلَيْهِ تَوَكَّلْتُ وَاِلَيْهِ مَتَابِ ○ (الرعد ۳۰)

اسی طرح تجھ کو بھیجا ہم نے ایک امت میں، کہ ہو چکی ہیں اس سے پہلے امتیں، تا سناوے تو ان کو، جو حکم بھیجا ہم نے تیری طرف، اور وہ منکر ہوتے ہیں رحمٰن سے، تو کہہ وہی میرا رب ہے، کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، اسی پر میں نے بھروسا کیا ہے اور اسی کی طرف آتا ہوں چھوٹ کر۔

ثُمَّ لَنَنْزِعَنَّ مِنْ كُلِّ شِيْعَةٍ اَيُّهُمْ اَشَدُّ عَلَى الرَّحْمٰنِ عِتِيًّا ○ (مریم ۶۹)

پھر جدا کریں گے ہم ہر فرقہ میں سے، جونسا ان میں سخت رکھتا تھا رحمٰن سے اکڑ۔

اَفَرَءَيْتَ الَّذِيْ كَفَرَ بِاٰيٰتِنَا وَقَالَ لَاُوْتَيَنَّ مَالًا وَّ وَلَدًا ○ اَطَّلَعَ الْغَيْبَ اَمِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ○ (مریم ۷۷۔۷۸)

بھلا تو نے دیکھا، وہ جو منکر ہوا ہماری آیتوں سے، اور کہا مجھ کو ملنا ہے مال اور اولاد کیا جھانک آیا غیب کو، یا لے رکھا ہے رحمٰن کے پاس اقرار۔

قُلْ مَنْ كَانَ فِي الضَّلٰلَةِ فَلْيَمْدُدْ لَهُ الرَّحْمٰنُ مَدًّا ○ حَتّٰٓى اِذَا رَاَوْا مَا يُوْعَدُوْنَ اِمَّا الْعَذَابَ وَاِمَّا السَّاعَةَ ؕ فَسَيَعْلَمُوْنَ مَنْ هُوَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضْعَفُ جُنْدًا ○ (مریم ۷۵)

تو کہہ، جو کوئی رہا بھٹکا، سو چاہئے اس کو کھینچ لے جاوے رحمٰن لمبا۔ یہاں تک کہ جب دیکھیں گے جو وعدہ پاتے ہیں، یا آفت، اور یا قیامت سو تب معلوم کریں گے کس کا برا درجہ ہے اور کس کی فوج کمزور ہے۔

اَهٰذَا الَّذِيْ يَذْكُرُ اٰلِهَتَكُمْ ۚ وَهُمْ بِذِكْرِ الرَّحْمٰنِ هُمْ كٰفِرُوْنَ ○ (الانبیآء ۳۶)

کیا یہی شخص ہے؟ کہ نام لیتا ہے تمہارے ٹھاکروں (بتوں) کا اور وہ رحمٰن کے نام سے منکر ہیں۔

قُلْ مَنْ يَّكْلَؤُكُمْ بِالَّيْلِ وَالنَّهَارِ مِنَ الرَّحْمٰنِ ؕ بَلْ هُمْ عَنْ ذِكْرِ رَبِّهِمْ مُّعْرِضُوْنَ ○ (الانبیآء ۴۲)

تو کہہ، کون چوکی دیتا ہے تمہاری، رات میں اور دن میں، رحمٰن سے؟ کوئی نہیں، وہ اپنے رب کے ذکر سے ٹال (مٹول)

کرتے ہیں۔

وَمَا یَاْتِیْهِمْ مِّنْ ذِکْرٍ مِّنَ الرَّحْمٰنِ مُحْدَثٍ اِلَّا کَانُوْا عَنْهُ مُعْرِضِیْنَ ○ (الشعرآء ۵)

اور نہیں پہونچتی ان پاس کوئی نصیحت، رحمٰن سے، نئی، جس سے منہ نہیں موڑتے۔

قَالُوْا مَآ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَآ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَیْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَکْذِبُوْنَ ○ (یٰسٓ ۱۵)

وہ بولے، تم تو یہی انسان ہو ہم جیسے، اور رحمٰن نے کچھ نہیں اتارا تم سارا جھوٹ کہتے ہو۔

وَلَوْلَآ اَنْ یَّکُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّکْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّمَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ ○ (الزخرف ۳۳)

اور اگر یہ نہ ہوتا، کہ لوگ ہو جاویں ایک دین پر، تو ہم دیتے ان کو، جو منکر ہیں رحمٰن سے، ان کے گھروں کو چھت روپے (چاندی) کے اور سیڑھیاں جن پر چڑھیں۔

وَمَنْ یَّعْشُ عَنْ ذِکْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَیِّضْ لَهٗ شَیْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِیْنٌ ○ (الزخرف ۳۶)

اور جو کوئی آنکھ چراوے رحمٰن کی یاد سے، ہم اس پر تعین کریں ایک شیطان، پھر وہ رہے اس کا ساتھی۔

اوپر کی تمام آیات سے یہ واضح ہوتا ہے کہ رحمٰن ہی اللہ ہے، وہ رب ہے اور اس پر ایمان لانا ضروری ہے اور کفر کرنا ہلاکت ہے۔ ان کے علاوہ کچھ ایسی آیات کریمہ ہیں جن میں رحمٰن کی اولاد / لڑکا ہونے کی تردید کی گئی ہے:

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا ○ لَقَدْ جِئْتُمْ شَیْئًا اِدًّا ○ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْهُ وَ تَنْشَقُّ الْاَرْضُ وَتَخِرُّ الْجِبَالُ هَدًّا ○ اَنْ دَعَوْا لِلرَّحْمٰنِ وَلَدًا ○ وَمَا یَنْۢبَغِیْ لِلرَّحْمٰنِ اَنْ یَّتَّخِذَ وَلَدًا ○ (مریم ۸۸-۹۲)

اور لوگ کہتے ہیں، رحمٰن رکھتا ہے اولاد، تم آ گئے ہو بھاری چیز میں۔ ابھی آسمان پھٹ پڑیں اس بات سے، اور ٹکڑے ہو زمین، اور گر پڑیں پہاڑ ڈھے کر، اس پر کہ پکارتے ہیں رحمٰن کے نام پر اولاد۔ اور نہیں بن آتا رحمٰن کو، کہ رکھے اولاد۔

وَقَالُوا اتَّخَذَ الرَّحْمٰنُ وَلَدًا سُبْحٰنَهٗ ؕ بَلْ عِبَادٌ مُّکْرَمُوْنَ ○ (الانبیآء ۲۶)

اور کہتے ہیں رحمٰن نے کر لیا کوئی بیٹا۔ وہ اس لائق نہیں۔ لیکن وہ بندے ہیں جن کو عزت دی۔

وَجَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَکَفُوْرٌ مُّبِیْنٌ ○ اَمِ اتَّخَذَ مِمَّا یَخْلُقُ بَنٰتٍ وَّاَصْفٰکُمْ بِالْبَنِیْنَ ○ وَاِذَا بُشِّرَ اَحَدُهُمْ بِمَا ضَرَبَ لِلرَّحْمٰنِ مَثَلًا ظَلَّ وَجْهُهٗ مُسْوَدًّا وَّهُوَ کَظِیْمٌ ○ (الزخرف ۱۵-۱۷)

اور ٹھہرائی ہے انہوں نے اس کو اولاد اس کے بندوں سے تحقیق انسان بڑا ناشکر ہے صریح۔ کیا رکھ لیں اپنی پیدائش میں سے بیٹیاں؟ اور تم کو چن کر دئے بیٹے؟ اور جب ان میں کسی کو خوشخبری ملے اس چیز کی، جو رحمٰن پر نام دھر سارے دن رہے اس کا منہ سیاہ، اور وہ دل میں گھٹ رہا۔

وَجَعَلُوا الْمَلٰٓئِکَةَ الَّذِیْنَ هُمْ عِبٰدُ الرَّحْمٰنِ اِنَاثًا . . . (۱۹)

اور ٹھہرالیا فرشتوں کو جو بندے ہیں رحمٰن کے، عورت۔

قُلْ اِنْ كَانَ لِلرَّحْمٰنِ وَلَدٌ فَاَنَا اَوَّلُ الْعٰبِدِيْنَ ○ (الزخرف ۸۱)

تو کہہ، اگر ہو رحمٰن کو اولاد! تو میں سب سے پہلے پوجوں۔

ان آیاتِ کریمہ میں دو عقیدوں کی تردید ہے۔ عیسائی حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو اور یہودی حضرت عزیرؑ کو اللہ کا بیٹا کہتے تھے اور عرب کے جاہلی بدو اور شہری دونوں ملائکہ کو اللہ کی بیٹیاں ٹھہراتے تھے۔ ان دونوں عقیدوں کی تردید کر کے دراصل بندے اور اللہ کے درمیان سفارش، وسیلہ اور شفاعت کی اس جڑ کو کاٹ دیا جس کے بغیر وہ براہ راست اللہ تعالیٰ تک نہ پہونچنے کا تصور رکھتے تھے۔ چونکہ بیٹے اور بیٹیاں سب سے قریبی رشتہ دار ہوتے ہیں اور انسان کے چہیتے بھی اس لئے ان کی سفارش و شفاعت زیادہ موثر ہوتی ہے۔ قرآن مجید نے نہ صرف شریک الٰہ کا تصور مٹایا بلکہ اس سفارش کی جڑ بھی کاٹ دی۔

چنانچہ کئی آیاتِ کریمہ میں رحمٰن کی جناب میں کسی کے سفارشی نہ ہونے کی صراحت کر دی گئی اور واضح کر دیا گیا کہ اگر کسی کو شفاعت کا حق روزِ قیامت ملے گا بھی تو وہ بھی رحمٰن کی ہی اجازت و مرضی سے۔ رحمٰن کے حوالہ سے اللہ کے مالک الکل، قادرِ مطلق، مدبرِ واحد اور حاکمِ اعلیٰ ہونے کا ذکر جن آیات میں آیا ہے وہ یہ ہیں:

لَايَمْلِكُوْنَ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنِ اتَّخَذَ عِنْدَ الرَّحْمٰنِ عَهْدًا ○ (مریم ۸۷)

نہیں اختیار رکھتے لوگ سفارش کا، مگر جس نے لے لیا رحمٰن سے اقرار۔

يَوْمَئِذٍ لَّاتَنْفَعُ الشَّفَاعَةُ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ رَضِىَ لَهٗ قَوْلًا ○ (طٰه ۱۰۹)

اس دن کام نہ آوے گی سفارش، مگر جس کو حکم دیا رحمٰن نے، اور پسند کی اس کی بات۔

ءَاَتَّخِذُ مِنْ دُوْنِهٖۤ اٰلِهَةً اِنْ يُّرِدْنِ الرَّحْمٰنُ بِضُرٍّ لَّاتُغْنِ عَنِّىْ شَفَاعَتُهُمْ شَيْـًٔا وَّلَا يُنْقِذُوْنِ ○ (یٰسٓ ۲۳)

بھلا میں پکڑوں اس کے سوا اوروں کو پوجنا، کہ اگر مجھ پر چاہے رحمٰن تکلیف، کچھ کام نہ آوے مجھ کو ان کی سفارش، اور نہ وہ مجھ کو چھڑا دیں۔

يَوْمَ يَقُوْمُ الرُّوْحُ وَالْمَلٰٓئِكَةُ صَفًّا ۖ لَّا يَتَكَلَّمُوْنَ اِلَّا مَنْ اَذِنَ لَهُ الرَّحْمٰنُ وَ قَالَ صَوَابًا ○ (النباء ۳۸)

جس دن کھڑی ہوگی روح اور فرشتے قطار ہو کر کوئی نہیں بولتا، مگر جس کو حکم دیا رحمٰن نے، اور بولا بات ٹھیک۔

سفارش و شفاعت کی نفی کرنے کے ساتھ ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے قادرِ مطلق اور حاکمِ اعلیٰ ہونے کا واضح بیان موجود ہے۔ اس کے ساتھ بعض اور آیاتِ کریمہ میں اس کی حاکمیتِ مطلقہ، قوتِ نافذہ، ربوبیت عامہ اور خلاقیتِ عظمیٰ اور ملکیت و ملوکیت کا واضح ذکر کیا گیا ہے۔ وہ عرش الٰہی پر متمکن مدبیر و انتظامِ کائنات فرماتا ہے وہ حق کے ساتھ فیصلے کرتا اور انصاف و عدل کرتا ہے۔ وہ آسمانوں اور زمین کا خالق و رب ہے۔ ایسا خالق کہ اس کی تخلیق میں کوئی نقص و شگاف نہیں، اور ایسا مالک و رب کہ ہواؤں اور فضاؤں میں پرندوں کو سنبھالے رکھتا ہے اور انسان کو قرآن و بیان

سکھاتا ہے اور تمام کائنات کو پیدا کر کے ان کی پرورش و پرداخت کرتا ہے۔ وہ ایسا رحمٰن ہے کہ اس کے سوا اور کوئی نہیں ہے ایسا۔ وہ ایسا پُر جلال و پُرہیبت ہے کہ کسی کی مجال نہیں کہ اس سے خطاب کر سکے۔ اور قیامت کے دن تو ساری آوازیں خاموش ہوں گی کہ رحمان کا دربار لگا ہو گا۔ وہ ہر شے پر نظر رکھتا ہے۔ اور ہر چیز کا علم رکھتا ہے اور کوئی اس کے علم و نظر کا ادراک و احاطہ نہیں کر سکتا۔ رحمٰن ہی انسان کا، کل کائنات کا رب ہے اور اسی سے تمام مخلوقات استعانت مانگتی اور اسی کی طرف رجوع کرتی ہیں:

تَنْزِيْلًا مِّمَّنْ خَلَقَ الْاَرْضَ وَالسَّمٰوٰتِ الْعُلٰى ○ اَلرَّحْمٰنُ عَلَى الْعَرْشِ اسْتَوٰى ○ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَمَا تَحْتَ الثَّرٰى ○ (طٰه ٤-٦)

اتارا ہے اس شخص کا، جس نے بنائی زمین، اور آسمان اونچے، وہ بڑی مہر والا، تخت کے اوپر قائم ہوا، اسی کا ہے، جو کچھ ہے آسمان و زمین میں، اور ان دونوں کے بیچ، اور نیچے سیلی زمین کے۔

يَوْمَئِذٍ يَّتَّبِعُوْنَ الدَّاعِىَ لَا عِوَجَ لَهٗ ۚ وَخَشَعَتِ الْاَصْوَاتُ لِلرَّحْمٰنِ فَلَا تَسْمَعُ اِلَّا هَمْسًا ○ (طٰه ١٠٨)

اس دن پیچھے دوڑیں گے پکارنے والے کے، ٹیڑھی نہیں جس کی بات۔ اور دب گئیں آوازیں، رحمٰن کے ڈر سے، پھر نہ تو سنے گا مگر کھس کھسی آواز۔

قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَرَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ○ (الانبیآء ١١٢)

رسول نے کہا، اے رب! فیصلہ کر انصاف کا، اور رب ہمارا رحمٰن ہے، اسی سے مدد مانگتے ہیں، ان باتوں پر جو تم بناتے ہو۔

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ نِ الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ؕ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ○ الفرقان ٢٦)

راج اس دن سچا ہے رحمٰن کا۔ اور ہے وہ دن منکروں پر مشکل۔

الَّذِىْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا فِىْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ثُمَّ اسْتَوٰى عَلَى الْعَرْشِ ۚ اَلرَّحْمٰنُ فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْرًا ○ (الفرقان ٥٩)

جس نے بنائے آسمان و زمین اور جو کچھ ان کے بیچ ہے، چھ دن میں پھر قائم ہوا تخت پر، وہ بڑی مہر والا، سو پوچھ اس سے جو اس کی خبر رکھتا ہو۔

اَلرَّحْمٰنُ ۙ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ ؕ خَلَقَ الْاِنْسَانَ ۙ عَلَّمَهُ الْبَيَانَ ○ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ ۙ وَّالنَّجْمُ وَالشَّجَرُ يَسْجُدٰنِ ○ (الرحمن ١-٦)

رحمٰن نے، سکھایا قرآن، بنایا آدمی، پھر سکھائی اس کو بات، سورج اور چاند کو ایک حساب ہے، اور جھاڑ اور درخت لگے ہیں سجدے میں۔

الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَاتَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۝ (الملک ۳)

جس نے بنائے سات آسمان تہ بر تہ۔ کیا دیکھتا ہے رحمٰن کے بنانے میں کچھ فرق؟ پھر دوبارہ نگاہ کر، کہیں دیکھتا ہے دراڑ؟

اَوَلَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّیَقْبِضْنَ ؕ مَا یُمْسِکُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ (الملک ۱۹)

اور کیا نہیں دیکھتے اڑتے جانور اپنے اوپر؟ پر کھولے اور جھپکتے۔ ان کو کوئی نہیں تھام رہا رحمٰن کے سوا۔ اس کی نگاہ میں ہے ہر چیز۔

اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّکُمْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْکٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ۝ (الملک ۲۰)

بھلاوہ کون ہے؟ جو فوج ہے تمہاری۔ مدد کرے گی تمہاری، رحمٰن کے سوا، منکر پڑے ہیں نرے بہکاوے میں۔

جَزَآءً مِّنْ رَّبِّکَ عَطَآءً حِسَابًا ۝ رَّبِّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا الرَّحْمٰنِ لَا یَمْلِکُوْنَ مِنْهُ خِطَابًا ۝ (النبا ۳۶-۳۷)

بدلا ہے تیرے رب کا دیا، حساب سے۔ جو رب ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ اور جو ان کے بیچ ہے، بڑی مہر والا۔ قدرت نہیں کہ کوئی اس سے بات کرے۔

اللہ تعالیٰ کے دوسرے اسمِ ذات و اسمِ علم "الرحمٰن" کو قرآنِ مجید نے مختلف آیاتِ کریمہ میں جس طرح اور جس سیاق و سباق اور پس منظر میں استعمال کیا ہے اس کے مجموعی تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ساتھ بیشتر وہ صفاتِ ربانی لائی گئی ہیں جو اسمِ جلالت کے ساتھ آتی ہیں۔ کئی آیاتِ مطہرہ میں وہ الٰہ و معبود کے معنی اور صفت کے طور پر اور دوسرے "آلہ" و معبودوں کے بالمقابل لایا گیا ہے۔ وہ معبودِ لاشریک ہے کہ اس کے سوا اور کوئی الٰہ و معبود نہیں۔ اور صرف اسی کی عبادت کی جانی چاہئے۔ تمام انبیائے کرام و رسولانِ عظام نے اسی رحمٰن کی عبادت کی، دعوت اپنی اپنی قوم کو دی۔ آسمان و زمین اور ان دونوں کی پہنائیوں کے درمیان کی تمام مخلوقات کا وہی رحمٰن معبود ہے۔ اور سب اس کے بندے۔ ملائکہ مقربین ہوں یا بندگانِ فرش سب اسی رحمٰن کے بندے ہیں۔ وہ نہ صرف الٰہ و معبود ہے بلکہ آسمانوں و زمینوں اور ان کی پہنائیوں میں بسنے والی مخلوقات اور ساری کائنات کا خالق ہے۔ ایسا خالق کہ جس کی تخلیق میں کوئی نقص و کجی تلاش کرنے کے باوجود نہیں مل سکتی۔ وہی رحمٰن رب بھی ہے کہ وہ تخلیق کرکے اپنی مخلوقات کی پرورش و پرداخت کرتا اور ان کی ہمہ وقتی دیکھ بھال کرتا ہے۔ وہ دنیاوی پرورش و پرداخت کے علاوہ روحانی تربیت و تعلیم بھی فرماتا ہے۔ اسی سعادتِ دارین کی بخشش کے لئے اس رحمٰن نے ہر امت میں رسول و نبی اور پیغمبر بھیجے جو ان کو وحی الٰہی

سناتے اور کتاب الٰہی پڑھاتے تھے اسی رحمٰن نے آخر میں حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن کریم دے کر بھیجا کہ وہ سب لوگوں کو اسی کی طرف بلائیں۔ اب جو لوگ اس رحمٰن کے نازل کردہ فرمان اور منزل کلام پر کان دھرتے ہیں، اس پر ایمان لاتے، اور اس کے احکام بجالاتے ہیں وہ اس دنیامیں بھی سرخرو ہیں اور آخرت میں بھی اس رحمان کے عطاکردہ انعامات جنت و فردوس سے لطف اندوز ہوں گے کہ اسی کی طرف دونوں جہانوں میں لوٹنا ہے۔ وہ آخرت ہی میں مرجع نہیں بلکہ دنیامیں بھی وہ مرجع و ماویٰ، جائے توکل و مقامِ صبر ہے جو لوگ رحمٰن کا انکار کرتے اور اس کے احکام کی تعمیل سے جی چراتے ہیں ان کا فیصلہ حق کے ساتھ وہ کرے گا اور آخرت میں ان کا ٹھکانا جہنم ہے۔ اس لئے رحمٰن کو خالق و مالکِ کل، پروردگارِ مطلق اور الٰہ لاشریک سمجھ کر اس کی عبادت و اطاعت کرنی چاہیئے۔

(۴) صفتِ ربانی: الرحیم

تیسری صفتِ ربانی "الرحیم" قرآنِ مجید میں بطور صفت کل پچانوے مقامات پر آئی ہے مگر چھ مقامات پر وہ رحمٰن کے ساتھ مربوط ہے اور بقیہ نواسی آیاتِ کریمہ میں وہ یا تو صفتِ واحد کی طرح مستقل آئی ہے یا کسی اور صفتِ الٰہی کے ساتھ زوج بن کر آئی ہے۔ ان ازواج (جوڑوں) میں سب سے زیادہ جوڑ غفور کے ساتھ کر کے 'غفور رحیم' آئی ہے جو ایک اندازے کے مطابق تقریباً بہتر (۷۲) آیات میں وارد ہوئی ہے۔ دوسرے ازواج میں "التواب الرحیم"، "رؤفٌ رحیمٌ"، "رحیمٌ ودودٌ"، "العزیزُ الرحیمُ"، "ربٌ رحیمٌ"، "البرُّ الرحیمُ" اہم ترین ہیں۔ حالتِ منصوب/مفعولی میں 'غفورارحیما'، "توابارحیما" دوہی ازواج ہیں یاصرف مستقل "رحیما" کی صفت آئی ہے۔ یہ کہنے کی ضرورت نہیں کہ اصل صفت "رحیم" یا اس کے ازواج ایک خاص پس منظر اور سیاق و سباق رکھتی ہیں اور مختلف آیات میں ان کا ورود یا ان کا زوج ایک مخصوص مفہوم کو پیش کرنے کے لئے آیا ہے۔ ان مقاماتِ مختلفہ پر اصل صفت رحیم کا ورود یا اس کا زوج بنانا موقعہ و محل کی مناسبت کی وہ حکمتِ الٰہی رکھتا ہے جو قرآن مجید کے مستقل مطالعہ اور ذوقِ کلام پاک کے نتیجہ میں بفضل الٰہی مُنزلِ قرآن مجید کی جناب سے اپنے خاص خاص بندوں پر نازل ہوتا ہے کہ اس رحمٰن رحیم کا وعدہ بے خلاف ہے کہ "جو ہمارے باب میں جدوجہد کرتے ہیں ہم ان کو اپنے راستوں کی رہنمائی عطاکر دیتے ہیں۔" ذیل میں اس صفت رحیمی کے اور اس کے ازواج کے چند نمونے پیش کئے جاتے ہیں تاکہ سورۂ فاتحہ کی اس تیسری صفتِ ربانی کا صحیح مفہوم اور حقیقی معنی قرآنی آیات کے پس منظر میں متعین کیاجاسکے۔

سب سے پہلے صرف "رحیم" کی مستقل صفت کا ایک مختصر جائزہ جو صرف تین آیات — سورۃ النساء نمبر ۲۹، الاسراء نمبر ۶۶، الاحزاب نمبر ۴۳ میں آئی ہے۔ دلچسپ بات یہ ہے کہ پورے قرآنِ مجید میں یہ صفت مستقل طور سے حالتِ فاعلی میں ایک جگہ بھی نہیں آئی ہے اور مذکورہ بالا تینوں آیاتِ کریمہ میں وہ منصوب کی حالتِ مفعولی میں آئی ہے:۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَاْكُلُوْٓا اَمْوَالَكُمْ بَيْنَكُمْ بِالْبَاطِلِ اِلَّآ اَنْ تَكُوْنَ تِجَارَةً عَنْ تَرَاضٍ مِّنْكُمْ ۟ وَلَا تَقْتُلُوْٓا اَنْفُسَكُمْ ۭ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ○ (النسآء : ۲۹)

اے ایمان والو! نہ کھاؤ مال ایک دوسرے کے آپس میں ناحق، مگر یہ کہ سودا ہو آپس کی خوشی سے۔ اور نہ خون کرو آپس میں، اللہ کو تم پر رحم ہے۔

بیشتر مفسرین کرام نے مذکورہ بالا آیت کریمہ میں ناحق مال کھانے اور باہمی قتل کرنے کو دو الگ الگ اور مستقل مفہوم لفظی میں لیا ہے۔ حافظ ابن کثیر ان متقدمین میں ہیں جنہوں نے ان دونوں حکموں کو ایک ہی حقیقت سے متعلق مانا ہے کہ اللہ کے محارم کے ارتکاب اور اس کے معاصی میں مبتلا نہ ہو اور آپس میں ناحق مال کھا کر اپنے آپ کو قتل نہ کرو۔ جدید مفسرین میں مولانا مودودی نے ان دونوں فقروں کو مستقل اور ایک دوسرے کا تتمہ دونوں مانتے ہوئے تین مفہوم بیان کئے ہیں: "اگر پچھلے فقرہ کا تتمہ سمجھا جائے تو اس کا مطلب یہ ہے کہ دوسروں کا مال ناجائز طور پر کھانا خود اپنے آپ کو ہلاکت میں ڈالنا ہے۔ دنیا میں اس سے نظامِ تمدن خراب ہوتا ہے اور اس کے برے نتائج سے حرام خور آدمی خود بھی نہیں بچ سکتا۔ اور آخرت میں اس کی بدولت آدمی سخت سزا کا مستوجب بن جاتا ہے۔ اور اگر اسے مستقل فقرہ سمجھا جائے تو اس کے دو معنی ہیں: ایک یہ کہ ایک دوسرے کو قتل نہ کرو۔ دوسرے یہ کہ خودکشی نہ کرو۔ اللہ تعالیٰ نے الفاظ ایسے جامع استعمال کئے ہیں اور ترتیب کلام ایسی رکھی ہے کہ اس سے یہ تینوں مفہوم نکلتے ہیں اور تینوں حق ہیں۔" اگرچہ حافظ ابن کثیر وغیرہ نے خودکشی کرنے کے بارے میں بھی چند روایات نقل کی ہیں لیکن اوپر صرف عام محرماتِ الٰہی سے بچنے کا مفہوم ہی بیان کیا ہے۔ لیکن آیات کا دروبست اور سیاق و سباق بلکہ اگلی بعض آیات کا پیش منظر بھی یہ بتاتا ہے کہ یہاں صرف ایک مفہوم یعنی ناحق مال کھا کر خود کو ہلاکت میں ڈالنا ہی مراد ہے اور اسی سے بچنے کو اس میں اور دوسری آیات میں کہا گیا ہے اور نہ بچنے کو عذاب و سزا کا باعث و سبب بتایا گیا ہے۔ اللہ کے یہاں "رحیم" ہونے کا مفہوم یہ ہے کہ اس نے تم کو اپنی رحمت ہی کے سبب اس سبب ہلاکت (یعنی ناحق مال کھانے) سے آگاہ کر دیا جو بظاہر تم کو دنیاوی فارغ البالی اور فوز و فلاح نظر آتا ہے مگر حقیقت میں وہ بربادی اور خودکشی کا سبب ہے۔ لہٰذا اس نے اپنی بیکراں رحمت سے تم کو اس سے آگاہ کر دیا کہ تم اپنی جان اُس جہان اور اِس دنیا دونوں میں بچا سکو۔

رَبُّكُمُ الَّذِيْ يُزْجِيْ لَكُمُ الْفُلْكَ فِي الْبَحْرِ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ بِكُمْ رَحِيْمًا ۝ (اسراء: ٦٦)

تمہارا رب وہ ہے جو ہانکتا ہے تمہارے واسطے کشتی دریا میں، کہ تلاش کرو اس کا فضل۔ وہ ہے تم پر مہربان۔

پہلی آیت کی طرح اس آیتِ کریمہ میں بھی مال کے تعلق سے اللہ تعالیٰ نے اپنے آپ کو رحیم کہا ہے۔ یہاں مالِ حق کا معاملہ ہے کہ سمندروں سے جو مال و اسباب ــــ مچھلی اور غذا کے دوسرے سامان یا موتی وغیرہ ــــ حاصل ہوتے ہیں وہ فضلِ الٰہی ہے۔ مال کی یہ فراہمی عام اللہ کی رحمتِ عام ہے اور جس کو یہ مال مل بھی جائے وہ اس کی رحمتِ خاص سے متمتع ہوتا ہے شاہ عبدالقادر فرماتے ہیں کہ "روزی کو قرآن میں اکثر فضل فرمایا ہے۔" احزاب نمبر ۴۳ میں ہدایتِ ربانی کو رحمتِ الٰہی بتایا گیا ہے:

هُوَ الَّذِيْ يُصَلِّيْ عَلَيْكُمْ وَمَلٰٓئِكَتُهٗ لِيُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَكَانَ بِالْمُؤْمِنِيْنَ رَحِيْمًا ۝ (الاحزاب: ٤٣)

وہی ہے جو رحمت بھیجتا ہے تم پر، اور اس کے فرشتے، کہ نکالے تم کو اندھیروں سے اجالے میں۔ اور ہے ایمان والوں پر مہربان۔

اس آیت کا پس منظر یہ ہے کہ اس سے پہلی دو آیتوں میں اہلِ ایمان کو اللہ کو کثرت سے یاد کرنے اور صبح و شام تسبیح الٰہی کرنے کا حکم ربانی ہے اور ظاہر ہے کہ جو اللہ کو کثرت سے یاد کرے گا اور صبح و شام اس کی تسبیح پڑھے گا وہ ہدایت بھی پائے گا اور رحمتِ الٰہی سے بھی بہرہ مند ہو گا۔ اہلِ ایمان کو ایمان کی دولت اور اندھیروں سے اجالے میں آنے کی سعادت محض رحمتِ الٰہی سے ملتی ہے پھر مزید رحمتِ الٰہی اہلِ ایمان پر یہ ہے کہ وہ ذکر الٰہی و تسبیح ربانی کے نتیجہ و ثواب کے طور پر ان کو اپنے درود سے نوازتا ہے اور فرشتوں کے درود و صلوٰۃ سے بھی۔ مولانا عثمانی فرماتے ہیں کہ "اللہ کو بکثرت یاد کرنے کا نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ اللہ اپنی رحمت تم پر نازل کرتا ہے جو فرشتوں کے توسط سے آتی ہے۔ یہ ہی رحمت و برکت ہے جو تمہارا ہاتھ پکڑ کر جہالت و ضلالت کی اندھیریوں سے علم و تقویٰ کے اجالے میں لاتی ہے۔ اگر اللہ کی خاص مہربانی ایمان والوں پر نہ ہو تو دولتِ ایمان کہاں سے ملے اور کیونکر محفوظ رہے۔ اسی کی مہربانی سے مومنین رشد وہدایت اور ایمان و احسان کی راہوں میں ترقی کرتے ہیں۔ یہ تو دنیا میں ان کا حال ہوا۔ آخرت کا اعزاز و اکرام آگے مذکور ہے۔"

(الف) غَفُوْرٌ رَحِیْم کی زوج

"رحیم" کے ساتھ "غفور" کی زوج سب سے زیادہ آئی ہے اور اللہ تعالیٰ کی یہ دونوں صفات کا باہمی ربط و امتزاج مواقع و محلات کے تعلق و مناسبت سے ہے اور یہ مناسبت و ربط مختلف آیات میں مختلف نظر آتا ہے۔ ذیل میں ان میں سے مختلف زمروں کا مطالعہ الگ الگ کیا جاتا ہے۔ ان میں سے ایک زمرہ ان آیاتِ کریمہ کا ہے جن میں حرام کھانوں میں یا اسی طرح کے دوسرے ممنوع کاموں میں اضطراراً مبتلا ہونے پر رحمت و مغفرتِ الٰہی کا وعدہ کیا گیا ہے۔ دوسرے زمرہ کی آیاتِ کریمہ میں جاہلیت میں یا بلا علم محارمِ الٰہی کا ارتکاب کرنے کو مغفرت و رحمت کا مصداق قرار دیا گیا ہے۔ تیسرے زمرہ میں بُرے کاموں سے توبہ و استغفار کرنے کا سیاق و سباق ہے چوتھے زمرہ میں ایمان و تقویٰ اور اطاعتِ الٰہی کا حوالہ ہے۔ پانچویں زمرہ میں احسان اور عملِ صالح کے نتیجہ میں رحمت و مغفرت کا ذمہ لیا گیا ہے۔ چھٹے زمرہ میں صبر و توکل کے حوالہ سے ان کا وعدہ کیا گیا ہے۔ کچھ آیات میں علم الٰہی اور وحی الٰہی سے مغفرت و رحمت کا تعلق جوڑا گیا ہے جو ساتواں زمرہ ہو سکتا ہے۔ آٹھویں زمرہ میں نعمتِ الٰہی اور مغفرت و رحمتِ الٰہی کا تعلق ہے۔ نویں زمرہ میں خالص رحم الٰہی ہی اس کا باعث بتایا گیا ہے۔ اور دسویں اور آخری زمرہ میں رحمت و عقوبت اور مغفرت و عقاب کو خالصتاً اللہ تعالیٰ کا حقِ خالص قرار دیا گیا ہے۔

اول زمرہ کی آیاتِ کریمہ جن میں حرام کھانوں اور ممنوع کاموں سے روکا گیا ہے لیکن اگر کوئی مجبوری سے ان میں مبتلا ہو جائے تو اس کی مغفرت اور اس پر رحمت کرنے کا وعدہ کیا گیا ہے یا اس کی خوشخبری دی گئی ہے یہ ہیں:

اِنَّمَا حَرَّمَ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةَ وَالدَّمَ وَلَحْمَ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ بِهٖ لِغَيْرِ اللّٰهِ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَلَآ اِثْمَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (البقرہ ۱۷۳)

یہی حرام کیا ہے تم پر، مردہ اور لہو، اور گوشت سور کا، اور جس پر نام پکارا اللہ کے سوا۔ پھر جو کوئی پھنسا ہو، نہ بے حکمی کرتا ہے اور نہ زیادتی، تو اس پر نہیں گناہ۔ اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔

حُرِّمَتْ عَلَيْكُمُ الْمَيْتَةُ وَالدَّمُ وَلَحْمُ الْخِنْزِيْرِ وَمَآ اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ وَالْمُنْخَنِقَةُ وَ الْمَوْقُوْذَةُ وَالْمُتَرَدِّيَةُ وَالنَّطِيْحَةُ وَمَآ اَكَلَ السَّبُعُ اِلَّا مَا ذَكَّيْتُمْ ۣ وَمَا ذُبِحَ عَلَى النُّصُبِ وَاَنْ تَسْتَقْسِمُوْا بِالْاَزْلَامِ ؕ ذٰلِكُمْ فِسْقٌ ۭ . . . فَمَنِ اضْطُرَّ فِيْ مَخْمَصَةٍ غَيْرَ مُتَجَانِفٍ لِّاِثْمٍ ۙ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (المائدہ ۳)

حرام ہوا تم پر، مردہ اور لہو، اور گوشت سور کا، اور جس چیز پر نام پکارا اللہ کے سوا، اور جو مر گیا گھٹ کر، یا چوٹ سے، یا گر کر، یا سینگ مارے سے، اور جس کو کھایا پھاڑنے والے (درندہ)، مگر جو ذبح کر لی۔ اور جو ذبح ہوا کسی تھان پر، اور یہ کہ باٹنا کرو پانسے ڈال کر یہ گناہ کا کام ہے۔۔۔ پھر جو کوئی ناچار ہو گیا بھوک میں، کچھ گناہ پر نہیں ڈھلتا تو اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔

قُلْ لَّآ اَجِدُ فِيْ مَآ اُوْحِيَ اِلَيَّ مُحَرَّمًا عَلٰى طَاعِمٍ يَّطْعَمُهٗٓ اِلَّآ اَنْ يَّكُوْنَ مَيْتَةً اَوْ دَمًا مَّسْفُوْحًا اَوْ لَحْمَ خِنْزِيْرٍ فَاِنَّهٗ رِجْسٌ اَوْ فِسْقًا اُهِلَّ لِغَيْرِ اللّٰهِ بِهٖ ۚ فَمَنِ اضْطُرَّ غَيْرَ بَاغٍ وَّلَا عَادٍ فَاِنَّ رَبَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الانعام ۱۴۵)

تو کہہ، میں نہیں پاتا، جس حکم میں کہ مجھ کو پہنچا، کوئی چیز حرام، کھانے والے کو جو اس کو کھاوے مگر یہ کہ مردہ ہو، یا لہو پھینک دینے کا، یا گوشت سور کا، کہ وہ ناپاک ہے۔ یا گناہ کی چیز، جس پر پکارا اللہ کے سوا کسی کا نام، پھر جو کوئی عاجز ہو، نہ زور کرتا نہ زیادتی، تو تیرا رب معاف کرتا ہے مہربان۔

مَاكَانَ لِنَبِيٍّ اَنْ يَّكُوْنَ لَهٗٓ اَسْرٰى حَتّٰى يُثْخِنَ فِي الْاَرْضِ ؕ تُرِيْدُوْنَ عَرَضَ الدُّنْيَا ۖ وَاللّٰهُ يُرِيْدُ الْاٰخِرَةَ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ○ فَكُلُوْا مِمَّا غَنِمْتُمْ حَلٰلًا طَيِّبًا ۖ وَّاتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الانفال ۶۷-۶۹)

نہیں چاہیئے نبی کو کہ اس کے ہاں قیدی آویں، جب تک نہ خون کرے ملک میں۔ تم چاہتے ہو جنس دنیا کی، اور اللہ چاہتا ہے آخرت، اور اللہ زور آور ہے حکمت والا۔۔۔ سو کھاؤ جو غنیمت لاؤ حلال ستھری، اور ڈرتے رہو اللہ سے، اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

. . . وَلَا تُكْرِهُوْا فَتَيٰتِكُمْ عَلَى الْبِغَآءِ اِنْ اَرَدْنَ تَحَصُّنًا لِّتَبْتَغُوْا عَرَضَ الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ؕ وَمَنْ يُّكْرِهْهُّنَّ فَاِنَّ اللّٰهَ مِنْۢ بَعْدِ اِكْرَاهِهِنَّ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (النور ۳۳)

اور نہ زور کرو اپنی چھوکریوں پر بدکاری کے واسطے۔ اگر وہ چاہیں قید سے رہنا، کہ کمایا چاہو اسباب دنیا کی زندگانی کا۔ اور جو کوئی ان پر زور کرے تو اللہ ان کی بے بسی پیچھے بخشنے والا مہربان ہے۔

ان تمام آیات کریمہ میں چند حرام کمائوں کا ذکر ہے اور آخری دو آیات میں بالخصوص غلط مالِ غنیمت اور بدکاری کے مال کی حرمت بیان کرکے ان سے بچنے کی تاکید کی گئی ہے اور ظاہر ہے کہ جو امت یا شخص ان حرام کاموں اور کمائوں سے بچے گا وہ رحمتِ الٰہی کا مستحق ہوگا اور جو ان میں مجبوراً مبتلا ہوگا اپنے حالات کے جبر سے یا دوسروں کے تقاضے و زور زبردستی سے وہ مغفرت و رحمت دونوں کا مستحق ہوگا۔

دوسرے زمرہ کی آیاتِ کریمہ حسب ذیل ہیں ان میں جہالت، خطا اور بلاعلم محارمِ الٰہی کے ارتکاب پر مغفرت ور حمت کا وعدہ ہے:

اُدْعُوْهُمْ لِاٰبَآئِهِمْ هُوَ اَقْسَطُ عِنْدَ اللّٰهِ ۚ فَاِنْ لَّمْ تَعْلَمُوْٓا اٰبَآءَهُمْ فَاِخْوَانُكُمْ فِى الدِّيْنِ وَ مَوَالِيْكُمْ ؕ وَلَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ فِيْمَآ اَخْطَاْتُمْ بِهٖ ۙ وَلٰكِنْ مَّا تَعَمَّدَتْ قُلُوْبُكُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (الاحزاب ۵)

پکارو لے پالکوں کو انکے باپ کا نام لیکر۔ یہی پورا انصاف ہے اللہ کے ہاں پھر اگر نہ جانتے ہو انکے باپ کو، تو تمہارے بھائی ان کو قتل کریئے یا سولی چڑھایئے، یا کاٹیے ان کے ہاتھ اور پاؤں مقابل کا، یا دور کریئے اس ملک سے۔ یہ ان کی رسوائی ہے بخشنے والا مہربان ہے۔

وَاَنْ تَجْمَعُوْا بَيْنَ الْاُخْتَيْنِ اِلَّا مَا قَدْ سَلَفَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (النساء ۲۳)

اور حرام ہیں تم پر وہ کہ اکٹھے کرو دو بہنوں سے نکاح مگر وہ جو آگے ہو چکا۔

اسی زمرہ میں ایک حد تک وہ آیات بھی آتی ہیں جن میں جہالت سے خطا کرنے اور پھر توبہ کرنے کا ذکر ہے جیسے سورۂ انعام نمبر ۵۴ وغیرہ مگر چونکہ ان میں توبہ کرنے کی شرط بھی لگادی گئی ہے اس لئے ہم نے ان کو تیسرے زمرہ میں رکھا ہے اور اس کی آیاتِ کریمہ کافی تعداد میں اور نوع بنوع معاملات سے متعلق پائی جاتی ہیں:

لِلَّذِيْنَ يُؤْلُوْنَ مِنْ نِّسَآئِهِمْ تَرَبُّصُ اَرْبَعَةِ اَشْهُرٍ ۚ فَاِنْ فَآءُوْ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (البقرہ ۲۲۶)

جو لوگ قسم کھا رہتے ہیں اپنی عورتوں سے، ان کو فرصت ہے چار مہینے پھر اگر مل گئے تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ ۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۟ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (آل عمران ۸۹)

مگر جنہوں نے توبہ کی اس کے بعد اور سنوار پکڑی، تو البتہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اِنَّمَا جَزٰٓؤُا الَّذِيْنَ يُحَارِبُوْنَ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَيَسْعَوْنَ فِى الْاَرْضِ فَسَادًا اَنْ يُّقَتَّلُوْٓا اَوْ يُصَلَّبُوْٓا اَوْ تُقَطَّعَ اَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ مِّنْ خِلَافٍ اَوْ يُنْفَوْا مِنَ الْاَرْضِ ؕ ذٰلِكَ لَهُمْ خِزْىٌ فِى الدُّنْيَا وَلَهُمْ فِى الْاٰخِرَةِ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْ قَبْلِ اَنْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهِمْ ۚ فَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ

رَّحِيْمٌ ۝ (مائده ۳۳-۳۴)

یہی سزا ہے ان کی جو لڑائی کرتے ہیں اللہ سے اور اس کے رسول سے اور دوڑتے ہیں ملک میں فساد کرنے کو، کہ ان کو قتل کریئے یا سولی چڑھایئے، یا کاٹیے ان کے ہاتھ اور پاؤں مقابل کا، یا دور کریئے اس ملک سے۔ یہ ان کی رسوائی ہے دنیا میں اور اُن کو آخرت میں بڑی مار ہے۔ مگر جنہوں نے توبہ کی تمہارے ہاتھ پڑنے سے پہلے۔ تو جان لو کہ اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَالسَّارِقُ وَالسَّارِقَةُ فَاقْطَعُوْٓا اَيْدِيَهُمَا جَزَآءًۢ بِمَا كَسَبَا نَكَالًا مِّنَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ عَزِيْزٌ حَكِيْمٌ ۝ فَمَنْ تَابَ مِنْۢ بَعْدِ ظُلْمِهٖ وَاَصْلَحَ فَاِنَّ اللّٰهَ يَتُوْبُ عَلَيْهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (مائده ۳۸-۳۹)

اور جو کوئی چور ہو، مرد یا عورت، تو کاٹ ڈالو ان کے ہاتھ۔ سزا ان کی کمائی کی، تنبیہ اللہ کی طرف سے، اور اللہ زور آور ہے حکمت والا۔ پھر جس نے توبہ کی، اپنی تقصیر کے پیچھے، اور سنوار پکڑی، تو اللہ اس کو معاف کرتا ہے۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لَقَدْ كَفَرَ الَّذِيْنَ قَالُوْٓا اِنَّ اللّٰهَ ثَالِثُ ثَلٰثَةٍ ۘ . . . ۝ اَفَلَا يَتُوْبُوْنَ اِلَى اللّٰهِ وَيَسْتَغْفِرُوْنَهٗ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (مائده ۷۳-۷۴)

بے شک کافر ہوئے جنہوں نے کہا، اللہ ہے تین میں کا ایک۔ اور بندگی کسی کو نہیں مگر ایک معبود کو۔ کیوں نہیں توبہ کرتے اللہ پاس، اور گناہ بخشواتے۔ اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

وَاِذَا جَآءَكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاٰيٰتِنَا فَقُلْ سَلٰمٌ عَلَيْكُمْ كَتَبَ رَبُّكُمْ عَلٰى نَفْسِهِ الرَّحْمَةَ ۙ اَنَّهٗ مَنْ عَمِلَ مِنْكُمْ سُوْٓءًۢا بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابَ مِنْۢ بَعْدِهٖ وَاَصْلَحَ فَاَنَّهٗ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (انعام ۵۴)

اور جب آویں تیرے پاس ہماری آیتیں ماننے والے، تو کہہ، سلام ہے تم پر، لکھی ہے تمہارے رب نے اپنے اوپر مہر کرنی، کہ جو کوئی کرے تم میں برائی نادانی سے، پھر اس کے بعد توبہ کی، اور سنوار پکڑی تو یوں ہے کہ وہ ہے بخشنے والا مہربان۔

فَاِذَا انْسَلَخَ الْاَشْهُرُ الْحُرُمُ فَاقْتُلُوا الْمُشْرِكِيْنَ حَيْثُ وَجَدْتُّمُوْهُمْ وَخُذُوْهُمْ وَاحْصُرُوْهُمْ وَاقْعُدُوْا لَهُمْ كُلَّ مَرْصَدٍ ۚ فَاِنْ تَابُوْا وَاَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتَوُا الزَّكٰوةَ فَخَلُّوْا سَبِيْلَهُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (التوبه ۵)

پھر جب گذر جاویں مہینے پناہ کے، تو مارو مشرکوں کو جہاں پاؤ۔ اور پکڑو اور گھیرو، اور بیٹھو ہر جگہ ان کی تاک پر، پھر اگر وہ توبہ کریں، اور کھڑی رکھیں نماز، اور دیا کریں زکات، تو چھوڑو ان کی راہ۔ اللہ ہے بخشتا مہربان۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّاٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ

غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (التوبه ۱۰۲)

اور بعضے مانے اپنا گناہ، ملایا ایک کام نیک اور دوسرا بد۔ شاید اللہ معاف کرے ان کو، بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ عَمِلُوا السُّوْٓءَ بِجَهَالَةٍ ثُمَّ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (النحل ۱۱۹)

پھر یوں ہے کہ تیرا رب، ان لوگوں پر جنہوں نے برائی کی نادانی سے پھر توبہ کی اس کے پیچھے، اور سنوار پکڑی، تیرا رب ان باتوں کے پیچھے بخشنے والا مہربان ہے۔

وَالَّذِيْنَ يَرْمُوْنَ الْمُحْصَنٰتِ ثُمَّ لَمْ يَاْتُوْا بِاَرْبَعَةِ شُهَدَآءَ فَاجْلِدُوْهُمْ ثَمٰنِيْنَ جَلْدَةً وَّلَا تَقْبَلُوْا لَهُمْ شَهَادَةً اَبَدًا ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ ○ اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا مِنْۢ بَعْدِ ذٰلِكَ وَاَصْلَحُوْا ۚ فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (النور ٤-٥)

اور جو لوگ عیب لگاتے ہیں قید والیوں کو، پھر نہ لائے چار مرد شاہد، تو مارو ان کو اسّی چوٹ قمچی کی، اور نہ مانو ان کی کوئی گواہی کبھی، اور وہی لوگ ہیں بے حکم، مگر جنہوں نے توبہ کی اس پیچھے اور سنوار پکڑی تو اللہ بخشتا ہے مہربان۔

اِلَّا مَنْ تَابَ وَاٰمَنَ وَعَمِلَ عَمَلًا صَالِحًا فَاُولٰٓئِكَ يُبَدِّلُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِهِمْ حَسَنٰتٍ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (الفرقان ۷۰)

مگر جس نے توبہ کی اور یقین لایا، اور کیا کچھ کام نیک، سو ان کو بدل دے گا اللہ برائیوں کی جگہ بھلائیاں۔ اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔

اِلَّا مَنْ ظَلَمَ ثُمَّ بَدَّلَ حُسْنًۢا بَعْدَ سُوْٓءٍ فَاِنِّيْ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (النمل ۱۱)

مگر جس نے زیادتی کی، پھر بدل کر نیکی کی برائی کے پیچھے، تو میں بخشنے والا مہربان ہوں۔

مذکورہ بالا تمام آیاتِ کریمہ میں خطا و گناہ، ظلم و زیادتی، حتیٰ کہ کفر و شرک کا ارتکاب کرنے کے سلسلہ میں علم و جہالت دونوں کو مد نظر رکھا گیا ہے۔ اگر کوئی شخص اپنی جہالت سے یا علم کے بعد ان کا مرتکب ہو مگر پھر وہ توبہ کرلے تو اللہ تعالیٰ کی طرف اسکے لئے مغفرت و رحمت کی خوشخبری سنائی گئی ہے۔ مذکورہ بالا آیاتِ مطہرہ میں ایلاء، کفر، اسلام کے خلاف جنگ و جدال اور لوٹ مار، فساد فی الارض، چوری، شرک، قذف و بہتان تراشی اور ظلم و زیادتی وغیرہ جیسے جرائم کا ذکر کر کے توبہ کا دروازہ کھلا رکھا گیا ہے۔ بعض آیاتِ کریمہ میں ایمان و اسلام سے قبل جرائم کے ارتکاب کا ذکر ہے اور بعض میں اسلام و ایمان قبول کرنے کے بعد۔ ان دونوں صورتوں میں توبہ کے ساتھ اصلاح حال کی شرط بھی لگادی گئی ہے۔ بیشتر آیات میں صراحتاً اور بعض میں مضمر طور سے۔ گذشتہ سے توبہ اور آئندہ کے لئے اصلاح اور ان دونوں کی مناسبت سے بالترتیب غفور اور رحیم کی صفات ہیں۔ گذشتہ کی مغفرت اور اصلاح پر رحمت۔ مغفرتِ ربانی بھی دراصل رحمتِ

الٰہی کا پر تو ہے۔ اگر رحمتِ الٰہی نہ ہو تو نہ مغفرت ملے اور نہ توبہ قبول ہو۔ بلکہ مجرم و خطا کار کا وجود ہی باقی نہ رہے۔

اسی زمرہ میں وہ آیاتِ کریمہ بھی شامل کی گئی ہیں جن میں استغفا پر اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت و رحمت سے نوازنے کی خوشخبری سنائی ہے۔ یہ استغفار تین طرح کا ہے: اول کہ بندہ خود اپنے لئے استغفار کرے، دوم یہ کہ فرشتے نیک بندوں کے لئے استغفار کریں اور سوم یہ کہ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جو خود رحمۃ للعالمین ہیں اپنے خطا کار و صالح اُمتیوں کے لئے اللہ سے ان کے گناہوں کی مغفرت اور درجات کی بلندی کی دعا اور التجا فرمائیں۔ یہ آیاتِ کریمہ سورتوں کی ترتیب سے حسب ذیل ہیں۔

ثُمَّ اَفِيْضُوْا مِنْ حَيْثُ اَفَاضَ النَّاسُ وَاسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ (البقرہ ۱۹۹)

پھر طواف کو چلو جہاں سے سب لوگ چلیں، اور گناہ بخشواؤ اللہ سے۔ اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

وَّاسْتَغْفِرِ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۚ ○ (النساء : ۱۰۶)

اور بخشوا اللہ سے بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

قَالَ سَوْفَ اَسْتَغْفِرُ لَكُمْ رَبِّيْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ (یوسف ۹۸)

کہا، رہو، بخشواؤں گا تم کو اپنے رب سے۔ وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ اِذَا كَانُوْا مَعَهٗ عَلٰۤى اَمْرٍ جَامِعٍ لَّمْ يَذْهَبُوْا حَتّٰى يَسْتَاْذِنُوْهُ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَاْذِنُوْنَكَ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ يُؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ۚ فَاِذَا اسْتَاْذَنُوْكَ لِبَعْضِ شَاْنِهِمْ فَاْذَنْ لِّمَنْ شِئْتَ مِنْهُمْ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُمُ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (النور ۶۲)

ایمان والے وہ ہیں، جو یقین لائے ہیں اللہ پر، اور اس کے رسول پر، اور جب ہوتے اس کے ساتھ کسی جمع ہونے کے کام میں، تو چلے نہیں جاتے جب تک اس سے پروانگی نہ لیں۔ جو لوگ تجھ سے پروانگی لیتے ہیں وہی ہیں جو مانتے ہیں اللہ کو اور اس کے رسول کو۔ پھر جب پروانگی مانگیں تجھ سے اپنے کسی کام کو، تو دے پروانگی جس کو ان میں تو چاہے۔ اور معافی مانگ ان کے واسطے اللہ سے، اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔

قَالَ رَبِّ اِنِّيْ ظَلَمْتُ نَفْسِيْ فَاغْفِرْ لِيْ فَغَفَرَ لَهٗ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ (القصص ۱۶)

بولا، اے رب! میں نے برا کیا اپنی جان کا سو بخش مجھ کو، پھر اس کو بخش دیا۔ بے شک وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ بِاللّٰهِ شَيْئًا وَّلَا يَسْرِقْنَ وَلَا يَزْنِيْنَ وَلَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَلَا يَاْتِيْنَ بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَاَرْجُلِهِنَّ وَلَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ فَبَايِعْهُنَّ وَاسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الممتحنہ ۱۲)

اے نبی! جب آویں تیرے پاس مسلمان عورتیں، اقرار کرنے کو اس پر کہ شریک نہ ٹھہراویں اللہ کا کسی کو، اور چوری نہ کریں، اور بدکاری نہ کریں، اور اپنی اولاد نہ ماریں، اور طوفان نہ لاویں باندھ کر اپنے ہاتھوں پاؤں میں۔ اور تیری بے

حکمی نہ کریں کسی بھلے کام میں۔ تو ان سے اقرار کر اور معافی مانگ ان کے واسطے اللہ سے۔ بیشک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

یٰاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِنَّ مِنْ اَزْوَاجِكُمْ وَاَوْلَادِكُمْ عَدُوًّا لَّكُمْ فَاحْذَرُوْهُمْ ۚ وَ اِنْ تَعْفُوْا وَ تَصْفَحُوْا وَ تَغْفِرُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (التغابن ١٤)

اے ایمان والو! بعضی تمہاری جورویں اور اولاد دشمن ہیں تمہارے سو ان سے بچتے رہو۔ اور اگر معاف کرو اور درگزر کرو، اور بخشو، تو اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

. . . فَاقْرَءُوْا مَا تَیَسَّرَ مِنْهُ ۙ وَاَقِیْمُوا الصَّلٰوةَ وَاٰتُوا الزَّكٰوةَ وَاَقْرِضُوا اللّٰهَ قَرْضًا حَسَنًا ؕ وَمَا تُقَدِّمُوْا لِاَنْفُسِكُمْ مِّنْ خَیْرٍ تَجِدُوْهُ عِنْدَ اللّٰهِ هُوَ خَیْرًا وَّاَعْظَمَ اَجْرًا ؕ وَ اسْتَغْفِرُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (المزمل ٢٠)

سو پڑھو جتنا آسان اس میں سے، اور کھڑی رکھو نماز، اور دیتے رہو زکوۃ اور قرض دو اللہ کو اچھی طرح قرض دینا۔ اور جو آگے بھیجو گے اپنے واسطے کوئی نیکی، اس کو پاؤ گے اللہ کے پاس بہتر، اور ثواب میں زیادہ اور معافی مانگو اللہ سے۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ان تمام آیاتِ کریمہ میں استغفار کرنے کا حکم ہے یا استغفار کرنے کی حقیقت کا اظہار۔ اور ان دونوں کے ساتھ اللہ تعالیٰ کے غفور اور رحیم ہونے کا اعلان۔ پہلی آیت میں حاجیوں کو بالخصوص مکہ مکرمہ کے قریش کو حکم طواف دیا گیا اور مغفرت مانگنے کا حکم بھی۔ دوسری آیت کا پس منظر یہ ہے کہ برادرانِ یوسف نے جب اپنی غلطی تسلیم کر کے اپنے والد ماجد حضرت یعقوب سے معافی چاہی تو انہوں نے ان کے لئے جناب الٰہی سے بھی مغفرت کرنے کا وعدہ کر لیا۔ تیسری آیت میں صحابۂ کرام کے لئے عام طور سے استغفار نبوی کا ذکر ہے اور پانچویں آیت میں ان مومنات و مسلمات کے لئے مغفرت چاہنے کا آپ کو حکم دیا گیا ہے جو آپ کے ہاتھ پر بیعت اسلام کر لیں۔ جبکہ چوتھی آیت میں حضرت موسیٰ کا استغفار کرنے اور اس کے قبول ہونے کا ذکر ہے۔ آخری دو آیات میں عام مومنین کو استغفار کرنے کا حکم دیا گیا ہے۔ یہاں سورۂ شوریٰ نمبر ۵ کا حوالہ بھی دیا جا سکتا ہے جس میں فرشتوں کے استغفار کا ذکر ہے جو وہ اہل زمین کے لئے کرتے ہیں۔ چونکہ اللہ تعالیٰ رحیم ہے اور غفور بھی اس لئے وہ اپنے بندوں کا استغفار ہمیشہ قبول کرتا رہتا اور ان کو اپنی مغفرت و رحمت سے نوازتا رہتا ہے۔

چوتھے زمرہ کی وہ آیاتِ کریمہ جن میں ایمان و تقویٰ اور اطاعتِ الٰہی کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کو "غفور رحیم" فرمایا گیا ہے اپنی ترتیب مصحفی کے ساتھ یہ ہیں:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِیْ یُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ یَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (آل عمران ٣١)

ہے، اگر تم محبت رکھتے ہو اللہ کی، تو میری راہ چلو کہ اللہ تم کو چاہے اور بخشے تمہارے گناہ، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

لَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَرُسُلِهٖ وَ لَمْ يُفَرِّقُوْا بَيْنَ اَحَدٍ مِّنْهُمْ اُولٰٓئِكَ سَوْفَ يُؤْتِيْهِمْ اُجُوْرَهُمْ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ فُوْرًا رَّحِيْمًا (النسآء ۱۵۲)

ر جو لوگ یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر، اور جدا نہ کیا کسی کو ان میں، ان کو دے گا ان کا ثواب۔ اور اللہ ہے شنے والا مہربان۔

قَالَ ارْكَبُوْا فِيْهَا بِسْمِ اللّٰهِ مَجْرٖىهَا وَمُرْسٰىهَا ؕ اِنَّ رَبِّيْ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ (ھود ۴۱)

ر بولا، سوار ہو اس میں، اللہ کے نام سے ہے اس کا بہنا اور ٹھہرنا تحقیق میرا رب ہے بخشنے والا مہربان۔

بِّ اِنَّهُنَّ اَضْلَلْنَ كَثِيْرًا مِّنَ النَّاسِ ۚ فَمَنْ تَبِعَنِيْ فَاِنَّهٗ مِنِّيْ ۚ وَمَنْ عَصَانِيْ فَاِنَّكَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ (ابراهيم ۳۶)

ے رب! انہوں نے بہکایا بہت لوگوں کو، سو جو کوئی میری راہ چلا، سو وہ تو میرا ہے۔ اور جس نے میرا کہا نہ مانا، سو تو بخشنے والا مہربان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَاٰمِنُوْا بِرَسُوْلِهٖ يُؤْتِكُمْ كِفْلَيْنِ مِنْ رَّحْمَتِهٖ وَيَجْعَلْ لَّكُمْ نُوْرًا تَمْشُوْنَ بِهٖ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۞ (الحديد ۲۸)

ے ایمان والو! ڈرتے رہو اللہ سے، اور یقین لاؤ اس کے رسول پر، دیوے تم کو دو بوجھ اپنی مہر کے، اور رکھ دے تم میں روشنی، جس کو لئے پھرو اور تم کو معاف کرے۔ اور اللہ معاف کرنے والا ہے مہربان۔

یہ اور ان جیسی بعض اور آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے ایمانِ الٰہی، ایمان و تصدیق رسول، تقویٰ و اتباع اور اطاعت فرمانبرداری کے حوالہ سے اپنی مغفرت و رحمت کا وعدہ کیا ہے۔ اولین آیت میں واضح اعلان ہے کہ جو کوئی رسول اکرم کا اتباع کرے گا اس کو اللہ کی محبت و مغفرت اور رحمت ملے گی۔ دوسری آیت واضح کرتی ہے کہ اللہ اور اس کے تمام رسولوں پر ایمان ضروری ہونے کے علاوہ یہ بھی ایمان والوں پر واجب ہے کہ رسولوں کے درمیان تفریق نہ کریں کہ کسی کو مانیں اور کسی کو نہ مانیں۔ مانتے کی صورت میں ان کو اجر و ثواب اپنے عمل کا ملے گا اور اللہ کی مغفرت و رحمت انعامِ مزید کے طور پر ملے گی۔ تیسری آیت میں حضرت نوح پر ایمان لانے والوں کی دنیاوی نجات اور اخروی مغفرت و رحمت کا ذکر ہے اور چوتھی میں حضرت ابراہیم کی اطاعت و فرمانبرداری کے حوالہ سے الٰہی مغفرت و رحمت کا ذکر کیا گیا ہے۔ جبکہ آخری آیت میں تمام مومنوں کو اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لانے اور اللہ کا تقویٰ اختیار کرنے پر اجر و ثواب اور مغفرت و رحمت کا وعدہ کیا گیا ہے۔ (مزید آیات کریمہ کے لئے ملاحظہ ہوں: بقرہ نمبر ۱۸۲، نمبر ۱۹۲، نساء نمبر ۴۸، نمبر ۱۱۶، احزاب نمبر ۱۷، زمر نمبر ۵۳، حجرات نمبر ۱۴، احقاف نمبر ۳۱ وغیرہ متعدد آیات کریمہ)۔

پانچویں زمرہ کی آیاتِ کریمہ احسان و عملِ صالح کے نتیجہ میں مغفرت ربانی اور رحمت الٰہی کا وعدہ کرتی ہیں جو

بالترتیب یہ ہیں:

اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَالَّذِیْنَ هَاجَرُوْا وَ جَاهَدُوْا فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ اُولٰٓئِكَ یَرْجُوْنَ رَحْمَتَ اللّٰهِ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (البقرہ ۲۱۸)

جو لوگ ایمان لائے، اور جنہوں نے ہجرت کی، اور لڑے اللہ کی راہ میں، وہ امیدوار ہیں اللہ کی مہر کے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

... وَفَضَّلَ اللّٰهُ الْمُجٰهِدِیْنَ عَلَى الْقٰعِدِیْنَ اَجْرًا عَظِیْمًا ○ دَرَجٰتٍ مِّنْهُ وَ مَغْفِرَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ○ (النسآء ۹۵-۹۶)

اور زیادہ کیا اللہ نے لڑنے والوں کو، بیٹھنے والوں سے، بڑے ثواب میں بہت درجوں میں اپنے ہاں کے اور بخشش میں اور مہربانی میں۔ اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

لَیْسَ عَلَى الضُّعَفَآءِ وَلَا عَلَى الْمَرْضٰى وَلَا عَلَى الَّذِیْنَ لَا یَجِدُوْنَ مَا یُنْفِقُوْنَ حَرَجٌ اِذَا نَصَحُوْا لِلّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ؕ مَا عَلَى الْمُحْسِنِیْنَ مِنْ سَبِیْلٍ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (التوبہ ۹۱)

ضعیفوں پر تکلیف نہیں، نہ مریضوں پر، نہ ان پر جن کو پیدا نہیں جو خرچ کریں، جب دل سے صاف ہوں اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ نہیں نیکی والوں پر الزام کی راہ۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَمِنَ الْاَعْرَابِ مَنْ یُّؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَالْیَوْمِ الْاٰخِرِ وَیَتَّخِذُ مَا یُنْفِقُ قُرُبٰتٍ عِنْدَ اللّٰهِ وَصَلَوٰتِ الرَّسُوْلِ ؕ اَلَآ اِنَّهَا قُرْبَةٌ لَّهُمْ ؕ سَیُدْخِلُهُمُ اللّٰهُ فِیْ رَحْمَتِهٖ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (التوبہ ۹۹)

اور بعضے گنوار وہ ہیں، کہ ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور پچھلے دن پر، اور ٹھہراتے ہیں اپنا خرچ کرنا نزدیک ہونا اللہ سے، اور دعا لینی رسول کی۔ سنتا ہے! وہ ان کے حق میں نزدیکی ہے۔ داخل کرے گا ان کو اللہ اپنی مہر میں اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَمَنْ یُّهَاجِرْ فِیْ سَبِیْلِ اللّٰهِ یَجِدْ فِی الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِیْرًا وَّسَعَةً ؕ وَمَنْ یَّخْرُجْ مِنْۢ بَیْتِهٖ مُهَاجِرًا اِلَى اللّٰهِ وَرَسُوْلِهٖ ثُمَّ یُدْرِكْهُ الْمَوْتُ فَقَدْ وَقَعَ اَجْرُهٗ عَلَى اللّٰهِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ○ (النسآء ۱۰۰)

اور جو کوئی وطن چھوڑے اللہ کی راہ میں، پاوے اس کے مقابلے میں جگہ بہت اور کشایش اور جو کوئی نکلے اپنے گھر سے وطن چھوڑ کر اللہ اور رسول کی طرف، پھر آ پکڑے اس کو موت، سو ٹھہر چکا اس کا ثواب اللہ پر اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَاٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَیِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ یَّتُوْبَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (التوبہ ۱۰۲)

اور بعضے مانے اپنا گناہ، ملایا ایک کام نیک اور دوسرا بد۔ شاید اللہ معاف کرے ان کو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَلَا يَأْتَلِ أُولُوا الْفَضْلِ مِنْكُمْ وَالسَّعَةِ اَنْ يُّؤْتُوْٓا اُولِي الْقُرْبٰى وَالْمَسٰكِيْنَ وَالْمُهٰجِرِيْنَ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۖ وَلْيَعْفُوْا وَلْيَصْفَحُوْا ۭ اَلَا تُحِبُّوْنَ اَنْ يَّغْفِرَ اللّٰهُ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (النور ۲۲)

اور قسم نہ کھاویں بڑائی والے تم میں اور کشایش والے اس سے کہ دیویں ناتے والوں کو، اور محتاجوں کو، وطن چھوڑنے والوں کو اللہ کی راہ میں اور چاہیے کہ معاف کریں اور درگزر کریں۔ کیا تم نہیں چاہتے کہ اللہ تم کو معاف کرے؟ اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔

قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ۭ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَلٰكِنْ قُوْلُوْٓا اَسْلَمْنَا وَلَمَّا يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ۭ وَاِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَرَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ اَعْمَالِكُمْ شَيْـــًٔا ۭ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الحجرٰت ۱۴)

کہتے ہیں گنوار، ہم ایمان لائے۔ تو کہہ، تم ایمان نہیں لائے، پر کہو مسلمان ہوئے، اور ابھی نہیں پیٹھا (داخل ہوا) ایمان تمہارے دلوں میں۔ اور اگر حکم پر چلو گے اللہ کے اور اس کے رسول کے کاٹ نہ لے گا تمہارے کاموں میں سے کچھ، اللہ بخشتا ہے مہربان۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَيْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَيْنَ يَدَيْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ۭ ذٰلِكَ خَيْرٌ لَّكُمْ وَاَطْهَرُ ۭ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (المجادلہ : ۱۲)

اے ایمان والو! جب تم کان میں بات کہو رسول سے، تو آگے دھر لو اپنی بات کہنے سے پہلے خیرات۔ یہ بہتر ہے تمہارے حق میں اور بہت ستھرا۔ پھر اگر نہ پاؤ تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَلَنْ تَسْتَطِيْعُوْٓا اَنْ تَعْدِلُوْا بَيْنَ النِّسَاۗءِ وَلَوْ حَرَصْتُمْ فَلَا تَمِيْلُوْا كُلَّ الْمَيْلِ فَتَذَرُوْھَا كَالْمُعَلَّقَةِ ۭ وَاِنْ تُصْلِحُوْا وَتَتَّقُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (النسآء : ۱۲۹)

اور تم ہرگز برابر نہ رکھ سکو گے عورتوں کو، اگرچہ اس کا شوق کرو، سو نرے پھر بھی نہ جاؤ، کہ ڈال رکھو ایک کو جیسے ادھر میں لٹکتی۔ اور اگر سنوارتے رہو اور پرہیزگاری کرو، تو اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

يٰٓاَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّاَزْوَاجِكَ وَبَنٰتِكَ وَنِسَاۗءِ الْمُؤْمِنِيْنَ يُدْنِيْنَ عَلَيْهِنَّ مِنْ جَلَابِيْبِهِنَّ ۭ ذٰلِكَ اَدْنٰٓى اَنْ يُّعْرَفْنَ فَلَا يُؤْذَيْنَ ۭ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (الاحزاب : ۵۹)

اے نبی! کہہ دے اپنی عورتوں کو، اور اپنی بیٹیوں کو، اور مسلمانوں کی عورتوں کو، نیچی لٹکا لیں اپنے اوپر تھوڑی سی اپنی چادریں۔ اس میں لگتا ہے کہ پہچانی پڑیں تو کوئی نہ ستاوے، اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔

ان آیاتِ کریمہ میں سے بعض مطلق عملِ صالح اور بلا قید احسان پر زور دیا گیا ہے اور بعض دوسری آیات میں خاص

عمل صالح کی نشاندہی کی گئی ہے مثلاً عملِ صالح کا ذکر چھٹی اور آٹھویں آیات میں ہے جبکہ ہجرت اور جہاد کے حوالے سے اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت کا وعدہ پہلی، دوسری اور پانچویں آیاتِ مطہرہ میں موجود ہے۔ صدقہ و خیرات، ضرورت مندوں کے ساتھ احسان اور عزیز و اقارب کے ساتھ حسن سلوک اور مالی امداد کا ذکر تیسری، چوتھی، ساتویں اور نویں آیات میں موجود ہے۔ آخری تین آیات خاص طور سے سماجی اہمیت کے پیش نظر بعد میں ذکر کی گئی ہیں۔ ان میں سے پہلی میں (ترتیب سے نویں میں) سرگوشی سے قبل صدقہ کا حکم ہے کہ عام طور سے کانا پھوسی اچھی نہیں ہوتی اس لئے گناہ کے ارتکاب کے خدشہ پر بھی صدقہ کا حکم ملا۔ دسویں اور گیارہویں آیاتِ کریمہ میں بالترتیب عورتوں/بیویوں کے ساتھ انصاف و تقویٰ پر مبنی معاشرتی روابط رکھنے اور مسلم عورتوں کے پردہ کرنے کا حکم ہے۔ اہم بات ہے کہ ان معاشرتی انصاف و تقویٰ کی چیزوں پر بھی مغفرت و رحمتِ الٰہی کا وعدہ ہے۔

چھٹے زمرہ کی صبر و توکل کی جو ایمان و اطاعت کی دوسری صورتیں ہیں کئی آیات کریمہ ہیں جیسے:

وَمَنْ لَّمْ يَسْتَطِعْ مِنْكُمْ طَوْلًا اَنْ يَّنْكِحَ الْمُحْصَنٰتِ الْمُؤْمِنٰتِ فَمِنْ مَّا مَلَكَتْ اَيْمَانُكُمْ مِّنْ فَتَيٰتِكُمُ الْمُؤْمِنٰتِ ۭ .... ذٰلِكَ لِمَنْ خَشِيَ الْعَنَتَ مِنْكُمْ ۭ وَاَنْ تَصْبِرُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النسآء: ۲۵)

اور جو کوئی نہ پاوے تم میں مقدور اس کا کہ نکاح میں لاوے بیبیاں مسلمان، تو جو ہاتھ کا مال ہیں آپس کی، تمہاری لونڈیاں مسلمان ... (سو ان کو نکاح کرو) ... یہ اس کے واسطے، جو کوئی تم میں ڈرے تکلیف میں پڑنے سے، اور صبر کرو، تو بہتر ہے تمہارے حق میں، اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

ثُمَّ اِنَّ رَبَّكَ لِلَّذِيْنَ هَاجَرُوْا مِنْۢ بَعْدِ مَا فُتِنُوْا ثُمَّ جٰهَدُوْا وَصَبَرُوْٓا ۙ اِنَّ رَبَّكَ مِنْۢ بَعْدِهَا لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (النحل: ۱۱۰)

پھر یوں ہے کہ تیرا رب، ان لوگوں پر کہ وطن چھوڑا ہے بعد اس کے کہ بچلائے (آزمائے) گئے، پھر لڑتے رہے اور ٹھہرے رہے، تیرا رب ان باتوں کے بعد بخشنے والا مہربان ہے۔

وَلَوْ اَنَّهُمْ صَبَرُوْا حَتّٰى تَخْرُجَ اِلَيْهِمْ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الحجرٰت: ۵)

اور اگر وہ صبر کرتے، جب تک تو نکلتا ان کی طرف، تو ان کو بہتر تھا۔ اور اللہ بخشتا ہے مہربان۔

صبر و توکل اسلام کی دو بنیادی تعلیمات ہیں جو انسان کو ہر حال میں اطمینان و فراغت اور خوشدلی و استواری بخشتی ہیں۔ وہ محض ناسازد حالات اور زمانہ تکالیف میں زیست کرنے کے آلاتِ کشاکش نہیں ہیں بلکہ مسرت و انبساط اور فارغ البالی اور خوشحالی کے دوران بھی حدِ ادب و حصارِ اعتدال میں رکھنے کے اسباب ہیں۔ ان آیاتِ کریمہ میں خاص طور سے نکاح و جنس، ہجرت و جہاد کے بعد مشکل حالات اور احترام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالے سے صبر کا حکم دیا گیا ہے۔ پہلی آیت میں یہ بتلایا گیا ہے کہ جو لوگ نکاح کی جائز صورتیں نہ پائیں تو ان کو صبر سے کام لینا چاہئے اللہ کی رحمت سے امید ہے کہ ان کے لئے کوئی راستہ نکل آئے گا ورنہ صبر کا ثواب و مغفرت تو ہے ہی۔ اسی طرح ہجرت و جہاد

کی مشکلات اور بعد کے حالات پر بھی صبر کا فائدہ ہے کہ مشکل کشائی غفور رحیم کے ہاتھ ہے۔ ظاہر ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے اندرونِ خانہ ہونے کے دوران باہر سے آپ آواز دے کر بلاتا جیسا بدوی کیا کرتے تھے آپ کو تکلیف دینے کا باعث اور آپ کے احترام کے منافی تھا۔ یہ صبر بھی ضروری ہے کہ احترام رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عدمِ رعایت نفی ایمان اور سلبِ اسلام تک لے جا سکتی ہے۔

ساتویں زمرہ کی آیاتِ کریمہ جن کا تعلق وحی الٰہی اور علم ربانی کے ساتھ رحمت و مغفرتِ الٰہی سے ہے یہ ہیں:

يَٰٓأَيُّهَا النَّبِيُّ قُلْ لِّمَنْ فِيْٓ اَيْدِيْكُمْ مِّنَ الْاَسْرٰٓى اِنْ يَّعْلَمِ اللّٰهُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ خَيْرًا يُّؤْتِكُمْ خَيْرًا مِّمَّآ اُخِذَ مِنْكُمْ وَيَغْفِرْ لَكُمْ ۭ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ○ (الانفال : ۷۰)

اے نبی! کہہ دے ان کو، جو تمہارے ہاتھ میں ہیں قیدی، اگر جانے گا اللہ تمہارے دل میں کچھ نیکی، تو دے گا بہتر تم کو اس سے، جو تم سے چھن گیا، اور تم کو بخشے گا۔ اور اللہ ہے بخشنے والا مہربان۔

قُلْ اَنْزَلَهُ الَّذِيْ يَعْلَمُ السِّرَّ فِي السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۭ اِنَّهٗ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ○ (الفرقان : ۶)

تو کہہ، اس کو اتارا ہے اس شخص نے، جو جانتا ہے چھپے بھید آسمانوں میں اور زمین میں، بے شک وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

يَعْلَمُ مَا يَلِجُ فِي الْاَرْضِ وَمَا يَخْرُجُ مِنْهَا وَمَا يَنْزِلُ مِنَ السَّمَآءِ وَمَا يَعْرُجُ فِيْهَا ۭ وَهُوَ الرَّحِيْمُ الْغَفُوْرُ ○ (سباء : ۲)

جانتا ہے جو داخل ہوتا ہے زمین میں، اور جو نکلتا ہے اس سے، اور جو اترتا ہے آسمان سے اور جو چڑھتا ہے اس میں۔ اور وہی ہے رحم والا بخشتا۔

اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ۭ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ۭ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ۭ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَبَيْنَكُمْ ۭ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ○ (الاحقاف : ۸)

کیا کہتے ہیں، یہ بنا لایا ہے؟ تو کہہ، اگر میں یہ بنا لایا ہوں، تو میرا بھلا نہیں کر سکتے، اللہ کے سامنے کچھ، اس کو خوب خبر ہے، جن باتوں میں لگے ہو، وہ بس ہے حق بتانے والا میرے تمہارے بیچ، اور وہی ہے گناہ بخشتا مہربان۔

علم الٰہی میں انسان کی ضروریاتِ مادی و روحانی کے صحیح ادراک کا ذریعہ اور وحی الٰہی ان کی تکمیل و تسکین کا بہترین وسیلہ ہے۔ پہلی آیت کریمہ میں قیدیوں کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ نے مادی ضرورتوں کی تکمیل کا وعدہ فرمایا کہ اللہ تعالیٰ تو تمہارے دل کی نیکی پر عطا کرتا ہے وہ وسائل کا محتاج نہیں۔ اگر تم سے قیدی چھن گئے، جن سے تم کو مالی یافت یا مادی آسائش کی توقع تھی تو فکر نہ کرو کہ عطا کرنے والا وہ غفور رحیم ہے جو تم کو اپنی رحمت سے نہ صرف نوازے گا بلکہ تمہارے دل کی نیکی کے سبب تمہاری مغفرت بھی کرے گا۔ دوسری آیت میں قرآنِ مجید کے نزول کو عالم

الغیب و الشہادہ کی صفت سے مربوط کر کے اللہ کی مغفرت و رحمت کا وعدہ کیا گیا کہ وہ جانتا ہے کہ اس نسخۂ کیمیا میں تمہارے سارے غموں کا مداوا اور تمہارے سارے دکھوں کا علاج ہے۔ ظاہر ہے کہ یہ اس کی رحمت و مغفرت ہے چوتھی آیت کریمہ بھی قرآنِ مجید کے نسخۂ کیمیا کے فوائد پر مشتمل ہے اور ساتھ ہی وضاحت ہے کہ وہ انسان کانہیں اللہ تعالیٰ کا نازل کردہ ہے اور اس کے نسخۂ کیمیا ہونے میں کیا شک ہے؟ آخری آیت اللہ تعالیٰ کی مطلق رحمت و مغفرت کو اس کے علم مطلق سے جوڑ دیتی ہے۔

آٹھویں زمرہ کی آیاتِ کریمہ وہ ہیں جن میں عام نعمتِ الٰہی اور خاص فضلِ ربانی کو مغفرت و رحمتِ الٰہی سے وابستہ و مربوط کیا گیا ہے:

وَاِنْ تَعُدُّوْا نِعْمَةَ اللّٰهِ لَاتُحْصُوْهَا ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O (النحل ۱۸)

اور اگر گنو نعمتیں اللہ کی، نہ پورا کر سکو ان کو، بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

يٰۤاَيُّهَا النَّبِىُّ اِنَّاۤ اَحْلَلْنَا لَكَ اَزْوَاجَكَ الّٰتِىْۤ اٰتَيْتَ اُجُوْرَهُنَّ وَمَا مَلَكَتْ يَمِيْنُكَ مِمَّاۤ اَفَآءَ اللّٰهُ عَلَيْكَ . . .
خَالِصَةً لَّكَ مِنْ دُوْنِ الْمُؤْمِنِيْنَ ؕ قَدْ عَلِمْنَا مَافَرَضْنَا عَلَيْهِمْ فِىْۤ اَزْوَاجِهِمْ وَمَا مَلَكَتْ اَيْمَانُهُمْ لِكَيْلَا يَكُوْنَ عَلَيْكَ حَرَجٌ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا O (الاحزاب ۵۰)

اے نبی! ہم نے حلال رکھیں تجھ کو تیری عورتیں، جن کے مہر تو دے چکا اور جو مال ہو تیرے ہاتھ کا، جو ہاتھ لگا دے تجھ کو اللہ۔۔۔ نری تجھی کو، سوا سب مسلمانوں کے۔ ہم کو معلوم ہے، جو ٹھہرا دیا ہم نے ان پر ان کی عورتوں میں، اور ان کے ہاتھ کے مال میں، تاکہ رہے تجھ پر تنگی، اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔

عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّجْعَلَ بَيْنَكُمْ وَ بَيْنَ الَّذِيْنَ عَادَيْتُمْ مِّنْهُمْ مَّوَدَّةً ؕ وَ اللّٰهُ قَدِيْرٌ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ O (الممتحنة : ۷)

امید ہے کہ کر دے اللہ تم میں، اور جو دشمن ہیں تمہارے ان میں، دوستی، اور اللہ سب کر سکتا ہے۔ اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔

حق یہ ہے کہ انسان اپنے اوپر کئے گئے انعاماتِ الٰہی اور احساناتِ ربانی کا شمار تو درکنار شکر ادا کرنے سے بھی قاصر ہے۔ اسی بنا پر اولین آیت میں یہ فرمایا کہ اگر تم شماریٔ احسانات و انعامات میں کوتاہی کر کے شکر کا حق نہ ادا کر سکو تو اللہ تعالیٰ تمہارے تھوڑے شکر کو بھی قبول کر کے تمہارے قصور سے درگزر کرے گا اور شکر کے عوض تمہارے اوپر رحمت کا مزید فیضان کرے گا۔ دوسری آیت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر احسانِ خاص اور انعام مخصوص کا ذکر ہے کہ نہ صرف آپ کو تمام بیبیاں عطا فرمائیں بلکہ آپ سے حرج بھی دور کر دیا۔ ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ کا خاص رحم و کرم ہے اور آپ پر مخصوص مغفرت و بخششِ الٰہی کا انعام ہے۔ تیسری آیت میں دشمنوں کے درمیان یا مسلمانوں کے ان

کے جانی دشمنوں کے ساتھ عداوت و مخالفت ختم کر کے ان کو باہمی محبت و مودت کے انعام سے نوازنے کا وعدہ ہے جیسا کہ بعد میں ہوا بھی کہ جو آپ کے دشمن اور خون کے پیاسے تھے وہ آپ کے جاں نثار بن گئے یہ اللہ کی رحمتِ بیکراں اور مغفرتِ بے پایاں کا ادنیٰ کرشمہ ہے کہ وہ ہر چیز پر قادر ہے۔

نویں زمرہ میں وہ آیاتِ کریمہ آتی ہیں جن کا تعلق خالص رحم الٰہی سے ہے کہ انسان کی غلطی، خطا اور مجبوری کے سبب جو ارتکابات ہوتے ہیں ان کو اللہ تعالیٰ اپنے فضلِ خاص سے معاف فرماتا ہے اور رحم کرتا ہے:

اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌ بِالسُّوْءِ اِلَّا مَارَحِمَ رَبِّیْ ۚ اِنَّ رَبِّیْ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (یوسف ۵۳)

جی تو سکھاتا ہے برائی۔ مگر جو رحم کیا میرے رب نے، بیشک میرا رب بخشنے والا ہے مہربان۔

قُلْ یٰعِبَادِیَ الَّذِیْنَ اَسْرَفُوْا عَلٰٓی اَنْفُسِهِمْ لَا تَقْنَطُوْا مِنْ رَّحْمَةِ اللّٰهِ ۚ اِنَّ اللّٰهَ یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا ۚ اِنَّهٗ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ○ (الزمر ۵۳)

کہہ دے! اے بندو میرے! جنہوں نے زیادتی کی اپنی جان پر، نہ آس توڑو اللہ کی مہر سے۔ بے شک اللہ بخشتا ہے سب گناہ وہ جو ہے وہی ہے معاف کرنے والا مہربان۔

یٰٓاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ۚ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ○ (التحریم ۱)

اے نبی! تو کیوں حرام کرے، جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر؟ چاہتا ہے رضامندی اپنی عورتوں کی، اور اللہ بخشنے والا ہے مہربان۔

اللہ تعالیٰ کی رحمت و شفقت، رحم و کرم، احسان و فضل ہی اصلاً اس کی رحمت و مغفرت کے اظہار و فیضان کا ذمہ دار و باعث ہے نہ کہ مخلوقات میں سے کسی کا کوئی کام، نیکی یا عمل۔ اگر اس کا فضل و کرم نہ ہو تو انسان تباہ اور دنیا ویران ہو جائے۔ ظاہر ہے کہ انسان کے ساتھ اس کا نفس لگا ہے جو اسے برائی ہی پر زیادہ ابھارتا ہے اور اس نفس امارہ سے اور اس کے ابتلاء و اغواء سے صرف اللہ تعالیٰ کی رحمت ہی بچا سکتی ہے۔ جو اس کی مغفرت کی ضمانت دیتی ہے دوسری آیت میں ان ایمان والوں کو اللہ کی رحمت کی بشارت دی گئی ہے جو اپنی جانوں کے ساتھ زیادتی کر گزرتے ہیں۔ ان کو یہ ڈھارس دی گئی ہے کہ وہ اپنے کرتوتوں پر مایوسی کا شکار نہ ہوں کیونکہ وہ تمام گناہوں کو بخشتا ہے اور وہی غفور رحیم ہے۔ آخری آیت میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی ایک فروگذاشت کو معاف کر کے اللہ تعالیٰ نے اپنی مغفرت و رحمت کو واضح کیا ہے۔ ان تمام آیاتِ کریمہ میں رحمتِ الٰہی کی عمومیت اور ہر شے پر اس کے محیط و حاوی ہونے کا ذکر مضمر انداز میں موجود ہے جس کا واضح اظہار سورۂ اعراف نمبر ۱۵۶ میں ورحمتی وسعت کل شئ (اور میری مہر شامل ہے ہر چیز کو) میں کیا گیا ہے۔

آخری زمرہ کی آیاتِ کریمہ جن میں مغفرت و رحمتِ الٰہی کو اللہ تعالیٰ کا اختیار خالص اور حق بلاشرکت غیرے قرار دیا گیا ہے بہت سی ہیں:

وَلِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَيُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (آل عمران ۱۲۹)

اور اللہ کا مال ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے۔ بخشے جس کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے۔ اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اِعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ شَدِيْدُ الْعِقَابِ وَاَنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (المائدہ ۹۸)

جان رکھو کہ اللہ کی مار سخت ہے اور اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔

وَهُوَ الَّذِيْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓئِفَ الْاَرْضِ وَرَفَعَ بَعْضَكُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَبْلُوَكُمْ فِيْ مَآ اٰتٰىكُمْ ؕ اِنَّ رَبَّكَ سَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (الانعام ۱۶۵)

اور اسی نے تم کو کیا ہے نائب زمین میں، اور بلند کئے تم میں درجے ایک کے ایک پر، کہ آزماوے تم کو اپنے دئے حکم میں۔ تیرا رب شتاب کرتا ہے عذاب، اور وہ بخشنے والا مہربان ہے۔

اِنَّ رَبَّكَ لَسَرِيْعُ الْعِقَابِ ۖ وَاِنَّهٗ لَغَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۝ (اعراف ۱۶۷)

تیرا رب شتاب سزا دیتا ہے اور بخشتا بھی ہے مہربان۔

وَاِنْ يَّمْسَسْكَ اللّٰهُ بِضُرٍّ فَلَا كَاشِفَ لَهٗٓ اِلَّا هُوَ ۚ وَاِنْ يُّرِدْكَ بِخَيْرٍ فَلَا رَآدَّ لِفَضْلِهٖ ؕ يُصِيْبُ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَهُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ (یونس ۱۰۷)

اور اگر پہونچاوے اللہ تجھ کو کچھ تکلیف، تو کوئی نہیں اس کو کھولنے والا اس کے سوا۔ اور اگر چاہے تجھ پر کچھ بھلائی، تو کوئی پھیرنے والا نہیں اس کے فضل کو۔ پہنچاوے وہ جس پر چاہے اپنے بندوں میں۔ اور وہی ہے بخشنے والا مہربان۔

نَبِّئْ عِبَادِيْٓ اَنِّيْٓ اَنَا الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ ۝ وَاَنَّ عَذَابِيْ هُوَ الْعَذَابُ الْاَلِيْمُ ۝ (الحجر ۴۹-۵۰)

خبر سنادے میرے بندوں کو، کہ میں ہوں اصلی بخشنے والا مہربان، اور یہ بھی کہ میری مار دکھ کی مار ہے۔

لِّيَجْزِيَ اللّٰهُ الصّٰدِقِيْنَ بِصِدْقِهِمْ وَيُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ اِنْ شَآءَ اَوْ يَتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ كَانَ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الاحزاب ۲۴)

تا بدلا دے اللہ سچوں کو ان کے سچ کا، اور عذاب کرے منافقوں کو اگر چاہے۔ یا توبہ ڈالے ان کے دل پر۔ بے شک اللہ ہے بخشتا مہربان۔

لِّيُعَذِّبَ اللّٰهُ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَالْمُشْرِكٰتِ وَيَتُوْبَ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا (الاحزاب ۷۳)

تا عذاب کرے اللہ منافق مردوں کو، اور عورتوں کو، اور شریک والے مردوں کو اور عورتوں کو، معاف کرے اللہ ایمان دار مردوں کو اور عورتوں کو، اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ يَغْفِرُ لِمَنْ يَّشَآءُ وَ يُعَذِّبُ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِيْمًا ۝ (الفتح ١٤)

اور اللہ کا ہے راج آسمانوں کا اور زمین کا بخشے جس کو چاہے، اور مار دے جس کو چاہے۔ اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔

جو مالک و متصرف، اللہ و رب اور حاکم و مقتدر کائنات کا مطلق پادشاہ ہو وہی مغفرت و رحمت کا بھی خالص اور بلا شرکت غیرے حق رکھتا ہے اور عذاب و عقاب کا بھی۔ جسے چاہے، سزا دے جسے چاہے معاف کر کے رحمت سے نواز دے۔ یہ اسے اختیار ہے لیکن وہ غفور رحیم ہے اس لئے اس نے کئی آیاتِ مذکورہ اور غیر مذکورہ میں واضح کر دیا ہے کہ وہ اطاعت و عملِ صالح پر معاف کرتا اور رحم کرتا ہے کہ اس کی رحمت ہر شے پر حاوی ہے۔

(ب) تَوَّاب رَحِيْم کی زوج

"غفور" اور "تواب" میں معنی کا فرق تو ظاہر ہے کہ اول الذکر مغفرت و بخشش کرنے والا ہے تو دوسرا توبہ قبول کرنے والا۔ اس سے واضح ہوا کہ ایک تو فرق یہ ہے کہ غفور چاہے تو بغیر توبہ کے مغفرت فرما دے اور تواب رجوع و انابت اور توبہ کرنے ہی پر بخشش فرماتا ہے۔ دوسرا فرق یہ بھی ہے کہ غفور اپنے خطاکار بندوں کی خطا کو اکثر و بیشتر چھپا بھی لیتا ہے اور اس کو دوسروں پر ظاہر نہیں کرتا۔ اظہار و اعلان میں بھی وہ اس کی رعایت کرتا ہے کہ تعریض سے کام لے اور براہ راست اور واضح طور سے خطاکار کی خطاکاری اور گناہ کا اعلان نہ کرے جبکہ "توّاب" میں زیادہ تر خطاکار کی توبہ کرنے کی ندامت اور اس سے رجوع کا بھی اظہار و اعلان مقصود ہوتا ہے تاکہ دوسروں کے کان ہوں اور متمرد و ضدی طبائع بالکل سرکشی پر کمر نہ باندھ لیں۔ اس اعتبار سے غفور کی رحیم کے ساتھ جوڑی بنانے کے بعد تواب اور رحیم کی زوج بھی مصلحت آمیز اور حکمت بیز ہے اور اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کے زوج کو کئی آیات میں استعمال فرمایا ہے۔ ان میں سے بعض اہم ترین آیات کریمہ یہ ہیں:

فَتَلَقّٰۤى اٰدَمُ مِنْ رَّبِّهٖ كَلِمٰتٍ فَتَابَ عَلَيْهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ البقرہ: ٣٧)

پھر سیکھ لیں آدم نے اپنے رب سے کئی باتیں، پھر متوجہ ہوا اس پر، برحق وہی ہے معاف کرنے والا مہربان۔

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ عِنْدَ بَارِئِكُمْ ؕ فَتَابَ عَلَيْكُمْ ؕ اِنَّهٗ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (البقرہ ٥٤)

یہ بہتر ہے تم کو اپنے خالق کے پاس، پھر متوجہ ہوا تم پر۔ برحق وہی ہے معاف کرنے والا مہربان۔

رَبَّنَا وَ اجْعَلْنَا مُسْلِمَيْنِ لَكَ وَمِنْ ذُرِّيَّتِنَاۤ اُمَّةً مُّسْلِمَةً لَّكَ ۪ وَاَرِنَا مَنَاسِكَنَا وَتُبْ عَلَيْنَا ۚ اِنَّكَ اَنْتَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ۝ (البقرہ ١٢٨)

اے رب! اور کر ہم کو حکم بردار اپنا، اور ہماری اولاد میں بھی ایک امت حکم بردار اپنی۔ اور جتا ہم کو دستور حج کرنے کے، اور ہم کو معاف کر، تو ہی ہے اصل معاف کرنے والا مہربان۔

اِلَّا الَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اَصْلَحُوْا وَ بَيَّنُوْا فَاُولٰٓئِكَ اَتُوْبُ عَلَيْهِمْ ۚ وَ اَنَا التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ (البقرہ ۱۶۰)

مگر جنہوں نے توبہ کی، اور سنوارا اور بیان کر دیا، تو ان کو معاف کرتا ہوں اور میں ہوں معاف کرنے والا مہربان۔

اَلَمْ يَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ هُوَ يَقْبَلُ التَّوْبَةَ عَنْ عِبَادِهٖ وَ يَاْخُذُ الصَّدَقٰتِ وَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ (توبہ ۱۰۴)

کیا جان نہیں چکے، کہ اللہ آپ قبول کرتا ہے توبہ اپنے بندوں سے، اور لیتا ہے زکاتیں۔ اور اللہ ہی توبہ قبول کرنے والا مہربان ہے۔

. . . ثُمَّ تَابَ عَلَيْهِمْ لِيَتُوْبُوْا ؕ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ التَّوَّابُ الرَّحِيْمُ ○ (توبہ ۱۱۸)

پھر مہربان ہوا ان پر، کہ وہ پھر آویں۔ اللہ ہی ہے مہربان رحم والا۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا يَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَيُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ يَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِيْهِ مَيْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِيْمٌ ○ (الحجرٰت : ۱۲)

اے ایمان والو! بچتے رہو بہت تہمتیں کرنے سے، مقرر بعضی تہمت گناہ ہے اور بھید نہ ٹٹولو کسی کا، اور بد نہ کہو پیٹھ پیچھے ایک دوسرے کو۔ بھلا خوش لگتا ہے تم میں کسی کو کہ کھاوے گوشت اپنے بھائی کا جو مردہ ہو سو گھن آئے تم کو اس سے اور ڈرتے رہو اللہ سے۔ بے شک اللہ معاف کرنے والا مہربان ہے۔

ان تمام آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کے تواب رحیم ہونے کا پس منظر اگرچہ واقعات و حالات کے اعتبار سے الگ ہے تاہم خطاکار کی خطا اور اس کی توبہ کرنے کے لحاظ سے یکساں ہے۔ حضرت آدم علیہ السلام نے جنت میں ایک خاص شجرِ ممنوعہ کے پھل ممانعت ربانی کے باوجود کھا لئے تھے جس کی سزا میں وہ دنیا میں بھیجے گئے اور پھر جب انہوں نے توبہ کی تو تواب رحیم نے ان کو معاف کر دیا۔ یہ پہلی آیت کا پس منظر ہے۔ دوسری میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو ان کے گناہ پر توبہ کی ترغیب دی تھی۔ تیسری میں حضرت ابراہیم و اسمٰعیل علیہما السلام نے عام توبہ یا مطلق معافی مانگی تھی کہ انسان سے نادانستہ خطائیں سرزد ہوتی رہتی ہیں چوتھی آیت میں بنو اسرائیل کے ان خطاکاروں کا ذکر ہے جو وحیِ الٰہی اور احکام ربانی کو چھپانے کے مجرم ہوتے ہیں مگر پھر توبہ کر لیتے ہیں۔ پانچویں اور چھٹی آیات میں غزوہ تبوک کے خطاکاروں کا اور آخری آیت میں عام مسلم خطاکاروں اور ان کی خطاؤں کا ذکر کر کے واضح فرمایا کہ ان غلطیوں اور خطاؤں سے تم اگر صدقِ دل سے توبہ کرو تو اللہ تعالیٰ کو تواب و رحیم پاؤ گے۔

(ج) دوسری صفات کی زوج

توبہ قبول کرنا اور مغفرت و بخشش کرنا دراصل رافت و محبت الٰہی کے سبب ہے جو اللہ تعالیٰ کو اپنے بندوں سے

ہے۔ اس لئے اس نے کئی آیاتِ کریمہ میں اس حقیقت کا اظہار کرنے کے لئے "رحیم" کو اپنی ایک اور صفت "رؤف" کے ساتھ مربوط کر کے ان کی زوج بنائی اور کئی آیات میں "وَدُوْد" کا ارتباط "رحیم" کے ساتھ کیا ہے۔ یہ آیات بالترتیب حسبِ ذیل ہیں:

. . . وَمَا جَعَلْنَا الْقِبْلَةَ الَّتِیْ كُنْتَ عَلَیْهَاۤ اِلَّا لِنَعْلَمَ مَنْ یَّتَّبِعُ الرَّسُوْلَ مِمَّنْ یَّنْقَلِبُ عَلٰى عَقِبَیْهِ ؕ وَ اِنْ كَانَتْ لَكَبِیْرَةً اِلَّا عَلَى الَّذِیْنَ هَدَى اللّٰهُ ؕ وَمَا كَانَ اللّٰهُ لِیُضِیْعَ اِیْمَانَكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بِالنَّاسِ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ (البقرہ: ۱۴۳)

اور وہ قبلہ ہم نے ٹھہرایا جس پر تو تھا، نہیں مگر اسی واسطے، کہ معلوم کریں کون تابع رہے گا رسول کا، اور کون پھر جاوے گا الٹے پاؤں۔ اور یہ بات بھاری ہوئی۔ مگر ان پر جن کو راہ دی اللہ نے۔ اور اللہ ایسا نہیں کہ ضائع کرے تمہارا یقین لانا۔ البتہ اللہ لوگوں پر شفقت رکھتا ہے مہربان۔

لَقَدْ تَّابَ اللّٰهُ عَلَى النَّبِیِّ وَ الْمُهٰجِرِیْنَ وَالْاَنْصَارِ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْهُ فِیْ سَاعَةِ الْعُسْرَةِ مِنْۢ بَعْدِ مَا كَادَ یَزِیْغُ قُلُوْبُ فَرِیْقٍ مِّنْهُمْ ثُمَّ تَابَ عَلَیْهِمْ ؕ اِنَّهٗ بِهِمْ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ (التوبہ: ۱۱۷)

اللہ مہربان ہوا نبی پر اور مہاجرین اور انصار پر، جو ساتھ رہے نبی کے مشکل کی گھڑی میں، بعد اس کے کہ قریب ہوئے کہ دل پھر جاویں بعضوں کے ان میں سے، پھر مہربان ہوا ان پر۔ وہ ان پر مہربان ہے، رحم کرنے والا۔

وَلَكُمْ فِیْهَا جَمَالٌ حِیْنَ تُرِیْحُوْنَ وَحِیْنَ تَسْرَحُوْنَ ○ وَتَحْمِلُ اَثْقَالَكُمْ اِلٰى بَلَدٍ لَّمْ تَكُوْنُوْا بٰلِغِیْهِ اِلَّا بِشِقِّ الْاَنْفُسِ ؕ اِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ (النحل ۶-۷)

اور تم کو ان سے رونق ہے جب شام کو پھیر لاتے ہو اور جب چراتے ہو۔ اور اٹھا لے چلتے ہیں بوجھ تمہارے ان شہروں تک، کہ تم نہ پہنچتے وہاں مگر جان توڑ کر۔ بیشک تمہارا رب بڑا شفقت والا مہربان ہے۔

اَوْ یَاْخُذَهُمْ عَلٰى تَخَوُّفٍ ؕ فَاِنَّ رَبَّكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ (النحل: ۴۷)

یا پکڑ لے ان کو ڈرانے کر (خوف و دہشت سے) سو تمہارا رب بڑا نرم ہے مہربان۔

وَلَوْلَا فَضْلُ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ وَرَحْمَتُهٗ وَاَنَّ اللّٰهَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ (النور: ۲۰)

اور کبھی نہ ہوتا اللہ کا فضل تم پر، اور اس کی مہر، اور یہ کہ اللہ نرمی کرنے والا ہے مہربان، تو کیا کچھ ہوتا۔

هُوَ الَّذِیْ یُنَزِّلُ عَلٰى عَبْدِهٖۤ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ لِّیُخْرِجَكُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ اِنَّ اللّٰهَ بِكُمْ لَرَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ○ (الحدید: ۹)

وہی ہے جو اتارتا ہے اپنے بندے پر آیتیں صاف، کہ نکال لاوے تم کو اندھیروں سے اجالے میں۔ اور اللہ تم پر نرمی رکھتا ہے مہربان۔

... وَلَا تَجْعَلْ فِیْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِیْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِیْمٌ ۝ (الحشر : ۱۰)

۔۔۔ اور نہ رکھ ہمارے دل میں بیر ایمان والوں کا۔ اے رب! تو ہی ہے نرمی والا مہربان۔

صرف ایک مقام پر جہاں حضرت ہود اپنی قوم کو استغفار کا حکم دیتے ہیں "رحیم ودود" کی زوج آئی ہے:

وَاسْتَغْفِرُوْا رَبَّكُمْ ثُمَّ تُوْبُوْٓا اِلَیْهِ ؕ اِنَّ رَبِّیْ رَحِیْمٌ وَّدُوْدٌ ۝ (ہود : ۹۰)

اور گناہ بخشواؤ اپنے رب سے، اور اس کی طرف رجوع آؤ، البتہ میرا رب مہربان ہے محبت والا۔

اسی طرح ایک آیت میں "البر الرحیم" کی زوج لائی گئی ہے جو اہلِ جنت کا مقولہ ہے جس میں وہ انعامِ الٰہی کا ذکر کریں گے:

اِنَّا كُنَّا مِنْ قَبْلُ نَدْعُوْهُ ؕ اِنَّهٗ هُوَ الْبَرُّ الرَّحِیْمُ ۝ (طور : ۲۸)

ہم آگے سے پکارتے تھے اس کو، بے شک وہی ہے نیک سلوک رحم والا۔

اور اہلِ جنت ہی کے ایک اور مقولہ میں صرف "رب رحیم" کی زوج ہے:

سَلٰمٌ ۣ قَوْلًا مِّنْ رَّبٍّ رَّحِیْمٍ ۝ (یٰسٓ : ۵۸)

سلام بولنا ہے رب مہربان سے۔

رؤف رأفت سے، ودود وُدٌّ سے اور بَرّ بِرٌّ سے بنا ہے۔ ان میں مہربانی، محبت اور نرمی کے معانی پائے جاتے ہیں اور رحمتِ الٰہی کے مختلف مظاہر سے پیش کرتے ہیں۔ اسی طرح "رب" میں ربوبیت عام و خاص کا مفہوم ہونے کے ساتھ مرحمت و رحمت کا مفہوم بھی مضمر ہے جس کی توضیح "رب العالمین" کے ضمن میں پہلے آچکی ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ جس طرح ذاتِ الٰہی بیکراں اور ہمارے علم و ادراک سے پرے ہے اسی طرح اس کی صفات و افعال بھی ہمارے فہم و سمجھ سے بالاتر اور باہر ہیں۔ پھر اس کی رحمت و رافت، محبت و مودت، احسان و بر اور دوسرے افعال و صفات کا (جن کا تعلق اس کی مخلوقات سے ہے) بیان کیونکر ہو۔ اوپر کی بعض تعبیرات اس کی بیکراں رحمت کی مختلف مثالیں اور تعبیریں سی ہیں۔

اللہ تعالیٰ کی ایک اور اہم صفت العزیز کا ارتباط "الرحیم" کے ساتھ کئی آیات کریمہ میں کیا گیا ہے ان میں سے سورۂ شعراء کی آیاتِ کریمہ نمبر ۹، نمبر ۶۸، نمبر ۱۰۴، نمبر ۱۲۲، نمبر ۱۴۰، نمبر ۱۵۹، نمبر ۱۷۵، نمبر ۱۹۱ میں بالترتیب حضرت موسیٰ، حضرت ابراہیم، حضرت نوح، حضرت ہود، حضرت صالح، حضرت لوط، حضرت شعیب علیہم السلام اور ان کی قوموں اور قرآن کریم کی تنزیل کے حوالہ سے آیتِ کریمہ: وَاِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِیْزُ الرَّحِیْمُ (اور تیرا رب وہی ہے زبردست رحم والا) ہر واقعہ کے بعد لائی گئی ہے۔ اور اسی سورہ کی آیت نمبر ۲۱۷ میں آپ کو حکم دیا گیا ہے: وَتَوَكَّلْ عَلَى الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ (اور بھروسا کر اس زبردست رحم والے پر)۔ بقیہ آیاتِ کریمہ میں جن میں ان دو صفاتِ ربانی کا ارتباط کیا گیا ہے حسب ذیل ہیں:

بِنَصْرِ اللّٰهِ ۔ يَنْصُرُ مَنْ يَّشَآءُ ۔ وَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ○ (الروم : ۵)

اللہ کی مدد سے، مدد کرے جس کی چاہے اور وہی ہے زبردست رحم والا۔

ذٰلِكَ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ ○ (السجدہ ٦)

یہ ہے جاننے والا، چھپے اور کھلے کا، زبردست رحم والا

تَنْزِيْلَ الْعَزِيْزِ الرَّحِيْمِ ○ (یٰس نمبر ۵)

اتارا زبردست رحم والے کا۔

اِلَّا مَنْ رَّحِمَ اللّٰهُ ۔ اِنَّهٗ هُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ (الدخان ٤٢)

مگر جس پر مہر کرے اللہ۔ بیشک وہی ہے زبردست رحم والا۔

ان تمام آیاتِ کریمہ میں مواقع و محال کی مناسبت یہ ہے کہ ایسے کاموں کا وہاں ذکر ہے جن میں اللہ تعالیٰ کی طاقت و شوکت اور قدرت کا مظاہرہ ضروری ہے اور ساتھ ہی اس کے رحم و کرم کے اظہار کا بھی۔ یعنی وہ زبردست بھی ہے اور رحیم بھی۔ سورۂ شعراء کی تمام آیات میں اقوامِ انبیاء کرام کے منکروں اور مومنوں کا ذکر ہے اور ان میں سے نجات یافتہ کے لئے رحیم اور ہلاکت شدہ کے لئے عزیز کی صفاتِ ربانی موزوں و مناسب ہیں۔ قرآنِ کریم اور وحی کی تنزیل کے حوالہ سے جو ان دونوں صفات کو لایا گیا ہے اس میں رحمت کے ساتھ قدرتِ الٰہی کی طرف اشارہ ہے۔ سورۂ روم میں یہ حوالہ پہلے آیا ہے کہ جلد ہی مغلوب رومی غالب ہو جائیں گے اور اس دن مسلمانوں کو بھی اللہ کی مدد ملنے پر مسرت حاصل ہوگی کہ وہ جس کی چاہتا ہے مدد کرتا ہے۔ عالمِ غیب و شہادت کے لئے بھی قوت و شوکت ضروری ہے اور بندوں پر چونکہ وہ رحیم ہے اس لئے رحمت کی صفت بھی۔ اصل نکتہ یہ ہے کہ وہ قوت و شوکت اور عزت و جاہ کا مالک ہونے کے باوجود بھی رحم کا پیکر ہے کہ وہ اپنی ذات سے رحیم ہے۔

(د) اَلرَّحِيْم کے معانی و مفاہیم

مختلف مواقع و مقامات پر مختلف مناسبات کے پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے آیات قرآنی میں اپنی صفت "رحیم" کا ذکر کیا ہے۔ کبھی اس کو صفتِ واحد کی طرح لایا گیا ہے اور کبھی اس کو کسی دوسری صفت یا اسمِ محبت رحمٰن کے ساتھ زوج کیا گیا ہے۔ "الرحمٰن الرحیم" کی زوج سے اللہ تعالیٰ کی اپنی ذات سے پیکر رحمت ہونے اور مخلوق پر ہمیشہ رحمت کرنے کا مفہوم ثابت ہوتا ہے۔ جبکہ مستقل صفت "رحیم" اس کی رحمتِ مسلسل کے فیضان کو واضح کرتی ہے۔ دوسری صفاتِ ربانی کے ساتھ رحیم کی زوج کو مختلف سیاق و سباق بلکہ متناسب موقعہ و محل میں لایا گیا ہے۔ "غفور رحیم" کی زوج میں گذشتہ فروگذاشت پر مغفرت اور گذشتہ سے پیوستہ پر رحمت کرنے کا وعدہ موجود ہے۔ ان میں مختلف زمرے نظر آتے ہیں جن کا ذکر اوپر کیا جا چکا ہے۔ ان میں مجموعی طور سے تمام اعتقادی اور عملی جرائم شامل ہیں اور ظاہر ہے کہ بڑے سے بڑا گناہ اور چھوٹی سے چھوٹی تقصیر مغفرتِ ربانی اور رحمتِ الٰہی کے دائرے سے خارج نہیں یہ تو

پروردگارِ عالم، اللہ جل جلالہ اور رحمان کی ذاتی و صفاتی حیثیت سے ہے لیکن اس کے بندوں کو اپنے تمام گناہوں اور خطاؤں کی بخشش اور مغفرت اور اللہ رحمٰن رحیم کی رحمت سے متمتع ہونے کے لئے یہ ضروری ہے کہ وہ خود استغفار کریں، یا ان کیلئے استغفار کافریضہ فرشتے اداکریں یاخود رحمۃ للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم فرمائیں۔ پھر اپنے گناہ پر توبہ توانکو خود کرنی ہے۔ یہ توبہ اسی وقت مقبول ہے جب وہ ایمان و تقویٰ کی بنیاد پر ہو اور اطاعتِ الٰہی کا بہر حال لحاظ رکھاجائے احسان و عملِ صالح بھی اطاعتِ الٰہی کی ایک صورت اور ایمان و تقویٰ ایک مظاہرہ ہیں اور وہ بجائے خود مغفرت و رحمتِ الٰہی کا باعث بنتے ہیں جس طرح صبر و شکر اور توکل اللہ کی رحمت و مغفرت کو بلاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ کی مغفرت و رحمت کاایک مظاہرہ یہ ہے کہ اس نے بے حد و شمار نعمتیں اپنی مخلوقات پر محض اپنے علم و وحی کے ذریعہ اور اپنے فضلِ عمیم اور کرم بیکراں کے سبب کر رکھی ہیں اور وہ سب کی سب محض اسی کی رحمت و مغفرت کے خالص حق و اختیار سے فیضان پاتی ہیں۔ وہ تواب اس لئے توبہ قبول کرتا ہے وہ کسی کی توبہ سے متاثر ہو کر یا کسی کی سفارش اور دباؤ سے مجبور ہو کر قبول نہیں کرتا۔ وہ تو اپنی بے پایاں اور اتھاہ محبت و کرم کی بنا پر رحمت کرتا ہے جو اس کو اپنے بندوں سے ہے۔ ورنہ وہ ایسا طاقتور اور سخت گرفت والا ہے کہ وہ ہر گناہ اور ہر خطا پر پکڑ سکتا ہے اور متمردوں اور دشمنوں کو پکڑتا رہا ہے تاہم وہ اپنی طاقت و شوکت کے باوجود بھی رحمت کرتا ہے کہ اس کی ذات پیکر رحمت ہے اور وہ مستقل و مسلسل رحمت کرتا ہے کہ یہی اس کی اصل صفت ہے۔

۳۔ تیسری آیتِ کریمہ

سورۂ فاتحہ کی تیسری آیتِ کریمہ "ملکِ یوم الدین" ہے۔ مترجمین عظام اور مفسرین کرام نے اس کا ترجمہ و مفہوم یہ بیان کیا ہے کہ "وہ قیامت کے دن کا جو روز جزا بھی ہے مالک ہے۔" پورے قرآن مجید میں یہ آیتِ کریمہ اپنی اس ہیئت و ساخت کے اعتبار سے صرف سورۂ فاتحہ میں آئی ہے۔ جبکہ مالک تین سورتوں۔ فاتحہ نمبر ۳، آلِ عمران نمبر ۲۶ اور زخرف نمبر ۷۷ میں آیا ہے۔ (آخر الذکر آیت میں مالک جہنم کے داروغہ کے نام کے طور پر آیا ہے۔ اس لئے وہ صفتِ ربانی نہیں ہے) یوم الدین تیرہ آیاتِ کریمہ میں: فاتحہ نمبر ۳، شعراء نمبر ۸۲، صافات نمبر ۲۰، ص نمبر ۷۸، ذاریات نمبر ۱۲، معارج نمبر ۲۶، مدثر نمبر ۴۶، انفطار نمبر ۹، نمبر ۱۵، نمبر ۸۔ ۱۷ اور مطففین نمبر ۱۱۔ مالک کی دوسری صورتیں بھی آئی ہیں جیسے ملیک (صرف سورہ القمر نمبر ۵۵ میں) اور المَلِکُ جو پانچ مقامات پر آئی ہے: طٰہٰ نمبر ۱۱۴۔ مومنون نمبر ۱۱۶، حشر نمبر ۲۳، جمعہ نمبر ۱ اور الناس نمبر ۲۔ جبکہ اس کا مصدرُ مُلک بیالیس آیاتِ قرآنی میں سے بینتیس بار اللہ تعالیٰ کے لئے آیا ہے۔ اور "الدین" کا لفظ قرآن مجید میں کل باسٹھ مقامات پر ذکر کیاگیا ہے۔ اس آیتِ کریمہ کا صحیح مفہوم۔ قرآنی مفہوم۔ جاننے کے لئے ان آیاتِ قرآنی کا مطالعہ ناگزیر ہے۔

(الف) مالک کا مفہوم

"مالک" سورۂ فاتحہ کے بعد سورہ آل عمران نمبر ۲۶ میں مالکِ کُل کے معنی میں آیا ہے اور بندوں کی زبان سے کہلوایا گیا ہے:

قُلِ اللّٰهُمَّ مالِكَ الْمُلْكِ تُؤْتِی الْمُلْكَ مَنْ تَشَاۗءُ وَتَنْزِعُ الْمُلْكَ مِمَّنْ تَشَاۗءُ ۡ وَ تُعِزُّ مَنْ تَشَاۗءُ ۡ وَ تُذِلُّ مَنْ تَشَاۗءُ ۭ بِيَدِكَ الْخَيْرُ ۭ اِنَّكَ عَلٰی كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ○ تُوْلِجُ الَّيْلَ فِی النَّهَارِ وَ تُوْلِجُ النَّهَارَ فِی الَّيْلِ ۡ وَ تُخْرِجُ الْحَيَّ مِنَ الْمَيِّتِ وَ تُخْرِجُ الْمَيِّتَ مِنَ الْحَيِّ ۡ وَ تَرْزُقُ مَنْ تَشَاۗءُ بِغَيْرِ حِسَابٍ ○ (ال عمران: ۲۶-۲۷)

تو کہہ، یا اللہ! مالک سلطنت کے! تو سلطنت دیوے جس کو چاہے، سلطنت چھین لے جس سے چاہے۔ اور عزت دیوے جس کو چاہے اور ذلیل کرے جس کو چاہے۔ تیرے ہاتھ سب خوبی۔ بیشک تو ہر چیز پر قادر ہے۔ تو لے آوے رات کو دن میں اور تو لے آوے دن کو رات میں اور تو نکالے جیتا مردے سے اور تو نکالے مردہ جیتے سے۔ اور تو رزق دیوے جس کو چاہے بے شمار۔

ان آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی کئی صفات بیان کی گئی ہیں۔ وہ مالکِ کل اور صاحبِ امر حقیقی ہے، اسی کے ہاتھ عزت و ذلت دینے کا اختیار ہے، اسی کے ہاتھ پر خیر ہے۔ اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اس کی قدرت کا ادنیٰ کرشمہ یہ ہے کہ رات دن گردش میں لاتا ہے اور وہی موت و حیات کا نہ صرف مالک و حاکم ہے بلکہ وہ مردے میں سے زندہ اور زندہ میں سے مردہ پیدا فرماتا ہے یعنی عدم و وجود اسی کے ہاتھ میں اور اسی کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ اسی سے یہ حقیقت بھی اجاگر ہوئی کہ وجود تو صرف اسی کا ہے، ہستی صرف اسی کی ہے اور وہی موجود حقیقی ہونے کے ساتھ لافانی و لازوال ہے۔ جبکہ سارے وجود اور تمام ہستیاں حقیقی نہیں مستعار و فانی ہیں کہ وہ عدم سے وجود میں آتی اور پھر وجود سے عدم کو جاتی ہیں۔ مزید برآں وہ رازقِ کل ہے جس کو چاہتا ہے بے حد و حساب رزق عطا فرماتا ہے اور جس کو چاہتا ہے کم دیتا ہے، تول کر، ناپ کر دیتا ہے یا محدود مقدار میں دیتا ہے۔ یہ اس کے علم و حکمت پر مبنی ہے کہ کس کے لئے کتنا رزق مناسب ہے۔ ان صفاتِ ربانی کے علاوہ یہاں اصل زور "مالک الملک" پر دینا ہے کہ وہ ہمارا موضوع بحث ہے۔ مالک الملک کہہ کر اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت واضح کر دی کہ وہ تمام ملک و پادشاہی، فرمانروائی و سلطنت کا مطلق مالک ہے۔ اس کا ملک اور اس کی پادشاہی بھی مطلق ہے۔ یعنی سارے جہانوں کی پادشاہی، ہر قسم کی فرمانروائی، ہر نوع کی سلطنت، خواہ سلطنتِ دنیاوی ہو یا ملک اخروی۔ وہ پادشاہی مادی ہو یا فرمانروائی روحانی۔ یہاں زمان و مکان، نوع و قسم، جنس و ہیئت غرضیکہ کسی قسم کی کوئی قید نہیں ہے۔ پھر مزید وضاحت کی کہ وہی جس کو چاہتا ہے سلطنت و پادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے اس سے چھین لیتا ہے۔ اس کا مفہوم یہ ہوا کہ تمام دنیاوی مالکوں، حکمرانوں و فرمانرواؤں کی حکومت و فرمانروائی اور پادشاہت مستعار اور عطیہ ربانی تو ہے ہی فانی اور زوال پذیر بھی ہے۔ اس کو استقرار و استقلال نہیں۔ اسی

طرح اخروی مالکان یا روحانی مالکان جو نظر آتے ہیں یا آئیں گے یا جن کا مذکور ملتا ہے وہ بھی اسی ملکیت الٰہی مطلقہ کے صرف مظاہر ہیں اور بس۔ چنانچہ فرشتے جو بارش و رزق کی تقسیم، حیاتِ مستعار کی سہولتیں فراہم کرنے اور حتیٰ کہ موت تک طاری کرنے پر مقرر ہیں وہ بھی مامور محض ہیں اپنی طرف سے کچھ نہیں کرتے بلکہ مالک الملک کی حکمبرداری کرتے ہوئے اپنے موعودہ فرائض انجام دیتے ہیں۔ ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو ان دونوں آیاتِ کریمہ میں بیان کردہ تمام صفاتِ ربانی اور افعالِ الٰہی مالک الملک کی ہی صفات و افعال بنا کر لائے گئے ہیں۔

(ب) مَلِک کی قراءت:

مالک کی ایک متواتر قراءت "مَلِک" ہے جو بہت سے مفسرین و محققین کے نزدیک زیادہ بلیغ ہے۔ جن پانچ آیاتِ کریمہ میں "اَلمَلِک" آیا ہے وہ درج ذیل ہیں:

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ وَلَاتَعْجَلْ بِالْقُرْاٰنِ مِنْ قَبْلِ اَنْ يُّقْضٰٓى اِلَيْكَ وَحْيُهٗ ۫ وَقُلْ رَّبِّ زِدْنِىْ عِلْمًا ○ (طٰه ۱۱٤)

سو بلند درجہ اللہ کا، اس سچے پادشاہ کا۔ اور تو جلدی نہ کر قرآن لینے میں جب تک نہ پورا ہو چکے اس کا اترنا۔ اور کہہ، اے رب! مجھ کو بڑھتی دے بوجھ۔

فَتَعٰلَى اللّٰهُ الْمَلِكُ الْحَقُّ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ رَبُّ الْعَرْشِ الْكَرِيْمِ ○ (المومنون ۱۱٦)

سو بہت اوپر ہے اللہ وہ سچا پادشاہ۔ کوئی حاکم نہیں اس کے سوا، مالک اس خاصے تخت کا۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ۭ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا يُشْرِكُوْنَ ○ (الحشر ۲۳)

وہ اللہ ہے! جس کے سوا بندگی نہیں کسی کی۔ وہ بادشاہ، پاک ذات، چنگا، امان دیتا، پناہ میں لیتا، زبردست دباؤ، صاحب بڑائی کا۔ پاک ہے اللہ اس سے جو شریک بتاتے ہیں۔

يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَمَا فِى الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ○ (الجمعۃ ۱)

اللہ کی پاکی بولتا ہے جو کچھ آسمانوں میں اور زمین میں۔ بادشاہ، پاک ذات، زبردست، حکمت والا۔

قُلْ اَعُوْذُ بِرَبِّ النَّاسِ ○ مَلِكِ النَّاسِ ○ اِلٰهِ النَّاسِ ○ (الناس: ۱-۳)

تو کہہ، میں پناہ میں آیا، لوگوں کے رب کی، لوگوں کے بادشاہ کی، لوگوں کے پوجے (معبود) کی۔

مَلِک کی ایک اور قراءت مَلِیک ہے جو امالہ کے ساتھ سورۂ قمر نمبر ۵۵ میں صرف ایک جگہ آئی ہے:

اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِىْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ○ فِىْ مَقْعَدِ صِدْقٍ عِنْدَ مَلِيْكٍ مُّقْتَدِرٍ ○ (قمر ٥٤-٥٥)

جو لوگ ڈر والے ہیں، باغوں میں ہیں اور نہروں میں۔ بیٹھے سچی بیٹھک میں نزدیک بادشاہ کے جس کا سب پر قبضہ

ہے۔

الملک (بادشاہ) پر مشتمل تمام آیاتِ کریمہ میں اس صفت کے لئے موصوف اسمِ جلالت اللہ ہی آیا ہے جو سچا اور سب سے بڑا بادشاہ ہے۔ پہلی دو آیات میں اللہ کے لئے "الملک الحق" (سچا بادشاہ) کی صفت لائی گئی اور فعل مقدم میں اس کی بلندی اور رفعت کا ذکر ہے۔ اول الذکر میں اسے قرآن کریم کے نازل کرنے والے اور علم میں اضافہ کرنے والے اللہ اور ملک حق کے بطور لایا گیا ہے جبکہ دوسری میں اسی کو معبود واحد قرار دیا گیا ہے اور اس کے سوا تمام دوسرے معبودوں کی نفی کی گئی ہے اور اسے عرش کریم کا رب بھی بتایا گیا ہے۔ تیسری آیت میں معبود برحق و واحد کے علاوہ اس کو "الملک" کہہ کر اس کی بہت سی صفات اور لائی گئی ہیں اور یہ ساری صفات اللہ تعالیٰ کے لئے الملک کی رعایت سے ہیں یعنی اصلاً وہ مُلک کے لئے ہیں اور ملکِ اللہ کے لئے۔ وہ ایسا بادشاہ ہے جو قدوس ہے، سلامتی کا پیکر ہے، امان دینے والا، پناہ دینے والا، زبردست طاقتور، عظیم پکڑ والا اور بڑائی والا ہے اور وہ مشرکوں کی بیان کردہ صفات سے پاک ہے۔ چوتھی آیت میں ان میں سے چند صفات بیان ہوئی ہیں اور آسمان و زمین کی بادشاہی کا بھی اضافہ ہے۔ پانچویں آیت میں اسی کو رب، ملک اور الٰہ کہا گیا ہے جبکہ آخری آیت میں اقتدار والا بادشاہ جو متقیوں کو جنت کی سچی پناہ دے گا کہا گیا ہے۔

مفسرین کرام میں سے اکثر نے مَالِک اور مَلِک کا فرق بتایا ہے کہ اول الذکر "مِلک" سے اور ثانی الذکر "مُلک" سے مشتق ہے۔ یہاں تک تو بات بالکل صحیح ہے لیکن پھر ان میں مَالِک اور مَلِک میں سے ایک کو دوسرے سے زیادہ بلیغ و فصیح قرار دینے کے اختلاف نے دونوں میں سے قراءت کو زیادہ صحیح تر اور بلیغ تر قرار دینے کی کوشش کی ہے۔ وہ اپنی اپنی جگہ ان کے دلائل کی روشنی میں صحیح ہیں لیکن قرآنی آیاتِ کریمہ کی روشنی میں مالک بہر حال ملک سے افضل نظر آتا ہے کہ آلِ عمران نمبر ۲۶ کے مطابق اسے ایسا مالک الملک بتایا گیا ہے کہ وہ جسے چاہتا ہے اسے ملک و پادشاہی دیتا ہے اور جس سے چاہتا ہے چھین لیتا ہے۔ جسے چاہتا ہے عزت دیتا ہے اور جسے چاہتا ہے ذلت دیتا ہے اور اسی کے ہاتھ میں ہر چیز ہے اور وہ ہر شے پر قادر ہے۔ اس میں اسے زندگی اور موت دینے والا اور رازق بھی بتایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ مالک الملک اور ایسا مالک الملک ہر ملک اور ہر بادشاہ سے افضل ہے۔ پھر قرآن مجید میں اللہ تعالیٰ نے اپنے لئے صرف ایک جگہ مالک الملک استعمال فرمایا ہے جبکہ ملک کا استعمال متعدد جگہ آیا ہے۔ یہ انفرادیت بھی اس کی امتیازی حیثیت کو اجاگر کرتی ہے۔ اللہ تعالیٰ کو مالک یوم الدین خاص کر اس لئے بیان کیا کہ وہ خاص دن ہے جب ساری ملکیتیں ختم ہو چکی ہوں گی اور اس دن ظاہری اور باطنی ہر طرح کی ملکیت و پادشاہی صرف اللہ تعالیٰ کی ہوگی۔ اس لئے جب خاص پادشاہی اس کی ہو تو عام ملکیت و پادشاہی تو لازماً اسی کی ہوگی ہی۔

(ج) مُلکِ الٰہی کا مفہوم: آسمان و زمین کا مُلک

جس مَالِکُ المُلک، مِلکِ حَق اور مَلِیکِ مُقتَدِر کا ذکر اس کی بعض صفاتِ ربانی کے ساتھ مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ میں ہے

اس کی ملکیت و مالکیت، پادشاہی و فرمانروائی اور سلطنت و قدرت کا ذکر پینتیس آیاتِ مطہرہ میں مختلف حوالوں ساتھ کیا گیا ہے۔ ان میں سب سے زیادہ "ملک السموات والارض" (آسمانوں کی اور زمین کی بادشاہت) کی صراحت آیاتِ کریمہ میں آئی ہے جبکہ سورۂ تغابن نمبر۱ میں ایک جگہ وہ ضمناً بیان ہوئی ہے۔ ان میں سے بعض آیاتِ کریمہ آسمان و زمین دونوں کے درمیان (وما بینھما/وَمَا فِیھِنَّ) کا بھی اظہار و اعلان کیا گیا ہے۔ اور اگر نہ کیا جاتا تو بھی ان پہنائیوں کی بادشاہت بھی اسی کی مفہوم ہوتی کیونکہ منطق و عقل تقاضا کرتی ہے کہ دو سرحدوں کے درمیان کی زمین اسی کی ملکیت ہے جو ان سرحدوں کا مالک ہے ملک مطلق کا ذکر سورۂ آل عمران نمبر ۲۶ کے علاوہ سورۂ اسراء نمبر ۱۱۱، نمبر ۱۳، زمر نمبر ۶، الملک نمبر ۱ میں آیا ہے۔ ان میں سے ملک اخروی/روز قیامت کی بادشاہی کا ذکر سورۂ انعام نمبر سورۂ حج نمبر ۵۶، فرقان نمبر ۲۶۔ غافر نمبر ۱۶ میں ہے۔ ان آیاتِ کریمہ میں اہم ترین حسب ذیل ہیں:

اَلَمْ تعْلَمْ اَنَّ اللّٰهَ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَمالَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ مِنْ وَّلِیٍّ وَّلَانَصِیْرٍ ۝ (البقرہ: ۱۰۷)

کیا تجھ کو معلوم نہیں؟ کہ اللہ ہی کو سلطنت ہے آسمان اور زمین کی، اور تم کو نہیں اللہ کے سوا کوئی حمایتی اور مددگار

وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ وَ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۝ (آل عمران: ۱۸۹)

اور اللہ کو ہے سلطنت آسمان اور زمین کی، اور اللہ ہر چیز پر قادر ہے۔

وَقَالَتِ الْیَهُوْدُ وَالنَّصٰرٰى نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَاَحِبَّآؤُهٗ ؕ قُلْ فَلِمَ یُعَذِّبُكُمْ بِذُنُوْبِكُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ بَشَرٌ مِّمَّنْ خَلَقَ ؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَلِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَیْنَهُمَا ؗ وَ اِلَیْهِ الْمَصِیْرُ ۝ (المائدہ: ۱۸)

اور کہتے ہیں یہود اور نصاریٰ، ہم بیٹے ہیں اللہ کے، اور اس کے پیارے۔ تو کہہ، پھر کیوں عذاب کرتا ہے تم کو تمہارے گناہوں پر؟ کوئی نہیں تم بھی ایک انسان ہو اس کی پیدائش میں۔ بخشے جس کو چاہے اور عذاب کرے جس کو چاہے اور اللہ کو ہے سلطنت آسمان و زمین کی، اور جو دونوں کے بیچ ہے۔ اور اسی کی طرف رجوع ہے۔

قُلْ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَیْكُمْ جَمِیْعَا نِ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ یُحْیٖ وَیُمِیْتُ ص فَاٰمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهِ النَّبِیِّ الْاُمِّیِّ الَّذِیْ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَكَلِمٰتِهٖ وَاتَّبِعُوْهُ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ ۝ (الاعراف: ۱۵۸)

تو کہہ، لوگو! میں رسول ہوں اللہ کا، تم سب کی طرف، جس کی حکومت ہے آسمان اور زمین میں، کسی کی بندگی نہیں سوائے اس کے، جلاتا ہے اور مارتا ہے۔ سو مانو اللہ کو اور اس کے بھیجے نبی اُمّی کو، جو یقین کرتا ہے اللہ پر، اور اس کے سب کلام پر، اور اس کے تابع ہو، شاید تم راہ پاؤ۔

الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَلَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَكُنْ لَّهٗ شَرِیْكٌ فِی الْمُلْكِ وَخَلَقَ كُلَّ شَیْءٍ فَقَدَّرَهٗ تَقْدِیْرًا ○ (الفرقان : ۲)

اور وہ جس کی ہے سلطنت آسمان اور زمین کی، اور نہیں پکڑا اس نے بیٹا، اور نہیں کوئی اس کا ساتھی راج میں، اور بنائی ہر چیز، پھر ٹھیک کیا اس کو ماپ کر۔

لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَخْلُقُ مَا یَشَآءُ ؕ یَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ اِنَاثًا وَّیَهَبُ لِمَنْ یَّشَآءُ الذُّكُوْرَ ○ (الشوریٰ ۵۰)

اللہ کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ پیدا کرتا ہے جو چاہے بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹیاں، اور بخشتا ہے جس کو چاہے بیٹے۔

وَ تَبٰرَكَ الَّذِیْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَ مَا بَیْنَهُمَا ۚ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَاِلَیْهِ تُرْجَعُوْنَ ○ (الزخرف : ۸۵)

اور بڑی برکت ہے اس کی، جس کا راج ہے آسمانوں میں اور زمین میں، اور جو ان کے بیچ ہے۔ اور اسی پاس ہے خبر قیامت کی، اور اسی تک پھر جاؤ گے۔

وَ لِلّٰهِ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ یَغْفِرُ لِمَنْ یَّشَآءُ وَیُعَذِّبُ مَنْ یَّشَآءُ ؕ وَكَانَ اللّٰهُ غَفُوْرًا رَّحِیْمًا ○ (الفتح : ۱۴)

اور اللہ کا راج ہے آسمانوں کا اور زمین کا۔ بخشے جس کو چاہے اور مار دے جس کو چاہے۔ اور ہے اللہ بخشنے والا مہربان۔

ان آیاتِ کریمہ کے گہرے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کی آسمانوں اور زمین کی پادشاہی کے ساتھ اس کی متعدد صفاتِ کریمہ اور افعالِ حمیدہ بھی جوڑے گئے ہیں جن سے اس کی حکمرانی اور فرمانروائی کی وسعت کا اندازہ ہوتا ہے۔ پہلی آیت میں اللہ ہی کو انسانوں کا اصل ولی اور سچا مددگار کہا گیا ہے جبکہ دوسری میں ہر شے پر قادر بتایا گیا ہے۔ تیسری آیت بڑی اہم ہے کہ اس میں کسی مخصوص قوم و نسل کا فرزندِ الٰہی اور خاصانِ خدا ہونے کی نفی کر کے اس کے مقام و مرتبہ کا تعین اس کے درجۂ بشریت کی بنیاد پر کیا گیا ہے اور گناہوں کی پاداش میں سزا کا امکان ہے سوائے اس کے کہ وہ غفور رحیم معاف کر دے کہ اس کو معافی اور سزا دہی دونوں کا کلی اختیار ہے۔ چوتھی آیت ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آفاقی/عالمی رسالت کو شہنشاہ ارض و سما کی پادشاہی سے جوڑتی ہے اور لوگوں کو اللہ اور اس کے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر صاف ایمان لانے کا حکم دیتی ہے۔ وہ اللہ کی ایک اور صفت۔ جلانے اور مارنے کی صفت۔ بھی بیان کرتی ہے پانچویں میں فرزند کی نفی اور بادشاہی میں شرکت کی تردید کے ساتھ اس کو خالق و مالک کل کہا گیا ہے جبکہ چھٹی اس کی سلطنت کا تعلق اس کی تخلیقِ کُلی کی قدرت عامہ سے جوڑتی ہے اور ساتویں اس کے علم قیامت سے اور

اسی کی طرف سب کے رجوع سے قائم کرتی ہے اور آخری آیت اس کی مغفرت کے حق کلی کے علاوہ اس کی غفوریت اور رحیمیت سے مربوط کر دیتی ہے۔ ان کے علاوہ بعض اور آیاتِ کریمہ میں اللہ کی پادشاہی افلاک و خاک کا ذکر آیا ہے ان کا ایک مختصر تجزیہ ذیل میں دیا جارہا ہے۔

سورۂ بقرہ نمبر ۱۰۷ کا مضمون، سورۂ مائدہ نمبر ۴۰ میں اس اضافہ کے ساتھ موجود ہے کہ اس میں مائدہ نمبر ۱۸ کی مانند عذابِ الٰہی و مغفرتِ ربانی کی مرضیٔ مالک سمٰوات و ارض پر منحصر و موقوف قرار دیا گیا ہے۔ سورۂ مائدہ نمبر ۱۲۰ میں بھی یہی مضمون ہے اس اضافہ کے ساتھ کہ آسمانوں اور زمین کے فقرہ کے بعد اس میں ومافیہن (جو کچھ ان میں ہے) بھی موجود ہے۔ سورۂ توبہ نمبر ۱۱۶ میں سورۂ بقرہ نمبر ۱۰۷ والا مضمون ہے صرف اس اضافہ کے ساتھ کہ اللہ جلاتا اور مارتا ہے جو سورۂ اعراف نمبر ۱۵۸ میں بھی ہے۔ سورۂ النور نمبر ۴۲ میں سورۂ مائدہ نمبر ۱۸ کی مانند مضمون ہے کہ اللہ آسمان و زمین کا مالک ہے اور اسی کی طرف واپسی ہونی ہے۔ سورۂ زمر نمبر ۴۴ میں آسمان و زمین کی پادشاہی کے ساتھ تمام کی تمام شفاعت اسی کے لئے ہونے اور اسی کی طرف لوٹنے کا ذکر ہے۔ سورۂ زخرف نمبر ۸۵ کا مضمون سورۂ جاثیہ نمبر ۲۷ میں ہے صرف اس فرق کے ساتھ کہ قیامت کے دن جھوٹے خسارہ میں ہوں گے۔ سورۂ حدید نمبر ۲ اور نمبر ۵ کے مضامین اوپر سورۂ آل عمران اور سورۂ ملک کی آیات میں دہرائے گئے ہیں صرف قیامت کا ذکر نہیں ہے۔ اور سورۂ بروج نمبر ۹ کا مضمون بھی انہیں آیات میں موجود ہے ایک معمولی فرق کے ساتھ کہ قدیر کی جگہ شہید (گواہ) ہے۔

(ب) مُلکِ مطلق

متعدد آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ کی مُطلق پادشاہی (اَلْمُلْکُ) کا ذکر ہے۔ وہ حسب ذیل ہیں:

... الَّذِیْ لَمْ یَتَّخِذْ وَلَدًا وَّلَمْ یَکُنْ لَّہٗ شَرِیْکٌ فِی الْمُلْکِ وَلَمْ یَکُنْ لَّہٗ وَلِیٌّ مِّنَ الذُّلِّ وَکَبِّرْہُ تَکْبِیْرًا ○ (اسراء ۱۱۱)

جس نے نہیں رکھی اولاد، نہ کوئی اس کا ساتھی سلطنت میں، نہ کوئی اس کا مددگار ذلت کے وقت پر، اور اس کی بڑائی کر بڑا جان کر۔

یُوْلِجُ الَّیْلَ فِی النَّھَارِ وَیُوْلِجُ النَّھَارَ فِی الَّیْلِ وَ سَخَّرَ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ کُلٌّ یَّجْرِیْ لِاَجَلٍ مُّسَمًّی ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ لَہُ الْمُلْکُ وَالَّذِیْنَ تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِہٖ مَایَمْلِکُوْنَ مِنْ قِطْمِیْرٍ ○ (فاطر: ۱۳)

رات پیٹھاتا ہے دن میں، اور دن پیٹھاتا ہے رات میں، اور کام لگایا سورج اور چاند، ہر ایک چلتا ہے ایک ٹھہرائے وعدہ پر۔ یہ اللہ ہے تمہارا رب اسی کی پادشاہی ہے، اور جن کو تم پکارتے ہو اس کے سوا مالک نہیں ایک چھلکے کے۔

خَلَقَکُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَۃٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْھَا زَوْجَھَا وَ اَنْزَلَ لَکُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِیَۃَ اَزْوَاجٍ یَخْلُقُکُمْ فِیْ بُطُوْنِ اُمَّھٰتِکُمْ خَلْقًا مِّنْ بَعْدِ خَلْقٍ فِیْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ لَہُ الْمُلْکُ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ فَاَنّٰی

تُصْرَفُوْنَ ○ (الزمر: ٦)

بنایا تم کو ایک جی سے، پھر بنایا اس سے اس کا جوڑا، اور اتارے تمہارے واسطے چوپایوں سے آٹھ نر و مادہ۔ بناتا ہے تم کو ماں کے پیٹ میں، طرح پر طرح بنانا تین اندھیروں کے بیچ۔ وہ اللہ ہے رب تمہارا، اسی کا راج ہے کسی کی بندگی نہیں اس کے سوا، پھر کہاں سے پھرے جاتے ہو؟

تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرُ ○ (الملك نمبر ۱)

بڑی برکت ہے اس کی جس کے ہاتھ ہے راج، اور وہ سب چیز کر سکتا ہے۔

ملک مطلق یا پادشاہی عام سے متعلق ان آیاتِ کریمہ میں کئی اہم نکات غور و فکر کے لائق ہیں۔ ان میں سے اول یہ کہ پادشاہی اور ملک مطلق کا صرف اللہ تعالیٰ کے لئے اثبات کیا گیا ہے اور ماسوا سے اس کی نفی کلی کر دی گئی ہے۔ دوم یہ کہ اللہ کے فرزند و اولاد اور پادشاہی میں کسی اور شریک کی بھی نفی کی گئی ہے۔ اولاد خاص کر فرزند اپنے باپ کے معاملات میں دخیل اور اکثر اوقات شریک و سہیم ہوتے ہیں اور باپ کے انتقال کے بعد اس کی سلطنت کے مالک بن جاتے ہیں فرزند و شریک کی نفی میں یہ حقیقت اور نکتہ بھی شامل ہے کہ نہ اب اور نہ آئندہ کبھی کوئی غیر اس کی پادشاہی میں شریک ہو سکتا ہے۔ اسی طرح اس کی بڑائی اور عظمت عام کا اعلان کر دیا گیا کہ کوئی ایسا نہیں کہ اس کو ذلیل کر سکے گویا کہ وہ ذلت میں اوروں کا ولی ہے۔ پھر رات دن، سورج چاند اور ہر شے کی گردش اور چال سے اللہ تعالیٰ کی سلطنت کا تعلق جوڑا گیا کہ وہی یہ سب کرتا ہے اور تمام مظاہر فطرت اسی کی فطرت کے تابع ہیں۔ چہارم یہ کہ وہ خالقِ انسان ہے جس نے عجیب و غریب طریقے سے اس کو پیدا کیا پھر گوناگوں جانوروں کو پیدا کیا۔ پنجم یہ کہ اللہ تعالیٰ نے ان آیاتِ کریمہ میں اس کی بنیادی صفات بلکہ اسمِ ذات سے بھی اس کی سلطنت کا تعلق پیدا کیا چنانچہ ان میں اس کو "قدیر" (ہر شے پر قادر) "کبیر" (سب سے بڑا) کہنے کے علاوہ اس کو "اللہ" اور "رب" بھی کہہ کر "مالک" یا "مُلک" سے مربوط کیا گیا ہے۔

(ج) مُلک اخروی

ان تمام آیات کریمہ کے علاوہ کئی آیات مقدسہ ایسی بھی ہیں جو اس کی اُخروی فرمانروائی پادشاہی اور خالص سلطنت کا ذکر کرتی ہیں جو حسب ذیل ہیں۔

قَوْلُهُ الْحَقُّ وَلَهُ الْمُلْكُ يَوْمَ يُنْفَخُ فِي الصُّوْرِ ؕ عٰلِمُ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ ؕ وَهُوَ الْحَكِيْمُ الْخَبِيْرُ ○ (انعام ٧٤)

اسی کی بات سچ ہے، اسی کو سلطنت ہے جس دن پھونکا جاوے صور، چھپا اور کھلا جاننے والا، اور وہی ہے تدبیر والا خبردار۔

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ؕ يَحْكُمُ بَيْنَهُمْ ؕ فَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ فِيْ جَنّٰتِ النَّعِيْمِ ○ (الحج ٥٦)

راج اس دن اللہ کا ہے۔ ان میں چکوتی (فیصلہ) کرے گا سو جو یقین لائے اور کیں بھلائیاں، نعمت کے باغوں میں ہیں۔

اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذٍ ن الْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ ـ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا ○ (الفرقان : ٢٦)

راج اس دن سچا ہے رحمٰن کا۔ اور ہے وہ دن منکروں پر مشکل۔

يَوْمَ هُمْ بَارِزُوْنَ ج لَا يَخْفٰى عَلَى اللّٰهِ مِنْهُمْ شَيْءٌ ط لِمَنِ الْمُلْكُ الْيَوْمَ ط لِلّٰهِ الْوَاحِدِ الْقَهَّارِ ○ (المومن : ١٦)

جس دن وہ لوگ نکل کھڑے ہوں گے، چھپی نہ رہے گی اللہ پر ان کی کوئی چیز۔ کس کا راج ہے اس دن؟ اللہ کا ہے، جو اکیلا ہے، دباؤ والا۔

جس ملکِ مطلق اور پادشاہی عام کا ذکر دوسری آیاتِ کریمہ میں ہے قیامت کے دن وہ بلاشرکت غیرے اور واضح و غیر مبہم انداز میں نظر آئے گا۔ دنیا کے جن حکمرانوں اور بادشاہوں کی سلطنت جو اصلاً مستعار و فانی ہے اور اسی مالکُ الملک کی عطا کردہ ہے نہ تو ہوگی اور نہ نظر آئے گی۔ صرف اسی کی بادشاہت اور اسی کی فرمانروائی نظر آئے گی۔ اللہ تعالیٰ اس دن لوگوں کے درمیان حق و انصاف کے ساتھ فیصلے کرے گا اور اپنی مغفرت و رحمت سے نوازے گا۔ ایمان و عملِ صالح والے نعمت والی جنتوں میں ہوں گے اور کفر و شرک والے جہنم کا عذاب بھگتیں گے۔ اس دن وہی اور صرف واحد و قہار ہوگا۔ یہ اس کی خالص اور ظاہر و باہر بادشاہی ہوگی۔ دنیاوی بادشاہی نہیں جس پر اس نے خاص مصالح سے تکوینی حجابات ڈال رکھے ہیں۔

ملک اور پادشاہی میں ویسے بھی تمام اختیارات و تصرفات شامل ہوتے ہیں لہٰذا مالک کہہ کر ان تمام اختیارات و تصرفات کو سمیٹ لیا گیا ہے۔ پھر اللہ کی پادشاہی اور ملک عام دنیاوی حکمرانوں کی طرح محدود و مقید نہیں کہ بعض اختیارات و تصرفات ہوں اور بعض نہ ہوں۔ ان دونوں میں سب سے بڑا فرق تو یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کی پادشاہی میں کوئی شریک و سہیم اور مددگار نہیں جبکہ مخلوقات کی پادشاہی مددگاروں اور شریکوں کے تعاون و اشتراک کے بغیر لحظہ بھر کے لئے بھی چل نہیں سکتی۔ اسی فرق کو اللہ تعالیٰ نے دوسرے فرق کی بنیاد بنایا ہے اور اپنی ان صفاتِ پادشاہی اور افعالِ شہنشاہی کا ذکر کیا ہے جو کسی بادشاہ کو حاصل نہیں ہوتے۔ وہ ہیں خالق و رازق، معبود والٰہ، کائنات کے تسخیر کرنے والے، قدیر و کبیر، واحد و قہار، ولی و نصیر مرجع و ماویٰ، جلانے اور مارنے والے، عذاب و مغفرت عطا کرنے والے اور متعدد دوسرے ایسے صفات و افعال جو اسی کے لئے خاص ہیں۔ آخری اہم بات یہ کہ ان آیاتِ کریمہ میں واضح طور سے اللہ تعالیٰ نے اپنی بادشاہی اور مُلک کا تعلق اپنے اسم ذات "اللہ" اور دوسرے اسم عَلَم "رحمٰن" کے ساتھ قائم کرکے "رب" کے ساتھ بھی جوڑا ہے۔ اس طرح سورۂ فاتحہ کے اسم علم اور اس کی بنیادی صفاتِ ربانی۔ اللہ، رحمٰن، رحیم، رب اور مالک۔ سب ان آیات مُلک میں پائی جاتی ہیں۔

(د) یوم الدین کے معانی

اس آیت کریمہ کے دوسرے جزو/ فقرہ "یوم الدین" کا ذکر تیرہ مقامات پر آیا ہے اور وہ سورۂ فاتحہ کے سوا

حسب ذیل ہیں:

وَّ اِنَّ عَلَيْكَ اللَّعْنَةَ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ (الحجر: ۳۵)

اور تجھ پر پھٹکار ہے انصاف کے دن تک۔

وَالَّذِيْٓ اَطْمَعُ اَنْ يَّغْفِرَ لِيْ خَطِيْٓـَٔتِيْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ (الشعرآء: ۸۲)

اور وہ جو مجھ کو توقع ہے کہ بخشے میری تقصیر دن انصاف کے

وَقَالُوْا يٰوَيْلَنَا هٰذَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ هٰذَا يَوْمُ الْفَصْلِ الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تُكَذِّبُوْنَ ۝ (الصّٰفّٰت: ۲۰-۲۱)

اور کہیں گے، اے خرابی ہماری! یہ آیا دن جزا کا، یہ ہے دن فیصلے کا، جس کو تم جھٹلاتے تھے۔

وَّ اِنَّ عَلَيْكَ لَعْنَتِيْٓ اِلٰى يَوْمِ الدِّيْنِ ۝ (صٓ: ۷۸)

اور تجھ پر میری پھٹکار ہے، اس جزا کے دن تک۔

يَسْـَٔلُوْنَ اَيَّانَ يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ هُمْ عَلَى النَّارِ يُفْتَنُوْنَ ۝ ... اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ عُيُوْنٍ ۝ (الذّٰريٰت ۱۲)

پوچھتے ہیں کب ہے دن انصاف کا؟ جس دن وہ آگ پر الٹے سیدھے پڑیں گے البتہ ڈر والے باغوں میں ہیں اور چشموں میں۔

هٰذَا نُزُلُهُمْ يَوْمَ الدِّيْنِ ۝ (الواقعہ: ۵۶)

یہ مہمانی ہے ان کی انصاف کے دن۔

وَالَّذِيْنَ يُصَدِّقُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ (المعارج: ۲۶)

اور جو یقین کرتے ہیں انصاف کے دن کو۔

وَكُنَّا نُكَذِّبُ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ (المدثر: ۴۶)

اور ہم تھے جھٹلاتے انصاف کے دن کو

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ۝ (الانفطار: ۹)

کوئی نہیں پر تم جھوٹ جانتے ہو انصاف ہونا۔

وَمَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ ثُمَّ مَآ اَدْرٰىكَ مَا يَوْمُ الدِّيْنِ ۝ يَوْمَ لَا تَمْلِكُ نَفْسٌ لِّنَفْسٍ شَيْـًٔا ؕ وَالْاَمْرُ يَوْمَئِذٍ لِّلّٰهِ ۝ (الانفطار: ۱۷-۱۹)

اور تجھ کو کیا خبر ہے کیسا ہے دن انصاف کا؟ پھر بھی تجھ کو کیا خبر ہے کیسا ہے دن انصاف کا؟ جس دن بھلا نہ کر سکے کوئی جی، کسی جی کا کچھ۔ اور حکم اس دن اللہ کا ہے۔

وَيْلٌ يَّوْمَئِذٍ لِّلْمُكَذِّبِيْنَ ۝ الَّذِيْنَ يُكَذِّبُوْنَ بِيَوْمِ الدِّيْنِ ۝ (المطففين: ۱۰-۱۱)

خرابی ہے اس دن جھٹلانے والوں کی، جو جھوٹ جانتے ہیں انصاف کا دن۔

مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ میں اول اور چہارم کا پس منظر یہ ہے کہ ابلیس/شیطان نے اللہ کے حکم کی تعمیل سے انکار کیا تو اسپر لعنت الٰہی پڑی اور اسے سرکشی کرنے کی قیامت کے دن تک چھوٹ دے دی گئی جیسے دوسرے منکرین و شیاطین کو کچھ مدت تک دی جاتی ہے۔ اس آیت میں بھی یہ مضمر ہے کہ اس دن جب اس کی مہلت ختم ہوگی اس کو اپنے کرتوتوں کا بدلہ ملے گا۔ اور اس کے بعد کی آیات تو واضح طور سے یہ بیان کرتی ہیں۔ دوسری آیتِ کریمہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی آرزو بیان کرتی ہے کہ یوم الدین کو ان کا رب ان کی خطا بخش دے گا۔ یہاں بھی جزا کا مفہوم موجود ہے۔ بقیہ آیاتِ مقدسہ میں تیسری چھٹی، آٹھویں، نویں اور بارہویں آیات ان لوگوں کی تکذیب کو بیان کرتی ہیں جو بدلے کے دن کو جھٹلاتے تھے اور ان میں خاص کر تیسری میں فیصلہ الٰہی کا ذکر موجود ہے اور چھٹی میں ان گنہگاروں اور جھٹلانے والوں کی جہنمی مہمانی کا ذکر کیا گیا جبکہ ان کو گرم کھولتا پانی اور زقوم پلایا کھلایا جائے گا۔ جبکہ پانچویں آیت میں یوم الدین اسے قرار دیا گیا ہے جس دن منکرین دوزخ میں جھونکے جائیں گے اور متقی اور تقویٰ والے جنت میں داخل ہوں گے۔ ساتویں ایمان والوں کی روز جزا کی تصدیق بتاتی ہے۔ دسویں۔ گیارہویں آیت کریمہ اللہ تعالیٰ کے حکم مطلق، امرِ مستقل اور ملکیت تام کی وضاحت کرتی ہے کہ اس دن صرف اور صرف اللہ تعالیٰ کا حکم و فیصلہ ہوگا اور جس دن وہ بروں کو عذاب کا اور ایمان والوں اور اچھوں کو ثواب کا بدلہ دے گا۔ یہی بدلہ کا دن ہے۔

(س) دین کا مفہوم قرآنی

بعض آیاتِ کریمہ میں "دین" کا لفظ جزا کے معنی میں آیا ہے اگرچہ کل مقامات قرآنی باسٹھ ہیں مگر ان میں دین و مذہب بھی شامل ہے۔ ایسی آیت کریمہ جو دین کے معنی جزا کے بتاتی ہیں حسب ذیل ہیں:

يَوْمَ تَشْهَدُ عَلَيْهِمْ اَلْسِنَتُهُمْ وَاَيْدِيْهِمْ وَاَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ ○ يَوْمَئِذٍ يُّوَفِّيْهِمُ اللّٰهُ دِيْنَهُمُ الْحَقَّ وَيَعْلَمُوْنَ اَنَّ اللّٰهَ هُوَ الْحَقُّ الْمُبِيْنُ ○ (نور: ۲۴-۲۵)

جس دن بتاویں گی ان کی زبانیں، اور ہاتھ، اور پاؤں، جو کچھ کرتے تھے۔ اس دن پوری دے گا ان کو اللہ ان کی سزا جو چاہئے اور جانیں گے کہ اللہ وہی ہے، سچا کھولنے والا

اِنَّمَا تُوْعَدُوْنَ لَصَادِقٌ ○ وَّاِنَّ الدِّيْنَ لَوَاقِعٌ ○ (الذّٰریٰت ۵-۶)

بے شک جو وعدہ دیا تم کو سو سچ ہے۔ اور بے شک انصاف ہونا ہے۔

كَلَّا بَلْ تُكَذِّبُوْنَ بِالدِّيْنِ ○ (الانفطار: ۹)

کوئی نہیں، پر تم جھوٹ جانتے ہو انصاف ہونا۔

فَمَا يُكَذِّبُكَ بَعْدُ بِالدِّيْنِ ○ اَلَيْسَ اللّٰهُ بِاَحْكَمِ الْحٰكِمِيْنَ ○ (التین: ۷-۸)

پھر تو اس کے پیچھے کیوں جھٹلاوے بدلا ملنا۔ کیا نہیں ہے اللہ سب حاکموں سے بہتر حاکم؟

اَرَءَيْتَ الَّذِیْ يُكَذِّبُ بِالدِّيْنِ ۝ (الماعون : ۱)

تو نے دیکھا؟ وہ جو جھٹلاتا ہے انصاف ہونا۔

ان تمام آیاتِ کریمہ میں واضح طور سے دین کے معنی بدلے اور انصاف کے ہیں جو بُروں کے لئے سزا ہوگی اور اچھوں کے لئے جزا۔ مفسرین کرام نے زیادہ تر سورۂ صافات نمبر ۵۳ سے "یوم الدین" کی تشریح کی ہے جو یہ ہے:

ءَاِذَا مِتْنَا وَ كُنَّا تُرَابًا وَّ عِظَامًا ءَاِنَّا لَمَدِيْنُوْنَ ۝ (۳۷ : ۵۳)

کیا جب مر گئے اور ہو گئے مٹی اور ہڈیاں، کیا ہم کو بدلا ملنا ہے؟

فَلَوْ لَاۤ اِنْ كُنْتُمْ غَيْرَ مَدِيْنِيْنَ ۝ تَرْجِعُوْنَهَاۤ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ ۝ (۵۶ : ۸۶-۸۷)

اگر تم نہیں کسی کے حکم میں، کیوں نہیں پھیر لیتے اس کو؟ اگر تم ہو سچے۔

اس پوری بحث اور آیاتِ کریمہ کے تجزیہ سے واضح ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جو رب العالمین اور "الرحمٰن الرحیم" ہے وہ "یوم الدین" کا مالک ہے۔ یعنی ایسے دن کا مالک ہے جو روزِ آخر ہوگا۔ جس دن سب انسان جمع کئے جائیں گے، اور ان کے کاموں کا حساب لیا جائے گا۔ جھٹلانے والوں اور تکذیب کرنے والوں اور انحراف کرنے والوں کو جہنم کی سزا دی جائے گی اور اچھے لوگوں کو، ایمان و عملِ صالح والوں کو اور اطاعت والوں کو جنت کی جزا دی جائے گی۔ اس دن یہ اور سارے فیصلے صرف اللہ رب العالمین کو حاصل ہوں گے کہ ساری ملکیتیں، پادشاہتیں اور حکمرانیاں اس دن ختم ہو جائیں گی اور صرف اللہ کا حکم و فیصلہ اور ملک چلے گا۔ کئی مفسرین کرام نے عقوبت الٰہی کو بھی اس کی رحمت و رحیمیت سے تعبیر کیا ہے یا اسے ربوبیت عامہ اور رحمت واسعہ کا جزو مانا ہے اور اسطرح اس کو رحمان رحیم سے جوڑ دیا ہے مگر قرآن کریم کی آیات کریمہ سے مالک یوم الدین اللہ تعالیٰ کی ایک نئی صفت ثابت ہوتی ہے جو اس کی پادشاہی اور عدل و انصاف کو ثابت کرتی ہے۔

۴۔ چوتھی آیت کریمہ

سورۂ فاتحہ کی چوتھی آیتِ کریمہ "ایاک نعبد وایاک نستعین" ہے۔ پورے قرآن مجید میں لفظ "ایاک" صرف دو جگہ اسی سورۂ کریمہ میں آیا ہے اور اللہ تعالیٰ کے لئے آیا ہے۔ اور اس کے لغوی معنی حصر کے ہیں کہ "صرف تجھ کو / تجھ سے" اس سے فعل کے معنی میں اختصاص پیدا ہوتا ہے۔ مفسرین کرام اور علمائے لغت اور ماہرین معانی و بیان نے "ایاک" کے مفعول کی فعل پر تقدیم کے سبب حصر اور اختصاص کے معنی بیان کئے ہیں یعنی "تیری ہی ہم عبادت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے ہم مدد چاہتے ہیں"۔ اس کے علاوہ اس میں نفئ غیر کے معانی بھی پیدا ہو جاتے ہیں یعنی "ہم تیری ہی عبادت کرتے ہیں اور کسی غیر کی نہیں کرتے اور تجھی سے مدد چاہتے ہیں اور تیرے سوا کسی اور سے نہیں چاہتے"۔

(الف) عبادت کا قرآنی مفہوم

قرآن مجید میں نَعْبُدُ یعنی عبادت کے مختلف صیغے استعمال کئے گئے ہیں: ان میں "نَعْبُدُ" سات آیات میں، اَعْبُدُ تیرہ آیات میں، تَعْبُدُ تین آیات میں، تَعْبُدُوْا سات میں، تَعْبُدُوْنَ تنتیس میں آیا ہے اور بہت سی آیات میں اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے کا حکم مطلق دیا گیا ہے۔ سب سے پہلے ان آیاتِ کریمہ کا ایک مختصر جائزہ جن میں اللہ تعالیٰ اور صرف اللہ تعالیٰ کی عبادت کا حکم دیا گیا ہے۔

يَاَيُّهَا النَّاسُ اعْبُدُوْا رَبَّكُمُ الَّذِیْ خَلَقَكُمْ وَالَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ○ (البقرہ : ۲۱)

لوگو! بندگی کرو اپنے رب کی، جس نے بنایا تم کو، اور تم سے اگلوں کو، شاید تم پرہیزگاری پکڑو۔

وَ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَلَا تُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا (النسآء : ۳۶)

اور بندگی کرو اللہ کی، اور ملاؤ مت اس کے ساتھ کسی کو۔

ولَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ كُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَ اجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ۔ ۔ ۔ (النحل : ۳۶)

اور ہم نے اٹھائے ہیں ہر امت میں رسول، کہ بندگی کرو اللہ کی، اور بچو ہڑدنگے (سرکش) سے۔۔۔

فَاَرْسَلْنَا فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ مَالَكُمْ مِّنْ اِلٰهٍ غَيْرُهٗ اَفَلَا تَتَّقُوْنَ ○ (المومنون : ۳۲)

پھر بھیجا ہم نے ان میں ایک رسول ان میں کا، کہ بندگی کرو اللہ کی، کوئی نہیں تمہارا حاکم اس کے سوا، پھر کیا تم کو ڈر نہیں۔

يَاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا ارْكَعُوْا وَ اسْجُدُوْا وَاعْبُدُوْا رَبَّكُمْ وَافْعَلُوا الْخَيْرَ لَعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ ○ (الحج : ۷۷)

اے ایمان والو! رکوع کرو اور سجدہ کرو، اور بندگی کرو اپنے رب کی، اور بھلائی کرو، شاید تم بھلا پاؤ۔

فَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ وَاعْبُدُوْا ○ (النجم : ۶۲)

سو سجدہ کرو اللہ کے آگے، اور بندگی (کرو)۔

ان کے علاوہ متعدد آیاتِ مطہرہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے برگزیدہ رسولوں کے ذریعہ ان کی قوموں کو اور ان کے ذریعہ تمام انسانوں کو صرف اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے چنانچہ حضرت عیسیٰ مسیح سے لیکر حضرت نوح تک مختلف انبیاء کرام کے اسمائے گرامی گنائے گئے ہیں جیسے حضرات ہود، صالح، شعیب، ابراہیم علیہم السلام وغیرہ (ملاحظہ ہو سورۂ مائدہ نمبر۷۲، نمبر۱۱۷، سورۂ اعراف نمبر۵۹، نمبر۶۵، نمبر۷۳، نمبر۸۵، سورۂ ہود نمبر ۵۰، نمبر۶۱، نمبر۸۴، سورۂ المومنون نمبر۲۳، سورۂ النمل نمبر۴۵، سورۂ عنکبوت نمبر۱۶، نمبر۳۶ وغیرہ)،

عربی لغت کے اعتبار سے عبادت کے معنی انتہائی فروتنی، عاجزی اور انکسار کے ہیں۔ لیکن ان آیاتِ کریمہ سے عبادت کا جو مفہوم واضح ہوتا ہے اس میں لغوی معانی کے علاوہ اللہ کے آگے رکوع و سجدہ کرنے کا مفہوم بھی واضح طور سے عبادت میں شامل کر دیا گیا ہے۔ اس سے یہ حقیقت معلوم ہوتی ہے کہ عبادت الٰہی کی جو قسم اللہ تعالیٰ کو سب سے زیادہ مطلوب ہے وہ نماز ہے کیونکہ نماز (صلوٰۃ) ہی میں رکوع و سجدہ ہوتا ہے۔ ظاہر ہے کہ عبادت محض رکوع و سجدہ یا

نماز کی صورت و ہیئت نہیں ہے بلکہ وہ دل سے اللہ تعالیٰ کے سامنے تذلل کرنے اور اس سے خشوع و خضوع کرنے کا نام بھی ہے اور جسمانی طور سے اس کے آگے جھکنے اور سجدہ ریز ہونے کا بھی۔ تاکہ جسم و جان، مادہ و روح جن کے امتزاج سے انسان عبارت ہے دونوں بیک وقت اپنے اللہ، اپنے رب العالمین اور اپنے رحمٰن و رحیم مالک کے آگے فروتنی اور تذلل کا اظہار و مظاہرہ کریں۔ سجدہ کرنے کو سورۂ فصلت/ حٰم السجدہ نمبر ۳۷ کی آیت کریمہ میں عبادت کرنے کا لازمی حصہ قرار دیا گیا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

... لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَاسْجُدُوْا لِلّٰهِ الَّذِيْ خَلَقَهُنَّ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

(حٰم السجدہ ۳۷)

سجدہ نہ کرو سورج کو، اور نہ چاند کو، اور سجدہ کرو اللہ کو جس نے وہ بنائے، اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔

حضرت موسیٰ علیہ السلام کو اللہ تعالیٰ نے اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا تھا اس میں نماز کو اپنے ذکر کے لئے قائم کرنے کا حکم بھی تھا (طٰہٰ نمبر ۱۴) اسی طرح عبادت میں دین کو خالص کرنے کا مفہوم بھی شامل کیا گیا ہے۔ سورۂ البینہ نمبر ۵ میں ارشاد الٰہی یوں ہے:

وَمَآ اُمِرُوْآ اِلَّا لِيَعْبُدُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ حُنَفَآءَ وَ يُقِيْمُوا الصَّلٰوةَ وَيُؤْتُوا الزَّكٰوةَ وَ ذٰلِكَ دِيْنُ الْقَيِّمَةِ ۝

اور ان کو حکم یہی ہوا کہ عبادت کریں اللہ کی، نری کر کر اس کے واسطے بندگی، ابراہیم کی راہ پر، اور کھڑی کریں نماز، اور دیں زکوٰۃ، اور یہ ہے راہ مضبوط لوگوں کی۔

اس آیت کریمہ میں نماز کے ساتھ زکوٰۃ کو بھی عبادتِ الٰہی میں شامل کیا گیا ہے اور اسی طرح اس کو دین خالص اور دین قیم کہا گیا ہے۔ دین کو خالص کرنے کی عبادت کے ساتھ شامل کرنے کی وضاحت اور کئی آیاتِ کریمہ میں بھی کئی گی ہے (الزمر نمبر ۲، نمبر ۱۱، نمبر ۱۴ وغیرہ) اسی طرح اللہ تعالیٰ کا شکر ادا کرنے کو بھی اللہ کی عبادت کہا گیا ہے جیسا کہ سورۂ البقرہ نمبر ۱۷۲ سورۂ النحل نمبر ۱۱۴، سورۂ زمر نمبر ۶۶ میں ارشاد ربانی ہے:

... وَ اشْكُرُوْا لِلّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝ (البقرہ: ۱۷۲)

اور شکر کرو اللہ کا، اگر تم اسی کے بندے ہو۔

... وَّ اشْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ اِيَّاهُ تَعْبُدُوْنَ ۝

اور شکر کرو اللہ کی نعمت کا، اگر تم اسی کو پوجتے ہو۔

... بَلِ اللّٰهَ فَاعْبُدْ وَكُنْ مِّنَ الشّٰكِرِيْنَ ۝ (الزمر: ٦٦)

بلکہ اللہ ہی کو پوج، اور رہ حق ماننے والوں میں (شکر کرنے والوں میں)۔

سورۂ ہود نمبر ۲۳ میں اس کی عبادت کرنے کے ساتھ اس میں توکل کو بھی شامل کر دیا گیا ہے جبکہ سورۂ مریم نمبر ۶۵

میں عبادت و صبر کو عبادت کے لئے لازم و ملزوم قرار دیا گیا ہے۔ سورۂ نوح نمبر ۳ میں حضرت نوح نے اپنی قوم کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرنے، اس کا تقویٰ اختیار کرنے اور اپنی اطاعت کرنے کا حکم دیا تھا۔ اس سے یہ ثابت ہوا کہ عبادت میں تقویٰ اور اطاعت بھی شامل ہے۔ بیشتر آیاتِ کریمہ سے معلوم ہوتا ہے کہ جہاں جہاں عبادت کو مطلق استعمال کیا گیا ہے اس سے اطاعت و فرمانبرداری ہی مقصود و مطلوب ہے۔ کیونکہ عبادت تو اطاعتِ مطلقہ تامہ کی ایک شاخ یا ایک جزئیہ ہے۔ پھر اسلام نے قرآنِ مجید کی آیاتِ کریمہ کی شکل میں سب سے پہلے اور احادیث و آثار اور روایات میں اس کے بعد عبادت کا جو مفہوم پیش کیا ہے وہ دوسرے مذاہب و ادیان اور مکاتب فکر کی عبادت کے تصور سے بالکل مختلف ہے۔ ان میں دیوی/دیوتا یا معبود باطل کی پوجا پاٹھ کا ایک رسمی طریقہ ہے اور اس کے رسوم و آداب بجالانے سے ان کی عبادت اور پوجا پوری ہو جاتی ہے جبکہ اسلام میں عبادت کا مفہوم مختصر الفاظ میں یہ ہے کہ زندگی کے ہر شعبہ میں خواہ اس کا تعلق دین و مذہب سے ہو یا سیاست و سماج اور تہذیب سے احکامِ الٰہی کی تعمیل کی جائے۔ یہاں اسلام کی گرفت سے یا عبادت کے حصار سے کوئی شے، کوئی فعل و عمل اور کوئی قول خارج نہیں ہے۔ اس پر بس ایمان و احتساب یعنی اللہ تعالیٰ کے حکم کی تعمیل اور تعمیل ارشادِ الٰہی پر اس سے اجر و ثواب کی امید رکھنے کی شرط ہے۔ جن لوگوں نے اسلام و قرآن کے اس تصور عبادت کو نہیں سمجھا ہے ان کو قدم قدم پر ٹھوکریں لگی ہیں اور اس کے نتیجہ میں انہوں نے دوسرے ادیان و مذاہب کے افکار کج سے متاثر ہو کر دین و دنیا کی تفریق کی ہے اور تصورِ عبادت الٰہی کو خبط کر دیا ہے۔

قرآنِ مجید سے اس تصور عبادت کی کافی وضاحت تو مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ سے ہوتی ہی ہے لیکن اس ضمن میں سب سے اہم وہ آیاتِ مبارکہ ہیں جن میں انسان و کائنات کی تخلیق ربانی کی علت و وجہ بلکہ غایت بیان کی گئی ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وما خَلَقْتُ الجِنَّ وَالاِنْسَ اِلاَّ لِيَعْبُدُوْنِ O (الذّٰريٰت ٥٦)

اور میں نے جو بنائے ہیں جن اور آدمی، سو اپنی بندگی کو۔

یہی مفہوم سورہ یٰس نمبر ۲۲ میں اس طرح بیان ہوا ہے:

وَمَا لِيَ لَآ اَعْبُدُ الَّذِيْ فَطَرَنِيْ (يٰسٓ : ٢٢)

"اور مجھ کو کیا ہے؟ کہ میں بندگی نہ کروں اس کی، جس نے مجھ کو بنایا۔"

تمام انبیاء، صالحین اور اہلِ ایمان تو اللہ تعالیٰ کی عبادت کرتے ہی رہے ہیں مگر کائنات کی ہر شے اس کی عابد ہے جیسا کہ متعدد آیات کریمہ میں صراحتاً ضمناً ذکر آیا ہے۔ ظاہر ہے کہ تخلیق کائنات کی اس غایت عُلیا کا مقصود صرف یہ نہیں کہ بندگی کی چند رسوم بجالائی جائیں بلکہ اللہ تعالیٰ کی تمام امور و معاملات میں اطاعت ہی کا نام عبادت ہے۔ اس کا مزید ثبوت اس حقیقت سے ملتا ہے کہ انسان کا اصل اور سب سے بڑا نام "عبد" (بندہ) یعنی عبادت گزار ہے۔ یہی افضل نام جس سے انسان کا شرف پیدا ہوتا اور قائم رہتا ہے تمام انبیاء و مرسلین کو عطا کیا گیا اور اسی سے سید المرسلین صلی اللہ

علیہ وسلم بھی مشرف و ممتاز ہوئے (جیسا کہ سورۂ نساء نمبر ۱۷۲، اسراء نمبر ۳، کہف نمبر ۶۵، مریم نمبر ۳۰، ص نمبر ۴۴، زخرف نمبر ۵۹، جن نمبر ۱۹، علق نمبر ۱۰ اور متعدد آیات کریمہ جو "العباد" "عبادنا" "عبادہ" "عبادی" وغیرہ کے ذریعہ پورے قرآن کریم میں موجود ہیں واضح ہوتا ہے۔ اللہ نے عبد کو دوسرے امتیازات پر بھی اسی وجہ سے مقدم رکھا ہے امام راغب اور حافظ ابن کثیر اور بہت سے مفسرین کرام نے اس آیت کریمہ میں عبد/ عبادت سے اللہ تعالیٰ کی توحید کے اثبات اور شرک کی نفی و تردید کا مضمون بھی نکالا ہے۔ جو ایّاکَ کی ضمیر اور مفعول کی فعل پر تقدیم سے مزید مؤکد ہو گیا ہے۔ مولانا مودودی نے عبادت کے مفہوم میں تین چیزیں شامل کی ہیں: "پوجا اور پرستش، اطاعت اور فرمانبرداری اور بندگی اور غلامی۔ اس مقام پر تینوں معنی بیک وقت مراد ہیں۔" یہ تعبیر عبادت الٰہی کے مفہوم کو صحیح تر اور وسیع تر دائرے میں پیش کرتی ہے۔

(ب) استعانت کے قرآنی معنی

اس آیتِ کریمہ کا دوسرا جزئیہ "وایاک نستعین" ہے۔ عربی لغت کے اعتبار سے اس کا مفہوم ہے "کسی سے جو اس کی استطاعت و طاقت اور میلان رکھتا ہے مدد اور اعانت چاہنا۔" یعنی اللہ تعالیٰ کی تمام امور و معاملات میں اطاعت کی جائے اور اس کے ساتھ ساتھ ان کی انجام دہی میں اللہ تعالیٰ کی ہی جناب سے مدد اور اعانت کی دعا بھی کی جائے کیونکہ بغیر اس کی اعانت و امداد کے ان کا انجام دینا ناممکن ہے۔ بیشتر مفسرین نے جن میں حافظ ابن کثیر وغیرہ بھی شامل ہیں اس سے یہ مراد لیا ہے کہ عبادت میں جسطرح توحید الٰہی کا اقرار ہے اسی طرح استعانت میں اس کے شرک سے براءت کا اعلان بھی ہے۔ بعض دوسرے مفسرین کرام نے یہ بھی لکھا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا اور کسی سے استعانت جائز نہیں ہے کہ وہ شرک کو لازم ہے۔ بعض نے استعانت کو عبادت کے لئے لازم بتایا ہے کہ عبادت الٰہی پر اس سے اس کی اپنی اعانت چاہی گئی ہے۔ قرآنِ مجید کی کئی آیات سے ان مفاہیم و معانی کی توثیق و تصدیق ہوتی ہے۔ لفظ "نستعین" قرآن مجید میں صرف سورۂ فاتحہ میں آیا ہے۔ اللہ سے مدد مانگنے اور استعانت کرنے کا حکم تین اور آیاتِ کریمہ میں دیا گیا ہے:

وَ اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَ الصَّلٰوةِ ؕ وَاِنَّهَا لَكَبِيْرَةٌ اِلَّا عَلَى الْخٰشِعِيْنَ ۝ (البقرہ: ۴۵)

اور قوت پکڑو محنت سہارنے سے، اور نماز سے، اور البتہ وہ بھاری ہے، مگر انہیں پر جن کے دل پگھلے ہیں۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَعِيْنُوْا بِالصَّبْرِ وَالصَّلٰوةِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ مَعَ الصّٰبِرِيْنَ ۝ (البقرہ: ۱۵۳)

اے مسلمانو! قوت پکڑو ثابت رہنے اور نماز سے بیشک اللہ ساتھ ہے ثابت رہنے والوں کے۔

قَالَ مُوْسٰى لِقَوْمِهِ اسْتَعِيْنُوْا بِاللّٰهِ وَ اصْبِرُوْا ۚ اِنَّ الْاَرْضَ لِلّٰهِ ۙ يُوْرِثُهَا مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ؕ وَ الْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِيْنَ ۝ (الاعراف: ۱۲۸)

موسیٰ نے کہا اپنی قوم کو، مدد مانگو اللہ سے، اور ثابت رہو۔ زمین ہے اللہ کی، اس کا وارث کرے جس کو چاہے اپنے بندوں میں۔ اور آخر بھلا ہے ڈر والوں کا۔

پہلی دو آیاتِ کریمہ میں صبر و نماز کے ذریعہ استعانت کرنے کا حکم دیا گیا ہے اور تیسری میں بھی صبر کرنے کا حکم موجود ہے۔ اس میں اللہ سے استعانت کا واضح ذکر ہے۔ لہٰذا یہ ثابت ہوا کہ صرف اللہ تعالیٰ سے استعانت کرنی چاہئے اور اس کی اعانت سے مستفید ہونے کا بہترین طریقہ نماز اور صبر ہے۔

دو مزید آیاتِ مبارکہ میں یہ تصریح کر دی گئی کہ صرف اللہ تعالیٰ ہی استعانت کے لائق و قابل ہے:

. . . فَصَبْرٌ جَمِيْلٌ ؕ وَاللّٰهُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝ (یوسف ۱۸)

اب صبر ہی بن آوے، اور اللہ ہی سے مدد مانگتا ہوں، اس بات پر جو بتاتے ہو۔

قٰلَ رَبِّ احْكُمْ بِالْحَقِّ ؕ وَ رَبُّنَا الرَّحْمٰنُ الْمُسْتَعَانُ عَلٰى مَا تَصِفُوْنَ ۝ (الانبیاء: ۱۱۲)

رسول نے کہا، اے رب! فیصلہ کر انصاف کا۔ اور رب ہمارا رحمٰن ہے، اسی سے مدد مانگتے ہیں ان باتوں پر جو تم بناتے ہو۔

ان دونوں آیاتِ مبارکہ میں حضرت یعقوب علیہ السلام اور رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے حوالہ سے اللہ تعالیٰ کو "مستعان" کہا گیا ہے اور آخری آیت میں تو حسنِ اتفاق سے "رب" اور "رحمٰن" کے دو الفاظ مشترک بھی موجود ہیں۔ ان سے اور اللہ کے اسمائے جلال سے بھی یہ مستفاد ہوتا ہے کہ اس کے سوا اور کوئی معین و مددگار ہو ہی نہیں سکتا۔ عبادت میں بھی یہ مفہوم موجود ہے کیونکہ جس کی عبادت کی جاتی ہے اس سے استعانت بھی کی جاتی ہے۔

حافظ ابن کثیر نے بعض سلف سے نقل کیا ہے کہ قرآن مجید کا لب لباب اور خلاصہ سورۂ فاتحہ میں موجود ہے اور سورۂ فاتحہ کا لبِ لباب اس آیتِ کریمہ "ایاک نعبد وایاک نستعین" میں موجود ہے۔ وہ حدیث قدسی کے مطابق بندہ اور اس کے معبود کے درمیان آیتِ مشترکہ ہے کہ پروردگار اپنے فضل و کرم سے بندہ کو وہ عطا کرتا ہے جو وہ مانگتا ہے۔

اس نکتہ پر دراصل امام ابن تیمیہ اور حافظ ابن قیم نے بہت طویل اور عمدہ بحث اپنی اپنی تفاسیر (بالترتیب دقائق التفسیر اور التفسیر القیم) میں کی ہے حافظ موصوف فرماتے ہیں کہ "خلق وامر، کتاب و شریعت اور ثواب و عقاب کی انہی دونوں کلموں پر انتہا ہوئی ہے اور انہیں دونوں پر عبودیت اور توحید کا مدار ہے۔ حتّٰی کہ یہ بھی کہا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے ایک سو چار کتابیں نازل کیں اور ان کے تمام معانی تورات، انجیل، اور زبور میں جمع کر دئے اور ان تینوں کے معانی قرآن کریم میں جمع کر دئے، قرآن کریم کے تمام معانی مفصل (سورتوں) میں اور مفصل (سورتوں) کے معانی فاتحہ میں اور فاتحہ کے معانی "ایاک نعبد و ایاک نستعین" میں جمع کر دئے ہیں۔" (التفسیر القیم، مکہ مکرمہ ۱۹۴۹ء ص۶۵)۔

۵۔ پانچویں آیتِ کریمہ

(الف) ہدایت کا مفہوم

سورۂ فاتحہ کی پانچویں آیتِ کریمہ "اھدنا الصراط المستقیم" کا مفہوم یہ ہے کہ "ہم کو سیدھے راستے کی ہدایت عطا

فرما اور اس پر چلا"۔ عربی لغت کے اعتبار سے "اِھْدِنَا" کے معنی ہیں کہ ہدایت و توفیق کے ساتھ اور کمال مہر و محبت سے ہم کو دکھا اور چلا۔ اس میں صرف ارشاد کر دینے اور بتا دینے یا رہنمائی کر دینے کے معنی نہیں بلکہ اس کے ساتھ اس پر چلانے کے بھی ہیں۔ قرآن مجید میں "اِھْدِنَا" صرف دو آیاتِ کریمہ میں استعمال ہوا ہے۔ دوسری آیت سورہ ص نمبر ۲۲ ہے جس میں ارشادِ الٰہی ہے:

اِذْ دَخَلُوْا عَلٰی دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰی بَعْضُنَا عَلٰی بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰی سَوَآءِ الصِّرَاطِ ○ (سورۂ صٓ ۲۲)

جب پیٹھ (گھس) آئے داؤد پاس، تو ان سے گھبرایا، وہ بولے مت گھبرا، ہم دو جھگڑتے ہیں، زیادتی کی ہے ایک نے دوسرے پر، سو فیصلہ کر دے ہم میں انصاف کا۔ اور دور نہ ڈال بات کو۔ اور بتا دے ہم کو سیدھی راہ۔

اس آیت کا پس و پیش منظر یہ ہے کہ دو شخصوں میں ایک بات پر جھگڑا ہوا تو وہ اپنے وقت کے پیغمبر الٰہی اور بادشاہ حضرت داؤد علیہ السلام کے پاس فیصلہ کرانے آئے اور حق و انصاف کے ساتھ فیصلہ کرنے کی درخواست کی۔ اس میں سیدھی راہ بتانے کے معنی صرف یہ نہیں کہ ان کو فتویٰ دے دیا جاتا بلکہ ان کے تنازعہ کا تصفیہ کرنا بھی شامل تھا اور اسی کو سیدھی راہ بتانے سے تعبیر کیا گیا۔ یعنی صحیح فیصلہ کر کے اس کو نافذ بھی کیجئے۔ جسے استعارہ و کنایہ کی زبان میں کہا گیا کہ ہم کو سیدھی راہ بتا کر اس پر چلائے بھی۔ اسی معنی میں سورۂ صافات نمبر ۲۳ میں ہدایت کے معنی ہیں:

اُحْشُرُوا الَّذِيْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَهُمْ وَمَا كَانُوْا يَعْبُدُوْنَ ○ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاهْدُوْهُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِيْمِ ○ (۳۷ : ۲۲-۲۳)

جمع کرو گنہگاروں کو، اور ان کے جوڑوں کو، اور جو کچھ پوجتے تھے، اللہ کے سوا، پھر چلاؤ ان کو راہ پر دوزخ کی۔

آیتِ کریمہ کا موقع محل یہ ہے کہ قیامت کے دن جب فیصلۂ الٰہی ہو گا تو فرشتوں کو اللہ تعالیٰ حکم دے گا کہ ظالموں اور مشرکوں کو جہنم میں جھونک دو۔ اس کو دوزخ کی راہ پر چلانے سے تعبیر کیا گیا۔ محض ارشاد و رہنمائی کر دینے سے اس کا مفہوم نہیں نکلتا کیونکہ راستہ بتا دینے اور رہنمائی کر دینے سے یہ لازمی نہیں کہ سالک اس راہ پر چل بھی پڑے، وہ کسی دوسری راہ پر جا سکتا ہے، سرے سے چلنے سے رک سکتا ہے۔ لہٰذا یہ ضروری ہے کہ اسے اس راہ مطلوب پر چلا بھی دیا جائے تاکہ وہ اپنی منزل مقصود تک پہونچ ہی جائے۔ اس لئے اس دعائے بشری میں جو سورۂ فاتحہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے بندوں کو سکھائی یہ مفہوم لازمی طور سے موجود ہے کہ پروردگار! ہم کو اس سیدھی راہ کی رہنمائی کر کے اس پر چلا بھی دے۔

ہدایت کا یہی مفہوم قرآن مجید کی بہت سی آیات سے واضح ہوتا ہے۔ چند بطور مثال پیش ہیں:

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدَی اللّٰهُ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ ؕ قُلْ لَّآ اَسْئَلُكُمْ عَلَيْهِ اَجْرًا ؕ اِنْ هُوَ اِلَّا ذِكْرٰی لِلْعٰلَمِيْنَ ○ (الانعام ۹۰)

وہ لوگ تھے جن کو ہدایت دی اللہ نے، سو تو چل ان کی راہ، تو کہہ، میں نہیں مانگتا تم سے اس پر کچھ مزدوری، یہ محض نصیحت ہے جہان کے لوگوں کو۔

وَعَلَى اللّٰهِ قَصْدُ السَّبِيْلِ وَمِنْهَا جَآئِرٌ ؕ وَلَوْ شَآءَ لَهَدٰىكُمْ اَجْمَعِيْنَ ○ (النحل ۹)

اور اللہ پر پہنچتی ہے سیدھی راہ، اور کوئی راہ کج بھی ہے۔ اور وہ چاہے تو راہ دے تم سب کو۔

وَحَآجَّهٗ قَوْمُهٗ ؕ قَالَ اَتُحَآجُّوْنِّىْ فِى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنِ ؕ وَلَآ اَخَافُ مَا تُشْرِكُوْنَ بِهٖٓ اِلَّآ اَنْ يَّشَآءَ رَبِّىْ شَيْـًٔا ؕ وَسِعَ رَبِّىْ كُلَّ شَىْءٍ عِلْمًا ؕ اَفَلَا تَتَذَكَّرُوْنَ ○ (انعام ۸۰)

اور اس سے جھگڑی اس کی قوم، بولا تم مجھ سے جھگڑتے ہو اللہ پر؟ اور وہ مجھ کو سوجھا چکا۔ اور میں ڈرتا نہیں ان سے، جن کو شریک ٹھہراتے ہو اس کا۔ مگر کہ میرا رب کچھ چاہے۔ سمائی ہے میرے رب کے علم میں سب چیز کو، کیا تم دھیان نہیں کرتے۔

وَمَا لَنَآ اَلَّا نَتَوَكَّلَ عَلَى اللّٰهِ وَقَدْ هَدٰىنَا سُبُلَنَا ؕ وَلَنَصْبِرَنَّ عَلٰى مَآ اٰذَيْتُمُوْنَا ؕ وَعَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُتَوَكِّلُوْنَ ○ (ابرٰهیم ۱۲)

اور ہم کو کیا ہوا کہ بھروسا نہ کریں اللہ پر، اور وہ سوجھا چکا ہم کو ہماری راہیں اور ہم صبر کریں گے ایذا پر جو ہم کو دیتے ہو، اور اللہ پر بھروسا چاہئے بھروسے والوں کو۔

اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰهَ هَدٰىنِىْ لَكُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِيْنَ ○ (الزمر نمبر ۵۷)

یا کہنے لگے، اگر اللہ مجھ کو راہ دیتا، تو میں ہوتا ڈرنے والوں میں۔

الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ ○ (الزمر : ۱۸)

جو سنتے ہیں بات، پھر چلتے ہیں اس کے نیک پر۔ وہی ہیں جن کو راہ دی اللہ نے، اور وہی ہیں عقل والے۔

رَبَّنَا لَا تُزِغْ قُلُوْبَنَا بَعْدَ اِذْ هَدَيْتَنَا وَهَبْ لَنَا مِنْ لَّدُنْكَ رَحْمَةً ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ ○ (آل عمران : ۸)

اے رب، ہمارے دل نہ پھیر، جب ہم کو ہدایت دے چکا، اور دے ہم کو اپنے ہاں سے مہربانی، تو ہی ہے سب دینے والا۔

وَ وَهَبْنَا لَهٗٓ اِسْحٰقَ وَ يَعْقُوْبَ ؕ كُلًّا هَدَيْنَا ۚ وَ نُوْحًا هَدَيْنَا مِنْ قَبْلُ وَمِنْ ذُرِّيَّتِهٖ دَاوٗدَ وَ سُلَيْمٰنَ وَ اَيُّوْبَ وَ يُوْسُفَ وَ مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ؕ وَكَذٰلِكَ نَجْزِى الْمُحْسِنِيْنَ ○ (الانعام ۸٤)

اور اس کو بخشا ہم نے اسحاق و یعقوب، سب کو ہدایت دی، اور نوح کو ہدایت دی ان سب سے پہلے اور اس کی اولاد میں داؤد اور سلیمان کو، اور ایوب اور یوسف کو، اور موسیٰ اور ہارون کو، اور ہم یوں بدلا دیتے ہیں نیک کام والوں کو۔

اِنَّا هَدَيْنٰهُ السَّبِيْلَ اِمَّا شَاكِرًا وَّ اِمَّا كَفُوْرًا ○ (الانسان/ الدهر ۳)

ہم نے اس کو سوجھائی راہ، یا حق ماننا یا ناشکر (ہونا)۔

يٰٓاَبَتِ اِنِّيْ قَدْ جَآءَنِيْ مِنَ الْعِلْمِ مَا لَمْ يَاْتِكَ فَاتَّبِعْنِيْٓ اَهْدِكَ صِرَاطًا سَوِيًّا ۝ (مریم : ۴۳)

اے باپ میرے! مجھ کو آئی ہے خبر ایک چیز کی، جو تجھ کو نہیں آئی، سو میری راہ چل، سوجھا دوں تجھ کو سیدھی راہ۔

اِنَّكَ لَا تَهْدِيْ مَنْ اَحْبَبْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ يَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ ۚ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ (القصص : ۵۶)

تو راہ پر نہیں لاتا جس کو چاہے، پر اللہ راہ پر لائے جس کو چاہے۔ اور وہی خوب جانتا ہے جو راہ پر آویں گے۔

وَالَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا ۭ وَاِنَّ اللّٰهَ لَمَعَ الْمُحْسِنِيْنَ ۝ (العنکبوت : ۶۹)

اور جنہوں نے محنت کی ہمارے واسطے ہم سوجھا دیں گے ان کو اپنی راہیں اور بیشک اللہ ساتھ ہے نیکی والوں کے۔

ہدایت کے اس معنی و مفہوم کی آیاتِ کریمہ بیشمار ہیں جو رہنمائی کے ساتھ ساتھ راہ پر چلانے کا مفہوم بتاتی ہیں۔ مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ میں ہدایت اسی معنی میں آئی ہے۔ اصل ہدایت کو اللہ تعالیٰ کا قصد و ارادہ کر کے اسی کی خوشنودی حاصل کرنے کی کوشش کرنا ہے اور اس کی اصل رہنمائی اور اس سے حقیقی بہرہ مندی اس کے عظیم، رسولوں نے فراہم کی تھی۔ لہٰذا رسولوں کی پیروی کو ہدایت کہا گیا ہے نہ کہ صرف ان کے راستے کو جان لینے اور اس کی رہنمائی پا لینے کو کہا گیا۔ ہدایت الٰہی کا مطلب ہے کہ اس کے پانے والوں میں خوف و خشیتِ الٰہی ہو اور غیر اللہ کا کوئی ڈر نہ ہو۔ وہ اللہ ہی پر توکل کریں، اسی کا تقویٰ اختیار کریں اس راہ میں جو ایذا و تکلیف ملے اس پر صبر کریں۔ احکامِ الٰہی اور وحیِ ربانی میں سے جو کچھ ان کے گوش گزار ہو اس میں سے سب سے اچھے احسن یا عزیمت والے راستے کی پیروی کریں۔ تعمیل احکام و اتباع وحی کو ہی ہدایت قرار دیا گیا ہے۔ صبر شکر کرنے، احسان و عمل صالح کرنے اور شکر ادا کرنے کو ہدایت بتایا گیا ہے جبکہ ان کے برعکس جزع و فزع کرنے سے بُرے کاموں کا ارتکاب کرنے سے اور کفر و ناشکری کرنے سے روکا گیا ہے کہ وہ ہدایت یافتہ لوگوں کا کام ہے ہی نہیں۔ رسولوں کی سچی پیروی اور اللہ تعالیٰ کے احکام و فرامین کی خالص تعمیل کو ہدایت بتایا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ صرف اچھے کام کی طرف اشارہ وارشاد کرنا ہدایت نہیں ہے بلکہ تبلیغ ہے اور ہدایت کرنا اس راہ پر حقیقت میں چلانا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم جیسے سید المرسلین اور عظیم ترین پیغمبر کو بھی کہہ دیا گیا کہ ہدایت دینا آپ کا کام نہیں۔ آپ کا کام اور فریضہ تو بس لوگوں کو تبلیغ کرنا اور اللہ کا پیغام پوہنچانا ہے۔ اس کی ہدایت دینا اور ان پر چلانا تو اللہ کا کام ہے اور اسی ہدایت کی دعا بندوں کو سورۂ فاتحہ میں سکھائی گئی ہے۔

(ب) صراطِ مستقیم کی مراد و ماہیت

(الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ) کے معنی عربی لغت کے لحاظ سے ایسی راہ کے ہیں جو سیدھی ہو اور جس میں کوئی کجی نہ ہو۔ قرآنِ مجید میں یہ ترکیب متعدد آیات میں مختلف مواقع پر مختلف مناسبت سے آئی ہے۔ ایک تجزیہ کے مطابق وہ معرفہ یا نکرہ پچیس آیاتِ کریمہ میں آئی ہے اور بعض دوسرے انداز سے بھی اس کو مختلف مقامات پر لایا گیا ہے۔ ان میں

صِراطُ الْمُسْتَقِیْمَ،، صِراطاً مُسْتَقِیْماً صِراطُ عَلَیَّ مُسْتَقِیْمٌ صِراطُ رَبِّكَ مُسْتَقِیْماً صِراطِیْ مُسْتَقِیْماً

ہیں۔ پہلے ان آیاتِ کریمہ کا مطالعہ جن میں سورۂ فاتحہ کی مانند معرفہ "الصراط المستقیم" لائی گئی ہے: دل چسپ بات یہ ہے کہ وہ صرف ایک اور آیت میں ہے جو حسب ذیل ہے۔

وَ هَدَیْنٰهُمَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ ۝ (الصّٰفّٰت ۱۱۸)

اور سوجھائی (ہم نے) ان (دونوں) کو سیدھی راہ۔

زیادہ تر، نکرہ "صراط مستقیم" آئی ہے اور وہ تمام آیات بالترتیب حسب ذیل ہیں:

سَیَقُوْلُ السُّفَهَآءُ مِنَ النَّاسِ مَا وَلّٰهُمْ عَنْ قِبْلَتِهِمُ الَّتِیْ كَانُوْا عَلَیْهَا ؕ قُلْ لِّلّٰهِ الْمَشْرِقُ وَ الْمَغْرِبُ ؕ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (البقرہ ۱۴۲)

اب کہیں گے بے وقوف لوگ، کاہے پر پھر گئے مسلمان اپنے قبلے سے، جس پر تھے۔ تو کہہ، اللہ کی ہے مشرق اور مغرب۔ چلاوے جس کو چاہے سیدھی راہ۔

... فَهَدَی اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لِمَا اخْتَلَفُوْا فِیْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِهٖ ؕ وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (البقرہ: ۲۱۳)

... پھر اب راہ دی اللہ نے ایمان والوں کو اس سچی بات کی جس میں وہ جھگڑ رہے تھے اپنے حکم سے۔ اور اللہ چلاوے جس کو چاہے سیدھی راہ۔

اِنَّ اللّٰهَ رَبِّیْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝ (آل عمران: ۵۱)

بے شک اللہ ہے، رب میرا، اور رب تمہارا، سو اس کو بندگی کرو۔ یہ سیدھی راہ ہے۔

وَكَیْفَ تَكْفُرُوْنَ وَاَنْتُمْ تُتْلٰی عَلَیْكُمْ اٰیٰتُ اللّٰهِ وَ فِیْكُمْ رَسُوْلُهٗ ؕ وَ مَنْ یَّعْتَصِمْ بِاللّٰهِ فَقَدْ هُدِیَ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (آل عمران: ۱۰۱)

اور تم کس طرح منکر ہو؟ اور تم پر پڑھی جاتی ہیں، آیتیں اللہ کی، اور تم میں اس کا رسول ہے۔ اور جو کوئی مضبوط پکڑے اللہ کو، وہ پہنچا سیدھی راہ پر۔

یَّهْدِیْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَیُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَیَهْدِیْهِمْ اِلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (المائدہ: ۱۶)

جس سے اللہ راہ پر لاتا ہے، جو کوئی تابع ہوا اس کی رضا کا، بچاؤ کی راہ پر، اور ان کو نکالتا ہے اندھیروں سے روشنی میں، اپنے حکم سے، اور ان کو چلاتا ہے سیدھی راہ۔

وَالَّذِیْنَ كَذَّبُوْا بِاٰیٰتِنَا صُمٌّ وَّبُكْمٌ فِی الظُّلُمٰتِ ؕ مَنْ یَّشَاِ اللّٰهُ یُضْلِلْهُ ؕ وَمَنْ یَّشَاْ یَجْعَلْهُ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (الانعام: ۳۹)

اور وہ جو جھٹلاتے ہیں ہماری آیتیں، بہرے اور گونگے ہیں اندھیروں میں۔ جس کو چاہے، اللہ گمراہ کرے، اور جس کو چاہے ڈال دے سیدھی راہ پر۔

وَمِنْ اٰبَآءِهِمْ وَ ذُرِّيّٰتِهِمْ وَ اِخْوَانِهِمْ ۚ وَاجْتَبَيْنٰهُمْ وَهَدَيْنٰهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (الانعام : ۸۷)

اور بعضوں کو ان کے باپ دادوں میں، اور اولاد میں اور بھائیوں میں، اور ان کو ہم نے پسند کیا، اور راہ سیدھی چلایا۔

قُلْ اِنَّنِيْ هَدٰىنِيْ رَبِّيْٓ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۚ دِيْنًا قِيَمًا مِّلَّةَ اِبْرٰهِيْمَ حَنِيْفًا ۚ وَمَا كَانَ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ (الانعام ۱۶۱)

تو کہہ، مجھ کو تو سوجھائی میرے رب نے، راہ سیدھی، دین صحیح، ملت ابراہیم کی، جو ایک طرف کا تھا، اور نہ تھا شریک والوں میں۔

قَالَ فَبِمَآ اَغْوَيْتَنِيْ لَاَقْعُدَنَّ لَهُمْ صِرَاطَكَ الْمُسْتَقِيْمَ ۝ (الاعراف ۱۶)

بولا، تو جیسا تو نے مجھے بدراہ کیا ہے، میں بیٹھوں گا ان کی تاک میں تیری سیدھی راہ پر۔۔۔

وَاللّٰهُ يَدْعُوْٓا اِلٰى دَارِ السَّلٰمِ ۖ وَيَهْدِيْ مَنْ يَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (یونس ۲۵)

اور اللہ بلاتا ہے سلامتی کے گھر کو۔ اور دکھاتا ہے جس کو چاہے راہ سیدھی۔

اِنِّيْ تَوَكَّلْتُ عَلَى اللّٰهِ رَبِّيْ وَرَبِّكُمْ ۖ مَا مِنْ دَآبَّةٍ اِلَّا هُوَ اٰخِذٌ ۢ بِنَاصِيَتِهَا ۖ اِنَّ رَبِّيْ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (ھود ۵۶)

میں نے بھروسا کیا اللہ پر، جو رب ہے میرا اور تمہارا، کوئی نہیں پاؤں دھرنے والا، مگر اس کے ہاتھ میں ہے چوٹی اس کی۔ بیشک میرا رب ہے سیدھی راہ پر۔

وَضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلَيْنِ اَحَدُهُمَآ اَبْكَمُ لَا يَقْدِرُ عَلٰى شَيْءٍ وَّهُوَ كَلٌّ عَلٰى مَوْلٰىهُ ۙ اَيْنَمَا يُوَجِّهْهُّ لَا يَاْتِ بِخَيْرٍ ۖ هَلْ يَسْتَوِيْ هُوَ ۙ وَمَنْ يَّاْمُرُ بِالْعَدْلِ ۙ وَهُوَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (النحل : ۷۶)

اور بتائی اللہ نے ایک مثال، دو مرد ہیں، ایک گونگا کچھ کام نہیں کر سکتا، اور وہ بوجھ ہے اپنے صاحب پر، جس طرف اس کو بھیجے، کچھ بھلا نہ کر لاوے۔ کہیں برابر ہے وہ، اور ایک شخص، جو حکم کرتا ہے انصاف پر اور ہے سیدھی راہ پر۔

اِنَّ اِبْرٰهِيْمَ كَانَ اُمَّةً قَانِتًا لِّلّٰهِ حَنِيْفًا ۖ وَلَمْ يَكُ مِنَ الْمُشْرِكِيْنَ ۝ شَاكِرًا لِّاَنْعُمِهِ ۖ اِجْتَبٰىهُ وَهَدٰىهُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (النحل ۱۲۰-۱۲۱)

اصل (میں) ابراہیم تھا راہ ڈالنے والا، حکم بردار اللہ کا، ایک طرف کا ہو کر، اور نہ تھا شریک والوں میں، حق ماننے والا اس کے احسانوں کا، اس کو اللہ نے چن لیا، اور چلایا سیدھی راہ پر۔

وَاِنَّ اللّٰهَ رَبِّيْ وَرَبُّكُمْ فَاعْبُدُوْهُ ۭ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِيْمٌ ۝ (مریم : ۳۶)

اور کہا، بے شک اللہ ہے رب میرا اور رب تمہارا، سو اسی کی بندگی کرو۔ یہ ہے راہ سیدھی۔

فَاِنَّ اللّٰهَ هُوَ رَبِّیْ وَ رَبُّكُمْ . . . (الزخرف ٦٤)

بیشک اللہ جو ہے وہی ہے۔ رب میرا اور رب تمہارا۔۔۔

وَّلِیَعْلَمَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ اَنَّهُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكَ فَیُؤْمِنُوْا بِهٖ فَتُخْبِتَ لَهٗ قُلُوْبُهُمْ ؕ وَاِنَّ اللّٰهَ لَهَادِ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (الحج ٥٤)

اور اس واسطے کہ معلوم کریں جن کو سمجھ ملی ہے، کہ یہ تحقیق ہے تیرے رب کی طرف سے، پھر اس پر یقین لاویں، اور دبیں اس کے آگے ان کے دل، اور اللہ سوجھانے والا ہے یقین لانے والوں کو، سب راہ سیدھی۔

وَ اِنَّكَ لَتَدْعُوْهُمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (المومنون : ٧٣)

اور تو تو بلاتا ہے ان کو سیدھی راہ پر۔

لَقَدْ اَنْزَلْنَاۤ اٰیٰتٍ مُّبَیِّنٰتٍ ؕ وَاللّٰهُ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (النور : ٤٦)

ہم نے اتار دیں آیتیں کھول (کر) بتانے والی، اور اللہ لاوے جس کو چاہے سیدھی راہ پر۔

یٰسٓ ۝ وَالْقُرْاٰنِ الْحَكِیْمِ ۝ اِنَّكَ لَمِنَ الْمُرْسَلِیْنَ ۝ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (یٰسٓ ١-٤)

۔۔۔ قسم ہے اس پکے قرآن کی، تو تحقیق ہے بھیجے ہوؤں (رسولوں) میں سے، اوپر سیدھی راہ کے۔

وَّ اَنِ اعْبُدُوْنِیْ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝ (یٰسٓ : ٦١)

اور یہ کہ پوجو مجھ کو، یہ راہ ہے سیدھی۔

وكَذٰلِكَ اَوْحَیْنَاۤ اِلَیْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِیْ مَا الْكِتٰبُ وَلَا الْاِیْمَانُ وَلٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِیْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِیْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (الشورٰی : ٥٢)

اور اسی طرح بھیجا ہم نے تیری طرف ایک فرشتہ اپنے حکم سے، تو نہ جانتا تھا کہ کیا ہے کتاب، اور نہ ایمان، پر ہم نے رکھی ہے یہ روشنی، اس سے راہ دیتے ہیں جس کو چاہیں اپنے بندوں میں۔ اور تو البتہ سوجھاتا ہے سیدھی راہ۔

فَاسْتَمْسِكْ بِالَّذِیْۤ اُوْحِیَ اِلَیْكَ ؕ اِنَّكَ عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (الزخرف : ٤٣)

سو تو مضبوط رہ، اسی پر جو تجھ کو حکم آیا، تو ہے بیشک سیدھی راہ پر۔

وَاِنَّهٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَةِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِهَا وَاتَّبِعُوْنِ ؕ هٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ ۝ (الزخرف : ٦١)

اور وہ نشان ہے اس گھڑی کا، سو اس میں دھوکا نہ کرو، اور میرا کہا مانو۔ یہ ایک سیدھی راہ ہے۔

قَالُوْا یٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْۤ اِلَى الْحَقِّ وَاِلٰى طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ ۝ (الاحقاف : ٣٠)

بولے، اے قوم ہماری! ہم نے سنی ایک کتاب، جو اتری ہے موسیٰ کے بعد، سچا کرتی سب اگلوں کو، سوجھاتی سچا دین، اور ایک راہ سیدھی۔

اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۝ (الملك : ۲۲)

بھلا ایک جو چلے اوندھا اپنے منہ پر، وہ سیدھی راہ پاوے؟ یا وہ جو چلے سیدھا ایک سیدھی راہ پر؟

ان کے علاوہ بعض اور آیاتِ کریمہ اسی مضمون کی دوسرے انداز و اسلوب سے لائی گئی ہیں اور وہ یہ ہیں:

قَالَ هٰذَا صِرَاطٌ عَلَيَّ مُسْتَقِيْمٌ ۝ (الحجر : ۴۱)

فرمایا، یہ راہ ہے مجھ تک سیدھی۔

... وَلَوْ اَنَّهُمْ فَعَلُوْا مَا يُوْعَظُوْنَ بِهٖ لَكَانَ خَيْرًا لَّهُمْ وَاَشَدَّ تَثْبِيْتًا ۝ وَّاِذًا لَّاٰتَيْنٰهُمْ مِّنْ لَّدُنَّآ اَجْرًا عَظِيْمًا ۝ وَّلَهَدَيْنٰهُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ (النسآء : ۶۶-۶۸)

اور اگر یہی کریں جو ان کو نصیحت ہوتی ہے، تو ان کے حق میں بہتر ہو، اور زیادہ ثابت ہوں دین میں۔ اور اسی میں ہم دیں ان کو اپنے پاس سے بڑا ثواب، اور چلادیں ان کو سیدھی راہ۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَاعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَفَضْلٍ ۙ وَّيَهْدِيْهِمْ اِلَيْهِ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ (النسآء : ۱۷۵)

سو جو یقین لائے اللہ پر، اور اس کو مضبوط پکڑا، تو ان کو داخل کرے گا اپنی مہر میں، اور فضل میں، اور پہونچادے گا اپنی طرف سیدھی راہ

... وَهٰذَا صِرَاطُ رَبِّكَ مُسْتَقِيْمًا ۭ قَدْ فَصَّلْنَا الْاٰيٰتِ لِقَوْمٍ يَّذَّكَّرُوْنَ ۝ (الانعام : ۱۲۷)

اور یہ ہے راہ تیرے رب کی سیدھی، ہم نے کھول دئے نشان، دھیان کرنے والوں کو۔

وَاَنَّ هٰذَا صِرَاطِيْ مُسْتَقِيْمًا فَاتَّبِعُوْهُ ۚ وَلَا تَتَّبِعُوا السُّبُلَ فَتَفَرَّقَ بِكُمْ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۭ ذٰلِكُمْ وَصّٰىكُمْ بِهٖ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ ۝ (الانعام : ۱۵۳)

اور کہا، یہ راہ ہے میری سیدھی، سو اس پر چلو، اور مت چلو کئی راہیں پھر تم کو پھٹادیں گے اس کی راہ سے۔ یہ کہہ دیا ہے تم کو۔ شاید تم بچتے رہو۔

اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا ۝ لِّيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ وَيُتِمَّ نِعْمَتَهٗ عَلَيْكَ وَيَهْدِيَكَ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ (الفتح : ۱-۲)

ہم نے فیصلہ کر دیا تیرے واسطے صریح فیصلہ۔ تامعاف کرے تجھ کو اللہ جو آگے ہوئے تیرے گناہ، اور جو پیچھے رہے۔ اور پورا کرے تجھ پر اپنا احسان، اور چلادے تجھ کو سیدھی راہ۔

وَعَدَكُمُ اللّٰهُ مَغَانِمَ كَثِيْرَةً تَاْخُذُوْنَهَا فَعَجَّلَ لَكُمْ هٰذِهٖ وَكَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ ۚ وَلِتَكُوْنَ اٰيَةً لِّلْمُؤْمِنِيْنَ وَيَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا ۝ (الفتح : ۲۰)

وعدہ دیا ہے تم کو اللہ نے بہت غنیمتوں کا، تم ان کو لوگے، سو شتاب ملادی تم کو یہ، اور روکے لوگوں کا ہاتھ تم سے، اور

تاایک نمونہ ہو قدرت کا مسلمانوں کے واسطے، اور چلادے تم کو سیدھی راہ۔

صراطِ مستقیم پر مبنی تمام آیاتِ کریمہ کا اگر بغائر مطالعہ اور بخوبی تجزیہ کیا جائے تو واضح ہو گا کہ اللہ تعالیٰ نے اس سے کیا مراد لی ہے؟ موٹے طور پر ان آیات کو ہم دو اہم خانوں میں تقسیم کر سکتے ہیں: اول وہ جن میں مطلق ایمان و عمل کو صراطِ مستقیم قرار دیا گیا ہے اور دوم وہ جن میں بعض اہم اصولی اور بنیادی حقائق و تعلیمات کو صراطِ مستقیم بتایا گیا ہے۔ پھر ان میں بھی ان کی اپنی ذیلی تقسیمیں ہیں۔ مطلق کی مثالوں میں پہلے دوسری آیتِ کریمہ آتی ہے جس کے مطابق اہلِ ایمان کا اختلاف کے بعد حق پالینا صراطِ مستقیم بتایا گیا ہے۔ اسی طرح اللہ کا اعتصام (مضبوطی سے پکڑ لینا)، اس کی رضا کی اتباع کرنا، اللہ کا سلامتی کے گھر (جنت) کی طرف دعوت دینا، رب کریم کی طرف سے حق کے نزول پر ایمان لانا اور اس سے اپنے دل گداز کرنا، وحی الٰہی کو مضبوطی سے تھامنا (اس سے تمسک کرنا اور اس پر عمل کرنا)، نصیحتِ الٰہی پر عمل کرنا صراطِ مستقیم پر چلنا ہے جیسا کہ مذکورہ بالا آیاتِ کریمہ میں سے دوسری، چوتھی، پانچویں، دسویں، پندرہویں، سترہویں، اکیسویں، چھبیسویں اور ستائیسویں میں بیان کیا گیا ہے۔ ان میں تیسری اور چودھویں آیات کی دونوں قراءتیں اور انیسویں آیات بہت اہم ہیں جن میں یہ حقیقت واضح کی گئی ہے کہ اللہ ہی رب ہے سب کا اور اسی کی عبادت کرنی صراط مستقیم پر چلنا ہے۔ ظاہر ہے کہ اس عبادت میں اطاعت اور رسمی یا دستوری عبادت دونوں شامل ہیں۔ اس کی مزید توضیح ان آیاتِ کریمہ سے ہوتی ہے جن میں رسولوں نے اپنی اتباع کی دعوت دی ہے جیسا کہ بائیسویں اور اتیسویں آیات سے معلوم ہوتا ہے۔ پھر اللہ تعالیٰ کی اپنی ناقابلِ تردید شہادت ہے کہ یہ تمام رسولانِ الٰہی اور پیغمبرانِ ربانی صراطِ مستقیم پر گامزن، ہدایت صحیح سے فیضیاب اور انہیں کے داعی تھے، جیسا کہ ساتویں آیت میں ہے۔ اس کا مزید پس و پیش منظر یہ ہے کہ اس میں متعدد انبیاء کرام کا ذکر خیر آیا ہے جن کا حوالہ اوپر آچکا ہے اور نہ صرف ان کو بلکہ ان کے بعض آباء و اجداد اور ان کے بھائیوں اور اولادوں کو بھی صراطِ مستقیم کا راہرو بتایا گیا ہے۔ پھر خاص طور سے ہمارے حضورِ پُر نُور صلی اللہ علیہ وسلم کو صراطِ مستقیم کا راہی اور ہدایت ربانی سے بہرہ مند بتایا گیا ہے۔ ایسا آٹھویں اور اٹھارویں آیات میں مذکور ہے۔ صرف یہی نہیں بلکہ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے بارے میں مزید صراحت کی گئی ہے کہ آپ صراطِ مستقیم کی دعوت دیا کرتے تھے اس سے کتاب و سنت دونوں کا طریقہ ہی صراط مستقیم ٹھہرتا ہے۔ کہ کتاب پر جو عمل آپ نے کیا اور دوسروں کو کر کے دکھایا وہی سنت ہے۔ جیسا کہ آیات نمبر ۱۶ اور نمبر ۲۰ میں ہے۔ جن آیات میں رسولوں کی اتباع کا حوالہ ہے وہ بھی بالواسطہ آپ کی سنت کی اتباع بیان کرتی ہیں۔ بعض آیات میں سے حضرت ابراہیم علیہ السلام کے طریقۂ کار کو اور ان کے دین کو "دین قیم" (صحیح دین) اور "صراطِ مستقیم" کہا گیا ہے اور اسی پر آپ کے چلنے اور اسی کی طرف آپ کے دعوت دینے کی وضاحت بھی کی گئی ہے جیسا کہ آیات نمبر ۸ اور نمبر ۱۳ میں ہے۔ پھر صرف ایک راہ کو جو راہ الٰہی ہے صراطِ مستقیم کہا گیا ہے اور بقیہ راہوں کو تفرقہ میں ڈالنے والی۔ ظاہر ہے کہ وہ شیطانی راہیں ہیں اور خود شیطان کو اعتراف ہے کہ صرف اللہ کی راہ ہی صراطِ مستقیم ہے (آیاتِ کریمہ نمبر ۹، نمبر ۲۹

میں اس کی وضاحت موجود ہے) کئی آیات میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ اللہ تعالیٰ ایمان و عمل والوں کو ہی صراطِ مستقیم کی ہدایت دیتا ہے اور وہی سچا اور اصلی ہدایت بخش ہے (ملاحظہ ہوں آیات نمبر ۲، نمبر ۴، نمبر ۵، نمبر ۶، نمبر ۱۰، نمبر ۱۳، نمبر ۱۵، نمبر ۱۷، نمبر ۳۶، نمبر ۲۷ وغیرہ متعدد آیات کریمہ)۔

بعض مخصوص واقعات و حقائق اور احکام و تعلیمات کو "صراطِ مستقیم" سے تعبیر کیا گیا ہے ان میں کعبۃ اللہ کو قبلہ بنانا، اللہ پر توکل کرنا، اس کی عبادت کرنا، عدل کرنا، حضرت عیسیٰ کے نزولِ ثانی کو علامتِ قیامت ماننا، فتحِ مکہ اور صلح حدیبیہ کے واقعات کی روشنی میں صحیح اقدامات کرنا اور مغانم کے حصول کے بعد اور لوگوں کی دست درازی کے رکنے کے نتیجہ میں صحیح حکمتِ عملی اختیار کرنا شامل ہیں۔ پھر کئی آیات میں اللہ تعالیٰ کے صراطِ مستقیم پر ہونے کا ذکر ہے (ملاحظہ ہوں آیات نمبر ۱، نمبر ۱۱، نمبر ۱۲، نمبر ۱۴، نمبر ۲۲، نمبر ۳۰، نمبر ۳۱ نیز آخری نکتہ کے لئے نمبر ۹، نمبر ۱۱، نمبر ۲۵، نمبر ۲۸ وغیرہ) ظاہر ہے کہ یہ بظاہر فروعی مسائل و احکام بھی اطاعتِ ربانی مطلقہ کی جزئیات ہیں اور ان سے مراد اصل میں اللہ تعالیٰ کے بتائے ہوئے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے دکھائے ہوئے راستہ کی پیروی کرنا ہے۔ دوسرے الفاظ میں کتابِ الٰہی اور سنتِ رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی خالص و حقیقی اتباع ہی صراط مستقیم پر گامزن ہونے کی ضمانت فراہم کر سکتی ہے اور بقیہ تمام راستوں کی پیروی گمراہی کی طرف ہی لے جاتی ہے۔

اسی صراطِ مستقیم کو اللہ تعالیٰ نے بعض اور تعبیرات کے ذریعہ قرآنِ مجید کی کئی آیات میں واضح کیا ہے۔ ان میں "الصِرَاطُ السَوِيِّ اور سَوَآءِ الصِّرَاطِ" اسی معنی و مفہوم میں ہیں جبکہ "صِرَاطِ الْحَمِيْدِ، صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ" اور "صِرَاطِ اللّٰهِ" کہہ کر ان کی بالکل وضاحت کر دی ہے۔ یہ آیاتِ کریمہ بالترتیب یوں ہیں:

قُلْ كُلٌّ مُّتَرَبِّصٌ فَتَرَبَّصُوْا ۚ فَسَتَعْلَمُوْنَ مَنْ اَصْحٰبُ الصِّرَاطِ السَّوِيِّ وَمَنِ اهْتَدٰى ۝ (طٰهٰ : ۱۳۵)

تو کہہ، ہر کوئی راہ دیکھتا ہے، سو تم راہ دیکھو۔ آگے جان لوگے، کون ہیں سیدھی راہ والے، اور کون سوجھے ہیں راہ۔

. . . وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ۝ (صٓ : ۲۲)

۔۔۔ اور بتا دے ہم کو سیدھی راہ۔

وَهُدُوْٓا اِلَى الطَّيِّبِ مِنَ الْقَوْلِ ۚ وَهُدُوْٓا اِلٰى صِرَاطِ الْحَمِيْدِ ۝ (الحج : ۲۴)

اور راہ پائی انہوں نے ستھری بات کی اور راہ پائی اس خوبیوں سراہے کی راہ۔

الٓرٰ ۚ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ لِتُخْرِجَ النَّاسَ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ۙ بِاِذْنِ رَبِّهِمْ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ الْحَمِيْدِ ۝ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ؕ . . . (ابرٰهیم : ۱)

ایک کتاب ہے کہ ہم نے اتاری تیری طرف، کہ تو نکالے لوگوں کو اندھیروں سے اجالے کو، ان کے رب کے حکم سے، راہ پر اس زبردست سراہے اللہ کی، جس کا ہے سب، جو کچھ آسمانوں و زمین میں۔۔۔

وَيَرَى الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ هُوَ الْحَقَّ ۙ وَيَهْدِيْٓ اِلٰى صِرَاطِ الْعَزِيْزِ

الْحَمِيْدِ ○ (سباء ٦)
اور دیکھ لیں جن کو ملی ہے سمجھ، کہ جو تجھ پر اترا تیرے رب سے، وہی ٹھیک ہے۔ اور سوجھاتا ہے راہ اس زبردست خوبیوں والے کی۔
صِرَاطِ اللّٰهِ الَّذِيْ لَهٗ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۭ اَلَآ اِلَى اللّٰهِ تَصِيْرُ الْاُمُوْرُ ○ (الشوریٰ : ۵۳)
راہ اللہ کی، جس کا ہے جو کچھ ہے آسمانوں میں اور زمین میں۔ سنتا ہے اللہ ہی تک پہونچ ہے کاموں کی۔

ان میں سے پہلی آیتِ کریمہ میں عذاب الٰہی سے ہلاک ہونے والے منکروں اور کافروں کو مخاطب کر کے بتایا گیا ہے کہ دراصل رسول کی اتباع کرنے والے اور آیاتِ الٰہی پر عمل کرنے والے ہی سیدھی راہ کے راہبر و اور ہدایتِ الٰہی سے سرفراز لوگ ہیں۔ دوسری آیت میں فریقین کے اس مقدمہ کا حوالہ ہے جو انہوں نے حضرت داؤد علیہ السلام کی خدمت میں پیش کیا تھا اور ان سے انصاف کرنے کی درخواست کی تھی۔ یہاں سَوَاءِ الصِّرَاطِ (سیدھی راہ) سے انصاف و عدل مراد لیا گیا ہے اور صراطِ مستقیم پر چلنے کے لئے وہ ناگزیر ہے۔ تیسری آیت میں وضاحت کر دی گئی کہ جن لوگوں کو ایمان و عملِ صالح کی ہدایت ملتی ہے وہ دراصل سیدھے راستہ کی ہدایت ہوتی ہے جو اس طاقتور و محمود ذاتِ والاصفات کی راہ ہے جو اللہ ہے۔ اس کی سب سے خوبصورت وضاحت چوتھی آیت میں کی گئی ہے جہاں عزیز حمید سے مراد اللہ کو لیا گیا ہے جیسا کہ دوسری آیت میں آیا ہے۔ یہی بات پانچویں آیت میں کہی گئی ہے۔ چھٹی آیت دراصل ان تمام آیاتِ کریمہ میں واضح ترین ہے۔ سورۂ شوریٰ نمبر ۵۲ میں جیسا کہ اوپر گزر چکا ہے۔ صراطِ مستقیم کی طرف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ہدایت دینے کی حقیقت بیان کی گئی ہے اور پھر سورۂ شوریٰ نمبر ۵۳ میں اس کی یہ عظیم ترین صراحت کر دی گئی کہ وہ اس اللہ کی راہ ہے جو آسمانوں اور زمین کا مالک ہے اور جو تمام امور و معاملات کا منبع و مرجع ہے۔ ظاہر ہے کہ اس توضیح و تشریح کے بعد مزید کسی تشریح کی حاجت نہیں رہتی۔ مفسرینِ کرام نے بالعموم جو تشریح و تفسیر کی ہے وہ اس صراطِ مستقیم کے کسی ایک پہلو کی ہے۔ زیادہ مفسرین کا بیان یہ ہے کہ وہ طریق واضح ہے جس میں کوئی کجی نہیں۔ پھر بقولِ حافظ ابن کثیر صراط کی تفسیریں سلف و خلف کے مفسرین کی تعبیرات مختلف ہوگئی ہیں، اگرچہ انکا حاصل شے واحد ہے یعنی اللہ و رسول کی متابعت بلاشبہہ جامع ترین تعریف ہے جس میں تمام اقوال و آثارِ صحابہ و تابعین اور احادیثِ نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہو جاتی ہیں۔

۶۔ چھٹی آیتِ کریمہ

(الف) انعام یافتہ سے مراد

اللہ تعالیٰ نے صراطِ مستقیم کی مزید وضاحت سورۂ فاتحہ میں "صراط الذین انعمت علیہم" فرما کر کر دی۔ اس کو علمائے لغت اور مفسرین کرام نے "صراط مستقیم" کا بدل قرار دیا ہے۔ یعنی ان لوگوں کی راہ دکھا اور چلا جن پر تو نے

انعام کیا۔ مفسرینِ کرام نے قرآنی آیات، تفسیری روایات، احادیثِ نبوی اور آثارِ صحابہ و اقوالِ علماء کی روشنی میں "الٰہی انعام یافتہ لوگوں" سے مراد لینے کے ضمن میں طرح طرح کے اقوال و آرا نقل کی ہیں۔ بیشتر مفسرینِ عظام نے قرآن مجید کی صرف ایک آیت سورۂ نساء نمبر ۶۹ کو نقل کیا ہے جو بڑی وضاحت سے اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ طبقات کا ذکر کرتی ہے:

وَمَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَالرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَالصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَآءِ وَالصّٰلِحِيْنَ ۚ وَحَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا ۝ (النسآء : ٦٩)

اور جو لوگ حکم میں چلتے ہیں اللہ کے اور رسول کے، سو ان کے ساتھ ہیں جن کو اللہ نے نوازا، نبی اور صدیق، اور شہید اور نیک بخت اور خوب ہے ان کی رفاقت۔

بلاشبہہ یہ آیتِ کریمہ بڑی جامع ہے اور تمام انعامِ الٰہی سے بہرہ مند طبقات کو شامل کر لیتی ہے۔ اسی بنا پر تقریباً تمام مفسرینِ کرام نے سورۂ فاتحہ کی مذکورہ بالا آیت نمبر ۶ کی تفسیر و توضیح اس آیتِ کریمہ سے کی ہے اور خوب کی ہے۔ حافظ ابن کثیر نے سورۂ نساء نمبر ۶۹ کا حوالہ دے کر مختلف اقوالِ صحابہ و تابعین نقل کئے ہیں۔ اسی طرح شاہ عبد القادر دہلوی اور شیخ الہند اور مولانا عثمانی نے ان چاروں طبقات کی تعریف کر کے ان کے ساتھ ان لوگوں کی شمولیت بھی ثابت کی ہے جو اطاعتِ الٰہی اور اتباعِ رسول کرتے ہیں اگرچہ وہ اللہ تعالیٰ کے انعام یافتہ چاروں طبقات۔ انبیاء، صدیقین، صالحین، اور شہداء سے تعلق نہیں رکھتے۔ مولانا دریابادی لکھتے ہیں کہ "تعلیمات و ہدایات تو ساری کی ساری قرآن مجید کے لفظ و عبارت میں آگئیں لیکن مشیتِ الٰہی نے مزید شفقت و کرم سے ان تعلیمات و ہدایات کے عملی نمونے بھی انسانی روح و قالب و بشری صورت و سیرت میں بہ کثرت بھیج دئے کہ اس صراط مستقیم پر چلنا اور زیادہ آسان ہو جائے۔ یہ انعام پائے ہوئے لوگ انبیاء و مرسلین ہیں۔ ان کی زندگی کے واقعات و حالات قرآن مجید میں بکثرت نقل ہوئے ہیں، اور ان میں بھی علی الخصوص اس پاکیزہ جماعت کے پاکیزہ ترین سردار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے۔ آپ کی سیرت مبارکہ کا ایک ایک جزئیہ تک محفوظ ہے۔ پھر اس کے بعد آپ کے جو صحیح نائب و جانشین آپ کے معاً بعد ہوئے ہیں، اور پھر ہر دور میں ہوتے آئے ہیں۔ یعنی اولیائے امت یا صدیقین، یا پھر شہیدانِ راہ حق اور عام صالحین، کہ یہ بھی اپنے اپنے درجہ میں نمونہ کا کام اپنے بعد آنے والوں کے لئے دے سکتے ہیں۔" مولانا دریابادی نے پھر سورۂ نساء نمبر ۶۹ نقل کر کے امامِ طبری اور امام تھانوی کے اقوال نقل کئے ہیں۔ اول الذکر نے یہ نکتہ نکالا ہے کہ انعامِ الٰہی سے فیضیابی محض فضلِ الٰہی ہے۔" مرشد تھانوی ۔۔۔۔۔ نے فرمایا کہ "الذین انعمت علیہم" سے اشارہ اس طرف ہو گیا کہ صراطِ مستقیم میسر نہیں ہوتا بغیر اس کے کہ پیروی اہل صراطِ مستقیم کی کی جائے، اور اس کے لئے محض اوراق و کتب کافی نہیں۔" مرشد تھانوی کا آخری مقولہ ان کے تصوف و سلوک کا آئینہ دار ہے۔ ورنہ قرآن مجید میں خاص کر اور اسلام میں عام طور سے کتابِ الٰہی اور سنتِ نبوی کی پیروی کافی ہے۔ اصل یہ ہے کہ ہدایت تو اللہ کا فضل و انعام ہے جو بقولِ ابن جریر

طبری کسی مطیع کو اس کی اطاعت کے سبب نہیں ملتی بلکہ محض اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے ملتی ہے۔ ان بشری نمونوں کی اطاعت و پیروی سے صراطِ مستقیم کی وضاحت تو ہو جاتی ہے مگر ہدایت کے ملنے کے لئے وہ شرط نہیں ہے سوائے رسولِ الٰہی صلی اللہ علیہ وسلم کے اتباع و پیروی کے۔ مولانا مودودی نے سورۂ نساء نمبر ۶۹ کا حوالہ نہیں دیا ہے اور اس کی تشریح یہ کی ہے کہ "یہ اس سیدھے راستہ کی تعریف ہے جس کا علم ہم اللہ تعالیٰ سے مانگ رہے ہیں۔ یعنی وہ راستہ جس پر ہمیشہ سے تیرے منظورِ نظر لوگ چلے آرہے ہیں۔ وہ بے خطا راستہ کہ قدیم ترین زمانے سے آج تک جو شخص اور جو گروہ بھی اس پر چلا وہ تیرے انعامات کا مستحق ہوا اور تیری نعمتوں سے مالا مال ہو کر رہا۔" مولانا اصلاحی نے بھی اس مقام پر سورۂ نساء نمبر ۶۹ کا ذکر نہیں کیا ہے البتہ انہوں نے "اھدنا الصراط المستقیم" کو رسالت کی ضرورت پر ایک دلیل مانا ہے اور اطاعتِ الٰہی کا طریقہ بتانے کے لئے نبیوں اور رسولوں کے بھیجنے کا ذکر کیا ہے۔ مگر انہوں نے "صراط الذین انعمت علیہم" سے مراد انعام یافتہ طبقاتِ مذکورہ کا کوئی حوالہ نہیں دیا ہے۔

(ب) انعامِ الٰہی کا مفہوم قرآنی

یہ صحیح ہے کہ سورۂ نساء نمبر ۶۹ انعامِ الٰہی سے بہرہ ور طبقات کی واضح اور غیر مبہم نشاندہی کرتی ہے تاہم وہ قرآن مجید میں مذکورہ دوسرے انعام یافتہ لوگوں کی تفصیل و توضیح نہیں فراہم کرتی۔ پھر یہ ایک آیتِ کریمہ سے استشہاد و استدلال کا معاملہ ہے۔ لہٰذا ضروری ہو جاتا ہے کہ اس امر کا جائزہ لیا جائے کہ اللہ تعالیٰ نے اور دوسرے طبقات و افراد کے انعام یافتہ ہونے کا ذکر کیا ہے یا نہیں۔ جب ہم اس حقیقت کا جائزہ لیتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ نے مختلف مواقع پر متعدد مقامات میں گوناگوں تناسبات کے لحاظ سے اپنے فضل و انعام سے بہرہ مند لوگوں کا ذکر کیا ہے۔ لہٰذا ذیل میں ان آیاتِ کریمہ کا مطالعہ پیش کیا جا رہا ہے۔

انعام سے متعلق آیاتِ کریمہ مختلف صیغوں میں آئی ہیں۔ ان میں سے اولین تو وہی ہے جس میں سورۂ نساء نمبر ۶۹ ہے یعنی "انعم اللہ"۔ اس صیغہ اور اسلوب کا ذکر مزید تین آیاتِ کریمہ میں کیا گیا ہے یعنی مائدہ نمبر ۲۳، مریم نمبر ۵۸ اور احزاب نمبر ۳۷۔ جو بالترتیب حسب ذیل ہیں:

قَالَ رَجُلٰنِ مِنَ الَّذِيْنَ يَخَافُوْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمَا ادْخُلُوْا عَلَيْهِمُ الْبَابَ ۚ فَاِذَا دَخَلْتُمُوْهُ فَاِنَّكُمْ غٰلِبُوْنَ ۝ وَعَلَى اللّٰهِ فَتَوَكَّلُوْٓا اِنْ كُنْتُمْ مُّؤْمِنِيْنَ ۝ (۵ : ۲۳)

کہا دو مردوں نے ڈر والوں میں سے، خدا کی نوازش ان دو پر، پیٹھ (گھس) جاؤ ان پر حملہ کر کے دروازے میں، پھر جب تم اس میں پیٹھو (داخل ہو) تو تم غالب ہو۔ اور اللہ پر بھروسا کرو اگر یقین رکھتے ہو۔

اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ مِنْ ذُرِّيَّةِ اٰدَمَ ۚ وَمِمَّنْ حَمَلْنَا مَعَ نُوْحٍ ۚ وَّمِنْ ذُرِّيَّةِ اِبْرٰهِيْمَ وَ اِسْرَآءِيْلَ ۚ وَمِمَّنْ هَدَيْنَا وَ اجْتَبَيْنَا ؕ اِذَا تُتْلٰى عَلَيْهِمْ اٰيٰتُ الرَّحْمٰنِ خَرُّوْا سُجَّدًا وَّ بُكِيًّا ۝ (مریم : ۵۸)

وہ لوگ ہیں جن پر نعمت دی اللہ نے پیغمبروں میں، آدم کی اولاد میں اور ان میں جن کو لاد لیا ہم نے نوح کے ساتھ، اور ابراہیم کی اولاد میں اور اسرائیل، اور ان میں جن کو ہم نے سوجھ دی، اور پسند کیا۔ جب ان کو سنائیے آیتیں رحمٰن کی،

گرتے ہیں سجدے میں اور روتے (ہیں)۔

وَاِذْ تَقُوْلُ لِلَّذِیْٓ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَاَنْعَمْتَ عَلَيْهِ اَمْسِكْ عَلَيْكَ زَوْجَكَ وَاتَّقِ اللّٰهَ وَ تُخْفِیْ فِیْ نَفْسِكَ مَا اللّٰهُ مُبْدِيْهِ وَ تَخْشَى النَّاسَ . . . الخ (الاحزاب : ۳۷)

اور جب تو کہنے لگا اس شخص کو، جس پر اللہ نے احسان کیا، اور تو نے احسان کیا، رہنے دے اپنے پاس اپنی جورو، اور ڈر اللہ سے اور تو چھپاتا تھا اپنے دل میں ایک چیز جو اللہ اس کو کھولا چاہتا ہے۔ اور تو ڈرتا تھا لوگوں سے۔۔۔

سورۂ مائدہ کی آیتِ کریمہ میں انعامِ الٰہی سے بہرہ یاب جن دو مردوں کا ذکر خیر ہے اس سے حضرات موسیٰ اور ہارون علیہما السلام مراد ہیں جیسا کہ اس سے پیشتر کی آیاتِ کریمہ بتاتی ہیں، اور ان دونوں اولو العزم پیغمبروں کے انعامِ الٰہی سے فیضیاب ہونے کی وجہ ان کی رسالت و نبوت ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے بڑھ کر اور کوئی انعام نہیں ہو سکتا دوسری آیتِ کریمہ میں حضرت آدم کی اولاد میں، حضرت نوح کے ساتھ کشتی والوں میں سے اور حضرت ابراہیم اور حضرت یعقوب کی اولاد کے انبیاء اور صالحین کا ذکر بطور انعام یافتگانِ الٰہی کیا گیا ہے۔ ظاہر ہے کہ انبیاء کرام تو اللہ تعالیٰ کے عظیم ترین انعام اور اعلیٰ فضل سے بہرہ مند ہوتے ہیں اور حضرت نوح کی کشتی کے اصحابِ کرام بھی بہترین انعامِ الٰہی سے سرفراز ہوئے تھے۔ ان میں سب سے اہم ایک لحاظ سے تیسری آیتِ مبارکہ ہے جس میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے آزاد کردہ غلام حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا ذکرِ خیر بطور انعام یافتۂ ربانی کیا گیا ہے۔ حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کی حیاتِ مبارک پر نظر کی جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ ان کو غلامی سے آپ نے آزاد کر کے ان کی پرورش و پرداخت کی، ان کو اپنا فرزند بنایا، تجارت و ہر معاملہ میں شریک رکھا، بعثتِ مبارکہ کے بعد ان کو سفر و حضر کا ساتھی بنایا، ان کو اسلام کی دولت بخشی، ہجرتِ مدینہ کے بعد ان کی بہترین مواخاۃ فرمائی، مختلف سرایا میں ان کو امیر بنایا، غزوات کے دوران ان کو مدینہ منورہ میں اپنا نائب و خلیفہ بنا کر نظم و نسق حکومت کا ذمہ دار بنایا، اور دوسری سماجی، سیاسی اور انتظامی ذمہ داریاں سونپیں اور پھر اپنی پھوپھی زاد بہن حضرت زینب بنتِ جحش سے ان کی شادی کر کے ان کے سماجی مرتبہ کو بلند و معزز کیا۔ ان سب چیزوں کو اللہ تعالیٰ نے اپنے اور رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے انعام سے تعبیر کیا ہے۔ ان تین آیاتِ کریمہ سے یہ واضح ہوتا ہے کہ انعامِ الٰہی کیا ہے۔ نبوت و رسالت کے عظیم ترین منصب اور بلند ترین انعام کے علاوہ صحبتِ نبوت، عذابِ الٰہی سے تحفظ، ذریت انبیاء کرام میں عملِ صالح کے ساتھ ہونے کا شرف اور نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی عنایات و محبتوں کو بھی "انعام الٰہی" شمار کیا گیا ہے۔

اسی زمرہ کی ایک بہت اہم بلکہ اہم ترین آیتِ کریمہ سورۃ انفال نمبر ۵۳ ہے جس میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِكَ بِاَنَّ اللّٰهَ لَمْ يَكُ مُغَيِّرًا نِّعْمَةً اَنْعَمَهَا عَلٰى قَوْمٍ حَتّٰى يُغَيِّرُوْا مَا بِاَنْفُسِهِمْ وَ اَنَّ اللّٰهَ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۝ (الانفال : ۵۳)

یہ اس پر کہا، کہ اللہ بدلنے والا نہیں نعمت کا، جو دی تھی ایک قوم کو جب تک وہ نہ بدلیں اپنے جیوں کی بات، اور اللہ سنتا

ہے جانتا۔

یہ دراصل غیر متبدل قانونِ الٰہی ہے کہ اللہ تعالیٰ کسی قوم / طبقہ / فرد کو اپنی عطا کردہ نعمت اس وقت تک ان سے نہیں چھینتا ہے جب تک وہ اس کو خود نہ بدل ڈالیں اور اللہ تعالیٰ کی نافرمانی اور کفرانِ نعمت کر کے خود کو اس سے محروم کرنے کی سبیل نہ پیدا کر لیں شاہ عبد القادر دہلوی وغیرہ بعض مفسرین کرام نے صرف "اعتقاد و نیت" کے بدلنے کی بات کہی ہے لیکن اگلی پچھلی آیاتِ کریمہ کا سیاق و سباق یہ بتاتا ہے کہ اس میں عقیدہ و فکر کے ساتھ ساتھ عمل اور فعل کو بھی برابر سرابر کا مقام و اہمیت حاصل ہے۔ کیونکہ اس سے قبل کی متصل آیت میں اور اسی طرح اس کے بعد کی متصل آیت میں اللہ تعالیٰ نے "کَدَأْبِ آلِ فِرْعَوْنَ وَالَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِہِمْ" (جیسے دستور فرعون والوں کا اور جو ان سے پہلے تھے) بیان کر کے آیتِ کریمہ متعلقہ کی تصریح کر دی ہے۔ پہلی آیت میں یہ صراحت ہے کہ آلِ فرعون اور ان کی پیشرو قوموں نے آیاتِ الٰہی کا کفر کیا اور بعد والی آیت میں ہے کہ انہوں نے آیاتِ ربانی کی تکذیب کی۔ ان دونوں صورتوں میں ان کو ان کے گناہوں کے سبب عذابِ الٰہی سے دوچار ہونا پڑا۔ یعنی ان کو اس نعمتِ الٰہی سے جو ان کو محض فضلِ ربانی سے حاصل و میسر تھی اپنی کرتوتوں کے سبب محروم ہونا پڑا۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو ظالم کہا ہے کیونکہ انہوں نے نعمتِ الٰہی کا حق جو ان کو بن مانگے اور بلا استحقاق مل گئی تھی ادا نہیں کیا تھا۔ ما قبل و مابعد والی متصل آیاتِ کریمہ سے پہلے قریش مکہ کا ذکر کیا ہے جنہوں نے جنگِ بدر برپا کی تھی اور اس کے لئے مکہ مکرمہ سے بڑے گھمنڈ و غرور اور ریاکاری و نمود و نمائش کے ساتھ نکلے تھے، ان کے مشیر کار اور جنگ بھڑکانے والے کے طور پر شیطان کا ذکر کیا ہے۔ پھر عام منافقوں اور کافروں کے مرضِ قلبی اور انجامِ بد کا ذکر کر کے آلِ فرعون اور ان کے پیشرو لوگوں (منکروں) کی مثال دی ہے۔ اسی طرح مابعد کی آیت کے بعد اور آلِ فرعون و ان کے پیشروؤں کا ذکر کر کے بے عہد اور غدار کافروں کا ذکر کیا ہے جو ہر بار معاہدہ امن توڑ ڈالتے ہیں اور عام کافروں کا ذکر کر کے مسلمانوں کو حکم دیا ہے کہ معاہدہ کی پروا کرنے والے اور صلح جو کافروں کے ساتھ صلح کریں مگر بد عہدوں کو سزا دیں اور کافروں کو ان کی دشمن اسلام اور منافی امن حرکتوں کے لئے جنگ کی تیاریاں کریں۔ یہاں انعامِ الٰہی کا یہ پس منظر ہے۔

انعامِ الٰہی کے بیان کے لئے اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں دو اور صیغے واحد و جمع متکلم "اَنْعَمْتُ" اور "اَنْعَمْنَا" استعمال کئے ہیں۔ اور تین جگہ واحد حاضر مذکر کا سورۂ فاتحہ کی مانند "اَنْعَمْتَ" اپنے لئے بندوں کی زبان سے سورۂ قصص نمبر ۱۷ اور سورۂ نمبر ۱۹ میں اور سورۂ احقاف نمبر ۱۵ میں استعمال فرمایا ہے۔ سورۂ قصص نمبر ۱۷ میں ارشادِ الٰہی یہ ہے:

قَالَ رَبِّ بِمَآ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ فَلَنْ اَکُوْنَ ظَہِیْرًا لِّلْمُجْرِمِیْنَ ○ (القصص: ۱۷)

بولا اے رب! جیسا تو نے فضل کیا مجھ پر، پھر میں کبھی نہ ہوں گا مددگار گنہگاروں کا۔

یہ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا مقولہ نقل کیا گیا ہے اور اس کا پس منظر یہ ہے کہ انہوں نے بازار میں دو آدمیوں کو جھگڑتے دیکھا۔ ان میں سے ایک ان کی قوم (بنی اسرائیل) کا تھا اور دوسرا ان کے دشمن (آلِ فرعون کا) تھا۔ انہوں نے اپنے قومی فرد کا اس کی پکار و استغاثہ پر ساتھ دیا اور اس کے فریقِ مخالف کو ایک گھونسہ جڑ دیا جس سے وہ ٹھنڈا ہو گیا۔

حضرت موسیٰ کو معاً احساس ہوا کہ یہ تو ان سے شیطانی عمل سرزد ہو گیا۔ چنانچہ انہوں نے جنابِ الٰہی میں مغفرت مانگی جو مل گئی کہ ان کا ارادہ قتل کا نہ تھا صرف تنبیہ کا تھا۔ اور یہ قتل بلاعمد تھا۔ اس پر انہوں نے نعمتِ الٰہی کا شکر ادا کر کے وعدہ کیا کہ وہ مجرموں کا کبھی ساتھ نہ دیں گے یعنی جس گناہ کے بخشے جانے پر نعمتِ الٰہی کا شکریہ ادا کیا تھا اسکے دوبارہ نہ کرنے کا عزم کیا۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کا اعترافِ نعمتِ الٰہی کا یہ تو فوری سبب تھا۔ مگر اس میں ان تمام نعمتوں کا شکر و اعتراف بھی شامل ہو سکتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان کی پیدائش سے پہلے سے لے کر اس واقعہ کے آخر تک کی تھیں۔ یعنی پیدائش سے قبل ان پر اور ان کی والدہ ماجدہ اور اہلِ بیت پر فضل، پیدائش کا خفیہ رکھنا، تابوت میں رکھ کر زندہ وسلامت فرعون کے محل میں ان کو پہونچانا، فرعون کے ارادۂ قتل سے فرعون کی نیک بخت بیوی کا ان کو محفوظ رکھنا، فرعونی محلات میں ان کی تعلیم و تربیت پانا، جوان ہو کر "حکم و علم" سے سرفراز ہونا، اور آخر آخر اس بلاعمد قتل نفس پر مغفرتِ الٰہی سے سرخرو ہونا۔ یہ سب بھی الٰہی نعمتیں تھیں جن کا اعتراف و شکر بھی اس میں شامل ہو سکتا ہے۔ پھر یہ تمام نعمتیں ان کو منصب نبوت و رسالت پر سرفرازی سے قبل ملی تھیں اور یہ بہت اہم نکتہ ہے جس کا یہاں لحاظ کرنا ضروری ہے۔ لہٰذا ثابت ہوا کہ انبیاء کرام کی ماقبل بعثت زندگی بھی انعامِ الٰہی سے اسی طرح فیضیاب ہوتی ہے۔

سورۂ نمل نمبر ۱۹ میں انعامِ الٰہی کا اعتراف و شکر زبانِ سلیمانی سے بیان ہوا ہے جو یوں ہے:

فَتَبَسَّمَ ضَاحِكًا مِّنْ قَوْلِهَا وَقَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰهُ وَاَدْخِلْنِیْ بِرَحْمَتِكَ فِیْ عِبَادِكَ الصّٰلِحِیْنَ ○ (النمل : ۱۹)

پھر مسکرا کر ہنس پڑا اس کی بات سے، اور بولا، اے رب! میری قسمت میں دے کہ شکر کروں تیرے احسان کا، جو تو نے کیا مجھ پر، اور میرے ماں باپ پر، اور یہ کہ کروں کام نیک جو تو پسند کرے، اور ملا لے مجھ کو اپنی مہر سے اپنے نیک بندوں میں۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کے اس نعمتِ الٰہی کے شکر و اعتراف کا فوری محرک تو وادیٔ نمل (چونٹیوں کی وادی) سے گزرتے ہوئے ایک چیونٹی کے قول کو سمجھ لینے کا تھا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام کی نبوت و رسالت اور اپنے پیغمبر بادشاہ والد گرامی حضرت داؤد علیہ السلام کی سلطنت وراثت میں عطا کرنے کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے ان کو جانوروں (پرندوں چرندوں) کی بولی جسے قرآن کریم میں "منطق الطیر" کہا گیا ہے سمجھ لینے کی صلاحیت و علم سے بھی نوازا تھا۔ اور پھر ان کو ایسی سلطنت و حکومت عطا فرمائی تھی جو ان کے علاوہ کسی اور کو نہیں عطا کی کہ اس کا سکہ جن و انس اور جانوروں پر بھی قائم تھا اور ہواؤں کے دوش پر بھی۔ ان کی دعا اور اعتراف و شکر نعمتِ الٰہی میں اس فوری نعمتِ ربانی کے سوا تمام انعاماتِ الٰہی کا اعتراف و شکر بھی موجود ہے جو اللہ تعالیٰ نے ان پر اور ان کے والدین گرامی پر فرمائے تھے اور جن کا اگرچہ ذکر یہاں نہیں آیا تاہم ان کا اندازہ کیا جا سکتا ہے یہ انعاماتِ الٰہی بے حد و بے حساب تھے اور ان کا احصاء اور شمار مشکل ہے اور ان کا شکر و اعتراف بھی کماحقہ ناممکن ہے تاہم قاصر شکر اور کم اعتراف بھی نعمتِ ربانی کے قیام کا نہ

صرف سبب ہوتا ہے بلکہ فضلِ ربانی سے اس میں اضافہ کا باعث بھی۔ جیساکہ بہت سی آیاتِ کریمہ، احادیث نبویہ اور آثارِ صحابہ و اقوال سے واضح، معلوم اور ثابت ہوتا ہے۔ اس آیت میں صالحین کا لفظ بھی بڑی اہمیت کا حامل ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نبیِ گرامی اور رسولِ معظم تھے، اور اتنی گوناگوں اور عظیم انعاماتِ الٰہی سے بہرہ مند بھی کہ اوروں کے نصیب میں ان میں سے ایک بھی نہ تھی تاہم ان کی دعا میں یہ آرزوئے قلبی بھی شامل تھی کہ پروردگار مجھے اپنے صالح بندوں میں شامل فرمائیو۔ معلوم ہوا کہ صالحین ربانی کا درجہ کوئی معمولی درجہ نہیں۔ یہ عام نیکوکار بھی ہیں جو ان کا ادنیٰ درجہ ہے اور ان کا اعلیٰ درجہ تو مقربین الٰہی کا ہے جنکو صرف وہی ذاتِ مطلق جانتی ہے جو ان کو تقرب بخشتی ہے۔

سورۂ احقاف نمبر ۱۵ میں سورۂ نمل کی مانند اعتراف و شکرِ الٰہی ہے تاہم وہ ایک عام انسان کی زبان سے ادا کیا گیا ہے:۔

وَوَصَّيْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَيْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّوَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَحَمْلُهٗ وَفِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰٓى اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَبَلَغَ اَرْبَعِيْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْٓ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْٓ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَعَلٰى وَالِدَیَّ وَاَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَاَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ؕ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَاِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ ○ (احقاف: ۱۵)

اور ہم نے تقید (پابند) کیا ہے انسان کو اپنے ماں باپ سے بھلائی کا۔ پیٹ میں رکھا اس کو اس کی ماں نے تکلیف سے اور جنا اس کو تکلیف سے اور حمل میں رہنا اس کا اور دودھ چھوڑنا تیس مہینے میں ہے۔ یہاں تک کہ جب پہنچا اپنی قوت کو اور پہونچا چالیس برس کو، کہنے لگا، اے رب! میری قسمت میں کر، کہ شکر کروں تیرے احسان کا، جو مجھ پر کیا، اور میرے ماں باپ پر، اور یہ کہ کروں نیک کام، جس سے تو راضی ہو، اور نیک دے مجھ کو اولاد میری، میں نے توبہ کی تیری طرف، اور میں ہوں حکم بردار۔

حضرت سلیمان علیہ السلام کا اعترافِ نعمتِ الٰہی اور شکر فضلِ ربانی اور اس دعا و اعتراف میں کافی مماثلت ہے فرق یہ ہے کہ یہ دعا جو عام انسان کی ہے جو سنِ شعور کو پہونچ کر دعا کرتا ہے اور اعترافِ نعمت کرتا ہے۔ دوسرے اس میں یہ اضافہ ہے کہ وہ اپنی خدمت کی اصلاح کی دعا مانگتا ہے، تیسرے یہ کہ وہ جناب الٰہی میں توبہ کرتا ہے اور چوتھے یہ کہ وہ مسلمین میں ہونے کا اقرار کرتا ہے۔ اس آیتِ کریمہ کی ماقبل کی آیت میں ان بندگانِ الٰہی کا ذکر ہے جو اللہ کی ربوبیت کا اعلان و اعتراف کر کے اس پر استقامت اختیار کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان کو اصحابِ جنت کہا ہے اور ان کے عملِ صالح کے بدلہ میں جنت والوں میں شامل کیا ہے اسی طرح اگلی آیت کریمہ میں بھی اس دعا جُو اور توبہ و انابت کرنے والے اور اعتراف نعمت الٰہی کرنے والے کے لئے یہ وعدہ ہے کہ ان کو ان کے گناہوں سے پاک و صاف کر کے، ان سے تجاوز کر کے ان کو جنت والوں میں سے بنا دیا جائے گا اور یہ سچا وعدہ الٰہی ہے اس سے اگلی آیت میں ان احسان

فراموشوں کا ذکر ہے جو اپنے ماں باپ کے احسان کے علاوہ نعمتِ الٰہی کا بھی کفر کرتے ہیں اس پس منظر میں اس آیتِ کریمہ میں نیک نعمتِ الٰہی سے مراد وہ تمام نعمتیں معلوم ہوتی ہیں جو اللہ تعالیٰ ایک مسلمان پر اس کی پیدائش سے لے کر اس کی ساری زندگی کرتا رہتا ہے۔ اور جس کا اعتراف و شکر بالعموم وہ نہیں کرتا۔

جن تین آیات کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے اپنے انعام کے فیضان کے لئے واحد متکلم کا صیغہ "اَنْعَمْتُ" استعمال کیا ہے وہ سب کی سب بنو اسرائیل سے متعلق ہیں۔ اور وہ مندرجہ ذیل ہیں:

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَوْفُوْا بِعَهْدِيْٓ اُوْفِ بِعَهْدِكُمْ ۚ وَاِيَّايَ فَارْهَبُوْنِ ۝ (البقرہ: ۴۰)

اے بنی اسرائیل! یاد کرو احسان میرا، جو میں نے کیا تم پر، اور پورا کرو اقرار میرا، میں پورا کروں قرار تمہارا، اور میرا ہی ڈر رکھو۔

يٰبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ اذْكُرُوْا نِعْمَتِيَ الَّتِيْٓ اَنْعَمْتُ عَلَيْكُمْ وَاَنِّيْ فَضَّلْتُكُمْ عَلَى الْعٰلَمِيْنَ ۝ (البقرہ: ۴۷)

اے بنی اسرائیل! یاد کرو احسان میرا، جو میں نے تم پر کیا، اور وہ جو میں نے بڑا کیا تم کو جہان کے لوگوں سے۔

عام طور سے مفسرین کرام نے بنو اسرائیل کی فضیلت اور ان پر اللہ تعالیٰ کی نعمت کی مختلف تعبیریں کی ہیں کسی نے ان کی توحید کی نعمت کو فضیلت قرار دیا ہے، کسی نے دنیا کی امامت و سیادت کو، کسی نے ان کے انبیاء و بادشاہوں کی اولاد ہونے کو اور ان کے نبوت و رسالت کی عظمت سے سرفراز ہونے کو اور کسی نے کسی اور چیز کو کیا ہے۔ لیکن قرآنِ مجید کی متعدد آیاتِ کریمہ سے ان تمام نعمتوں کا شمول معلوم ہوتا ہے جن کا ذکر قرآنِ مجید نے کیا ہے۔ اس میں مذکورہ بالا نعمتوں کے علاوہ تورات و زبور و انجیل جیسی کتبِ مقدسہ کی عطا، دشمنانِ بنی اسرائیل سے مختلف ادوار میں ان کی نجات، شریعت الٰہی سے سرخروئی، من و سلویٰ اور وادی تیہ میں دوسری نعمتوں سے فیضیابی، مختلف علاقوں پر حکمرانی اور بہت سی دوسری نعمتیں بھی شامل ہیں جن کا تجزیہ "نعمۃ" کے لفظ کے تحت زیر بحث آئے گا۔

اسی طرح تین آیاتِ کریمہ میں جمع متکلم کا صیغہ "انعمنا" لایا گیا ہے جن میں سے دو انسانِ مطلق کے حوالہ سے ہیں اور ایک انسانِ خاص کے حوالہ سے۔ بالترتیب آیات یہ ہیں۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَ نَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ كَانَ يَـُٔوْسًا ۝ (الاسراء: ۸۳)

اور جب ہم آرام بھیجیں انسان پر، ٹلا جاوے اور ہٹا دے اپنا بازو اور جب لگے اس کو برائی۔ رہ جاوے آس ٹوٹا۔

وَاِذَآ اَنْعَمْنَا عَلَى الْاِنْسَانِ اَعْرَضَ وَنَاٰ بِجَانِبِهٖ ۚ وَاِذَا مَسَّهُ الشَّرُّ فَذُوْ دُعَآءٍ عَرِيْضٍ ۝ (حٰم السجدہ/ فصلت: ۵۱)

اور جب ہم نعمت بھیجیں انسان پر، ٹلا جاوے اور موڑ لے اپنی کروٹ اور جب لگے اس کو برائی، تو دعائیں کرے چوڑی۔

اِنْ هُوَ اِلَّا عَبْدٌ اَنْعَمْنَا عَلَيْهِ وَجَعَلْنٰهُ مَثَلًا لِّبَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ ۝ (الزخرف: ۵۹)

وہ کیا ہے؟ ایک بندہ ہے، کہ ہم نے اس پر فضل کیا، اور کھڑا کیا بنی اسرائیل کے واسطے۔

پہلی دو آیاتِ کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے عام انسانی فطرت کا ذکر کیا ہے کہ عیش و تنعم میں اسے خوفِ الٰہی نہیں رہتا اور وہ اللہ تعالیٰ کے انعامات و الطاف سے بہرہ ور ہوتے ہی سرکشی اور اعراض پر اتر آتا ہے۔ اور جب اس سے وہ نعمت چھن جاتی ہے اور وہ اسیر گردابِ بلا اور گرفتارِ رنج و محن ہوتا ہے تو مایوس ہو جاتا ہے یا پھر خوب لمبی چوڑی دعائیں مانگتا ہے۔ حالانکہ اسے حکم الٰہی تھا کہ وہ عیش میں ذکر الٰہی کرتا رہے اور غم میں صبر و شکر سے دوبارہ نعمت الٰہی کی طلب کرتا رہے۔ حضرت شاہ عبد القادر دہلوی نے اس کو یوں تعبیر کیا ہے کہ "یہ سب بیان ہے انسان کے نقصان کا، نہ سختی میں صبر ہے نہ نرمی میں شکر" تیسری آیت کریمہ میں حضرت عیسیٰ علیہ السلام کو انعامِ الٰہی سے بہرہ مند بندہ فرمایا گیا ہے اور اس کی وضاحت اس سے پہلے کی آیاتِ مطہرہ کرتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ ان کے منعم علیہ اور انعام یافتہ ہونے میں کیا شک و شبہ ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کے نبی و رسول، برگزیدہ بندہ، کلمۂ الٰہی اور آیتِ ربانی تھے۔

(ج) نعمتِ الٰہی کی وسعت

اللہ تعالیٰ نے قرآنِ مجید میں ان افعالِ نعمت کے علاوہ اسمِ "نعمۃ" مختلف سیاق و سباق میں چونتیس مقامات پر استعمال کیا ہے۔ یہ اسم نکرہ آیا ہے۔ اور عربی لغت کے اعتبار سے اس میں عموم کے معنی پائے جاتے ہیں۔ قرآنی آیات کے پس و پیش منظر سے ہر جگہ کی نعمت خاص بھی ہو جاتی ہے۔ پھر اپنی طرف نسبت کر کے "نعمتی" (میری نعمت) کو چھ آیاتِ کریمہ میں استعمال کیا ہے جو اس نعمتِ متعلقہ کو خاص معانی عطا کرتی ہے۔ پھر ایک اور نسبت اپنی جانب صیغہ واحد کی ضمیر کے ساتھ کی ہے یعنی نعمتہ (اس کی نعمت)۔ یہ پانچ مقامات پر آئی ہے اور اس میں بھی ایک نسبت خاص پائی جاتی ہے اور ایک مخصوص معنویت بھی۔ ان تینوں فقروں اور کلموں کا تجزیہ نہ صرف ان کے مخصوص اور عام معانی کا پتا دیں گے بلکہ اللہ تعالیٰ کی نعمتوں کی گوناگونی بھی ظاہر کریں گے اور ہم سورۂ فاتحہ میں مذکورہ انعام الٰہی کے معانی صحیح تناظر میں متعین کر سکیں گے۔

نعمتِ الٰہی جن آیاتِ کریمہ میں لفظاً نکرہ اور معناً عام آئی ہے اس کے ایک مفصل مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ ان میں سے کچھ کا حوالہ بنو اسرائیل کے حوالہ سے ہے، کچھ انبیاء کرام سے متعلق ہیں جن میں سے زیادہ تر بنو اسرائیل کے ہیں۔ ان میں بنو اسمٰعیل کے صرف ہمارے حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم شامل ہیں۔ بعض معاصر مسلمانوں یعنی صحابۂ کرام پر نعمتِ الٰہی کو بیان کرتی ہیں۔ بعض ان کے مخالف کافروں خاص کر قریش مکہ پر نعمتِ الٰہی کے فیضان کا سراغ دیتی ہیں۔ اور کئی ایک کا تعلق بنی نوع انسان یعنی عام آدمی سے ہے۔ ذیل میں اسی ترتیب سے ان آیاتِ مطہرہ کا موضوعاتی تجزیہ پیش کیا جاتا ہے: اسی کے ساتھ ساتھ "نعمۃ" اور "نعمتی" پر مشتمل آیات بھی شامل کر لی گئی ہیں کہ وہ موضوعاتی اعتبار سے "نعمۃ" کے مماثل ہیں:

بنو اسرائیل سے متعلق پہلی آیت کریمہ کا مفہوم یہ ہے کہ ان پر جو نعمتیں اللہ تعالیٰ نے ارزانی فرمائی ہیں اگر وہ ان کو بدلیں گے تو اللہ ان کی سخت پکڑ کرے گا (البقرہ نمبر ۲۱۱) دوسری آیتِ کریمہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام اپنی،

قوم کو اللہ تعالیٰ کی نعمت یاد دلاتے ہیں کہ اس رب کریم نے ان میں انبیاء اور بادشاہ پیدا کئے اور ان کو وہ سب عطا فرمایا جو جہانوں میں کسی کو نہ دیا (مائدہ نمبر ۲۰)، جبکہ ایک اور آیت میں حضرت موسیٰ علیہ السلام نے اپنی قوم کو آلِ فرعون کے شکنجہ سے بچ نکلنے کی نعمتِ ربانی یاد دلائی ہے (ابراہیم نمبر ۶)۔ حضرت موسیٰ علیہ السلام کی تربیت و پرورش قصرِ فرعونی میں ہوئی تھی۔ جب وہ نبی ربانی بن کر دربارِ فرعونی میں اسلام کی دعوت دینے اور بنو اسرائیل کو آزاد کر کے ان کے ساتھ بھیجنے کے لئے تشریف لائے تو فرعون نے ان کی تربیت کے حوالہ سے طنز کیا۔ حضرت موسیٰ نے فرمایا کہ یہی تمہاری نعمت ہے کہ تم نے بنو اسرائیل کو غلام بنا کر رکھا۔ (الشعراء نمبر ۲۲)۔ حضرت یوسف علیہ السلام نے بچپن میں خواب میں گیارہ ستاروں اور چاند اور سورج کو اپنے لئے سجدہ ریز دیکھا تو اپنے والدِ ماجد سے خواب کہہ سنایا اور انہوں نے کمسن فرزند کو خواب پوشیدہ رکھنے کی نصیحت کی مبادا ابرادرانِ یوسف کوئی مکر و فریب کریں۔ اللہ تعالیٰ نے اس پس منظر میں حضرت یوسف کے انتخاب اور تعلیم و تاویلِ خواب سکھانے اور اپنی نعمت ان پر اور آلِ یعقوب پر تمام کرنے کی بشارت دی جیسی کہ اس نے ان کے باپ دادا حضرت ابراہیم و اسحاق علیہما السلام پر پوری کی تھی (یوسف نمبر ۶) حضرت لوط علیہ السلام کو ان کی قوم مردود پر اترنے والے عذاب الٰہی سے سحر کے وقت نجات دے کر بچا لینے کو اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف کے فضل و نعمت (نِّعْمَةً مِّنْ عِنْدِنَا) سے تعبیر کیا ہے اور اسکو شکر گزاروں کی جزا کہا ہے (سورۂ القمر نمبر ۳۵) اسی طرح حضرت یونس علیہ السلام کو "ان کے رب کی نعمت کے فیضان" کے سبب مچھلی کے پیٹ سے نجات دینے کو بھی نعمت کہا گیا ہے (القلم نمبر ۴۹)۔ جبکہ حضرت عیسیٰ اور ان کی والدۂ ماجدہ حضرت مریم کو اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت یاد دلائی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے حضرت عیسیٰ کی روح القدس سے تائید کی، ان کو گود اور بڑھاپے میں کلام کی کرامت عطا کی، ان کو کتاب و حکمت اور تورات و انجیل سکھائی، انکو مٹی سے جانور کی مورت بنا کر اذنِ الٰہی سے روح پھونک کر جیتے جاگتے جانور بنانا، اندھوں اور کوڑھیوں کو شفا بخشنا، مردوں کو اٹھا کھڑا کرنا سکھایا، ان کی بنو اسرائیل سے حفاظت کی، اور ان پر حواریوں کو ایمان لانے کی ہدایت کی۔ (مائدہ نمبر ۱۱۰-۱۱۱)

خاص رسولِ اکرم صلی اللہ وسلم کے حوالہ سے جن نعمتوں کا ذکر کیا گیا ہے وہ زیادہ تر آپ کی نبوت و رسالت اور آپ پر عام نعمتِ ربانی سے متعلق ہیں۔ سورۂ طور نمبر ۲۹ میں ذکر ہے کہ آپ کے رب کی آپ پر یہ نعمت تھی کہ آپ نہ کاہن تھے اور نہ مجنون۔ نہ شاعر نہ کلامِ الٰہی کے بنانے والے بلکہ آپ نبی مرسل تھے۔ اسی طرح سورۂ قلم نمبر ۲ و مابعد میں یہ واضح کیا گیا ہے کہ آپ نعمتِ ربانی سے مجنون و پاگل نہیں ہیں بلکہ بڑے صاحبِ خُلق اور اجرِ عظیم کے مالک ہیں۔ عام نعمت ربانی کے تعلق سے سورۂ فتح نمبر ۲ میں اللہ تعالیٰ نے آپ پر اپنی نعمت کی تکمیل و اتمام کرنے کا وعدہ فرمایا ہے اور سورۂ الضحیٰ نمبر ۱۱ میں آپ کو اس عظیم و عام نعمتِ ربانی کو بیان کرنے اور اس پر شکر و احسان کرنے کا حکم دیا ہے۔ آخری دونوں آیاتِ کریمہ سے یہ حقیقت واضح ہوتی ہے کہ اس میں یعنی نعمتِ عام میں اللہ تعالیٰ کی وہ تمام نعمتیں شامل ہیں جو آپ کے رب کریم نے آپ پر خاص طور سے کی تھیں، خواہ ان کا ذکر علٰحدہ کیا جاتا یا نہ کیا جاتا۔

معاصر مسلمانوں یعنی صحابۂ کرام رضوان اللہ علیہم اجمعین کے حوالہ و تعلق اور تخاطب کے ساتھ جن آیاتِ کریمہ میں نعمتِ الٰہی کا ذکر کیا گیا ہے وہ گوناگوں قسم کی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ان پر جو نعمتِ عام فرمائی تھی اس میں سے ایک نصیحت والی کتاب و حکمت کا نزول ہے اور دل چسپ بات یہ ہے کہ اس نعمت کو عورتوں کو حسن سلوک کے ساتھ طلاق دے کر رخصت کرنے کا حکم اور ان کو زیادتی کرکے اور نقصان پہونچانے کے سبب خواہ مخواہ روکے رکھنے کی ممانعت کے پس منظر میں بیان کیا ہے کہ یہ سہولت اور معاشرتی طمانیت اسی کتاب الٰہی کی عطا کردہ اور اسی حکمتِ ربانی کی مقتضی ہے کہ اس سے ان میں تقویٰ پیدا ہوگا (البقرہ نمبر ۲۱۳) دوسری اہم ترین نعمتِ ربانی ان پر یہ کی گئی کہ ان جیسے دشمنوں کے دلوں میں ایک دوسرے کی الفت پیدا کرکے آپس میں بھائی بھائی بنا دیا جو ایک دوسری آیتِ ربانی کے مطابق زمین کی ساری دولت خرچ کرکے بھی حاصل نہ کی جا سکتی تھی۔ (آلِ عمران نمبر ۱۰۳) سچے مسلمان خاص کر صحابہ کرام کی زندگی یا تو غازی کی ہوتی ہے یا شہید کی۔ شہید تو جنت میں اللہ تعالیٰ کی نعمت و فضل پانے پر خوش ہوں گے جبکہ مسلمان غازی نعمتِ الٰہی اور فضلِ ربانی کے ساتھ جن میں غنیمتِ جنگ بھی شامل ہوتی ہے اپنے گھروں کو لوٹتے ہیں (آلِ عمران نمبر ۱۷۱ اور نمبر ۱۷۴ بالترتیب)۔ اللہ تعالیٰ نے عام مسلمانوں پر جو دو خاص نعمتیں اور کی ہیں ان میں سے ایک تو تیمم کی سہولت ہے جس کو "اتمام نعمت ربانی" سے تعبیر کیا گیا ہے (مائدہ نمبر ۶) اور دوسری عہد الست میں اطاعتِ الٰہی اور ایمان باللہ کے وعدہ و میثاق میں ان کو باندھ لینے کی نعمت ہے (مائدہ نمبر ۷)۔ ایک اور نعمت یہ ہے کہ ان کو دشمنوں کے حملوں سے محفوظ رکھا گیا (مائدہ نمبر ۱۱) جبکہ تحویل قبلہ کے پس منظر میں بھی اللہ تعالیٰ نے ان پر اپنی نعمت کا اتمام کیا تھا (البقرہ نمبر ۱۵) جنگِ بدر میں مالِ غنیمت کے حصول کے پس منظر میں اللہ تعالیٰ نے یہ حقیقت اجاگر کی ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنی عطا کردہ نعمت اس وقت تک تبدیل نہیں کرتا جب تک بندے خود اس نعمت کو کفرانِ نعمت سے تبدیل نہ کردیں (الانفال نمبر ۵۳)۔ ان پر ایک سب سے بڑی نعمتِ ربانی یہ جتائی گئی ہے کہ انہوں نے جو کچھ مانگا وہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل و کرم سے ان کو عطا فرمایا اور اگر وہ ان تمام نعمتوں کو شمار کریں تو شمار نہ کر سکیں اور اس ضمن میں اللہ تعالیٰ کی ایک اور نعمت یہ ہے کہ وہ ان کے اس قصورِ اعتراف کو بھی معاف کر دیتا ہے (ابراہیم نمبر ۳۴، النحل نمبر ۱۸)، ظاہر ہے کہ ان کے پاس اور تمام انسانوں کے پاس جو نعمتیں ہیں وہ صرف اللہ تعالیٰ کی جانب سے ہی عطا ہوتی ہیں اور تکلیف و سزا ان کے اپنے کرتوتوں کا بدلا ہوتا ہے۔ ان عام نعمت ہائے ربانی میں سے ایک مادی خوشحالی اور رزق کی فراوانی ہے اور دوسری ان میں سے بعض کی بعض پر برتری اور فضیلت ہے اور تیسری یہ کہ مالدار اور رزق کے لحاظ سے افضل لوگوں کو اپنے زیر دستوں پر خرچ کرنے کی عبادت ہے۔ انسان کی مادی فراغتوں اور خوشحالیوں میں ازواج کی طرف سے ٹھنڈک اور اولاد اور پوتوں کی عطا سے طمانیت اور ہر طرح کی پاکیزہ چیزوں کی عنایت بھی عظیم ترین نعمتِ ربانی ہے۔ لہٰذا مسلمانوں کو اللہ کی نعمت کا شکر کرنا چاہیئے جبکہ کافرین و منکرین ان کے انکاری اور ناشکرے ہوتے ہیں (النحل نمبر ۵۳، نمبر ۲۔ ۱، نمبر ۸۳، نمبر ۱۱۴) صحابہ کرام پر ایک خاص نعمتِ الٰہی یہ بھی تھی کہ جنگِ خندق میں اللہ تعالیٰ نے ان کے دشمن لشکرِ احزاب

کو سخت طوفانی ہواؤں اور اپنی غیر مرئی فوجوں کے ذریعہ ہزیمت دے کر بے نیل مرام واپس کر دیا تھا اور ان کی طرف سے خود جنگ کی کفایت کی تھی (احزاب نمبر۹) پھر ان پر سب سے بڑی نعمت یہ تھی کہ ان کے دلوں میں ایمان کو مزین کر دیا تھا اور اس کو ان کی محبوب شے بنا دیا تھا جبکہ ان کے دلوں میں کفر و فسق اور نافرمانی کو محض اپنے فضل و کرم سے مکروہ بنا دیا تھا۔ (الحجرات نمبر۸۔۷) اور سب سے عظیم ترین نعمتِ ربانی ان پر یہ فرمائی کہ ان کے دین کی تکمیل کر کے ان پر اپنی نعمت کا اتمام کر دیا (المائدہ نمبر۳)۔

صحابۂ کرام کے معاصر کافروں کا حوالہ اوپر بعض آیاتِ کریمہ میں آچکا ہے کہ وہ اللہ کی نعمتوں کا انکار کرتے ہیں اور ناشکری کا ارتکاب کرتے ہیں۔ ظاہر ہے کہ ایسے لوگ خود گمراہ ہوتے ہیں اور نعمتِ الٰہی کو بدل کر دوسروں کو بھی گمراہ کرتے ہیں اور پھر ان کا ٹھکانا جہنم ہوتا ہے (ابراہیم نمبر۲۸)۔ کیونکہ وہ نعمتِ الٰہی کو پہچاننے کے بعد اس کا انکار کرتے ہیں (النحل نمبر۸۳)۔ ان پر یعنی قریش مکہ پر خاص نعمتِ الٰہی یہ تھی کہ مکہ مکرمہ کو اللہ تعالیٰ نے ایسا حرمِ مقدس بنا دیا تھا جہاں ان کی جان و مال اور آبرو سبھی کچھ محفوظ تھا جبکہ اس کے حصارِ محفوظ کے باہر لوگوں کا حال یہ تھا کہ ان کو شکار بے بس اور صید زبوں کی مانند اچک لیا جاتا تھا اللہ تعالیٰ نے اس پر یہ فرمایا کہ کیا وہ باطل پر اس کے باوجود بھی ایمان لاتے ہیں اور اللہ کی نعمت کا انکار کرتے ہیں (عنکبوت نمبر۶۷) اس نعمت کا اللہ تعالیٰ نے اور کئی آیاتِ کریمہ میں ذکر فرمایا ہے اگرچہ وہاں صراحتاً لفظ نعمت نہیں ذکر کیا مگر وہ ہر جگہ مضمر ہے۔

عام انسان یا بنی نوع انسان کو مخاطب کر کے یا ان کے حوالہ سے جن آیاتِ کریمہ میں نعمتِ الٰہی کا ذکر آیا ہے وہ نعمتِ مطلق کے علاوہ بعض مخصوص نعمتوں سے بھی متعلق ہے۔ اوپر کئی آیاتِ کریمہ میں اگرچہ تخاطب صحابۂ کرام اور معاصر مسلمانوں سے ہے تاہم ان کا تخاطب و تعلق عام ہے اور اس میں تمام انسان شامل ہیں خاص کر معاشی فراغت اور رزق میں باہمی تفاضل کا معاملہ کہ وہ ایک عالمگیر حقیقت ہے۔ دولت اس معنی میں نعمتِ الٰہی ہے کہ اس کو کس طرح جائز کاموں میں خرچ کیا جاتا ہے اور اس کے حقوق بندوں اور بندہ نواز دونوں کے ادا کئے جاتے ہیں ورنہ وہ لعنت و عذاب کے سوا اور کچھ بھی نہیں۔ عام انسانوں پر دوسری بعض نعمتوں کا جو خاص طور سے ذکر کیا ہے ان میں سمندر و دریا میں نعمتِ الٰہی سے کشتیوں اور جہازوں کا چلنا اور ان کے سفر کو آسان بنانا (لقمان نمبر۳۱)، ان کو جانوروں کی سواری فراہم کرنا (الزخرف نمبر۱۳) تمام مظاہر فطرت پہاڑ وغیرہ کا ان کے لئے مفید بنانا (النحل نمبر۸۱) شامل ہے۔ متقی اور صالح انسان ان نعمتوں کا شکر ادا کرتے ہیں اور ان کا حق ادا کرتے ہیں لہٰذا اس کا اجر و ثواب پائیں گے (الیل نمبر۱۹ صافات نمبر۵۷)۔ لیکن عام انسانی فطرت میں ناشکری کا جذبہ کوٹ کوٹ کر بھرا گیا ہے۔ اور یہ اس بنا پر ہے کہ وہ معرفتِ الٰہی سے بے خبر اور ایمانِ ربانی سے اپنی ضد و انکار کے سبب محروم ہے۔ یہی وجہ ہے کہ جب اس کو نعمتِ ربانی ملتی ہے تو وہ غرور و گھمنڈ میں مبتلا ہو جاتا ہے، اپنی سابقہ حالتِ غیر بھول جاتا ہے اور اکڑ کر کہنے لگتا ہے کہ یہ تو اس کے علم و فن کی دین ہے حالانکہ اس کو رزق کی تمام چیزیں اور ہر طرح کی نعمتیں صرف اللہ تعالیٰ ہی عطا فرماتا ہے (الزمر نمبر۸، نمبر۴۹ اور فاطر نمبر۳ وغیرہ)۔

نعمتِ الٰہی پر مشتمل تمام آیاتِ قرآنی کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ اس سے ہر قسم کی نعمت مراد ہے۔ جو دنیاوی بھی ہو سکتی ہے اور اخروی بھی، روحانی بھی ہو سکتی ہے اور مادی بھی، اور نظامِ فطرت کا کارخانۂ اسباب کے توازن و تعامل سے پیدا شدہ وہ حالت بھی جو انسانی زندگی کو بہتر اور زیست کے قابل بناتی ہے۔ اس میں کسی کو شک و اختلاف نہیں ہو سکتا کہ وہ نعمت ادنیٰ بھی ہو سکتی ہے اور اعلیٰ بھی، بلکہ اس کے مراتب و درجات مختلف حالات میں مختلف ہو سکتے ہیں اعلیٰ و بلند ترین نعمتِ الٰہی تو نبوت و رسالت ہے جو اللہ تعالیٰ اپنی حکمت و مصلحت کے تحت اپنے چیدہ و برگزیدہ بندوں کو عطا فرماتا ہے اور اس میں بھی درجہ بندی یا فرقِ مراتب کر کے بعض رسولوں کو دوسروں پر فضیلت و برتری عطا فرماتا ہے۔ یہی درجہ بندی اور فرقِ مراتب صدیقین، شہداء اور صالحین میں بھی نظر آتا ہے اور کتاب و سنت سے ثابت ہوتا ہے۔ بعض مفسرین کی تشریحات سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ وہ ان چاروں طبقات میں اعلیٰ سے ادنیٰ کی جانب ترقی کا اصول کار فرما دیکھتے ہیں۔ بلاشبہ انبیاء کرام تو سب سے بلند اور عظیم ترین منصبِ انسانی سے تعلق رکھتے ہیں کہ وہ خالصاً وہبی ہے اور من جانب اللہ عطا ہوتا ہے اور اس میں کسی اکتساب کو دخل نہیں ہوتا۔ مگر دوسرے تین طبقات فضل و توفیق الٰہی کے علاوہ اکتساب و عمل کے درجات و مراتب ہیں اور ان میں اعلیٰ سے ادنیٰ کی طرف رجحان کا اصول کار فرما نہیں ہے۔ صالحین سے عام صالح شخص ہی مراد نہیں ہوتے اس کی بعض ایسی بلند درجہ بندیاں ہیں جن کے حصول کے لئے حضرت ابراہیم و حضرت سلیمان علیہما السلام جیسے انبیاء کرام بھی تمنا اور دعا کرتے ہیں۔ اسی طرح نعمتِ الٰہی صرف انہیں چاروں طبقات میں محصور و محدود نہیں ہے بلکہ نعمتِ الٰہی کے یہ اعلیٰ طبقات ہیں جن میں انبیاء کرام تو استثنائی امتیاز رکھتے ہیں کہ وہ بقیہ تین طبقات میں بھی شامل ہو سکتے ہیں مگر تینوں طبقات ان کے درجۂ عالی تک کبھی نہیں پہونچ سکتے۔ یہ بھی واضح ہے کہ انبیاء کرام کے سوا دوسرے طبقات عام ہیں یعنی صدیقیت، شہیدیت اور صالحیت کی کوئی حتمی وجہ نہیں بتائی جا سکتی۔ شہیدیت کے بارے میں البتہ یہ کہا جا سکتا ہے کہ وہ راہ الٰہی میں جان دے دے۔ مگر راہ الٰہی بھی بڑی وسیع ہے اور اللہ تعالیٰ ہی کو معلوم ہے کہ کون شہید ہوا۔ اسی طرح صدیقیت اور صالحیت کی حقیقت اور ان کے مراتب اسی کو معلوم ہیں۔

بعض اور انعاماتِ الٰہی سے مستفیض افراد و طبقات کا خاص کر ذکر اوپر کی آیاتِ کریمہ میں آیا ہے۔ ان کو ہم دو بڑے طبقوں میں منقسم کر سکتے ہیں: نبی اور غیر نبی۔ انبیاء میں حضرات موسیٰ و ہارون وغیرہ غرضیکہ ذریت آدم کے تمام انبیاء شامل ہیں اور ان میں سے کئی کا فرداً فرداً ذکر کیا گیا ہے۔ غیر انبیاء میں حضرت زید بن حارثہ رضی اللہ عنہ کا ذکر بطور خاص آیا ہے اور ظاہر ہے کہ ان پر جو انعاماتِ الٰہی ہوئے تھے ان میں روحانی اور مادی، اخروی اور دنیاوی سبھی شامل تھے۔ یہ فرمانِ الٰہی ان کی شہادت سے قبل نازل ہوا تھا لہٰذا ان کا شمار یا تو صدیقین میں ہوگا یا صالحین میں اور عین ممکن ہے کہ دونوں میں ہوا ہو۔ جن غیر نبی اشخاص پر خاص فضل و نعمتِ الٰہی کا ذکر آیا ان میں بطور طبقہ و جماعت بنو اسرائیل بھی ہیں۔ ان کو ایک نعمتِ الٰہی کتاب و حکمت کی صورت میں ملی تھی تو دوسری نبوت و حکمرانی کی شکل میں۔ اور

بہت سی ایسی نعمتیں بھی ان کو عطا کی گئی تھیں جو کسی اور کو ان سے قبل نہیں دی گئی تھیں۔ پھر فرعون اور فرعونیوں سے ان کے بچ نکلنے اور عذاب و قتل سے محفوظ ہونے اور مصر سے نجات پانے کو بھی اللہ تعالیٰ نے اپنی نعمت کہا ہے۔ عذابِ الٰہی سے نجات کو نعمتِ الٰہی حضرت لوط جیسے نبی مکرم کے حال میں بھی بتلایا ہے تو حضرت نوح کے اصحابِ سفینہ جیسے غیر انبیاء کے لئے بھی۔ رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم پر بطور نبی و رسول جو انعاماتِ الٰہی تھے ان کے علاوہ فتح حدیبیہ / مکہ کو بھی نعمت کہا گیا ہے۔ بطور جماعت صحابۂ کرام پر جن نعمتوں کے ارزانی فرمانے کا ذکر آیا ہے ان میں کتاب و حکمت کے نزول عام کے علاوہ زواج و طلاق کی سہولت، ان کے درمیان باہمی الفت و مودت و اخوت، جنگ میں مالِ غنیمت یا شہادت، تیمم کی آسانی، تحویلِ قبلہ، دشمنوں کے حملوں سے حفاظت، عہد الست میں ایمان و تصدیق کا وعدہ، اور ان کے مانگنے پر ہر سوال و دعا کی اجابت کو بھی نعمتِ الٰہی بتایا گیا ہے۔ عام انسانوں کو جن انعامات سے نوازا گیا ہے ان میں رزق کی کشایش، مال و دولت کی سہولت، اقتصادی درجہ بندی، ازواج و اولاد کی طمانیت وغیرہ شامل ہیں۔ ان میں مسلم و مومن اور کافر و مشرک کی کوئی تمیز نہیں کی گئی بلکہ ان نعمتوں کو کافروں اور مشرکوں کو بھی عطا فرمانے کی رحمت کا ذکر ہے۔ قریش مکہ پر خاص نعمت الٰہی یہ بیان کی گئی کہ وہ حرم مکہ کے تقدس کے سبب بعثتِ نبوی سے قبل اور بعد بھی محفوظ رکھے گئے تھے۔ عام نعمتوں میں سمندر میں کشتیوں اور خشکی پر جانوروں کی سواری کو بھی نعمتِ الٰہی کہا گیا ہے۔ پھر پوری کائنات یعنی مظاہرِ فطرت خدمتِ انسانی پر مامور کئے گئے۔ ان میں پہاڑوں وغیرہ کا بطور خاص ذکر کیا گیا۔ ان مخصوص و معلوم نعمتوں کے علاوہ اللہ تعالیٰ نے بطور اصول یہ بیان فرمادیا کہ اس نے انسانوں پر اتنی نعمتیں ارزانی فرمائی ہیں کہ وہ ان کو شمار کرنا چاہیں تو حد و شمار اور ادراکِ حساب میں کبھی نہ لاسکیں۔ دوسرا اصول یہ بیان فرمایا کہ وہ اپنی نعمتوں کو کسی قوم، فرد یا جماعت سے اس وقت تک نہیں چھینتا یا تبدیل کرتا جب تک کہ وہ خود اپنی کرتوتوں سے تبدیل یا چھنوا نہ لیں۔ تیسرا اصول یہ بیان فرمایا کہ نعمتِ الٰہی کے استقلال و استقرار اور استمرار کے لئے اس کا اعتراف اور شکرِ الٰہی ضروری ہے۔ اس اعتراف و شکر میں ان کے زبان و عمل سے شکر و اعتراف دونوں شامل ہیں یعنی اطاعتِ الٰہیٰ اور بندگانِ الٰہی کے ساتھ حسن سلوک۔ یہی نعمتوں کا حق ادا کرنے کا طریقہ ہے اور یہی ان کے اعتراف و شکر کا معاملہ۔ لہٰذا جو متقی، خوف و خشیت الٰہی اور ایمان و اطاعت والے لوگ ہیں وہ ان نعمتوں کا اعتراف کرتے رہتے ہیں اور اس کے نتیجہ میں ان کو ایک کے بعد دوسری نعمتِ الٰہی ملتی رہتی ہے۔ مگر چونکہ انسان کی فطرت میں ناصبری اور عجلت ہے اِس لئے بعض طبائع نفسانی خیر و شر کے احوال میں احکام الٰہی کا پاس نہیں رکھتی ہیں اور حدود الٰہی سے تجاوز کرکے خیر میں غرور و گھمنڈ اور شر میں مایوسی و قنوطیت کا شکار ہو جاتی ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ اعتراف و شکر نعمت نہیں کرتے اور ان سے ایک کے بعد دوسری نعمت چھن جاتی ہے۔ یہ حقیقت بڑی ظاہر و باہر ہے کہ کائنات کی کوئی بھی مخلوق اللہ تعالیٰ کی نعمتوں سے محروم یا غیر مستفید نہیں ہے سب انسانوں کو بھی نعمتیں ملی ہیں۔ اہلِ ایمان و اطاعت کو عام نعمتوں کے علاوہ خاص نعمتیں بھی عطا ہوئی ہیں جبکہ عام انسانوں کو عام نعمتوں سے نوازا گیا ہے۔ حتی کہ منکروں،

کافروں اور مشرکوں کو بھی ان سے محروم نہیں کیا گیا۔ لہذا سورۂ فاتحہ کی آیتِ کریمہ میں مذکورہ الٰہی انعام یافتہ لوگوں میں سبھی انعام یافتہ لوگ شامل ہیں خواہ ان کی نعمتیں عام ہوں یا خاص دنیاوی اور مادی ہوں یا اخروی اور روحانی۔ جن مفسرین کرام نے خاص نعمتیں مراد لی ہیں ان میں سے کسی ایک کا انتخاب کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔ اور ان کو یہ غلط فہمی آخری آیت کے مقصود و مراد میں ٹھوکر لگنے سے ہوئی کہ وہ ان کو نعمت الٰہی سے یکسر محروم سمجھتے ہیں۔ حالانکہ یہ وہ لوگ ہیں جو نعمتِ الٰہی سے مستفیض و متمتع تو ہوئے تھے مگر اپنے انکار و ناشکری کے سبب ان سے محروم ہو کر غضب و ضلال کے مستحق بنے اس پر بحث آگے آ رہی ہے۔ یہاں مقصود کلام یہ ہے کہ انعام الٰہی سے مستفیض و مستفید طبقہ وہ عام طبقہ ہے جو ہر طرح کی نعمتوں سے مستفید ہوئے اور برابر ہوتے رہے اور اپنی زندگی و آخرت کے کسی لمحہ میں ان سے محروم نہیں کئے گئے۔ ان کے اعلیٰ ترین طبقات تو بہر حال انبیائے کرام، صدیقین عظام، شہداء انام اور صالحین عالی مقام ہی تھے۔

۷۔ ساتویں آیت کریمہ

(الف) مَغْضُوْبِ عَلَيْهِم اور ضَآلِين کی مراد قرآنی

سورۂ فاتحہ کی آخری آیتِ کریمہ "غیر المغضوب علیہم ولا الضّالین" کو اکثر مفسرین کرام نے خاص طور سے اردو فارسی وغیرہ کے مترجمین و شارحین نے "الذین انعمت علیہم" سے الگ بلکہ اس کے مغایر طبقہ مانا ہے اور واضح طور سے یا مبہم انداز میں اس کو "صراط" کا مضاف الیہ سمجھا ہے۔ حالانکہ وہ "الذین انعمت علیہم" کی صفت یا اس کا بدل ہے جیسا کہ شیخ الہند نے اپنے فائدہ میں اشارہ کیا ہے اگرچہ اس کی تفصیل نہیں فرمائی۔ معاملہ دراصل یہ ہے کہ مفسرینِ کرام کے اس باب میں دو نقطہ نظر یا مکتبِ فکر نظر آتے ہیں۔ ایک وہ جو "غیر المغضوب علیہم ولا الضّالین" کو مضاف الیہ تو مانتے ہیں مگر صراط کو جو یہاں محذوف سمجھتے ہیں۔ اس کی توضیح مولانا دریابادی نے یوں کی ہے: "۔۔۔ تقدیر کلام "غیر صراط المغضوب علیہم" ہے۔ صرف مضاف الیہ بیان کیا گیا۔ اور مضاف محذوف ہے۔ عربی ادب و انشاء میں حذفِ مضاف کی مثالیں کثرت سے ملتی ہیں۔ صرف صفت یا صرف مضاف الیہ بول کر کام چلا لیا جاتا ہے، اور ایسا حذف قرینۂ مقام سے بے تکلف سمجھ لیا جاتا ہے" انہوں نے اپنی تائید میں حافظ ابن کثیر کو نقل کیا ہے۔ حافظِ موصوف نے اس کی قراءت میں علماءِ نحو لغت اور مفسرینِ کرام کے کئی اقوال پیش کئے ہیں جو دونوں نقطۂ نظر کی ترجمانی کرتے ہیں۔ اس مکتبِ فکر کے سلسلہ میں وہ فرماتے ہیں کہ بعض نحویوں کا خیال (زعم) ہے کہ "غیر" یاں استثنائی ہے اور اس صورت میں وہ منقطع ہو گا کیونکہ وہ "منعم علیہم" سے مستثنیٰ ہیں اور ان میں شامل نہیں ہیں۔۔۔" جبکہ دوسرے نقطۂ نظر کی نمائندگی انہوں نے جمہور کا تعامل نقل کر کے کی ہے جمہور علماء نے "غیر" کو نعت (صفت) سمجھ کر جرّ کے ساتھ یعنی بہ کسرہ اس کی قراءت کی ہے۔" انہوں نے اور اقوال بھی نقل کئے ہیں جن میں "غیر صراط المغضوب علیہم"

وغیرہ کا بھی ذکر اسی طرح پایا جاتا ہے۔" اولین نقطۂ نظر کے حاملین میں سے اردو مفسرین و مترجمین نے اس کا ترجمہ یوں کیا ہے کہ "غیر المغضوب علیہم ولا الضّالین" دو الگ الگ طبقہ نظر آتے ہیں یعنی منعم علیہم ملا کر تین ایک دوسرے سے علیحدہ اور منفرد طبقات۔ مولانا تھانوی کا ترجمہ آیت یہ ہے: "نہ رستہ ان لوگوں کا جن پر آپ کا غضب کیا گیا اور نہ ان لوگوں کا جو رستہ سے گم ہو گئے۔" یہی انداز مولانا دریابادی کے ہاں پایا جاتا ہے: "نہ ان لوگوں کا (راستہ) جو زیر غضب آچکے ہیں اور نہ بھٹکے ہوؤں کا۔" شاہ عبد القادر دہلوی نے جو ترجمہ کیا ہے وہ یوں ہے: "نہ وہ جن پر غصہ ہوا اور نہ بہکنے والے۔"

دوسرے مکتبِ فکر کے اردو مترجمین اور مفسرین میں شیخ الہند کا ترجمہ ہے: "جن پر نہ تیرا غصہ ہوا اور نہ وہ گمراہ ہوئے۔" مولانا مودودی ترجمہ کرتے ہیں: "جو معتوب نہیں ہوئے، جو بھٹکے نہیں ہیں۔" مولانا اصلاحی نے یوں ترجمانی کی ہے: "جو نہ مغضوب ہوئے اور نہ گمراہ۔" موخر الذکر کے یہاں اس مکتبِ فکر کی سب سے اچھی ترجمانی و تفسیر ملتی ہے: "۔۔۔ اور یہ وضاحت مثبت اور منفی دونوں پہلوؤں سے ہے۔ مثبت پہلو یہ ہے کہ رستہ ان لوگوں کا جن پر تیرا انعام ہوا اور منفی پہلو یہ ہے کہ جو نہ تو مغضوب ہوئے ہیں اور نہ گمراہ۔۔۔ طالب اپنے مطلوبِ حقیقی کی طلب کے ساتھ ساتھ ان لوگوں سے اپنی بیزاری کا اظہار بھی کر رہا ہے جنہوں نے اس محبوب و مطلوب سے منہ موڑا یا اس سے بھٹک گئے۔ نیز اپنے لئے استقامت و استواری کا بھی طلب گار ہے کہ اس راستہ کو پا جانے کے بعد اس پر قائم رہنا نصیب ہو، ان لوگوں کا حشر نہ ہو جن کو یہ رستہ ملنے کو تو ملا لیکن وہ اس کو پالینے کے بعد یا تو دیدہ و دانستہ اس سے منحرف ہو جانے کے سبب سے خدا کے غضب میں مبتلا ہوئے یا اپنی بدعت پسندیوں کی وجہ سے اس کو پا کر محروم ہو گئے۔ دوسرے الفاظ میں اس کی صحیح ترجمانی یہ معلوم ہوتی ہے کہ "مغضوب علیہم" اور "ضالین" دونوں طبقات بھی انعامِ الٰہی سے مستفیذ ہوئے تھے مگر اول الذکر نے انحراف و ضد، عناد و دشمنی اور تکذیب و تکفیر کی راہ اپنائی۔ نہ تو انہوں نے انعاماتِ الٰہی کا اعتراف کیا نہ ان کا شکر۔ اس کے برعکس انہوں نے ان کی تکذیب و تردید کی، ان کا حق ادا کرنے سے انکار کیا۔ اور اللہ تعالیٰ کے انعامات و احسانات کو اپنی طاقت و صلاحیت اور علم و فن کا اکتسابِ محض سمجھ لیا۔ اس لئے یہ طبقہ تو "مغضوب علیہم" ہوا یعنی اللہ تعالیٰ کے غضب و غصہ کا مستحق بنا کہ انہوں نے مثبت و منفی دونوں انداز سے انعامِ الٰہی کو ٹھکرا دیا اور اپنے آپ کو اس سے محروم کر کے غضب الٰہی کا مستحق بنا لیا۔ جبکہ دوسرے طبقہ نے انکار و تمرد کی راہ تو نہیں اپنائی مگر سچی اور سیدھی راہ پر قائم بھی نہیں رہے یعنی انہوں نے انعامِ الٰہی کا حق ادا نہیں کیا اور یوں سیدھے راستے سے بھٹک گئے۔ احادیثِ صحیحہ میں ان دونوں سے یہود و نصاریٰ کے بالترتیب مراد ہونے کا یہی مفہوم ہے۔

ظاہر ہے کہ یہود و نصاریٰ دونوں بنو اسرائیل تھے اور وہ دونوں اپنی ذات میں اور اپنے اپنے طبقہ کے اعتبار سے بھی اور بنو اسرائیل کے نمائندہ طبقات اور خاندانی وارثین ہونے کے سبب سے بھی انعاماتِ الٰہی سے خوب خوب سرفراز و مستفیض ہوئے تھے۔ ان کی فضیلت و برتری بلکہ ان کے اپنے عہد میں سارے جہانوں پر ان کی فضیلت و تفوق کا تو

قرآن مجید نے کئی مقامات پر اعتراف و اعلان کیا ہے۔ متعدد آیات میں ان پر انعامِ الٰہی کے فیضان و باران کا بھی اسی طرح برملا اور واشگاف اعلان و اظہار موجود ہے۔ وہ نہ صرف انعاماتِ الٰہی سے مستفیض و مستفید ہوئے تھے بلکہ ان کو پروردگارِ عالم نے وہ سب دیا تھا جو اوروں کو کسی زمانے اور کسی جہان میں نہیں دیا تھا۔ انعام و فضلِ الٰہی پر مشتمل آیاتِ کریمہ کے مذکورہ بالا تجزیے سے یہ حقیقت واضح ہو چکی ہے کہ دنیا جہان میں کوئی ایسا فرد، طبقہ اور امت ایسی نہیں ہے جس کو انعامِ الٰہی نہ ملا ہو۔ اس آیتِ کریمہ میں ان لوگوں کے راستہ کو مستثنیٰ کر دیا جنہوں نے انعامِ الٰہی کو ٹھکرا کر یا اس کا حق نہ ادا کر کے اپنے آپ کو غضبِ الٰہی کا مستحق بنالیا یا ضلال کا۔ مفسرین کرام نے ان دونوں آخری آیاتِ سورۂ فاتحہ کی تفسیر میں جن تین طبقات کی بات کہی ہے وہ اپنے انجام کے لحاظ سے صحیح ہے۔ ورنہ اصلاً تو ساری مخلوقات اور سارے انسان "منعم علیہم" میں شامل ہیں، کچھ اعلیٰ درجہ میں کچھ ادنیٰ درجہ کے اور بہت سے ان دونوں سرحدوں کے درمیان کی ان گنت منزلوں کے۔ ان انعام یافتہ لوگوں میں ہر طرح کی نعمتوں سے متمتع ہونے والے شامل ہیں۔ ان میں عارضی اور دنیوی نعمتوں کا استثنا کرنا صحیح نہیں کہ وہ قرآنی آیاتِ کریمہ کی توضیح کے خلاف ہے۔ پھر عارضی ان کو انسان اپنی ناشکری سے بناتا ہے۔ ورنہ اللہ تعالیٰ تو اپنی ہر نعمت مستقل طور سے عطا فرماتا ہے۔" ان انعام یافتہ لوگوں سے ان طبقات و افراد کو مستثنیٰ کر دیا گیا جو اپنے تمرد و سرکشی اور تکذیب سے غضبِ الٰہی کے مستحق بنتے ہیں یا اپنے ناشکرے پن سے ضلال کے راستہ کے راہی۔ بایں طور یہ ثابت ہوتا ہے کہ "غیر المغضوب علیہم ولا الضآلین"۔ پہلی آیتِ کریمہ "صراط الذین انعمت علیہم" میں الذین انعمت علیہم کی صفتِ مزید ہے یعنی پہلے ان کی ایجابی صفت لائی گئی، پھر ان کی دو سلبی صفات لا کر ان سے الگ طبقات کو ممتاز و مستثنیٰ کر دیا گیا۔

(ب) غضبِ الٰہی کے معانی و مفاہیم

قرآنِ مجید نے بہت سی آیاتِ کریمہ میں غضبِ الٰہی کا بیان پیش کیا ہے۔ یہ بہت اہم حقیقت ہے کہ صرف سورۂ فاتحہ میں یعنی ایک آیت میں "المغضوب علیہم" آیا ہے۔ جبکہ اللہ کے غضب کرنے کے فعل کو پانچ آیاتِ کریمہ میں لایا گیا ہے اور اسم غضب بارہ آیات میں وارد ہوا ہے اور اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف یائے نسبت کے ذریعہ منسوب کر کے دو آیات میں "غضبی" فرمایا ہے۔ وہ آیاتِ کریمہ جن میں فعل غضب وارد ہوا بالترتیب یہ ہیں:

وَمَنْ يَّقْتُلْ مُؤْمِنًا مُّتَعَمِّدًا فَجَزَآؤُهٗ جَهَنَّمُ خَالِدًا فِيْهَا وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِ وَلَعَنَهٗ وَاَعَدَّ لَهٗ عَذَابًا عَظِيْمًا ○ (نسآء: ۹۳)

اور جو کوئی مارے مسلمان کو قصد کر کر، تو اس کی سزا دوزخ ہے پڑا رہے اس میں، اور اللہ کا اس پر غضب ہوا، اور اس کو لعنت کی، اور اس کے واسطے تیار کیا بڑا عذاب۔

قُلْ هَلْ اُنَبِّئُكُمْ بِشَرٍّ مِّنْ ذٰلِكَ مَثُوْبَةً عِنْدَ اللّٰهِ ؕ مَنْ لَّعَنَهُ اللّٰهُ وَ غَضِبَ عَلَيْهِ وَجَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ

وَالْخَنَازِيْرَ وَ عَبَدَ الطَّاغُوْتَ ط اُولٰٓئِكَ شَرٌّ مَّكَانًا وَّاَضَلُّ عَنْ سَوَآءِ السَّبِيْلِ O (المائدہ: ٦٠)

تو کہہ، میں تم کو بتاؤں، ان میں سے کس کی بُری جزا ہے اللہ کے ہاں؟ وہی جس کو اللہ نے لعنت کی، اور اس پر غضب ہوا، اور ان میں بعضے بندر کئے اور سور، اور پوجنے لگے شیطان کو، وہی بد ترین درجہ میں، اور بہت بہکے سیدھی راہ سے۔

وَّ يُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِيْنَ وَالْمُنٰفِقٰتِ وَالْمُشْرِكِيْنَ وَ الْمُشْرِكٰتِ الظَّآنِّيْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ط عَلَيْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ج وَغَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ وَلَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ط وَسَآءَتْ مَصِيْرًا O (الفتح: ٦)

اور تا عذاب کرے دغاباز مردوں کو اور عورتوں کو، اور شرک والے مردوں کو اور عورتوں کو، جو اٹکلتے ہیں اللہ پر بری اٹکلیں۔ انہیں پر پڑے پھیر مصیبت کا، اور غصے ہوا اللہ ان پر، اور ان کو پھٹکارا، اور رکھا ان کے واسطے دوزخ، اور بُری جگہ پہونچے۔

اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ تَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ ط مَاهُمْ مِّنْكُمْ وَلَا مِنْهُمْ لا وَ يَحْلِفُوْنَ عَلَى الْكَذِبِ وَهُمْ يَعْلَمُوْنَ O (المجادلة: ١٤)

تو نے نہ دیکھے؟ وہ جو رفیق ہوئے ہیں ایک لوگوں کے، جن پر غصے ہوا ہے اللہ۔ نہ وہ تم میں ہیں نہ ان میں ہیں۔ اور قسمیں کھاتے ہیں جھوٹ بات پر، اور خبر رکھتے ہیں۔

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَوَلَّوْا قَوْمًا غَضِبَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ قَدْ يَئِسُوْا مِنَ الْاٰخِرَةِ كَمَا يَئِسَ الْكُفَّارُ مِنْ اَصْحٰبِ الْقُبُوْرِ O (الممتحنة: ١٣)

اے ایمان والو! مت دوستی کرو ان لوگوں سے، کہ غصے ہوا اللہ ان پر، وہ آس توڑ چکے ہیں پچھلے گھر سے، جیسے آس توڑی منکروں نے قبر والوں سے۔

ان آیاتِ کریمہ میں جن لوگوں / طبقات کو غضب الٰہی کا مستحق کہا گیا ہے ان میں بالترتیب مومن کا قاتلِ عمد، اہل کتاب جو مومنین کا اور ان کے دین کا مذاق اڑاتے ہیں، منافقین اور مشرکین، منکرین اور کافرین اور وہ تمام لوگ جو اللہ کے دین کا مذاق اڑاتے اور اس کی تکذیب کرتے اور اس کے رسول و کتاب اور اسی کے ماننے والوں سے عداوت کرتے ہیں، شامل ہیں، ان تمام طبقات کو اللہ تعالیٰ نے "مغضوب علیہم" اور غضب الٰہی کا مستحق، لعنتِ ربانی کا مورد اور کندۂ دوزخ قرار دیا ہے۔ عام طور سے مفسرین کرام ان سے صرف یہود کو مراد لیتے ہیں اور سورۂ مائدہ کی آیتِ مذکورہ بالا ہی اس کی تائید و تشریح میں نقل کرتے ہیں حالانکہ قرآن مجید نے یہود کے علاوہ ان افراد و طبقات کو بھی غضب الٰہی کا سزاوار قرار دیا ہے۔ لہٰذا اس سے یہ سب لوگ مراد ہیں۔ حدیثِ نبوی میں یہود کو ان سے مراد لینے کی بات کہی ہے تو اس کی وہ تشریح و تعبیر صحیح ہے جو بہت سے شارحین و مفسرین نے کی ہے کہ صرف یہود ہی اس سے مراد نہیں اور ان کا ذکر اس "مغضوب علیہم" یا غضبِ الٰہی کے مورد طبقات کے نمائندہ کے بطور کیا گیا ہے۔ مولانا دریابادی نے بڑی حد تک صحیح لکھا ہے کہ "مغضوب علیہم اور ضالین کے مصداقوں کا حصر انہیں دو مذہب والوں کا ساتھ کر لینا مشکل ہے جو

کھلے ہوئے مشرکین و ملحدین ہیں۔ ظاہر ہے کہ وہ ضلالت میں ان سے بھی بڑھے ہوئے اور غضبِ الٰہی کے ان سے مستحق تر ہیں۔ محقق رازی کی رائے میں بہتر یہ ہے کہ کل عملی غلطیوں والوں کو زمرۂ "مغضوب علیہم" میں رکھا جائے اور کل اعتقادی غلطیوں والوں کا شمار طبقۂ "ضالین" میں کیا جائے۔ "شیخ الہند نے لکھا ہے کہ "صراطِ مستقیم سے محرومی کل دو طرح پر ہوتی ہے: عدم علم یا جان بوجھ کر کوئی فرقہ گمراہ، اگلا پچھلا ان دو سے خارج نہیں ہو سکتا۔ سو نصاریٰ تو وجہ اول میں اور یہود دوسری میں ممتاز ہیں۔" مولانا اصلاحی فرماتے ہیں کہ "مغضوب علیہم سے مراد دو قسم کے لوگ ہیں: ایک وہ جنہوں نے اپنی سرکشی کے سبب شریعتِ الٰہی کی نعمت نہ صرف یہ قبول نہیں کی بلکہ اس کی مخالفت کی، اور دوسرے وہ لوگ جنہوں نے دل کی آمادگی کے ساتھ قبول نہیں کیا اور بہت جلد شہواتِ نفس میں پڑ کر اس کو ضائع کر دیا اور اس میں تحریف کر ڈالی۔۔۔ "پچھلی امتوں میں اس کی سب سے واضح مثال یہود ہیں۔۔" انہوں نے سورۂ بقرہ اور سورہ مائدہ کی آیات نقل کی ہیں مگر دوسری آیات کا ذکر نہیں کیا ہے۔ یہ تمام تفسیری تشریحات صرف ایک حد تک ہی صحیح ہیں کہ وہ قرآنی آیاتِ کریمہ میں سے صرف ایک قسم کی آیاتِ سے یا چند آیات مطہرہ سے استشہاد و استدلال کرتی ہیں اور مجموعی قرآنی فکر و استدلال کو پیشِ نظر نہیں رکھتیں۔

متعدد آیاتِ کریمہ جن میں اسم غَضَبٌ استعمال کیا گیا ہے بالترتیب حسب ذیل ہیں:

۔۔۔ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ وَ الْمَسْكَنَةُ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَ يَقْتُلُوْنَ النَّبِيّٖنَ بِغَيْرِ الْحَقِّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ (البقرہ: ٦١)

اور ڈالی گئی ان پر ذلت اور محتاجی، اور کما لائے غصہ اللہ تعالیٰ کا، یہ اس پر کہ وہ تھے نہ مانتے حکم اللہ کا، اور خون کرتے نبیوں کا ناحق، یہ اس لئے کہ بے حکم تھے، اور حد پر نہ رہے تھے۔

بِئْسَمَا اشْتَرَوْا بِهٖۤ اَنْفُسَهُمْ اَنْ يَّكْفُرُوْا بِمَاۤ اَنْزَلَ اللّٰهُ بَغْيًا اَنْ يُّنَزِّلَ اللّٰهُ مِنْ فَضْلِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ ۚ فَبَآءُوْ بِغَضَبٍ عَلٰى غَضَبٍ ؕ وَلِلْكٰفِرِيْنَ عَذَابٌ مُّهِيْنٌ ۝ (البقرہ: ٩٠)

برے مول خریدا اپنی جان کو، کہ منکر ہوئے اللہ کے اتارے کلام سے، اس ضد پر کہ اتارے اللہ اپنے فضل سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں، سو کما لائے غصے پر غصہ اور منکروں کو عذاب ہے ذلت کا۔

ضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الذِّلَّةُ اَيْنَ مَا ثُقِفُوْۤا اِلَّا بِحَبْلٍ مِّنَ اللّٰهِ وَحَبْلٍ مِّنَ النَّاسِ وَبَآءُوْ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَضُرِبَتْ عَلَيْهِمُ الْمَسْكَنَةُ ؕ ذٰلِكَ بِاَنَّهُمْ كَانُوْا يَكْفُرُوْنَ بِاٰيٰتِ اللّٰهِ وَيَقْتُلُوْنَ الْاَنْۢبِيَآءَ بِغَيْرِ حَقٍّ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّكَانُوْا يَعْتَدُوْنَ ۝ (آل عمران: ١١٢)

ماری گئی ہے ان پر ذلت جہاں دیکھئے، سوائے دست آویز اللہ کے، اور دست آویز لوگوں کے، اور کما لائے غصہ اللہ کا، اور ماری ہے ان پر محتاجی۔ یہ اس واسطے کہ وہ رہے ہیں منکر اللہ کی آیتوں سے، اور مارتے رہے نبیوں کو ناحق۔ یہ اس لئے کہ وہ بے حکم ہیں اور حد سے بڑھتے ہیں۔

قَالَ قَدْ وَقَعَ عَلَيْكُمْ مِّنْ رَّبِّكُمْ رِجْسٌ وَّغَضَبٌ ۭ اَتُجَادِلُوْنَنِيْ فِيْٓ اَسْمَاۗءٍ سَمَّيْتُمُوْهَآ اَنْتُمْ وَاٰبَاۗؤُكُمْ مَّا نَزَّلَ اللّٰهُ بِهَا مِنْ سُلْطٰنٍ ۭ فَانْتَظِرُوْٓا اِنِّىْ مَعَكُمْ مِّنَ الْمُنْتَظِرِيْنَ ○ (الاعراف: ۷۱)

کہا، تم پر پڑ چکی ہے تمہارے رب کے ہاں سے، بلا اور غصہ، کیوں جھگڑتے ہو مجھ سے؟ کئی ناموں پر کہ رکھ لئے ہیں تم نے اور تمہارے باپ دادوں نے نہیں اتاری اللہ نے ان کی کچھ سند۔ سو راہ دیکھو، میں بھی تمہارے ساتھ راہ دیکھتا ہوں۔

اِنَّ الَّذِيْنَ اتَّخَذُوا الْعِجْلَ سَيَنَالُهُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ وَذِلَّةٌ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا ۭ وَكَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُفْتَرِيْنَ ○ (الاعراف: ۱۵۲)

البتہ جنہوں نے بچھڑا بنا لیا، ان کو پہنچے گا، غضب ان کے رب کا، اور ذلت دنیا کی زندگی میں۔ اور یہی سزا دیتے ہیں ہم جھوٹ باندھنے والوں کو۔

وَمَنْ يُّوَلِّهِمْ يَوْمَىِٕذٍ دُبُرَهٗٓ اِلَّا مُتَحَرِّفًا لِّقِتَالٍ اَوْ مُتَحَيِّزًا اِلٰي فِئَةٍ فَقَدْ بَاۗءَ بِغَضَبٍ مِّنَ اللّٰهِ وَمَاْوٰىهُ جَهَنَّمُ ۭ وَبِئْسَ الْمَصِيْرُ ○ (الانفال ۱۶)

اور جو کوئی ان کو پیٹھ دے اس دن، مگر یہ کہ ہنر کرتا ہے لڑائی کا، یا جا ملتا ہے فوج میں سو وہ لے پھرا غضب اللہ کا، اور اس کا ٹھکانا دوزخ ہے، اور کیا بُری جگہ جا ٹھہرا۔

مَنْ كَفَرَ بِاللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ اِيْمَانِهٖٓ اِلَّا مَنْ اُكْرِهَ وَقَلْبُهٗ مُطْمَىِٕنٌّۢ بِالْاِيْمَانِ وَلٰكِنْ مَّنْ شَرَحَ بِالْكُفْرِ صَدْرًا فَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ مِّنَ اللّٰهِ ۚ وَلَهُمْ عَذَابٌ عَظِيْمٌ ○ (النحل: ۱۰۶)

جو کوئی منکر ہوا اللہ سے یقین لائے پیچھے، مگر وہ نہیں جس پر زبردستی کی، اور اس کا دل برقرار ہے ایمان پر، لیکن جو کوئی دل کھول کر منکر ہوا، سو ان پر غضب ہے اللہ کا، اور ان کو بُری مار ہے۔

فَرَجَعَ مُوْسٰٓى اِلٰى قَوْمِهٖ غَضْبَانَ اَسِفًا ڬ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَمْ يَعِدْكُمْ رَبُّكُمْ وَعْدًا حَسَنًا ڛ اَفَطَالَ عَلَيْكُمُ الْعَهْدُ اَمْ اَرَدْتُّمْ اَنْ يَّحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ فَاَخْلَفْتُمْ مَّوْعِدِيْ ○ (طٰہٰ: ۸۶)

پھر الٹا پھرا موسیٰ اپنی قوم پاس، غصے بھرا پچھتاتا، کہا: اے قوم! تم کو وعدہ نہ دیا تھا تمہارے رب نے اچھا وعدہ؟ کیا لمبی ہو گئی تم پر مدت؟ یا چاہا تم نے کہ اترے تم پر غضب تمہارے رب کا۔ اس سے خلاف کیا تم نے میرا وعدہ؟

وَالْخَامِسَةَ اَنَّ غَضَبَ اللّٰهِ عَلَيْهَآ اِنْ كَانَ مِنَ الصّٰدِقِيْنَ ○ (النور: ۹)

اور پانچویں یہ کہ اللہ کا غضب آوے اس عورت پر، اگر وہ شخص سچا ہے۔

وَالَّذِيْنَ يُحَاۗجُّوْنَ فِي اللّٰهِ مِنْۢ بَعْدِ مَا اسْتُجِيْبَ لَهٗ حُجَّتُهُمْ دَاحِضَةٌ عِنْدَ رَبِّهِمْ وَعَلَيْهِمْ غَضَبٌ وَّلَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ○ (الشوریٰ: ۱۶)

اور جو لوگ جھگڑا ڈالتے ہیں اللہ کی بات میں، جب خلق اس کو مان چکی، ان کا جھگڑا ڈگ رہا ہے ان کے رب کے ہاں۔ اور ان پر غصہ ہے اور ان کو سخت مار ہے۔

دو اور آیاتِ کریمہ میں "غضبی" آیا ہے۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی طرف غضب کی نسبت کر کے فرمایا ہے:

كُلُوْا مِنْ طَيِّبٰتِ مَا رَزَقْنٰكُمْ وَلَاتَطْغَوْا فِيْهِ فَيَحِلَّ عَلَيْكُمْ غَضَبِيْ ۚ وَمَنْ يَّحْلِلْ عَلَيْهِ غَضَبِيْ فَقَدْ هَوٰى ۝ (طٰهٰ: ۸۱)

کھاؤ ستھری چیزیں، جو روزی دی ہم نے تم کو، اور نہ کرو اس میں زیادتی پھر اترے تم پر میرا غصہ، اور جس پر اترا میرا غصہ وہ پٹکا گیا۔

ان تمام آیات کا تجزیہ کرنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض آیاتِ کریمہ میں اہلِ کتاب خاص کر یہود کا ذکر ہے اور غضبِ الٰہی کے مستحق لوگوں سے ان ہی کو مراد لیا گیا ہے۔ چنانچہ پہلی دوسری، تیسری، پانچویں، آٹھویں، دسویں اور گیارہویں میں صاف صاف اہلِ کتاب اور خاص کر یہود یا قومِ موسیٰ کو مراد لیا گیا ہے۔ ان تمام آیات میں ان پر غضبِ الٰہی کے نازل ہونے کے اسباب، ان کے بعض کرتوت بتائے گئے ہیں کہ انہوں نے من و سلویٰ کی جگہ خراب اور ادنیٰ کھانا مانگا، آیات الٰہی کا کفر کیا، نبیوں کو ناحق قتل کیا، نافرمانی کی اور حد سے تجاوز کیا۔ بقیہ آیاتِ کریمہ میں چوتھی میں قومِ نوح کو غضبِ الٰہی کا مستحق قرار دیا گیا ہے کہ وہ کفر و شرک کے مرتکب تھے۔ ساتویں میں قلبی کافروں کو اور دسویں میں نزاع پیدا کرنے والوں کو مراد لیا گیا ہے جبکہ ایمان لانے والوں میں سے جہاد میں عین جنگ کے وقت پیٹھ دکھا کر بھاگنے والوں کو سوائے اس کے کہ وہ جنگی چال ہو یا کسی دوسری جماعت سے جا ملنا ہو، اور شادی شدہ عورت کے ارتکاب زنا کرنے کے باوجود لعان کے وقت اپنے شوہر کو جھوٹا قرار دینے پر غضب الٰہی کی وعید کی گئی ہے۔ اس سے قبل مسلمان کے عمداً قاتل کو بھی اسی کی وعید سنائی گئی ہے۔ معلوم ہوا کہ غضب الٰہی کا استحقاق نہ صرف ایمان و دین کی مخالفت پر ہوتا ہے بلکہ بعض اعمال دین اور اجزائے ایمان کے انکار پر اور دین اللہ کے خلاف طرز عمل اپنانے پر بھی ہوتا ہے۔ سورۂ فاتحہ میں مذکور "مغضوب علیہم" سے یہ تمام لوگ مراد ہیں کہ وہ انعامِ الٰہی کو پانے کے بعد اس کی تکذیب و تردید اور مخالفت کے مرتکب ہوئے تھے۔

(ج) ضالین کے معانی قرآنی

سورۂ فاتحہ کے سوا "ضالین" سات اور آیات کریمہ میں مختلف سیاق و سباق میں لایا گیا ہے اور ظاہر ہے کہ وہ موقع و محل کے تناسب و مناسبت کی رعایت سے استعمال کیا گیا ہے۔ یہ آیاتِ کریمہ بالترتیب ہیں بقرہ نمبر ۱۹۸، انعام نمبر ۷۸، مومنون نمبر ۱۰۶، شعراء نمبر ۲۰، نمبر ۸۶، صافات نمبر ۶۹ اور واقعہ نمبر ۹۲۔ ان کے علاوہ پانچ مزید آیات میں اس کو بحالتِ فاعلی و باعرابِ رفع "ضَآلُّوْنَ" استعمال کیا گیا ہے۔ یہ آیاتِ کریمہ بالترتیب ہیں: آلِ عمران نمبر ۹۰، حجر نمبر ۵۶، واقعہ نمبر ۵۱، قلم نمبر ۲۶ اور مطففین نمبر ۳۲۔ مزید برآں مصدر "ضلالت / ضلال" متعدد آیاتِ کریمہ میں وارد ہوا ہے اور اسی طرح اس

کے مختلف افعال و مشتقات۔ "ضلال" مختلف صفات کے ساتھ آیا ہے جن میں "ضلال مبین" سب سے زیادہ کثرت سے آیا ہے۔ اور اس کی بھی مختلف حالتیں ہیں۔ ان تمام آیاتِ کریمہ کے گہرے مطالعہ اور تحلیلی تجزیے کے بعد ہی سورۂ فاتحہ میں مذکور طبقہ ضالین کی صحیح تعریف و تعبیر کی جا سکتی ہے۔ پہلے اُس لفظ سے متعلق آیاتِ کریمہ جو سورۂ فاتحہ کا ہے اور اصل مبحث کا مرکزی نقطہ۔

لَيْسَ عَلَيْكُمْ جُنَاحٌ اَنْ تَبْتَغُوْا فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكُمْ ؕ فَاِذَآ اَفَضْتُمْ مِّنْ عَرَفٰتٍ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ عِنْدَ الْمَشْعَرِ الْحَرَامِ ۪ وَاذْكُرُوْهُ كَمَا هَدٰىكُمْ ۚ وَاِنْ كُنْتُمْ مِّنْ قَبْلِهٖ لَمِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ (البقرہ: ۱۹۸)

کچھ گناہ نہیں تم پر، کہ تلاش کرو فضل اپنے رب کا۔ پھر جب طواف کو چلو عرفات سے، تو یاد کرو اللہ کو نزدیک مشعر الحرام کے۔ اور اس کو یاد کرو جس طرح تم کو سکھایا۔ اور تم تھے اس سے پہلے راہ بھولے۔

فَلَمَّا رَاَ الْقَمَرَ بَازِغًا قَالَ هٰذَا رَبِّيْ ۚ فَلَمَّآ اَفَلَ قَالَ لَئِنْ لَّمْ يَهْدِنِيْ رَبِّيْ لَاَكُوْنَنَّ مِنَ الْقَوْمِ الضَّآلِّيْنَ ۝ (الانعام: ۷۷)

پھر جب دیکھا چاند چمکتا، بولا، یہ ہے رب میرا۔ پھر جب وہ غائب ہوا، بولا: اگر نہ راہ دے مجھ کو رب میرا، تو بیشک میں رہوں بھٹکے لوگوں میں۔

قَالُوْا رَبَّنَا غَلَبَتْ عَلَيْنَا شِقْوَتُنَا وَكُنَّا قَوْمًا ضَآلِّيْنَ ۝ (المومنون ۱۰۶)

بولے، اے رب ہمارے! زور کیا ہم پر ہماری کم بختی نے، اور رہے ہم لوگ بہکے۔

قَالَ فَعَلْتُهَآ اِذًا وَّ اَنَا مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ (الشعرآء: ۲۰)

کہا، کیا تو ہے میں نے وہ اور میں تھا چوکنے والا۔

وَاغْفِرْ لِاَبِيْٓ اِنَّهٗ كَانَ مِنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ (الشعرآء: ۸۶)

اور معاف کر میرے باپ کو، وہ تھا راہ بھولوں میں۔

اِنَّهُمْ اَلْفَوْا اٰبَآءَهُمْ ضَآلِّيْنَ ۝ (الصّٰٓفّٰت: ۶۹)

انہوں نے پائے اپنے باپ دادے بہکے ہوئے۔

وَاَمَّآ اِنْ كَانَ مِنَ الْمُكَذِّبِيْنَ الضَّآلِّيْنَ ۝ فَنُزُلٌ مِّنْ حَمِيْمٍ ۝ وَّ تَصْلِيَةُ جَحِيْمٍ ۝ (الواقعہ: ۹۲-۹۴)

اور جو اگر وہ ہوا جھٹلانے والوں بہکوں میں، تو مہمانی ہے جلتا پانی اور پیٹھانا (داخل کرنا) آگ میں۔

ان آیاتِ کریمہ میں سے پہلی آیت میں مسلمانوں کو مناسکِ حج کے سلسلہ میں کچھ ہدایات دی گئی ہیں اور اسلام سے قبل ان کی گمراہی/گمراہ ہونے (ضالین) کے حوالہ سے ان روایات و مناسک کی تردید و تنسیخ کی گئی ہے جو وہ اپنی جہالت کے دور میں اختیار کر چکے تھے۔ اس میں ایک اہم نکتہ ہدایت و ضلال کا تقابل ہے جس پر ہم ذرا بعد میں بحث کریں گے۔ دوسری آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے چاند کی ربوبیت سے انکار کر کے اپنے رب حقیقی سے دعا

کی تھی کہ اگر وہ ان کو ہدایت نہ دے گا تو وہ گمراہ (ضالین) لوگوں میں ہو جائیں گے۔ اس میں بھی ہدایت و ضلالت کا وہ تقابل موجود ہے جو لازم و ملزوم نظر آتا ہے پانچویں آیت میں حضرت ابراہیم علیہ السلام نے اپنے باپ کو گمراہ لوگوں (ضالین) میں ہونے کے باوجود اس کی مغفرت کی دعا کی تھی۔ یہ دعا اگرچہ قبول نہیں ہوئی اور ان کو ہدایت کی گئی کہ وہ کافروں/ضالین کے لئے دعائے مغفرت نہ کیا کریں تاہم پدرِ ابراہیم کی ضلالت مسلمہ ہو گئی کہ وہ اپنی زندگی بھر اسلام نہیں لایا تھا یا ہدایت نہیں پائی تھی۔ اور اس کی موت بھی اس کی ضلالت پر ہوئی تھی۔ چوتھی آیت کریمہ میں حضرت موسیٰ علیہ السلام کے اس اعترافِ ضلالت کا اشارہ موجود ہے جو انہوں نے اپنی بعثت و نبوت سے قبل غلطی سے ایک شخص کو قتل کر کے کیا تھا اور جسے اللہ تعالیٰ نے انکی دعائے استغفار پر بخش دیا تھا۔ ایک نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے دور ماقبل از بعثت و نبوت کو "دورِ ضلالت" کہنا اہم اور نازک مسئلہ ہے اور اس پر بعد میں بحث ہوگی۔ باقی تینوں آیاتِ کریمہ میں دوزخیوں اور جہنمیوں کے اپنی ضلالت پر قائم رہنے اور اسی پر مرنے کا واضح ذکر موجود ہے اور ان کا یہ مقولہ/مقولے دوزخ میں دخول کے بعد یا اس سے پہلے حال کے متعلق بیان کئے ہیں اور آخری آیت میں اللہ تعالیٰ کی ان گمراہیوں کے لئے صاف وعید ہے کہ ایسے گمراہوں اور تکذیب کرنے والوں کے لئے صرف دوزخ کی مہمانی ہے۔

(د) "ضالون" کا استعمالِ قرآنی

اللہ تعالیٰ نے "ضَالّون" صفت و لفظ پر مشتمل آیاتِ کریمہ میں وضاحت کی ہے کہ کیسے لوگ ضال/گمراہ ہیں اور ان کے ضلال و گمراہی کے اسباب و عوامل اور کرتوت کیا ہیں:

اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا بَعْدَ اِيْمَانِهِمْ ثُمَّ ازْدَادُوْا كُفْرًا لَّنْ تُقْبَلَ تَوْبَتُهُمْ ۚ وَاُولٰٓئِكَ هُمُ الضَّآلُّوْنَ ۝ (اٰل عمران : ۹۰)

جو لوگ منکر ہوئے مان کر، پھر بڑھتے رہے انکار میں، ہرگز قبول نہ ہوگی ان کی توبہ، اور وہی ہیں راہ بھولے۔

قَالَ وَمَنْ يَّقْنَطُ مِنْ رَّحْمَةِ رَبِّهٖٓ اِلَّا الضَّآلُّوْنَ ۝ (الحجر : ۵۶)

کہا، اور کون آس توڑے اپنے رب کی مہر سے؟ مگر جو راہ سے بھولے ہیں:۔

ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ ۝ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ ۝ (الواقعه : ۵۱-۵۲)

پھر تم جو ہو اے بہکو جھٹلانے والو! البتہ کھاؤ گے ایک درخت سیہنڈ (زقوم) کے سے۔

فَلَمَّا رَاَوْهَا قَالُوْٓا اِنَّا لَضَآلُّوْنَ ۝ (القلم : ۲۶)

پھر جب اس کو دیکھا، بولے: ہم راہ بھولے۔

وَاِذَا رَاَوْهُمْ قَالُوْٓا اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ لَضَآلُّوْنَ ۝ (المطففين : ۳۲)

اور جب ان کو دیکھتے، کہتے: بیشک یہ لوگ بہک رہے ہیں۔

پہلی آیاتِ کریمہ میں ان مرتدوں کو ضال/گمراہ کہا ہے جو ایمان لانے کے بعد کفر کے مرتکب ہوئے اور کفر میں

ترقی معکوس کرتے رہے۔ دوسری میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی زبانِ مبارک / مقولہ سے یہ حقیقت اجاگر کی کہ رحمتِ ربانی سے صرف گمراہ ہی مایوس ہوتے ہیں۔ یعنی گمراہوں کو اپنے رب کی رحمت کی معرفت ہی نہیں ہوتی اور نہ اپنے سیدھے راستہ کی۔ نتیجہ مایوسی اور قنوطیت۔ تیسری آیت میں دوزخیوں کو یعنی ضلال وگمراہی پر مرنے والوں کو گمراہ (ضالون) کہا گیا ہے کہ وہ اپنی موت سے قبل ایمان سے بے بہرہ رہے۔ چوتھی آیت میں ان باغ والوں کی مثال دی گئی ہے جنہوں نے اپنے باغ کی پیداوار سے مسکینوں اور حق والوں کو ان کے حق سے محروم کرنے کا منصوبہ بنایا تھا اور صبح سویرے چپ چاپ فصل کاٹ لینی چاہی تھی مگر راتوں رات ان کے باغ پر عذابِ الٰہی آیا اور اس نے اس کو تہس نہس کر دیا۔ وہ جب اس پر پہونچے تو اس کی تباہی و بربادی کے سبب اسے پہچان نہ سکے۔ اسی طرح آخری آیت میں مکہ کے کافروں کے بارے میں فرمایا گیا ہے کہ وہ اہلِ ایمان کو گمراہ سمجھتے تھے کہ وہ ان کے آبائی دین یا جاہلی طریقے کو چھوڑ چکے ہیں۔

(س) ضلالت کے معانی قرآنی

قرآن مجید کی بہت سی آیاتِ کریمہ میں ضلال و ضلالت کی تعریف کی گئی ہے اور گمراہی کی وجہ بھی بیان کی گئی ہے۔ چنانچہ بہت سی آیاتِ مطہرہ میں ایمان کے بالمقابل کفر و شرک اختیار کرنے کو گمراہ ہونے (ضل / ضلوا) سے تعبیر کیا گیا ہے (البقرہ نمبر ۱۰۸، نساء نمبر ۱۱۶، نمبر ۱۳۶، نمبر ۱۶۷، مائدہ نمبر ۱۲، نمبر ۷۷، نمبر ۱۰۵، الانعام نمبر ۱۴۰، اعراف نمبر ۳۷، نمبر ۱۴۹، الاسراء نمبر ۴۸ کہف نمبر ۱۰۴، طٰہٰ نمبر ۹۲، الفرقان نمبر ۹، نمبر ۱۷، النمل نمبر ۲، احزاب نمبر ۳۶، الصٰفٰت نمبر ۱، الممتحنہ نمبر ۱ وغیرہ) ان آیاتِ کریمہ کے تجزیہ سے معلوم ہوتا ہے کہ کفر و شرک کے علاوہ اللہ و رسول کی نافرمانی اور معصیت کو بھی "ضلالت" کہا گیا ہے خواہ وہ زبانی انکار بشکل کفر و شرک ہو یا عملی معصیت جیسے سورۂ ممتحنہ میں اللہ کے دشمنوں سے دوستی کرنے اور ان سے تعلقات بنانے کو ضلالت قرار دیا ہے یا سورۂ احزاب میں جہاں اللہ و رسول کے فیصلہ کو بطیبِ خاطر قبول کر لینے کا حکم ہے اور ان کے فیصلہ کو نافرمانی اور عدمِ تعمیل کو ضلالت قرار دیا ہے۔ ان میں بعض آیاتِ کریمہ میں واضح طور سے اہلِ کتاب کو بھی "ضلالت کا سوداگر" کہا ہے اور مسلمانوں کو گمراہ کرنے کے درپے بتایا ہے (نساء نمبر ۴۴ وغیرہ)۔ سورۂ طٰہٰ کی آیت میں حضرت موسیٰ کی غیر حاضری میں بنو اسرائیل کی گوسالہ پرستی کو ضلالت بتایا ہے۔ یہی تقریباً صورت حال "ضلالاً" میں پائی جاتی ہے کہ بیشتر ایسی آیات میں کفر و شرک اور معصیتِ الٰہی و نافرمانی رسول کو "ضلال" کہا ہے جیسے نساء نمبر ۱۱۶، نمبر ۱۳۶، نمبر ۱۶۷، احزاب نمبر ۳۶ لفظ ضلالت پر مشتمل سات آیاتِ کریمہ میں زیادہ تر ہدایت کے مقابلہ میں ضلالت خریدنے کی بات کہی گئی ہے ان کا تجزیہ ایک اور بحث میں کیا جائے گا۔ اکتیس آیاتِ مطہرہ میں "ضلال" کا لفظ استعمال کیا گیا ہے۔ ان میں سے بیشتر میں کفر و شرک کو وجہ ضلال کہا ہے جیسے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثتِ مبارکہ سے قبل مومنین کے ضلال مبین کا حوالہ آل عمران نمبر ۱۶۴ اور جمعہ نمبر ۲ میں ہے، حضرت ابراہیم نے اپنے باپ اور قوم کو ضلال مبین میں مبتلا بتایا تھا (انعام نمبر ۷۴، انبیاء نمبر ۵۴)، آخرت پر دنیاوی زندگی کو

ترجیح دینے اور سبیل اللہ سے روکنے اور اس سے اعراض و کجی کو بھی ضلال بعید فرمایا ہے (ابراہیم نمبر ۳)، جو لوگ اپنے رب کے ساتھ کفر کرتے ہیں، ان کے تمام اعمال خاکستر ہیں جسے ہوا اڑا لے جاتی ہے اور یہی تو بڑی گمراہی (ضلال بعید) ہے (ابراہیم نمبر ۱۸)۔ اسی طرح تمام ظالم لوگ بھی گمراہی میں مبتلا ہیں (مریم نمبر ۳۸، لقمان نمبر ۱۳) نفع و ضرر نہ پہونچانے والے معبودانِ باطل کی پرستش کرنے کو بھی بڑی گمراہی (ضلال بعید) کہا ہے (الحج نمبر ۱۲)۔ آخرت پر نہ ایمان لانا یا نہ رکھنا ضلالِ بعید ہے (سبا نمبر ۸)۔ رحمٰن کے علاوہ دوسرے معبود بنانا بھی ضلالِ مبین ہے (یٰسٓ نمبر ۲۴)۔ ذکرِ الٰہی سے دلوں کی سختی اور بد بختی بھی ضلال مبین ہے (زمر نمبر ۲۲)۔ اور جو قیامت کے بارے میں محض انٹکلیں لگاتے ہیں وہ گمراہی (ضلالِ بعید) کے شکار ہیں (شوریٰ نمبر ۱۸)۔ داعی الٰہی کی دعوت کو قبول نہ کرنے والے ضلال مبین میں مبتلا ہیں (احقاف نمبر ۳۲)۔ جہنمیوں اور دوزخیوں کے بارے میں مزید آیات آئی ہیں جن میں ان کو ضلال میں مبتلا بتایا گیا ہے (ق نمبر ۲۷، قمر نمبر ۴۷، ملک نمبر ۹ وغیرہ۔)

ضلال و ضلالت سے متعلق تمام آیاتِ کریمہ کے مطالعہ سے پتا چلتا ہے کہ راہ پانے کے بعد اور انعامِ الٰہی سے متمتع ہونے کے بعد خواہ ہدایت و انعام کو چھوڑا جائے یا اس کی رسائی ہی نہ ہو دونوں کو ضلال و گمراہی سے تعبیر کیا گیا ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں صراطِ مستقیم اور سبیل الٰہی کھو جاتی ہے اور سالکین دوسری راہوں پر بھٹکتے پھرتے ہیں اور اپنی منزل مقصود کو نہیں پہونچتے۔ اس باب میں ایمان لانے کے بعد ضلالت کا معاملہ بہت اہم ہے۔ دنیاوی اور مادی چیزوں کو اُخروی اور روحانی چیزوں پر ترجیح دینا بھی اسی طرح ضلالت کا سبب بن سکتا ہے جس طرح کفر و شرک کہ اس رویہ میں انعامِ الٰہی کو اپنی خواہشات کی بھینٹ چڑھا دینے کا کافرانہ و مشرکانہ جذبہ موجود ہے۔ اسی بنا پر اللہ و رسول کی معصیت کو ایمان لانے کے بعد بھی ضلالت سے تعبیر کیا گیا ہے۔ اس میں عملی انکار ہو یا قولی انکار دونوں کو شامل کیا گیا ہے۔ ایک دلچسپ اور اہم بات اس ضمن میں یہ ہے کہ بیجا محبت کو یا زنا کی دعوت کو بھی کھلی گمراہی بتایا گیا ہے (سورہ یوسف نمبر ۸، نمبر ۳۰) اگرچہ حضرت یوسف سے ان کے والدِ ماجد کی محبت بیجا نہ تھی جیسا کہ ان کے دوسرے فرزندوں کا خیال تھا۔ کئی ایسی آیاتِ کریمہ آئی ہیں جن میں ضلال / ضلالت کا استعمال صرف صحیح راہ سے بھٹکنے اور منزلِ مقصود پر نہ پہونچنے اور بے نیلِ مرام رہنے کے معنی عام میں ہے جیسے کافروں کی دعاؤں کا ضلال / گمراہی میں پھنسا ہونا (رعد نمبر ۱۴، غافر نمبر ۵۰) یا ان کے مکر و فریب کا ضلال میں ہونا (غافر نمبر ۲۵)۔

مفسرین و مترجمین کے لئے ایک مشکل مسئلہ یہ رہا ہے کہ قرآنِ مجید نے بعض انبیائے کرام کے لئے ضال (گمراہ) کا لفظ یا ضلال / گمراہی میں ہونے کا ذکر بعض آیات کریمہ میں کیا ہے مگر اس کی صحیح تعبیر کیا ہے؟ مثلاً حضرت موسیٰ علیہ السلام کے لئے سورۂ طٰہٰ کی مذکورہ بالا آیت میں ان کی بعثت سے قبل کے دور کی طرف جو حوالہ آیا ہے یا سورۂ والضحیٰ نمبر ۷ میں رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف وَوَجَدَكَ ضَآلًّا فَهَدٰى (اور پایا تجھ کو بھٹکتا، پھر راہ دی) کا اشارہ ہے۔ عام طور پر مفسرین نے اس سے مراد صاف اور کھلا ہوا راستہ ایمان نہ پانا مراد لیا ہے۔ حافظ ابن کثیر لکھتے ہیں کہ یہ

آیت سورۂ شوریٰ نمبر ۵۲ کی مانند ہے۔ اور بعض لوگوں نے اس سے آپ کے بچپن میں راہ سے بھٹک جانا مراد لیا ہے۔ اور بعض لوگوں نے سفرِ شام میں آپ کے راستے بھول جانے کو مراد لیا ہے۔ خود حافظ موصوف فرماتے ہیں کہ یہ سب آپ کی بعثت سے پہلے کے مراحلِ حیات تھے۔ شاہ عبد القادر دہلوی لکھتے ہیں کہ "جب حضرت جوان ہوئے قوم کی رسم و راہ سے بیزار تھے اور اپنے پاس کوئی رسم و راہ نہ تھی"۔ یہی بات مولانا عثمانی نے دوسرے الفاظ میں لکھی ہے کہ "۔۔۔ قلب میں خدائے واحد کی عبادت کا جذبہ پورے زور کے ساتھ موجزن تھا۔۔۔ لیکن کوئی صاف کھلا ہوا راستہ اور مفصل دستور العمل بظاہر دکھائی نہ دیتا تھا۔۔" انہوں نے سورۂ شوریٰ نمبر ۵۲ اور سورۂ نمبر ۹۵: قَالُوْا تَاللّٰهِ اِنَّكَ لَفِيْ ضَلٰلِكَ الْقَدِيْمِ (لوگ بولے: قسم اللہ کی تو ہے اپنی اسی غلطی میں قدیم کی) کو "ضالاً" کے معنی کرتے وقت پیش نظر رکھنے کی بات کہی ہے۔ مولانا دریابادی نے "ضالاً" حیران و سرگرداں کے معنی میں لیا ہے اور تشریح کی ہے کہ "آپ ابتداءً و اصلاً اصول و ارکانِ شریعت سے بیگانۂ محض تھے۔۔۔ سو "ضال" آپ کو آپ کی زندگی کے دورِ قبل نبوت کے اعتبار سے فرمایا جب آپ راہ فلاح و اصلاح کے لئے بیچین تھے۔" مولانا مودودی نے بڑی مفصل بحث کی ہے۔ جس کا مرکزی نقطہ یہ ہے کہ "ضال" کے دوسرے معنی یہ ہیں کہ کوئی شخص راستہ نہ جانتا ہو اور ایک جگہ حیران کھڑا ہو کہ مختلف راستے جو سامنے ہیں ان میں سے کدھر جاؤں۔۔ ایک اور معنی کھوئے ہوئے کے ہیں۔۔۔ ضائع ہونے کے لئے بھی "ضلال" کا لفظ بولا جاتا ہے۔۔۔ غفلت کے لئے بھی ضلال کا لفظ استعمال ہوتا ہے۔۔۔ باقی معنی کسی نہ کسی طور پر یہاں مراد ہو سکتے ہیں (انہوں نے گمراہی کے معنی کی نفی کی ہے) مولانا اصلاحی نے جویائے راہ کے معنی میں یہاں خاص کر لیا ہے۔ اور سورۂ شوریٰ نمبر ۵۲ اور سورۂ یوسف نمبر ۳ نقل کر کے غفلت کے معنی بھی لئے ہیں۔ حالانکہ حقیقت میں یہ معنی صحیح ہیں کہ انبیاء کرام کو اپنی نبوت و رسالت سے قبل صراطِ مستقیم کا صاف پتا نہ تھا نہ ہی وہ اس سے واقف تھے اگرچہ ان کے دل اور ان کی زندگی کفر و شرک سے پاک تھی۔

(ص) ضلالت و ہدایت کا قرآنی تقابل

قرآن مجید کی مختلف آیاتِ کریمہ کے مطالعہ سے معلوم ہوتا ہے کہ ضلال / ضلالت دراصل ہدایت کا متضاد و مخالف ہے اور بہت سی آیات میں ان دونوں کو ایک دوسرے کے متضاد و مخالف کی حیثیت سے استعمال بھی کیا گیا ہے۔ چنانچہ اس معنی کی اہم ترین آیاتِ مطہرہ حسب ذیل ہیں: پہلے فعل ضَلَّ کے مقابل هدی / اهتدیٰ پر مبنی آیاتِ کریمہ:

يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ ۭ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ ○ (المائدہ: ۱۰۵)

اے ایمان والو! تم پر لازم ہے فکر اپنی جان کا۔ تمہارا کچھ نہیں بگاڑتا جو کوئی بہکا جب تم ہوئے راہ پر۔ اللہ پاس پھر جانا ہے تم سب کو، پھر وہ جتادے گا جو کچھ تم کرتے تھے

قُلْ يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمُ الْحَقُّ مِنْ رَّبِّكُمْ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنَا عَلَيْكُمْ بِوَكِيْلٍ ۝ (یونس: ۱۰۸)

تو کہہ: لوگو! حق آ چکا تم کو تمہارے رب سے، اب جو کوئی راہ پر آوے، سو وہ راہ پاتا ہے اپنے بھلے کو، اور جو کوئی بھولا پھرے، سو بھولا پھرے گا اپنے برے کو۔ اور میں تم پر نہیں ہوا مختار۔

اُدْعُ اِلٰى سَبِيْلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ وَ جَادِلْهُمْ بِالَّتِيْ هِيَ اَحْسَنُ ۚ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ ۝ (النحل: ۱۲۵)

بلا اپنے رب کی راہ پر، پکی باتیں سمجھا کر اور نصیحت کر کر بھلی طرح، اور الزام دے ان کو جس طرح بہتر ہو۔ تیرا رب بہتر جانتا ہے، جو بھولا اس کی راہ سے، اور وہی بہتر جانے جو راہ پر ہیں۔

وَاَنْ اَتْلُوَا الْقُرْاٰنَ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَاِنَّمَا يَهْتَدِيْ لِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَقُلْ اِنَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُنْذِرِيْنَ ۝ (النمل: ۹۲)

اور یہ کہ سنادوں قرآن۔ پھر جو کوئی راہ پر آیا، سو راہ پر آوے گا اپنے بھلے کو۔ اور جو کوئی بہکا رہا، تو کہہ دے، میں یہی ہوں ڈر سنانے والا۔

اِنَّآ اَنْزَلْنَا عَلَيْكَ الْكِتٰبَ لِلنَّاسِ بِالْحَقِّ ۚ فَمَنِ اهْتَدٰى فَلِنَفْسِهٖ ۚ وَمَنْ ضَلَّ فَاِنَّمَا يَضِلُّ عَلَيْهَا ۚ وَمَآ اَنْتَ عَلَيْهِمْ بِوَكِيْلٍ ۝ (الزمر: ۴۱)

ہم نے اتاری ہے تجھ پر کتاب، لوگوں کے واسطے، سچے دین کے ساتھ۔ پھر جو کوئی راہ پر آیا، سو اپنے بھلے کو اور جو کوئی بہکا، سو یہی کہ بہکا اپنے بُرے کو۔ اور تجھ پر ان کا ذمہ نہیں۔

ذٰلِكَ مَبْلَغُهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۚ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۙ وَهُوَ اَعْلَمُ بِمَنِ اهْتَدٰى ۝ (النجم: ۳۰)

یہاں ہی تک پہنچی ان کی سمجھ۔ تیرا رب ہی بہتر جانے، جو بہکا اس کی راہ سے اور وہی بہتر جانے جو آیا راہ پر۔

(نیز سورۂ قلم نمبر، معمولی فرق کے ساتھ)۔

لفظ ضلّوا (گمراہ ہوئے) پر مشتمل آیات یہ ہیں:

قَدْ خَسِرَ الَّذِيْنَ قَتَلُوْٓا اَوْلَادَهُمْ سَفَهًا ۢ بِغَيْرِ عِلْمٍ وَّ حَرَّمُوْا مَا رَزَقَهُمُ اللّٰهُ افْتِرَآءً عَلَى اللّٰهِ ۚ قَدْ ضَلُّوْا وَمَا كَانُوْا مُهْتَدِيْنَ ۝ (الانعام: ۱۴۱)

بیشک خراب ہوئے جنہوں نے مار ڈالی اپنی اولاد نادانی سے، بن سمجھے۔ اور حرام ٹھہرایا جو اللہ نے ان کو رزق دیا، جھوٹ باندھ کر اللہ پر۔ بیشک بہکے اور نہ آئے راہ پر۔

اُنْظُرْ كَيْفَ ضَرَبُوْا لَكَ الْاَمْثَالَ فَضَلُّوْا فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ سَبِيْلًا ۝ (الاسراء: ۴۸)

دیکھ! کیسی بٹھاتے ہیں تجھ پر کہاوتیں۔ اور بہکتے ہیں، سو راہ نہیں پا سکتے۔

اسی طرح فعل مضارع یَضِلُّ پر مشتمل کئی آیاتِ کریمہ میں ہدایت کو ضلالت کے مقابل لایا گیا ہے جیسے انعام نمبر ۱۱۷، یونس نمبر ۱۰۸، اسراء نمبر ۱۵، طٰہٰ نمبر ۱۲۳، زمر نمبر ۴۱ وغیرہ۔

مصدر ضلال/ضلالت کے بالمقابل ہدایت پر مشتمل آیاتِ کریمہ حسب ذیل ہیں:

اِنَّ الَّذِیْ فَرَضَ عَلَیْکَ الْقُرْاٰنَ لَرَآدُّکَ اِلٰی مَعَادٍ ؕ قُلْ رَّبِّیْٓ اَعْلَمُ مَنْ جَآءَ بِالْهُدٰی وَمَنْ هُوَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ (القصص: ۸۵)

جس شخص نے حکم بھیجا تجھ پر قرآن کا، وہ پھیر لانے والا ہے تجھ کو پہلی جگہ تو کہہ، میرا رب خوب جانتا ہے، کون لایا راہ کی سوجھ اور کون پڑا ہے صریح بہکاوے میں۔

قُلْ مَنْ یَّرْزُقُکُمْ مِّنَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ؕ قُلِ اللّٰهُ ۙ وَاِنَّآ اَوْاِیَّاکُمْ لَعَلٰی هُدًی اَوْ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ (سبا: ۲۴)

تو کہہ یا کون روزی دیتا ہے تم کو، آسمانوں سے اور زمین سے؟ بتا کہ اللہ اور یا ہم یا تم بے شک سوجھ پر ہیں یا پڑے ہیں بہکاوے میں صریح۔

اَفَاَنْتَ تُسْمِعُ الصُّمَّ اَوْتَهْدِی الْعُمْیَ وَمَنْ کَانَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ ○ (الزخرف: ۴۰)

سو کیا تو سناوے گا، بہروں کو؟ یا سوجھاوے گا اندھوں کو؟ اور صریح غلطی میں بھٹکتوں کو؟

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی ص فَمَا رَبِحَتْ تِّجَارَتُهُمْ وَمَا کَانُوْا مُهْتَدِیْنَ ○ (البقرہ: ۱۶)

وہی ہیں جنہوں نے خرید کی راہ کے بدلے گمراہی۔ سو نفع نہ لائی ان کی سوداگری اور نہ راہ پائے۔

اُولٰٓئِکَ الَّذِیْنَ اشْتَرَوُا الضَّلٰلَةَ بِالْهُدٰی وَ الْعَذَابَ بِالْمَغْفِرَةِ ج فَمَآ اَصْبَرَهُمْ عَلَی النَّارِ ○ (البقرہ: ۱۷۵)

وہی ہیں جنہوں نے خرید کی گمراہی، بدلے راہ کے، اور مار بدلے مہر کے۔ سو کیا سہار ہے ان کو آگ کی؟

فَرِیْقًا هَدٰی وَ فَرِیْقًا حَقَّ عَلَیْهِمُ الضَّلٰلَةُ ؕ اِنَّهُمُ اتَّخَذُوا الشَّیٰطِیْنَ اَوْلِیَآءَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ وَیَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ مُّهْتَدُوْنَ ○ (الاعراف: ۳۰)

ایک فرقے کو راہ دی، اور ایک فرقے پر ٹھہری گراہی۔ انہوں نے پکڑے شیطان رفیق، اللہ چھوڑ کر، اور سمجھتے ہیں کہ وہ راہ پر ہیں۔

وَلَقَدْ بَعَثْنَا فِیْ کُلِّ اُمَّةٍ رَّسُوْلًا اَنِ اعْبُدُوا اللّٰهَ وَاجْتَنِبُوا الطَّاغُوْتَ ج فَمِنْهُمْ مَّنْ هَدَی اللّٰهُ وَ مِنْهُمْ مَّنْ حَقَّتْ عَلَیْهِ الضَّلٰلَةُ ؕ فَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَانْظُرُوْا کَیْفَ کَانَ عَاقِبَةُ الْمُکَذِّبِیْنَ ○ (النحل: ۳۶)

اور ہم نے اٹھائے ہیں ہر امت میں رسول، کہ بندگی کرو اللہ کی، اور بچو ہڑدنگے (سرکش) سے، سو کسی کو راہ دی اللہ نے اور کسی پر ثابت ہوئی گمراہی۔ سو پھرو زمین میں، تو دیکھو کیا ہوا آخر جھٹلانے والوں کا۔

وَمَآ اَنْتَ بِهٰدِی الْعُمْیِ عَنْ ضَلٰلَتِهِمْ ۔ اِنْ تُسْمِعُ اِلَّا مَنْ یُّؤْمِنُ بِاٰیٰتِنَا فَهُمْ مُّسْلِمُوْنَ ○ (النمل : ۸۱)
اور نہ تو دکھا سکے اندھوں کو، جب راہ سے بچلیں، تو تو سناتا ہے اس کو جو یقین رکھتا ہو ہماری باتوں پر، سو وہ حکمبردار ہیں۔

ان تمام آیاتِ کریمہ میں ضلالت و ہدایت کو ایک دوسرے کا مقابل و متضاد قرار دیا ہے۔ اور ان کا تعلق صراطِ مستقیم سے جوڑا ہے۔ خواہ لفظ سبیل استعمال کیا ہو یا کوئی اور۔ غرضیکہ ہدایت کے معنی ہیں صراط مستقیم پر چلنا اور ضلالت کے معنی ہیں اس صراط مستقیم پر نہ چلنا یا اس سے دور رہنا۔ یہ ایسا جامع مفہوم ہے جو ہر سیاق و سباق میں صحیح معلوم ہوتا ہے خواہ اس کا استعمال کسی کیلئے کیا جائے۔ ہدایت کے لئے بعض دوسری آیاتِ کریمہ میں حق وغیرہ کا استعمال بھی کیا ہے جس طرح ضلال / ضلالت کے لئے اندھاپن / عمی استعمال کیا ہے۔ مفہوم ایک ہے کہ صراطِ مستقیم پر چلنا حق ہے ہدایت ہے اور ایمان ہے اور اس سے دور ہونا گمراہی اور اندھاپن ہے۔

مفسرینِ کرام نے "المغضوب علیہم" کی جس طرح تفسیر و تشریح کی ہے اسی طرح انہوں نے "ضالین" کی کی ہے اور عام طور سے اول الذکر سے یہود اور ثانی الذکر سے نصاریٰ مراد لئے ہیں۔ یہود اور "المغضوب علیہم" پر مذکورہ بالا بحث کی مانند مفسرین کرام کی "ضالین" پر بحث بھی مختلف تعبیریں پیش کرتی ہے۔ احادیث و آثار میں ان سے نصاریٰ مراد ہیں اور ان کی مفسرین نے توجیہ کی ہے کہ ان سے صرف یہی طبقہ مراد نہیں بلکہ "ضالین" کے نمائندہ طبقہ کے مثل ان کا ذکر کیا گیا ہے ورنہ ہر طرح کے گمراہ لوگ مراد ہیں۔ حافظ ابن کثیر، مولانا محمود حسن وغیرہ کے بیانات اوپر ذکر کئے جا چکے ہیں۔ اسی ضمن میں مولانا دریابادی کے حوالہ سے امام رازی کا خیال بھی اوپر آ چکا ہے کہ "اس سے اعتقادی غلطیوں والوں کو مراد لیا جائے اور مغضوب علیہم سے عملی غلطیوں والوں کو" حالانکہ یہ تقسیم قرآنی آیاتِ بالا کی روشنی میں صحیح نہیں معلوم ہوتی کہ اللہ تعالیٰ نے ضلال و ضلالت کو اعتقادی اور عملی دونوں غلطیوں کے ارتکابِ جرم کے مترادف قرار دیا ہے۔ مولانا مودودی نے ان دونوں طبقات کی تشریح ایسی نہیں کی کہ اس سے ان کے درمیانی فرق کو جانا جا سکے۔ مولانا اصلاحی کے نزدیک "ضالین" سے مراد وہ لوگ ہیں جنہوں نے اپنے دین میں غلو کیا، جنہوں نے اپنے پیغمبر کا رتبہ اتنا بڑھایا کہ اس کو خدا بنا کر رکھ دیا۔۔۔ بلکہ اپنے جی سے رہبانیت کا ایک پورا نظام کھڑا کر دیا۔۔۔" اور صرف مائدہ نمبر ۷۷ سے استشہاد کیا ہے جس میں غلو نہ کرنے کا حکم، غیر حق کی اتباع اور پیشروؤں کی خواہشوں بدعتوں کی پیروی کی ممانعتِ الٰہی آئی ہے۔ ظاہر ہے کہ اس تشریح و تعبیر میں مفسرِ گرامی کی نظر میں صرف نصاریٰ ہیں جس کے سبب انہوں نے ایک طبقہ کو مراد لے کر اس کی تعریف کی ہے حالانکہ قرآنِ مجید کی دوسری آیاتِ کریمہ میں غلو کے علاوہ کفر و شرک اور دوسری اعتقادی اور عملی غلطیوں کا ذکر صریح موجود ہے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ "مغضوب علیہم" ان طبقات و افراد کو کہا گیا ہے جنہوں نے کفر و شرک میں تمرد و سرکشی کی انتہائی راہ اختیار کی اور غضب الٰہی کے مستحق بنے جبکہ "ضالین" سے وہ کافر و مشرک اور غیر ایمان والے مراد ہیں جنہوں نے انتہائی تمرد نہیں کیا لہٰذا وہ نہ لوٹنے والے فقط

سے پہلے ابھی ضلالت میں ہیں اور ابھی تک اس غضب الٰہی کے سزاوار نہیں ہوئے کہ پھر حق و ہدایت کی راہ ان پر یکسر بند کر دی جائے جیسی کہ مغضوب علیہم پر بند کر دی گئی ہے۔

تجزیۂ آخریں

کلامِ الٰہی کی آیاتِ کریمہ کے پس منظر اور حوالہ سے سورۂ فاتحہ کا سب سے اچھا اور سب سے موزوں نام "سورۃ الحمد" معلوم ہوتا ہے کہ اسی سے نہ صرف اس سورۂ کریمہ کا مبارک آغاز ہوا ہے بلکہ حمد کی روح اس کی تمام آیاتِ مقدسہ میں سرایت کئے ہوئے ہے۔ پہلی تین آیاتِ کریمہ میں یہ حمدِ الٰہی تو اتنی واضح اور غیر مبہم ہے کہ تشریح و تفصیل کی کوئی حاجت نہیں۔ بقیہ چار آیاتِ کریمہ میں تھوڑے تدبر و تفکر اور غور و فکر سے روحِ حمد کو جاری و ساری دیکھا جاسکتا ہے۔ عبادتِ الٰہی اور استعانتِ ربانی بھی تو حمدِ رحمانی ہے کہ عبادت و استعانت پر مامور ہم بندگانِ الٰہی اپنے قول و کلام اور زبان و نطق سے حمد و ثنائے ربانی کرنے کے ساتھ ساتھ اپنے اعضاء وجوارح قلب و دماغ، اور فکر و نظر اور شعور و ادراک غرضیکہ روح و مادہ کے اس حسین و متوازن امتزاج کے ساتھ کہ جس سے ہم بنے ہیں اپنے رحمٰن و رحیم اور رب العالمین اللہ کی عبادت کی شکل اور استعانت کی صورت میں حمد کرتے ہیں۔ اور پھر اسی سے صراطِ مستقیم کی طلب کرتے ہیں جو حسنِ طلب کی حمد و ثنا ہے۔ اور اس صراطِ مستقیم کی طلب جو حمد کرنے والوں کو بطور نعمتِ ربانی حاصل ہوئی ہے اور جس سے حمد نہ کرنے والے محروم ہو کر غضبِ الٰہی اور ضلالت کے سزاوار بنے ہیں ہماری عبادتِ الٰہی کی مانند کائنات کی ہر شے اس کی حمد و ثنا کر رہی ہے اور یہی ان کی عبادت و پرستش ہے۔ قرآنِ مجید کی بہت سی آیاتِ کریمہ بالخصوص حمد و ثنائے ربانی پر مشتمل آیاتِ مطہرہ یہ حقیقت روزِ روشن اور طہارتِ باطن کی طرح اجاگر کرتی ہیں کہ تمام مظاہر فطرت اور جمیع خلقت کائنات اللہ رب العالمین کی حمد و ثنا ہی کرتی ہے خواہ وہ فرشتگانِ افلاک ہوں یا حاملینِ عرشِ الٰہی، خواہ وہ خاک بسر اولادِ آدم ہوں یا آب و باد و خاک کے چرند و پرند۔ اس نیلگوں آسمان کے نیچے، اور اس فرش خاک کے اوپر صرف حمدِ الٰہی کا زمزمہ گونج رہا ہے۔

ایک حقیقتِ قرآنی یہ ہے کہ کلامِ الٰہی کا آغاز و افتتاح بسملہ یا تسمیہ۔ بسم اللہ الرحمٰن الرحیم۔ سے ہوتا ہے جو قرآنِ مجید کی اولین آیتِ کریمہ باعتبار ترتیب مصحفی ہے۔ مفسرین و شارحین کے درمیان اس امر پر اختلاف ہے کہ بسملہ سورۂ فاتحہ کی اولین آیت ہے یا ایک آزاد و مستقل آیت کریمہ۔ احادیث نبویہ، روایات شریفہ اور آثارِ صحابہ سے قطع نظر قرآنِ مجید کے اندرون کی شہادت بتاتی ہے کہ وہ ایک آزاد و خود مختار آیتِ جلیلہ ہے جو سورتوں کے بنام الٰہی آغاز و افتتاح اور دوسری سورتِ کریمہ سے فصل کرنے کے لئے نازل کی گئی تھی۔ اس پر بسملہ کی قرآنِ مجید میں حیثیت و مقام اور سورتوں سے الگ کتابت کرنے کا انداز بھی دلالت کرتا اور شہادت دیتا ہے۔ اس کے علاوہ ایک اور اہم مسئلہ یہ ہے کہ مفسرین و شارحین کرام بسم اللہ سے قبل ایک فعلِ محذوف مانتے ہیں جو عام طور سے اَقْرَأُ (پڑھتا ہوں) یا اَتْلُوْ (تلاوت کرتا ہوں) یا اَبْدَأُ (شروع کرتا ہوں) وغیرہ ہیں یعنی ایسے تمام افعال جو صرف انسانی مخلوق کے تو ضرور لائق

ہیں تاہم وہ مُنزِلِ قرآن کریم کے شایانِ شان نہیں معلوم ہوتے۔ لہٰذا اللہ تعالیٰ کی ذاتِ والاصفات کے لئے اُنزِلُ / تُنزِلُ (نازل کرتا ہوں) کی قبیل کے الفاظ محذوف ماننے چاہئیں اگر اس سے پہلے محذوف ماننا اتنا ہی ضروری ہے۔ بسملہ کی ساخت و دروبست واضح کرتے ہیں کہ کسی فعل محذوف کو ماننے کی ضرورت ہی نہیں کیونکہ یہ وہ کلمۂ عالیہ ہے یا ان کلمات و تراکیب میں سے ہے جو بجائے خود فعل کے بغیر کلامِ تام ہوتے ہیں اور پورے معانی کی ترسیل کرتے ہیں۔ بلاغتِ قرآنی اور فصاحتِ الٰہی کا یہ مزید معجزہ ہے کہ یہ کلمۂ عالیہ خود بخود موقع و محل کی مناسبت سے اپنے موزوں ترین اور بہترین معنی کا حامل بنتا اور اس کی ترسیل کرتا ہے۔ مزید بر آں اس کی فصاحت و بلاغت کی انتہا یہ ہے کہ وہ اگر زبانِ الٰہی سے ادا ہو تو اپنے عظیم الشان متکلم کے شایانِ شان مفہوم کا ابلاغ کرتا ہے اور اگر زبانِ مخلوق سے نکلے تو اس کے فروتر مرتبہ کی رعایت کرتا ہے۔ بسملہ سے حذفِ فعل کی یہی حکمتِ الٰہی ہے۔

عربی لُغَت کے اعتبار سے مفسرین کرام اور شارحین عالیمقام نے "الحمد" میں الف لام کو حرفِ استغراق و جنس مان کر تمام اور ہر قسم کی حمد و ثنا کو اس میں شامل مانا ہے۔ اور طرح طرح کی تفسیریں کی ہیں جو اسی نکتہ کے محور پر گھومتی ہیں۔ قرآن مجید کی بہت سی آیاتِ کریمہ نے حمدِ الٰہی کی بہت سی نئی تشریحیں اور تعبیریں کی ہیں جو مفسرین و شارحین کی تعبیرات میں نئی جہتیں جوڑتی ہیں اور انسانی تشریحات و تعبیرات سے کہیں اہم اور کہیں دلکش معانی پیدا کرتی ہیں۔ پہلی تعبیر و حقیقت تو یہ ہے کہ سورۃ الحمد میں مذکور حمدِ الٰہی اللہ رب العالمین کی زبانِ ترجمان حقیقت سے ادا کی گئی ہے جس سے دوسرا نکتہ یہ واضح ہوتا ہے کہ جس ذاتِ والاصفات کی وہ حمد و ثنا ہے وہ اسی کی شانِ ارفع و اعلیٰ کے مطابق اور شایانِ شان اس کی زبان مبارک ادا کر سکتی ہے۔ کیونکہ جو ذاتِ گرامی مخلوقاتِ عالم خاص کر انسانِ آب و گل کے شعور و ادراک کے پرے ہے اس کی تمام صفات بھی اس کے فہم و عقل سے بالاتر ہیں۔ ظاہر ہے کہ ذاتِ بیکراں و لامحدود کی ذات و صفات بند گانِ فانی و محدود کی سمجھ سے باہر ہیں۔ اس لئے خود اسی ذاتِ عالی مقام کو اپنی صفاتِ جمال و جلال ظاہر کرنی پڑیں۔ اور اسی سبب سے اپنی حمد و ثنا بھی کرنی پڑی تاکہ اس ذاتِ عالی کی رفعت کے مطابق اور مرتبۂ بلند کے موافق ہو "الحمد" میں نہ صرف معنی استغراق و جنس یعنی ہر قسم کی اور سب کی سب حمد کا مفہوم شامل و موجود ہے بلکہ حصر و حد کے مناسب مفہوم بھی شامل ہے کہ اس کے سوا اور کسی کے لئے حمد نہ ہو سکتی ہے اور نہ ہوتی ہے۔ ساتھ ہی یہ مفہوم بھی ہے کہ وہ حمدِ الٰہی جو اللہ تعالیٰ کی علوشان اور رفعتِ مقام کے شایانِ شان ہے اور جس کی تصریح حدیثِ نبوی میں یوں آئی ہے کہ "میں تیری حمد و ثنا کا احاطہ و احصا نہیں کر سکتا تو ویسا ہی ہے جیسا کہ تو آپ اپنی ثنا و حمد کرتا ہے۔" اس میں بے حد و بے حساب ذاتِ گرامی کے لئے حد و شمار سے خارج، لامتناہی، ازلی و ابدی اور سرمدی حمد و ثنا بھی شامل ہے۔ اس میں زبانِ بشر سے حمد و ثنا کا مفہوم بعد میں شامل ہوتا ہے کہ وہ متابعتِ امرِ الٰہی کا نتیجہ ہے۔

قرآن مجید کی مختلف آیاتِ جلیلہ میں حمدِ الٰہی کا موقعہ و محل کی مناسبت سے بیان اس کو وسعتِ معانی اور رفعتِ مفاہیم عطا کرتا ہے۔ مطلق حمد کے سوا ظالموں کے استیصال، نعمتِ الٰہی سے سرفرازی، حق و باطل کی آویزش میں حق کی

فتح، فیصلہ عدل و انصاف اور مخلوق کو رزق و حیات عطا کرنے اور اللہ تعالیٰ کی الوہیت و ربوبیت کا اظہار کرنے کے بعد اللہ رب العالمین کی حمد سورۂ فاتحہ کی اولین آیت کی مانند چھ آیات کریمہ میں کی گئی ہے۔ جو حمد و ثنائے ربانی کے نئے مفاہیم اور نئے معانی عطا کرتی ہے سورۂ فاتحہ میں جس طرح حمدِ الٰہی کو ربوبیت الٰہی کی صفت کے ساتھ جوڑا گیا ہے متعدد آیاتِ کریمہ میں پروردگار عالم کی دوسری صفات کے ساتھ اس کو ربط دیا گیا ہے۔ آسمان و زمین اور نور و ظلمات کے خالق، کتابِ قیم کے مُنزِل، آسمان و زمین اور تمام کائنات کے مالک و پادشاہ، خالقِ مطلق اور فرشتوں کے خالق، اور آخرت کے مالک و پادشاہ کی حیثیت سے اس کی حمد کی گئی ہے۔ اور یہ بھی واضح کیا گیا ہے کہ اس دنیائے فانی میں بھی اسی کو حمد سزاوار ہے اور آخرت میں بھی اسی کو ہی ہوگی۔ ان سب آیات میں رب العالمین کی صفت ضرور لائی گئی ہے۔ آیاتِ کریمہ کے درمیان میں کلمۂ الحمد للہ مختلف سیاق و سباق اور پس منظر میں لاکر حمدِ الٰہی کے معنی کو نئی وسعتیں دی گئی ہیں۔ دو آیاتِ کریمہ میں ایک صاحبِ قدرت و استطاعت اور انفاق کرنے والے شخص اور دوسرے ضدی، ذرفِ بے مقدار اور مملوک بندہ کے درمیان تقابل کر کے اللہ کے لئے حمد ثابت کی گئی ہے اور یہ حمد بزبانِ الٰہی ہے۔ جبکہ اہل ایمان و صاحبانِ جنت کی زبانِ شکر بیان سے اولادِ نرینہ، علم و فضل، ہدایت و نعمت، رفع غم و حزن اور جنت کی نعمت عطا ہونے پر حمد الٰہی ادا کرائی گئی ہے۔ پھر موقعہ و محل کی مناسبت سے کبھی اللہ کی حمد پر مقدم کر کے الوہیت کے لئے حمد کو ثابت کیا گیا ہے اور کبھی حمد کو اللہ پر مقدم کر کے حمد کی ذاتِ الٰہی کے لئے تخصیص و حصر کی گئی ہے۔ پھر زمان و مکان۔ صبح دوپہر شام اور رات کی گھڑیوں۔ اور زمین و آسمان اور انکی پہنائیوں میں حمد کو ذاتِ الٰہی کے لئے ثابت کیا گیا ہے۔ ذاتِ الٰہی کے لئے زبان الٰہی سے حمد الٰہی کے اثبات کے علاوہ واضح کیا گیا ہے کہ تمام مخلوقات عالم۔ زمین و آسمان اور ان کی پہنائیوں کی تمام کائنات۔ اللہ تعالیٰ کے لئے ہر وقت تسبیح و تحمید کرتی ہے۔ مظاہر فطرت میں رعد و برق و آسمان و زمین اور فرشتوں کے ذکر خاص کے ساتھ ہر شے کے حمد الٰہی و تسبیح ربانی کا ذکر ہے۔ اللہ تعالیٰ کے نیک اور متقی بندے اپنے قول و عمل دونوں سے حمد الٰہی ادا کرتے ہیں جبکہ منکرین و کافرین اگرچہ زبان کو اس کے وظیفۂ حیات سے اپنے اختیار سے روک لیتے ہیں تاہم ان کے قویٰ اور فطری اعمال از خود حمد الٰہی کا وظیفہ زندگانی ادا کرتے رہتے ہیں۔ اسی لئے رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو خاص کر اور تمام بندگانِ ربانی کو عام طور سے ہر آن و ہر لمحہ میں حیاتِ بشری کے سرد و گرم کے تمام لمحات میں حمد الٰہی کرنے کا حکم ہے۔ سورۂ فاتحہ کی الحمد میں یہ تمام معانی شامل ہیں۔

اَلْحَمْدُ میں حصر و اختصاص کے معانی بھی مضمر ہیں کہ حمد صرف ذاتِ الٰہی کو سزاوار و زیبا ہے اور اس کے علاوہ کسی اور کے لئے وہ بنی ہی نہیں۔ اگر کوئی غیر اللہ کے لئے حمد کرتا ہے تو حمد ہی نہیں ہوتی البتہ وہ ظلم و شرک کا جرم ضرور بن جاتا ہے۔ پھر یہ بھی حقیقت اسی سے ہویدا ہوتی ہے کہ حمد اللہ کے لئے اسکی الوہیت کے سبب ہے نہ کہ کسی اور وجہ و عامل کی بنا پر۔ لہذا کوئی فعل یا صفتِ ربانی حمدِ الٰہی کے اثبات و اطلاق کے لئے ضروری اور لازمی نہیں ہے۔ اس سے ثابت ہوا کہ حمدِ الٰہی ذاتِ الٰہی کے ساتھ مستلزم ہے یعنی اللہ تعالیٰ اپنی ذات والا صفات اور اللہ ہونے کے سبب ہی حمید

اور محمود ہے۔ بالفاظِ دیگر وہ کسی حامد کی حمد کرنے سے محمود و حمید نہیں بنتا۔ اس کا منطقی نتیجہ یہ نکلا کہ اسکی ذاتِ حمید و محمود پر کسی کے حمد کرنے سے جس طرح فیض و فائدہ کا اثر مرتب نہیں ہوتا اسی طرح کافرین حق اور منکرین دین کے انکار کرنے اور حمد سے باز رہنے سے نقصان و نقص کا اثر نہیں ہوتا۔ یعنی وہ حمد کرنے والے کی حمد سے پہلے بھی اسی طرح محمود و حمید تھا جس طرح اسکی حمد و ثنا کے بعد اور منکر و کافر کے حمدِ الٰہی سے انکار کرنے سے پہلے بھی وہ ویسا ہی محمود و حمید تھا جیسا اس کے انکار و کفر کے بعد۔ ثابت ہوا کہ وہ اپنی ذاتِ والاصفات سے نہ صرف حمید و محمود ہے بلکہ وہ حمد کرنے والوں کی حمد سے اور نہ کرنے والوں کی حرکت سے مستغنی اور غنی ہے۔ ظاہر ہے کہ حمد سے جب ذاتِ الٰہی کو فائدہ و نقصان نہیں پہونچتا تو لازمی طور سے حمد کرنے والے کو فائدہ پہونچتا ہے اور نہ کرنے والے کو نقصان۔ اللہ تعالیٰ نے اپنی حمد کا جذبہ فطرتِ مخلوق میں اسی طرح ودیعت کر دیا ہے جس طرح ان میں حیات و ممات کی صلاحیت اور ان کی اس کارگہِ شیشہ گری میں کارکردگی تمام مظاہرِ فطرت اسی بنا پر حمد الٰہی میں ہمہ تن اور ہمہ وقت مصروف و منہمک رہتے ہیں جبکہ انسان و جن میں اہلِ ایمان و یقین حمد الٰہی کا وظیفہ دونوں جہانوں میں ادا کرتے ہیں اور منکرین و کافرین اپنے اختیار بشری کو غلط استعمال کر کے اپنی زبان و عمل کو حمدِ الٰہی کے وظیفہ حیات سے روک لیتے ہیں تاہم ان کی فطرت اسکو ادا کرتی رہتی ہے۔ یہی وہ ہمہ گیر ازلی و ابدی اور سرمدی حمد ہے جو الحمد للہ میں اپنی تمام و بے شمار و بے حساب وسعتوں، پہنائیوں اور ہمہ گیریوں کے ساتھ موجود و مضمر ہے۔

جس اللہ کی ذات کے لئے ایسی ہمہ گیر و وسیع حمد و ثنا کا کلمۂ اَلْحَمْدُ میں اثبات کیا گیا ہے اسکی تعریف تعارف میں قرآنِ مجید کی تمام آیاتِ کریمہ بطور شاہدِ عادل پیش کی جاسکتی ہیں۔ اس کی ذات کی سب سے بڑی صفت اسکی وحدانیت واحدیت ہے یعنی اس کے سوا اور کوئی الٰہ و معبود نہیں۔ اس کے دو پہلو ہیں کہ صرف اللہ ہی الٰہ و معبود ہے اور اس کے سوا اور کوئی الٰہ و معبود وجود ہی نہیں رکھتا۔ اور جس کو کافرین و مشرکین مسندِ الوہیت پر بٹھا دیتے ہیں وہ اللہ وَاحِد وَاَحَد کی مخلوق بے اختیار ہے۔ دوسری صفاتِ ربانی کا ذکر کرنا ناممکن ہے کیونکہ وہ قرآنِ مجید کی ہر آیت و ہر کلمہ میں موجود ہے۔ البتہ ان میں سے جو اہم ترین صفات و تعریفات ہیں وہ بیان کی جاسکتی ہیں۔ اللہ کی ذات میں الوہیت موجود ہے اس سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ وہ خود زندہ (حی) اور قیم ہے اسی طرح وہ قیوم بھی ہے۔ وہ ازلی و ابدی اور سرمدی ہے کہ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ ہمیشہ رہے گا۔ وہ سمیع و بصیر اور علیم ہے۔ وہ مالک وَمَلِکْ، پادشاہ و فرمانروا ہے۔ وہ قدیر و عزیز ہے۔ وہ حکیم و عدیل ہے وہ عالم الغیب و الشہادہ ہے۔ وہ پوری کائنات کا مدبر و منتظم ہے۔ وہ دنیا و آخرت دونوں جہانوں کا مالک و پادشاہ ہے وہ بلند و تعالیٰ، رفیع و عظیم ہے۔ وہ رحمٰن و رحیم ہے۔ وہ سر تاپا سلامتی اور غفار ہے، وہ جبار و متکبر اور مومن و مہیمن ہے۔ وہ اتنا عظیم اتنا بیکراں، اتنا وسیع، اتنا عالی مقام ہے کہ ہماری سرحد ادراک سے پرے اور ہمارے حصارِ شعور سے بالاتر و بلند تر ہے۔ مگر اس کے ساتھ وہ اپنی مخلوقات و بندوں کے لئے رحمٰن و رحیم ہے، کریم و وسیم ہے، وہ ان کا خالق و رازق ہے، ان کا رب و مربی ہے۔ ان کا منعم و محسن ہے۔ ان کا ملجا و ماویٰ

ہے۔ اسی کے پاس سے وہ سب آتے ہیں، اپنی حیاتِ مستعار میں اسی کے کرم و انعام سے متمتع ہوتے ہیں اور پھر اسی کے پاس لوٹ کر انہیں جانا ہے۔ جہاں وہ جنت یا جہنم کی میہمانی کے مزے لوٹیں گے۔ اپنے اعمال و کرتوتوں کے سبب۔ اس لئے یہ اسکا اپنے بندوں پر حق ہے کہ وہ اس کو پہچانیں، اس کی عبادت کریں، اسکی اطاعت و فرمانبرداری کریں اور اسی کے لئے اپنے دین کو خالص کر لیں۔ صرف اللہ تعالیٰ ہی الٰہ و معبود، مالک و مختار اور پادشاہ و فرمانروا ہے اور باقی سب اس کے محتاج بندے۔

اگرچہ ذاتِ الٰہی میں اسکی تمام صفاتِ ربانی موجود و مستلزم ہیں اور وہ اللہ کے کلمہ میں مضمر بھی تاہم اللہ تعالیٰ نے اپنی بعض اہم ترین صفات کو سورۂ فاتحہ کی آیاتِ کریمہ میں مزید واضح کر دیا ہے تاکہ بندگانِ ذاتِ عالی کو اپنے اللہ تعالیٰ کی اور زیادہ معرفت و محبت عطا ہو۔ اسمِ جلالت اللہ کی پہلی صفت سورۂ فاتحہ میں "رب" ہے اور وہ العالمین کی طرف مضاف ہو کر مزید واضح ہو گئی ہے۔ مجمل طور سے اس کا مفہوم یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ اپنے سوا تمام مخلوقاتِ عالم کی ہر طرح کی مادی اور روحانی تربیت ان کے مقام و مرتبہ اور ضرورت و حاجت کے مطابق اور موقعہ و محل کی مناسبت و رعائت سے فرماتا ہے۔ اس کی ربوبیت مطلقہ قید زمان و مکان سے آزاد ہے تاہم وہ العٰلمین کے اعتبار سے ہر مکان و زمان کے ساتھ مشروط بھی ہے۔ سارے جہانوں اور جمیع عالموں کی تربیت و پرورش میں اگرچہ تمام غیر اللہ کی پرورش و پرداخت شامل ہے تاہم قرآنِ مجید کی متعدد آیاتِ کریمہ نے اس اجمال کی تفصیل بھی بیان کر دی ہے۔ یہ رب العالمین دنیاوی حیات و زندگانی کی عطا و برقراری، انسانوں کی روحانی تربیت و مادی پرورش کے صحیح طریقہ کی ہدایتِ عام و خاص کے لئے رسولوں اور نبیوں کی بعثت و رسالت، ان کی تبلیغ و انذار کے ذریعہ صحیح عبادت الٰہی کی تعلیم و تدریس اور اطاعتِ ربانی کے طریق احسن کی رہنمائی و ہدایت، رب العالمین کی غیر مشروط و بے چون و چرا اطاعت، اسکی تسہیل و تعلیم کے لئے کتب مقدسہ بالخصوص قرآنِ کریم کی تنزیل و ترسیل کے حوالہ و تفصیل سے واضح کی گئی ہے مزید وضاحت آسمان و زمین اور ان کی پہنائیوں کی ربوبیت، رات دن، چاند سورج اور ستاروں کی گردش و تسخیر، بہترین صورت گریٔ انسانی، طیب رزق کی فراہمی، زمین و آسمان کی انسان کے لئے افادیت، ہر شے کی ربوبیت، ہر نفس کی اپنی خالص ذمہ داریٔ عمل جناب الٰہی میں انسان و مخلوقات کی مرجعیت، زندگانیٔ مخلوقات و مرگ انبوہ کی قدرت، اللہ تعالیٰ کی رزاقیت، خالقیت اور مالکیت غرضیکہ امر و خلق کے ہر جزئیہ و کلیہ کے حوالہ سے کی گئی ہے۔ اللہ ایسا رب العالمین ہے جو اپنے تمام مربوبوں (پرورش یافتہ) اور مخلوقات کی ہر طرح سے تربیت و پرورش فرماتا ہے۔ اس دنیا میں بھی اور دارِ آخرت میں بھی، اور دنیاوی و مادی بھی اور اخروی و روحانی بھی، اسکی ربوبیت عرش سے فرش تک ازل سے ابد تک ہر زمان و مکان اور ہر مخلوق و بندہ کے لئے ہمیشہ ہمیش سے جاری ہے اور جاری رہے گی۔

حمد و ثنائے بیکراں جس اللہ تعالیٰ کے لئے اَلْحَمْدُ میں ثابت کی گئی ہے وہ الوہیت سرمدی اور ربوبیت آفاقی کے اوصافِ حمیدہ کے علاوہ رحمٰن و رحیم کی صفاتِ ستودہ سے بھی متصف ہے۔ وہ الرحمٰن اپنی ذات والا صفات سے اس کی

ہستی اور اس کا وجود، اس کا پیکر اور اس کی ذات یکسر رحم و رحمت ہے۔ وہ رحمت ہی رحمت ہے۔ وہ مہربانی و لطف سے بھرا ہوا ہے اور اس میں صرف رحم و کرم کا مادہ ہے۔ وہ اپنی ذات سے پیکر رحمت ہے۔ اس رحمانیت کا ظہور اس کی صفتِ رحیمیت سے ہوتا ہے جو اس کی رحمانیت کی طرح دوامی اور مستقل ہے۔ جس طرح اس کی ذاتِ عالی سے رحمانیت کبھی بھی جدا نہیں ہوتی اسی طرح اس کی رحمت کا فیضان اس کے بندوں سے کبھی دور نہیں ہوتا۔ وہ مسلسل، بلاانقطاع، بلاطلب و بلاسبب، اپنی رحمت اپنی مخلوقات عالم پر نچھاور کرتا رہتا ہے۔ قرآنِ مجید کی متعدد آیاتِ کریمہ اسکی ان دونوں صفتوں رحمانیت و رحیمیت کو لازم و ملزوم بنا کر اللہ کی ذاتِ گرامی کے لئے ثابت کرتی ہیں۔ اسی کے نامِ نامی اور ذاتِ گرامی سے ہر شے کے آغاز و افتتاح، اس کی الوہیت اور وحدانیت بلاشرکت غیرے، اسی کی تنزیل رحمت، اسی کے علم غیب و شہادت کے حوالوں سے ان دونوں صفات کا ذکر کیا گیا ہے الرحمٰن اللہ تعالیٰ کا اسمِ جمال ہے جس طرح اللہ اس کا اسم جلال ہے۔ وہ الرحمٰن ہے اس لئے وہ معبود ہے اور اس کے سوا تمام اشیاء اور تمام مخلوقاتِ عالم اس کے بندے اور عبد ہیں اور اس کی رحمانیت سے مستفیض۔ ان میں فرشتگانِ افلاک، بندگانِ خاکی نہاد، اور کروبیان پاک بنیاد شامل ہیں۔ اہل ایمان و یقین نے اسی الرحمٰن کی رحمانیت سے اس کی اطاعت و فرمانبرداری کی اور اس کی رحیمیت سے اچھے ثمرات دونوں جہان میں پائے اور اہلِ کفر و طغیان نے اس کی رحمانیت کا انکار کیا اور اس کی رحمیت سے محروم ہو کر بُرے نتائج بھگتے۔ وہ ایسا رحمٰن ہے کہ نہ اس کی رحمانیت و مملکت میں کوئی شریک ہے نہ سہیم، نہ کوئی شفیع ہے اور نہ سفارشی، نہ اولاد ہے اور نہ بیوی۔ وہ تو معبود حقیقی ہے اور باقی سب اس کے بندۂ عابد۔ وہ عرشِ الٰہی پر متمکن، خالقِ سمٰوات وارض، مالکِ دو جہان، مُنزِلِ قرآن معلم بیان، مدبر و منتظم شمس و قمر و کواکب اور ہر شے کا رب و مربی ہے۔ اسکی رحیمیت رافت و محبت، عزت و تربیت اور برّ و احسان کی شکل میں مسلسل برستی ہے۔ وہ مومنوں کے لئے سراپا رحم ہے۔ وہ ان کا گناہ چھپاتا اور معاف کرتا ہے۔ وہ غفور و صبور ہے اور طرح طرح سے ان کی مغفرت کرتا ہے۔ مختصر یہ کہ اس کی رحمانیت اپنی ذات سے جیسی بیکراں ہے ویسی ہی اسکی رحیمیت بھی بے حد و حساب ہے۔ وہ اپنی رحیمیت سے اپنی حکمت و تدبیر کے مطابق اپنے بندوں کو نوازتا ہے کہ وہ رحمت وسیع کا مالک ہونے کے ساتھ رحمت کا کلی حق رکھتا ہے۔

وہ اللہ تبارک و تعالیٰ جو ہر طرح کی حمد و ثنا کا سزاوار ہے اور جو رب العالمین، اور رحمان و رحیم ہے وہ روزِ جزا کا مالک بھی ہے۔ وہ یوم آخرت کا مالک و عادل ہے کہ وہ ملکیتِ مطلقہ کا انتہائی عروج اور نقطۂ کمال ہے جبکہ اس دنیا میں اور سارے جہانوں میں اس کی ملکیت مطلقہ کا اظہار ہر آن و ہر لمحہ ہوتا رہتا ہے۔ اگرچہ اس دنیائے فانی میں بہت سے حاکمانِ وقت اور فراعین بے سلاس نظر آتے ہیں تاہم ان کی پادشاہی و حکمرانی وقتی اور عارضی ہوتی ہے کہ وہ زوال و تکال سے محفوظ نہیں۔ ان میں سے کسی کی بادشاہی اور فرمانروائی کو استقرار و استقلال نہیں بلکہ یکے بعد دیگرے وہ مسلسل بدلتی رہتی ہیں اور پھر ان میں سے بڑے سے بڑے حاکم وقت اور پادشاہِ دوراں کو دوسروں کی اعانت و امداد سے مفر

نہیں لہٰذا ان کے ہزارہا شریک و سہیم ہوتے ہیں اور طرفہ ستم یہ کہ ان کے زوال و نکال کے وقت، ذلت و بے آبروئی کے زمانہ میں ان کا کوئی پرسانِ حال نہیں ہوتا۔ دنیاوی حکمرانوں کی حکومت و سلطنت کی اس عارضی اور زوال پذیر فطرت اور غیر مستقل و فانی طبیعت کے پیچھے اس حاکم مطلق اور مقتدرِ ربانی کی طاقت و اقتدار کی کارفرمائی جاری رہتی ہے جو ازلی و ابدی اور سرمدی حکمراں ہے جسکی حکومت و سلطنت کو زوال نہیں جس کی فرمانروائی و پادشاہی میں کوئی شریک و سہیم نہیں، جس کو عزت ہی عزت اور اقتدار ہی اقتدار حاصل ہے، جس کو ذلت و زوال چھو بھی نہیں سکتا۔ وہ زمان و مکان کی قید سے پرے اور وقت و عصر کی پابندیوں سے آزاد مالک عزت و افتخار اور صاحبِ اقتدار و اختیار ہے وہ دنیا میں بھی اسی طرح حکمران و فرمانروا ہے کہ جسطرح قیامت کے دن اور آخرت میں ہوگا۔ یہی وجہ ہے کہ وہ یہاں اس دنیائے فانی میں لوگوں کو اقتدار و اختیار عارضی دیتا ہے اور چھین کر ثابت کرتا رہتا ہے کہ ان تمام حکمرانوں اور شاہوں کے اوپر ایک حاکمِ اعلیٰ اور قادرِ مطلق ہے۔ قرآنِ مجید میں اسی ملکیتِ تام، اسی مالکیت مطلقہ، اسی سرمدی پادشاہی اور اسی ازلی و ابدی ملک کو مختلف انداز میں بیان کیا ہے۔ سورۂ فاتحہ میں اسے بدلہ کے دن اور جزا کے روز کا مالک بتایا۔ اس کی مزید تشریح مختلف آیات میں یوں کی کہ وہ مالک الملک جسے چاہتا ہے ملک دیتا اور جس سے چاہتا ہے چھینتا ہے۔ وہ عزت و ذلت بھی دینے اور لینے پر قادر ہے اور ہر طرح کے خیر کا مالک ہے۔ اس کی قدرت و سلطنت پوری کائنات پر آسمانوں پر، زمین پر ان کی دونوں پہنائیوں میں، ملاءِ اعلیٰ پر، عرشِ الٰہی پر، تحت الثریٰ میں، زندوں و مردوں پر، رزق و دولت کے تمام وسائل و ذرائع اور ان کی تقسیم پر، انسانوں و جنوں پر، ایمان و ہدایت اور کفر و ضلالت پر، اولاد کی عطا پر، تخلیق و تدبیر پر، مغفرت و عقوبت پر، زندگی و موت پر، دنیا و آخرت پر غرضیکہ ہر شے پر قائم و دائم ہے اور اس میں نہ کوئی اس کا ساجھی شریک ہے نہ مددگار و معین۔ وہ بلاشرکتِ غیرے مقتدرِ اعلیٰ اور مالکِ مختار ہے۔ مالکِ یوم الدین میں یہی مفہوم مضمر ہے۔

ظاہر ہے کہ جس اللہ رب العالمین کیلئے ساری حمد اور ہر طرح کی ثنا ہو اور جو رب العالمین ہونے کے علاوہ رحمٰن رحیم اور مالکِ یوم الدین ہو اسی کی عبادت کی جانی چاہئے اور اسی سے استعانت کرنی چاہئے کہ وہی سزاوار عبادت اور لائقِ استعانت ہے۔ اللہ کے مفہوم میں، پھر رب العالمین کے تقاضے سے، رحمٰن رحیم کے معنی میں اور مالکِ یوم الدین کے مطلب میں اس کی الوہیت و معبودیت اور اسکے مُستعان و معین ہونے کی وحدانی صلاحیت موجود ہے۔ ان پانچوں صفاتِ ربانی سے خود بخود غور و فکر اور تدبر و تعقل کے بعد واضح ہوتا ہے کہ وہی اور صرف وہی معبود حقیقی اور معین اصلی ہے۔ اور اس کے سوا اور کوئی نہ معبود ہے نہ معین۔ قرآنِ مجید کی بہت سی آیات سے اللہ تعالیٰ کے معبود اور صاحبِ اعانت ہونے کا ذکر ملتا ہے۔ ان میں انبیاء کرام اور اہل ایمان و یقین کے حوالہ سے بھی ذکر آیا ہے اور عقلی استدلالات اور کائناتی شواہد کے ذریعہ سے بھی۔ پھر براہ راست اللہ تعالیٰ کا حکم صریح ہے کہ صرف اسی کی عبادت کی جائے اور صرف اسی سے استعانت کی جائے۔ واضح طور سے کہا گیا ہے کہ اپنے رب کی عبادت کرو جس نے تم کو اور تمام انسانوں کو پیدا کیا،

اللہ کی عبادت کرو اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرو کہ تمہارا اس کے سوا اور کوئی الٰہ و معبود نہیں ہے۔ سورج اور چاند کی پرستش نہ کرو بلکہ اس اللہ کی کرو جس نے ان کو پیدا کیا۔ میری عبادت کرو اور نماز کو میرے لئے قائم کرو۔ اللہ کی نماز و زکوٰۃ کی ادائیگی کے ذریعہ عبادت دین کو خالص کرکے کرو۔ اس کا شکر کرو اور اس کی نعمت کا شکر کرو اگر تم اس کی عبادت کرتے ہو۔ کیونکہ تمام جن و انس کی خلقت کا مقصد ہی یہ ہے کہ وہ اللہ کی عبادت کریں جس کے پاس سے آئے ہیں اور جس کے پاس لوٹ کر جانا ہے۔ اس عبادتِ الٰہی میں لفظ کے لغوی مفہوم کے اعتبار سے اور قرآنی آیات کی تشریحات کے لحاظ سے بھی دستوری عبادت یعنی پرستش بھی شامل ہے جس میں ارکان اربعہ۔ نماز و روزہ اور حج و زکوٰۃ آتے ہیں اور دوسری تمام جسمانی، مالی اور ہر طرح کی عبادت بھی پوری طرح شامل ہے اور اس کے ساتھ مکمل اطاعت و فرمانبرداری بھی شامل ہے اس لئے کہ عبدیت کا یہی فرض اور معبودیت کا یہی تقاضا ہے کہ بندہ اپنے آقا و مالک اور معبود و الٰہ کی اطاعت کلی کرے۔ اور اس عبادت و اطاعت پر بندہ کے لئے لازم ہے کہ وہ اپنے معبود سے مدد بھی چاہتا رہے کہ اسکی اعانت و امداد، توفیق و تصدیق کے بغیر اس کی عبادت و اطاعت کرنے پر وہ قادر نہیں ہے۔ عبادت سے جو کبر و غرور پیدا ہوتا ہے استعانت سے اس کا ازالہ ہوتا ہے اور بندہ میں بندگی آتی اور فروتنی پیدا ہوتی ہے۔ چونکہ یہ بندگی بندہ کی فطرت میں ودیعت ہے اس لئے وہ اپنے اللہ جو رب العالمین، رحمان رحیم ہے کا ذکر سنتا ہے تو از خود عبادت کا اقرار کر لیتا ہے۔ اور بے اختیار اپنی عبدیت کا اظہار کرنے لگتا ہے۔

اللہ رب العالمین جو رحمٰن و رحیم اور مالکِ یوم الدین ہے اور ساری حمد جس کی ذات والا کے لئے وقف و محصور ہے کی عبادت اور اس سے استعانت کا بندہ جب اقرار و اعتراف اور اعلان و اظہار کر لیتا ہے تو اس کی عبدیت و غلامی اسے اپنی بے بسی اور بے چارگی اور مجبوری و معذوری کا احساس دلاتی ہے۔ اور اس کی فطرت و طبیعت میں ایمان و یقین کی مضمر سعادت اور فطری لیاقت و صلاحیت عبدیت سمجھاتی اور واضح کرتی ہے کہ یہ راہِ عبدیت بڑی خار زار وادی ہے اور اس پر بآسانی گامزن رہنا اتنا آسان نہیں لہٰذا اس کے ہونٹوں پر دل سے نکلی ہوئی دعا آتی ہے کہ پروردگارا! بار الٰہا! ہمیں سیدھی راہ پر ہمیشہ چلاتا رہیو! وہ محض راہِ راست اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کی درخواست میں اس کو دکھانا اور بتانا مراد نہیں لیتا بلکہ اس پر استقامت و استقلال، ثابت قدمی اور پامردی کی دعا کرتا ہے۔ رہنمائی کرنا اور راہ بتانا تو رسولِ اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا خاص کر اور دوسرے رسولانِ عظام علیہم السلام کا عام طور سے کام تھا جو انہوں نے باحسن طریق اور بحسن و خوبی انجام دے دیا اور اس کو راہ دکھا دی۔ اب ہدایت دینا اور رسولوں کی بتائی ہوئی راہ پر چلانا اور چلا کر اس پر استقامت و ثبات بخشنا تو اللہ تعالیٰ کا کام ہے اور وہ جسے چاہتا ہے یہ سعادتِ ازلی و ابدی عطا کرتا ہے۔ اور جسے چاہتا ہے اس کو اس سے محروم رکھتا ہے۔ قرآنِ مجید کی متعدد آیاتِ کریمہ سے ثابت ہوتا ہے کہ ہدایتِ صراطِ مستقیم کے معنی یہاں راہ راست پر چلانے اور ثابت قدم رکھنے کے ہیں۔ پھر یہ راہ راست اور صراطِ مستقیم کی ہدایت کی دعا نے بندہ صرف اپنے لئے نہیں ہے بلکہ وہ اپنے ساتھ سب کو جمع کر لیتا ہے کہ ہم سب کو گامزن رکھ اور استقامت بخش۔ اور وہ

ایت دے جو تو نے اپنے رسول آخر س صلی اللہ علیہ وسلم کو دی اور جو آپ سے پہلے تمام انبیائے کرام۔ حضرات نوح و براہیم، اسحاق و یعقوب، داؤد و سلیمان، ایوب و یوسف، موسیٰ و ہارون وغیرہ علیہم السلام کو دی اور تمام محسنین و سالحین کو بھی عطا فرمائی۔ اور ہمیں اس لئے عطا فرما کہ ہم تیری ذات کے لئے مجاہدہ کر رہے ہیں اور تیرا وعدہ ہے کہ پنے مجاہدوں کے لئے اپنی راہوں کو کھول دیتا ہے خالص تیری ذات کے لئے ہماری عبادت و اطاعت اور تجھ سے ہی ستعانت و استمداد ہمارا مجاہدہ ہے ہمارا جہاد ہے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات کریمہ واضح کرتی ہیں کہ صراطِ مستقیم وہ راہِ است ہے جس میں کوئی کجی نہیں، کوئی اونچ نیچ نہیں وہ سیدھی سیدھی اللہ کی واحد راہ ہے جو اللہ کی طرف لے جاتی ہے۔ وہ راہ الٰہی جس کی ہدایت اللہ تعالیٰ نے حضرات موسیٰ و ہارون کو دی تھی اور ان کے علاوہ تمام رسولوں اور ایمان الوں کو عطا کی تھی اور جس پر ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو گامزن کیا۔ یہ راہِ مستقیم خالص عبادت الٰہی کی ہے، اللہ عالیٰ کے اعتصام کی ہے، بیت اللہ کو قبلہ مان کر سجدہ ریز ہونے کی ہے، ظلمات سے نور میں آنے کی اور رضوانِ الٰہی انے کی ہے، دین قیم اور محبتِ ابراہیمی کی اور دین حنیف کی ہے۔ سلامتی اور سعادت کی ہے، عدل و انصاف اور صبر و شکر کی ہے، دعوتِ محمدی اور قرآنِ کریم کی ہے، کتاب و ایمان کی ہے، وحی الٰہی اور شریعت ربانی کے تمسک کی ہے، خرت و ثواب کی ہے اور اللہ رب العالمین کی رحمانیت و رحیمیت اور ربوبیت کی ہے۔

صراطِ مستقیم کی مزید وضاحت یوں کی کہ وہ ان لوگوں کی راہ ہے جن پر اے اللہ تو نے انعام و فضل اور کرم و رحم زمایا۔ سورۂ فاتحہ ہی میں اس کی مزید صراحت اس لئے کر دی کہ کسی قسم کی تشویش و تعویق، شک و شبہہ اور ابہام و اختلال نہ رہے اللہ تعالیٰ نے یہاں اپنے مطلق انعام کا ذکر فرمایا ہے لہٰذا اس سے مراد وہ تمام انعام یافتہ لوگ ہیں جو ہمیشہ ہمیشہ کے لئے اس سے سرفراز و نصیب ور اور بہرہ مند رہے۔ جن کو انعامِ الٰہی دوامی طور سے استقلال و استقرار کے درجہ میں ملی اور کبھی چھینی نہیں گئی۔ دوسرے یہ کہ مطلق انعامِ الٰہی کا ذکر خیر تمام نعمتوں کو شامل و لازم ہے اور اس میں لازمی طور سے مادی اور دنیاوی، روحانی اور اخروی ہر طرح کی نعمتِ الٰہی شامل ہے۔ کوئی خاص نعمتِ الٰہی یا واحد نعمتِ ربانی مراد و مفہوم نہیں ہے بس اس کے لئے استقلال و استمرار کی شرط ہے کلامِ الٰہی سے اس مفہوم کی پوری تصدیق و تائید ہوتی ہے۔ چنانچہ قرآنِ مجید کی متعدد آیات میں بہت سے افراد و طبقات کو نعمت الٰہی سے سرفراز قرار دیا گیا ہے۔ ان میں سب سے اعلیٰ طبقات تو چار ہیں اور یہ ہیں انبیائے کرام، صدیقینِ عظام، شہداءِ انام اور صالحین تمام اللہ تعالیٰ نے "منعم علیہم" میں جن انبیاء کرام اور افراد انسانی کو گنایا ہے ان میں ذریتِ آدم کے تمام انبیاء جیسے حضرات نوح، ابراہیم سرائیل اور ان دونوں کی ذریت کے انبیاء اور موسیٰ و ہارون اور سلیمان و عیسیٰ وغیرہ کا ذکرِ خاص ہے۔ ان کے علاوہ غیر بی افراد میں حضرت مریم اور حضرت زید بن حارثہ کا بطورِ خاص ذکر فرمایا ہے۔ طبقاتِ انسانی میں بنو اسرائیل پر اپنی عمتوں کے فیضان کا بطورِ خاص حوالہ دیا ہے۔ اور آخر میں تمام بنی نوع انسان کو اپنی نعمتوں سے سرفراز کر کے طبقۂ منعم علیہم میں شامل کیا ہے۔ حقیقت یہ ہے کہ کوئی فرد بشر، کوئی مخلوقِ عالم اس کی نعمت سے محروم نہیں ہوا حتیٰ کہ منکروں

اور کافروں پر بھی کرم و انعام کیا ہے کیونکہ اس کا فرمان ہے کہ ہر بندہ و مخلوق پر اس نے انعام و اکرام کیا ہے اور وہ غیر متبدل ہے تا آنکہ اس کو خود بندہ اپنی سرکشی و انحراف اور کفرانِ نعمت سے نہ بدل دے اور اپنے آپ کو اپنے ہاتھوں اس سے محروم نہ کر لے۔ اللہ تعالیٰ نے ان انعامات میں نبوت و رسالت، حکومت و سلطنت، ظلم و عذاب سے نجاتِ دنیاوی، تعلیمِ تاویلِ خواب، وحی الٰہی اور قرآن کریم کی تنزیل، فتح و نصرت اور کتاب و حکمت کی سعادت، نکاح و طلاق کی سہولت، باہمی اخوت و محبت، تیمم و طہارت کی سہولت، تحویلِ قبلہ کی عنایت، عہدِ الست میں میثاق الٰہی میں باندھ لینے کی دولت، رزق و مال کی کشایش اور باہمی اقتصادی درجہ بندی اولاد و ازواج کی طمانیت، پاکیزہ رزق کی نعمت، دشمن سے جنگ میں حفاظت، ایمان و ایقان کی زینت اور کفر و فسق کی نفرت اور تکمیل دین کی سعادت دنیاوی کے علاوہ ان گنت دوسری مادی اور روحانی نعمتوں کو گنایا ہے اور پھر اخروی نعمتوں میں اجر و ثواب اور جنت کی تمام نعمتوں کو شامل کیا ہے۔ کافروں اور منکروں کو عام نعمتوں سے نوازا ہے جن میں حرم مکہ کی حفاظت اور جانوروں و کشتیوں کی سہولت اور تمام مظاہر فطرت کی خدمت وغیرہ شامل ہیں۔ لہٰذا ان انعاماتِ الٰہی میں تمام مادی اور روحانی نعمتیں شامل ہیں اور تمام انعام یافتہ شامل ہیں۔

اس اعتبار سے تو تمام انسان خواہ مومن ہوں یا کافر انعام یافتہ طبقہ میں شامل ہو جاتے ہیں کہ ان میں سے کوئی بھی انعامِ الٰہی سے بے بہرہ نہیں رہا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے معاً "غیر المغضوب علیہم ولا الضالین" کی صراحت کرکے واضح کر دیا کہ صرف وہ انعام یافتہ طبقات و افراد شامل ہیں جو مستقل طور سے الٰہی انعامات و اکرامات سے فیضیاب و بہرہ مند ہوئے اور تاابد رہے کیونکہ جو فرد و طبقہ اللہ تعالیٰ کے انعام و اکرام سے کسی لمحہ میں بھی محروم ہو گیا وہ انعام یافتہ کہاں رہا؟ اس لئے دوامی انعام یافتگانِ الٰہی مراد ہیں اس میں وہ لوگ شامل نہیں وہ انعام یافتہ لوگ شامل نہیں جو انعامِ الٰہی سے سرفراز ہونے کے بعد غضبِ الٰہی اور ضلالت کے سزاوار بنے اللہ تعالیٰ نے صراحت سے اپنا اصول بیان فرما دیا کہ وہ انعام و نعمت عطا کرکے کبھی کسی منعم علیہ سے نہیں چھینتا تا آنکہ اسے وہ بندہ ناصبور خود اپنی کرتوت اور کفرانِ نعمت سے بدل نہ دے۔ یہ غضبِ الٰہی اور ضلالتِ راہ کے مارے ہوئے لوگ وہی ہیں جنہوں نے اپنی کرتوتوں اور اپنے کفرانِ نعمت اور اپنے افعال شنیعہ سے ان نعمتوں کو بدل ڈالا۔ ان میں سے جن لوگوں نے حد سے تجاوز کیا اور ساری حدود کو پار کر گئے ان کو ضلالت سے آگے غضبِ الٰہی کا مورد بھی ہونا پڑا اور جو تمرد و سرکشی کی آخری حد سے پہلے رک گئے مگر ضلالت پر قائم رہے وہ غضبِ الٰہی سے افراط والے طبقہ کی مانند ہلاکت اور محرومی میں نہیں پڑے۔ قرآن مجید کی متعدد آیات سے معلوم ہوتا ہے کہ یہود و نصاریٰ خاص طور سے ان دونوں طبقات کے نمائندے ہیں جبکہ تمام منکرینِ حق اور کافرین و مشرکین عام طور سے ان کے زمرہ میں آتے ہیں۔ ان کے علاوہ غضبِ الٰہی کا مستحق مومن کے قاتلِ عمد جنگ میں پیٹھ دکھانے والے اور ڈھیٹ زنا کار عورت کو بھی قرار دیا گیا ہے۔ مشرکین و مشرکات کے ساتھ ساتھ منافقین اور منافقات کو بھی مغضوب علیہم میں گنایا گیا ہے۔ غرضیکہ تمام منکرینِ حق، مشرکین، کافرین اور منافقین اس طبقۂ ناپسندیدہ میں شامل

ہیں۔ خاص گروہ بنو اسرائیل اور یہود جنہوں نے ایمان و یقین کے بعد گمراہی اختیار کی، گوسالہ پرستی کی، انبیاء کو قتل کیا اور کفرانِ نعمت کیا۔ ضالین میں راہ حق نہ پانے والوں اور انبیاء کرام کی بعثت سے قبل عدم علم کے سبب صراطِ مستقیم سے دور ہونے والوں کی طرح وہ لوگ بھی شامل ہیں جنہوں نے راہِ حق پانے کے بعد کھو دی۔ ایمان کے بعد کفر کیا اور کفر میں ترقی کرتے رہے، وحی الٰہی اور رسولوں کی تکذیب کی اور نعمتِ الٰہی کو ٹھکرا دیا۔ ان سے صرف عدم علم کے سبب سیدھا راستہ اور صریح صراطِ مستقیم نہ پانے والے ہی شامل نہیں بلکہ تمام گمراہ لوگ شامل ہیں۔ ان دونوں طبقات میں فرق درجات کا ہے۔ مغضوب علیہم ضلالت کے درجۂ آخر کے لوگ ہیں اور ضالین ضلالت کے پہلے اور آخری درجہ کے کسی بھی درجہ کے لوگ۔ ان دونوں طبقات کو منعم علیہم سے مستثنیٰ کیا ہے کہ ایسے لوگوں کی راہ نہیں جو نعمت کو کسی سبب سے کھو چکے اور غضبِ الٰہی یا ضلالت کے مستحق بن چکے۔

قرآن مجید کی آیاتِ کریمہ کی روشنی میں سورۂ فاتحہ کا ترجمۂ مفصل یوں ہو گا:

[ہر طرح کی، سب کی سب، شایانِ شان، قیدِ زمان و مکان سے آزاد، دنیا و آخرت، زبانِ مخلوقات و نطقِ ربانی سے ادا ہونے والی] حمد اللہ کے لئے ہی ہے۔ وہ سارے جہانوں کی جمیع مخلوقات کا رب اور پروردگار ہے۔ وہ پیکرِ رحمت مسلسل رحمت کرنے والا ہے۔ وہ روز جزا کا مالک و پادشاہ ہے۔ ہم [تمام بندگانِ درگاہ عالی] تیری ہی عبادت و اطاعت کرتے ہیں اور تجھ ہی سے مدد و امداد چاہتے ہیں۔ ہم سب کو اپنی واحد سیدھی راہ دکھا، اس پر چلا اور ہمیشہ ثابت قدم رکھ۔ ان لوگوں کی راہ جن پر تو نے [اے پروردگار اللہ] مستقل انعام و کرم کیا، نہ کہ ان میں سے ان کی جو غضبِ الٰہی کے سزاوار بنے اور راہ سے بے راہ ہوئے۔

آمین یا رب العالمین

رسول نمبر کے بعد

دو نسلوں کی عاجزانہ کاوش

حمدِ الٰہی کلامِ رسالت میں

اللہ

احادیثِ رسول کی روشنی میں

محمد صلاح الدین عمری

اللہ

احادیثِ رسولؐ کی روشنی میں

محمد صلاح الدین عمری

اسلام اور اس کی ساری تعلیمات کی بُنیاد اللہ وحدہٗ لاشریک پر ایمان کامل ہے۔ اس کا سارا علمی اور فکری نظام اسی ایک مکمل فکر پر تشکیل پاتا ہے کہ اس پر یقین رکھنے والے افراد کے نفوس میں 'اللہ' کا مکمل تصور رچا بسا ہونا چاہیے۔ یہی وجہ ہے کہ اسلام، قرآن و احادیث نبویؐ کے توسط سے اللہ کا ایک مکمل تصور پیش کرتا ہے۔ کیونکہ ایمان و یقین کی کیفیت اسی وقت وجود میں آتی اور اسی وقت اس میں استحکام پیدا ہو سکتا ہے جب قلبِ مومن میں اللہ کی ذات و صفات کے سِلسلہ میں کسی قسم کا اشکال نہ ہو اور اس کا نفس خود کو ایک ایسی ہستی کے رُوبرو محسوس کرے، جو اپنی ذات و صفات، ربوبیت و الوہیت، ابدیت و ازلیت، اختیار و مشیت سخط و رضا، قدامت و دوام اور جُملہ اعمال و افعال کے ارادہ و تدبیر میں مکمل ترین ہے۔

آیات قرآن اور احادیث رسولؐ کی روشنی میں 'اللہ' کا جو تصور واضح ہوتا ہے، اگرچہ اہلِ علم سے پوشیدہ نہیں، تاہم اِس تصور کو اگر آیات و احادیث کو یکجا کر کے ایک جامع مضمون کی شکل میں پیش کر دیا جائے، تو شاید آج کی بھاگتی دوڑتی مصروف زندگی کے حیران و پریشان انسان کو اللہ اپنے صحیح تصور کی توفیق بخش دے۔

اسلام کے نزدیک ایمان باللہ کا مفہوم صرف یہی نہیں کہ خدا کا وجود ہے اور وہ یکتا ہے بلکہ اس کا مقصد، مومن کے نفس میں خدا کی ذات و صفات کا وہ تصور جاگزیں کرنا ہے، جس کے بغیر اس کی زندگی کامیابیوں سے ہمکنار نہیں ہو سکتی۔ اسی تصور سے ہمارے تمام اعمال و افعال میں جِلا پیدا ہوتی اور ہمارے اخلاق و عادات میں صفائی و ستھرائی اور ہمارے کردار و گفتار میں نظم و حُسن پیدا ہوتا ہے۔ اسی تصور نے اسلامی تہذیب و ثقافت کو استحکام بخشا اور اسی تصور سے نفوس کی تطہیر و تزکیہ کا کام لیا گیا۔ چنانچہ اللہ کا تصور مومن کے قلب میں اتنا واضح اور روشن ہونا چاہیے جیسا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے اصحابؓ کے اس سوال کا جواب دیتے ہُوئے فرمایا، جس میں انہوں نے قیامت کے روز اللہ کے دیدار کے سلسلہ میں استفسار کیا تھا۔

حضرت سعید بن المسیبؓ اور حضرت عطاء بن یزید لیثی روایت کرتے ہیں۔ ابو ہریرہؓ نے ان دونوں سے بیان

کیا کہ لوگوں نے پوچھا: یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم! کیا ہم قیامت کے دن اپنے پروردگار کو دیکھ سکیں گے؟ آپؐ نے فرمایا:

هَلْ تُمَارُوْنَ فِی الْقَمَرِ لَيْلَةَ الْبَدْرِ لَيْسَ دُوْنَهٗ سَحَابٌ قَالُوْا لَا يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ قَالَ فَهَلْ تُمَارُوْنَ فِی الشَّمْسِ لَيْسَ دُوْنَهَا سَحَابٌ قَالُوْا لَا قَالَ فَاِنَّكُمْ تَرَوْنَهٗ كَذٰلِكَ (۱) الخ

(یعنی، چودھویں رات کو جب کوئی بادل نہ ہو، تو تمہیں چاند کے نظر آنے میں کوئی شک ہوتا ہے؟ بولے نہیں یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم. آپ نے فرمایا: اگر مطلع بالکل صاف ہو، تو کیا سورج کے دیکھنے میں کوئی شبہہ ہوتا ہے۔ لوگوں نے کہا نہیں۔ فرمایا۔ بس تم اسی طرح اپنے پروردگار کو دیکھو گے)۔

اسی مفہوم کی اور بھی احادیث کتب صحاح میں منقول ہیں، ان میں سے بعض ملاحظہ ہوں:

جریر بن عبد اللہ روایت کرتے ہیں کہ "ہم رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کی خدمت میں حاضر تھے۔ آپؐ نے چودھویں شب کے چاند کی طرف نظر اٹھائی اور فرمایا:

اَمَا اِنَّكُمْ سَتَرَوْنَ رَبَّكُمْ كَمَا تَرَوْنَ هٰذَا لَا تَضَامُّوْنَ اَوْلَا تَضَاهُوْنَ فِیْ رُؤْيَتِهٖ فَاِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَلَّا تُغْلَبُوْا عَلٰی صَلٰوةٍ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا فَافْعَلُوْا ثُمَّ قَالَ فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا (۲) الخ

(یعنی تم لوگ عنقریب اپنے پروردگار کو بغیر کسی دقت کے دیکھو گے، جس طرح چاند کو دیکھ رہے ہو۔ لہٰذا اگر تم سے یہ ہو سکے کہ تم طُلوع آفتاب اور غروبِ آفتاب سے قبل کی نمازوں میں (شیطان سے) مغلوب نہ ہو، تو ایسا ضرور کرو۔ پھر آپؐ نے (آیت)

فَسَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ قَبْلَ طُلُوْعِ الشَّمْسِ وَ قَبْلَ غُرُوْبِهَا : الخ کی تلاوت کی۔

اسلام نے الٰہ کا ایک ایسا مکمل تصور پیش کیا ہے، جس میں شرک و مشابہت کا اگر ذرا سا شائبہ بھی شامل ہو جائے، تو اس الٰہی تصور کی بنیاد پر کھڑی اسلامی تعلیمات کی پوری عمارت ہی منہدم ہو جاتی ہے، کیونکہ 'الٰہ' کے جو معنی علماء اور لغویین نے بیان کیے ہیں، ان میں حیرت و درماندگی، جس کی پناہ لی جائے۔ مصائب سے دوچار ہو کر جس کا سہارا ڈھونڈھا جائے اور نظروں سے پوشیدگی وغیرہ کا مفہوم شامل ہے۔ یعنی وہ ذات جس کے روبرو انسان خود کو سرگرداں محسوس کرتا ہے۔ یا وہ ہستی مصائب و الجھنوں سے نجات حاصل کرنے کے واسطے انسان جس کی پناہ ڈھونڈھتا ہے اور خود کو درماندہ و عاجز سمجھ کر اس ذات کی بندگی اختیار کر لیتا اور اسی کو اپنا ملجا و ماؤیٰ تسلیم کر لیتا ہے۔ یا وہ ایسی ہستی ہے، جو انسان کے فہم و ادراک سے بالاتر ہے۔ (۳) لہٰذا الوہیت کی مستحق وہی ذات ہو سکتی ہے، جو اپنی ذات و صفات میں اکمل ہو، جس کے احساس کے ساتھ کسی دوسرے کا احساس اور جس کے تصور کے ساتھ کسی دوسرے کا

تصور نہ صرف انسان کے ذہن و ضمیر کو کش مکش میں مبتلا کرتا ہے بلکہ اس کی ساری زندگی کو مجموعۂ اضداد بنا دیتا ہے اور اسی مجموعۂ اضداد کی بناء پر اس کے سارے اعمال و افعال، اوہام و خرافات اور غیر دانشمندی کا مظہر ہوتے ہیں۔ بالآخر یہی غیر دانشمندانہ افعال اس کی زندگی کو ٹیڑھی میڑھی اندھیری گلیوں میں گم کر دیتے ہیں۔

چنانچہ اللہ تعالیٰ کی ذات واحد و یکتا ہے اور اس کی خدائی میں نہ تو عقلاً اس کا کوئی شریک ہے اور نہ خدا کی الوہیت یہ گوارا کرتی ہے کہ اس کا کوئی شریک گردانا جائے۔ بلکہ اللہ کی الوہیت میں کسی کو شریک سمجھنا گویا اس کی الوہیت کو زبردست چیلنج کرنا ہے، اور اس چیلنج کا جواب اللہ، ہمیشہ ہمیشہ کے لیے انسان کو جہنم کے شعلوں کے سپرد کر کے دے گا۔ شرک خواہ عبادت میں ہو یا انسان کی روزمرہ زندگی میں پیش آنے والے واقعات و حادثات سے نمٹنے میں، کسی خوشی کے اظہار کے موقع پر یا کسی غم کی گہرائی سے دل گرفتگی میں، کسی حاکم، آقا یا افسر کے سامنے اپنے ایمان کا سودا کرنے یا دولت و سیادت کے پیچھے اپنے ایمانی اصولوں کو بیچ دینے میں ہو۔ اللہ تعالیٰ کسی حال میں بھی انسان کے اس عملِ شرک کو گوارا نہیں کرتا۔ اس کی شانِ الوہیت کا تقاضا ہے کہ انسان ہر حاجت و ضرورت اور ہر خوشی و غمی کے وقت اسی ہستی کا دروازہ کھٹکھٹائے۔ اللہ نہ صرف انسان کی ہر ضرورت پوری کرتا اور ہر دعا قبول کرتا ہے، بلکہ اس کو وہی بندہ زیادہ محبوب ہوتا ہے، جو اپنے اللہ کے سامنے خود سپردگی کا انداز اختیار کر لیتا ہے۔ اس سلسلہ میں شارح قرآن حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ملاحظہ ہو جس سے واضح ہوتا ہے کہ جب کوئی بندہ اللہ کا وسیلہ تلاش کرتا ہے، اور اس کے رُوبرو التجا کرتا ہے، تو اللہ اس کی دعاؤں کو ضائع نہیں کرتا۔ اللہ کو حیات ابدیت حاصل ہے، جس کی نہ کوئی ابتداء ہے اور نہ انتہا۔ وہ ازل سے ابد تک باقی رہے گا۔ وہ کریم ہے۔ یعنی اس کے روبرو اگر کوئی بندہ گڑگڑاتا ہے، تو اس کی شانِ کریمی کی بارشیں بندۂ مومن کو سرشار کر دیتی ہیں۔ کریم اللہ کے کمال احسان و انعام کا نام ہے۔ یعنی اللہ بغیر حاجت روائی کی دعا کے اپنی نعمتوں کا آغاز کرتا ہے اور بغیر سوال کے احسانات کی نوازشیں کرتا ہے، چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ:

عَنْ سَلْمَانَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ رَبَّكُمْ حَيٌّ كَرِيْمٌ - يَسْتَحْيِ مِنْ عَبْدِهٖ أَنْ يَرْفَعَ اِلَيْهِ يَدَيْهِ ، فَيَرُدَّهُمَا صِفْرًا (اَوْقَالَ) خَائِبَتَيْنِ ، (۲)

(یعنی اللہ حیّ و کریم ہے۔ اس کو اس بات سے بڑی شرم آتی ہے کہ اس کا کوئی بندہ اس کے رُوبرو ہاتھ پھیلائے اور وہ ان کو خالی یا نامراد واپس کر دے)۔

وہ تو ایسی ہستی ہے جو تھوڑے سے عمل پر بے پایاں ثواب سے نوازتا ہے، جو بن مانگے انسان کو نعمتوں سے مالا مال کر دیتا ہے جس کو گناہوں کو بخشنے اور عیب پوشی کرنے کا صرف بہانہ چاہیے، جس کے خزانۂ رحمت کا در ہمیشہ بندوں کے لیے کھلا رہتا ہے، تو وہ مانگنے والے کو کیوں نہ دے گا۔

اللہ اپنے مومن بندوں پر کس قدر کرم فرمائی کرتا اور کیسی کیسی نوازشوں کا معاملہ کرتا ہے۔ بندوں کا برانداز خود

سپردگی اس کو کتنا بھاتا ہے اور اس کے جود و کرم کا انداز کتنا انوکھا ہے۔ ملاحظہ ہو فرمانِ رسولؐ:

«یَقُوْلُ اللّٰہُ أَنَا عِنْدَ ظَنِّ عَبْدِیْ بِیْ وَ اَنَا مَعَہٗ إِذَا ذَکَرَنِیْ فَاِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ نَفْسِہٖ ذَکَرْتُہٗ فِیْ نَفْسِیْ وَ إِنْ ذَکَرَنِیْ فِیْ مَلَإٍ ذَکَرْتُہٗ فِیْ مَلَإٍ خَیْرٍ مِّنْھُمْ وَ إِنْ تَقَرَّبَ إِلَیَّ بِشِبْرٍ تَقَرَّبْتُ اِلَیْہِ ذِرَاعًا وَ إِنْ تَقَرَّبَ إِلَیَّ ذِرَاعاً تَقَرَّبْتُ إِلَیْہِ بَاعاً وَ مَنْ أَتَانِیْ یَمْشِیْ أَتَیْتُہٗ ھَرْوَلَۃً» (۵)

(یعنی اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ مَیں اپنے بندہ کے یقین پر پورا اُترتا ہوں، جو وہ مجھ سے رکھتا ہے، اور میں اس کے ساتھ ہُوں، جب وہ مجھے یاد کرتا ہے، تو اگر وہ مجھے اپنے جی میں یاد کرتا ہے، تو میں بھی اسے اپنے جی میں یاد کرتا ہوں۔ اور اگر وہ مجھے کسی مجمع میں یاد کرتا ہے، تو میں اس سے بہتر مجمع میں اسے یاد کرتا ہوں۔ وہ اگر میری طرف ایک بالشت بڑھتا ہے، تو مَیں اس کی طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہُوں اور اگر وہ میری طرف ایک ہاتھ بڑھتا ہے، تو مَیں اس کی طرف کئی ہاتھ بڑھتا ہوں، اور جو میرے پاس پیدل چل کر آتا ہے، تو میں اس کے پاس دوڑ کر جاتا ہُوں۔)

اللہ کی یاد اور اس کا ذکر ہی بندہ کو خدا کی بندگی کا احساس دلاتا ہے۔ اپنے پورے وجود سے بندہ کا ذکر کرنا گویا پُوری طرح سے خود کو اللہ کی بندگی کے سُپرد کر دینا اور اس کی یاد کو نَس نَس میں بسا لینا ہے کہ شعور سے لاشعور تک اس کے ذکر کی گونج سُنائی دے۔

یہی نہیں بلکہ جو بندہ اپنے آقا کی بارگاہ میں ہاتھ نہیں پھیلاتا، تو گویا اس میں اپنے آقا سے سرکشی و بغاوت کی بو آتی ہے۔ ایسے بندہ سے اللہ اپنی سخت ناراضگی کا اظہار کرتا ہے۔ چنانچہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کا فرمان ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّہٗ مَنْ لَّمْ یَسْأَلِ اللّٰہَ یَغْضَبْ عَلَیْہِ (۶)

(یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جو اللہ تعالیٰ سے سوال نہیں کرتا، اللہ اس پر غصہ ہوتا ہے۔)

اسلام کے نزدیک اُلوہیت میں کسی صنم علامت یا بت کی شرکت روا نہیں۔ اللہ نہ صرف خالقِ کائنات ہے بلکہ اس کی حیثیت رب کی بھی ہے۔ یعنی ساری مخلوقات کے سلسلہ میں پُوری قدرت کے ساتھ اور اپنے ارادہ سے تصرّف کر سکتا ہے۔ وہ قادر مطلق ہے۔ اس کی تخلیق کردہ کائنات کی ہر شے اس کے وجُود، قدرت، علم، ارادہ اور حکمت پر دلالت کرتی ہے۔ وہ ہمیشہ سے ہے اور ہمیشہ رہے گا۔ وہ اول ہے اور قدیم بھی۔ وہ ازلی ہے اور وہی آخر بھی۔ اس کے وجُود کی نہ تو کوئی ابتدا ہے اور نہ کوئی انتہا، وہ حکیم بھی ہے، مدبّر بھی اور دانا بھی۔ وہ محیط ہے یعنی اس کی قدرت سب پر غالب ہے۔ اس کے علم سے کوئی بات خارج نہیں، اس کی رحمتوں کی وسعت کی کوئی حد و انتہا نہیں۔ وہ اپنی قدرت اور بندوں سے شفقت کی وجہ سے قریب بھی ہے۔ اس کے قبضۂ قدرت میں موت و زندگی اور نفع و ضرر ہے۔ وہی سب کا ملجا و ماوٰی ہے۔ اس کی بخششوں کے سب محتاج ہیں۔ سب اس کے دست نگر ہیں، وہ مختار کل ہے، اس کی مشیئت و ارادہ میں کسی کو دخل دینے کی جرأت نہیں۔ وہ ایک ایسی ذات ہے جس کی تقسیم و تجسیم نہیں کی جا سکتی، اس نے ہر چیز ایک اندازہ سے پیدا کی، اس سے وابستہ تمام صفات ایک ذات میں جمع ہو سکتی ہیں۔ وہی سب کو دوبارہ زندہ کرے گا اور

سب کا حساب کتاب لے گا اور سب کو اُن کے اعمال کی جزاو سزا دے گا، وہی کائنات ارضی و سماوی کا نظام چلاتا ہے۔ وہی مالکِ کُل ہے۔ سارے خزانوں کی مالک و متصرف اسی کی ذات ہے۔ اسی کے قبضہ میں سب کی کنجیاں ہیں۔ قرآن میں کئی مواقع پر اللہ تعالیٰ کے اسمائے حسنیٰ کا تذکرہ آیا ہے۔ چنانچہ سورۃ الحشر میں ہے:

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى (۷)

(یعنی وہ اللہ ہی ہے، جو تخلیق کا منصوبہ بنانے والا اور اس کو نافذ کرنے والا اور اس کے مطابق صورت گری کرنے والا ہے۔ اس کے لئے بہترین نام ہیں،) آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان اسماء حسنیٰ کو یاد کرنے کی ترغیب دی ہے تاکہ اس ذات لاشریک پر ایمان لانے والوں کے ذہن میں اس ذات کا ایک مکمل تصور اجاگر ہو جائے، جو ان کے ایمان کو پختگی عطا کرے اور ان کو ایمان کی حلاوتوں سے ہمکنار کر کے ان کے اخلاق و عادات اور کردار و گفتار میں صفائی و ستھرائی اور جلا پیدا ہو۔ چنانچہ بخاری کی حدیث ہے:

حَدَّثَنَا اَبُو الْيَمَانِ اَخْبَرَنَا شُعَيْبُ حَدَّثَنَا اَبُو الزِّنَادِ عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ اِنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَ تِسْعِيْنَ اِسْمًا مِائَةً اِلَّا وَاحِدًا مَنْ أَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ (۸)

(یعنی حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بیشک اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، یعنی ایک کم سو جس نے انہیں یاد کر لیا وہ جنت میں داخل ہوا) ترمذی کی ایک حدیث سے ان ننانوے اسماء حسنیٰ کی فہرست بھی معلوم ہو جاتی ہے کہ:

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ لِلّٰهِ تِسْعَةً وَ تِسْعِيْنَ اِسْمًا مِائَةً غَيْرَ وَاحِدَةٍ مَنْ اَحْصَاهَا دَخَلَ الْجَنَّةَ هُوَ اللّٰهُ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِيْمُ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوسُ السَّلَامُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَيْمِنُ الْعَزِيْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ الْغَفَّارُ الْقَهَّارُ الْوَهَّابُ الرَّزَّاقُ الْفَتَّاحُ الْعَلِيْمُ الْقَابِضُ الْبَاسِطُ الْخَافِضُ الرَّافِعُ الْمُعِزُّ الْمُذِلُّ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ الْحَكَمُ الْعَدْلُ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ الْحَلِيْمُ الْعَظِيْمُ الْغَفُوْرُ الشَّكُوْرُ الْعَلِىُّ الْكَبِيْرُ الْحَفِيْظُ الْمُقِيْتُ الْحَسِيْبُ الْجَلِيْلُ الْكَرِيْمُ الرَّقِيْبُ الْمُجِيْبُ الْوَاسِعُ الْحَكِيْمُ الْوَدُوْدُ الْمَجِيْدُ الْبَاعِثُ الشَّهِيْدُ الْحَقُّ الْوَكِيْلُ الْقَوِيُّ الْمَتِيْنُ الْوَلِيُّ الْحَمِيْدُ الْمُحْصِىْ الْمُبْدِئُ الْمُعِيْدُ الْمُحْيِىْ الْمُمِيْتُ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ الْوَاجِدُ الْمَاجِدُ الْوَاحِدُ الصَّمَدُ الْقَادِرُ الْمُقْتَدِرُ الْمُقَدِّمُ الْمُؤَخِّرُ الْاَوَّلُ الْاٰخِرُ الظَّاهِرُ الْبَاطِنُ الْوَالِىْ الْمُتَعَالُ الْبَرُّ التَّوَّابُ الْمُنْتَقِمُ الْعَفُوُّ الرَّءُوْفُ مَالِكُ الْمُلْكِ ذُوالْجَلَالِ وَالْاِكْرَامِ الْمُقْسِطُ الْجَامِعُ الْغَنِىُّ الْمُغْنِىْ الْمَانِعُ الضَّارُّ النَّافِعُ النُّوْرُ الْهَادِىْ الْبَدِيْعُ الْبَاقِىْ الْوَارِثُ الرَّشِيْدُ الصَّبُوْرُ (۹)

(حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں، یعنی ایک کم سو۔ جس نے انہیں یاد کر لیا، وہ جنت میں داخل ہوا)۔

ان اسماء حسنیٰ میں سب سے پہلا اور منفرد نام اسم ذات 'اللہ' ہے۔ جس کو تمام صفات و خصائل کا مجموعہ کہا جاسکتا ہے۔ یہ نام صرف خالقِ کائنات کے لیے مخصوص ہے اور اس میں ربوبیت کی تمام صفات پنہاں ہیں۔ امام ابو حنیفہؒ امام شافعی اور دیگر ائمہ کے نزدیک نہ تو زمانۂ جاہلیت میں یہ نام کسی مخلوق کا رہا ہے اور نہ اسلام آنے کے بعد کلمۂ توحید جس پر اسلام کی پوری عمارت کھڑی ہے۔ اسی نام کو معبودِ واحد تسلیم کرنے سے عبارت ہے۔ جس کے بغیر کوئی مومن یا مسلم نہیں ہو سکتا۔ ملاحظہ ہو فرمانِ رسولؐ:

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بُنِيَ الْاِسْلَامُ عَلٰى خَمْسٍ شَهَادَةِ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهٗ وَ رَسُوْلُهٗ وَ اِقَامِ الصَّلٰوةِ وَاِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَ صَوْمِ رَمَضَانَ (۱۰)

(یعنی حضرت عبداللہ ابنِ عمرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر رکھی گئی ہے۔ اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ کے سوا کوئی الٰہ نہیں اور یہ کہ محمد اللہ کے بندے اور اُس کے رسول ہیں۔ اور نماز قائم کرنا اور زکوٰۃ دینا اور حج کرنا، اور رمضان کے روزے رکھنا)۔

یعنی اسلام جن پانچ بنیادوں پر قائم ہے، ان میں اوّلیت اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہ کرنا ہے۔ اللہ تعالیٰ کو واحد تسلیم کرتے ہوئے انسان اپنے قول و عمل سے یہ ثابت کر دکھائے کہ وہ اللہ ہی کو معبود، حاکمِ اعلیٰ اور آقا سمجھتا ہے۔ سارے انسان اسی ہستی کے محتاج اور دست نگر ہیں۔ اس کی جستجو کا جذبہ ہماری فطرت ہے۔ اس کے علاوہ کسی دوسرے آقا، حاکم کو ہم اپنی جد وجہد کا مرکز نہیں بنا سکتے۔ ایسے موحدین سے اللہ کا وعدہ ہے کہ وہ ان کو جہنم کی آگ سے محفوظ رکھے گا۔

عَنْ مَحْمُوْدِ ابْنِ الرَّبِيْعِ الْاَنْصَارِيِّ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاِنَّ اللّٰهَ عَزَّوَجَلَّ قَدْ حَرَّمَ عَلَى النَّارِ مَنْ قَالَ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ يَبْتَغِيْ بِذٰلِكَ وَجْهَ اللّٰهِ (۱۱)

(حضرت محمود بن ربیع انصاری سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ نے اس شخص پر آگ حرام کر دی جو لاالٰہ الااللہ کہہ دے، اور اس کا مقصد صرف اللہ کی خوشنودی ہو) اسی مفہوم کی ایک اور حدیث ملاحظہ ہو، جس میں بتایا گیا ہے کہ جو بندہ اللہ کے حق کو پہچانتا اور اس سے ڈرتا ہے اور اللہ کے ساتھ کسی کو شریک نہیں کرتا۔ اللہ اس کو جہنم کے عذاب سے محفوظ کر کے اس کو بخش دے گا:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ فِي هٰذِهِ الْاٰيَةِ هُوَ أَهْلُ التَّقْوٰى وَاَهْلُ الْمَغْفِرَةِ قَالَ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى أَنَا اَهْلُ اَنِ اتَّقٰى فَمَنِ اتَّقَانِيْ فَلَمْ يَجْعَلْ مَعِيَ اِلٰهًا فَأَنَا اَهْلُ

اَنْ اَغْفِرَ لَهٗ (۱۲)

(حضرت انس بن مالکؓ سے روایت ہے کہ رسولِ خدا صلّی اللہ علیہ وسلّم نے آیت کریمہ ھُوَاھلُ التقوٰی (اللہ تعالیٰ لائق ہے کہ اس سے ڈریں اور مغفرت فرمانے کے لائق ہے) کی تفسیر میں یُوں کہا، اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ مَیں اس لائق ہوں کہ بندے مجھ سے ڈریں اور جو مجھ سے ڈرا اور جس نے میرے سوا کسی کو معبود نہ ٹھہرایا، تو مجھے چاہئیے کہ اسے بخش دُوں)۔

جب اللہ کے رُوبرو اس کی وحدانیت، صمدیت اور بلاشرکت غیرے اس کی اُلوہیت کے ترانے گائے جاتے تو اللہ اپنے اس بندہ پر رحم و کرم کی بارش کر دیتا ہے، اور اس کی ہر دعا کو شرفِ قبولیت عطا فرماتا ہے۔ چنانچہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم سے منقول ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ ابْنِ بُرَیْدَۃَ عَنْ اَبِیْہِ قَالَ سَمِعَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ رَجُلًا یَّقُوْلُ : اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ اَسْاَلُکَ بِاَنَّکَ اَنْتَ اللّٰہُ الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ یَلِدْ وَلَمْ یُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ کُفُوًا اَحَدٌ ۔ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ لَقَدْ سَاَلَ اللّٰہَ بِاسْمِہِ الْاَعْظَمِ الَّذِیْ اِذَا سُئِلَ بِہٖ اَعْطٰی وَاِذَا دُعِیَ بِہٖ اَجَابَ (۱۳)

(حضرت عبداللہ بن بریدہؓ اپنے والد سے روایت کرتے ہیں کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے ایک شخص کو کہتے ہُوئے سُنا کہ اے اللہ میں تجھ سے سوال کرتا ہُوں کہ تو اللہ اکیلا و بے نیاز ہے، جس نے نہ تو کسی کو جنا اور نہ جو کسی کی اولاد ہے اور جس کا کوئی ہمسر نہیں، اکیلا ہے تو رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اس شخص نے اسمِ اعظم کے ذریعہ اللہ سے سوال کیا ہے۔ یہ وہ نام ہے کہ جس کے ذریعہ جب اللہ سے کچھ مانگا جاتا ہے، تو وہ عطا کرتا ہے اور جب اس کے ذریعہ دعا کی جاتی ہے تو اللہ اس کی دعا قبول کرتا ہے۔

اسی مفہوم کی دوسری حدیث ملاحظہ ہو جس میں اللہ تبارک و تعالیٰ اپنی صفتِ خلّاقیت، یکتائی اور احدیت و صمدیت میں شک کرنے والوں کو متنبہ کرتا ہے کہ ان کا یہ عمل دراصل اپنے خالقِ حقیقی کی شان میں سخت گستاخی ہے:

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰہُ تَعَالٰی : کَذَّبَنِیْ ابْنُ اٰدَمَ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ ذٰلِکَ وَشَتَمَنِیْ وَلَمْ یَکُنْ لَہٗ ذٰلِکَ فَاَمَّا تَکْذِیْبُہٗ اِیَّایَ فَقَوْلُہٗ لَنْ یُّعِیْدَنِیْ کَمَا بَدَاَنِیْ وَلَیْسَ اَوَّلُ الْخَلْقِ بِاَھْوَنَ عَلَیَّ مِنْ اِعَادَتِہٖ وَ اَمَّا شَتْمُہٗ اِیَّایَ فَقَوْلُہٗ اتَّخَذَ اللّٰہُ وَلَدًا وَ اَنَا الْاَحَدُ الصَّمَدُ الَّذِیْ لَمْ اَلِدْ وَلَمْ اُوْلَدْ وَلَمْ یَکُنْ لِّیْ کُفُوًا اَحَدٌ (۱۴)

(حضرت اَبُو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ ابنِ آدم نے مجھے جھٹلایا حالانکہ یہ بات اسے نہ چاہیے تھی اور اس نے مجھے گالی دی یہ بات اسے نہ چاہیے تھی میری تکذیب، تو اس کا یہ کہنا ہے کہ جس طرح (اللہ نے) مجھے پہلی بار پیدا کیا ہے وہ (مرنے کے بعد) دوبارہ ہرگز زندہ نہیں کرے گا۔ حالانکہ

میرے لیے پہلی بار پیدا کرنا اس کے دوبارہ پیدا کرنے کی بہ نسبت زیادہ آسان نہ تھا۔ اور مجھے گالی دینا اس کا یہ قول ہے کہ اللہ نے اپنا بیٹا بنایا ہے، حالانکہ میں یکتا، بے نیاز و مرجع کل ہوں۔ نہ میں کسی کا باپ ہوں اور نہ بیٹا اور نہ کوئی میرا ہمسر ہے۔)

مرنے کے بعد اللہ لوگوں کو دوبارہ زندہ کر کے ان کے اعمال کا حساب کتاب لے کر ان کو جزا و سزا دے گا۔ لیکن کچھ لوگ حیات بعد الممات کا انکار کر کے گویا اللہ کو جھوٹا قرار دیتے ہیں اور اس طرح وہ اللہ کی اس حکمت عملی کو ہی باطل قرار دیتے ہیں، جس کے تحت کائنات کو اس نے وجود بخشا ہے۔ حالانکہ غور کرنے پر یہ بات آسانی سے سمجھ میں آسکتی ہے کہ جو ہستی انسان کو عدم سے وجود میں لا سکتی ہے۔ کیا وہی ہستی اس کو دوبارہ زندہ نہیں کر سکتی۔ پھر خدا کی اولاد کے بارے میں سوچنا در حقیقت خدا کی عظمت و یکتائی سے انکار ہے کہ اس سے اس کی وحدانیت و الوہیت کی نفی ہوتی ہے۔

اللہ کے ساتھ شرک اور اس کی الوہیت میں کسی قسم کا شبہہ نہ کرنا اور اس کی خالص عبادت کرنا اللہ والوں کا شیوہ ہے۔ ایسے لوگوں کے واسطے اللہ کے یہاں اعزاز و اکرام کا برتاؤ کیا جائے گا۔ ملاحظہ ہو:

عَنْ مَعَاذٍ قَالَ كُنْتُ رِدْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ عَلٰى حِمَارٍ يُقَالُ لَهٗ عُفَيْر فَقَالَ يَا مَعَاذُ هَلْ تَدْرِيْ مَا حَقُّ اللّٰهِ عَلٰى عِبَادِهٖ وَ مَا حَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ قُلْتُ اَللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ اَعْلَمُ قَالَ فَاِنَّ حَقَّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ عَلَى الْعِبَادِ اَنْ يَّعْبُدُوْهُ وَلَا يُشْرِكُوْا بِهٖ شَيْئًا وَحَقُّ الْعِبَادِ عَلَى اللّٰهِ اَنْ لَّا يُعَذِّبَ مَنْ لَّا يُشْرِكُ بِهٖ شَيْئًا فَقُلْتُ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اَفَلَا اُبَشِّرُ بِهِ النَّاسَ قَالَ لَا تُبَشِّرْهُمْ فَيَتَّكِلُوْا (۱۵)

(حضرت معاذ بن جبلؓ فرماتے ہیں کہ میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے گدھے پر سوار ہوا، جس کو عُفیر کہتے تھے۔ آپؐ نے فرمایا اے معاذ! کیا تم جانتے ہو کہ اللہ کا اپنے بندوں پر کیا حق ہے؟ اور بندوں کا اللہ پر کیا حق ہے؟ مَیں عرض گزار ہُوا: اللہ اور اُس کا رسُولؐ ہی بہتر جانتے ہیں۔ ارشاد فرمایا: اللہ تعالیٰ کا بندوں پر یہ حق ہے کہ اسی کی عبادت کریں اور اس کے ساتھ کسی کو شریک نہ کریں اور بندوں کا اللہ تعالیٰ پر یہ حق ہے کہ ان میں جو شرک نہ کرتا ہو اسے عذاب نہ دے۔ مَیں عرض گزار ہُوا کہ یارسولؐ اللہ، کیا مَیں لوگوں کو یہ خوشخبری سُنا دوں؟ فرمایا: یہ خوشخبری نہ سناؤ، ورنہ اس پر بس کر جائیں گے (اور نیک اعمال چھوڑ دیں گے)۔

لیکن اللہ کسی ایسے شخص سے کوئی سروکار نہیں رکھتا، جو اس کی اُلوہیت میں کسی کو شریک گردانتا ہے، اور اللہ اور اس کے رسولؐ کا رویّہ مشرکین کے ساتھ بہت سخت ہے۔

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ اَبِيْ اَوْفٰى يَقُوْلُ دَعَا رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمَ الْاَحْزَابِ عَلَى الْمُشْرِكِيْنَ فَقَالَ اَللّٰهُمَّ مُنْزِلَ الْكِتٰبِ ، سَرِيْعَ الْحِسَابِ اَللّٰهُمَّ اَهْزِمِ الْاَحْزَابَ اَللّٰهُمَّ اَهْزِمْهُمْ وَ زَلْزِلْهُمْ (۱۶)

(حضرت عبداللہ بن ابی اوفیٰ فرماتے ہیں کہ جنگِ خندق کے روز رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے مشرکین کے لیے بد دعا کی: اے اللہ! کتاب نازل فرمانے والے، جلد حساب لینے والے، اے اللہ! کافروں و مشرکوں کے گروہوں کو بکھیر دے، اے اللہ انہیں پراگندہ فرما، اور ان کے قدم اکھاڑ دے)۔

اگر کوئی شخص ایسا کوئی کام کرتا ہے، جو اللہ اور اس کے شریکوں کے لیے ہو، تو اللہ اسے قبول نہیں کرتا بلکہ اپنے غیر شریک کے لیے چھوڑ دیتا ہے کیونکہ اللہ کسی شریک کی شرکت سے اپنے کاموں میں بے نیاز ہے۔ اسے نہ کسی شریک کی ضرورت ہے اور نہ اس کی پروا۔ ملاحظہ ہو، فرمانِ رسولؐ:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اللّٰهُ تَبَارَكَ وَتَعَالٰی اَنَا اَغْنَی الشُّرَكَاءِ عَنِ الشِّرْكِ مَنْ عَمِلَ عَمَلاً اَشْرَكَ فِیْهِ مَعِیْ غَیْرِیْ تَرَكْتُ وَشِرْكَهٗ وَفِیْ رِوَایَةٍ فَاَنَا مِنْهُ بَرِیْءٌ هُوَ لِلَّذِیْ عَمِلَهٗ (۱۷)

(حضرت ابو ہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: میں تمام شرکاء میں سب سے زیادہ شرک سے بے نیاز ہوں۔ جو شخص کوئی عمل کرتا ہے، اور اس میں میرے ساتھ کسی اور کو بھی شریک کر لیتا ہے، تو میں اسے اور اس کے شرک کو چھوڑ کر الگ ہو جاتا ہوں۔ اور ایک روایت میں ہے کہ میں ایسے عمل سے بیزار ہوں، وہ عمل اسی کے لیے ہے، جس کے لیے اس نے کیا ہے) غیرتِ الٰہی کبھی یہ برداشت نہیں کرتی کہ اس کی ذات و صفات میں کسی غیر کو شریک کیا جائے، کوئی بھی اس کا ہم سر نہیں، اس کے علاوہ ہر شے اور ہر جاندار اس کی مخلوق ہے اور خدا کو بندوں سے خالص اپنی بندگی مطلوب ہے۔ جس عبادت میں شرک کی آمیزش ہو یا جس عمل میں غیر خدا کی رضا اور خوشنودی بھی پیشِ نظر ہو، وہ خدا کے یہاں شرفِ قبولیت نہیں حاصل کر سکتا۔ جس طرح قرآن میں شرک کرنے والے مردوں اور عورتوں اور زانی مردوں اور زانیہ عورتوں کا ذکر ایک ساتھ کیا گیا ہے۔ (۱۸) اسی طرح حدیثِ نبویؐ میں شرک اور زنا کو تقریباً ایک ہی قسم کی گھناؤنی حرکت اور بدکاری شمار کیا گیا ہے۔ چنانچہ عمرو بن شرحبیل سے روایت ہے کہ:

سَاَلْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَیُّ الذَّنْبِ اَعْظَمُ عِنْدَاللّٰهِ قَالَ اَنْ تَجْعَلَ لِلّٰهِ نِدًّا وَهُوَ خَلَقَكَ قُلْتُ اِنَّ ذٰلِكَ لَعَظِیْمٌ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ ثُمَّ اَنْ تَقْتُلَ وَلَدَكَ تَخَافُ اَنْ یُّطْعِمَ مَعَكَ قُلْتُ ثُمَّ اَیٌّ قَالَ ثُمَّ اَنْ تُزَانِیَ حَلِیْلَةَ جَارِكَ (۱۹)

(میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھا کہ کونسا گناہ اللہ کے نزدیک سب سے بڑا ہے؟ فرمایا: کہ تو کسی کو خدا کی برابری کرنے والا ٹھہرائے، حالانکہ اس نے تجھے پیدا کیا ہے۔ میں عرض گزار ہوا کہ یہ گناہ، تو واقعی بہت بڑا ہے۔ لیکن پھر کونسا ہے؟ فرمایا: پھر یہ کہ تو اپنی اولاد کو اس خوف سے قتل کر دے کہ وہ تیرے ساتھ کھائے گی۔ میں عرض گزار ہوا کہ پھر کونسا ہے؟ فرمایا یہ کہ تو اپنے ہمسائے کی بیوی سے بدکاری کرے)

غیر اللہ کی خوشنودی کی خاطر کیا جانے والا اچھے سے اچھا کام حتیٰ کہ حصولِ علم بھی اللہ تعالیٰ کی بارگاہ میں نہ صرف مقبولیت ہی نہیں حاصل کرتا بلکہ اس کو دوزخ کے شعلوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے۔

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ مَنْ تَعَلَّمَ عِلْمًا لِغَیْرِ اللّٰہِ اَوْاَرَادَبِہٖ غَیْرَ اللّٰہِ فَلْیَتَبَوَّأْ مَقْعَدَہٗ مِنَ النَّارِ (۲۰)

(حضرت ابن عمر سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جو (دین کا) کوئی علم غیر اللہ کے لیے سیکھے یا فرمایا کہ اس سے غیر اللہ کا ارادہ کر دے، تو وہ اپنی جگہ دوزخ میں ڈھونڈے) اللہ اپنی الوہیت کی شان میں گستاخی کے مرتکب ہونے والوں اور اس کی نشانیوں کا انکار کرنے والوں کو وقتاً فوقتاً اپنی قدرت کا مشاہدہ کراتا رہتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ بَکْرَۃَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ الشَّمْسَ وَالْقَمَرَ اٰیَتَانِ مِنْ اٰیَاتِ اللّٰہِ لَا یَنْکَسِفَانِ لِمَوْتِ اَحَدٍ وَّلٰکِنَّ اللّٰہَ یُخَوِّفُ بِہِمَا عِبَادَہٗ (۲۱)

(حضرت ابوبکرہؓ سے مروی ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سورج اور چاند اللہ کی نشانیوں میں سے دو نشانیاں ہیں، جو کسی کی موت کی وجہ سے نہیں گہناتے، لیکن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں کو اس کے ذریعہ سے ڈراتا ہے)۔

کائنات کا سارا نظام اللہ تعالیٰ کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ اس کے حکم کے بغیر نہ تو ہوا کا ایک جھونکا آسکتا ہے۔ نہ سورج کی کرن چمک سکتی ہے۔ نہ چاند کی چاندنی چھٹک سکتی ہے اور نہ بارش کا ایک قطرہ گر سکتا ہے۔ لہٰذا استاروں کی گردش کے نتیجہ میں، ہواؤں کے رُخ سے، یا چاند و سورج کے گرہن سے پیشینگوئی کرنے والے یا ان خود ساختہ علامات کے نتیجہ میں کسی واقعہ یا موسم وغیرہ کو منسوب کرنے والے مشرکین و کافرین کے زمرہ میں آتے ہیں، جن سے اللہ اپنے غضب و غصہ کا معاملہ کرتا ہے:

عَنْ زَیْدِ بْنِ خَالِدِ الْجُہَنِیِّ اَنَّہٗ قَالَ صَلّٰی لَنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ صَلٰوۃَ الصُّبْحِ بِالْحُدَیْبِیَۃِ عَلٰی اِثْرِسَمَاءٍ کَانَتْ مِنَ اللَّیْلِ فَلَمَّا انْصَرَفَ اَقْبَلَ عَلَی النَّاسِ فَقَالَ ہَلْ تَدْرُوْنَ مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ عَزَّوَجَلَّ قَالُوْا اَللّٰہُ وَ رَسُوْلُہٗ اَعْلَمُ قَالَ اَصْبَحَ مِنْ عِبَادِیْ مُؤْمِنٌ بِیْ وَ کَافِرٌ فَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِفَضْلِ اللّٰہِ وَ رَحْمَتِہٖ فَذَالِکَ مُؤْمِنٌ بِیْ وَکَافِرٌ بِالْکَوَاکِبِ وَاَمَّا مَنْ قَالَ مُطِرْنَا بِنَوْءِ کَذَا وَ کَذَافَذٰلِکَ کَافِرٌ بِیْ وَّ مُؤْمِنٌ بِالْکَوَاکِبِ (۲۲)

(حضرت زید بن خالد جہنیؓ روایت کرتے ہیں کہ ہمیں حدیبیہ میں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے نماز فجر پڑھائی، جب کہ رات کو بارش ہو چکی تھی۔ جب نماز سے فارغ ہوئے، تو آپؐ نے لوگوں کی طرف متوجہ ہو کر فرمایا: تمہیں معلوم ہے کہ تمہارے پروردگار نے کیا فرمایا ہے؟ لوگوں نے عرض کیا: اللہ و رسولؐ بہتر جانتے ہیں (فرمایا) اس نے ارشاد فرمایا ہے: میرے بندوں میں کچھ لوگ مومن ہوئے اور کچھ کافر، جنہوں نے کہا ہم پر اللہ کے فضل اور رحمت سے بارش ہوئی، تو

ایسے لوگ ایمان والے اور ستاروں کا انکار کرنے والے بنے اور جنہوں نے کہا، فلاں ستارے کے فلاں جگہ آجانے سے بارش ہوئی وہ میرے منکر اور ستاروں پر ایمان لانے والے بنے)۔

اللہ شرک کسی حال میں بھی معاف نہیں فرماتا۔ وہ جو خود مصور ہے۔ جس نے تمام مخلوقات کی شکل و صورت ترتیب دی ہے، جس نے مخلوقات کی صورتوں و شکلوں میں تمیز و تنوع پیدا کیا ہے، اور ہر جاندار اور ہر فرد کو ایک مخصوص قسم کی صورت عطا کی ہے اور پھر ان میں رُوح پھونکی، وہ یہ برداشت نہیں کرسکتا کہ اس کی ذات و صفات میں کوئی دخل اندازی کرکے اپنے خالق سے بغاوت کا ارتکاب کرے۔ چنانچہ اللہ کے نزدیک سب سے بدترین اور قابلِ گرفت وہ لوگ ہیں، جو اس کی خدائی میں سے کسی بھی پہلو سے اس کی ہمسری کرنے کی کوشش کرتے اور اس کی اُلوہیت میں شریک کرنے کا ارتکاب کرتے ہیں:

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ اُمَّ حَبِيْبَةَ وَ اُمَّ سَلْمَةَ ذَكَرَتَا كَنِيْسَةً رَاَيْنَهَا بِالْحَبْشَةِ فِيْهَا تَصَاوِيْرُ فَذَكَرَتَا ذٰلِكَ لِلنَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اُولٰٓئِكَ اِذَا كَانَ فِيْهِمُ الرَّجُلُ الصَّالِحُ فَمَاتَ بَنَوْا عَلٰى قَبْرِهٖ مَسْجِدًا وَ صَوَّرُوْا فِيْهِ تِلْكَ الصُّوَرُ فَاُولٰٓئِكَ شِرَارُ الْخَلْقِ عِنْدَاللّٰهِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ (۳۳)

(حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ امّ حبیبہ اور امّ سلمہ رضی اللہ عنہما نے حبش کے ایک گرجا گھر کا ذکر کیا جس کو وہاں دونوں نے دیکھا تھا اور جس میں تصویریں تھیں۔ انہوں نے اس کا ذکر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے کیا تو آپؐ نے فرمایا: ان میں جب کوئی نیک شخص فوت ہو جاتا تھا تو وہ اس کی قبر پر مسجد بنا لیتے اور اس میں تصویریں سجا دیتے تھے۔ وہ لوگ قیامت کے دن خدا کے نزدیک بدترین مخلوق شمار کیے جائیں گے)۔ ایسے لوگوں کو اللہ چیلنج کرتا ہے کہ یہ لوگ اس کی ہمسری کرنے اور اس کی صفت خلاقیت میں خود شریک ہونے چل تو پڑے ہیں، لیکن بڑی مخلوق تو درکنار وہ ایک معمولی سا دانہ ہی بنا کر دکھائیں:

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ وَ مَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ ذَهَبَ يَخْلُقُ كَخَلْقِىْ فَلْيَخْلُقُوْا ذَرَّةً اَوْلِيَخْلُقُوْا حَبَّةً اَوْشَعِيْرَةً (۳۴)

(حضرت ابُوہریرہؓ کا بیان ہے کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کو فرماتے ہوئے سُنا کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے، اس سے بڑھ کر ظالم کون ہے، جو میری تخلیق کی مانند تخلیق کرنا چاہتا ہے۔ اچھا وہ لوگ ایک ذرہ گندم یا جو کا دانہ ہی بنا کر دکھادیں) اللہ کا شریک گرداننے والوں اور دنیا میں اس کی ہمسری کرنے والوں کو قیامت کے روز یہ معلوم ہو جائے گا کہ یہ ساری کائنات، زمین و آسمان اور جو کچھ ان میں ہے، سب کی خالق بھی اللہ تعالیٰ کی ذات ہے اور سب کچھ اس کے قبضۂ قدرت میں بھی ہے۔ اس دنیا میں جو فرمانروا، جابر حکمران اپنی جھوٹی حکمرانی کا سکّہ چلا رہے ہیں۔ اس دن ان کی ساری حکمرانی خاک میں مِل چکی ہوگی:

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقْبِضُ اللّٰهُ الْاَرْضَ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَيَطْوِى السَّمَاءَ بِيَمِيْنِهٖ ثُمَّ يَقُوْلُ اَنَا الْمَلِكُ اَيْنَ مُلُوْكُ الْاَرْضِ (۳۵)

(حضرت ابو ہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ زمین کو مٹھی میں دبا لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ کر فرمائے گا۔ میں بادشاہ ہوں کہاں ہیں زمین کے بادشاہ؟) ساری کائنات کی بادشاہت اس ایک اللہ کی ہے، وہی مالک کل ہے۔ کسی مخلوق کو روا نہیں کہ وہ خود کو حکمران، بادشاہ یا حاکمِ اعلیٰ تصوّر کرے۔ اس قسم کا خیال خام رکھنے والا اور جھوٹی حکمرانی کا دعویٰ کرنے والا اللہ کے نزدیک بد ترین شخص ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَخْنَی الْاَسْمَاءِ یَوْمَ الْقِیَامَةِ عِنْدَاللّٰهِ رَجُلٌ تُسَمّٰی مَلِكَ الْاَمْلَاكِ (۲۶)

(حضرت ابو ہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ کے نزدیک سب سے بُرا نام اسی شخص کا ہو گا جو اپنے آپ کو ملک الملاک (سارے جہاں کا مالک) کہلائے گا۔

خفیہ و علانیہ اور قریب و دور کی کوئی بات اس کے احاطۂ علم سے باہر نہیں۔ وہ آسمانوں اور زمینوں اور ان کے مابین کی تمام اشیاء کا پیدا کرنے والا ہے، وہ ہر چیز کا مالک ہے، لہٰذا وہی اس لائق ہے کہ اس کی بندگی کی جائے اور وہی اس بات کا سزاوار ہے کہ کائنات پر اس کی حکمرانی ہو۔ لہٰذا انسان کو صبح و شام اس سے مدد اور نفس و شیطان کے شر سے پناہ مانگنی چاہیے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا فرمان ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ اَبُوْبَكْرٍ یَا رَسُوْلَ اللّٰهِ مُرْنِیْ بِشَیْءٍ اَقُوْلُهٗ اِذَا اَصْبَحْتُ وَ اِذَا اَمْسَیْتُ قَالَ قُلْ اَللّٰهُمَّ عَالِمَ الْغَیْبِ وَالشَّهَادَةِ ، فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبَّ كُلِّ شَیْءٍ وَ مَلِیْكَهٗ اَشْهَدُ اَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ اَعُوْذُبِكَ مِنْ شَرِّ نَفْسِیْ وَ مِنْ شَرِّ الشَّیْطَانِ وَشِرْكِهٖ قَالَ قُلْهُ اِذَا اَصْبَحْتَ وَ اِذَا اَمْسَیْتَ وَ اِذَا اَخَذْتَ مَضْجَعَكَ (۲۷)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ حضرت ابوبکرؓ نے عرض کیا: یارسول اللہ! مجھے کوئی ایسی چیز بتائیے کہ اس کو صبح و شام پڑھا کروں۔ آپؐ نے فرمایا تم یہ دعا کیا کرو: اے اللہ تو چھپی اور کھلی باتوں کا جاننے والا اور آسمانوں اور زمینوں کا پیدا کرنے والا اور ہر چیز کا پالنے والا اور مالک ہے، میں شہادت دیتا ہوں کہ تیرے سوا کوئی معبود نہیں۔ میں اپنے نفس اور شیطان کے شر اور اس کے شرک سے تیری پناہ مانگتا ہوں۔ آپؐ نے فرمایا کہ یہ دعا صبح و شام اور سوتے وقت پڑھ لیا کرو)۔

اللہ کا ایک خوبصورت نام سلام ہے، یعنی وہ اپنی ذات و صفات اور اعمال و افعال میں درجہ کمال پر فائز ہے اس لیے وہ تمام عیوب و نقائص سے منزّہ و مبرا ہے:

عَنْ شَقِیْقِ اِبْنِ سَلْمَةَ قَالَ قَالَ عَبْدُاللّٰهِ كُنَّا اِذَا صَلَّیْنَا خَلْفَ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قُلْنَا اَلسَّلَامُ

عَلٰی جِبْرِیْلَ وَ مِیْکَائِیْلَ اَلسَّلَامُ عَلٰی فُلَانٍ وَ فُلَانٍ فَالْتَفَتَ اِلَیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ ھُوَ السَّلَامُ فَاِذَا صَلّٰی اَحَدُکُمْ فَلْیَقُلِ اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَ رَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَ عَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ فَاِنَّکُمْ اِذَا قُلْتُمُوْھَا اَصَابَتْ کُلَّ عَبْدِاللّٰہِ صَالِحٍ فِی السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَ اَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ (۲۸)

(حضرت شقیق بن مسلمہ عبداللہ بن مسعود سے روایت کرتے ہیں، انہوں نے کہا جب ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پیچھے نماز پڑھتے، تو یہ دعا کرتے کہ جبریل و میکائیل اور فلاں فلاں پر سلام ہو۔ ایک دن رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے ہماری طرف دیکھا اور فرمایا: اللہ تو خود ہی سلام ہے، لہٰذا جب تم میں سے کوئی نماز پڑھے تو کہے:

'اَلتَّحِیَّاتُ لِلّٰہِ وَالصَّلٰوۃُ وَالطَّیِّبَاتُ اَلسَّلَامُ عَلَیْکَ اَیُّھَا النَّبِیُّ وَرَحْمَۃُ اللّٰہِ وَبَرَکَاتُہٗ اَلسَّلَامُ عَلَیْنَا وَعَلٰی عِبَادِ اللّٰہِ الصَّالِحِیْنَ ۝

(یہ دعا اللہ کے ہر نیک بندے کو پہنچ جائے گی۔ چاہے وہ آسمان میں ہو یا زمین میں،)

اَشْھَدُ اَنْ لَّا اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ وَاَشْھَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ'

اللہ رحیم و غفور ہے۔ رحیم کے معنی علماء نے آخرت میں اللہ کی بندوں پر بخشش و کرم کے مراد لیے ہیں، جبکہ رحمٰن وہ ہے، جو دنیا میں بندوں کی عیب پوشی اور ضرورت مندوں پر خیر کی بارش کرتا رہتا ہے۔ بعض کے نزدیک رحمٰن وہ ہے جو سوال کیے جانے پر عطا کرتا ہے، اور رحیم وہ ہے، جو سوال نہ کیے جانے پر بندوں سے خفا ہوتا ہے۔ مجموعی طور سے علماء رحمٰن دنیا اور رحیم آخرت کے مفہوم مراد لیتے ہیں کہ دنیا میں اللہ کی رحمت مومن و مشرک دونوں کو محیط ہے، جبکہ آخرت میں اس کی رحمت مومنین کے لیے مخصوص ہوگی۔ اللہ کے یہاں رحمت کا مقام بہت اعلیٰ ہے۔ اسی لیے تو اللہ تبارک و تعالیٰ نے آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم کو رحمت سے متصف فرمایا: اللہ غفور ہے۔ یعنی بہت زیادہ بخشش کرنے والا اور عیب پوشی کرنے والا ہے۔ غفر کے لغوی معنی ستر کے ہیں۔ چنانچہ اللہ کی ایک صفت الغفار بھی آتی ہے۔ یعنی وہ دنیا میں گناہوں کی عیب پوشی کرتا اور آخرت میں ان کی سزاؤں سے درگزر کرتا ہے۔ اللہ کی صفت الغافر بھی ہے۔ لیکن الغفور میں الغافر سے زیادہ معنویت ہے۔ اسی طرح الغفار میں الغفور سے زیادہ معنویت و بلاغت ہے:

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنِ عُمَرٍو وَ عَنْ اَبِیْ بَکْرِ نِ الصِّدِّیْقِ رَضِیَ اللّٰہُ عَنْہُ اَنَّہٗ قَالَ لِرَسُوْلِ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ عَلِّمْنِیْ دُعَاءً اَدْعُوْبِہٖ فِیْ صَلَاتِیْ قَالَ قُلْ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْ ظَلَمْتُ نَفْسِیْ ظُلْمًا کَثِیْرًا وَلَا یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ اِلَّا اَنْتَ فَاغْفِرْلِیْ مَغْفِرَۃً مِنْ عِنْدِکَ وَارْحَمْنِیْ اِنَّکَ اَنْتَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ (۲۹)

(حضرت عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ حضرت ابوبکر صدیق کے بارے میں کہتے ہیں کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم سے عرض کی: مجھے کوئی ایسی دعا بتائیے، جو میں اپنی نماز میں پڑھا کروں۔ آپ نے فرمایا: یہ دعا پڑھا کرو میں نے

اپنے نفس پر بہت زیادہ ظلم کیا ہے اور تیرے علاوہ کوئی گناہ بخشنے والا نہیں۔ تو اپنے پاس سے مجھے مغفرت عطا فرما، اور مجھ پر رحم فرما، بے شک تُو غفور الرحیم ہے) اللہ کی رحمتیں بے پایاں ہیں اور اس کی شفقتیں ان گنت ہیں، جس کی ایک جھلک آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے یہ دکھائی کہ اللہ کی رحمت میں سے صرف ایک حصّہ اس دُنیا کے جن و انس، چوپایوں اور حشرات الارض اور تمام مخلوقات میں تقسیم ہوا ہے اور ننانوے حصے اس کے پاس ہیں، جن سے وہ اپنے بندوں کو قیامت کے روز نوازے گا:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اِنَّ لِلّٰهِ مِأَةَ رَحْمَةٍ اَنْزَلَ مِنْهَا رَحْمَةً وَاحِدَةً بَیْنَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ وَالْبَهَائِمِ وَالْهَوَامِ فَبِهَا یَتَعَاطَفُوْنَ وَ بِهَا یَتَرَاحَمُوْنَ وَ بِهَا تَعْطِفُ الْوُحْشُ عَلٰی وَلْدِهَا وَ اَخَّرَهَا اللّٰهُ تِسْعًا وَ تِسْعِیْنَ رَحْمَةً یَرْحَمُ بِهَا عِبَادَهُ یَوْمَ الْقِیَامَةِ (۳۰)

(حضرت ابُوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسولُ اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اللہ کی سو رحمتیں ہیں، جن میں سے اس نے صرف ایک حصّہ جن و انس، چوپاؤں اور حشرات الارض وغیرہ کو عطا کیا ہے، جس کی وجہ سے وہ باہم شفقت کرتے اور ایک دوسرے پر رحم کھاتے ہیں، اس کی وجہ سے وحشی جانور اپنے بچوں پر لطف و کرم کرتا ہے اور ننانوے رحمتوں کو اس نے اپنے پاس رکھ چھوڑا ہے۔ ان سے وہ قیامت کے روز اپنے بندوں پر رحم فرمائے گا) یہی نہیں اللہ کی صفت غضب پر اس کی صفتِ رحمت غالب ہے، بندہ جب بالکل ہی بغاوت پر آمادہ ہو جاتا ہے، تو اللہ اسے سزا اور غضب کا مستحق قرار دیتا ہے۔ ورنہ اس کی رحمت کے دروازے تو ہر وقت اور ہر لمحہ کھلے رہتے ہیں:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَمَّا خَلَقَ اللّٰهُ الْخَلْقَ كَتَبَ فِیْ كِتَابِهٖ هُوَ یَكْتُبُ عَلٰی نَفْسِهٖ وَهُوَ وَضَعٌ عِنْدَهٗ عَلَی الْعَرْشِ اِنَّ رَحْمَتِیْ تَغْلِبُ غَضَبِیْ (۳۱)

(حضرت ابُوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ نے مخلوق کو پیدا فرمایا، تو اس نے اپنی کتاب میں لکھا: وہ اپنی ذات کے متعلق لکھتا ہے، جو اس کے پاس عرش پر رکھی ہوئی ہے کہ میرے غضب پر میری رحمت غالب ہے) یہ اس کی رحمت ہی تو ہے کہ اس نے انسانوں کو اس دنیا میں پیدا کیا ہے، اور ان کی ہدایت کے لیے پیغمبروں کو بھیجا۔ اس کی رحمت ہی تو ہے کہ وہ فساد برپا کرنے والوں اور باغیوں کی فوراً گرفت نہیں کرتا، بلکہ انہیں ظلم و عدوان سے باز آنے کے مواقع فراہم کرتا رہتا ہے۔ وہ اس کی خدائی سے انکار کرتے ہیں لیکن وہ ان کو رزق فراہم کرتا ہے، وہ اللہ کے بھیجے ہُوئے رسولوں کو ستاتے اور تنگ کرتے ہیں، لیکن اللہ ان پر فوراً عذاب نہ نازل کر کے ان کو سنبھلنے کے مواقع فراہم کرتا ہے۔ روز قیامت بھی اس کی رحمتوں کا دور دورہ ہو گا۔ حدیث کا مفہوم یہی ہے کہ اللہ کے یہاں بنیادی حیثیت غضب کو نہیں بلکہ اس کی رحمت کو حاصل ہے۔ اور اس کائنات کا سارا نظم اس کی رحمت کا جیتا جاگتا ثبوت ہے، اس کے غضب کے مستحق تو وہی بدنصیب ہیں جو اپنی سرکشی اور بغاوت میں حد سے تجاوز کر جاتے ہیں۔

اللہ رحمٰن و رحیم ہے۔ وہ اپنے بندوں کو بھی اخلاق و کردار کی اعلیٰ قدروں کا حامل دیکھنا چاہتا ہے۔ چنانچہ باہمی عفو و درگزر اور آپسی رحمت و مودّت ایک مثالی معاشرہ کے لیے بُنیادی اہمیت کی حامل ہے۔ لہٰذا اللہ نے اپنے بندوں پر اپنی رحمت کو انسانی رحمت و مودّت سے مشروط کر دیا ہے:

عَنْ جَرِيْرِ بْنِ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَايَرْحَمُ اللّٰهُ مَنْ لَايَرْحَمُ النَّاسَ (۳۲)

(جریر بن عبد اللہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ اس شخص پر رحم نہیں فرماتا، جو لوگوں پر رحم نہیں کرتا۔)

اللہ مہربان ہے اور نرم خوئی و مہربانی کا انداز اللہ کو پسند ہے۔ بنیادی طور پر کائنات میں اس کی مہربانیوں اور رحمتوں کا بول بالا ہے۔

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ : اِنَّ اللّٰهَ رَفِيْقٌ وَيُحِبُّ الرِّفْقَ وَيُعْطِيْ عَلَى الرِّفْقِ مَالَا يُعْطِيْ عَلَى الْعُنْفِ وَمَالَا يُعْطِيْ عَلٰى مَاسِوَاهُ ۔ (۳۳)

(حضرت عائشہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: خدا مہربان ہے اور نرمی و مہربانی کو پسند کرتا ہے اور نرمی پر وہ چیز عطا فرماتا ہے، جو درشتی اور سختی پر نہیں عطا فرماتا اور نہ کسی اور ہی چیز پر عطا فرماتا ہے۔)

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ سے رحم کی درخواست کرنے کی ترغیب دیتے ہوئے اس نکتہ کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ بندہ کو اللہ کے سامنے عزم کے ساتھ سوال کرنا چاہیے کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے۔

عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ لَايَقُلْ اَحَدُكُمْ اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ اِنْ شِئْتَ ، اِرْحَمْنِيْ اِنْ شِئْتَ ، اُرْزُقْنِيْ اِنْ شِئْتَ وَلْيَعْزِمْ مَسْئَلَتَهٗ اِنَّهٗ يَفْعَلُ مَايَشَآءُ لَامُكْرِهَ لَهٗ (۳۴)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: تم میں سے کوئی یہ نہ کہے کہ اے اللہ اگر تو چاہے تو مجھے بخش دے اگر تو چاہے تو مجھ پر رحم فرما۔ اگر تو چاہے تو مجھے روزی عطا فرما۔ بلکہ اس سے عزم کے ساتھ سوال کرے کیونکہ وہ جو چاہتا ہے کرتا ہے، اس پر جبر کرنے والا کوئی نہیں)۔

اللہ غیور ہے یعنی اس کا کوئی بندہ جب کسی فحش و شرمناک حرکت کا مرتکب ہوتا ہے تو اسے بڑی غیرت آتی ہے، اس کی شانِ الوہیت اپنے ماننے والوں سے توقع کرتی ہے کہ ان کا ظاہر و باطن صاف ستھرا اور ان کی زندگی میں وقار و نکھار ہو:

عَنْ عَائِشَةَ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهَا قَالَتْ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَا اُمَّةَ مُحَمَّدٍ وَّ اللّٰهِ مَا مِنْ اَحَدٍ اَغْيَرُ مِنَ اللّٰهِ اَنْ يَزْنِيَ عَبْدُهٗ اَوْتَزْنِيَ اَمَتُهٗ (۳۵)

(حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اے امت محمد! بخدا اللہ سے زیادہ کوئی اس بات کی غیرت نہیں رکھتا کہ اس کا غلام یا اس کی لونڈی زنا کرے) جس طرح انسان کی غیرت یہ برداشت

نہیں کر سکتی کہ کوئی اس کی بیوی پر بری نگاہ ڈالے یا دست درازی کرے، اسی طرح اللہ کی غیرت کو یہ گوارا نہیں کہ اس کے بندے فحش اور بے حیائی کی حرکات کا ارتکاب کریں۔ اس کو یہ بھی گوارا نہیں کہ اس کے بندے اس کی بندگی میں کسی کو شریک ٹھہرائیں۔ شرک کو وہ کسی قیمت پر برداشت نہیں کرتا اور مشرکوں کے واسطے اس کی صفتِ قہر جوش میں آتی اور ان کو ہمیشہ ہمیشہ کے لیے جہنم رسید کر دیتی ہے۔

عَنِ الْمُغِيْرَةِ قَالَ قَالَ سَعْدُ بْنُ عُبَادَةَ لَوْ رَأَيْتُ رَجُلاً مَعَ امْرَأَتِيْ لَضَرَبْتُهٗ بِالسَّيْفِ غَيْرَ مُصْفِحٍ فَبَلَغَ ذٰلِكَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَقَالَ اَتَعْجَبُوْنَ مِنْ غَيْرَةِ سَعْدٍ وَاللّٰهِ اَنَا اَغْيَرُ مِنْهُ وَاللّٰهُ اَغْيَرُ مِنِّيْ مِنْ اَجْلِ غَيْرَةِ اللّٰهِ حَرَّمَ اللّٰهُ الْفَوَاحِشَ مَا ظَهَرَ مِنْهَا وَمَا بَطَنَ وَلَا اَحَدَ اَحَبُّ اِلَيْهِ الْعُذْرُ مِنَ اللّٰهِ مِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ بَعَثَ الْمُنْذِرِيْنَ وَالْمُبَشِّرِيْنَ وَلَا اَحَدَ اَحَبُّ اِلَيْهِ الْمِدْحَةُ مِنَ اللّٰهِ وَمِنْ اَجْلِ ذٰلِكَ وَعَدَ الْجَنَّةَ (۳۱)

حضرت مغیرہ بن شعبہؓ سے روایت ہے کہ سعد بن عبادہؓ نے کہا کہ اگر میں کسی مرد کو اپنی عورت کے ساتھ (ناروا حالت میں) دیکھ لوں تو تلوار سے اس کے ٹکڑے کر ڈالوں۔ یہ بات رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچی، تو آپؐ نے فرمایا: کیا تمہیں سعد کی غیرت پر تعجب ہے؟ بخدا میں ان سے زیادہ غیرت مند ہوں اور اللہ مجھ سے بڑھ کر غیرت والا ہے۔ اس لئے اس نے تمام بے حیائی اور بے غیرتی کی باتوں کو خواہ کھلی ہوں یا چھپی حرام کر دیا۔ اسی طرح اللہ سے زیادہ یہ بات کسی کو پسند نہیں کہ اتمامِ حجت ہو، اس لیے اس نے (عذابِ جہنم سے) ڈرانے والے اور (جنت کی) خوشخبری دینے والے (انبیاء) بھیجے اور اللہ سے بڑھ کر حمد و ثنا بھی کسی کو پسند نہیں ہے۔ اس لیے اس نے جنت کا وعدہ فرمایا ہے)

اللہ تمام مخلوق کی ہر ہر بات کو سُنتا اور دیکھتا ہے۔ اس کے علم میں کائنات کی ساری باتیں رہتی ہیں۔ اس کی نظروں سے کچھ بھی پوشیدہ نہیں۔ وہ اپنے علم و قدرت کے ذریعہ مخلوق سے قریب ہے:

عَنْ اَبِيْ عُثْمَانَ عَنْ اَبِيْ مُوْسٰى قَالَ كُنَّا مَعَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فِيْ سَفَرٍ فَكُنَّا اِذَا عَلَوْنَا كَبَّرْنَا فَقَالَ اَرْبِعُوْا عَلٰى اَنْفُسِكُمْ فَاِنَّكُمْ لَا تَدْعُوْنَ اَصَمَّ وَلَا غَائِبًا تَدْعُوْنَ سَمِيْعًا بَصِيْرًا قَرِيْبًا ثُمَّ اَتٰى عَلَيَّ وَاَنَا اَقُوْلُ فِيْ نَفْسِيْ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَقَالَ لِيْ يَا عَبْدَاللّٰهِ بْنَ قَيْسٍ قُلْ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ فَاِنَّهَا كَنْزٌ مِنْ كُنُوْزِ الْجَنَّةِ اَوْ قَالَ اَلَا اَدُلُّكَ بِهٖ (۳۲)

ابو عثمان کا بیان ہے کہ حضرت ابو موسیٰ اشعری رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ایک سفر میں ہم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ہمراہ تھے۔ جب ہم بلندی پر چڑھتے تو زور سے تکبیر کہتے۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنی جانوں پر نرمی کرو، کیونکہ تم کسی بہرے یا غائب کو نہیں پکارتے بلکہ اس کو پکارتے ہو جو سُنتا دیکھتا اور قریب ہے۔ پھر آپ میرے پاس تشریف لے اور جس وقت میں دل میں لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہہ رہا تھا۔ آپؐ نے مجھ سے فرمایا کہ اے عبداللہ بن

قیس۔ لَاحَوْلَ وَلَا قُوَّةَ اِلَّا بِاللّٰهِ کہو کیونکہ یہ جنت کے خزانوں میں سے ایک خزانہ ہے، یا یہ فرمایا کہ کیا میں تمہیں ایسی چیز نہ بتاؤں) اللہ مقلب القلوب ہے۔ یعنی انسان کا ظاہر و باطن اللہ کے قبضہ میں ہے، وہ دلوں کو جس طرف چاہے پھیر دے۔ لہٰذا ہمیں اللہ سے اس بات کی التجا کرنی چاہیے کہ وہ ہمارے قلوب کو اپنی بندگی کی جانب جھکائے اور بدی کی راہ اور شیطانی اعمال سے ہمارے قلوب کو پھیر دے، کیونکہ انسان میں جس چیز کی طلب ہوتی ہے، اللہ اس کے قلب کو اس کی طرف راغب کر دیتا ہے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلّم نے اس قسم کی دعا فرمائی:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عَمْرٍو قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ قُلُوْبَ بَنِیْ اٰدَمَ كُلَّهَا بَيْنَ اِصْبَعَيْنِ مِنْ اَصَابِعِ الرَّحْمٰنِ يُصَرِّفُهَا كَيْفَ يَشَآءُ ثُمَّ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُمَّ مُصَرِّفَ الْقُلُوْبِ صَرِّفْ قُلُوْبَنَا عَلٰى طَاعَتِكَ (۳۸)

(حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:
بنی آدم کے دل رحمٰن کی انگلیوں میں سے دو انگلیوں کے درمیان ہیں۔ وہ جیسا چاہتا ہے انہیں پھیرتا ہے۔ پھر رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: دلوں کو پھیرنے والے اللہ! ہمارے دلوں کو اپنی اطاعت کی طرف پھیر دے) اس سلسلہ میں ایک اور حدیث ملاحظہ ہو:

عَنْ سَالِمٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ قَالَ اَكْثَرُ مَاكَانَ النَّبِیُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَحْلِفُ لَا وَ مُقَلِّبِ الْقُلُوْبِ (۳۹)

(حضرت سالم بن عبداللہ کا بیان ہے کہ حضرت عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے فرمایا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم اکثر یُوں قسم کھایا کرتے کہ قسم ہے دلوں کو پھیرنے والے کی)

اللہ عالم و علیم ہے۔ کائنات کی کوئی بھی خفیہ و علانیہ بات اور بعید و قریب کا کوئی بھی معاملہ اس کے علم سے پوشیدہ نہیں۔ وہ گذشتہ اور آئندہ ظاہر و باطن سب کا علم رکھتا ہے۔ غیب کے پوشیدہ امور بھی اس کے علم میں ہیں۔ اس کا علم بندوں کے علم جیسا نہیں کیونکہ وہ کسی ذریعہ یا حواس کا مرہونِ منت نہیں۔ نہ اس کے علم کو زوال ہے۔ اس کا علم ہر اعتبار سے مکمل ہے علماء کی متفقہ رائے ہے کہ اللہ کو العلّامة نہیں کہنا چاہیے کیونکہ اس لفظ کا اطلاق اس اہل علم پر ہوتا ہے، جس نے قلت سے کثرت کی طرف سفر کیا ہو، جبکہ اللہ کا علم ازل سے ہی درجۂ کمال پر ہے:

عَنْ اِبْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مِفْتَاحُ الْغَيْبِ خَمْسٌ لَايَعْلَمُهَا اِلَّا اللّٰهُ لَايَعْلَمُ اَحَدٌ مَايَكُوْنُ مِنْ غَدٍ وَلَايَعْلَمُ اَحَدٌ مَايَكُوْنُ فِی الْاَرْحَامِ وَلَاتَعْلَمُ نَفْسٌ مَاذَا تَكْسِبُ غَدًا وَمَا تَدْرِیْ نَفْسٌ بِاَیِّ اَرْضٍ تَمُوْتُ وَمَا يَدْرِیْ اَحَدٌ مَتٰى يَجِیْءُ الْمَطَرُ (۴۰)

(حضرت ابنِ عمرؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: غیب کی کنجیاں پانچ ہیں، جنہیں اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی نہیں جانتا۔ کسی کو یہ معلوم نہیں کہ کل کیا ہونے والا ہے؟ نہ یہ جانتا ہے کہ مادہ کے رحم میں کیا ہے؟ نہ کسی

کو یہ علم ہے کہ وہ کل کیا کرے گا؟ نہ کسی کو یہ پتہ ہے کہ وہ کہاں مرے گا؟ اور نہ کسی کو یہ خبر ہے کہ بارش کب ہوگی؟

اللہ عظیم ہے۔ انسان کی عقل و خرد اس کی ذات کی عظمتوں اور اس کی عزت کی بلندیوں کا احاطہ نہیں کر سکتی۔ اس کے جلال کی نہ کوئی انتہا ہے اور نہ اس کی عظمت کی کوئی ابتدا۔ اللہ اپنی ذات، وجود، علم، قدرت، حکمت اور قوت میں عظیم ہے۔ اس کی عظمت کو کوئی نہیں پاسکتا۔ وہ اپنی ذات و صفات و افعال میں اپنی مخلوق کی مشابہت سے برتر و بالا ہے اور اس کی کبریائی مخلوق کے وہم و گمان اور ان کی ذہنی رسائی سے ماوراء ہے۔ اس کو ذات و صفات اور افعال میں کبریائی حاصل ہے، اللہ کی ان صفات میں جو بھی قیل و قال کرے گا اور اس کے دائرہ عظمت و کبریائی میں دخل اندازی کی جرأت کرے گا، تو اس کا یہ عمل گویا خدا کی خدائی کے خلاف اعلانِ جنگ ہوگا۔ جس کا خمیازہ اسے دوزخ میں ڈال دیے جانے کی صورت میں بہرحال بھگتنا پڑے گا۔

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ تَعَالٰى اَلْكِبْرِیَاءُ رِدَاءِیْ وَ الْعَظْمَةُ اِزَارِیْ فَمَنْ نَازَ عَنِیْ وَاحِدًا مِنْهُمَا اَدْخَلْتُهُ النَّارَ وَ فِیْ رِوَایَةٍ قَذَفْتُهٗ فِی النَّارِ (۴۱)

(حضرت ابوہریرہؓ کہتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے: "بزرگی میری چادر ہے اور عظمت میرا تہ بند۔ جو شخص ان دونوں میں سے کسی ایک میں مجھ سے جھگڑے گا میں اُسے دوزخ کی آگ میں داخل کر دوں گا۔ ایک روایت میں ہے: (دوزخ کی) آگ میں پھینک دوں گا")

اللہ عزیز ہے۔ اس کے غلبہ اور عظمت و کبریائی کو کوئی نہیں پہنچ سکتا۔ اسی کو ساری قوت اور غلبہ حاصل ہے، اس کی کوئی نظیر نہیں۔ اس کی ذات و صفات میں کوئی شریک نہیں، وہ معبودِ حقیقی ہے، وہی خالق ہے، وہ امر ہے، اس کی کوئی نظیر نہیں۔ تمام مخلوق زوال پذیر ہے:

عَنْ یَحْیٰى بِنْ یَعْمَر عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ اِنَّ النَّبِیَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ كَانَ یَقُوْلُ اَعُوْذُ بِعِزَّتِكَ الَّتِیْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اَنْتَ الَّذِیْ لَایَمُوْتُ وَالْجِنُّ وَالْاِنْسُ یَمُوْتُوْنَ (۴۲)

(یحییٰ بن یعمر نے حضرت ابنِ عباس رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کہا کرتے تھے میں تیری عزت کی پناہ پکڑتا ہوں، تو وہ ذات ہے، جس کے سوا کوئی اور معبود نہیں، تجھے موت نہیں جبکہ جن و انس سب مَر جائیں گے۔)

اللہ قادرِ مطلق ہے۔ اس کی بادشاہت میں اسی کی مشیئت اور اس کا حکم چلتا ہے۔ کوئی اس کے حکم کو ٹالنے والا نہیں اور نہ اس میں ذرا بھی تاخیر کرنے کی جرأت رکھتا ہے۔ وہ حقیقی شہنشاہ ہے جس طرح چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ کسی کو اس کے اُمور میں دخل دینے کا یارا نہیں:

عَنْ سَعِیْدٍ عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ یَقْبِضُ اللّٰهُ الْاَرْضَ یَوْمَ الْقِیَامَةِ وَ

يَطْوِي السَّمَاءَ بِيَمِينِهِ ثُمَّ يَقُولُ أَنَا الْمَلِكُ أَيْنَ مُلُوكُ الْأَرْضِ وَ قَالَ شُعَيْبٌ وَالزُّبَيْدِيُّ وَابْنُ مُسَافِرٍ وَإِسْحٰقُ بْنُ يَحْيٰى عَنِ الزُّهْرِيِّ عَنْ أَبِي سَلْمَةَ (۴۳)

(سعید بن مسیبؓ نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: قیامت کے روز اللہ تعالیٰ زمین کو اپنی مٹھی میں لے لے گا اور آسمان کو اپنے دائیں ہاتھ میں لپیٹ کر فرمائے گا کہ حقیقی بادشاہ میں ہوں۔ دُنیا کے بادشاہ کہاں ہیں؟ (یہ روایت شعیب و زبیدی و ابن مسافر و اسحاق بن یحییٰ نے زہری کے واسطہ سے ابو سلمہ سے نقل کی ہے) اس حدیث میں اللہ تعالیٰ کی قدرت و قوت اور عظمت و کبریائی کو بڑے اچھوتے انداز میں بیان کیا گیا ہے۔ روز حساب میں جھوٹے حکمرانوں اور فرمانرواؤں کی حکمرانی کا نشہ ٹوٹ چکا ہوگا اور ان کے سامنے یہ حقیقت واضح ہو کر سامنے آجائے گی کہ زمین و آسمان سب کچھ اس ذات کے قبضۂ قُدرت میں ہیں، لیکن جو لوگ دنیا میں اللہ کے حق کو پہچانیں گے۔ قیامت کے روز ان کو ان کی وفاشعاری کی پوری پوری جزا ملے گی۔ اللہ ان پر ایسے روز سایہ کرے گا، جس روز اس کے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہ ہو گا۔ دنیا میں جنہوں نے صرف خدا کی محبت و عظمت کی بنیاد پر رشتے استوار کیے ہوں گے، جنہوں نے اللہ کے علاوہ کسی کی پرستاری نہیں کی ہوگی اور جنہوں نے زندگی کے ہر موڑ پر ملنے والے جھوٹے خداؤں اور کجکلاہوں کی خدائی اور حکمرانی کو اپنے پیروں تلے روندا ہو گا، جو صرف اور صرف خدا کے پرستار تھے، جنہوں نے اللہ کے واسطے سچی محبتوں اور خلوص کی دنیا آباد کی ہوگی۔ اللہ قیامت کے روز ان کو اپنی پناہ دے گا کہ اس روز اس کی پناہ کے علاوہ کوئی پناہ نہ ہوگی۔

عَنْ أَبِي هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ إِنَّ اللّٰهَ تَعَالٰى يَقُوْلُ يَوْمَ الْقِيَامَةِ أَيْنَ الْمُتَحَابُّوْنَ بِجَلَالِيْ اَلْيَوْمَ أُظِلُّهُمْ فِيْ ظِلِّيْ يَوْمَ لَا ظِلَّ إِلَّا ظِلِّيْ (۴۴)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ قیامت کے دن فرمائے گا: میری عظمت کی وجہ سے آپس میں محبت کرنے والے کہاں ہیں، آج میں ان پر سایہ کروں گا۔ آج میرے سایہ کے سوا کوئی سایہ نہیں)، اس مفہوم کی ایک اور حدیث منقول ہے:

عَنْ مَعَاذِ بْنِ جَبَلٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ عَزَّ وَجَلَّ الْمُتَحَابُّوْنَ فِيْ جَلَالِيْ لَهُمْ مَنَابِرُ مِنْ نُوْرٍ يُغْبِطُهُمُ النَّبِيُّوْنَ وَالشُّهَدَاءُ (۴۵)

(حضرت معاذ بن جبل سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ ارشاد کرتا ہے، میرے جلال و محبت کی بناء پر محبت کرنے والوں کے لیے نُور کے منبر ہیں جن پر پیغمبر اور شہید بھی رشک کریں گے۔)

اللہ عظیم و حلیم ہے۔ یعنی انسانی عقل اس کی عظمتوں کی تہ نہیں پا سکتی اور وہ قدرت کے باوجود انتقام میں

جلدی سے کام نہیں لیتا۔ چنانچہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف کے وقت یُوں دعا فرماتے:

عَنْ اَبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ کَانَ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَدْعُو عِنْدَ الْکَرْبِ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ الْعَظِیْمُ الْحَلِیْمُ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ رَبُّ الْعَرْشِ الْعَظِیْمِ (۳۶)

(حضرت ابنِ عباسؓ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تکلیف کے وقت یُوں دعا کیا کرتے تھے۔ اللہ کے سوا کوئی اور معبود نہیں ہے۔ وہ عظمت اور حلم والا ہے۔ اللہ کے سوا اور کوئی معبود نہیں۔ وہ جو آسمان اور زمین کا رب ہے اور وہ عرش عظیم کا رب ہے)، اسی طرح قبیلہ بنو سُلیم کے ایک (صحابی) شخص کا بیان ہے کہ:

قَالَ عَدَّهُنَّ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ فِیْ یَدَیْ اَوْفِیْ یَدِهٖ قَالَ التَّسْبِیْحُ نِصْفُ الْمِیْزَانِ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ یَمْلَاُهٗ وَالتَّکْبِیْرُ یَمْلَاُ مَابَیْنَ السَّمَاءِ وَالْاَرْضِ وَالصَّوْمُ نِصْفُ الصَّبْرِ وَالطُّهُوْرُ نِصْفُ الْاِیْمَانِ (۳۷)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ پر شمار کر کے فرمایا۔ تسبیح نصف میزان کو بھر دیتی ہے اور الحمد للہ اسے پُورے طور پر پُر کر دیتا ہے اور تکبیر جو کچھ آسمان اور زمین کے بیچ ہے، سب کو بھر دیتی ہے اور روزہ نصف صبر اور پاکیزگی نصف ایمان ہے۔) یعنی خدا کی عظمت و برتری کا اظہار ایسا عمل ہے، جو نصف میزانِ عمل کو بھر دینے کے لیے کافی ہے۔ بشرطیکہ یہ اظہار صدقِ دل سے ہوا ہو، کیونکہ سچے دل سے اللہ کی عظمت کا اظہار اقرارِ انسانی کی ساری زندگی ہی کو بدل سکتا ہے اور جو زندگی خدا کی تسبیح اور حمد و ستائش سے عبارت ہو۔ اسی زندگی کو مکمل زندگی کہا جا سکتا ہے۔ اسی طرح اللہ کی تکبیر کرنا یعنی جو ہستیاں واقعی اللہ کی عظمتوں اور کبریائی سے واقف ہیں، ان کو کائنات میں ہر طرف تکبیر ہی کے نغمے سُنائی دیتے ہیں۔ اس کے علاوہ صبر کی اہمیت یوں واضح کی گئی کہ جس شخص نے روزہ رکھا، گویا اس نے صبر و قناعت کی تربیت حاصل کر لی، جو مومن کی زندگی میں مطلوب ہوتا ہے۔ ان سب کے ساتھ ساتھ انسان کو لازم ہے کہ اللہ سے استغفار کرتا رہے، اس سے سلامتی و رحمت کی دعائیں کرتا رہے اور اس کی عظمت و بزرگی کے گُن گاتا رہے۔ حضرت ثوبان سے مروی ہے:

کَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اِذَاسَلَّمَ یَسْتَغْفِرُ ثَلٰثًا وَیَقُوْلُ اَللّٰهُمَّ اَنْتَ السَّلَامُ وَ مِنْكَ السَّلَامُ تَبَارَکْتَ وَ تَعَالَیْتَ یَاذَا الْجَلَالِ وَالْاِکْرَامِ (۳۸)

(رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جب سلام پھیرتے، تو تین بار استغفار کرتے۔ پھر دعا فرماتے: الھم انت السلام ۔ الخ یعنی اے اللہ تو سراپا سلامتی ہے اور تیری ہی طرف سے سلامتی لوٹتی ہے، تُو برکت والا اور بُلند و برتر ہے۔ اے عظمت و نوازش والے)۔

وہ حی (زندہ) ہے۔ یعنی اللہ کو حیاتِ ابدیت حاصل ہے، جس کی نہ کوئی ابتداء ہے اور نہ انتہا، وہ ازل سے ابد تک باقی رہے گا۔ وہ کریم ہے یعنی اس کے رو برو اگر کوئی بندہ گڑگڑاتا ہے اور اس کا وسیلہ تلاش کرتا ہے، تو اس کی شان

کریمی کی بارشیں بندۂ مومن کو سرشار کر دیتی ہیں۔ اللہ کو اس بات سے بڑی شرم آتی ہے کہ اس کا کوئی بندہ اس کے روبرو ہاتھ پھیلائے اور وہ ان کو خالی و نامراد واپس کر دے۔ وہ تو ایسی ہستی ہے، جو تھوڑے سے عمل پر بے پایاں ثواب سے نوازتی ہے جو بن مانگے انسان کو نعمتوں سے مالامال کرتی ہے، جس کو گناہوں کو بخشنے اور عیب پوشی کرنے کا صرف بہانہ چاہیے، جس کے خزانۂ رحمت کا در ہر بندہ کے لیے ہمیشہ کھلا رہتا ہے، تو وہ مانگنے والوں کو کیوں نہ دے گا۔

اللہ کریم ہے، جب کوئی بندہ اس کا وسیلہ تلاش کرتا اور اس کے روبرو التجا کرتا ہے، تو اللہ اسے ضائع نہیں کرتا۔ کریم اللہ کے کمال احسان و انعام کا نام ہے۔ یعنی بغیر حاجت روائی کی دعا کے اللہ اپنی نعمتوں کا آغاز کرتا ہے اور بغیر سوال کے احسان کی نوازش کرتا ہے۔

عَنْ سَلْمَانَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ رَبَّكُمْ حَيٌّ كَرِيْمٌ - يَسْتَحْيِ مِنْ عَبْدِهٖ اِذَا رَفَعَ يَدَيْهِ اِلَيْهِ اَنْ يَرُدَّهُمَا صِفْرًا (اَوْقَالَ) خَائِبَتَيْنِ (۴۹)

(حضرت سلمانؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: تمہارا رب بڑا حیادار اور کریم ہے۔ اُس کو اس بات سے شرم آتی ہے کہ جب اس کا بندہ دونوں ہاتھ اُٹھا کر اس سے دعا کرے، تو وہ انہیں خالی لوٹا دے)

اللہ قیوم ہے۔ یعنی اپنی مخلوق کی تدبیر میں وہ پوری قدرت رکھتا ہے۔ وہ ہر چیز کا نگہبان، قائم کرنے والا اور عطا کرنے والا ہے۔ حضرت ابنِ عباسؓ کے نزدیک اللہ کی صفت حي و قیوم کا شمار اللہ کے عظیم اسماء میں ہوتا ہے۔

حضرت علیؓ سے روایت ہے کہ جنگِ بدر کے دن میں تھوڑی دیر جنگ کرنے کے بعد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم کے پاس یہ دیکھنے آیا کہ آپؐ کیا کر رہے ہیں۔ میں نے دیکھا کہ آپؐ سجدہ ریز ہیں اور یاحي یاقیوم کا ورد فرمارہے ہیں۔ مَیں پھر آیا اور آپؐ کو پھر اس حالت میں دیکھا۔ پھر میں برابر آتا جاتا رہا اور دیکھتا رہا کہ آپ اس کے علاوہ اور کچھ نہیں کر رہے تھے۔ حتّٰی کہ اللہ تعالیٰ نے فتح و کامرانی سے نوازا: (۵۰)

عَنْ اِبْنِ مَسْعُوْدٍ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ قَالَ اَسْتَغْفِرُ اللّٰهَ الَّذِىْ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ الْحَيُّ الْقَيُّوْمُ وَ اَتُوْبُ اِلَيْهِ غَفَرْتُ ذُنُوْبَهٗ وَ اِنْ كَانَ قَدْ فَرَّ مِنَ الزَّحْفِ (۵۱)

(حضرت ابنِ مسعودؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جس نے کہا **استغفر الله . اتوب اليه** میں اللہ سے مغفرت چاہتا کہ اس کے سوا کوئی الٰہ نہیں، وہ زندۂ جاوید اور قیوم ہے اور اس کے حضور میں توبہ کرتا ہوں" اس کے گناہ بخش دیے جاتے ہیں۔ خواہ وہ جنگ سے (پیٹھ پھیر کر) بھاگا ہو)۔

اللہ محیی (زندگی دینے والا) ہے۔ یعنی اجسام کی تشکیل کرکے ان میں ارواح کو لاموجود کرتا ہے، اسی طرح ارواح کو نکال کر اجسام کو موت دیتا ہے۔ وہی ابتداء میں بھی تخلیق کرتا ہے اور انتہاء میں بھی۔ مخلوق کی تخلیق کے بعد دنیا میں اس کی زندگی کے اسبابِ رزق کو بھی وہی مہیا کرتا ہے۔ اس کی عمر اور سعادت و شقاوت بھی اس کے احاطۂ علم میں ہوتی ہے۔

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى وَكَّلَ بِالرَّحْمِ مَلَكًا يَقُوْلُ يَا رَبِّ نُطْفَةٌ يَا رَبِّ عَلَقَةٌ يَا رَبِّ مُضْغَةٌ فَاِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِهٖ اَنْ يَقْضِيَ خَلْقَهٗ قَالَ اَذَكَرٌ اَمْ اُنْثٰى ، شَقِيٌّ اَمْ سَعِيْدٌ ، فَمَا الرِّزْقُ وَمَا الْاَجَلُ قَالَ فَيُكْتَبُ فِيْ بَطْنِ اُمِّهٖ (۵۲)

(حضرت انس بن مالک روایت کرتے ہیں کہ رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اللہ بزرگ و برتر نے رحم پر ایک فرشتہ مقرر کیا ہے جو کہتا ہے پروردگار نطفہ پڑ گیا۔ پروردگار! اب خُون بن گیا، پروردگار! اب گوشت کا لوتھڑا ہو گیا، جب اللہ تعالیٰ اپنی مرضی سے تخلیق مکمل کر لیتا ہے، تو فرشتہ پوچھتا ہے: مرد (ہو گا) یا عورت، بدبخت (بنے گا) یا نیک بخت، رزق کتنا ہو گا اور عمر کتنی ہو گی؟ فرمایا: پھر وہ فرشتہ (سب کچھ) رحم مادر میں ہی (اس کی تقدیریں) لکھ دیتا ہے۔)

اللہ صبور ہے۔ صبر نفس کو قابُو میں رکھنے اور ناپسندیدہ امُور پر بے قابو نہ ہونے کو کہتے ہیں۔ اللہ چونکہ حکیم ہے اور وہ کسی حکمت کی وجہ سے مقررہ مدت تک سزا کو روکے رکھتا ہے، لہٰذا اللہ ہی صبر پر زیادہ قادر ہے۔

عَنْ اَبِيْ عَبْدِالرَّحْمٰنِ السُّلَمِيْ عَنْ اَبِيْ مُوْسَى الْاَشْعَرِيْ قَالَ قَالَ النَّبِيُّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا اَحَدٌ اَصْبَرَ عَلٰى اَذًى يَسْمَعُهٗ مِنَ اللّٰهِ يَدْعُوْنَ لَهُ الْوَلَدُ ثُمَّ يُعَافِيْهِمْ وَيَرْزُقُهُمْ (۵۳)

(حضرت ابُو عبدالرحمٰن سلمی نے حضرت ابو موسیٰ اشعریؓ سے روایت کی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا! کوئی ایسا نہیں، جو اذیت ناک بات سُن کر اللہ سے زیادہ صبر کر سکے۔ لوگ اس کے لیے بیٹا قرار دیتے ہیں، پھر بھی وہ انہیں عافیت میں رکھتا اور رزق دیتا ہے۔)

اللہ وتر ہے اور وتر کو پسند کرتا ہے۔ یعنی وہ اپنی الوہیت و ربوبیت اور ازلیت و ابدیت میں منفرد اور یکتا ہے۔ اس کی ذات و صفات میں کوئی اس کا شریک نہیں۔ چونکہ وہ وتر ہے لہٰذا اس کے تمام اسماء و صفات بھی وتر ہیں:

عَنِ الْاَعْرَجِ عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رِوَايَةً قَالَ لِلّٰهِ تِسْعَةٌ وَ تِسْعُوْنَ اِسْمًا مِائَةٌ اِلَّا وَاحِدٌ لَايَحْفَظُهَا اَحَدٌ اِلَّا دَخَلَ الْجَنَّةَ وَهُوَ وِتْرٌ يُحِبُّ الْوِتْرَ (۵۴)

(اعرج نے حضرت ابوہریرہ رضی اللہ عنہما سے روایت کی ہے کہ اللہ تعالیٰ کے ننانوے نام ہیں۔ انہیں جو کوئی یاد کرے گا، وہ جنت میں داخل ہو گا۔ یہ تعداد وتر (طاق) ہے اور اللہ تعالیٰ وتر کو پسند فرماتا ہے) وہ مقدم اور مؤخر ہے۔ یعنی اپنی قدرت اور علم و حکمت سے جسے چاہتا ہے اپنی بارگاہ کی طرف بڑھاتا ہے اور جسے چاہتا ہے پیچھے کرتا ہے۔ یا یُوں کہیے جسے چاہتا ہے اپنا قرب بخشتا ہے اور جسے چاہتا ہے خود سے دُور کرتا ہے۔

عَنِ ابْنِ اَبِيْ مُوْسٰى عَنْ اَبِيْهِ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّهٗ كَانَ يَدْعُوْ بِهٰذَا الدُّعَاءِ : رَبِّ اغْفِرْلِيْ خَطِيْئَتِيْ وَجَهْلِيْ وَاِسْرَافِيْ فِيْ اَمْرِيْ كُلِّهٖ وَمَا اَنْتَ اَعْلَمُ بِهٖ مِنِّيْ ، اَللّٰهُمَّ اغْفِرْلِيْ خَطَايَايَ وَ عَمْدِيْ وَ

جَهْلِیْ و هزْلِیْ و کُلّ ذٰلِكَ عِنْدِیْ اَللّٰهُمَّ اغفِرْلِیْ مَا قَدَّمْتُ وما اَخَّرْتُ وَمَا اَسْرَرْتُ وَمَا اَعْلَنْتُ اَنْتَ الْمُقَدِّمُ وَاَنْتَ الْمُؤَخِّرُ وَاَنْتَ عَلیٰ کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ (۵۵)

(حضرت ابو موسیٰ اشعری سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم یہ دعا مانگا کرتے: اے اللہ میری خطا، جہل اور کام میں کمی بیشی کو معاف فرمادے جن کو تو مجھ سے زیادہ جانتا ہے۔ اے اللہ میری خطائیں معاف کر دے، خواہ وہ دانستہ یا نادانستہ یا ہنسی مذاق میں کی ہوں، کیونکہ وہ سب میری جانب سے ہیں۔ اے اللہ میں نے جو پہلے کیا اور جو بعد میں کیا، جو چھپایا اور جو ظاہر کیا، سب کو معاف فرمادے۔ تو ہی آگے بڑھانے والا اور تو ہی پیچھے کرنے والا ہے اور تو سب کچھ کر سکتا ہے)۔

اللہ المانع ۔ ہے۔ یعنی وہ جس بندے کو اپنے فضل کا مستحق نہیں سمجھتا اس سے اپنے فضل و کرم کی دولت کو روک لیتا ہے اور اپنی عنایات سے محروم کر دیتا ہے۔ ظاہر ہے جس پر اللہ اپنے فضل و کرم کی عنایات نہ کرے۔ اسے دنیا میں کون کچھ دے سکتا ہے۔ وہ وحدہٗ لاشریک ہے۔ اس کے کارخانہ میں دخل دینے کا کسی کو یارا نہیں:

عَنْ وَرَّادٍ کَاتِبِ الْمُغِیْرَةِ بْنِ شُعْبَةَ قَالَ أَمْلٰی عَلَیَّ الْمُغِیْرَةُ بْنُ شُعْبَةَ فِیْ کِتَابٍ اِلٰی مُعَاوِیَةَ اَنَّ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ کَانَ یَقُوْلُ فِیْ دُبُرِ کُلِّ صَلٰوةٍ مَّکْتُوْبَةٍ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَاشَرِیْكَ لَهٗ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ وَهُوَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ اَللّٰهُمَّ لَا مَانِعَ لِمَا اَعْطَیْتَ وَلَا مُعْطِیَ لِمَا مَنَعْتَ وَلَا یَنْفَعُ ذَا الْجَدِّ مِنْكَ الْجَدُّ (۵۶)

(حضرت مغیرہ کے کاتب وراد روایت کرتے ہیں۔ مغیرہ بن شعبہ نے مجھ سے ایک خط میں حضرت معاویہؓ کو یہ لکھوایا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہر فرض نماز کے بعد پڑھتے تھے: لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَحْدَهٗ لَا شَرِیْكَ لَهٗ — مِنْكَ الْجَدُّ یعنی اللہ کے سوا کوئی معبود نہیں، وہ وحدہٗ لاشریک ہے، اس کے واسطے بادشاہی اور اسی کے واسطے تمام حمد و ثنا ہے۔ اور وہ ہر چیز پر قادر ہے۔ اے اللہ جس کو تو عطا کرے اس سے کوئی روکنے والا نہیں اور جس سے تو روک لے اُسے کوئی دینے والا نہیں اور کوشش کرنے والوں کی سعی تیرے مقابل میں لاحاصل ہے۔

اللہ تعالیٰ العلی الکبیر ہے۔ یعنی اپنے رُتبہ، کبریائی، مجد و شرف اور قہر و قدرت میں وہ بلندیوں پر فائز ہے، جو اپنی ذات و صفات میں مخلوقات کی عقل و خرد اور گمان کی رسائی سے بھی بُلند و بالا اور انسانی علم اور عقل و فہم اس کے کمالات کی کماحقہ توصیف نہیں کر سکتی۔ الکبیر کے ہی مفہوم میں اس کی صفات المتکبر، الاکبر اور الکبریاء کا اطلاق ہوتا ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ یَبْلُغَ بِهِ النَّبِیُّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا قَضَی اللّٰهُ الْاَمْرَ فِی السَّمَاءِ ضَرَبَتِ الْمَلٰئِکَةُ بِاَجْنِحَتِهَا خُضْعَانًا لِقَوْلِه کَاَنَّهٗ سِلْسِلَةٌ عَلٰی صَفْوَانٍ قَالَ عَلِیٌّ وَقَالَ غَیْرُهٗ صَفْوَانٍ یَنْفُذُهُمْ ذٰلِكَ فَاِذَا فُزِّعَ عَنْ قُلُوْبِهِمْ قَالُوْا مَاذَا قَالَ رَبُّکُمْ قَالَ الْحَقُّ وَهُوَ الْعَلِیُّ الْکَبِیْرُ (۵۷)

(حضرت ابو ہریرہ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تک پہنچاتے ہوئے روایت کی ہے کہ آپ نے فرمایا: جب اللہ تعالیٰ آسمان میں کوئی فیصلہ فرماتا ہے، تو فرشتے پَروں کو اس کے فرمان پر عجز و نیاز سے پھڑ پھڑانا شروع کر دیتے ہیں۔ گویا وہ

پتھر پر زنجیر بس ہیں۔ حضرت علیؓ اور کئی دیگر حضرات کہتے ہیں کہ صفوان اسے فرشتوں میں جاری کرتا ہے۔ چنانچہ جب ان کے دلوں کا خوف جاتا رہتا ہے، تو پوچھتے ہیں؟ تمہارے رب نے کیا فرمایا؟ دوسرے کہتے ہیں سچ فرمایا اور وہ بلند و بزرگ ہے)

اللہ کے شایانِ شان یہ نہیں کہ اس پر نیند کا غلبہ ہو، کیونکہ وہ علیم و خبیر ہے۔ کائنات کے پل پل اور لمحہ لمحہ کی اسے خبر رہتی ہے، وہ میزانِ عدل کے مطابق انسان کے اعمال کا فیصلہ کرتا ہے۔ بندہ کا ہر ہر عمل اس کے روبرو پیش کیا جاتا ہے اور کائنات میں رونما ہونے والے ہر واقعہ اور ہر عمل سے اللہ براہِ راست باخبر رہتا ہے۔ سارے اختیارات اس کے قبضہ میں ہیں، جسے چاہتا ہے بلندیوں سے ہمکنار کرتا ہے اور جسے چاہتا ہے پستیوں میں گرا دیتا ہے۔ اس کے سارے فیصلے حق و حکمت کی میزان میں پورے ہوتے ہیں، نہ تو اس کا کوئی فیصلہ عدل سے ہٹا ہوا ہوتا ہے اور نہ حکمت سے خالی۔

، عَنْ اَبِیْ مُوْسٰی الْاَشْعَرِیِّ قَالَ قَامَ فِیْنَا رَسُوْلُ اللّٰہُ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ بِاَرْبَعٍ فَقَالَ اِنَّ اللّٰہَ عَزَّوَجَلَّ لَایَنَامُ وَلَایَنْبَغِیْ لَہٗ اَنْ یَنَامَ یُخْفِضُ الْقِسْطَ وَیَرْفَعُہٗ یَرْفَعُ اِلَیْہِ عَمَلُ اللَّیْلِ بِالنَّھَارِ وَعَمَلُ النَّھَارِ بِاللَّیْلِ (۵۸)

(حضرت ابو موسیٰ اشعری فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہمارے درمیان کھڑے ہو کر چار باتیں بیان فرمائیں۔ اللہ عزوجل سوتا نہیں اور نہ یہ اس کے شایان شان ہے کہ وہ سوئے، میزانِ عدل کو جھکاتا اور اونچا کرتا رہتا ہے۔ رات کے عمل دن میں اور دن کے عمل رات میں اس کی طرف اٹھائے جاتے ہیں۔)

اللہ المحب ہے۔ یعنی وہ اپنے جن بندوں کے اعمال و کردار سے خوش ہوتا ہے، یا اپنے جن بندوں کو عزیز رکھتا ہے ان کو عفو و بخشش سے نوازتا اور ان کا ذکر خیر و ثنا سے کرتا ہے۔ اللہ کا اپنے بندوں سے محبت کرنے کا مفہوم یہ ہے کہ وہ ان کو ثواب جزیل اور اپنی رضائے بیکراں سے نوازتا ہے اور ان کو خیر بے پایاں سے مستفیض کرتا ہے۔ چنانچہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کی کوئی چہیتی چیز لے کر اس کو آزمائش میں مبتلا کر دیتا ہے اور بندہ اپنے آقا کی رضا ہی کو اپنی رضا سمجھتا ہے اور خالق کی راہ میں اپنی عزیز ترین شے کی قربانی سے بھی اس کے ماتھے پر شکن نہیں پڑتی بلکہ اس کو یک گونہ طمانیت ہوتی ہے۔ تو اللہ کو بندہ کی یہ ادا بڑی پسند آتی ہے اور اس سے خوش ہو کر وہ اس کو جنت کا حقدار قرار دے دیتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ یَقُوْلُ اللّٰہُ تَعَالٰی مَالِعَبْدِی الْمُؤْمِنِ عِنْدِیْ جَزَاءٌ اِذَا قَبَضْتُ صَفِیَّہٗ مِنْ اَھْلِ الدُّنْیَا ثُمَّ اِحْتَسَبَہٗ اِلَّا الْجَنَّۃَ (۵۹)

(حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ ارشاد فرماتا ہے: میرے اس بندۂ مومن کے لیے جس سے دنیاوی چیزوں میں سے کوئی پسندیدہ چیز چھین لوں اور وہ اس پر صبر کرے اور ثواب کی اُمید رکھے، تو اس کے لیے میرے پاس جنت کے سوا اور کوئی جزا نہیں)۔ ایک اور حدیث ملاحظہ ہو:

عَنْ اَنَسِ بْنِ مَالِكٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ اِذَا اَخَذْتُ كَرِيْمَتَىْ عَبْدِىْ فِى الدُّنْيَا لَمْ يَكُنْ لَهٗ جَزَاءٌ عِنْدِىْ اِلَّا الْجَنَّةَ (۶۰)

(حضرت انس بن مالک سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب میں اپنے بندے کی دو پیاری چیزیں یعنی آنکھیں چھین لیتا ہوں، تو میرے پاس اس کی جزا جنت ہی ہے) اللہ جب اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے، تو اپنی ساری مخلوق میں اس کی محبت پیدا کر دیتا ہے۔

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِذَا اَحَبَّ اللّٰهُ عَبْدًا نَادٰى جِبْرِيْلَ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبَّهٗ فَيُحِبُّهٗ جِبْرِيْلُ فَيُنَادِىْ جِبْرِيْلُ فِىْ اَهْلِ السَّمَاءِ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ فُلَانًا فَاَحِبُّوْهُ فَيُحِبُّهٗ اَهْلُ السَّمَاءِ ثُمَّ يُوْضَعُ لَهُ الْقُبُوْلُ فِىْ اَهْلِ الْاَرْضِ (۶۱)

(حضرت ابوہریرہ سے مروی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندے سے محبت کرتا ہے، تو جبرئیل سے فرماتا ہے کہ اللہ فلاں بندے سے محبت کرتا ہے، لہٰذا تم بھی اس سے محبت کرو، تو حضرت جبریلؑ بھی اس سے محبت کرتے ہیں اور حضرت جبریل آسمان والوں میں منادی کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ فلاں سے محبت کرتا ہے لہذا تم بھی اس سے محبت کرو، تو آسمان والے بھی اس سے محبت کرنے لگتے ہیں، پھر زمین والوں کے دلوں میں بھی اس کی مقبولیت رکھ دی جاتی ہے۔)

اللہ کی محبت کا یہ انوکھا انداز کتنا بھلا لگتا ہے کہ وہ اپنے محبوب بندوں کو آزمائش میں مبتلا کرتا ہے اور ناپسندیدہ بندوں کو کھلی چھوٹ دے دیتا ہے۔ گویا اپنے بندوں کے ہر ہر عمل اور ان کی زندگی کے ہر ہر پل پر خدا کی عنایات کا سایہ رہتا ہے، جبکہ ناپسندیدہ بندوں سے وہ اعراض اور بے نیازی کا رویہ اختیار کرتا ہے:

عَنْ اَنَسٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِذَا اَرَادَ اللّٰهُ بِعَبْدِهِ الْخَيْرَ عَجَّلَ لَهُ الْعُقُوْبَةَ فِى الدُّنْيَا وَاِذَا اَرَادَ بِعَبْدِهِ الشَّرَّ اَمْسَكَ عَنْهُ بِذَنْبِهٖ حَتّٰى يُوَافِىْ بِهٖ يَوْمَ الْقِيَامَةِ وَ بِهٰذَا الْاِسْنَادِ عَنِ النَّبِىِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ عِظَمَ الْجَزَاءِ مَعَ عِظَمِ الْبَلَاءِ اِنَّ اللّٰهَ اِذَا اَحَبَّ قَوْمًا اِبْتَلَاهُمْ فَمَنْ رَضِىَ فَلَهُ الرِّضٰى وَمَنْ سَخِطَ فَلَهُ السُّخْطُ (۶۲)

(حضرت انس سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا، جب اللہ تعالیٰ اپنے کسی بندہ کے ساتھ کسی خیر کا ارادہ کرتا ہے، تو اس کو دنیا کے عذاب میں جلد گرفتار کرتا ہے۔ اور جب کسی بندے کے ساتھ شر کا ارادہ کرتا ہے، تو اسکے گناہوں کی سزا کو اسوقت تک روک رکھتا ہے، یہاں تک کہ قیامت کے روز پوری سزا دیتا ہے اور اس اسناد سے مروی ہے کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا بڑا ثواب بڑی آزمائش کے ساتھ ہے۔ یعنی جس کا ثواب آخرت میں زیادہ ہے، دنیا میں اس کی آزمائش زیادہ ہے اور اللہ تعالیٰ جب کسی قوم کو دوست رکھتا ہے، تو اس کو آزمائش میں مبتلا کرتا

ہے، پھر جو تقدیر الٰہی پر راضی رہے اس کے لیے رضا ہوتی ہے، اور جو اس سے ناراضگی کا اظہار کرتا ہے اللہ اس سے ناراض ہو جاتا ہے) اللہ کی محبت کا یہ انداز بھی کتنا پیارا ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ، اِنَّ اللّٰهَ قَالَ مَنْ عَادٰیْ وَلِیًّا فَقَدْ اٰذَنْتُهٗ بِالْحَرْبِ وَمَا تَقَرَّبَ اِلَیَّ عَبْدِیْ بِشَیْئٍ اَحَبَّ اِلَیَّ مِمَّا افْتَرَضْتُ عَلَیْهِ وَمَا یَزَالُ عَبْدِیْ یَتَقَرَّبُ اِلَیَّ بِالنَّوَافِلِ حَتّٰی اُحِبَّهٗ فَاِذَا اَحْبَبْتُهٗ كُنْتُ سَمْعَهُ الَّذِیْ یَسْمَعُ بِهٖ وَبَصَرَهُ الَّذِیْ یُبْصِرُ بِهٖ وَیَدَهُ الَّتِیْ یَبْطِشُ بِهَا وَرِجْلَهُ الَّتِیْ یَمْشِیْ بِهَا وَ اِنْ سَاَلَنِیْ لَاُعْطِیَنَّهٗ وَلَئِنِ اسْتَعَاذَنِیْ لَاُعِیْذَنَّهٗ وَمَا تَرَدَّدْتُ عَنْ شَیْئٍ اَنَا فَاعِلُهٗ تَرَدُّدِیْ عَنْ نَفْسِ الْمُؤْمِنِ یَكْرَهُ الْمَوْتَ وَ اَنَا اَكْرَهُ مَسَاءَتَهٗ (۶۳)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: جو میرے کسی ولی سے دشمنی رکھے میں اس کے خلاف اعلانِ جنگ کرتا ہوں اور میرا بندہ ایسی کسی چیز کے ذریعہ قُرب حاصل نہیں کرتا جو مجھے پسند ہیں اور میں نے اس پر فرض کی ہیں بلکہ میرا بندہ برابر نوافل کے ذریعہ میرا قرب حاصل کرتا رہتا ہے، یہاں تک کہ مَیں اس سے محبت کرنے لگتا ہُوں اور جب میں اس سے محبت کرتا ہُوں، تو اس کے کان بن جاتا ہوں جس سے وُہ سنتا ہے اور اس کی بصارت بن جاتا ہوں جس کے ساتھ وہ دیکھتا ہے اور اس کا ہاتھ بن جاتا ہوں جس سے وہ پکڑتا ہے، اور اس کا پیر بن جاتا ہُوں جس سے وہ چلتا ہے۔ اگر وہ مجھ سے سوال کرے، تو مَیں اُسے ضرور عطا فرماتا ہُوں اور اگر وہ میری پناہ پکڑے، تو ضرور مَیں اسے پناہ دیتا ہوں اور کسی کام میں جس کو میں کرتا ہُوں مجھے تردّد نہیں ہوتا سوائے مومن کی موت کے جس کو وہ بُرا سمجھتا ہے، میں اس کے اس برا سمجھنے کو برا سمجھتا ہوں) یعنی اللہ اپنے مقرب بندوں کی اہانت برداشت نہیں کرتا، چنانچہ اگر کوئی انسان اس کے کسی ایسے مقرب بندہ سے دشمنی رکھتا ہے، تو اللہ اس کے خلاف اعلانِ جنگ کر دیتا ہے۔ اللہ کا مقرب بندہ وہ نہیں جو صرف فرائض کی ادائیگی کر لیتا ہے بلکہ اللہ کے مقرب بندے وہ ہیں جو محض رضائے الٰہی کی جستجو میں نوافل کی کثرت کرتے اور اللہ سے قرب حاصل کرنے کی کوشش میں مصروف رہتے ہیں۔ اللہ کے ان بندوں کی تڑپ اور لگن کا آخر کار ایک دن یہ صلہ ملتا ہے کہ اللہ ان سے محبت کرنے لگتا ہے اور پھر ان کی یہ کیفیت ہو جاتی ہے کہ اللہ ان کا کان، آنکھ، ہاتھ اور پیر بن جاتا ہے۔ اس حالت میں بندۂ مومن اللہ سے جو بھی سوال کرتا ہے اللہ اسے رد نہیں کرتا اور جب بھی کوئی التجا کرتا ہے۔ اللہ اسے ضرور بر لاتا ہے۔ یعنی اللہ ہی مومنین کا حامی و ناصر ہے اور اس پر مکمل بھروسا کرنا اور اس کا سہارا ڈھونڈھنا مومن کے شایانِ شان ہے۔ اللہ پر ایمان رکھنے والے بندوں کو زیب نہیں دیتا کہ ان کے محترم سَر اللہ کے علاوہ کسی دوسرے کے روبرو سجدہ ریز ہوں، کسی کا سہارا ڈھونڈیں یا کسی سے التجا کریں۔ بندۂ مومن کے روح و نفس میں جب عزتِ نفس کی یہ کیفیت پیدا ہو جاتی ہے، تو اس کا کوئی دشمن اس کی راہ میں نہیں ٹک سکتا، خود اللہ ہر موقع پر اس کا دفاع کرتا اور اس کو خطرات سے محفوظ رکھتا ہے۔ انہیں لوگوں کی زبان ہر وقت اور ہر لمحہ ذکرِ خدا سے تر رہتی ہے اور ان کا سارا وجود اللہ کی تقدیس و تمجید کرتا رہتا ہے۔

غرضیکہ اللہ کا بندۂ مومن سے دنیا میں یہی تقاضا ہے کہ اس کی زبان اللہ کی تقدیس و تعظیم کے نغمے گنگنائے۔ اس کا قلب و دماغ اللہ کی حکمتوں اور نشانیوں پر غور کرتا رہے اور اس کے اعضاء اطاعت خدا میں مشغول رہیں۔ ایسے ہی مومنوں کا ذکر اللہ اپنے یہاں کرتا ہے اور ان کو اپنی چادر میں ڈھانپ لیتا ہے، ان کی دعاؤں کو شرفِ قبولیت عطا کرتا ہے۔ ان کے سامنے ہدایت و رضوان کی راہیں کھول دیتا ہے اور اپنی سچی پرستاری کے عوض ان کو اپنی بخششوں سے نوازتا ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ سَبْعَةٌ یُظِلُّهُمُ اللّٰهُ فِیْ ظِلِّهٖ یَوْمَ لَاظِلَّ اِلَّا ظِلُّهٗ اَلْاِمَامُ الْعَادِلُ وَ شَابٌّ نَشَأَ فِیْ عِبَادَةِ رَبِّهٖ وَ رَجُلٌ قَلْبُهٗ مُعَلَّقٌ فِی الْمَسَاجِدِ وَ رَجُلَانِ تَحَابَّا فِی اللّٰهِ اجْتَمَعَا عَلَیْهِ وَ تَفَرَّقَا عَلَیْهِ وَ رَجُلٌ طَلَبَتْهُ امْرَاَةٌ ذَاتَ مَنْصَبٍ وَ جَمَالٍ فَقَالَ اِنِّیْ اَخَافُ اللّٰهَ وَ رَجُلٌ تَصَدَّقَ اِخْفَاءً حَتّٰی لَا تَعْلَمُ شِمَالُهٗ مَا تُنْفِقُ یَمِیْنُهٗ وَ رَجُلٌ ذَکَرَ اللّٰهَ خَالِیًا فَفَاضَتْ عَیْنَاهُ (۶۴)

(حضرت ابوہریرہؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سات آدمیوں کو اللہ تعالیٰ اُس دن اپنے سایۂ (رحمت) میں جگہ دے گا۔ جب اللہ کے سایۂ (رحمت) کے علاوہ کسی کا سایہ نہ ہو گا: (اوّل) حاکم عادل، (دوم) وہ نوجوان جس کی نشوونما اللہ کی عبادت میں ہوئی ہو اور (سوم) وہ شخص جس کا دل مسجد میں اٹکا رہے۔ اور (چہارم) وہ دو اشخاص جن کا تعلق محبت صرف اللہ کے لیے ہو، ملیں تو اس کے لیے اور جُدا ہوں تو اس کے لیے، اور (پنجم) وہ شخص جسے حسن اور منصب والی عورت دعوتِ (گناہ) دے، مگر وہ یہ کہے کہ میں اللہ سے ڈرتا ہوں اور (ششم) وہ جو چھپا کر صدقہ دے حتّٰی کہ بائیں ہاتھ کو خبر ہی نہ ہو کہ دائیں نے کیا کچھ دیا اور (ہفتم) وہ جو تنہائیوں میں اللہ کو یاد کرے اور اس کی آنکھیں بھیگ جائیں)۔ قرآن میں ارشاد الٰہی ہے: اَلَا بِذِکْرِ اللّٰهِ تَطْمَئِنُّ الْقُلُوْبُ

(یعنی اللہ کے ذکر سے قلوب کو طمانیت حاصل ہوتی ہے) ذکرِ خدا میں بے شمار فوائد اور خیر و برکت پوشیدہ ہے۔ بندہ اللہ کے ثواب جزیل کا مستحق ٹھہرتا ہے، اللہ اس کو خیر و برکت سے نوازتا ہے فرشتے اس کو گھیر لیتے ہیں اور اللہ کی رحمت اس کو ڈھانپ لیتی ہے اور اس کی روح نُورِ عرفان اور حکمت و ہدایت سے سرشار ہو جاتی ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ وَ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهُمَا شَهِدَا عَلٰی رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ اَنَّهٗ قَالَ مَا مِنْ قَوْمٍ یَّذْکُرُوْنَ اللّٰهَ اِلَّاحَفَّتْ بِهِ الْمَلٰئِکَةُ وَ غَشِیَتْهُمُ الرَّحْمَةُ وَ نَزَلَتْ عَلَیْهِمُ السَّکِیْنَةُ وَ ذَکَرَهُمُ اللّٰهُ فِیْمَنْ عِنْدَهٗ (۶۵)

(حضرت ابو سعید خدریؓ اور حضرت ابُوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ جب کوئی جماعت اللہ کو یاد کرتی ہے، تو اس کو فرشتے گھیر لیتے ہیں اور رحمتِ الٰہی اس کو ڈھانپ لیتی اور اس پر سکینت نازل ہے اور اللہ تعالیٰ اس کا ذکر اپنی محفل (سماوی) میں کرتا ہے۔)

بندہ کا اللہ سے مدد طلب کرنا اور خود کو اس کے سپرد کر دینا اللہ واحد کے سامنے اظہارِ عبودیت کے مترادف ہے اور اس کے سامنے عجز و انکساری کا اعتراف اور گریہ و زاری کے ذریعہ اس کی قوت و قدرت کے سامنے خود کو لاچار سمجھنا ہے۔

عَنْ جَابِرٍ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَا مِنْ اَحَدٍ يَدْعُوْ بِدُعَاءٍ اِلَّا اٰتَاهُ اللّٰهُ مَاسَاَلَ اَوْكَفَّ عَنْهُ مِنَ السُّوْءِ مِثْلِهٖ مَالَمْ يَدْعُ بِاِثْمٍ اَوْ قَطِيْعَةِ رِحْمٍ (۶۶)

(حضرت جابرؓ نے کہا: مَیں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے فرماتے ہوئے سُنا ہے، جب کوئی شخص اللہ سے کچھ مانگتا ہے، تو اللہ تعالیٰ اس کو وہی چیز دیتا ہے یا اس کے مساوی کوئی برائی دُور کر دیتا ہے، جب تک وہ کسی گناہ یا قطع رحمی کی دعا نہ کرے)۔

اللہ کو بندہ کی یہ ادا بڑی پسند ہے، چنانچہ وہ بندوں سے مطالبہ کرتا ہے کہ وہ اس کے سامنے ہاتھ پھیلائیں، وہ ان کی ضرور سُنے گا۔ عبادت کے اس انداز سے خدا کو بندہ پر بڑا رحم آتا ہے اور اس کی عجز و زاری سے اس کا دریائے رحمت جوش میں آجاتا ہے۔ مصیبت کے وقت تو وہ بندہ کی سُنتا ہی ہے، لیکن اگر بندہ آرام و راحت میں بھی اللہ کی قدرت کا اعتراف کرتا ہے اور اس سے دعا کرتا رہے، تو مصائب و آلام میں بھی اللہ ضرور اس کی دستگیری کرتا ہے، قرآن مجید میں جگہ جگہ اللہ نے اپنے بندوں کو اس اندازِ عبادت پر آمادہ کیا ہے اور ان کی دعاؤں کو شرف قبولیت بخشنے کا وعدہ بھی فرمایا ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَرَّهٗ اَنْ يَسْتَجِيْبَ اللّٰهُ لَهٗ عِنْدَ الشَّدَائِدِ وَالْكَرْبِ فَلْيُكْثِرِ الدُّعَاءَ فِی الرَّخَاءِ (۶۷)

(حضرت ابُوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جسے یہ بات پسند ہو کہ اللہ اس کی دعائیں سختیوں اور تکلیفوں میں قبول کرے تو وہ آرام و راحت کے زمانے میں دعا کرتا رہے) اپنے گذشتہ تمام گناہوں سے توبہ کرکے جو شخص اللہ کی طرف رجوع کرتا ہے، تو وہ اسے اپنی آغوشِ رحمت میں چھپالیتا ہے اور اپنی بے پایاں رحمتوں سے اس کی ہر نیکی کا بدلہ دس سے سات سو گنا تک عطا کرتا ہے، جبکہ برائی کا بدلہ صرف ایک برائی کی صورت میں دیتا ہے اور اگر اس کی رحمت کو جوش آتا ہے، تو اس بدی کو بھی اللہ معاف کر دیا کرتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ سَعِيْدِ بْنِ الْخُدْرِيِّ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِذَا اَسْلَمَ الْعَبْدُ فَحَسُنَ اِسْلَامُهٗ يُكَفِّرُ اللّٰهُ عَنْهُ كُلَّ سَيِّئَةٍ كَانَ زَلَّفَهَا وَكَانَ بَعْدَ ذٰلِكَ الْقِصَاصُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ وَالسَّيِّئَةُ بِمِثْلِهَا اِلَّا اَنْ يَّتَجَاوَزَ اللّٰهُ عَنْهَا (۶۸)

(حضرت ابوسعید خدریؓ نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کو یہ فرماتے ہوئے سُنا کہ جب کوئی بندہ مسلمان ہو جاتا ہے اور

حقیقی مُسلمان بن جاتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ اس کے تمام گناہوں کو جن کا وہ مرتکب ہوا ہو معاف کرتا ہے۔ پھر اس کے بعد اولے کا بدلہ شروع ہو جاتا ہے کہ نیکی کا بدلہ دس سے سات سو گنا تک اور بدی کا بدلہ صرف ایک برائی کی صورت میں دیا جاتا ہے اور وہ بھی خدا چاہے، تو معاف کر دیتا ہے۔

اللہ کو اپنے بندہ کا عجز و انکسار اور اللہ کے رو برو رجوع کرنے کا انداز بڑا اچھا لگتا ہے۔ چنانچہ حضرت انسؓ سے روایت ہے:

قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَفْرَحُ بِتَوْبَةِ عَبْدِهٖ مِنْ اَحَدِكُمْ سَقَطَ عَلٰى بَعِيْرِهٖ وَقَدْ اَضَلَّهٗ فِيْ اَرْضٍ فَلَاةٍ (۶۹)

(نبی کریم صلّی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ اپنے بندہ کی توبہ پر اس شخص سے بھی زیادہ خوش ہوتا ہے، جس کا اونٹ جنگل میں گم ہو جائے اور پھر وہ دوبارہ اسے مل جائے) اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ يَتَنَزَّلُ رَبُّنَا تَبَارَكَ وَ تَعَالٰى كُلَّ لَيْلَةٍ اِلَى السَّمَاءِ الدُّنْيَا حِيْنَ يَبْقٰى ثُلُثُ اللَّيْلِ الْاٰخِرِ يَقُوْلُ مَنْ يَّدْعُوْنِیْ فَاَسْتَجِيْبَ لَهٗ مَنْ يَّسْاَلُنِیْ فَاُعْطِيَهٗ وَ مَنْ يَّسْتَغْفِرُنِیْ فَاَغْفِرَ لَهٗ (۷۰)

(حضرت ابُوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا کہ ہر رات اللہ تبارک و تعالیٰ آسمان دنیا کی طرف اپنی شان کے مطابق نزول فرماتا ہے، جبکہ رات کا آخری تہائی حصہ باقی رہ جاتا ہے، فرماتا ہے: "کون ہے مجھ سے دعا استغفار کرنے والا تاکہ میں اس کی دعا قبول فرماؤں، کون ہے مجھ سے سوال کرنے والا تاکہ مَیں اسے عطا کروں، اور کون ہے مجھ سے استغفار کرنے والا تاکہ مَیں اس کی مغفرت کروں)۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اللہ سے دعا کرنے والوں کو ایک پتا کی بات بتائی ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ لَا يُسْاَلُ بِوَجْهِ اللّٰهِ اِلَّا الْجَنَّةَ (۷۱)

(حضرت جابرؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: اللہ کے نام پر جنت کے سوا اور کوئی چیز نہ مانگی جائے۔

قرآن میں ہے: يُؤْتِى الْحِكْمَةَ مَنْ يَّشَاۤءُ وَمَنْ يُّؤْتَ الْحِكْمَةَ فَقَدْ اُوْتِىَ خَيْرًا كَثِيْرًا (۷۲)

(یعنی اللہ جس کو چاہتا ہے حکمت عطا کرتا ہے اور جس کو حکمت عطا ہو گئی، درحقیقت اسے بڑی دولت مِل گئی) سچ ہے کہ اللہ جسے حکمت اور تفقہ فی الدین کی دولت عطا کر دیتا ہے۔ وہ شیطانی وسواس سے بچتا ہوا اللہ کی بتائی ہوئی شاہراہ پر گامزن رہتا ہے۔ اللہ نے اپنے رسولؐ کے ذریعہ اس صاف سیدھی راہ کی راہنمائی بندوں کو کر دی ہے: بندہ اس کو جس لگن اور ولولہ سے تلاش کرے گا، اللہ اسی نسبت سے اس کے سینہ کو دین کے لیے کھول دیتا ہے اور اسے فہم دین سے نواز دیتا ہے۔

عَنْ يُوْنُسَ عَنْ اِبْنِ شِهَابٍ قَالَ قَالَ حُمَيْدُ بْنُ عَبْدِالرَّحْمٰنِ سَمِعْتُ مَعَاوِيَةَ خَطِيْبًا يَقُوْلُ سَمِعْتُ النَّبِیَّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ مَنْ يُّرِدِ اللّٰهُ بِهٖ خَيْرًا يُّفَقِّهْهُ فِی الدِّيْنِ وَ اِنَّمَا اَنَا قَاسِمٌ وَّ اللّٰهُ يُعْطِیْ وَلَنْ تَزَالَ هٰذِهِ الْاُمَّةُ قَائِمَةً عَلٰی اَمْرِ اللّٰهِ لَايَضُرُّهُمْ مَنْ خَالَفَهُمْ حَتّٰی يَاْتِیَ اَمْرُ اللّٰهِ (۶۳)

(حُمید بن عبد الرحمٰنؒ روایت کرتے ہیں کہ مَیں نے حضرت معاویہؓ کو دوران خطبہ یہ کہتے ہُوئے سُنا کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے سُنا: اللہ تعالیٰ جس کی بھلائی چاہتا ہے اسے دین کی فہم بخش دیتا ہے، مَیں تو (محض) بانٹنے والا ہوں۔ دینے والا تو اللہ ہے۔ یہ امت ہمیشہ اللہ کے حکم پر قائم رہے گی، کوئی مخالف انہیں زک نہ پہنچا سکے گا۔ یہاں تک کہ قیامت آجائے) لہٰذا بندوں کو اللہ کی بارگاہ میں فہم دین اور تفقہ عطا کیے جانے کی التجا کرنی چاہیے اور چونکہ تفقہ، علم دین کے حصول کے بغیر ممکن نہیں، لہٰذا علمِ دین کی راہ میں بندوں کو جستجو اور محنت کی ترغیب دی گئی ہے۔

عَنْ اَبِیْ هُرَيْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَنْ سَلَكَ طَرِيْقًا يَلْتَمِسُ فِيْهِ عِلْمًا سَهَّلَ اللّٰهُ لَهٗ طَرِيْقًا اِلَی الْجَنَّةِ (۶۴)

(حضرت اَبُوہریرہؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

جس نے جستجوئے علم کی راہ اختیار کی، اللہ تعالیٰ اس کے لیے جنت کی راہ آسان کر دے گا) علم کا چرچا اور حصولِ علم کی لگن بڑی خیر و برکت اور دارین کی فلاح و بہبود کی ضامن ہے۔ علم ایک ایسی شمع ہے جس کی ضیاباریاں انسان کو پستی سے اُٹھا کر آفاق کی بلندی پر پہنچا دیتی ہیں اور جس کی گرمی ہر کس و ناکس تک پہنچتی ہے۔ جس کے سمندر میں انسان کو وہ بے بہا موتی دستیاب ہوتے ہیں جن کا مول صرف علم ہی ہوتا ہے جس کو حاصل کر کے ہی انسان کو تفقہ، حکمت، فہم اور دانشمندیوں کے جوہر نصیب ہوتے ہیں اور انسان کی زندگی پُر پیچ راہوں سے نکل کر ایسی شاہراہ پر آجاتی ہے، جو اس کو بِلا واسطہ اللہ تک پہنچاتی ہے۔ غرض کہ دنیا میں انسان کو جو بھی سعادتیں نصیب ہیں وہ علم کی بدولت ہیں یہی وجہ ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اس دن کی بد نصیبی کا ایک ہلکا سا خاکہ کھینچا ہے، جس دن حقیقی علم کا دور دورہ ختم ہو چکا ہو گا اور لوگ جہالت کی تاریکیوں میں خود بھی بھٹک رہے ہوں گے اور دوسروں کو بھی گُم راہ کریں گے:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنَ عَمْرَ و بْنِ الْعَاصِ قَالَ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ اِنَّ اللّٰهَ لَايَقْبِضُ الْعِلْمَ اِنْتِزَاعًا يَّنْتَزِعُهٗ مِنَ الْعِبَادِ وَلٰكِنْ يَّقْبِضُ الْعِلْمَ بِقَبْضِ الْعُلَمَاءِ حَتّٰی اِذَا لَمْ يَبْقَ عَالِمٌ اِتَّخَذَ النَّاسُ رُؤُوْسًا جُهَّالًا فَسُئِلُوْا فَاَفْتَوْا بِغَيْرِ عِلْمٍ فَضَلُّوْا وَ اَضَلُّوْا (۶۵)

(حضرت عبد اللہ بن عمرو بن العاص فرماتے ہیں کہ مَیں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا ہے کہ اللہ تعالیٰ علم کو یُوں نہیں اٹھائے گا کہ بندوں (کے سینہ) سے نکال لے بلکہ علماء کو موت دے کر علم کو اٹھا لے گا۔ جب کوئی اہلِ علم باقی نہ رہے گا، تو لوگ جاہلوں کو اپنا مقتدا بنالیں گے اور ان سے (مسائل) دریافت کریں گے اور وہ علم کے بغیر (بلا جھجک) فتوے جاری کریں گے، یوں خود بھی گمراہ ہوں گے اور دوسروں کو بھی گمراہ کریں گے)۔

اللہ تعالیٰ اپنے مومن بندوں پر قیامت کے روز خاص عنایت کرے گا اور ان سے بغیر کسی حجاب کے ہمکلام ہو گا اور ان کی ان کوتاہیوں سے درگزر فرمائے گا، جو بشری تقاضے کے تحت سرزد ہو گئی ہوں گی۔ وہ ان کو قیامت کے دن رسوائیوں سے بچالے گا۔ لیکن اپنے باغیوں اور اس کے احکامات کی علی الاعلان خلاف ورزی کرنے والے مشرکوں و منافقوں کے لیے اس کا رویہ بہت سخت ہو گا۔

عَنْ صَفْوَانَ بْنِ مُحْرِزٍ اَنَّ رَجُلًا سَأَلَ اِبْنَ عُمَرَ كَيْفَ سَمِعْتَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَقُوْلُ فِى النَّجْوٰى قَالَ يَدْنُوْ اَحَدُكُمْ مِنْ رَّبِّهٖ حَتّٰى يَضَعَ كَنَفَهٗ عَلَيْهِ فَيَقُوْلُ اَعَمِلْتَ كَذَا وَ كَذَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ وَ يَقُوْلُ عَمِلْتَ كَذَا وَ كَذَا فَيَقُوْلُ نَعَمْ فَيُقَرِّرُهٗ ثُمَّ يَقُوْلُ اِنِّىْ سَتَرْتُ عَلَيْكَ فِى الدُّنْيَا وَ اَنَا اَغْفِرُهَا لَكَ الْيَوْمَ (۶۶)

(صفوان بن محرز کا بیان ہے کہ ایک آدمی نے حضرت ابن عمرؓ سے پوچھا کہ آپؐ نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو سرگوشی کے بارے میں کیا فرماتے ہوئے سُنا ہے؟ فرمایا کہ تم میں سے جب کوئی اپنے رب سے قریب تر ہو گا، تو اللہ تعالیٰ اس پر اپنی حفاظت کی چادر ڈال دے گا اور فرمائے گا، کیا تو نے فلاں فلاں کام کئے؟ وہ عرض کرے گا کہ ہاں۔ پھر فرمائے گا کہ فلاں فلاں کام بھی تو نے کئے؟ وہ عرض کرے گا کہ ہاں۔ اس طرح اس سے اقرار کرانے کے بعد فرمائے گا کہ میں نے دنیا میں تیری ستاری کی اور آج میں تیری مغفرت کرتا ہوں)۔ اللہ جن لوگوں کو جنت کی زندگی سے نوازے گا۔ ان کو اپنی رضا کی نعمت سے بھی سرشار کرے گا:

عَنْ اَبِىْ سَعِيْدِ نِ الْخُدْرِىِّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اِنَّ اللّٰهَ يَقُوْلُ لِأَهْلِ الْجَنَّةِ يَا اَهْلَ الْجَنَّةِ ! فَيَقُوْلُوْنَ لَبَّيْكَ رَبَّنَا وَ سَعْدَيْكَ ! فَيَقُوْلُ هَلْ رَضِيْتُمْ ؟ فَيَقُوْلُوْنَ مَالَنَا لَا نَرْضٰى وَ قَدْ اَعْطَيْتَنَا مَالَمْ تُعْطِ اَحَدًا مِنْ خَلْقِكَ ؟ فَيَقُوْلُ اَنَا اُعْطِيْكُمْ اَفْضَلَ مِنْ ذٰلِكَ قَالُوْا وَاَىُّ شَىْءٍ اَفْضَلُ مِنْ ذٰاِكَ ؟ قَالَ اُحِلُّ عَلَيْكُمْ رِضْوَانِىْ فَلَا اَسْخَطُ عَلَيْكُمْ (۶۷)

(حضرت ابو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ جنت والوں کو مخاطب کرے گا: اے اہل جنت! وہ عرض کریں گے، اے ہمارے رب! ہم حاضر ہیں اور ثنا خواں ہیں۔ فرمائے گا: کیا تم راضی ہو۔ وہ عرض کریں گے کیوں نہ راضی ہوں تو نے ہم کو وہ چیز عنایت فرمائی، جو اپنی مخلوقات میں کسی کو نہ دی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا: میں تم کو اس سے بھی افضل چیز دوں گا! وہ پوچھیں گے، وہ کیا چیز ہے، جو اس سے بھی افضل ہے؟ اللہ فرمائے گا میں تم کو اپنی رضامندی سے نوازتا ہوں اور اب تم سے کبھی ناراض نہ ہوں گا)۔

لیکن جن لوگوں نے اپنی ساری زندگی فسق و فجور اور اللہ کے احکامات کی خلاف ورزی کرنے میں گزاری ہو گی اللہ ان کی سخت گرفت کرے گا:

عَنْ اَبِىْ هُرَيْرَةَ وَ عَنْ اَبِىْ سَعِيْدٍ قَالَا قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يُؤْتٰى بِالْعَبْدِ يَوْمَ الْقِيَامَةِ فَيَقُوْلُ لَهٗ اَلَمْ اَجْعَلْ لَكَ سَمْعًا وَ بَصَرًا وَ مَالًا وَوَلَدًا وَ سَخَّرْتُ لَكَ الْاَنْعَامَ وَالْحَرْثَ وَ تَرَكْتُكَ تَرْاَسُ وَ تَرْبَعُ فَكُنْتَ تَظُنُّ اَنَّكَ مُلَاقِىْ يَوْمِكَ هٰذَا فَيَقُوْلُ لَا فَيَقُوْلُ لَهُ الْيَوْمَ اَنْسَاكَ كَمَا نَسِيْتَنِىْ (۶۸)

(حضرت ابوہریرہ اور حضرت ابُو سعیدؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: ایک بندہ کو قیامت کے روز لایا جائے گا اُور باری تعالیٰ اس سے فرماوے گا۔ کیا مَیں نے تجھ کو کان، آنکھ، مال اور اولاد نہیں دی تھی؟ اور چوپایوں اور کھیتی کو تیرے تابع نہیں کیا تھا؟ اور تجھ کو موقع دیاکہ تو قوم کا رئیس بنا پھرے اور اس سے چوتھ لیا کرے۔ کیا تجھے خیال تھا کہ آج کے روز تجھے مجھ سے ملنا ہے۔ کہے گا مجھے تو اس کا خیال نہ تھا --- اللہ تعالیٰ فرمائے گا، آج میں تجھے اسطرح بھول جاتا ہوں جس طرح تو مجھے دنیا میں بھول گیا تھا)۔ قیامت کے دن کی اس رسوائی سے محفوظ رہنے کے لئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلّم نے اللہ کے بندوں کی رہنمائی فرماتے ہوئے فرمایا ہے:

عَنْ عَدِيِّ بْنِ حَاتِمٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ مَا مِنْكُمْ اِلَّا سَيُكَلِّمُهٗ رَبُّهٗ لَيْسَ بَيْنَهٗ وَ بَيْنَهٗ تَرْجُمَانٌ فَيَنْظُرُ اَيْمَنَ مِنْهُ وَلَايَرٰى اِلَّامَاقَدَّمَ وَيَنْظُرُ اَشْاَمَ مِنْهُ فَلَايَرٰى اِلَّامَاقَدَّمَ وَيَنْظُرُ بَيْنَ يَدَيْهِ فَلَايَرٰى اِلَّا النَّارَ تِلْقَاءَ وَجْهِهٖ فَاتَّقُوا النَّارَ وَلَوْ بِشِقِّ تَمْرَةٍ (۷۹)

(حضرت عدی بن حاتمؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تم میں سے ہر شخص سے اللہ تعالیٰ بالمشافہ کلام کرے گا۔ اور درمیان میں کوئی ترجمان حائل نہیں ہو گا۔ جب وہ دائیں نظر ڈالے گا تو اس کو صرف اپنے اعمال نظر آئیں گے، جو اس نے آگے بھیجے اور جب بائیں نظر کرے گا تو وہی اعمال نظر آئیں گے جو آگے بھیجے اور جب سامنے نظر کرے گا تو صرف جہنم دیکھے گا، جو اس کے سامنے ہوگی۔ پس جہنم سے بچو، خواہ کھجور کا ایک ٹکڑا ہی خیرات کر سکو)۔

آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے مومنین کو ان اعمال صالحہ اور سیرت و کردار سے آگاہ کر دیا ہے، جن کے حامل اشخاص اللہ کے محبوبین کی فہرست میں شمار ہوتے ہیں:

عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ مَسْعُوْدٍ يَرْفَعُهٗ قَالَ : ثَلٰثَةٌ يُحِبُّهُمُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : رَجُلٌ قَامَ مِنَ اللَّيْلِ يَتْلُوْ كِتَابَ اللّٰهِ ، وَرَجُلٌ تَصَدَّقَ صَدَقَةً بِيَمِيْنِهٖ يُخْفِيْهَا قَالَ اُرَاهُ مِنْ شِمَالِهٖ ، وَرَجُلٌ كَانَ فِيْ سَرِيَّةٍ فَانْهَزَمَ اَصْحَابُهٗ فَاسْتَقْبَلَ الْعَدُوَّ (۸۰)

(عبداللہ بن مسعود نے اس روایت کو مرفوع کرتے ہوئے بیان کیا ہے کہ آنحضرت صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا تین اشخاص سے اللہ محبت رکھتا ہے: (ایک) وہ جو رات کو اُٹھ کر قرآن کی تلاوت کرتا ہے۔ (دوسرے) وہ جو داہنے ہاتھ سے صدقہ دیتا ہے اور اسے چھپاتا ہے۔ راوی کا گمان ہے کہ آپ نے فرمایا، بائیں ہاتھ سے (چھپاتا ہے)۔ (تیسرے) وہ مرد میدان جو کسی مہم میں شریک رہا تھا اور جب اس کے ساتھیوں نے شکست کھائی، تو اس نے دشمن کا (تنہا) مقابلہ کیا۔ اسی طرح ایک اور حدیث میں ہے:

عَنْ جَابِرٍ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ : ثَلَاثٌ مَنْ كُنَّ فِيْهِ نَشَرَ اللّٰهُ عَلَيْهِ كَنَفَهٗ وَاَدْخَلَهُ الْجَنَّةَ : رِفْقٌ بِالضَّعِيْفِ ، وَالشَّفَقَةُ عَلَى الْوَالِدَيْنِ وَالْاِحْسَانُ اِلَى الْمَمْلُوْكِ (۸۱)

(حضرت جابرؓ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جس میں تین چیزیں ہوں گی، اللہ تعالیٰ اس پر اپنی حفاظت کی چادر ڈال دے گا اور اس کو جنّت میں داخل کرے گا۔ اوّل کمزور کے ساتھ نرمی، دوسرے والدین پر شفقت، تیسرے باندی یا غلام پر احسان)۔ ایک اور حدیث ملاحظہ ہو، جس میں جہاں اللہ کے محبُوب بندوں کا تذکرہ ہے وہیں مبغوض بندوں کا بھی ذکر کیا گیا ہے:

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّعَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ ثَلٰثَـةٌ یُحِبُّهُمُ اللّٰهُ وَثَلٰثَةٌ یُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ ـ فَاَمَّا الَّذِیْنَ یُحِبُّهُمُ اللّٰهُ ، فَرَجُـلٌ اَتٰی قَوْمًـا فَسَاَلَهُمْ بِاللّٰهِ وَلَمْ یَسْاَلْهُمْ لِقَرَابَةٍ بَیْنَهٗ وَ بَیْنَهُمْ فَمَنَعُوْهُ فَتَخَلَّفَ رَجُلٌ بِاَعْیَانِهِمْ فَاَعْطَاهُ سِرًّا لَا یَعْلَمُ بِعَطِیَّتِهٖ اِلَّا اللّٰهُ وَالَّذِیْ اَعْطَاهُ وَقَوْمٌ سَارُوْا لَیْلَتَهُمْ حَتّٰی اِذَا كَانَ النَّوْمُ اَحَبَّ اِلَیْهِمْ مِمَّا یَعْدِلُ بِهٖ فَوَضَعُوْا رُؤُسَهُمْ قَامَ یَتَمَلَّقُنِیْ وَ یَتْلُوْ اٰیَاتِیْ ، وَرَجُلٌ كَانَ فِیْ سَرِیَّةٍ فَلَقِیَ الْعَدُوَّ فَهُزِمُوْا فَاَقْبَلَ بِصَدْرِهٖ حَتّٰی یُقْتَلَ اَوْ یُفْتَحَ لَهٗ وَالثَّلَاثَةُ الَّذِیْنَ یُبْغِضُهُمُ اللّٰهُ ـ اَلشَّیْخُ الزَّانِیْ وَالْفَقِیْرُ الْمُخْتَالُ وَالْغَنِیُّ الظَّلُوْمُ (۸۳)

حضرت ابُو ذرؓ سے روایت ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: تین ایسے شخص ہیں، جن کو اللہ دوست رکھتا ہے اور تین ایسے ہیں جن سے اللہ جلّ شانہٗ نفرت کرتا ہے: جن لوگوں کو دوست رکھتا ہے۔ ان میں (پہلا) شخص تو وہ ہے کہ جب کوئی سائل کسی قوم کے پاس آئے اور اللہ کے واسطے سے سوال کرے اور اس قرابت کا واسطہ نہ دے، جو اس کے اور قوم کے درمیان ہو۔ پھر وہ لوگ اسے کچھ نہ دیں، لیکن وہ شخص اپنے سربرآوردہ لوگوں سے چھپا کر اس طرح سائل کی حاجت روائی کرے کہ اس کے عطیہ کو اللہ تعالیٰ اور اس کے علاوہ جس کو دیا ہے کوئی نہ جانے۔ (دوسرا) وہ شخص، جب لوگ رات میں سفر کریں حتّٰی کہ ان کو نیند ہر چیز سے زیادہ پیاری لگے اور وہ سر رکھ کر سو جائیں، تو وہ نماز میں میری تعریف اور توصیف کرنے اور میری آیات کی تلاوت کرنے لگے۔ (تیسرا) وہ شخص کہ جو کسی مہم میں ہو اور جب دشمن سے مقابلہ ہو اور لشکر شکست کھائے، تو وہ سینہ سپر ہو کر دشمن کا مقابلہ کرے حتّٰی کہ شہید ہو جائے یا اس کے ہاتھ پر فتح ہو۔ وہ تین اشخاص جن سے اللہ تعالیٰ نفرت کرتا ہے، یہ ہیں:

بوڑھا زناکار، متکبّر فقیر اور ظالم غنی۔

کتنے ہی لوگ بظاہر پریشان حال اور لوگوں کی نظروں میں بے وقعت ہوتے ہیں، سماج میں بظاہر ان کا کوئی مقام نہیں ہوتا، کوئی ان کو خاطر میں نہیں لاتا، ہر جگہ سے دھتکارے جاتے ہیں، لیکن ان لوگوں کا تعلق اللہ سے اتنا گہرا ہوتا ہے کہ خدا ان کی کوئی درخواست رد نہیں کرتا اور اگر خدا کے بھروسا پر وہ کسی بات پر قسم کھالیں، تو خدا ان کی قسم کو پوری کر کے رہے گا۔ کچھ اسی قسم کا مفہوم اس حدیث کا ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ : اَلسَّخِیُّ قَرِیْبٌ مِّنَ اللّٰهِ قَرِیْبٌ مِّنَ الْجَنَّةِ ،

قَرِیْبٌ مِّنَ النَّاسِ بَعِیْدٌ مِّنَ النَّارِ . وَالْبَخِیْلُ بَعِیْدٌ مِّنَ اللهِ ، بَعِیْدٌ مِّنَ الْجَنَّةِ . بَعِیْدٌ مِّنَ النَّاسِ قَرِیْبٌ مِّنَ النَّارِ وَالْجَاهِلُ سَخِیٌّ اَحَبُّ اِلَی اللهِ مِنْ عَابِدٍ بَخِیْلٍ (۸۲)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: سخی قریب ہے، اللہ سے، قریب ہے جنت سے، قریب ہے لوگوں سے، دور ہے دوزخ سے، اور بخیل شخص دُور ہے اللہ سے، دُور ہے جنت سے، دُور ہے لوگوں سے، قریب ہے دوزخ سے اور جاہل سخی اللہ کو بخیل عابد سے زیادہ پسند ہے)۔ اسی وجہ سے مومنوں کو اللہ کی راہ میں خرچ کرنے کی ترغیب دی گئی ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ ، رُبَّ اَشْعَثَ مَدْفُوْعٍ بِالْاَبْوَابِ لَوْ اَقْسَمَ عَلَی اللّٰهِ لَاَبَرَّهٗ (۸۳)

(حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: بہت سے لوگ ایسے ہیں، جو بے حد پریشان ہیں اور جنہیں دروازوں سے دھتکارا جاتا ہے، لیکن اگر وہ اللہ پر کوئی قسم کھالیں، تو وہ ان کی قسموں کو لازماً پوری کر دے گا)۔ اللہ کی محبت میں اپنے تن من کی سدھ کھو دینے والے اور بظاہر پریشان حال اور درماندہ نظر آنے والے بندے اللہ کو کتنے عزیز ہیں؟

سخی انسان اللہ کے قُرب اور اس کی رضا کا مستحق ٹھہرتا ہے۔ اس کو جنت کی بشارت دی گئی ہے۔ دنیا میں بھی ایسے شخص کو عزت و سربلندی حاصل ہوتی ہے، اس کے بَرخلاف بخیل کو نہ تو دنیاوی سیادت و عزت حاصل ہوتی ہے، اور نہ وہ اللہ کے یہاں کوئی سرخروئی حاصل کر پاتا ہے، بلکہ اس کو دوزخ کے شعلوں کے سپرد کر دیا جاتا ہے، چونکہ وہ نفسانیت اور تنگ دلی میں گرفتار رہتا ہے، لہٰذا اسے کوئی اخلاقی و روحانی بلندی حاصل نہیں ہوتی۔ اس کا قلب ہمیشہ مادی منفعتوں میں ہی الجھا رہتا ہے:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ اَنَّهٗ سَمِعَ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ قَالَ اللّٰهُ اَنْفِقْ اُنْفِقْ عَلَیْكَ (۲)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سنا: اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے: تم خرچ کرو۔ میں تم پر خرچ کروں گا)۔

حَدَّثَنَا عُثْمَانُ بْنُ اَبِیْ شَیْبَةَ نَاجَرِیْرٌ عَنِ الْاَعْمَشِ عَنْ مُجَاهِدٍ عَنْ عَبْدِاللّٰهِ بْنِ عُمَرَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ مَنِ اسْتَعَاذَ بِاللّٰهِ فَاَعِیْذُوْهُ وَمَنْ سَاَلَ بِاللّٰهِ فَاَعْطُوْهُ وَمَنْ دَعَاكُمْ فَاَجِیْبُوْهُ وَمَنْ صَنَعَ اِلَیْكُمْ مَعْرُوْفًا فَكَافِئُوْهُ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا مَاتُكَافِئُوْا بِهٖ فَادْعُوْا لَهٗ حَتّٰی تَرَوْا اَنَّكُمْ قَدْ كَافَئْتُمُوْهُ (۸۵)

(حضرت عبداللہ بن عمر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: جو شخص اللہ کے نام سے پناہ مانگے، تو اس کو پناہ دو اور جو شخص اللہ کے نام سے سوال کرے، اس کو عطا کرو اور جو تمہیں بلائے اس کو جواب دو اور

جو شخص تم پر احسان کرے تو تم اس کا بدلہ دو، اگر بدلہ دینے کی طاقت نہ ہو تو اس کے لیے اس وقت تک دعا کرتے رہو کہ اس کا بدلہ ادا ہو جائے۔ ایک اور حدیث ملاحظہ ہو:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْد قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اَیُّمَا مُسْلِمٍ کَسٰی مُسْلِمًا ثَوْبًا عَلٰی عُرْیٍ کَسَاہُ اللّٰہُ مِنْ خُضْرِ الْجَنَّۃِ وَ اَیُّمَا مُسْلِمٍ اَطْعَمَ مُسْلِمًا اَطْعَمَہُ اللّٰہُ مِنْ ثِمَارِ الْجَنَّۃِ وَاَیُّمَا مُسْلِمٍ سَقٰی مُسْلِمًا عَلٰی ظَمَاٍ سَقَاہُ اللّٰہُ مِنَ الرَّحِیْقِ الْمَخْتُوْمِ (۸۶)

(حضرت ابُو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم نے فرمایا: جس مسلمان نے کسی برہنہ مسلمان کو کپڑا پہنایا، اللہ اس کو جنت کا سبز لباس پہنائے گا، اور جس مسلم کو بھوک کی حالت میں کھانا کھلایا، اللہ اس کو جنت کے پھل کھلائے گا اور جس مسلم نے کسی مُسلم کو پیاس کی حالت میں پانی پلایا، اللہ اس کو جنت کی سربمہر شراب پلائے گا)۔

ایک اسلامی معاشرہ کے ہر صاحبِ استطاعت فرد کا فرض ہے کہ وہ سماج کے ضرورت مند افراد کی ضرورتیں پُوری کرے تاکہ افراد کے درمیان نابرابری اور طبقاتی فرق کے احساس کو فروغ نہ حاصل ہو سکے اور افراد اپنی بھوک پیاس اور ستر پوشی کی ضرورتیں پُوری کرنے کے لیے دربدر کی ٹھوکریں کھاتے اور اپنی عزت نفس نہ بیچتے پھریں۔ اسلام نے اپنے ماننے والوں کو جس خودداری اور عزت نفس کی پاسداری کرنے کی ذمہ داری سونپی ہے اور جس مقامی معاشرہ کی تشکیل کے لیے ان روحانی اور اخلاقی بُلندیوں کی تعلیم دی ہے، اس کا تقاضا ہے کہ سماج کا ہر فرد، کسی بھی فرد کی عزت و ذِلت اور کسی بھی شخص کی خوشی و غمی کو اپنی عزت و ذلت اور اپنی خوشی و غمی سمجھے۔ اسلام نے جہاں صاحبِ استطاعت افراد کو ہر فرد کی ضرورتیں پُوری کرنے کا حکم دیا ہے، وہیں ضرورت مند افراد کو دستِ سوال دراز کرنے کی رسوائیوں سے محفوظ رہنے کی بھی تعلیم دی ہے:

عَنْ اَبِیْ سَعِیْدِ نِ الْخُدْرِیِّ اِنَّ نَاسًا مِنَ الْاَنْصَارِ سَاَلُوْا رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ فَاَعْطَاھُمْ ثُمَّ سَاَلُوْہُ فَاَعْطَاھُمْ حَتّٰی نَفَدَ مَاعِنْدَہٗ قَالَ مَایَکُوْنُ عِنْدِیْ مِنْ خَیْرٍ فَلَنْ اَدَّخِرَہٗ عَنْکُمْ وَمَنْ یَسْتَعْفِفْ یُعِفَّہُ اللّٰہُ وَمَنْ یَسْتَغْنِ یُغْنِہُ اللّٰہُ وَمَنْ یَتَصَبَّرْ یُصَبِّرْہُ اللّٰہُ وَمَا اُعْطِیَ اَحَدٌ عَطَاءً وَھُوَ خَیْرٌ وَاَوْسَعُ مِنَ الصَّبْرِ (۸۷)

(حضرت ابُو سعید خدریؓ سے روایت ہے کہ انصار کے کچھ لوگوں نے رسُول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے مانگا۔ آپؐ نے اُن کو عطا فرمایا، اُنہوں نے پھر مانگا، آپؐ نے پھر دیا، یہاں تک کہ جو کچھ آپؐ کے پاس تھا تمام ہو گیا، آپؐ نے فرمایا کہ میرے پاس جب تک مال ہو گا مَیں اسے اُٹھا نہ رکھوں گا، لیکن جو سوال سے بچے گا، تو اللہ بھی اس کو بچائے گا، اور جو قناعت کر کے اپنی تونگری ظاہر کرے گا، تو اللہ اس کو غنی کر دے گا، اور جو صبر کرے گا۔ اللہ اس کو صبر کی توفیق دے گا اور بندوں کو عطا کردہ انعاماتِ الٰہی میں سے صبر سے زیادہ بہتر اور وسیع اور کوئی نعمت نہیں)۔

اللہ تبارک و تعالیٰ نے اپنے بندوں سے فرمایا کہ اگر وہ اس کی خالص عبادت میں مشغول رہیں گے اور اپنی ساری

زندگی اس کے بتائے ہوئے راستے پر چل کر گزار دیں گے، تو اللہ تعالیٰ ان کو غنا سے مالا مال کر دے گا:

عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اِنَّ اللّٰهَ یَقُوْلُ یَابْنَ اٰدَمَ تَفَرَّغْ لِعِبَادَتِیْ اَمْلَأْ صَدْرَكَ غِنًی وَاَسُدُّ فَقْرَكَ وَ اِنْ لَّاتَفْعَلْ مَلَأْتُ یَدَیْكَ شُغْلًا وَلَمْ اَسُدَّ فَقْرَكَ (۸۸)

(حضرت ابوہریرہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

اے ابنِ آدم! تو میری عبادت میں مشغول رہ تو میں تیرا سینہ غنا سے بھر دوں گا اور محتاجی کو تجھ سے دُور رکھوں گا اور اگر تو میری عبادت نہیں کرے گا، تو میں تیرے دونوں ہاتھ محنت مزدوری سے بھر دوں گا اور تیری محتاجی کو دُور نہیں کروں گا)۔

اللہ ہی حق کی ہدایت دیتا ہے، وہی بندوں کو رزق دیتا ہے اور وہی بندوں کو گناہوں سے محفوظ رکھتا ہے۔ ہم سب کو اس کی راہِ ہدایت پر چلنے کی توفیق عطا فرمانے کی دعا کرنی چاہیے۔ اور اس سے غنا کے حصول اور گناہوں سے محفوظ رکھنے کی التجا کرنی چاہیے، اور اپنے دانستہ و نادانستہ سب گناہوں کی مغفرت کی دعا بھی اس سے کرنی چاہیے، بندہ جب حقیقی توبہ کرتا ہے، تو اللہ اس کو اپنے خاص رحم و کرم سے معاف فرما دیتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ذَرٍّ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اللّٰهُ عَزَّوَجَلَّ : یَاعِبَادِیْ ! كُلُّكُمْ ضَالٌّ اِلَّا مَنْ هَدَیْتُ فَسَلُوْنِی الْهُدٰی اَهْدِكُمْ وَكُلُّكُمْ فَقِیْرٌ اِلَّا مَنْ اَغْنَیْتُ فَسَلُوْنِیْ اَرْزُقْكُمْ وَكُلُّكُمْ مُذْنِبٌ اِلَّا مَنْ عَافَیْتُ فَمَنْ عَلِمَ مِنْكُمْ اَنِّیْ ذُوْ قُدْرَةٍ عَلَی الْمَغْفِرَةِ فَاسْتَغْفَرَنِیْ غَفَرْتُ لَهٗ وَلَا اُبَالِیْ وَلَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَاٰخِرَكُمْ وَحَیَّكُمْ وَمَیِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَیَابِسَكُمْ اِجْتَمَعُوْا عَلٰی اَتْقٰی قَلْبِ عَبْدٍ مِّنْ عِبَادِیْ مَازَادَ ذٰلِكَ فِیْ مُلْكِیْ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ وَلَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَ اٰخِرَكُمْ وَحَیَّكُمْ وَمَیِّتَكُمْ وَ رَطْبَكُمْ وَیَابِسَكُمْ اِجْتَمَعُوْا عَلٰی اَشْقٰی قَلْبِ عَبْدٍ مِّنْ عِبَادِیْ مَانَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِیْ جَنَاحَ بَعُوْضَةٍ وَلَوْ اَنَّ اَوَّلَكُمْ وَآخِرَكُمْ وَجِنَّكُمْ وَاِنْسَكُمْ وَحَیَّكُمْ وَمَیِّتَكُمْ وَرَطْبَكُمْ وَیَابِسَكُمْ اِجْتَمَعُوْا فِیْ صَعِیْدٍ وَّاحِدٍ فَسَاَلَ كُلُّ اِنْسَانٍ مِّنْكُمْ مَا بَلَغَتْ اُمْنِیَّتُهٗ فَاَعْطَیْتُ كُلَّ سَائِلٍ مِّنْكُمْ مَا نَقَصَ ذٰلِكَ مِنْ مُلْكِیْ اِلَّا كَمَا لَوْ اَنَّ اَحَدَكُمْ مَرَّ بِالْبَحْرِ فَغَمَسَ فِیْهِ اِبْرَةً ثُمَّ رَفَعَهَا اِلَیْهِ ذٰلِكَ بِاَنِّیْ جَوَّادٌ ، وَاجِدٌ ، مَاجِدٌ اَفْعَلُ مَا اُرِیْدُ عَطَائِیْ كَلَامٌ وَعَذَابِیْ كَلَامٌ اِنَّمَا اَمْرِیْ لِشَیْءٍ اِذَا اَرَدْتُّ اَنْ اَقُوْلَ لَهٗ كُنْ فَیَكُوْنُ (۸۹)

(حضرت ابوذر روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ارشاد ہے: اللہ تعالیٰ فرماتا ہے: اے میرے بندو! تم سب گمراہ ہو، مگر جسے میں راہ بتاؤں اس لیے تم سب مجھ سے ہدایت مانگو تاکہ میں تمہیں ہدایت دوں، اور تم سب فقیر ہو مگر جسے میں غنی کروں، لہٰذا تم مجھ سے سوال کرو، تاکہ میں تمہیں رزق دوں اور تم سب گنہگار ہو مگر جسے میں گناہ سے بچاؤں۔ پھر جو شخص یہ جانتے ہوئے کہ میں بخشنے پر قدرت رکھنے والا ہوں مجھ سے مغفرت مانگے، میں اسے بخش دوں گا،

اور مَیں ذرا بھی تردّد نہ کروں گا۔ اگر تمہارے اگلے پچھلے، زندے اور مُردے اور اعلیٰ و ادنیٰ تمام لوگ میرے بندوں میں سے متقی ترین شخص کے قلب کے مانند ہو جائیں، تو میری سلطنت میں ایک مچھر کے پر کے برابر بھی اضافہ نہ ہو گا اور اگر تمہارے اگلے پچھلے زندے اور مردے اور اعلیٰ و ادنیٰ میرے بندوں میں سے بد ترین شخص کے دل کی مانند ہو جائیں، تو میری سلطنت میں ایک مچھر کے برابر بھی کمی نہ ہو گی، اور اگر تمہارے اگلے اور پچھلے اور تمہارے جن و انس اور زندے اور مردے اور اعلیٰ و ادنیٰ کسی میدان میں جمع ہو جائیں اور تم میں سے ہر ایک اس چیز کو مانگے جو اس کا منتہائے آرزو ہو اور مَیں ہر سائل کا سوال پُورا کر دوں، تو میری مملکت میں صرف اتنی کمی آئے گی جتنی کوئی سمندر میں ایک سوئی ڈبو کر نکال لے۔ یہ اس سبب سے ہے کہ میں جواد (سخی) ہوں، واجد (داتا) اور ماجد (معزز) ہوں۔ جو چاہتا ہوں کرتا ہوں، میری عطا فقط میرا کلام ہے اور میرا عذاب بھی فقط کلام ہے۔ جب مَیں کسی چیز کا ارادہ کرتا ہوں، تو مَیں کہتا ہوں: ہو جا اور وہ ہو جاتی ہے)۔

بندہ کو مصائب میں اللہ ہی کا ذکر کرنا اور اس سے استعانت کرنی چاہیے۔ جو بندہ خوشحالی و بدحالی ہر موقع پر اللہ کے ذکر سے اپنی زبان کو تر رکھتا ہے، اللہ اسے معاصی سے محفوظ رکھتا ہے، خیر کی توفیق بخشتا اور مصائب میں دستگیری کرتا ہے۔ بندۂ مومن کی شان ہے کہ وہ اللہ ہی سے مدد کا طالب ہو۔ انسان کی تقدیر کا بنانے اور بگاڑنے والا صرف اللہ ہے اور اس نے ہر ایک کو ایک مقررہ اندازہ سے ہر چیز عطا کی ہے:

عَنْ اِبْنِ عَبَّاسٍ قَالَ كُنْتُ خَلْفَ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ يَوْمًا ، فَقَالَ : يَا غُلَامُ ! اِنِّيْ اُعَلِّمُكَ كَلِمَاتٍ اِحْفَظِ اللّٰهَ يَحْفَظْكَ : اِحْفَظِ اللّٰهَ تَجِدْهُ تُجَاهَكَ ، اِذَا سَأَلْتَ فَاسْئَلِ اللّٰهَ ، وَاِذَا اسْتَعَنْتَ فَاسْتَعِنْ بِاللّٰهِ ، وَاعْلَمْ اَنَّ الْاُمَّةَ لَوِ اجْتَمَعَتْ عَلٰى اَنْ يَّنْفَعُوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَنْفَعُوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ لَكَ وَ اِنِ اجْتَمَعُوْا عَلٰى اَنْ يَّضُرُّوْكَ بِشَيْءٍ لَمْ يَضُرُّوْكَ اِلَّا بِشَيْءٍ قَدْ كَتَبَهُ اللّٰهُ عَلَيْكَ ، رُفِعَتِ الْاَقْلَامُ وَ جُفَّتِ الصُّحُفُ (۹۰)

(حضرت ابن عباس سے روایت ہے کہ مَیں ایک روز رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم کے پیچھے سواری پر سوار تھا۔ آپ نے فرمایا: اے لڑکے! مَیں تجھ کو چند کلمے سکھا رہا ہُوں، اللہ کو یاد رکھ وہ تجھ کو یاد رکھے گا۔ اللہ کو یاد رکھ، تو اس کو سامنے پائے گا، جب بھی مانگ اللہ سے مانگ اور جب مدد کی خواستگاری کر تو اللہ سے کر، اور جان لے کہ اگر تمام لوگ تجھ کو نفع پہنچانے کے لیے اتفاق کر لیں، تو وہ صرف اتنا ہی نفع پہنچا سکیں گے جتنا اللہ نے تیرے واسطے لکھ دیا ہے اور اگر وہ سب تجھ کو ضرر پہنچانے کی ٹھان لیں تو صرف اتنا ہی ضرر پہنچا سکیں گے جتنا اللہ نے لکھ دیا ہے۔ قلم اٹھا لیے گئے اور صحیفے خشک ہو چکے یعنی تقدیریں لکھی جا چکیں)۔

اللہ تعالیٰ نے جن و انس کو پیدا کر کے ان کو صحیح اور غلط راہوں کی نشاندہی بھی کر دی ہے۔ اس کے بعد جو بندہ جس راہ کو اختیار کرتا ہے۔ اِس کے مطابق اس کو اس کی جزا و سزا ملے گی۔

عَنْ عَبْدِاللّٰہِ بْنَ عَمْرٍ و یَقُوْلُ سَمِعْتُ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ یَقُوْلُ اِنَّ اللّٰہَ تَبَارَکَ وَ تَعَالٰی خَلَقَ خَلْقَہٗ فِیْ ظُلْمَۃٍ فَاَلْقٰی عَلَیْھِمْ مِنْ نُوْرِہٖ فَمَنْ اَصَابَہٗ ذٰلِکَ النُّوْرُ اِھْتَدٰی وَ مَنْ اَخْطَاہٗ ضَلَّ فَلِذٰلِکَ اَقُوْلُ جُفَّ الْقَلَمُ عَلٰی عِلْمِ اللّٰہِ (۹۱)

(حضرت عبداللہ بن عمرو سے روایت ہے کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو فرماتے ہوئے سُنا: بے شک اللہ بزرگ و برتر نے اپنی مخلوق کو ایک اندھیرے میں پیدا کیا، پھر ان پر اپنے نور سے نوازا، تو جس کو نُور پہنچ گیا، اس نے راہ پائی اور جس تک نہ پہنچا وہ گمراہ ہوگیا۔ اس لیے مَیں کہتا ہوں کہ علم الٰہی پر قلم سوکھ گیا) یعنی جن و انس میں ہدایت و ضلالت دونوں رکھے گئے ہیں۔ مذموم اعمال جہالت کی علامت ہیں اور نُور سے مراد علم کا نُور اور دینداری ہے۔

اللہ تعالیٰ کو غیر سنجیدہ اور بات بات پر جھگڑنے والے بندے سخت ناپسند ہیں۔ ایسے لوگوں کو وہ اپنے نافرمان بندوں کی فہرست میں شمار کرتا ہے اور سخت سزا کا مستحق سمجھتا ہے، کیونکہ اللہ کی صفت غضب کا مفہوم یہی ہے کہ جو سزا کے مستحق ہیں، ان کو سزا دی جائے۔

عَنْ عَائِشَۃَ قَالَتْ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ اِنَّ اَبْغَضَ الرِّجَالِ اِلَی اللّٰہِ اَلْاَلَدُّ الْخَصِمُ (۹۲)

(حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: خدا کے نزدیک مبغوض ترین شخص وہ ہے، جو بہت زیادہ جھگڑالو ہو)

مشرکین پر جب کوئی آفت آتی، تو زمانہ کو بُرا بھلا کہتے۔ آج ہم بھی اس لعنت میں مبتلا ہیں۔ اس سلسلہ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے متنبہ فرمایا ہے کہ اللہ کو یہ عمل سخت ناپسند ہے۔ کیونکہ دنیا میں جو نعمت یا آفت آتی ہے، اللہ کی طرف سے آتی ہے۔ پھر اگر کوئی شخص زمانہ کی شکایت کرتا ہے، تو گویا وہ اللہ کی شکایت کرتا ہے۔ زمانہ کی گردش سے کچھ نہیں ہوتا بلکہ جو کچھ خدا کو منظور ہوتا ہے وہی ہوتا ہے۔

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ قَالَ لَا یَقُوْلَنَّ اَحَدُکُمْ یَاخَیْبَۃَ الدَّھْرِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ الدَّھْرُ (۹۳)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ کوئی تم میں سے زمانہ کو بُرا نہ کہے کیونکہ اللہ خود دہر (زمانہ) ہے) اسی طرح کی ایک اور حدیث ہے!

عَنْ اَبِیْ ھُرَیْرَۃَ قَالَ : قَالَ رَسُوْلُ اللّٰہِ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ : قَالَ اللّٰہُ عَزَّوَجَلَّ : یُؤْذِیْنِیْ اِبْنُ اٰدَمَ یَسُبُّ الدَّھْرَ وَ اَنَا الدَّھْرُ بِیَدِیْ الْاَمْرُ اُقَلِّبُ اللَّیْلَ وَالنَّھَارَ (۹۴)

(حضرت ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: اللہ عزوجل فرماتا ہے: ابن آدم زمانہ کو بُرا بھلا کہہ کر مجھے تکلیف پہنچاتا ہے جبکہ مَیں ہی زمانہ ہوں۔ میرے ہی ہاتھ میں سررشتۂ کار ہے۔ مَیں ہی رات اور دن

میں اُلٹ پھیر کرتا ہوں)، یعنی زمانہ کا در حقیقت کوئی وجود نہیں۔ شب و روز کی گردش اور تصرفات اللہ کے قبضۂ قدرت میں ہیں۔ انسان حالات کی ستم ظریفی سے پریشان ہو کر زمانہ کو بُرا بھلا کہتا ہے، تو اس کی زد گویا خدا پر پڑتی ہے۔ کیونکہ صاحبِ تصرف تو خدا کی ذات کے علاوہ کوئی نہیں ہے نا!

اللہ اس بات کا زیادہ مستحق ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔ بندوں کے درمیان آپس میں جو حرکات و افعال قابلِ شرم ہیں اور جو کام ایک بندہ اپنے ہی جیسے بندہ کے روبرو کرتے ہُوئے شرماتا ہے، ایسے کاموں کو خلوت میں اس لیے نہ کرنا چاہیے کہ اللہ بہرحال ہر جگہ اور ہر لمحہ موجود رہتا ہے۔ چنانچہ عُریاں ہو کر غسل کرنے کے سلسلہ میں فرمایا ہے کہ اللہ اس بات کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے شرم کی جائے، کیونکہ وہ شہید ہے۔ یعنی جس طرح اس کے علم میں تمام امور باطنی ہیں۔ اسی طرح اس کے مشاہدہ میں تمام امور ظاہری بھی رہتے ہیں، اور کائناتِ ارضی و سماوی میں کسی جگہ بھی واقع ہونے والا ہر عمل اس کے مشاہدہ میں رہتا ہے:

قَالَ بَهْزٌ عَنْ اَبِيْهِ عَنْ جَدِّهٖ عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ اَللّٰهُ اَحَقُّ اَنْ يُسْتَحْيٰى مِنْهُ مِنَ النَّاسِ (۹۵)

(بہز نے اپنے والد اور اُنہوں نے ان کے دادا اور انہوں نے رسول اللہ صلّی اللہ علیہ وسلّم سے روایت کی کہ آپؐ نے فرمایا: اللہ تعالیٰ باقی لوگوں کی بہ نسبت اس کا زیادہ حقدار ہے کہ اس سے شرم کی جائے۔

اللہ رزاق ہے۔ اس نے بندوں کو دونوں قسم کے رزق عطا کیے ہیں، اوّل تو اس نے انسان کے جسم کی ضرورتیں پُوری کرنے کے لیے اُسے کھانے پینے کے ذرائع مہیا کرنے کا وعدہ کیا۔ اس کے علاوہ اللہ اپنے بندوں کو روحانی رزق بھی علوم و معارف کی شکل میں عطا کرتا ہے، لہٰذا جس طرح انسان کو اپنی جسمانی ضرورتیں پوری کرنے کے واسطے تلاش و جستجو اور اللہ کا فضل تلاش کرنا ضروری ہے۔ اسی طرح روحانی رزق یعنی علم و حکمت کا حصول بھی اس پر فرض ہے، حصولِ علم میں انسان کو کسی قسم کی کوتاہی اور جھجھک علم کے حصول سے باز رکھتی ہے۔ علم کی محفلوں میں انسان کو سراپا طالب بن جانا چاہیے۔ اسی وقت اسے یہ بے بہا دولت حاصل ہو سکتی ہے۔ کچھ اس قسم کا مفہوم اس حدیث شریف کا ہے۔

عَنْ اَبِيْ وَاقِدِ اللَّيْثِيْ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بَيْنَمَا هُوَ جَالِسٌ فِي الْمَسْجِدِ وَالنَّاسُ مَعَه اِذَا اَقْبَلَ ثَلَاثَةُ نَفَرٍ فَاَقْبَلَ اِثْنَانِ اِلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ وَذَهَبَ وَاحِدٌ قَالَ مؤقفا عَلٰى رَسُوْلِ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ فَاَمَّا اَحَدُهُمَا فَرَاٰى فُرْجَةً فِي الْحَلْقَةِ فَجَلَسَ فِيْهَا وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَجَلَسَ خَلْفَهُمْ وَاَمَّا الثَّالِثُ فَاَدْبَرَ ذَاهِبًا فَلَمَّا فَرَغَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ قَالَ اَلَا اُخْبِرُكُمْ عَنِ النَّفَرِ الثَّلٰثَةِ اَمَّا اَحَدُهُمْ فَاَوٰى اِلَى اللّٰهِ فَاٰوَاهُ اللّٰهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاسْتَحْيٰى فَاسْتَحْيٰى اللّٰهُ مِنْهُ وَاَمَّا الْاٰخَرُ فَاَعْرَضَ فَاَعْرَضَ اللّٰهُ عَنْهُ (۹۶)

(حضرت ابو واقد لیثیؓ روایت کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مسجد میں تشریف فرما تھے اور لوگ بھی آپ کے پاس موجود تھے۔ ایسے میں تین آدمی آئے، ان میں سے دو تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آگئے اور ایک چلاگیا (ابُو واقد) کہتے ہیں کہ وہ دونوں کچھ دیر رسُول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے سامنے کھڑے رہے۔ پھر ان میں سے ایک نے مجلس میں گنجائش دیکھی اور وہاں بیٹھ گیا۔ دوسرا مجلس کے آخری کنارے پر بیٹھ گیا اور تیسرا واپس چلاگیا۔ جب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم (خطبہ سے) فارغ ہُوئے تو فرمایا: کیامیں تمہیں ان تینوں کے حال سے آگاہ نہ کروں۔ ان میں سے ایک خدا کی طرف متوجہ ہُوا، تو اللہ نے بھی اس پر عنایت کی۔ دوسرا (ذرا) شرمایا، تو خدا نے بھی حیا کی، اور تیسرے نے مُنہ پھیرا، تو خداوند تعالیٰ نے بھی اس سے مُنہ پھیر لیا)۔

اللہ نے اپنے بندوں کو اپنی عبادت کرنے کا حکم دیا ہے۔ فرائض کی ادائیگی کے ساتھ ساتھ اللہ اپنے بندوں سے یہ توقع کرتا ہے کہ وہ نوافل کے ذریعہ اس کا قرب حاصل کریں۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا ایک جامع اصُول مرتب کر دیا ہے تاکہ بندے افراط و تفریط کا شکار نہ ہو جائیں:

عَنْ عَائِشَةَ اَنَّ النَّبِيَّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ دَخَلَ عَلَيْهَا وَ عِنْدَهَا اِمْرَأَةٌ ـ قَالَ مَنْ هٰذِهِ قَالَتْ فُلَانَةُ تَذْكُرُ مِنْ صَلَاتِهَا قَالَ مَهْ عَلَيْكُمْ بِمَا تُطِيقُوْنَ فَوَاللّٰهِ لَايَمِلُّ اللّٰهُ حَتّٰى تَمَلُّوْا وَ كَانَ اَحَبَّ الدِّيْنِ اِلَيْهِ مَادَاوَمَ عَلَيْهِ صَاحِبُهٗ (۹۰)

(حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ایک بار ان کے پاس تشریف لائے، اس وقت کوئی عورت بیٹھی ہوئی تھی فرمایا یہ کون ہے؟ عائشہؓ بولیں: یہ فُلاں عورت ہے جس کی کثرت نماز کا شہرہ ہے۔ آپؐ نے فرمایا: اپنے اُوپر نرمی کرو اور صرف اتنا کرو جتنے کی تم میں استطاعت ہے۔ خدا کی قسم اللہ تعالیٰ (اجر دیتے ہوئے) نہیں تھکے گا۔ مگر تم (عبادت سے) تھک جاؤ گے اور اللہ کے نزدیک پسندیدہ عمل وہ ہے جس کا کرنے والا اسے ہمیشہ کرے) یعنی اللہ کے نزدیک ہر وہ عبادت پسندیدہ ہے جو ہمیشہ کی جائے۔ خواہ کم ہی کیوں نہ ہو۔ ہمیشہ عبادت کرنے سے انسان کے نفس و اخلاق کی اصلاح ہوتی رہتی ہے۔ اس کے خصائل و اوصاف میں مستقل نشوونما ہوتی رہتی ہے اور آہستہ آہستہ نفس کی بُرائیاں ختم ہوتی چلی جاتی ہیں۔ کبھی کبھی کی زیادہ عبادت کرنے سے وہ فوائد حاصل نہیں ہوتے، جو ہمیشہ کم عبادت کرنے سے حاصل ہوتے ہیں۔ فرض کیجئے ہفتہ یا مہینہ یا سال میں انسان ایک بار کثرت سے عبادت و ریاضت میں خود کو تھکا لیتا ہے اور بقیہ اوقات عبادتِ خدا سے بالکل بے بہرہ رہتا ہے، تو اس کا لازمی نتیجہ اس کی شخصیت پر یہ مرتب ہو گا کہ اس کے روزمرہ میں لاتعداد ایسے اعمال و افعال سرزد ہوتے رہیں گے، جن کے بُرے اثرات کو دھونے کے لیے کبھی کبھی کی وہ کثرت عبادت قطعی ناکافی ہوگی۔

وَاٰخِرُ دَعْوٰنَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهِ الْكَرِيْمِ وَ عَلٰى اٰلِهٖ وَ صَحْبِهٖ اَجْمَعِيْنَ بِرَحْمَتِكَ يَا اَرْحَمَ الرّٰحِمِيْنَ ٥

حواشی

۱۔ دیکھئے صحیح بخاری، کتاب الاذان باب فضل السجود۔
۲۔ ملاحظہ ہو صحیح بخاری، کتاب الصلوٰۃ، باب فضل صلاۃ الفجر۔
۳۔ تفصیل کے لیے دیکھئے دائرۃ المعارف اردو ج ۳۔
۴۔ دیکھئے۔ سنن ابن ماجہ، کتاب الدعاء۔
۵۔ دیکھئے صحیح بخاری، کتاب التوحید۔
۶۔ دیکھئے ترمذی ابواب الدعوات۔
۷۔ سورۃ الحشر آیۃ ۲۴۔
۸۔ بخاری ج ۲ کتاب الشروط، باب مایجوز من الاشتراط
۹۔ جامع الترمذی ابواب الدعوات۔
۱۰۔ صحیح بخاری: کتاب الایمان۔
۱۱۔ صحیح بخاری: کتاب الصلوٰۃ، باب المساجد فی البیوت۔
۱۲۔ جامع الترمذی: تفسیر سورۃ المدثر۔
۱۳۔ سنن ابن ماجہ. کتاب الدعا۔
۱۴۔ بخاری، کتاب التفسیر (سورۃ الاخلاص)۔
۱۵۔ بخاری کتاب الجہاد والیسر۔
۱۶۔ بخاری: کتاب الجہاد والسیر
۱۷۔ مسلم کتاب الزہد۔
۱۸۔ ملاحظہ ہو سورۃ القدر آیت ۳۔
۱۹۔ بخاری: کتاب التوحید۔
۲۰۔ ترمذی ابواب العلم۔
۲۱۔ بخاری. ابواب الکسوف۔
۲۲۔ بخاری، کتاب الصلوٰۃ۔
۲۳۔ بخاری: کتاب الصلوٰۃ۔
۲۴۔ بخاری: کتاب التوحید۔
۲۵۔ بخاری: کتاب التفسیر (سورۃ الزمر)۔
۲۶۔ بخاری: کتاب الادب۔
۲۷۔ ترمذی ابواب الدعوات۔
۲۸۔ بخاری: کتاب الصلوٰۃ۔
۲۹۔ بخاری: کتاب الصلوٰۃ۔
۳۰۔ مسلم، کتاب التوبۃ۔
۳۱۔ بخاری: کتاب بدء الخلق، مسلم، کتا
۳۲۔ بخاری کتاب التوحید۔

۳۳۔ مسلم۔
۳۴۔ بخاری، کتاب التوحید۔
۳۵۔ بخاری، ابواب الکسوف۔
۳۶۔ بخاری، کتاب التوحید۔
۳۷۔ بخاری، کتاب المغازی۔
۳۸۔ مسلم، کتاب القدر۔
۳۹۔ بخاری: کتاب التوحید۔
۴۰۔ بخاری: ابواب الاستسقاء۔
۴۱۔ ابن ماجہ، کتاب الزہد۔
۴۲۔ بخاری: کتاب التوحید۔
۴۳۔ بخاری، کتاب التفسیر۔
۴۴۔ مسلم، کتاب البر۔
۴۵۔ ترمذی باب الزہد۔
۴۶۔ بخاری: کتاب الدعوات۔
۴۷۔ ترمذی، کتاب الدعوات۔
۴۸۔ ترمذی، کتاب الصلوٰۃ۔
۴۹۔ ابو داؤد، ترمذی۔
۵۰۔ حسنین محمد مخلوف: اسماء اللہ الحسنٰی ص ۶۹۔
۵۱۔ ترمذی، ابواب الدعوات۔
۵۲۔ بخاری: کتاب الحیض۔
۵۳۔ بخاری کتاب التوحید۔
۵۴۔ بخاری: کتاب الدعوات۔
۵۵۔ بخاری: کتاب الدعوات۔
۵۶۔ بخاری: کتاب الصلوٰۃ
۵۷۔ بخاری: کتاب التوحید۔
۵۸۔ مسلم، کتاب الایمان۔
۵۹۔ بخاری: کتاب الرقاق۔
۶۰۔ ترمذی باب الزہد۔
۶۱۔ بخاری: کتاب الادب۔
۶۲۔ ترمذی باب الزہد۔
۶۳۔ بخاری: کتاب الرقاق۔
[illegible] الصلوٰۃ۔
[illegible] الدعوات۔
[illegible] الدعوات۔

۶۷۔ ترمذی: ابواب الدعوات۔
۶۸۔ بخاری: کتاب الایمان۔
۶۹۔ بخاری: کتاب الدعوات۔
۷۰۔ بخاری کتاب الدعوات۔
۷۱۔ ابو داؤد۔
۷۲۔ سورۃ البقرہ ۲۶۹۔
۷۳۔ بخاری: کتاب العلم۔
۷۴۔ بخاری: کتاب العلم۔
۷۵۔ بخاری: کتاب التوحید۔
۷۶۔ ترمذی: باب الجنۃ۔
۷۷۔ ترمذی: باب القیامۃ۔
۷۸۔ بخاری: کتاب التوحید۔
۷۹۔ ترمذی: باب الجنۃ۔
۸۰۔ ترمذی: باب القیامۃ۔
۸۱۔ ترمذی: باب الجنۃ۔
۸۲۔ بخاری: کتاب الجہاد۔
۸۳۔ ترمذی: کتاب البر۔
۹۴۔ بخاری: کتاب التوحید۔
۸۵۔ ابو داؤد، کتاب الزکوٰۃ۔
۸۶۔ ترمذی: ابواب القیامۃ۔
۸۷۔ موطا امام مالک۔
۸۸۔ ترمذی: باب القیامۃ۔
۸۹۔ ترمذی: باب القیامۃ۔
۹۰۔ ترمذی: باب القیامۃ۔
۹۱۔ ترمذی: ابواب الایمان۔
۹۲۔ بخاری: کتاب التفسیر۔
۹۳۔ موطا امام مالک۔
۹۴۔ بخاری: کتاب التوحید و کتاب التفسیر۔
۹۵۔ بخاری: کتاب الغسل۔
۹۶۔ بخاری: کتاب العلم۔
۹۷۔ بخاری: کتاب الایمان۔

نقوش قرآن نمبر

جلد سوم، چہارم کے اہم ابواب

- وجودِ باری تعالیٰ
- توحیدِ الٰہی
- فکرِ الہامی اور ذکرِ انسانی
- اللہ اور فکرِ اسلامی
- مناجاتِ الہامی
- حمدِ منظوم
- تخلیقِ کائنات سے تخلیقِ آدم تک۔
- مذاہبِ عالم میں تصوّرِ اللہ۔
- صحفِ سماویہ اور مقدس کتابیں

نقوش ایوارڈ

۱۹۹۴ء — ۱۹۹۵ء

- مقالہ : ڈاکٹر مرزا خلیل بیگ
- افسانہ : قیصر تمکین
- نظم و غزل : فضا ابن فیضی
- سفرنامہ : رفیع الدین ہاشمی

۱۹۹۵ء — ۱۹۹۶ء

- مقالہ : ڈاکٹر رشید امجد
- افسانہ : زہرا منظور الٰہی
  اختر جمال
- نظم و غزل : افتخار عارف
- ترجمہ : ڈاکٹر حسرت کاسگنجوی
  شہزاد احمد